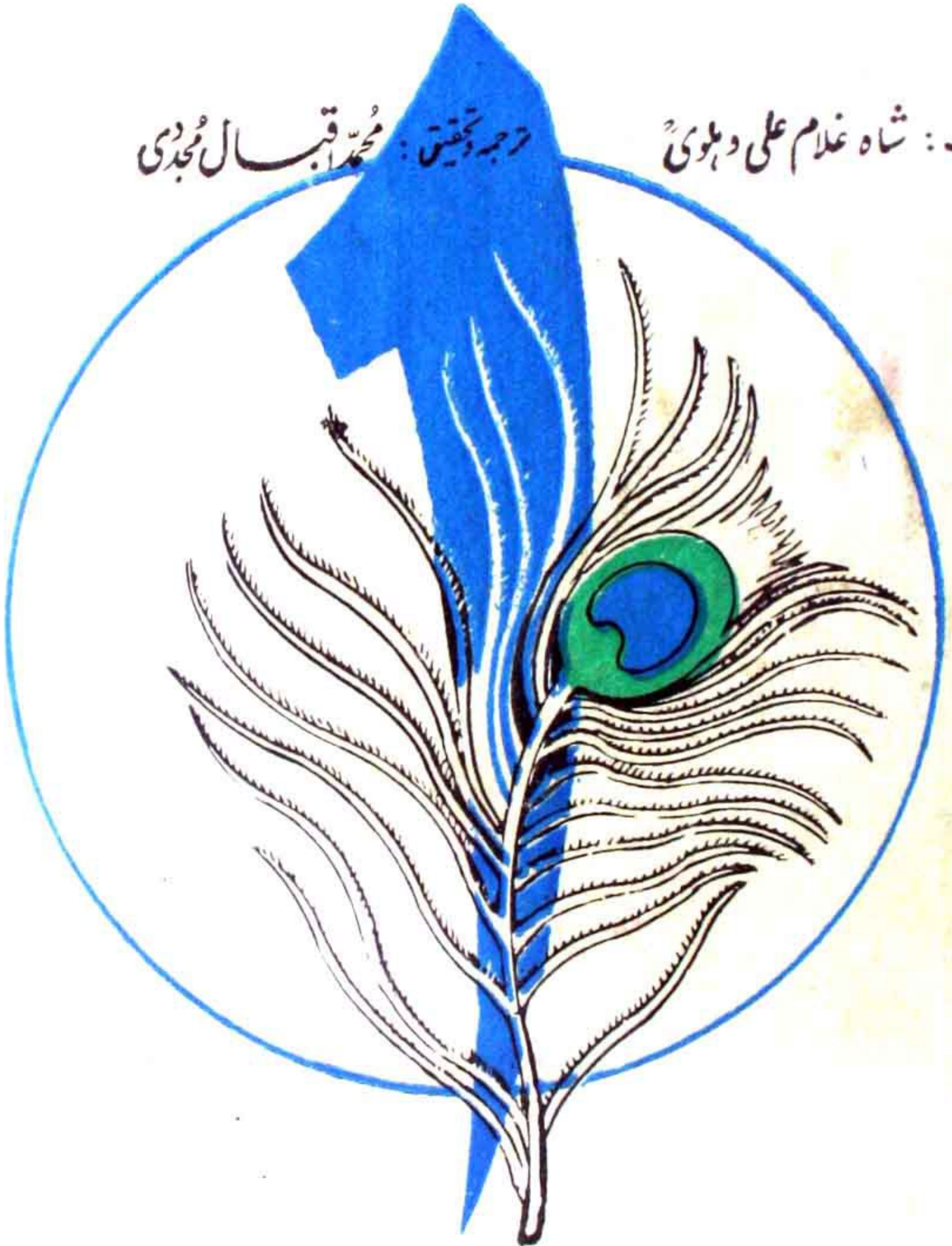


مقاماتِ منظری

مطبعہ

تالیف: شاہ غلام علی دہلوی
ترجمہ و تیس: محمد قبال مجدی



اردو سائنس بورڈ لاہور

مقاماتِ مظہری

لاہری کیٹلاگ کارڈ

غلام علی دہلوی ، شاہ

مقاماتِ مظہری (احوال و مقامات ، ملفوظات و
مکتوبات حضرت میرزا مظہر جانِ جالان شہید
م ۱۱۹۵/۵۱۱۹۵-۶۶۰۰۰) لاہور: اردو سائنس بورڈ ،

۱۹۸۳ء

۲۹۲ ص

۱- مظہر جانِ جالان ، میرزا

۲- سلطنتِ مغلیہ

۳- تصوف — ہندوستان

I- محمد اقبال مجددی ، مترجم

II- عنوان

۹۷۰۰۰۰۰۰۰۰

marfat.com

Marfat.com

MAQAMAT-I MAZHARI

**Life, works and teachings of a prominent
Sufi and poet MİRZA MAZHAR JAN-i JANAN
(d. 1195 A.H./1780 A.D.)**

Compiled by

SHAH GHULAM ALI DEHLAVI

**Translated and annotated with a comprehensive
Introduction**

by

MUHAMMAD IQBAL MUJADDIDI

URDU SCIENCE BOARD

299 - Upper Mall, Lahore

marfat.com

Marfat.com

مقاماتِ منظرہ

احوال و محفوظات و مکتوبات

حضرت میرزا منظر جانِ جانان شہید

۱۱۱۱ھ ————— ۱۱۹۵ھ
۱۶۰۰ع ————— ۱۶۸۰ع

تالیف

حضرت شاہ غلام علی دہلوی

تحقیق و تعلیق و تہجہ

محمد قبال مجذوبی



الذکر سائنس بورڈ

۲۹۹ - آپر مال ○ لاہور

marfat.com

Marfat.com

سلسلہ "مطبوعات نمبر ۱۷۵"

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : جولائی ۱۹۸۳ء

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : -/۸۰ روپے

لاشر : اشفاق احمد

ڈائریکٹر اردو مائٹس بورڈ

۲۹۹ - اہر مال ، لاہور

طابع : محمد زرین خان

مطبع : زرین آرٹ پریس

۶۱ - ریلوے روڈ ، لاہور

marfat.com

Marfat.com

فہرست

افضل الدولہ ، ۶۶	ملا رحیم داد اور حضرت مظہر ،
۶۷	
محمد الدولہ ، ۷۷	
عہد الملک ، ۷۳	
حضرت مظہر کے دیگر امراء	
سے تعلقات ، ۸۰	
سیاسی جماعتیں اور حضرت مظہر ،	
۸۵	
متوسلین حضرت مظہر مختلف	
لشکروں میں ، ۸۵	
نجف خان ، ۸۸	
حضرت مظہر کا سیاسی حالات	
سے متاثر ہونا ، ۹۰	
اقتصادی حالت ، ۹۲	
معاشرتی زندگی ، ۱۰۰	
مذہبی بے راہ روی ، ۱۰۶	
علماء و صوفیہ کی حالت ، ۱۰۹	
صوفیہ کی اصلاحی کوششیں ،	
۱۱۳	
حضرت مظہر کی شہادت - ایک	
سیاسی واقعہ ، ۱۱۸	

تقریب از مولانا زید ابوالحسن	
فاروقی ، ۱۳	
تمہید از محمد اقبال مجددی (مرتب	
کتاب) ، ۱۵	

مقدمہ

حضرت مظہر کا سیاسی اور سماجی	
ماحول ، ۲۱	
بادشاہوں کی حالت ، ۲۵	
امراء کا کردار ، ۲۹	
لادر شاہ کا حملہ ، ۳۱	
احمد شاہ درانی کے پاک و ہند	
پر حملے ، ۳۵	
سکھوں کی تحریک ، ۳۱	
سرہند کی تباہی ، ۳۶	
سرہنے ، ۵۲	
روہیلے ، ۵۵	
روہیلوں کا منہ پہلو ، ۶۱	
نجیب الدولہ کی حضرت مظہر	
سے عقیدت ، ۶۳	
نجیب الدولہ اور حضرت مظہر	
کے سریدین ، ۶۳	

حضرت شاہ ابو سعید مجددی ،

۱۶۵

حضرت شاہ احمد سعید مجددی ،

۱۶۶

مولانا خالد کردی ، ۱۶۸

مولانا غلام محی الدین قصوری ،

۱۶۹

تصانیف حضرت شاہ غلام علی ،

۱۷۰

مقامات مظہری پر ایک نظر ،

۱۷۸

حواشی ، ۱۸۵

مقامات مظہری (ترجمہ) ، ۲۲۷

پہلی فصل : ذکر طریقہ نقشبندیہ ،

۲۳۰

حواشی ، ۲۳۳

دوسری فصل : سلسلہ نقشبندیہ ،

قادریہ و چشتیہ کا بیان ، ۲۳۶

حواشی ، ۲۳۹

تیسری فصل : حضرت مظہر کے

اربعہ مشائخ کے حالات ، ۲۴۱

حضرت سید نور محمد بدایونی ،

۲۴۱

حضرت حاجی محمد افضل

سیالکوٹی ، ۲۴۴

حضرت حافظ سعداقلہ ، ۲۴۶

حضرت شیخ محمد عابد سناسی ،

۲۴۸

حواشی ، ۲۵۴

حضرت مظہر کی تعلیمات ، ۱۲۲

وحدت الوجود اور وحدت

الشہود ، ۱۲۵

حضرت مظہر کے بارے میں چند

نقطہ فہمیوں کا ازالہ ، ۱۲۸

حضرت مظہر اور ہندومت ،

۱۲۸

حضرت مظہر اور حسن پرستی و

نازک مزاجی ، ۱۳۵

حضرت مظہر کی تصانیف ، ۱۳۸

دیوان مظہر (فارسی) ، ۱۴۰

دیوان اردو ، ۱۴۱

خریطہ جواہر ، ۱۴۲

مکالمات کے مختلف مجموعے ، ۱۴۳

ٹری تحریریں ، ۱۵۰

ملفوظات ، ۱۵۳

ادبی خدمات ، ۱۵۴

درگاہ مظہری ، ۱۵۶

تدفین و تعمیر خالقاہ ، ۱۵۷

حضرت مظہر کے جانشین ، ۱۵۹

حضرت شاہ غلام علی دہلوی مولف

کتاب ہذا ، ۱۶۱

ابتدائی حالات ، ۱۶۱

حضرت مظہر سے بیعت ، ۱۶۲

امراء کی عقیدت ، ۱۶۳

وصال ، ۱۶۴

خلفاء ، ۱۶۵

چوتھی فصل : حضرت مظہر کا
سلسلہ نسب اور ولادت کا
بیان ، ۲۵۹
حواشی ، ۲۷۰
پانچویں فصل : حضرت مظہر کا
حضرت سید لور مجدد بدایونی سے
استفادہ ، ۲۸۰
حواشی ، ۲۸۵
چھٹی فصل : حضرت حاجی
مجد افضل سیالکوٹی سے استفادہ ،
۲۸۷
حواشی ، ۲۹۱
ساتویں فصل : حضرت حافظ سعد اللہ
سے استفادہ ، ۲۹۳
حواشی ، ۲۹۷
آٹھویں فصل : حضرت شیخ مجد عابد
سنامی سے استفادہ ، ۲۹۸
حواشی ، ۳۰۲
نویں فصل : ان مقدمات کا بیان
جو حضرت مظہر گو اہل زمانہ
سے ممتاز کرتے ہیں ، ۳۰۴
حواشی ، ۳۰۸
دسویں فصل : حضرت مظہر کی
تاثیر صحبت کا بیان ، ۳۰۹
حواشی ، ۳۱۳
گیارہویں فصل : حضرت مظہر کے
اوصاف ترک و زہد ، ۳۱۵
حواشی ، ۳۲۱
بارہویں فصل : حضرت مظہر کے
مفہومات ، ۳۲۳
حواشی ، ۳۳۵

تیرھویں فصل : ان فصیح ہوش
انزا کا بیان جو حضرت نے
اپنے اصحاب کو کیے ، ۳۳۸
حواشی ، ۳۴۱
چودھویں فصل : حضرت کے بعض
منامات اور حضرت کی زبانی
بعض اولیائے کرام کے احوال ،
۳۴۲
حواشی ، ۳۵۹
پندرھویں فصل : حضرت مظہر کے
بعض گوشوں اور کرامات ،
۳۶۵
حواشی ، ۳۷۳
سولہویں فصل : شہادت حضرت
مظہر ، ۳۷۶
حواشی ، ۳۸۳
سترھویں فصل : احوال خلتائے
حضرت مظہر ، ۳۸۸
میر مسلمان ، ۳۸۹
قاضی ثناء اللہ پانی پتی ، ۳۹۰
مولوی فضل اللہ ، ۳۹۳
مولوی احمد اللہ ، ۳۹۴
شیخ مجد مراد ، ۳۹۶
شیخ عبدالرحمن ، ۳۹۷
میر علیم اللہ گنگوہی ، ۳۹۷
شیخ مراد اللہ عرف غلام کاکڑ ،
۳۹۹
شیخ مجد احسان ، ۴۰۰
شیخ غلام حسن ، ۴۰۲
شیخ مجد منیر ، ۴۰۴

نواب ارشاد خان ، ۳۲۶
 غلام مصطفیٰ خان ، ۳۲۷
 اخون نور محمد قندھاری ، ۳۲۸
 ملا نسیم ، ۳۲۹
 ملا عبدالرزاق ، ۳۲۹
 ملا جلیل ، ۳۳۰
 ملا عبداللہ ، ۳۳۰
 ملا تیمور ، ۳۳۰
 حواشی ، ۳۳۲
 اٹھارہویں فصل : مکتوبات حضرت
 مظہر ، ۳۷۳
 پہلا مکتوب : خود نوشت حالات
 حضرت مظہر ، ۳۷۳
 دوسرا مکتوب : طریقہ نقشبندیہ
 کے متوسلین کے احوال پر
 اعتراض کا جواب ، ۳۷۶
 تیسرا مکتوب : صوفیہ کی اصطلاح
 میں لفظ نسبت کے معنی ، ۳۷۸
 چوتھا مکتوب : حضوری اور حصولی
 علم کا بیان ، ۳۸۰
 پانچواں مکتوب : حضرت
 مجدد الف ثانی کے معارف پر شبہات
 کا بیان اور ان کا جواب ، ۳۸۲
 چھٹا مکتوب : حضرت مجدد کے
 نظریات پر اعتراضات کا جواب ،
 ۳۸۳
 ساتواں مکتوب : حضرت مجدد
 اور حضرت شیخ عبدالقادر
 جیلانی میں سے کس کو الفضلیت
 حاصل ہے ؟ ، ۳۸۶

مولوی قلندر بخش ، ۳۰۳
 میر نعیم اللہ ، ۳۰۳
 مولوی ثناء اللہ منبہلی ، ۳۰۵
 میر عبدالباقی ، ۳۰۷
 خلیفہ محمد جمیل ، ۳۰۷
 شاہ بھیک سرہندی ، ۳۰۸
 مولوی عبدالحق ، ۳۰۸
 شاہ محمد سالم ، ۳۰۸
 شاہ رحمت اللہ ، ۳۰۹
 محمد شاہ ، ۳۱۰
 میر مبین خان ، ۳۱۰
 میر محمد معین خان ، ۳۱۱
 میر علی اصغر عرف میر مکھو ،
 ۳۱۲
 محمد حسن عرب ، ۳۱۳
 محمد قائم کشمیری ، ۳۱۳
 حافظ محمد ، ۳۱۴
 مولوی قطب الدین ، ۳۱۵
 مولوی غلام یحییٰ بہاری ،
 ۳۱۶
 مولوی غلام محی الدین ، ۳۱۹
 مولوی نعیم اللہ بھڑانچی ، ۳۲۰
 مولوی کلیم اللہ ہنگالی ، ۳۲۱
 میر روح الامین ، ۳۲۲
 شاہ محمد شفیع ، ۳۲۳
 محمد واصل و محمد حسین ، ۳۲۴
 شیخ غلام حسین تھالیویری ،
 ۳۲۵
 مولوی عبدالکریم اور مولوی
 عبدالحکیم ، ۳۲۶

انیسواں مکتوب : اس حدیث کا بیان کہ بارہ خلفاء قریش سے ہوں گے ، ۵۱۰

بیسواں مکتوب : حضرت عائشہ کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملامت کا بیان ، ۵۱۱
اکیسواں مکتوب : سنت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے اتباع کا التزام اور مرتبہ حضوری و آگاہی کا بیان ، ۵۱۳

بائیسواں مکتوب : طریقہ مجددیہ کے چند درجات ، ۵۱۶

تیسواں مکتوب : توحید وجودی کا بیان ، ۵۱۹

چوبیسواں مکتوب : انسان کے لطائف عشرہ کا بیان ، ۵۲۲

حواشی ، ۵۲۶

ضمیمہ اول

حالات حضرت شاہ غلام علی دہلوی لوفتہ شاہ عبدالغنی مجددی ، ۵۶۹

احوال حضرت شاہ عبدالغنی ، ۵۶۷

ولادت حضرت شاہ غلام علی ، ۵۷۰

ملفوظات ، ۵۸۰

مکاشفات و الہامات ، ۵۸۷

گرامات ، ۵۹۰

آٹھواں مکتوب : حضرت مجدد کے دو مفہیم میں الطباق ، ۳۸۷

نواں مکتوب : اس قول کی توضیح کہ جب تک صوفی خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے کافر فرنگ سے بدتر ہے ، ۳۸۸
دسواں مکتوب : اس شبہ کا ازالہ کہ ایک ولی جو شدید مرض میں مبتلا ہوئے لیکن مرض سے شفا کے لیے دعا نہیں کی جبکہ حضرت ایوب علیہ السلام کا دفع مرض کے لیے دعا کرنے سے ولی کے صبر کی پیغمبر کے صبر پر افضلیت لازم آتی ہے ، ۳۹۰

گیارہواں مکتوب : ذکر جہر اور ذکر خفی کا بیان ، ۳۹۲

بارہواں مکتوب : سماع کا بیان ، ۳۹۳

تیرہواں مکتوب : مسئلہ جبر و اختیار ، ۳۹۶

چودھواں مکتوب : کفار ہند کے آئین کا بیان ، ۳۹۷

پندرہواں مکتوب : رفع سبابہ کا بیان ، ۵۰۱

سولہواں مکتوب : حدیث کے مطابق عمل کرنا ، ۵۰۳

سترہواں مکتوب : صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ ، ۵۰۶

اٹھارہواں مکتوب : عقیدہ اہل سنت کا اجمالی بیان ، ۵۰۹

تاخذ ملاحظہ و حواشی

مخطوطات ، ۶۸۷

مطبوعات عربی ، ۶۸۹

مطبوعات فارسی ، ۶۹۲

مطبوعات اردو ، ۷۰۳

مطبوعات انگریزی ، ۷۱۰

اشارہ

رجال ، ۷۱۷

اقوام ، قبائل ، جماعتیں ، فرقے

اور سلاسل ، ۷۵۷

اماکن ، ۷۶۱

کتاب ، ۷۷۱

مطابع و ناشرین ، ۷۹۰

صحت نامہ ، ۷۹۲

استدراک ، ۷۹۲

وصال ، ۵۹۶

خلفائے حضرت شاہ غلام علی ،

۵۹۹

حواشی ، ۶۲۶

ضمیمہ سوم

آبا و اجداد حضرت مظہر ،

۶۵۷

حواشی ، ۶۵۶

ضمیمہ سوم

حضرت مظہر کے معاصر سلاطین

مغلیہ ، ۶۵۸

ضمیمہ چہارم

اصطلاحات تصوف شامل مقامات

مظہری ، ۶۵۹

عکسیات شامل مقاماتِ مظہری

یہ تمام عکسیات کتاب کے آخر میں ملاحظہ کریں

- ۱- دیوان مظہر و خریطہ* جواہر ، طبع اول ، مطبع مصطفائی کالج پور ،
۵۱۲۷۱/۵۱۸۵۳ ، ص ۱۳۰*
- ۲- خود نوشت تحریر حضرت مظہر یعنی مکتوب بنام قاضی ثناء اللہ
پانی پتی ، مملوکہ حضرت زید ابوالحسن دہلی (بشکریہ عبدالمرزاق قریشی
مرحوم) ، ص ۱۳۵
- ۳- خود نوشت مکتوب حضرت مظہر بنام اخوند ملا نسیم (از لوائح خالقاہ
مظہریہ) ، ص ۱۳۶
- ۴- دو وقف نامے متعلقہ خالقاہ حضرت مظہر ، مملوکہ جناب پروفیسر
منظورالحق صدیقی (راولپنڈی) ، ص ۱۵۸ ، ۲۱۵
- ۵- عکس تحریر حضرت شاہ غلام علی دہلوی ، (حاشیہ* بشاراتِ مظہریہ ،
قلمی نسخہ برٹش میوزیم) ، ص ۱۸۱
- ۶- مقاماتِ مظہری ، طبع اول ، مطبع احمدی دہلی ۵۱۲۶۹ ، ص ۱۸۳
- ۷- پاکستان و ہند کا وہ نقشہ جو حضرت میرزا مظہر کی شہادت سے
اٹھارہ سال بعد ۱۷۹۸ء میں فرینکن نے شائع کیا ، (ماہین ص ۲۲۳ ،
History of the Reign of Shah Aulum, از ماخوذ از
London, 1798.

* اس فہرست میں شامل صفحات کے نمبر "مقاماتِ مظہری" کی اشاعت
ہذا کے مطابق ہیں۔

- ۸- حضرت مظہر کے خلیفہ اخوند ملا نسیم کی دو مہرین (مخزومہ خالقاہ نور محل - اوچ - دیر) ، ص ۴۷۰
- ۹- دستخط میر عبدالباقی خلیفہ حضرت مظہر ، ص ۴۴۹
- ۱۰- تحریر میر عبدالباقی خلیفہ حضرت مظہر ،
(ماخوذ از مال الکمال مولفہ میر عبدالباقی ، قلمی ، مخزومہ کتب خانہ نور محل مذکور) ، ص ۴۴۹
- ۱۱- تحریر قاضی ثناء اللہ پانی پتی (مخزومہ خالقاہ نور محل ، اوچ ، دیر) ،
ماخوذ از لوائح خالقاہ مظہریہ ، ص ۳۹۰
- ۱۲- گنبد مزارات چبوترہ حضرت مظہر ، تعمیر ۱۳۰۰ھ ، ص ۱۵۸
- ۱۳- مزارات مرشد و مرید یعنی حضرت مظہر و مولف مقامات مظہری
(حضرت شاہ غلام علی ، ماخوذ از کتابچہ سرہند طبع لڑکی) ،
ص ۱۵۸
- ۱۴- حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی مسجد ، ص ۱۶۴
- ۱۵- (پائین جالب) مزار حضرت سید نور محمد ہدایونی مرشد حضرت مظہر ،
ص ۲۴۴

تقریظ

از

حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروق مجددی ، سجادہ نشین درگاہ
حضرت مظہر ، دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله والصلوة علی رسولہ و آلہ و صحبہ

”مقاماتِ مظہری“ حضرت شاہ غلام علی قدم سرہ کی تالیف ہے ،
یہ مبارک اور مستند کتاب فارسی میں ہے ۔ ایک عرصہ سے ضرورت محسوس
کی جا رہی تھی کہ اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہو جائے ، اللہ تعالیٰ
نے اپنے لطف و کرم سے اس کام کی توفیق جناب ہد اقبال صاحب مجددی
گو دی ۔ آپ گورنمنٹ ایم ، اے ، او ، کالج ، لاہور میں تاریخ کے لکچرار
ہیں ۔ آپ نے صرف ترجمہ ہی نہیں کیا ہے بلکہ مفید حواشی اور مقدمہ
لکھ کر کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر
کثیر دے :

جہاں میں تو کار نکوئی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

ابوالحسن زید فاروقی دہلوی
حال وارد لاہور

دوشنبہ ۳ ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ
۱۷ اکتوبر ۱۹۸۰ء

بیتنا

تعمیر

۱۹۶۴ء کے آغاز کی بات ہے جب پہلی مرتبہ مجھے مخلصی مولوی شمس الدین مرحوم (گلبرگ کتب لادرو، لاہور) کے ذاتی کتب خانہ میں مقاماتِ مظہری کے طبع اول کا نسخہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ راقم اس وقت ہائی سکول کا طالب علم تھا، کتاب کی ورق گردانی سے اس کے اعلیٰ مطالب کا ادراک نہ کر سکا۔ لیکن مرحوم کے انتقال ۱۹۶۸ء تک کئی مرتبہ اسے دیکھا اور پڑھا تو اس وقت سے اس کتاب کے صاحب سوانح حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اور بہاری معاشرتی تاریخ میں اس شخصیت کا نقش دل و دماغ پر گہرا ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ مرحوم کی صحبت کے اثر سے راقم نے سلسلہٴ نقشبندیہ کی تاریخ اور اس کے افکار و اثرات کا وسیع پیمانے پر جائزہ لینا شروع کیا اور اس سلسلے کے بے شمار مآخذ نظر سے گزرے تو اس کتاب کی افادیت و اہمیت کا اندازہ ہوا۔

۱۹۷۶/۵۱۴۹۶ء میں اس کا اردو میں ترجمہ شروع کر دیا۔ مختلف موانع کی وجہ سے یہ کام کئی مرتبہ رک گیا۔ طویل علالت اور پھر حواشی اور مقدمہ نے بھی بہت وقت لے لیا۔ بحمد اللہ اب کام مکمل ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

اس سلسلے میں چند امور کی وضاحت کرنا لازم ہے :

(۱) اس ترجمہ میں ہر ممکن فارسی متن کے مطالب کی ترجمانی کی گئی ہے۔

- (۲) القاب اور دعائیہ جملوں کو بدلا نہیں گیا۔
- (۳) تصوف کی اکثر اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا، بلکہ آخر میں ان اصطلاحات کی ایک مختصر فرہنگ لگا دی گئی ہے۔
- (۴) حواشی کو بے جا طول نہیں دیا گیا اور نہ ہی ان حاشیوں میں بے محل اقتباسات دیے گئے ہیں، بلکہ مطبوعہ مراجع کی فقط نشاندہی کر دی گئی ہے اور غیر مطبوعہ ماخذ کے اقتباسات دیے گئے ہیں۔
- (۵) حواشی میں صرف غیر معروف شخصیات کے نہایت مختصر حالات دیے گئے ہیں۔ مشہور اصحاب کا صرف زمانہ حیات ہی لکھا گیا ہے۔
- (۶) ترجمہ میں قوسین میں صفحات کے نمبر مقامات مظہری فارسی طبع اول کے مطابق ہیں۔

اظہارِ تشکر:

جن اصحاب نے اس کام میں علمی تعاون اور رہنمائی کی ان کا شکریہ ادا کرنا بھی میرا فرض ہے۔ ان بزرگوں میں خاتماہ حضرت مظہر کے مجاہدہ لشین حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروق مدظلہ (دہلی) جنہوں نے نہ صرف میری درخواست پر اس ترجمہ پر ایک تقریظ لکھی بلکہ کئی مفاد مقامات کو سمجھنے میں بھی تعاون فرمایا۔

کتاب میں شامل احادیث کی تخریج کے سلسلے میں ولسنگ کے معجم سے مدد لینے کے باوجود راقم اصل متون حدیث سے تقابل کے لیے مولانا عبدالحکیم شرف قادری اور مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجپانی صاحب کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ ان حضرات نے بلا تردد تعاون کیا۔

حضرت سید شرائت نوشاہی سے کئی اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ معروف شاعر جناب نظیر لدھیانوی سے مقامات مظہری میں شامل فارسی اشعار کو سمجھنے میں بہت مدد ملی۔ جناب مرزا غلام قادر سے نہ صرف بعض توضیح طلب مقامات کی وضاحت کے سلسلے میں رجوع کیا گیا بلکہ

انہوں نے حضرت شیخ اکبر ابن عربی کے اقوال کی تخریج میں خاص رہنمائی فرمائی۔ اسی طرح دوستِ عزیز جناب اکرام چغتائی نے اس سلسلے کے کئی یورپین مآخذ سے مطلع کیا۔ اردو زبان و ادب کے معروف محقق جناب مشفق خواجہ کے کتب خانہ سے کئی نادر خطی تذکروں کے روٹوگراف سے استفادہ کیا۔ ڈاکٹر اختر امرتسری صاحب کے کتب خانہ سے کئی اہم کتابیں ملیں۔

مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور جناب ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے علمی تعاون اور مسلسل حوصلہ افزائی نے سہمیز کام کیا۔

مرکزی اردو بورڈ کے مہتمم طباعت جناب فضل قادر فضلی کی فنی مہارت اور مثالی محنت سے یہ کتاب جدید ترین زیور طباعت سے آراستہ ہوئی اور عزیز دوست جناب محمد عالم مختار حق کی دقیق پروف ریڈنگ نے اسے بہت حد تک اغلاط سے پاک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ان معاون اصحاب کو جزائے خیر دے، آمین!

محمد اقبال مجددی
۱۵ جہادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ
۲۱ اپریل ۱۹۸۱ء

دارالمورخین
گیلانی سٹریٹ، منور عزیز پارک
نیو وسن پورہ، لاہور

مقدمہ

لوشتمہ

محمد اقبال مجددی

marfat.com

Marfat.com

حضرت مظہر کا سیاسی اور سماجی ماحول

حضرت مظہر جانِ جانان کا عہد سیاسی اعتبار سے پاک و ہند کی تاریخ کا بڑا پر آشوب دور ہے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو وسیع و عریض مغلیہ سلطنت کا آفتاب لب بام آچکا تھا۔

اولوالعزم مغل سلاطین اور مجاہد کبیر اورنگ زیب کی اولاد شمشیر و سناں کو فراموش کر کے اہو و لعب میں ڈوب چکی تھی۔ اورنگ زیب نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ وہ صلح اور خوشی سے سلطنت کو تین حصوں میں تقسیم کر لیں۔

بعض مورخین نے اسے اورنگ زیب کی غلط فہمی اور اسی بنیاد پر اسے زوالِ سلطنت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ لیکن حالات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد پروفیسر نظامی کی اس رائے سے مکمل اتفاق کیے بغیر چارہ نہیں:

یہ وصیت حالات کے گہرے مطالعہ اور اپنے بیٹوں کی صلاحیتوں کے صحیح جائزے پر مبنی تھی۔ اس کی دوربین نگاہوں نے ان طاقتوں کو ابھرتے ہوئے دیکھ لیا تھا جن کا استیصال ایک مرکز سے قطعاً ناممکن تھا۔ لیکن اس کے تنگ نظر اور خود غرض جانشینوں نے اس وصیت کی طرف توجہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طاقت جو تین مرکوزوں میں تقسیم ہو کر مخالف قوتوں کو دبانے میں صرف کی جا سکتی تھی، آپس میں لڑ کر ختم ہو گئی۔

نوٹ: توضیحات و حواشی پر باب کے آخر میں ملاحظہ کریں۔

اورنگ زیب کی وفات ۱۷۰۷ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک کبھی مسلسل اور کبھی غیر مسلسل تخت نشینی کی جنگوں نے سیاسی نظام کو متزلزل کر دیا۔ اس پر مزید ستم یہ ہوا کہ بادشاہوں کے ذاتی کردار نے حالات کو بد سے بدتر بنا دیا۔ جس سے ملک دشمن طاقتیں تیزی سے ابھرنے لگیں اور اپنے استحکام کے لیے یہ باغی قوتیں ہر طرف لوٹ مار کر کے نہ صرف بے چینی میں اضافہ کرتی رہیں بلکہ عوام کو اقتصادی مسائل سے الگ نپٹنا پڑا۔

مسلم اور مسلم حکومت کی دشمن اقوام^۲ مرہٹے، جاٹ، سکھ اور انگریز ان حالات سے بھرپور فائدہ اٹھاتے رہے۔ ان کی سیاسی کارروائیوں سے حکومت کو ناقابل تلافی ضعف یقیناً پہنچا، لیکن ان کی حرکات سے عوامی زندگی جس طرح متاثر ہوئی اس کی مبالغہ کی آمیزش سے پاک تصاویر کی جھلک دیکھنا مقصود ہو تو حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظهر کے مکتوبات کے علاوہ اس دور کے ملفوظات کا بغور مطالعہ لازم ہے۔

یہ تو ملک اور حکومت کی دشمن وہ قوتیں تھیں جن کو کبھی ماضی میں مرکزی حکومت کی طرف سے نقصان پہنچا تھا یا الہیں دبانے کی کوشش کی گئی اور اب مرکز کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کا بدلہ لے رہی تھیں، لیکن خود مغل دربار میں موجود امراء جن کے آبا و اجداد پر مغل سلاطین مسلسل نوازشات کی بارش کرتے رہے تھے اب ان کی اولاد ہی حکومت کی جڑیں کاٹنے میں شب و روز مصروف نظر آتی تھی۔

دربار میں موجود پارٹیوں میں سے ایرانی اور تورانی جماعتیں خاص طور سے افسوس ناک حد تک خود غرضی کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ ایک طرف تو دربار میں ان کی گروہ بندی ہوتی تھی تو دوسری طرف یہی امراء بیرونی طاقتوں سے ساز باز بھی کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے سماج اور سیاست کا ہر گوشہ ان کی شاطرانہ چالوں سے متاثر ہوتا تھا۔ جس کے مسموم اثرات محلات سے لے کر جھونپڑوں تک محسوس ہوتے تھے۔ جادو ناکہ سرکار نے متاخر سلاطین مغلیہ کے دور کی تاریخ کو انہی جماعتوں کی چشمک کی تاریخ قرار دینے ہوئے ان امور سے اتفاق کیا ہے^۳۔ علمائے تاریخ نے سیاسی جماعتوں کے کردار اور ان کے نتائج پر مستقل کتابیں

تالیف کی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جہالتیں کسی بھی مخلص امیر کو پس منظر سے منظر میں نہیں آنے دیتی تھیں۔

ان حالات میں جو بیرونی حملے ہوئے ان میں لادر شاہ اور احمد شاہ درانی کے حملوں سے پیدا شدہ نتائج سے ہم نے اسی مقدمہ میں بحث کی ہے۔ ان کے اثرات سے ملکی، سیاسی اور معاشی بد حالی کے علاوہ حکومت دشمن طاقتوں کو ابھرنے کے مواقع ملے، صوبائی خود مختاری کے رجحانات میں استحکام پیدا ہوا اور مرکزی حکومت کی بے بسی نہ صرف عوام پر ظاہر ہو گئی بلکہ درباری اور درباروں سے باہر حکومت کرنے کے عزائم رکھنے والے گروہ سیاسی اقتدار کے حصول کے لیے کوشش کرنے لگے۔

چنانچہ سعادت علی خان نے اودھ، علی وردی خان نے بنگال اور نظام الملک نے دکن میں آزاد حکومتوں کی بنیاد ڈال دی تھی۔ پنجاب میں سکھوں کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا۔ مرہٹوں کے عروج کی یہ اتھا تھی کہ انہوں نے مختلف علاقوں میں اپنے گورنر مقرر کرنا شروع کر دیے تھے۔ ۱۷۶۰ء کو ان کا دہلی پر قبضہ ہو گیا۔ ان حالات میں حکومت کچھ بھی نہ کر سکی۔

ان حالات میں احمد شاہ درانی کے ہاتھوں پہنچنے والے نقصانات کا پورا علم ہونے کے باوجود علما نے اسلام نے اُسے ہندوستان پر حملہ کر کے یہاں کے عوام کو ”کفار مرہٹوں“ سے نجات دلانے کی دعوت دی۔ جس کے نتیجے کے طور پر ہانی پت کے میدان میں اڑھائی ماہ تک (یکم نومبر ۱۷۶۰ء سے ۱۳ جنوری ۱۷۶۱ء) درانی اور مرہٹوں کے مابین مسلسل خون ریز جنگ میں مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔

اگر سلطنت مغلیہ میں تھوڑی سی بھی جان ہوتی تو وہ جنگ ہانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار کو دوبارہ قائم کر سکتی تھی لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مغلیہ سلطنت اس وقت ایک بے روح جسم کی مانند تھی۔ جنگ ہانی پت کا اصل فائدہ فاتحین جنگ ہلاسی نے اٹھایا۔

ان حالات میں مسلمانوں کی حالت بہت اتر ہو گئی تھی اور ہر صوبے کے مسلم عوام نہ صرف معاشرتی بے چینی محسوس کرتے تھے بلکہ ان کو اپنا مذہب بھی خطرے میں نظر آتا تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ، حضرت شاہ ابو سعید حسنی کو لکھتے ہیں :

یہ حالت بھی عجیب حالت ہے ۔ کافر سکھوں ، مرہٹوں اور جانوں کے مسلمانوں کے شہروں پر غلبہ پا جانے ، ان کے مالوں کو لوٹنے اور ان کو بے عزت و بے آبرو کرتے رہنے کی وجہ سے آرام و آسائش خواب و خیال ہو گئی ۔ چنانچہ فقیر اپنے متعلقین کے ساتھ مراد آباد منتقل ہو گیا ہے ، اور دو آبے کا سارا علاقہ ان مفسدوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے زیر و زبر ہو رہا ہے ۔

جس دو آبے کی تباہی کا اس خط میں ذکر کیا گیا ہے کتب تاریخ سے ۱۷۶۳ء میں اس علاقے کے دارالحرب ہونے کا ثبوت ملتا ہے ۔

حضرت مظہر کے خلیفہ اجل قاضی ثناء اللہ پانی پتی ، جنگ و جدل کے مرکز پانی پت سے مسلمانوں کے زوال سے لے کر ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء تک کے حالات کا نہایت بصیرت افروزی کے ساتھ جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں :

کفر کے غلبہ سے دل تنگ ہے ۔ ہندوستان میں مدت مدید سے اسلام ضعیف ہو گیا ہے ۔ ”روافض کے فوق“ ، ”آسین سکھان“ ، ”تسلط مرہٹہ“ ، ”کفر کی رسوم کے ظہور“ اور ”مسلمانوں کی مغلوبی“ تو بہت ہی افسوس کی بات ہے ۔ (ان حالات میں) بادشاہ اسلام اور مسلمانوں کے لشکر میں جہاد اور اعلاء کلمۃ الحق کی توفیق نہیں ہے ۔ چند بار احمد شاہ درانی ہندوستان میں آیا لیکن اس کا کوئی ”بندوبست“ نہ ہو سکا ۔ (نتیجہ یہ ہوا کہ) لاہور اور سرہند پر سکھوں کا قبضہ ہو گیا ۔ حضرات کے مزارات کو بہت نقصان پہنچا ۔ سنا ہے کہ شاہ امان جہاد کے ارادہ سے اس طرف آ رہا ہے ۔ خدا کرے کہ کفار ذلیل اور اسلام کا غلبہ و عزت ظہور میں آئے ۔

حضرت مظہر حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دراصل ان شہروں پر خدا کا غضب ہے :

شہر کے لوگوں کا حال . . . کہاں تک لکھوں ، خدا اس شہر سے اپنا غضب اٹھا لے کیوں کہ امور سلطنت میں کوئی نظم و نسق باقی نہیں رہا ۱۰۔

ان حالات میں راسخ العقیدہ صوفیہ نے اصلاح و تربیت کے باقاعدہ جامع پروگرام کے تحت اس مایوسی اور قنوطیت کے دور میں جو اقدام کیے ان کا ذکر الگ ”صوفیہ کا کردار“ کے تحت کیا جا رہا ہے۔

ان حالات میں حضرت مظہر تو ایک ایک عہدہ دار امیر کے حال سے باخبر تھے ۱۱ اور اقتصادی بدحالی کے اس انتہائی مایوسی کے زمانہ میں بھی ان امراء کے ساتھ مالی تعاون کے خواہش مند نظر آتے ہیں ۱۲۔ ان سیاسی حالات سے براہ راست ۱۳ اثر قبول کرنے کے بعد آپ اور آپ کے مخلصین کے اصلاحی کارناموں کی تفصیلات کا اس کتاب میں مطالعہ کرنے وقت حضرت مظہر کا یہ قول پیش نظر رہے :

اللہ تعالیٰ نے مجھے عقلِ کامل اور اصابتِ رائے عطا فرمائی ہے ، امور سلطنت اور انتظامِ مملکت کا تدبیر اور ہر کسی کے حال کے مطابق ہم اچھے طریقے سے اُسے تعلیم دے سکتے ہیں۔ اس لیے اس وقت کے امراء مجھ سے مہات کے سلسلے میں صلاح و مشورہ لے کر عمل کرتے ہیں ۱۳۔

بادشاہوں کی حالت :

حضرت مظہر نے اورنگ زیب عالمگیر سے لے کر شاہ عالم ثانی تک گیارہ ۱۵ بادشاہوں کا زمانہ پایا۔ ان سب کے حالات زندگی اور سیاسی لشیب و فراز میں ان کا کردار بیان کرنا بذات خود ایک ضخیم کتاب کا مقتضی ہے۔ لیکن ان میں سے بعض ایسے سلاطین جن کے عہد کے حوادث نے عوامی زندگی کو براہ راست متاثر کیا ان کا کردار صرف اس لیے بیان کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین اس عہد میں راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ کی معاشرتی اصلاح کی کوششوں کو بخوبی سمجھ سکیں۔

اورنگ زیب کی وفات ۱۷۰۷ء سے لے کر ۱۷۱۹ء تک بارہ سالوں میں چھ مرتبہ تخت نشینی کے لیے جنگیں ہوتی رہیں۔ اس خانہ جنگی نے جہاں سیاسی خلا پیدا کیے وہاں ناقابل تلافی اقتصادی بحران بھی پیدا کیا۔ ان مسائل تخت نشینی کی جنگوں کے نقصانات کا کسی نے بھی ازالہ کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ اورنگ زیب جیسے زاہد اور مجاہد بادشاہ کی اولاد اپنے اجداد کے عمل کے بالکل مخالف اور مستقبل کے خدشات سے بے پروا ہو کر عیش کوشی اور تسہل پسندی کی زندگی گزارنے لگی۔

عیش و عشرت میں جو سرمایہ اڑ رہا تھا وہ ان مذکورہ جنگوں کے علاوہ تھا۔ جہاندار شاہ طبعاً عیش پسند تھا۔ لال کنور نام کی ایک عورت میں اسے نہ صرف دلچسپی پیدا ہو گئی بلکہ وہ سلطنت کے معاملات میں بھی دخل دینے لگی۔ اسے امتیاز محل کا خطاب دیا گیا۔ اس خاندان کے تمام افراد کو بھی خطابات سے نوازا گیا۔ لال کنور کے لیے دو کروڑ روپے سالانہ گھر کا خرچ مقرر ہوا، زیبائش کا سامان اس کے علاوہ تھا۔ نور جہان کی طرح لال کنور کے نام کا سکہ بھی جاری ہوا تھا۔ وہ اس بازاری عورت کی خاطر شاہی وقار بھی کھو بیٹھا تھا۔

فرخ سیر نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا اور سادات بارہہ کی مدد سے تخت پر قبضہ کر لیا۔ گویا اب سلطنت کا اصل اقتدار ان حلیفوں یعنی سادات بارہہ کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے عمل دخل سے جہاں سیاست میں ناقابل حل مسائل پیدا ہوئے وہاں سیاسی جماعتوں کی رسہ کشی و چشمک نے مستقبل کی سیاست کو خوب الجھایا۔ اور اس سیاسی ابتری سے فائدہ اٹھا کر مرہٹے پھر میدان میں آدھمکے جنہیں ان سلاطین کے جدیگانے اورنگ زیب نے کچل کر رکھ دیا تھا۔ لیکن ان حالات میں انہوں نے اتنی قوت مجتمع کر لی تھی کہ سادات بارہہ کو ان سے صلح کر کے انہیں اپنا حلیف بنانا پڑا۔ فرخ سیر ان ہی سادات بارہہ کے ہاتھوں بے دردی سے قتل ہوا پھر وہ انہی مرضی کے بادشاہ تخت نشین کرتے اور انہیں راستے سے ہٹاتے رہے۔ ان کی بادشاہ گری کا یہ عمل ۱۷۱۹ء تک جاری رہا۔

محمد شاہ کے طویل عہد حکومت ۱۷۰۷ء (۱۷۱۹ء-۱۷۴۸ء) میں بھی اس کرنے ہوئے نظام کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ نظام الملک

آصف جاہ نے جو ایک مخلص امیر تھا حالات پر قابو پانے کی اتھائی کوشش کی لیکن بے سود۔ وہ بھی تنگ آ کر واپس دکن چلا گیا۔

محمد شاہ نے ملک کے نظم و نسق کی ساری ذمہ داریاں وزراء پر ڈال دیں اور خود عیش و عشرت میں ڈوب کر امور سلطنت سے غافل رہنے لگا۔ عوام کو سلطنت کی بے بسی کا اس وقت احساس ہوا جب نادر شاہ نے نہ صرف دہلی بلکہ اس کی زد میں آنے والے تمام علاقوں کو غارت کر دیا۔

جب محمد شاہ کو نادر شاہ کے ہندوستان پر حملے کی اطلاع ملی تو اس نے نہایت بدحواسی میں زوجہ بہادر شاہ (حضرت مہر پرور) سے مشورہ طلب کیا۔ حادثہ نادر شاہی کے معاصر مولف نے اس معمر خاتون کے جواب کو محفوظ رکھا ہے جو صحیح ترین تجزیے پر مبنی ہے، ملاحظہ ہو :

شخصی کہ از ایام طفولیت عمر در صحبت زنان بسر بردہ
باشد، از او در میدان نبرد چہ دلیری می تواند شد؟ و
صریح می دانند کہ جمیع امرایان بنا بر بے خبری و
مستی عمل شاہ ملک پادشاہی را متصرف شدہ، خزائنہ و
جوہر بے شمار جمع کردہ اند و بیچ کس تابع و حکم
والا نیست، شاہ ہمیں چہار دیواری قلعہ ارک را
سلطنت خود تصور فرمودہ سیر باغات و صحبت اوہاش
غنیمت شمرده، از ممالک محروسہ، مطلق بے خبر
ہستید۔۔۔۔۔ ۱۸۔

وارد تہرانی نے لکھا ہے کہ محمد شاہ اپنے ستائیس سالوں میں سوائے سیر و شکار کے دہلی سے باہر نہیں نکلا۔ اورنگ زیب نے جن خلاف شریعت شاہی رسوم کو ختم کر دیا تھا ان بے پروا بادشاہوں کے دور میں پھر شروع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ معاصر کتب تاریخ شاہد ہیں کہ جہاندار شاہ اور محمد شاہ، وقت معینہ پر جھروکہ میں ظاہر ہوتے تھے۔ اس طرح متاخر مغل سلاطین نے شطرنج بازی کے ہندوہست کے لیے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا تھا۔ ۲۱۔

عہد شاہ کا جانشین احمد شاہ بھی اس قابل نہیں تھا کہ وہ اس کانٹوں کے تخت پر امن سے بیٹھ سکتا نہ اس کی باقاعدہ تعلیم و تربیت کی گئی تھی نہ اُسے سلطنت کے امور کا کوئی تجربہ تھا بلکہ عیش کوشی میں اس سے ایسے افعال سرزد ہوتے تھے جو ملک کے دامن پر بدنما داغ تھے۔ اس نے مملکت کا تمام تر نظام جاوید خان خواجہ سرا کے سپرد کر دیا۔ جو جاہل مطلق، نا تجربہ کار اور خود غرض تھا۔ اس نے شہزادہ کے محل کو خوب صورت عورتوں سے بھر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محل کے ایک کوس تک عورتیں ہی نظر آنے لگیں۔

احمد شاہ کے بعد عالمگیر ثانی تخت نشین ہوا تو وہ خرابی صحت کے باعث ملک کے معاملات کو درست نہ کر سکا۔

شاہ عالم ثانی ۲۲، آخری حکمران ہے جس کا تعلق حضرت مظہر کے زمانہ سے ہے۔ اس کا عہد بھی ویسا ہی پُر آشوب تھا جیسا پہلے تھا، بلکہ بقول میر تقی میر اس کی بادشاہی محض ایک تہمت تھی۔ وہ تعلیم یافتہ، سنجیدہ اور تجربہ کار تھا اور ان اوصاف کی وجہ سے اس سے بہتری کی امید تھی لیکن اس وقت ملک کے سیاسی، اقتصادی اور سماجی حالات اتنے بے قابو ہو چکے تھے کہ اُسے ایک مرکزی وحدت پر لانا ممکن نہیں رہا تھا۔

فرینکن نے جو اس کے عہد میں ہندوستان میں مقیم تھا لکھا ہے :

شاہ عالم کا دماغ بڑھاپے کے باعث کمزور ہو چکا ہے،
اور اُسے مسلسل لاکامی نے فہم اور ادراک سے تقریباً
عاری کر دیا ہے ۲۳۔

۱۷۷۵ء میں وارن ہیسٹنگز نے وطن جاتے ہوئے شاہ عالم کے متعلق لکھا تھا :

اس کی انتہائی بے حسی اور کاہلی نے اُسے اس قابل نہیں
رکھا کہ وہ بڑی سے بڑی طاقت کی امداد سے بھی
اپنے حالات کو درست کر سکے یا حالات کا کسی
طرف رخ ہی موڑ سکے ۲۴۔

بادشاہ نے حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ملک کے

حالات کا خود اس طرح اعتراف کیا تھا :

غلبہ کفر اور رعیت کا تفرق و التشار اس درجہ پر پہنچ گیا ہے کہ سب کو معلوم ہے ، چنانچہ مجھے تو سونا اور کھانا پینا دوپہر اور تلخ ہو گیا ہے ۲۵۔

ان حالات میں شاہ ولی اللہ نے بادشاہوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا :

اے بادشاہو ! ملاء اعلیٰ کی مرضی اس زمانے میں اس امر پر مستقر ہو چکی ہے کہ تم تلواریں کھینچ لو اور اس وقت تک نیام میں داخل نہ کرو جب تک مسلم مشرک سے بالکلیہ جدا نہ ہو جائے اور اہل کفر و فسق کے سرکش لیڈر کمزوروں کے گروہ میں جا کر شامل نہ ہو جائیں۔ اور یہ کہ ان کے قابو میں پھر کوئی ایسی بات نہ رہ جائے جس کی بدولت وہ آئندہ سر اٹھا سکیں۔ . . . اسلام کا کھلے بندوں اعلان ہو ، اور اس کے شعائر کا اعلانیہ اظہار کیا جائے۔ . . . چاہیے کہ ہر شہر کا حاکم اپنے پاس اتنی قوت رکھے جس کے ذریعے وہ اپنی متعلقہ آبادی کی اصلاح کر سکے ۲۶۔

امراء کا کردار :

اٹھارہویں صدی کے اعیان سلطنت کا کردار بھی سلاطین سے زیادہ مشکوک ، خود غرضانہ اور ملک دشمن کارروائیوں کا مرکب تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے وزراء و امراء کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ :

صبح کو ایک رائے قائم کرتے ہیں اور شام کو توڑ دیتے ہیں ۲۷۔

شاہ ولی اللہ کے ان تجرباتی بیانات کی تصدیق معاصر کتب تاریخ سے بخوبی ہوتی ہے ۲۸۔ مختلف صوبوں کے موروثی گورنر اپنی خارجہ پالیسی میں بالکل آزاد ہو گئے تھے۔ مرکزی حکومت کی دشمن طاقتوں سے ان کے تعلقات اور فرانسیسیوں اور انگریزوں سے ان کا آزادانہ لامہ و پیام ملک دشمنی کی واضح علامت تھی۔

مغل امراء میں قابلیت و سیاسی بصیرت تو بہت دور کی بات ہے ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے محض اپنی لقالی اور لطیفہ گوئی کے فن سے شاہی دربار میں اتنا قرب حاصل کر لیا تھا کہ عمدة الملک امیر خان انجام نے لطیفہ گوئی کے فن سے ترقی کر کے محمد شاہ بادشاہ سے الہ آباد کی صوبیداری حاصل کی تھی^{۲۹}۔

مزید ستم یہ ہوتا تھا کہ دور افتادہ صوبوں میں جن گورنروں کی تقرری ہوتی تھی وہ بعد، مسافت اور تن آسانی کے باعث وہاں خود نہیں جاتے تھے بلکہ اپنے نائبوں کو وہاں بھیج دیتے تھے جن سے نہ صرف صوبوں کی معاشی حالت خراب ہوتی بلکہ وہاں پر مرکزی حکومت کا اثر و رسوخ ہی خطرے میں رہتا تھا۔ چنانچہ نادر شاہ کے حملے سے پیشتر کابل کے ناظم ناصر خان نے بیس سال سے کابل کی سکونت ترک کر رکھی تھی اور وہاں اپنے ایک ملازم عبدالرحیم ماہی گیر کو چھوڑ کر خود پشاور میں رہتا تھا^{۳۰}۔

نادر شاہ کے ہندوستان پر حملے سے پیشتر صوبہ داروں کی جو حالت زار تھی وہ ایک معاصر مورخ کی زبانی ملاحظہ ہو :

مطلق گوش بر آوازہ طلب سلطانی نداشتہ بہ عذرہای
بے جا از جائے خویش حرکت جائز نمی شمارلد^{۳۱}۔

نادر شاہ کے مقابلہ پر بصد حیلہ امراء خم خانوں سے لکھے بھی تو مقابلہ تو درکنار وہ اس کی آمد کے انتظار کی صعوبت ہی برداشت نہ کر سکے۔ حادثہ نادر شاہی کے مولف نے اس مقام پر جو تصویر کشی کی ہے اس کے برجستہ الفاظ پڑھنے کے لائق ہیں :

امرایانِ حضور (محمد شاہ) گاہی روی جنگ ندیدہ بودند و
ہمیشہ در سایہ خہخالہ خو پذیر و جای بند بودند و
مدام در شراب خوری و بچہ بازی و حرام کاری اشتغال
داشتند طاقتِ صعوبت و کربت و غربت و ہمت جنگ و
جدل در خود ندیدہ^{۳۲}۔ . . .

ہمیں یہاں امراء کی عیش و عشرت کی داستانیں لکھنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دہلی مرکز علم و دانش جہاں کا ماحول

نہ صرف مقامی باشندوں بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے جاذب توجہ تھا لب اس قسم کے امراء کے باعث وہاں کی ہوا ”شہوت آمیز“ اور ”فضا یاہ انگیز“ ہو گئی تھی ۳۳۔

امراء کے اس کردار کے باعث عوامی زندگی بری طرح متاثر ہو رہی تھی یہاں تک کہ بعض امراء ”امرہ ہندی“ کو بہ حیثیت فن ترقی دے کر باقاعدہ اس کی تعلیم دینے لگے تھے ۳۵۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عیش کوشی کے یہ تمام تر واقعات نادر شاہ کے حملہ ۱۷۳۹ء کے بعد تک جاری تھے ۳۶۔ اگر صرف امراء و سلاطین کی آرام طلبی اور عیش و نشاط پر تحقیق کی جائے تو زہر بحث زمانہ کا کوئی دقیقہ بھی اس سے خالی نظر نہ آئے گا۔

ان حالات میں بعض بوریہ نشینوں اور خانقاہوں کے بے سرو سامان مقیموں نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔

حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مظہر اور حضرت شاہ فخر دہلوی نے باقاعدہ امراء کو ان کی حرکات پر مسلسل متنبہ کیا ۳۷۔

دوسری طرف انہی حضرات نے بعض محب وطن امراء سے روابط قائم کیے اور ان کا باہمی اتحاد کروانے کی سعی کی۔ آصف جاہ اول جو کہ خود غرض امراء کی حرکات سے تنگ آ کر گوشہ نشین ہو گیا تھا اسے شاہ ولی اللہ نے دعوت دی کہ وہ مسلم دشمن طاقتوں کا مقابلہ کرے، انہوں نے نجیب الدولہ اور دیگر روہیلہ سرداروں کو احمد شاہ درانی کا حلیف بنا کر ہانی پت کے میدان میں کفار کو شکست فاش دی۔ اسی طرح تورانی پارٹی کے تقریباً تمام امراء کے براہ راست، ان راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ سے روابط تھے۔ جن کی مدد سے ملک کو زوال اور تباہی سے بچانے کے لیے ان حضرات نے سعی کی۔

نادر شاہ کا حملہ :

پاک و ہند پر نادر شاہ کے حملے ۱۷۳۹ء کی تفصیلات میں جانے کا بہ موقع نہیں ہے اس وقت ہم صرف چند متعلقہ امور سے بحث کر رہے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ اور اس مکتبہ فکر

کے علماء نے درانی کے پیشرو حملہ آور نادر شاہ کو ہندوستان پر حملے کی دعوت کیوں نہ دی جب کہ ہندوستان کے سیاسی و سماجی حالات اس وقت بھی یکساں زوال پذیر تھے ؟

نادر شاہ کے ایرانی مورخین کی کتابوں کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو عیاں ہوتا ہے کہ ”الہوں نے نادر شاہ کے حملے کے جواز تراشے تھے اور ان گنت صفحات مرہٹوں کے ظلم و ستم کی داستانوں کے لیے وقف کئے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نادر شاہ نے تحفظِ اسلام کی خاطر اور کفار مرہٹوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے یہ حملہ کیا تھا“۔

لیکن نادر شاہ کے حملے کے بعد درانی کو ہندوستانی مسلمانوں کا واحد نجات دہندہ ۲۸ تصور کرنے والے شاہ ولی اللہ نے نادر شاہ کے حملے کا جو کلی نتیجہ اخذ کیا وہ ان کے ہندوستان کی سیاست سے گہری وابستگی کی واضح دلیل ہے۔ شاہ صاحب درانی کو حملہ کی دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو۔۔۔ کہ وہ مسلمانوں کو زیر و زیر کر گیا ، اور مرہٹہ و جٹ کو سالم و غانم چھوڑ کر چلنا بنا۔ نادر شاہ کے بعد سے مخالفین قوت پکڑ گئے اور لشکر اسلام کا شیرازہ پکھر گیا اور سلطنتِ دہلی بچوں کا کھیل بن گئی۔ پناہ بخدا اگر قومِ کفار اسی حال پر رہے اور مسلمان ضعیف ہو جائیں تو اسلام کا نام بھی کہیں باقی نہ رہے گا۔ ۳۹۵۔

گویا شاہ ولی اللہ اور آپ کے ہم خیال علماء و ارکانِ سلطنت ان تمام خدشات سے آگاہ تھے جو اس حملے کے خطرناک نتائج کی صورت میں برآمد ہوئے تھے۔

نادر شاہ کے حملے سے ہر شعبہ زندگی پر منفی اثرات پڑے سیاست ، معیشت ، مذہب اور معاشرت سب کچھ اس کی لپیٹ میں آ گیا۔

نادر شاہ کی تباہ کاریوں سے پیدا شدہ چند حوادث کا یہاں مجملہ ذکر کیا جا رہا ہے۔

شاہ ولی اللہ نے نادر شاہ کے حملے سے پیشتر پیش گوئی کی تھی :

آباد بستیاں برباد اور تباہ ہو جائیں گی اور ایسی آفت
آئے گی کہ اس کا علاج ارکانِ سلطنت نہ کر سکیں
گے . . . اور ایسا بھی نظر آتا ہے کہ شہر دہلی جو
دارالسلطنت ہے وہ ہر جانب سے آفات کی زد میں ہے^{۳۰}۔

بالکل ایسا ہی ہوا جب نادر شاہ کی فوج دہلی پہنچی تو بقول سوانح نگار
شاہ ولی اللہ :

(نادری) جس جان دار کو پاتے خواہ وہ انسان ہوتا یا
حیوان قتل کر دیتے ، یہاں تک کہ الھوں نے کتے اور
بلیوں تک کو نہ چھوڑا اور شہر کے بازاروں اور مکانوں
کو آگ لگا دی ۔ قتل ہونے والوں کے ہشتے پر ہشتے
لگ گئے ۔ سوقِ سلطانی میں جو چاندنی چوک کہلاتا ہے
خون کی ندیاں بہ گئیں^{۳۱}۔

نادر گردی کا خود ایرانی مورخین نے بھی اعتراف کیا ہے ۔

محمد شفیع وارد تهرانی نے ۱۵۶-۱۵۷/۱۷۳۳ء میں نادر نامہ یا تاریخ
نادر شاہی کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس میں اس نے نادر
گردی کی تمام تر تفصیلات دے دی ہیں ۔ دہلی میں قتل عام کے آغاز
سے چند روز پہلے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :

نادر کے سپاہیوں نے محلوں اور گھروں کو لوٹنے کے بعد
آگ لگا دی اور اس قدر دست درازی کی کہ اس سے زیادہ
کا تصور بھی محال ہے^{۳۲}۔

وارد نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اس حملہ میں ایک لاکھ افراد
قتل ہوئے^{۳۳}۔

اس نادری قتل عام سے بچنے کے لیے بہت سے افراد
دہلی کی جامع مسجد میں چلے گئے ، لیکن نادر شاہ کے
سپاہی وہاں بھی پہنچ گئے اور مرد و زن ، طفل و جوان
اور پیر و منجھی کی تفریق کیے بغیر الھیں تہ تیغ

گر ڈالا۔ ان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ بچا۔۔۔ جب مسجد میں قتل ہونے والوں کی تعداد کی تحقیق کی گئی تو ان کی تعداد چھ سو بیاسی تک پہنچی! اس کے علاوہ مسجد میں مقیم اولیاء، علماء و فضلاء، استاد و مرید و مرشد بھی شہید ہوئے ۳۵۔

یہ تو عوامی قتل و غارت کی حالت تھی، نادر شاہ نے بعض عہدہ داروں کو بھی بے دریغ قتل کروایا جن میں سے بعض کے ہیٹ چاک کیے گئے۔ بعض کو پھانسی اور بعض اوقات صرف حساب نہ لانے کے جرم میں پچیس تیس ملازمین کو بھی بیک وقت قتل کر دیا گیا ۳۶۔

دہلی کے حادثہ سے قبل نادر شاہ جب لاہور پہنچا تو:

صوبہ لاہور کو خاک برابر کر ڈالا اور باشندے شہروں سے فرار ہو گئے۔ اکثر داد و فریاد کے لیے محمد شاہ کے پاس دہلی گئے ۳۷:

دہات آن (لاہور) نواحی را تاخت و تاراج نمودہ ۳۸۔

محمد شاہ اور نادر شاہی افواج کے کمرال میں جنگ کے آغاز سے پہلے کا ذکر کرتے ہوئے حادثہ نادر شاہی کا معاصر مولف لکھتا ہے کہ جب نادری سپاہی دیہات میں گئے تو جس متنفس کو ہاتے بے دریغ قتل کر ڈالتے اور پورے قصبے کی تباہی کے واقعات لکھنے کے بعد حسرت سے تحریر کیا ہے:

گویا در آنجا گاہی آبادی نبود ۳۹۔

اس قتل عام کے علاوہ تقریباً چار پانچ ہزار مغلیہ سپاہی بھی مارے گئے ۵۰۔ جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ نادر شاہ کے اس حملے سے ہر شعبہ زندگی متاثر ہوا اس لیے مزید تفصیل اقتصادی بد حالی اور سماجی حالت وغیرہ کے تحت ملاحظہ کریں تاکہ حضرت مظہر ۵ کی معاصر شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمات اور فکر کی بلندی کا اندازہ ہو سکے۔

احمد شاہ درانی کے پاک و ہند پر حملے :

درانی نے ۱۷۷۷ء سے ۱۷۶۹ء تک پاک و ہند پر لو حملے کیے اور یہ تمام تر حملے حضرت مظہر کی زندگی میں ہوئے تھے۔ ان میں سے وہ معرکے جن میں وہ پیش قدمی کرتا ہوا دہلی تک آیا تھا، حضرت مظہر ان حوادث کے عینی شاہد ہیں اور چونکہ آپ کے مخلصین و متوسلین کثیر تعداد میں مختلف امراء کے لشکروں میں شامل و ملازم تھے اس لیے دیگر جنگوں کے بارے میں ان مریدین کے فراہم کردہ واقعات بھی جنہیں آپ نے مکاتیب میں قلم برداشتہ لکھا ہے، خاصی اہمیت کے حامل ہیں۔

ان حملوں کی تفصیلات مختلف مستند کتب تاریخ میں محفوظ ہیں۔ اس لیے ہم قارئین کو اس وقت ان کی تفصیلات میں الجھانا نہیں چاہتے بلکہ ان حملوں سے جو دور رس نتائج پیدا ہوئے ان میں سے بعض پر بحث کر رہے ہیں۔ عوامی زندگی کا ان حوادث سے متاثر ہونا اور علماء و صوفیہ پاک و ہند کی درانی کے ساتھ ہمدردیوں کے حوالے سے بعض ایسے گوشوں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں، جن پر ہمارے مورخین نے ابھی تک ٹھوس دلائل کے ساتھ بحث نہیں کی ہے۔

سیاسی نقطہ نظر سے حضرت مظہر کے بھی وہی نظریات تھے جو حضرت شاہ ولی اللہ کے تھے۔

بعض سطحی فکر کے مالک اصحاب نے یہ باور گروانے کی کوشش کی ہے کہ :

حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے مکتب فکر کے علماء نے درانی کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دے کر سخت غلطی کی ہے۔ جس سے منفی نتائج پیدا ہوئے۔

اس لایعنی اعتراض کے جواب میں سب سے پہلے ہمیں یہ واضح کرنا ہے کہ پاک و ہند پر حملوں کے آغاز سے پیشتر درانی کے فقط حضرت شاہ ولی اللہ سے ہی مراسم نہیں تھے بلکہ اس عہد کے دیگر صوفیہ سے بھی اس کے مخلصانہ روابط تھے۔

حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (ف ۱۱۹۵/۱۷۸۰ء) کے ساتھ اس کی مراملت تھی۔ حضرت شاہ فقیر اللہ کے کئی مکتوبات اس

کے نام آپ کے مجموعہ مکتوبات میں موجود ہیں ۵۲ ، بلکہ بعض مکاتیب سے تو یہاں تک بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی جانشینی کے تنازعہ میں بھی آپ کسی شہزادہ کے طرف دار تھے۔ ان کے علاوہ حضرت میاں محمد عمر بن ابراہیم چمکنی پشوری ، حضرت حاجی محمد سعید لاہوری ، میاں ثناء اللہ دہلوی ، سید محمود بن سید علی شیخانی ، سید نجیب کنڑی ، میاں محمد عثمان ، شیخ شکر اللہ ٹھٹھوی ، شیخ بہلول جالندھری ، میاں رحمت اللہ لاہوری ، خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کشمیری (مؤلف تاریخ کشمیر اعظمی) ، شیخ کمال الدین کشمیری اور صاحب زادگان سرہند میں سے حضرت خواجہ غلام محمد معصوم ثانی کے ساتھ اس کی مراسلت تھی ۵۳۔

جیسا کہ سرہند کی تباہی کے تحت ہم نے صاحب زادگان کی ہجرت کی تفصیلات دی ہیں ، بعض واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہ کی اولاد اجماد میں سے بعض حضرات درانی کے لشکر میں ہر وقت رہتے تھے ۵۴۔ قاضی ادریس جو حضرت مجدد کے نیروں میں سے تھے ، نے کئی مرتبہ ”غلبہ“ مرہٹہ اور غلبہ ”سکھان“ کے باعث جہاد کا فتویٰ دے کر درانی کی حیثیت کو مضبوط کیا تھا ۵۵۔

اس لیے درانی کو ہندوستان پر حملہ کے لیے مدعو کرنے میں تھا حضرت شاہ ولی اللہ کو ذمہ دار ٹھہرا لیا بھی غلطی ہے اور درانی کے ساتھ فقط شاہ ولی اللہ کی ہمدردی ظاہر کرنا بھی درست نہیں ہے جبکہ مذکورہ بالا تمام صوفیہ اس سے تعلق قائم کیے ہوئے تھے۔

سلاطین و امرا نے ہند کی نا اہلی اور مرہٹہ و سکھ گردی سے یہاں کی عوامی زندگی جس طرح متاثر ہوئی اور اسلامی حکومت ان حالات میں جن حوادث سے گزر رہی تھی ، ان کی جو تفصیلات ہم نے دی ہیں ان کی موجودگی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ نے ملک کے سیاسی حالات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دو ایسی طاقتوں کا انتخاب کیا تھا جن کے ذریعے ان مفسد عناصر کی سرکوبی ممکن تھی یعنی احمد شاہ درانی اور نجیب الدولہ ۵۶ (روہیلے)۔

ان دونوں طاقتوں کا خلوص اور بے لوث خدمات اس وقت اور بھی واضح ہو جاتی ہیں جب وہ ان دشمن قوتوں کو کچل کر ہندوستان کا

تاج و تخت اس کے اصل وارثوں کے حوالے کرنے کے لیے بے تابانہ کوشش کرتے ہیں۔

کتب خانہ خالصہ کالج امرتسر میں درانی اور مغل سلاطین و امراء کے مراسلات کا ایک بہت بڑا مجموعہ موجود ہے۔ جس میں شاہ عالم ثانی کا ایک خط درانی کے نام بھی محفوظ ہے۔ اس خط میں جو اس نے بہار سے درانی کے نام اس کے ہندوستان پر پانچویں کامیاب حملے (۱۷۶۰ء) کے بعد ارسال کیا تھا، لکھا:

ہندوستان کی حکومت میرے (شاہ عالم ثانی) کے حوالے کی جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو عہد الملک اور جاٹ کسی کو برائے نام بادشاہ بنا دیں گے اور حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو جائیں گے۔۔۔ اور عوام کی زندگی تباہ ہو جائے گی۔ نیز اس خط میں درانی کو یقین دلایا گیا تھا کہ وہ حالات کو درست کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اسی طرح اپنے چوتھے حملے (۱۷۵۷ء) کے بعد بھی اس نے اپنے حلیف امراء کے کہنے کے باوجود عالمگیر ثانی کو معزول نہیں کیا بلکہ اسے اس کے تخت پر رہنے دیا۔

سر ڈیسانی نے بعض معاصر ماخذ کی بنیاد پر ثابت کیا ہے کہ جنگ پانی پت میں درانی کے مقابلہ میں مرہٹوں کی شکست فاش کے بعد درانی نے حالات کی نزاکت کا جائزہ لیتے ہوئے مغل حکومت اور مرہٹوں کے مابین صلح اور پائیدار امن کا معاہدہ کرنے کی کوشش کی تھی ۵۸۔ لیکن افسوس کہ خود مرہٹوں کی افتادِ طبع اور خود غرض مغل امراء کی وجہ سے یہ امن قائم نہ رہ سکا اور درانی کو کئی بار پھر ہندوستان پر حملے کرنے پڑے۔

پانی پت کے میدان میں درانی نے سب سے بڑی مسلم دشمن طاقت (مرہٹہ) کو کچل دیا تھا۔ اور اب ان کا ہندوستان میں مرہٹہ راج قائم کرنے کا خواب پریشان ہو چکا تھا اور ہندوستان کی حکومت اس وقت درانی کے رحم و کرم پر تھی لیکن اس نے نہایت خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے سلطنت کے اصل وارث شاہ عالم ثانی کو جو ان دنوں بہار میں مقیم

تھا ، دہلی ہلانے کی انتہائی کوشش کی ، اور اس کی تخت نشینی کی تصدیق میں اس نے تمام والیان ریاست اور بنگال میں کلائیو کو شاہی فرامین کے ذریعے شاہ عالم ثانی کو بادشاہ تسلیم کرنے کی ہدایت کی ۔ جب وہ دہلی نہ آیا تو اس نے اس کے بیٹے جوان بخت کو تخت نشین کر کے اس کے نام کا خطبہ اور سکہ رائج کرنے کا حکم دیا ۵۹ ۔

درانی کے دیگر ہندوستانی حلیفوں کی بھی یہی دلی خواہش تھی کہ ہندوستان کا تخت اس کے اصل وارثوں کے حوالہ کر دیا جائے ۔ شاہ عالم ثانی کا ہم عصر سیاح فرینکن ، جسے نہ تو شاہ عالم ثانی سے کوئی دلچسپی تھی ، نہ درانی سے اور نہ ہی نجیب الدولہ سے اس کا کوئی مفاد وابستہ تھا ، اس نے نجیب الدولہ کا وہ خط نقل کیا ہے جو اس نے شاہ عالم ثانی کے نام لکھا تھا ۔ اس میں اس نے شاہ عالم ثانی کے فوری دہلی پہنچنے سے جو سیاسی فوائد حاصل ہو سکتے تھے بیان کرنے کے بعد واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ :

میری بھی یہ واحد تمنا پوری ہو جائے گی کہ مرنے سے پیشتر شہنشاہ کو اپنے عظیم بزرگوں کے تخت پر متمکن اور شاہی عظمت کو دوبارہ قائم ہوتا ہوا دیکھ لوں ۔

I shall have the singular satisfaction of feeling your majesty, before I die, seated on the throne of your illustrious ancestors and restored to imperial authority.^{۶۰}

اسی طرح منیرالدولہ جو کہ شاہ عالم ثانی کا مشیر تھا اور نامہ و پیام کے سلسلہ میں مرہٹوں اور پھر درانی کے پاس بھی گیا تھا ، درانی کے ساتھ وہ ایک ماہ تک مقیم رہا ۔ اس کی بھی دلی تمنا یہی تھی کہ شاہ عالم اپنے تاج و تخت کو جلد از جلد منبہال لے ۔

یہ قیاس آرائی بھی بے بنیاد ہے کہ درانی ، اس کے حلیف اور شاہ ولی اللہ ہندوستان میں موجود انگریزوں کے عزائم اور بڑھتے ہوئے اقتدار سے بے خبر تھے ۔ گنڈا سنگھ نے معاصر دستاویزات کی روشنی میں درانی اور انگریزوں کے تعلقات پر ایک طویل ضمیمے^{۶۱} میں ان تمام شواہد کو یکجا

گر دیا ہے جو اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے وینسی کارٹ کے ایک خط بنام درانی کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ :

درانی نے انگریزوں کو بھی لکھا کہ وہ شاہ عالم کو دہلی پہنچنے کے لیے ہر قسم کی سہولت دیں . . . شاہ عالم کو بہار سے بلانے کی کوشش اس لیے تھی کہ وہ انگریزوں کے اثر سے نکل آئے اور درانی کی موجودگی میں اپنی طاقت کا استحکام کر لے ۶۲۔

انہی بنیادوں پر حضرت شاہ ولی اللہ اور اس مکتبہ فکر کے علماء نے درانی کو ہندوستان پر حملہ کر کے اسلام دشمن طاقتوں سے ملک کو نجات دلانے کے لیے منتخب کیا تھا۔ شاہ ولی اللہ ایک خط میں درانی کو لکھتے ہیں :

اس زمانے میں ایسا بادشاہ جو صاحب اقتدار و شوکت ہو ، اور لشکر مخالفین کو شکست دے سکتا ہو ، دور اندیش اور جنگ آزما ہو ، سوائے آنجناب کے کوئی اور موجود نہیں ہے۔ یقینی طور پر جناب عالی پر فرض عین ہے ، ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا تسلط توڑنا اور ضعفائے مسلمین کو غیر مسلموں کے پنجے سے آزاد کرنا۔ اگر غلبہ کفر معاذ اللہ اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کر دیں گے اور تھوڑا زمانہ نہ گزرے گا کہ یہ مسلم قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ اسلام اور غیر اسلام کی تمیز نہ ہو سکے گی ۶۳۔

حضرت مظہر نے براہ راست درانی کو خطوط نہیں لکھے بلکہ آپ سے وابستہ امراء نے درانی کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دی تھی۔ جیسا کہ ہم نے اسی مقدمہ میں عبدالاحد خان مجدد الدولہ کے حضرت مظہر کے ساتھ روابط کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ اس خاکہ سے یہ سمجھ لینا دشوار نہیں ہے کہ جب چوتھے حملہ ۱۷۵۷ء کے دوران پنجاب میں داخل ہونے ہی سے جو تحریری دعوت نامے ملے ، ان میں عبدالاحد خان کا خط بھی موجود تھا۔ وہ حضرت مظہر اور شاہ ولی اللہ کی صحبت کے اثر سے

درانی کا حلیف بنا تھا۔ اسی طرح اس موقع پر درانی کو دیگر دعوت ناموں میں انتظام الدولہ (وزیر محمد شاہی) کا بھی اسی نوعیت کا مراسلہ ملا تھا ۶۴۔ یہ انتظام الدولہ وہی ہے جس کے نام حضرت مظہر کے دو خطوط پائے جاتے ہیں ۶۵۔

ان حلیفوں کے علاوہ بعض دیگر امراء نے بھی درانی کو ہندوستان پر حملے کرنے کے لیے علانیہ اور خفیہ خطوط بھیجے تھے لیکن ان کی اغراض سراسر دنیاوی تھیں وہ درانی سے بھرپور تعاون نہ کر سکے۔ چنانچہ:

بادشاہ عالمگیر ثانی نے اپنے وزیر عماد الملک سے نجات حاصل کرنے کے لیے خفیہ خطوط درانی کے نام ارسال کیے تھے۔ ان میں بیگات حرم شاہی کے بھی خطوط شامل تھے۔ اس کے علاوہ حیات اللہ شاہ لواز خان، اور جے پور و مارواڑ کے ہندو راجاؤں مادھو سنگھ اور بھے سنگھ نے بھی درانی سے ہندوستان پر حملہ کر کے ان کے علاقوں کو مرہٹہ گردی سے بچانے کی درخواست کی تھی۔

ہاں یہ درست ہے کہ درانی اور اس کی فوج نے دیہاتوں اور شہروں کو لوٹا جس سے عوامی زندگی بھی خاصی متاثر ہوئی۔ شاہ ولی اللہ نے اُسے جس خط میں ہندوستان پر حملے کی دعوت دی ہے اسی میں اس پر یہ بھی واضح کرتے ہیں:

خدا کی پناہ مانگتا ہوں، اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو۔۔۔ کہ وہ مسلمانوں کو زیر و زبر کر گیا ۶۶۔

لیکن اس کے باوجود اس کی فوج نے کئی مقامات پر غارت گری کی۔ ایک مکتوب میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ اُسے کئی مقامات پر اب تک کامیابی اس لیے نہیں ہوئی ہے کہ اس نے لوٹ مار کو روا رکھا ہے ۶۷۔

چونکہ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر کا تعلق براہ راست عوامی زندگی سے تھا اس لیے دونوں حضرات کے مکتوبات میں درانی کے حملوں سے پیدا شدہ عوامی بے چینی اور اضطراب کی بڑی واضح تصاویر ملتی ہیں۔

لیکن ان حملوں کے جب مثبت نتائج خصوصاً مرہٹہ طاقت کا خاتمہ اور سکھوں کے زوال پر غور کیا جائے تو وہ اضطراب اطمینان میں بدل جاتا ہے۔

ان حالات کے بعد حکومت دشمن اور سماج کے بعض طبقات کی قتل و حرکت کی نفسیات بآسانی سمجھی جا سکتی ہیں۔ سکھوں اور مرہٹوں کی تباہ کاریوں سے پیدا شدہ نتائج ملاحظہ ہوں۔

سکھ :

سکھوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن سکھوں کے مسلمانوں پر مظالم اور سکھ مسلم تعلقات کے بارے میں ابھی تک کوئی غیر جانب دار اور اعلیٰ درجہ کی تحقیقی کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔

ابتداء میں سکھوں کے مسلمانوں کے ساتھ اچھے تعلقات تھے۔ پھر جب سکھ تحریک نے مذہب کا لبادہ اتار کر سیاسی رنگ اختیار کیا تو مسلم حکومت کے ساتھ ان کی چپقلش لازم تھی۔ اٹھارہویں صدی میں سکھ مسلم دشمنی پورے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ سکھوں کو سب سے زیادہ نقصان مسلم حکومت کی طرف سے پہنچا تھا اس لیے مسلمان ان کا براہ راست نشانہ بنے۔

اس دور میں سکھوں کی دشمنی صرف مقتدر طبقہ تک محدود نہیں رہی تھی بلکہ عام مسلمانوں کی بھی انہوں نے مخالفت شروع کر دی۔ سکھ رہنماؤں نے حکم دیا کہ کوئی سکھ مسلمان بزرگوں کی قبروں پر نہ جائے۔ اگر جائے گا تو اس کو ۱۲۵ روپے جرمانہ کیا جائے گا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے کمزور جانشینوں کی وجہ سے سکھوں کو اپنی طاقت بڑھانے اور فوج جمع کرنے کا موقع مل گیا اور انہوں نے نہ صرف مغلیہ حکومت سے جنگ شروع کی بلکہ وہ کل مسلمانوں کے خلاف ہو گئے تھے۔ اور ان کی چہرہ دستیاں اور مظالم اس حد تک پہنچ گئے کہ :

زنہائے حاملہ راشکم دریدہ و جنین را کشیدہ می کشتند ۶۹۔

بندہ منکھ کے مظالم سے سارا شمالی ہندوستان گھبرا اٹھا۔ مسلمانوں کے

دارالارشاد سرہند پر سکھوں نے مختلف حملے کیے اور کئی مرتبہ ان کا اس پر قبضہ ہوا۔ ۴۰۔

ان کے مظالم زلدوں تک محدود نہ رہے، حضرت شاہ قیص قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار خود ان کی اولاد سے جبراً کھدوایا گیا۔ ۴۱۔
سہارنپور میں عورتیں، سکھوں کے ڈر سے کنوؤں میں ڈوب کر مر گئیں۔ ۴۲۔

نادر شاہ کے حملے سے ان کے حوصلے مزید بڑھ گئے اور مرکزی حکومت کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر انہوں نے ۱۷۶۴ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا اور جہلم سے جمنہ تک اپنا اقتدار جا لیا۔ ۱۷۶۵ء اور ۱۸۰۰ء کے درمیان ان کا اٹک سے کرنال تک اور ملتان سے جموں تک قبضہ ہو گیا۔

اگر ہم اٹھارہویں صدی کے غیر تاریخی لٹریچر کا مطالعہ کریں تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ سکھوں کے حملوں کی وجہ سے لوگ کس قدر پریشان، مشوش اور بدحال ہو گئے تھے۔ خصوصاً شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز دہلوی اور مرزا مظہر کی نگارشات میں ان کے مظالم اور ان کے عوامی زندگی پر گہرے اثرات کے نمایاں اشارات ملتے ہیں۔ ذیل میں ہم صرف حضرت مظہر کی تحریرات کے اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ سنبھلی کو لکھتے ہیں :

اس زمانے میں دل کو ایک سخت صدمہ پہنچا ہے۔
پھلے مہینے کفار سکھ تھائیسر کے قلعہ پر قابض ہو گئے اور انہوں نے خوب قتل و غارت کیا۔ مولوی قلندر بخش ۴۳ جیو سلمہ رہہ مع بیوی بچوں کے لٹ کر اور جائیں بچا کر آئے۔ عجیب کیفیت ہوئی۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔ بالکل ہی بے سرو سامانی کی وجہ سے تھائیسر کے نواح میں مقیم ہیں اور ہم تک نہیں پہنچے۔ اس مصیبت کے علاوہ شرم کی بات یہ ہے کہ خصوصیت کے باوجود ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ بے استطاعت ہیں۔ خدا اس کی تلافی کرے۔ ۴۳۔

ایک مکتوب میں غالباً احمد شاہ درانی کے واپس چلے جانے کے بعد سکھوں کی شہر لاہور پر غارت و تباہی مچانے کی طرف اشارہ کیا ہے :

مردم شہر را از آشوب کفار سکھ تشویش بسیار است۔
خدا تعالیٰ کفار را مقہور و مسلمین را منصور سازد۔۷۵۔

ایک مرتبہ دہلی میں سکھوں اور مرہٹوں کا آشوب اس قدر ہو گیا کہ حضرت مظہر لکھتے ہیں کہ اس مرتبہ ماہِ رمضان تنہائی میں ہی گزرے گا اور احباب کے اجتماع کی توقع نہیں ہے :

... طرفی آشوب سکھاں است و طرفی ہنگامہ مرہٹہ ،
غالب است کہ ماہ مبارک امسال بہ تنہائی بگذرد۔
رضا بقضا واجب است۔۷۶۔

حضرت مظہر نے ایک سفر کا ارادہ کیا ہی تھا کہ :
خبر قرب سکھاں مانع شد۔۷۷۔

آپ نے پانی پت جانے کا ارادہ کیا تو ”آشوب سکھاں“ کی وجہ سے ملتوی کرنا پڑا :

ارادہ پانی پت دارم ، اگرچہ درین موقع ہم آشوب سکھاں
شنیدہ می شود۔۷۸۔

ایک مکتوب میں پانی پت کی سیامی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہاں ہمیشہ سکھوں کا ہنگامہ رہتا ہے :
در پانی پت ہمیشہ ہنگامہ سکھاں می باشد۔۷۹۔

جب ضابطہ خان نے سکھوں سے معاہدہ کر لیا اور ان کی مدد سے نواح دہلی کو لوٹنا شروع کیا تو نجف خان نے ایسے میرٹھ میں شکست دی اور سکھ اپنے ہی علاقہ کو لوٹنے پر مجبور ہو گئے۔۸۰۔ حضرت مظہر اس کی خبر قاضی ثناء اللہ کو دیتے ہیں :

جنگ سکھاں با پانی پت روز پنجشنبہ و روز جمعہ برخاستہ
رفتن آنها معلوم شد . . . و قصہ جنگ سکھاں مفصل
معلوم شد۔۸۱۔

سرہند کی تباہی :

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے سرہند میں قیام کے باعث لہ صرف اس کو دائمی شہرت نصیب ہوئی بلکہ آپ کی اولاد و خلفاء کی دینی و مذہبی خدمات نے اسے اسلامی علوم کا مرکز بنا دیا تھا اس لیے بجا طور پر مسلمان اسے اسلامی ہند کا دارالارشاد کہنے لگے تھے ۔

یہاں کا درس و تدریس کا سلسلہ صرف رسمی درس گاہوں جیسا نہیں تھا ، بلکہ پاک و ہند کے راسخ العقیدہ مسلمان بادشاہ ملک کی مذہبی پالیسی وضع کرنے کے لیے اس دارالارشاد کی طرف رجوع کرتے تھے ۹۳ ۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں پاک و ہند میں اسلام کی زبوں حالی کا جس کرب ناک انداز میں نقشہ کھینچا گیا ہے اس کے دیگر اسباب میں سے ایک سبب اس دارالارشاد سرہند کا جغرافیائی محل وقوع بھی ہے ۔ چنانچہ نگرکوٹ (کانگرہ) کو آپ نے دارالحرب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :

ان دنوں نگرکوٹ کے اطراف میں ”کفار دارالحرب“ نے مسلمانوں پر اور بلادِ اسلام پر کیسے کیسے مظالم اور آفتیں توڑی ہیں اور کس طرح کی اہانتیں اور اذیتیں پہنچائی ہیں ، رسوا کرے اللہ پاک ان کو ۹۵ ۔

یہی حال سرہند کے قریب ایک اور ہستی تھالیسر کا تھا جو غیر اسلامی خصوصاً ہندو احیا کی تحریکوں کا مرکز تھی ۔

پنجاب میں جن غیر مسلم تحریکوں نے جنم لیا ان میں سکھوں کی مذہبی و سیاسی تحریک خاص طور پر قابل ذکر ہے جس نے لہ صرف مسلمانوں کے اس دارالارشاد کو تباہ و برباد کر دیا بلکہ سارے ہندوستان پر سکھ راج کے عملی خواب بھی دیکھے ۔

اس تحریک نے پہلے وحدت ادیان کے روپ میں سادہ لوح عوام کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کی پھر جب اقتدار میں آنے تو جو طبقہ سب سے پہلے ان کے ظلم کا نشانہ بنا وہ مسلمان ہی تھے ۔ ان کے قوت پکڑنے سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بے پناہ دینی و عیاشی بصیرت سے آنے والے حالات کو بھانپ لیا تھا اور جہانگیر کے ہاتھوں

سکھوں کے پانچویں گرو ارجن کے قتل کو آپ نے اپنے ایک مکتوب بنام
عمیق فرید بخاری میں اسے کفار کی ”شکستِ عظیم“ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :

درین وقت کشتن کافر لعین ارجن ۹۶ و آل او بسیار خوب
واقع شد و باعث شکستِ عظیم بر ہنود مردود گشت
بہر لیت کہہ کشتہ باشند و بہر غرض کہہ ہلاک کردہ
خوارے کفار خود نقدی وقت اہل اسلام است این فقیر
پیش از آنکہ این کافر را بکشند در خواب دیدہ بود کہ
بادشاہ وقت کتہ سر شرک را شکستہ است والحق کہ
آن گیر رئیس اہل شرک بود و امام اہل کفر ۹۷۔

عصر حاضر کے سکھ محققین نے اپنی جانبدار اور جذباتی تحریرات میں
اعتراف کیا ہے کہ سکھوں کے خلاف حکمران طبقہ کے ذہنوں کو جو
لوگ مسموم کر رہے تھے وہ سرہند کے یہی نقشبندی تھے بلکہ گرو ارجن
کا قتل بھی اسی کا نتیجہ ہے ، بقول ڈاکٹر گنڈا سنگھ :

The Naqshbandis of Sirhind, had been poison-
ing the minds of the ruling Junto in their re-
spective spheres ever since the beginning of the
seventeenth century. It was as a result of their
conspiracies that Guru Arjun, the fifth Guru of
the Sikhs, had been tortured to death under the
orders of Emperor Jahangir. ۹۸

ایک اور سکھ مورخ خوشولت سنگھ نے جو لقب ”مجدد الف ثانی“ کا
مطلب نہیں سمجھ سکا اس واقعہ کو جذباتی رنگ میں بیان کرتے ہوئے لکھ
دیا ہے کہ حضرت مجدد نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا :

Mujaddid Alif Sani, who claimed to be the
second prophet of Islam after Mohammad, felt
Jealous of Guru Arjun's influence, especially with
Muslims, and wrote in strong terms to Jahangir
against the Guru. ۹۹

حالانکہ نہ مجدد الف ثانی کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے حضرت

لیی آخر الزمان صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد خود کو نبی قرار دیا تھا اور نہ آپ کا یہ مکتوب گرامی براہ راست جہانگیر کے نام ہے ، بلکہ وہ تو فرید بخاری جو کہ جہانگیری امراء میں سے تھے ، کے نام ہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ سکھوں نے اپنی اس ”شکستِ عظیم“ کا اصل سبب سرہند کے اس متبرک خانوادہ نقشبندیہ کو قرار دے دیا تھا ، اور جوہی مسلمانانِ ہند کا سیاسی مرکز رو بہ زوال ہوا ، انہوں نے دل گھول کر اس کا بدلہ لیا ۔ ان کے ظلم کا نشانہ نہ صرف اہل سرہند بنے بلکہ پاک و ہند میں جہاں گہیں بھی انہیں موقع ملا ، نیست و نابود کرنے کی پوری کوشش کی ۔

سکھ خاص طور سے اہل سرہند سے مشتعل تھے کیوں کہ سکھ روایات کے مطابق جی وہ شہر تھا جہاں ان کے گرو گوبند سنگھ کے دو چھوٹے لڑکوں کو قتل کیا گیا تھا ۔

چنانچہ ۱۷۶۴ء میں جب سکھوں کا سرہند پر مکمل قبضہ ہو گیا تو گرو گوبند سنگھ کی ہمیشین گونہ کو پورا کرنے کے لیے سکھ سرداروں نے گدھے منگوا کر اس سر زمین پر اپنے ہاتھ سے ہل چلایا ۱۰۰ ۔

چنانچہ یہ اسی اثر کا نتیجہ تھا کہ یہ ان کا ایک مذہبی فریضہ بن گیا کہ ہر آنے والا سکھ سرہند کی ایک ایک اینٹ دریا میں ڈال دے ۱۰۱ ۔

سرہند کی تباہی سے اس وقت کے مسلمانوں کے ذہنوں پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے ۔ چنانچہ حضرت مظہر کے مکاتیب میں اس عظیم سانحہ کا نہایت پُر درد طریقے سے تواتر کے ساتھ ذکر ملتا ہے ۔

گوبند سنگھ کے قتل (۱۷۰۸ء) کے بعد اس کے جانشین ہندہ سنگھ نے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ مسلمانوں کو بنایا ۱۰۲ ۔ اس نے ۱۷۱۰ء میں سرہند پر قبضہ کر لیا ۔ السائیت سوز ظلم کے علاوہ اس نے اپنے ہاؤں سرہند سے باہر نکالنے شروع کر دیے اور اپنے مقبوضات کو ستلج تک وسیع کر لیا ۔ سکھوں کی ان کارروائیوں سے مجبور ہو کر لاہور کے گورنر سید اسلم خان نے سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ۱۰۳ ۔

۱۷۱۰ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک سرہند پر سکھ دست درازی کرتے رہے ہیں ۱۰۴ ۔

چنانچہ حضرت شیخ عبدالاحد وحدت معروف بہ شاہ گل رحمۃ اللہ علیہ نے سرہند سے محض اسی لیے ہجرت کی تھی کہ انہیں بذریعہ کشف معلوم ہو گیا تھا کہ کفار کا سرہند پر غلبہ ہونے والا ہے ۔

۱۱۶۰ھ/۱۷۷۷ء میں احمد شاہ درانی جب پہلی مرتبہ ہندوستان پہنچا تو اس نے پشاور سے اپنے لشکر کے معززین کو سرہند شریف بھیجا ۔ ان دنوں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے حضرت شاہ غلام مجدد معصوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ بقیہ حیات تھے ، آپ سے التجا کی گئی کہ آپ افغانستان تشریف لے آئیں لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا ۔

جب ۱۱۶۱ھ/۱۷۷۸ء میں درانی کا سرہند پر قبضہ ہو گیا تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا ۔ درانی ، عبداللہ خان عضدالدولہ کو سرہند کا ناظم مقرر کر کے خود افغانستان چلا گیا اور آپ کی اولاد میں سے تین صاحب زادگان حضرت غلام مجدد پشوری ، حضرت عزت اللہ اور حضرت صفی اللہ معصومی رحمۃ اللہ علیہم کو احتراماً قندھار لے گیا ۔ افغانستان میں اب تک حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مبارک سے جتنے افراد ہیں وہ سب انہی تینوں حضرات کے اخلاف ہیں ۱۰۵ ۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً حضرات سرہند سکھوں کے غلبے کی وجہ سے سرہند سے ہجرت کرتے رہے ۔ حضرت قاضی ادیس جو کہ درانی عہد میں افغانستان کے قاضی تھے اور جنہوں نے پاک و ہند پر اسلام دشمن طاقتوں کے غلبے کی وجہ سے کئی مرتبہ جہاد کا فتویٰ دیا تھا اور درانی کے لشکر کے ساتھ کئی مرتبہ ہندوستان بھی آئے تھے ، اسی خانوادہ مجددیہ سے تعلق رکھتے تھے یعنی قاضی ادیس بن حضرت غلام حسین بن غلام مجدد بن حضرت غلام مجدد معصوم ثانی ۱۰۶ ۔

صاحب زادگان سرہند نے بھی سکھوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لیا تھا ۔ حضرت شیخ مجدد جعفر بن خواجہ مجدد اشرف بن خواجہ مجدد معصوم بن حضرت مجدد تو سرہند ہی میں سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے ۱۰۷ ۔

اسی طرح حضرت شاہ عزت اللہ مجددی مذکور نے بھی عالمگیر ثانی کے عہد میں لودھیانہ میں سکھوں کے خلاف جو زبردست معرکہ ہوا تھا ، میں شرکت کی تھی اور اپنے والد سے ”ناصرالدین“ کا لقب پایا تھا ۱۰۸ ۔

حضرت مظہر کے مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی حکومت کی طرف سے سرہند کو سکھوں سے بچانے کے لیے جو لشکر جانے تھے، ان میں حضرات مجددیہ بھی کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ ملا رحیم داد روہیلہ ۱۰۹ کو مجدالدولہ نے سکھوں کی تہیہ کے لیے بھیجا تو اس نے دس ہزار کا لشکر جمع کیا۔ بقول حضرت مظہر اس لشکر میں حضرت مجدد کی اولاد نے کثیر تعداد میں شرکت کی :

جماعت کثیر از صاحب زادہ ہای سرہند ہمراہ او ہستند ۱۱۰۔

لیکن معاصر کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سہات بھی خاطر خواہ کامیاب نہ ہو سکیں اور اہل سرہند کو سکون نصیب نہ ہوا۔ چونکہ علی محمد خان روہیلہ سرہند کا ناظم رہ چکا تھا اس لیے روہیلوں کو اس خاندان سے عقیدت تھی۔ حضرت مظہر کے ایک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ بریلی میں بھی صاحب زادگان ہجرت کر کے مقیم ہو گئے تھے لیکن وہاں بھی انہیں امن کی زندگی گزارنے کا موقع نہیں ملا اور وہ غایت درجہ "اضطرار" میں بریلی سے نکلے اور دہلی میں حضرت مظہر کے ہاں قیام کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت مظہر نے ملکی حالات کی خرابی کے باعث اپنی کم مائیگی کا اظہار کرتے ہوئے قاضی ثناء اللہ ہانی ہی کو لکھا :

صاحب زادہ ہای سرہند از غایت اضطرار روزی از بریلی
متفرق شدہ مع عیال باین طرف ریزش کردہ اند از فرط
خجالت بے استطاعتی و کم خدستی فرار از شہر ضرور
افتادہ ۱۱۱۔۔۔۔۔

حضرت شاہ عزت اللہ مجددی نبیرہ حضرت مجدد گو حافظ الملک رحمت خان نے چھ ہزار روپے سفر خرچ کے لیے بھیج کر سرہند سے بریلی بلا لیا تھا ۱۱۲۔

سرہند پر سکھوں کے حملے مسلسل جاری رہے۔ حضرت مظہر کو مسلمانوں کے اس دارالارشاد کی تباہی سے جو قلق ہوا، اس کا اظہار الہوں نے جابجا فرمایا ہے۔

ایک خط میں لکھتے ہیں :

کافران سکھ خدا الہیں ذلیل کرے، کے ظلم سے متبرک

marfat.com

Marfat.com

شہر سرہند ویران ہو گیا ہے اور بزرگوں کے مزارات شہید ہو گئے ہیں اور صاحب زادگان شہر بہ شہر آوارہ پھر رہے ہیں۔ ایک جماعت نے اس طرف (دہلی) کا قصد کیا ہے۔ خاص طور پر حضرت میر اسد اللہ جو فقیر سے بہت محبت رکھتے ہیں تشریف لا رہے ہیں اگرچہ اس شہر (دہلی) کا حال بھی بخفی نہیں ہے ۱۱۲۔

ایک اور مکتوب میں سکھوں کی شہر آشوبی کا تذکرہ اس طرح کیا ہے :

درین ایام از اخبار موحش سکھاں در شہر طرفہ آشوبی است . . . و در شہر حاکی نہ ، و این کافران نسبت بغارت گران سابق موذی تر ۱۱۳۔

سکھوں کی انتقامی کارروائیاں صرف زندہ انسانوں تک محدود نہیں تھیں بلکہ کئی مقامات پر انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کے مزارات کو مسمار کیا بلکہ بعض مزارات کو کھود کر ان کی لاشوں کو باہر نکال کر بے حرمتی کی۔ حضرت مظہر کے ایک خلیفہ اور حضرت مجدد کے نیرہ حضرت شاہ بھیکھ کے مزار (واقع سرہند) کو کھود کر آپ کی لاش کو نکالنا چاہا لیکن ایک کرامت کے ظہور سے وہ اس پر دست درازی نہ کر سکے ۱۱۵۔

قاضی نور محمد مولف جنگ نامہ، درانی کے ہمراہ اس کے ساتویں حملہ ہند کے دوران (۶۵ - ۶۴ - ۶۳) جب سرہند پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سرہند شریف کا پورا شہر کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے۔ وہ کافی دیر تک گھومتا رہا لیکن انسان تو درکنار اسے بجز آلو گوئی پرندہ بھی وہاں نظر نہ آیا اور اس پاس کے دیگر دیہات پر سکھ سردار قابض تھے ۱۱۶۔

درانی نے یکے بعد دیگرے پنجاب پر زبردست حملے کر کے نہ صرف سرہند بلکہ پنجاب سے سکھوں کو مار بھگایا تھا لیکن افسوس کہ نہ تو حاکمان پنجاب میں اتنی اہلیت تھی کہ وہ اس امن سے فائدہ اٹھا کر امن و امان بحال رکھ سکیں اور نہ سیاسی جماعتوں کے ان مرکزی اکھاڑوں سے کسی کو عوام کے امن و امان کی فکر تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جونہی درانی افغانستان واپس جاتا، سکھ بڑھ کر کمزور مسلمان صوبے داروں کو کھل

ڈالتے اور پھر وہی حالات ہو جاتے۔ عصر حاضر کے بعض سکھ مورخین نے بھی سکھوں کی سرہند میں تباہ کاریوں کو تسلیم کیا ہے ۱۱۷۔

مرہٹے :

مرہٹوں کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر یکساں رائے رکھتے ہیں۔ اور ان کی نقل و حرکت سے عوام کی تباہی سے دونوں حضرات کے حساس دل انتہائی کرب کے ساتھ تڑپتے معلوم ہوتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کی نظر میں ان کے دور میں مسلمانوں پر جتنی سختیاں آئیں وہ محض مرہٹوں کے ساتھ صلح کرنے کی وجہ سے تھیں ۱۱۸۔ آپ نجیب الدولہ ۱۱۹ اور دوسرے ارباب حکومت کو متواتر خطوط کے ذریعے فتنہ مرہٹہ کے استیصال کی ترغیب دیتے ہیں ۱۲۰۔

مرہٹوں کے بارے میں حضرت مظہر کے ہاں بہت سے ایسے نکات ملتے ہیں جن سے نہ صرف شاہ ولی اللہ کے مکتوبات کے مندرجات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ اس دور کی کتب تاریخ کے مشمولات کی تشریح و توضیح کے لیے اہم ہیں۔ ہم ان نکات کو یہاں یک جا کر رہے ہیں :

(بنام مولوی ثناء اللہ سنبھلی) کفار مرہٹوں کے ہنگاموں سے مت ڈریے۔ ان شاہ اللہ دوستوں کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ ان مصیبتوں کو دور کرنے کے لیے جتنی دفعہ سورہ لایلاف پڑھ سکتے ہوں پڑھیے اور کفار کے لشکر پر اسلام کی فتح کے لیے دعا اور صرف ہمت واجب ہے ۱۲۱۔۔۔۔

حضرت مظہر نے متعدد مقامات پر مرہٹوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے لٹنے اور راستوں کے امن و امان کے بخدوش ہونے کا ذکر کیا ہے۔ ایک مکتوب میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

چوں در حدود گنگا پار از اندیشہ افواج مرہٹہ تشویش بسیار است ارادہ پانی پت دارم ۱۲۲۔

درین ایام آشوب و ہنگامہ حرکت مناسب لیست۔ اخبار آمدن مرہٹہ باین طرف (دہلی) ہر زبانہا است ۱۲۳۔

حضرت مظہر نے اپنے ایک خط مکتوبہ ۱۱۸۶/۱۷۷۲ء میں مرہٹوں کے ہاتھوں روہیلوں کی شکست کا سخت افسوس کیا ہے۔ لکھتے ہیں :

اس علاقے پر مرہٹوں کے قبضے، قوم روہیلہ کا فرار، اور قصبات و دیہات کے تاخت و تاراج ہونے کے متعلق کیا لکھوں ۱۲۳۔۔۔۔

۱۷۷۲ء میں مرہٹوں اور روہیلوں کے مابین گئی مرتبہ تنازعہ اور پھر صلح ہونے کا ذکر ملتا ہے ۱۲۵۔ اس سال کے آغاز میں ہی جنوری میں انہوں نے سہارنپور جو کہ ضابطہ خان بن نجیب الدولہ کی جاگیر تھی، پر حملہ کر دیا اور علاقہ کو خاصا نقصان پہنچایا ۱۲۶۔

نادر شاہ کا معاصر مورخ وارد تہرانی لکھتا ہے کہ نادر شاہ کے حملے سے پہلے مرہٹہ گردی کے باعث دو تین سو سال پہلے کے آباد و شاداب علاقوں میں بہت غور و فکر کرنے کے باوجود دریائے نرہدہ کے کنارے سے لے کر دارالخلافہ اکبر آباد تک تمام علاقے ”طفیان افواج مرہٹہ“ کے باعث صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں ۱۲۷۔

گجرات کی آبادی اور رونق ضرب المثل تھی کہ اس کے بازاروں کو مصر کے بازاروں سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ بقول وارد تہرانی کہ آج ۱۱۵۶/۱۷۴۳ء ہے لیکن یہ گجرات آج سے بیس سال پہلے مرہٹوں نے تباہ کر دیا تھا ۱۲۸۔

مرہٹے چوتھ کے علاوہ جہاں کہیں جاتے تھے وہاں کے باشندوں سے خراج وصول کرتے تھے :

تا جائے کہ قدم آنا رسیدہ، ہاج و خراج خویش بر ذمہ ساکنان آن مکان مقرر نموده ۱۲۹۔۔۔۔

یہ ”یاجوج طینت“ ۱۳۰ مرہٹے جب کسی علاقے پر حملہ کرتے تو خلاقِ عہد وہاں سے تاوان لینے کے علاوہ کسانوں اور زرگروں سے دو چند اخراجات وصول کرتے تھے ۱۳۱ اور جہاں کہیں ان کے قدم پہنچتے تھے، وہاں سے ”اثر آبادی و علاماتِ معموری“ تک مٹ جاتی تھیں ۱۳۲۔

شاہ عالم ثانی کے عہد کا سیاح پولیر جب ہندوستان آیا تو اسے کئی علاقے مرہٹوں کی وحشیانہ پیش قدمیوں کی وجہ سے تباہ شدہ حالت میں نظر آئے ۱۳۳۔

مولف عباد السعادت کا بیان ہے کہ ”متھرا اور اکبر آباد کے مابین ایک مقام پر مرہٹوں نے مسلمان شہدا کی لاشوں کو ان کی قبروں سے کھدوا کر نکلوایا اور ان کے دالت توڑتے اور باواز بلند کہتے ”انہیں دانتوں سے الھوں نے گائے کا گوشت کھایا تھا“ ۱۳۴۔

ان حالات میں سلاطین و امراء کا کردار بھی زیادہ مضبوط نہیں تھا۔ جب فرخ میر اور سید برادران میں کشمکش ہوتی تو سید حسین علی نے دکن میں مرہٹوں کو اپنا ساتھی بنانے کی نیت سے انہیں تمام دکن سے چوتہ اور مردیش مکھی وصول کرنے کا حق دے دیا۔ بادشاہ نے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو حسین علی ۱۷۱۹ء میں مرہٹوں کی فوج کے ساتھ دہلی پر حملہ آور ہوا۔ اس نوعیت کے یسیوں واقعات کے پیش نظر حضرت شاہ ولی اللہ نے نجیب الدولہ اور احمد شاہ درانی کو متحد کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔

یہ یاد رہے کہ درانی کو ہندوستان مدعو کرنے والے اس حقیقت سے آگاہ تھے :

درانی سے جو تفصیلات پہنچیں گے الھیں مرہٹوں کی مصیبت سے آسان خیال کر کے ایسا کیا گیا ۱۳۵۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی لازم ہے کہ مرہٹہ گردی سے صرف مسلمان ہی متاثر نہیں ہوئے تھے بلکہ بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی :

سخت نا انصافی ہوگی اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ شاہ صاحب (ولی اللہ) غیر مسلم جماعتوں سے تعصب کی بنا پر یہ (اکثر بلاد اسلام ان کے قبضہ میں آ گئے) لکھ رہے ہیں ۱۳۶۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی جارحانہ کارروائیوں سے ہندو بھی متاثر ہوئے تھے۔ ہندوستان پر احمد شاہ درانی کے پانچویں حملے کے دوران مرہٹہ گردی سے تنگ آ کر جے پور اور جودہ پور کے راجاؤں نے روہیلوں سے مل کر خود درانی کو ہندوستان پر نہ صرف حملہ کی دعوت دی بلکہ اُسے یہاں قیام کرنے کے لیے کہا ۱۳۷۔

بنگال کا مشہور شاعر گنگا رام بنگال پر مرہٹوں کے حملوں کا حال لکھتا ہے :

برگیوں (مرہٹوں) نے دیہاتوں کو لوٹنا شروع کر دیا
... کچھ لوگوں کے انہوں نے ہاتھ ، ناک اور کان
کاٹ لیے ، کچھ کو مار ڈالا ، خوبصورت عورتوں کو
وہ رسیوں میں باندھ کر لے گئے ، جب ایک باریگہ زنا
کر چکتا تو دوسرا کرتا ۔ عورتیں چیخیں مارتی تھیں ...
انہوں نے گھروں کو آگ لگا دی اور ہر طرف لوٹ مار
کرتے ہوئے گھومے ۱۳۸ ۔

بنگال کے مشہور پنڈت وینشور و دیاپتی نے ۱۷۷۳ء میں مرہٹوں
کے ہنگاموں اور مظالم کا ذکر نہایت درد انگیز لہجے میں کیا ہے ۱۳۹ ۔
ان حقائق کی موجودگی میں حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر ۱۴۰
کے مرہٹہ گردی کے بارے میں عوامی جذبات کی ترجمانی بے معنی معلوم
نہیں ہوتی ۔

روہیلے :

روہ افغانستان میں ایک بہت وسیع سلسلہ کوہستان ہے جس کے
شمال میں کوہ کاشغر ، جنوب میں بھکر اور بلوچستان ، مشرق میں کشمیر اور
مغرب میں دریائے بلخند ہے ۔ یہاں کے رہنے والوں کو روہیلہ کہتے ہیں ۱۴۱ ۔

پاکستان و ہند کے التھائی زوال پذیر مسلم دور حکومت میں اس دور
کی دو اہم ترین اور حساس شخصیات یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
اور حضرت میرزا مظہر نے مسلم حکومت کو بچانے اور معاشرے کی
فلاح کے لیے جن دو شخصیتوں کا انتخاب کیا ان میں ایک احمد شاہ درانی
اور دوسرے روہیلے تھے ۔ انہوں نے ان دونوں طاقتوں کو آپس
میں مستحکم کر کے ہندوستان کی سیاست کا رخ تبدیل کر دیا ۔ جناب
پروفیسر خلیق احمد نظامی نے شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات میں اسے
بطریق احسن بیان کر دیا ہے ۔ ہم صرف روہیلوں اور حضرت مظہر کے
تعلقات ہی اس وقت زیر بحث لائیں گے ۔

حضرت مظہر صاحب زادہ محمد احسان کو لکھتے ہیں :

اخذ طریقہ کے لیے روہیلوں کا اتنا ہجوم ہے کہ تمام دن توجہ دینے سے فرصت نہیں ملتی۔ طاقت ختم ہو گئی ہے۔۔۔ اس قوم میں عجیب و غریب آثار ظاہر ہوئے۔ ہم نے یہ سفر بالکل ٹھیک کیا۔ فقیر کے پہنچنے کی خبر سن کر یہ لوگ دور دراز علاقوں سے احرام بستہ آتے ہیں۔ یہ لوگ آدمیت عرضی سے کم واقف ہیں اور ان کے علماء کا علم بھی فقہ کی دو کتابوں سے زیادہ نہیں ہوتا۔۔۔ امر وہہ سے لیے گھر شاہجہان پور تک تمام منزلوں میں ٹولی ٹولی بنا کر ایک ایک گروہ نے قوم روہیلہ میں سے اکثر اور ہندوستانی لوگوں میں سے کمتر نے اخذ طریقہ کیا ہے اور منور و متاثر ہوئے ہیں ان میں سے ایک جماعت ساتھ آئی ہے اور کسب مقامات کے لیے میرے ساتھ دلی جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس علاقے کے اکثر علماء اس طریقے کی نسبت سے مشرف ہوئے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو دہلی جانے کی سکت نہیں رکھتے، میں نے اس شہر میں میر مبین خان کو اپنی جگہ چھوڑ دیا ہے۔۔۔ لیکن (یہ) ایک آدمی کے بس کا کام نہیں کہ اس قافلے سے عہدہ برآ ہو سکے۔ میرا خیال ہے کہ تم (صاحب زادہ محمد احسان احمدی) کو بھی ہلا لوں تاکہ بعض شہر تم کو اور بعض میر مبین خان کو تفویض کروں ۱۳۲۔

حضرت مظہر نے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے نام اپنے ایک مکتوب میں جس ”جماعت روہیلہ ہا“ کے ساتھ دہلی میں داخل ہونے کا ذکر کیا ہے، اس سے مراد وہی مذکورہ جماعت ہے :

فقیر سیزدہم جادی الاخریٰ داخل دہلی گردید و تا امروز کہ بیستم ماہ مذکور است معہ توابع مقرون عافیت است و مولوی عبدالرزاق و جماعت از روہیلہ ہا ہمراہ آمدہ اند و سلامہا رسالہ ۱۳۳۔

حضرت مظہر نے کچھ سامان سنبھل بھیجا تو راستے کی ڈاکہ زنی کے خطرہ سے چند روپیہ بندو بچوں کو ہمراہ زوائہ کیا ۱۳۳ -

اس مقدمہ کے مختلف مقامات پر جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے ان دنوں مختلف ملک دشمن طاقتوں کے حملوں اور سیاسی ابتری کے باعث راستے غیر محفوظ ہو گئے تھے۔ ایک شہر سے دوسرے شہر میں جانا خاصا دشوار تھا۔ لیکن حضرت مظہر کے ایک مکتوب بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی سے معلوم ہوتا ہے کہ جن علاقوں پر روپیہوں کا کنٹرول تھا وہ راستے پر امن تھے۔ اس مکتوب میں حضرت مظہر انہی راستوں سے سفر کرنے کا ارادہ ظاہر فرماتے ہیں :

راہِ امن راستہ سونی پت و پانی پت و گرانہ است از
انجا در عمل روپیہ ہا ، براہ میران پور و دارا نگر ،
بمنزل مقصود می رسم ۱۳۵ -

ان روپیہ سرداروں میں نجیب الدولہ سب سے اہم شخصیت ہے ، جس کی اپنے عہد کے دو حساس ترین بزرگوں یعنی حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر سے مراسم تھے۔ ان دونوں حضرات نے مسلمانوں کے اس دور ابتلا میں اس شخصیت کی صلاحیتوں کو مسلم حکومت کو بچانے کے لیے اس طرح استعمال کیا کہ سلطنت مزید کچھ عرصہ کے لیے تباہی سے بچ گئی۔

نجیب الدولہ کا نام نجیب خان تھا وہ ۱۷۰۷ء میں پیدا ہوا ، ۱۷۳۳ء میں آٹولہ پہنچ کر لواب علی محمد خان کے یہاں ملازم ہو گیا۔ ترقی کر کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوا۔ جب صفدر جنگ اور مرہٹوں نے افغانوں پر حملے کیے تو نجیب الدولہ نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ حافظ الملک رحمت خان نے اس کو ایک ہزار سوار پر جملہ دار مقرر کیا۔ ۱۷۵۳ء میں احمد شاہ (جالشین محمد شاہ بادشاہ) اور صفدر جنگ میں چپقلش ہوئی تو نجیب الدولہ نے بادشاہ کی امداد کا تہیہ کر لیا۔ وہ دس ہزار روپیہوں کے ساتھ بادشاہ کے پاس گیا۔ عہد الملک نے شہنشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اسیے نجیب الدولہ کا خطاب ملا۔ اس جنگ میں اس نے اپنی مردانگی کے جوہر دکھائے۔ اب اس کی حیثیت بدل گئی تھی اور دہلی کی سیاست میں اس کا عمل دخل بڑھ گیا تھا۔ ۱۷۶۱ء سے ۱۷۷۰ء تک وہ دہلی کی سب سے بڑی شخصیت تھی۔

جب جواہر سنگھ کی فوج نے جس میں مرہٹے ، سکھ اور جاٹ تینوں شامل تھے ، دہلی پر حملہ کیا تو اس نے مردانگی سے مقابلہ کیا ۔ جادو ناتھ سرکار نے لکھا ہے :

ایک مورخ کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس کی کس خوبی کی سب سے زیادہ تعریف کرے ۔ میدان جنگ میں اس کی حیرت انگیز قیادت کی یا مشکلات میں اس کی تیز نگاہی اور صحیح رائے کی ۔ یا اس کی اس فطری صلاحیت کی جو اس کو انتشار اور ابتری میں ایسی راہ دکھا دیتی تھی جس سے نتیجہ اس کے موافق نکل آتا تھا ۔

اس کی مذہبی دلچسپیوں کا یہ عالم تھا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں :

نزد نجیب الدولہ نہ صد عالم بود ، ادنیٰ پنج روپیہ و اعلیٰ ہا الصد ۱۳۶ ۔

نجیب الدولہ نے نجیب آباد میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس کی اساس مدرسہ رحیمیہ کے اصول و قواعد پر تھی ۔ ولی اللہی حکمت اور فلسفہ کی ترویج و اشاعت میں اس مدرسے کا خاص حصہ تھا ۔ نجیب الدولہ حضرت شاہ ولی اللہ کے خاص معتقدین میں سے تھا ۔ شاہ صاحب سے وہ اپنی مشکلات میں امداد و اعانت اور رہنمائی کی درخواست کیا کرتا تھا ۔ درانی کو ہندوستان مدعو کرنے میں شاہ صاحب کے ساتھ وہ بھی شریک تھا اور اس جنگ میں وہ مقدمہ الجیش کا امر تھا ۔ درانی جب ہندوستان سے واپس ہوا تو اس کو ”امیر الامراء“ مقرر کیا ۔ شاہ صاحب اُسے ”امیر الغزاة ، راس المجاہدین ، منبع العسکرات“ وغیرہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں ۔

نجیب الدولہ نے ۳ اکتوبر ۱۷۷۰ء کو انتقال کیا ۱۳۷ ۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر دونوں اس کے حق میں دست بدعا رہتے تھے اور اُسے سہات ملکی میں مشورے بھی دیتے رہتے تھے ۔

اسی سلسلے کا یہ واقعہ کہ ایک مرتبہ ایک سہاہبانہ وضع عزیز حضرت مظہر کی خدمت میں آیا ۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا اجمیر سے ۔ اس وقت مجھے اس کام پر مامور کر کے بھیجا گیا ہے کہ

نجیب خان کی نگہبانی کے لیے آپ اپنے اصحاب کو سورہ اخلاص کا ورد کرنے کا حکم دیں۔ بس آپ کے اصحاب نے سورہ اخلاص کا ورد کیا اور نجیب خان کفار کے شر سے محفوظ رہا ۱۳۸۔

شاہ ولی اللہ نے کئی خطوط میں نجیب الدولہ کو لکھا ہے :

نصرتِ مسلمین کے لیے یہاں دعا کی جا رہی ہے۔ مروض غیبی سے آثار قبول محسوس ہوتے ہیں ۱۳۹۔

دو مکالیب میں شاہ صاحب نے اُسے مسلمانوں کی فتح و نصرت کے بارے میں اپنے مکاشفات سے بھی آگاہ کیا ہے ۱۵۰۔

حضرت مظہر نہ صرف اس کے لیے دعا و اعانت کرتے تھے بلکہ اس کی نقل و حرکت کی بھی اپنے متوسلین کو براہر اطلاع دینے رہتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

بامیر کو صاحب و محب اللہ خان صاحب (پسر دولدے خان) احوال خود گفتہ بودم و برای روزگار اطفال بہ خانہ نجیب الدولہ بہادر نیز گفتہ بودم کہ مرا اینہا ہمیشہ خفقہ می کنند ۱۵۱۔

ایک اور مکتوب میں روہیلہ سرداروں کی نقل و حرکت کی اطلاع اس طرح دی ہے :

فیض اللہ خان دیروز کہ ہفتم بود داخل شدہ و حافظ (رحمت خان) بہ بریلی رسیدہ امروز خبر گرم بود کہ فردا شاید او ہم داخل شود و نجیب خان در منبہل افتادہ است ، می گویند کہ تا پانزدہم تمام خواہد شد چون سرداران ہم درین جا جمع شد ۱۵۲۔

امروز کہ روز شنبہ و ہژدہم شہر حال است ، نجیب الدولہ بہادر کوچیدہ رفت فردا۔ کوچ حافظ رحمت خان نیز شہرت دارد۔

یہ روانگی بقیاس ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان آنولہ سے کسی سمت ہوئی تھی ۱۵۴۔

حضرت مظہر کے نجیب الدولہ کے علاوہ دیگر روہیلہ سرداروں دولدے خان ۱۵۳ اور حافظ الملک حافظ رحمت خان ۱۵۵ سے بھی مراسم تھے۔ آپ کے کئی مکاتیب میں ایسے اشارے ملتے ہیں جن سے ان سرداروں پر آپ کے اثرات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

نواب ارشاد خان اپنے ایک خط میں حضرت مظہر کو اطلاع دیتے ہیں :

علاوہ ازین خبر کوچ دوندے خان بتاریخ ہفدہم است
بطرف گھاٹ سہسوان باید دید ۱۵۶ . . . قبلہ من !
ازین واضح تر ارشاد شود . . . کہ دوندے خان شرے
لہ رساند و توجہ فرماید کہ اسباب مساعدت کند ۱۵۷۔

نواب دولدے خان کے ہمشیر زادے محمد خان، حضرت مظہر سے بیعت تھے۔ حضرت مظہر کے تین مکاتیب بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی میں ان کی خصوصی عقیدت کا حال ملتا ہے۔ لکھا ہے کہ ان دنوں دوندے خان کے ہمشیر زادے محمد خان بسولی سے کسب مقامات کے لیے آئے ہوئے ہیں ۱۵۸۔ حضرت مظہر کو ان پر اس قدر اعتماد تھا کہ اپنی بیوی گو ان کی نگرانی میں دہلی سے منبہل روانہ کیا ۱۵۹۔

لیز محمد خان مذکور کے دو عریضے بنام حضرت مظہر خانقاہ نور محل اوج دیر میں محفوظ ہیں، جنہیں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے نواح خانقاہ مظہریہ میں شامل کر لیا ہے ۱۶۰۔ پہلے عریضہ میں ہے کہ اگر ہدایوں تشریف لائیں تو غریب خانہ راہ میں ہے، ایک روز قیام فرمائیں۔ دوسرے مکتوب میں دوندے خان کی الٹھائی عقیدت کا ذکر ہے :

معروض می دارد کہ از نواب صاحب قبلہ کہ در بسولی
تشریف آورده بودند، خبر صحت و سلامت ذات عالی
استماع یافته بود، ہزار سجدہ شکر ہدرگاہ واپس حقیقی
بجا آورده آنچه از تمنائے شرف ملازمت و سہجوری قدم ہوس
می گزرد ۱۶۱۔

لیز سیاسی طور پر سکھوں، مرہٹوں اور جاٹوں کے خلاف روہیلوں نے جو اقدام کیے ان کا ذکر مناسب موقع پر آئے گا، یہاں ہم روہیلوں کے اس منفی پہلو کا ذکر بھی کر دیں جس کی وجہ سے اس دور کی دونوں شخصیتیں یعنی حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر بہت متاثر ہوئیں۔

روہیلوں کا منی پہلو :

درانی اور روہیلہ کی افواج جب کسی علاقہ میں لوٹ مار کرتی تھیں تو وہاں کے باشندے تباہ حال ہو جاتے تھے۔ جب یہ خبریں دہلی پہنچتیں تو یہ دونوں بزرگ اپنے خطوط کے ذریعے انہیں تنبیہ کرتے رہتے تھے۔ یہ تنبیہ نجیب الدولہ کی زندگی تک تو مؤثر رہی لیکن اس کی وفات کے بعد انہوں نے جو تباہی بجائی وہ کسی طرح دشمن طاقتوں سے کم نہیں تھی۔ تاہم ان دونوں بزرگوں نے انہیں تنبیہ کرنے کی انتہائی کوشش کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ، نجیب الدولہ کو لکھتے ہیں :

ایک بات اور کہنی ہے وہ یہ کہ جب افواج شاہیہ کا گزر دہلی میں واقع ہو تو اس وقت اہتمام کلی کرنا چاہیے کہ دہلی سابق کی طرح ظلم سے ہامال نہ ہو جائے۔ دہلی والے کئی مرتبہ اپنے مالوں کی لوٹ اور اپنی عزت کی توہین اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں اسی وجہ سے کارہائے مطلوبہ کے حصول میں تاخیر ہو رہی ہے۔ آخر مظلوموں کی آہ بھی تو اثر رکھتی ہے۔ اگر اس بار آپ چاہتے ہیں کہ کار بستہ جاری ہو جائے تو پوری پوری تاکید کرنی چاہیے کہ کوئی فوجی دہلی کے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے جو ذمی کی حیثیت رکھتے ہیں، پرگز تعارض نہ کرے ۱۶۲۔

ایک اور مکتوب میں سخت تنبیہ کی ہے :

مسلمانان ہندوستان نے خواہ وہ دہلی کے ہوں خواہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ کے — کئی صدمات دیکھے ہیں، اور چند بار لوٹ مار کا شکار ہوئے ہیں۔ ”چاقو ہڈی تک پہنچ گیا ہے“ رحم کا مقام ہے، خدا کا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا واسطہ دیتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال کے درپے نہ ہوں ۱۶۴۔

حضرت مظہر کے مکالیب میں بھی روہیلوں کی تباہ کاری کے اشارات ہائے جاتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کریں :

از مطالعہ احوال تباہ عزیزان این جا عدم قدرت بر تدارک
و تلون مزاج روہیلہ ہا کہ اصلاً محل اعتاد لیستند ۱۶۳۔

حضرت مظہر کی بیوی کی کچھ جائداد (زمین مزروعہ) تھی، فصل تیار ہو چکی تو اچانک روہیلوں کی فوج نے اسے ہاسال کر دیا، اس خط میں غالباً اسی طرف اشارہ کرتے ہیں :

بعد از التظار دو ماہ، از ابتدای خریف گزشتہ بدست
آمد۔ ناگاہ فوج روہیلہ ہا بر آن محل تاخت آورد۔ نہ
خریف ماند نہ ربیع ۱۶۵۔

جب حضرت مظہر کو ان کی مسلسل تباہ کاریوں کی اطلاعات ملتیں تو آپ پریشان ہو جاتے۔ ایک خط میں نہایت دکھ سے لکھا ہے :

صاحب من ا (قاضی ثناء اللہ) روہیلہ ہا آدم لیستند اگرچہ
ابنای حضرت آدم اند، علیہ السلام و مزاج فقیر بانکہ
معلوم شہادت اصلاً رعایت نمی کند ۱۶۶۔

یہ اشارہ بھی نجیب الدولہ کی وفات کے بعد کا معلوم ہوتا ہے :

از غایت تشویش سکھاں و روہیلہ ہا فرصت دستخط نمی
شود ۱۶۷۔

شاہ عالم ثانی نے مرہٹوں سے مل کر جب ضابطہ خان بن نجیب الدولہ
پر حملہ کیا تو اس جنگ میں روہیلوں کی شکست پر حضرت مظہر اس طرح
تبصرہ کرتے ہیں :

غضب الہی روہیلہ ہا را بآن کثرت و شوکت بے جنگ و
جدل ذلیل ساخت، مرہٹہ ہا باہمہ عداوت قدیم مروت
ہا این قوم کردند۔ مستورات و اطفال سرداران را بمرمت
لگاہ داشتند و دیگر مردم را یراق و پوشاک رخصت
کردند و نقود و داب ضبط نمودند۔ حکم بادشاہ [ہم
درمیان است اما بضعف ۱۶۸۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ نجیب الدولہ کی وفات (۱۷۷۰ء) کے بعد اس کا لڑکا نواب ضابطہ خان شاہ عالم ثانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور روایتی نذرانہ پیش کرنے سے انکار کر دیا اور باغیانہ رویہ اختیار کیا۔ اس لیے شاہ عالم نے مرہٹوں کی مدد سے جنوری ۱۷۷۲ء میں اس پر حملہ کر دیا اور اسے شکست دی۔ حضرت مظہر نے ”بے جنگ و جدل“ کے الفاظ استعمال کیے ہیں اس سے یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ جنگ بالکل نہیں ہوئی۔ حالانکہ بقول فرینکن ”خونی جنگ“ ہوئی۔ روہیلے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ضابطہ خان کا پورا خاندان مرہٹوں کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد شاہ عالم کے حکم سے تمام افراد کو باعزت طور پر ضابطہ خان کے قلعہ غوث گڑھ پہنچا دیا گیا ۱۶۹۔

حضرت مظہر کے ایک ارادت مند مجدد حسن خان زادہ نے روہیلوں کی ایذا رسانی کی حضرت مظہر سے شکایت کی ہے :

روہیلہ یا مردمان را ایذا رسانند ، این ہمہ رویداد پیش
نواب صاحب عرض نمود و نواب صاحب مذکور بطرف
شیخ قاسم ۱۷۰ بطریقہ قدغن نوشتہ است ۱۷۱۔

نجیب الدولہ کی عقیدت :

یوں تو نجیب الدولہ کو علماء و مشائخ سے بہت عقیدت تھی لیکن اسے اپنے دو معاصرین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت میرزا مظہر جان جالان سے خاص عقیدت تھی۔ حضرت مظہر لکھتے ہیں :

نواب درین ایام با فقیر بسیار حسن ظن بہم رسانیدہ ۱۷۲۔

اس نے آرزو کی کہ آپ میرے علاقے میں مستقل قیام فرمائیں :

(نواب) آرزوی آن دارد کہ در ملک او اقامت نماید و درین

باب خطہا نوشتہ و در منہل نیز رو برو گفتہ بود ۱۷۳۔

اس نے حضرت مظہر کے لیے چالیس روپے ماہوار وظیفہ تجویز کیا :

نجیب الدولہ . . . چہل روپیہ برائے فقیر تجویز شدہ

بود ۱۷۴۔

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مظہر نے یہ وظیفہ قبول نہیں کیا۔

نجیب الدولہ اور حضرت مظہر کے مریدین :

حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مرید مختلف امراء کے ہاں ملازم تھے۔ اس طرح ان کی معاشی خوش حالی کے علاوہ ان مریدین کے ذریعے حضرت مظہر سیاست اور معاشرت کو آلودگی سے پاک کرنے کے مشن کو پورا کر رہے تھے۔ ذیل میں چند مثالیں دی جا رہی ہیں :

حضرت قاضی ثناء اللہ ہانی پتی اپنے دور کے مقتدر عالم اور حضرت مظہر کے سب سے مشہور خلیفہ تھے۔ ان کے بارے میں بعض لوگوں نے نجیب الدولہ سے شکایات کیں تو حضرت مظہر نے قاضی صاحب کو لکھا :

نوشتہ بودم کہ اگر از مردم ہانی پت کسی در لشکر
نواب نجیب الدولہ اظہار شکایت مولوی صاحب نماید باید
کہ او را دخل ندهند و حرف او نشنوند و ازین معنی
نواب را نیز آگاہ سازند . . . و برحیم خان خان زادہ لیز
نوشتم کہ نواب افضل خان ۱۷۵۵ را از کجالات مولوی
(ثناء اللہ ہانی پتی) آگاہ ساختہ رخنہ فریاد مردم ہانی پت
بستہ دارد . . . و ملاقات افضل (خان) بکنند و ملاقات
نجیب الدولہ ہم بکنند ۱۷۶۶ . . .

ایک اور عقیدت مند میر محمد مبین خان جن کا ذکر خلفاء حضرت مظہر کے باب میں آیا ہے، کے والد سید حشمت خان بہادر شہسوار جنگ ۱۷۷۷ سے بھی حضرت مظہر کے مراسم تھے۔ میر محمد مبین خان بھی نجیب الدولہ سے ملے تھے اور وہ ملاقات "عجب فوز عظیم" کا درجہ رکھتی تھی۔ انہوں نے اس کی اطلاع خود حضرت مظہر کو ان الفاظ میں دی ہے :

امروز کہ ہژدہم و روز شنبہ است ، نجیب خان کوچ
کردہ . . . درین ہنگامہ نعمت ملاقات نواب صاحب زاد اللہ
دولت و برکاتہ ، عجب فوز عظیم بدست آمدہ ۱۷۸۸ . . .

حضرت مظہر، نجیب الدولہ سے اپنے مریدین کی نوکری کے لیے سفارش بھی کیا کرتے تھے، اسی طرح دیگر امور کے علاوہ اس امر کی نشاندہی بآسانی ہو جاتی ہے کہ ان امراء کے لشکروں میں حضرت مظہر کے متوسلین حضرت مظہر کی نمائندگی کر رہے تھے۔

میاں پیر علی جوگہ زوجہ حضرت مظہر کا متبنی تھا ، کی نوکری کے لیے حضرت مظہر نے نجیب الدولہ سے سفارش کی تھی :

برائے میاں پیر علی بخدمت نواب نجیب الدولہ بہادر در
مقدمات نوکری نوشتہ بودیم ۱۷۹

ایک اور مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ پیر علی واقعی نوکری حاصل کر کے لشکر کے ساتھ چلا گیا تھا ۔ لکھتے ہیں :

از روزیکہ شاہ علی بہ لشکر رفتہ است بخانہ رفتہ ام ۱۸۰ ۔

مولوی محمد یونس مرحوم کا بیٹا بھی نجیب الدولہ سے متوسل تھا اس کا یومیہ بند ہو گیا تو حضرت مظہر کی خدمت میں اس کی بحالی کے لیے حاضر ہوا ۔ لیکن ان دنوں نجیب الدولہ نہ صرف بیمار تھا بلکہ معاشی طور پر بدحال بھی تھا ۔ لکھتے ہیں :

چون نجیب الدولہ بیمار است و مرئی ہم قوی نبود ، کار
صورت نگرفت ۔ بنای چاری مراجعت بوطن کردند ۱۸۱ ۔

لیکن ان حالات میں بھی حضرت مظہر نے اس کی سفارش کرنے سے گریز نہیں کیا ۱۸۲ - ۱۱۸۳ھ / ۱۷۷۰ء میں نجیب الدولہ استسقا کے مرض میں مبتلا تھا جب کہ مرہٹوں نے رام چندر گیش کی سرکردگی میں جنگ پانی پت کا انتقام لینے کے لیے جرار لشکر بھیجا تو نجیب الدولہ بیمار ہونے کے باوجود کرنال سے نکل کھڑا ہوا اور جنگ کا رخ اودھ کی طرف موڑ دیا ۱۸۳ - اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خط ۱۱۸۳ھ / ۱۷۷۰ء میں لکھا گیا ۔

نجیب الدولہ کے حضرت مظہر کے مریدوں سے اس قدر اچھے مراسم تھے کہ وہ براہ راست اس سے نوکری کے لیے ایک دوسرے کی سفارشات کیا کرتے تھے ۔ لوائح خانقاہ مظہریہ میں شامل ”مکاتیب مابین متوسلین حضرت مظہر“ میں دو رقعات ۱۸۳ اسی نوعیت کے ہیں ۔ دوسرے مکتوب میں ایک مرید نے شاہ نور اللہ کی سفارش کی ہے ۱۸۵ ۔

نواب ارشاد خان جوگہ حضرت میرزا مظہر کے خلیفہ ، حضرت خواجہ عبداللہ انصاری کی اولاد اور امین الدین خان بہادر سنبھلی مخاطب بہ امین الدولہ کے صاحب زادے تھے اور اعتضاد الدولہ خطاب پایا تھا ۱۸۶ ،

حضرت مظہر نے نجیب الدولہ سے ان کی موافقت کروانے کے سلسلے میں اہم اقدامات کیے تھے ۔

تنگی معاش سے گھبرا کر انہوں نے ایک خط حضرت مظہر کو لکھا تھا جس کے بہ الفاظ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں :

امیدوارم کہ تنقیح مقدمات مفصل دریافتہ ارشاد شود
چہ از برآمدن خانہ و چہ از موافقت نجیب الدولہ ۱۸۷۷ ۔

پھر آنولہ میں نجیب الدولہ اور نواب ارشاد خان کی ملاقات ہو جاتی ہے :

صبح روز یک شنبہ . . . در آنولہ رسید . . . دیروز صبح
اول وقت نماز سحر گرفتہ سوار شدہ رقم ، در حواس باختگی
ملاقات کردم و رخصت گرفتم ، لیکن با دوندے خان
بہادر کہ بعد انتظار دولت ملاقات (میسر) شد ۱۸۸۷ ۔

نواب ارشاد خان کے فرزند ظفر علی خان ، حضرت مظہر کو بہت عزیز تھے ۱۸۹۱ ۔ ان کے روزگار کے سلسلے میں حضرت مظہر نے نواب دوندے خان اور نجیب الدولہ دونوں سے پُر زور سفارش کی تھی ۱۹۰۰ ۔

الفضل الدولہ :

افضل خان افضل الدولہ ، نجیب الدولہ کا بھائی تھا ۱۹۱۱ ۔ جب سکھوں نے پانی پت پر حملے کیے تو اسے ان کی تنبیہ کے لیے مقرر کیا گیا ، پانی پت کا بندوبست بھی اسی کے سپرد تھا ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ایک خط میں حضرت مظہر کو لکھتے ہیں :

کار پانی پت وغیرہ اکثر بالفعل بہ افضل الدولہ متعلق
گشتہ لہذا غلام ہم ارادہ ملاقات افضل الدولہ دارد ۱۹۲۲ ۔

بعض حامدین نے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی نجیب الدولہ اور افضل الدولہ سے شکایت کی ۔ قاضی صاحب کے ایک خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ افضل الدولہ کے لشکر کا پیش امام اور کئی رسالدار حضرت مظہر کے متوسلین میں سے تھے :

چون در لشکر افضل الدولہ کسی آشنای غلام نیست
لہذا بجناب عالی معروض می دارد ، چون پیش امام

افضل الدولہ در جناب عالی داخل طریق است و بعضے رسالہ داران ہم بندگی دارند امیدوار است کہ شقہٴ خاص بنام پیش امام و آشنایان از رسالداران مرحمت شود کہ ثناء اللہ بما توسل دارد ، در امور مرجوعہ او امداد و اعانت لازم ۱۹۳ -

حضرت مظہر نے اس سلسلے میں سفارشی رقمے ، خانزادہ رحیم خان اور خانزادہ محمد حسن کے نام ارسال کرنے کی اطلاع قاضی صاحب کو دی ہے ، کہ اگر نجیب الدولہ کے لشکر میں کوئی مولوی ثناء اللہ کی شکایت کرے تو اس پر کان نہ دھرے جائیں ۱۹۳ -

ملا رحیم داد اور حضرت مظہر :

ملا رحیم داد خان ایک باہمت روہیلہ سردار تھا ۔ پولیس نے بھی اعتراف کیا ہے کہ وہ ایک با اصول ، وعدہ کا پابند ، مذہبی اور متشرع انسان تھا ۱۹۵ - ابتدا میں وہ نجف خان کا ملازم تھا ، اس کی جرأت اور حب الوطنی نے اس کے بہت سے دشمن پیدا کر دیے ۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ چونکہ وہ لالچی تھا اس لیے نجف خان کی ملازمت ترک کر کے کبھی جاٹوں سے مل جاتا اور کبھی عبدالاحد خان سے ۱۹۶ ، لیکن ہمارے پیش نظر حضرت مظہر کے مکاتیب کے جو مجموعے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ حضرت مظہر کے مشورے سے ملک دشمن ایرانی پارٹی جس کا سربراہ نجف خان تھا کو چھوڑ کر تورانی پارٹی کے لیڈر اور حضرت مظہر کے مکتوب الیہ عبدالاحد خان سے منسلک ہو گیا تھا ۔

اگرچہ نجف خان کی بدولت اُسے دربار دہلی سے بہت کچھ مل گیا ۱۹۷ - سوئی پت اور پانی پت کے علاوہ اس سے متصل دو اور پرگنے دے کر اُسے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا گیا ۱۹۸ - خوشونت سنگھ نے بغیر کسی حوالہ کے لکھا ہے کہ وہ پانی پت کا صوبے دار تھا ۱۹۹ - تاریخ پٹیالہ کے ایک اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہانسی کا بھی حاکم تھا ۲۰۰ - لیکن بہت جلد اُس نے جاٹوں ، سکھوں اور نجف خان کے مقبوضات پر قبضہ کر کے اپنی حدود کو اتنی وسعت دی کہ اُس کی کارروائیاں بقول پولیس ”عبدالاحد خان سے بھی دو ہاتھ بڑھ گئیں“ ۲۰۱ اور یہ کہنا مشکل تھا کہ

اس کے قدم کہاں ٹھہریں گے۔ اگر قسمت ساتھ دیتی تو وہ نجف خان کے لیے ایک ایسا دشمن ثابت ہوتا جو اس نے کبھی نہ دیکھا ہوتا ۲۰۲۔

اتفاق ایسا ہوا کہ وہ علاقہ جیند فتح کرنے کے بعد ۱۷۷۸ء میں واپس آ رہا تھا کہ سکھوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ اور اس کے ساتھی بالکل بے خبر تھے۔ ملا رحیم داد زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسا ۲۰۳۔

حضرت مظہر گو اس قابل اور مخلص مسلم جرنیل کی شہادت پر بہت افسوس ہوا تھا۔ آپ کے مکتوبات سے چند اقتباسات کے ذریعے اس وقت کے سیاسی حالات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

ایک مکتوب میں حضرت قاضی ثناء اللہ ہانی پتی کو اطلاع دینے ہوئے لکھتے ہیں کہ جاٹوں سے شکست کھانے کے بعد ملا رحیم داد میرے پاس آیا ہے۔ اس نے دس ہزار ۲۰۴ کا لشکر جمع کر کے سرہند کو سکھوں سے بچانے کا عزم کر لیا ہے :

ملا رحیم داد از دست قوم جاٹ ہزیمت خوردہ این جا رسید و مجدالدولہ (عبدالاحد خان) محلات ہانی پت و سونی پت و کرنال وغیرہ در وجہ جائیداد او دادہ و بتوقع تنبیہ کفار سکھ و تصرف بر سرہند، با دہ ہزار سوار و پیادہ، این مرد را چاکر گرفت، و این مرد ہا فقیر معرفی داشت اما حالا نماند کہ بدانستم بوطن رفت۔ و بیچ از مخصوصان فقیر با او ہمراہ نیست۔ و جماعت کثیر از صاحبزادہ ہای سرہند ہمراہ او ہستند ۲۰۵۔

حضرت مظہر کے ایک مکتوب سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ ہانی پت کا ناظم بننے کے بعد حضرت مظہر کی ہدایت پر قاضی ہانی پت حضرت ثناء اللہ سے بھی ملتا رہتا تھا۔ حضرت مظہر تجسس کے ساتھ اس صحبت کا حال معلوم کرنا چاہتے ہیں :

از صحبت خود با ملا رحیم داد بنویسند ۲۰۶۔

ایک اور مکتوب میں ہے کہ جب ملا رحیم داد ہانی پت سے بعض معاملات کے لیے دہلی آیا تو حضرت مظہر سے ملاقات کے دوران ملا لیم

کی خیریت اور پیغام پہنچایا :

’ملا رحیم داد برائے ملاقات فقیر آمدہ بود خبر خیریت
شا رسانید و گفت کہ آدم از وطن آمدہ و خط بنام فقیر
آوردہ ، ظاہراً آن خط گم شدہ ۲۰۷

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مظہر کے خلیفہ ’ملا نسیم (ساکن و
مدفون ریاست دیر) بھی ’ملا رحیم داد سے تعلق رکھتے تھے یا اس کے
لشکر میں شامل تھے ۲۰۸۔

حضرت مظہر نے اپنے سابقہ مکتوب میں قاضی صاحب کو لکھا تھا
جو لشکر اس وقت سرہند کو سکھوں سے آزاد کرانے کے لیے ’ملا رحیم داد
کی سرکردگی میں جا رہا ہے ، اس میں میرے متعلقین میں سے کوئی بھی
نہیں ہے ، لیکن بعد میں یہ کمی بھی پوری ہو گئی اور آپ کے بہت سے
مخلصین اس مجاہد کے لشکروں میں شامل ہو گئے۔ بعض اشارات ملاحظہ ہوں :

معلوم شد کہ ایشان (برخوردار عبدالاحد) مع میر صاحب و
ہر سہ برخورداران بہ لشکر ’ملا رحیم داد رفتہ اند۔ خدا
این حرکت را مبارک کند ۲۰۹۔

قاضی صاحب کو ایک اور مکتوب میں اطلاع دیتے ہیں :
بنائے چارہ برائے تدبیر معاش ہا دو کس از یاران
طریقہ حافظ محبوب علی و عزیز خان روہیلہ روانہ لشکر
’ملا رحیم داد شدہ اند ۲۱۰۔

حضرت مظہر کے ایک خلیفہ حضرت محمد احسان بھی ’ملا رحیم داد
کے لشکر میں شامل تھے۔

قاضی صاحب کو یہی اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں :
میاں محمد احسان صاحب از یک ہفتہ ، مع خط فقیر بنام
شا ، روانہ لشکر رحیم داد شدہ اند ۲۱۱۔

صاحب مقامات مظہری خود صاحبزادہ محمد احسان کی زبانی لکھتے ہیں :
’ملا رحیم داد کے لشکر کی کفار سے شکست کے وقت میں
بھی اس لشکر میں موجود تھا ۲۱۲۔

سابقہ اوراق میں 'ملا رحیم داد کے سکھوں کے ہاتھوں شہید ہونے کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ حضرت مظہر کو اس سانحہ کا بڑا صدمہ پہنچا تھا۔ ایک خط میں اس خبر وحشت اثر کا تذکرہ کرتے ہوئے جس طرح اطلاع دی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لالہ ہرپرشاد بن کیول رام بھی اس لشکر میں شامل تھے :

از دیروز خبر متوحش شہادت 'ملا رحیم داد و تباہی لشکر اسلام مشہور است بعض پیر زادہ ہا و میاں محمد احسان جیو و لالہ ہرپرشاد جیو را خدا حافظ باد ۲۱۳۔
... و سانحہ 'ملا رحیم داد فتنہ' عظیم است ۲۱۴۔

قتل 'ملا رحیم داد و شکست لشکر اسلام از دست کفار و آمدن تھانہ' کفار در پانی پت اندیشہ' اتلاف محصولات و ملک نگہ ہمہ معلوم شدہ ۲۱۵۔

... قتل رحیم داد بن وجہ جائے افسوس است و بن وجہ مقام شکر، سر آن گفتہ خواهد شدہ ۲۱۶۔

مجدالدولہ :

عبدالاحد خان مخاطب بہ، مجدالدولہ کشمیری، نواب عبدالمجید خان مجدالدولہ کشمیری کا بیٹا تھا۔ احمد شاہ بادشاہ دلی کا بخشی سوم تھا ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء میں فوت ہوا۔ عبدالاحد خان کے ابتدائی حالات معلوم نہیں ہیں۔ ۱۱۸۳ھ/۱۷۷۱ء میں وہ شاہ عالم کے پاس مرہٹوں کا وکیل بن کر فرخ آباد پہنچا، بہت چالاک تھا۔ ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء میں حسام الدولہ معزول ہوا تو اسے نیابت وزارت ملی۔ اور سابقہ خطاب مجدالدولہ پر "عمدۃ الامراء فرزند خان" کے خطاب کا اضافہ ہوا۔

دربار شاہی میں مجدالدولہ کا زبردست حریف صرف مرزا نجف خان تھا اس نے ابتداً حسام الدولہ کو زیر کرنے کے لیے اس کا ساتھ دیا تھا، مگر آخر میں دونوں ایک دوسرے کے بدخواہ بن گئے۔ اس نے نجف خان کو لیجا دکھانے کے لیے روپیوں اور مرہٹوں کو ساتھ ملایا۔ مازش کا جب انکشاف ہوا تو نجف خان نے مجدالدولہ کو بادشاہ کی اجازت سے گرفتار کر لیا اور مجدالدولہ سے ذاتی اغراض کے حصول کے لیے افراسیاب خان نے اس کی

رہائی کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب ہو گیا۔ اُسے ۱۱۹۶ھ/۱۷۸۲ء میں ”دیوانی خالصہ شریفہ“ کا عہدہ اور خلعت ملا۔ لیکن بہت جلد افراسیاب خان سے بھی اس کے تعلقات خراب ہو گئے اور اس نے ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء میں اس کا مال اسباب ضبط کر کے علی گڑھ کے قلعہ میں قید کر دیا۔ افراسیاب خان کے قتل کے بعد اُسے پھر رہائی ملی۔ لیکن افراسیاب خان کے خسر شجاع دل خان نے اُسے بادشاہ سے کسی قسم کی رعایت نہ ملنے دی۔ اس کے بعد مجددولہ کا نام تاریخ کے اوراق سے گم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ ۱۷۸۸ء میں اس کے انتقال کی خبر ملتی ہے ۲۱۷۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے ساتھ اس کے تعلقات تھے۔ شاہ صاحب کے ان باپ بیٹا دونوں کے نام خطوط ملتے ہیں ۲۱۸۔ جن میں شاہ صاحب انہیں مسلم دشمن طاقتوں کے استیصال کی دعوت دیتے ہیں۔

چونکہ حضرت مظہر نجف خان سے کبیدہ خاطر تھے اس لیے اس کے مقابلے میں مجددولہ کو بہت پسند فرماتے تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دربار شاہی میں باریابی سے بہت پہلے حضرت مظہر سے مجددولہ کے اچھے تعلقات تھے۔

لیکن ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء میں جب اُسے بادشاہ کے مزاج میں خاصا رسوخ حاصل ہو گیا اور اُسے دوسرا خطاب ”عمدۃ الامراء فرزند خان“ ملا تو اس کے مزاج میں تغیر آ گیا۔ اس موقع پر آپ نے اپنے مخلص ترین خلیفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے لیے بھی اُس سے سفارش کرنا پسند نہ فرمائی لکھتے ہیں:

بجانب مجددولہ کہ بعد ترقی ایشان سلامی و رقعہ از ایشان بہ فقیر نرسیدہ و تغیر مزاج ایشان در عروج مراتب دولت مشہور است، نوشتن مناسب وضع فقیر لیست... اگر مجددولہ اخلاص دارد و حرکتی از طرف او واقع می شود البتہ مرقوم خواہد شد ۲۱۹۔

نواب قاسم علی خان (ناظم بنگال) جس کے حضرت مظہر سے مراسم تھے ۲۲۰، کے ہارے میں حضرت مظہر نے اطلاع دی ہے کہ مجددولہ اُس کی بادشاہ کے حضور میں حاضری اور ملازمت کے سلسلے میں مالع ہے ۲۲۱۔

حضرت مظہر کی سودائی بیوی مردم محل کی کچھ مزروعہ جائیداد تھی جسے روہیلوں کی فوج نے ہاسال کر دیا تھا۔ اس جائیداد کی خاطر حضرت مظہر کو اپنی قدیم وضع یعنی توکل کے خلاف مجددولہ کی مدد لینا پڑی ایک خط میں قاضی صاحب کو لکھتے ہیں :

امروز تا فردا پروانہ دہہ پیش عبدالاحد خان (مجدالدولہ)
روانہ می گم ، خلاف رسم قدیم ، یعنی قاعدہ توکل
سازگار با ما نشد ۲۲۲۔

ایک اور مکتوب میں اہم ترین سیاسی اطلاعات ملتی ہیں ملاحظہ ہو :

دریالہ بادشاہ و نجف خان و عبدالاحد خان ، بعد عہد و
ہیان ، مراجعت بدہلی قرار یافت و ضابطہ خان ، بعد عفو
تقصیرات و عطایای زیادہ بر حوصلہ او ، معہ نجف قلی خان
برائے تنبیہ سکھان مقرر شد۔ و پس از ملازمت
راجائے جے پور کہہ تقبل دہ لک روپیہ پیش کش کردہ ،
ہفدہم این ماہ کوچ لشکر باین طرف می شود ۲۲۳۔

اس خط میں مذکور اشارات کی تفصیل یہ ہے کہ جے پور کے راجہ
مادھوسنگھ کے انتقال پر اس کا نو عمر بیٹا پرتاب سنگھ گدی پر بیٹھا۔ اس نے
اپنے سرپرستوں کے کہنے سے شاہ عالم ثانی کو روایتی پیشکش نہیں بھیجی۔
بادشاہ نے مجددولہ کے مشورہ سے اس کی ریاست پر چڑھائی کی۔ فوج کی
کمان مجددولہ کے سپرد ہوئی۔ مجددولہ کے مشوروں میں شروع سے عناد
کا جذبہ کام کر رہا تھا۔ وہ بادشاہ کو نجف خان سے دور رکھنا چاہتا تھا ،
لیکن نجف خان نے بھالپ لیا۔ ادھر پرتاب سنگھ کے وزیروں نے بھی سپر
ڈال دی۔ نجف خان کے پہنچنے پر بادشاہ نے یہ طے کیا کہ دونوں وزیر
مل کر خراج کی رقم مقرر کریں۔ نجف خان نے سکھوں سے صلح کر کے
ضابطہ خان کو جو سکھوں کا ساتھی اور ہمدرد ہو گیا تھا اور بادشاہ
عالم شاہ ثانی کا دشمن تھا ، سلطنت کا حامی بنا لیا۔ بادشاہ نے معاف کر دیا
تو نجف خان نے ایسے سکھوں کی سرکوبی کے لیے آمادہ کیا۔ ہواہر نے لکھا
ہے کہ پیش کش کی رقم آٹھ لاکھ اور فرہنگن نے پانچ لاکھ اور سرکار کی
تخلیق کے مطابق دو لاکھ تھی ۲۲۳۔

۱۷۷۹ء میں سکھوں نے اچانک شورش برپا کر دی اور مغل بادشاہ

کی حدود میں داخل ہو کر لوٹ مار کرنے لگے اور کربلا تک پہنچ گئے۔ اس شورش کو دبانے کے لیے مجدد الدولہ کی کان میں فوج بھیجی گئی، لیکن وہ اس مہم میں ناکام رہا سکھوں نے اس کو فریب دیا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فریب کھانے میں خود مجدد الدولہ کا ہاتھ تھا۔ بادشاہ نے فوراً نجف خان کو طلب کیا۔ لیکن اس کے آنے سے پہلے ہی مجدد الدولہ دہلی پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنی صفائی میں بہت کچھ کہا۔ شاہ عالم نے اس کی صفائی کو بظاہر تسلیم کر لیا لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ مجدد الدولہ کو سزا ضرور ملی۔ حضرت مظہر نے مجدد الدولہ کی گرفتاری سے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس کی پوری تائید تاریخ کی کتابوں سے ہوتی ہے۔ فراقی نے اس کی گرفتاری کی تاریخ کا قطعہ لکھا تھا ۲۲۵۔

حضرت مظہر نے مذکورہ واقعات کے اشارے اپنے ایک اہم مکتوب بنام قاضی ثنا اللہ ہانی پتی میں کئے ہیں ۲۲۶۔

لیکن نجف خان کے مقابلے میں مجدد الدولہ کی عوام میں زیادہ مقبولیت تھی۔ حضرت مظہر بیان محمد قاسم کو لکھتے ہیں:

جس دن سے نجف خان آیا ہے، اس شہر میں فقیر سے لے کر بادشاہ تک ہر شخص کی حالت خراب ہے ہر خاص و عام کی زبان پر مجدد الدولہ کی رہائی کا ذکر ہے۔ ۲۲۷۔

مجد الدولہ کے بھائی ابوالقاسم خان کے ساتھ بھی حضرت مظہر کے اچھے تعلقات تھے۔ کئی خطوط میں اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اعظم الدولہ ابوالقاسم خان اگرچہ دونوں ٹانگوں سے معذور تھا۔ لیکن اپنی انتظامی صلاحیت، سیاسی تدبیر اور جرأت و دلیری کے لیے ممتاز تھا۔ ضابطہ خان نے اس کے خلاف سرکشی کی تو اس نے جنگ کرنے کے لیے مجدد الدولہ کو بھیجا۔ وہ ۱۱ مارچ ۱۷۷۶ء کو نہایت دلیری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

حضرت مظہر نے اپنے ایک متومل غلام مرتضیٰ کے بارے میں اسے لکھا تھا کہ اسے اپنے ہاں ملازمت دے دے ۲۲۸۔

ایک اور خط میں اس کی بے چارگی و بے کاری کا ذکر کیا ہے:

ابوالقاسم خان بے چارہ در قصبہ میرٹھ پیکار افتادہ ۲۲۹۔

مندرجہ بالا سطور میں اس کے ضابطہ خان روپیلہ کے ہاتھوں مارے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب حضرت مظہر تک اس کی اطلاع پہنچی تو الہوں نے اس موت کو شہادت کا درجہ دیا :

سانحہ شہادت نواب ابوالقاسم خان مرحوم کہ دل را
داغ گرده است روز پنجشنبه بیست و سوم محرم واقع
شد و داد مردانگی داد خدایش یا مرزاد ۲۳۰ . . . و الم
مرگ ناگہانی نواب ابوالقاسم خان از دل نمی رود ۲۳۱ -

عہد الملک :

میر شہاب الدین عہد الملک بن امیرالامراء غازی الدین فیروز جنگ بن آصف جاہ اول - پہلے میر بخشی مقرر ہوا ، خدمات کے صلے میں عہد الملک کا خطاب ملا۔ صفدر جنگ اور مرہٹوں نے مل کر جب دہلی پر حملہ کیا تو چھ ماہ کی مسلسل لڑائی کے بعد صفدر جنگ کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد وزیر انتظام الدولہ (۱۷۵۳ - ۱۷۵۴ء) کے ساتھ اس کی حصول اقتدار کے لیے سخت کوشش اور کامیابی کے بعد عہد الملک نے اپنے بچاؤ کے لیے مغل بادشاہ احمد شاہ کو گرفتار کر کے اٹھا کر دیا ، عالمگیر ثانی کو تخت پر بٹھا کر پنجاب کی طرف متوجہ ہوا۔ مغلانی بیگم زوجہ معین الملک وہاں کی گورنر تھی۔ اس نے اُسے گرفتار کر لیا اور آدینہ بیگ کو یہاں کا گورنر بنا دیا۔ جس کے نتیجے کے طور پر درانی نے حملہ کر کے عہد الملک کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کے معافی مانگنے پر اُسے رہا کر دیا۔ درانی نے بادشاہ کے کہنے پر نجیب الدولہ کو امیرالامراء کا عہدہ دے دیا ، عہد الملک اسے برداشت نہ کر سکا۔ اور ایک مرتبہ پھر سیاست کو الجھا دیا۔ ۱۷۵۹ء میں عالمگیر ثانی اور انتظام الدولہ کو قتل کر دیا گیا۔ جب درانی نے یہ خبر سنی تو پھر دہلی کا رخ کیا۔ اب عہد الملک سورج مل جاٹ کے قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ اس کے بعد وہ سیاست سے کنارہ کش ہو کر حج کو چلا گیا۔ وہاں سے کالی آہا جہاں اس کا ۱۷۱۵ء/۱۸۰۰ء میں انتقال ہو گیا۔ اس کی لاش وہاں سے پاک پن لاکر دہلی کی گئی ۲۳۲ -

سیاسی جوڑ توڑ کے علاوہ اس کی زندگی کا دوسرا پہلو خاصا قابل ستائش

ہے۔ وہ حضرت شاہ ولی اللہ کا معتقد اور مکتوب الیہ ۲۳۳، حضرت مظہر کے اس کے نام چار خطوط ۲۳۳، حضرت شاہ فخر جہاں دہلوی سے گہری عقیدت اور ان کے حالات پر اس کی مایہ ناز تصنیف مناقب فخریہ ۲۳۵ اور دیگر علماء و مشائخ کے ساتھ اس کی مسلسل صحبت و عقیدت اور عربی، فارسی، ترکی، کشمیری، افغانی (پشتو) اور مرہٹی زبانوں میں اس کی مہارت مسلمہ تھی۔ وہ صاحب دیوان شاعر بھی تھا اور نظام تخلص کرتا تھا۔ مدت تک ایک فقیر شمس الدین کو ہمراہ رکھا ۲۳۶۔

اس وقت ہم اس کے حضرت مظہر سے تعلقات کا ذکر کر رہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی امور میں الجھنے سے پیشتر اس کے حضرت مظہر سے خاصے اچھے تعلقات تھے۔ آپ نے اسد یار خان کی معافی کے سلسلے میں اُسے خط لکھا اور سفارش کے لیے یہ بنیاد بنائی:

آپ کی دوستی نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا ہے جو اس کے بارے میں دو چار حرف لکھے ہیں ۲۳۷۔

ان کے علاوہ میر سبین خان اور مرزا محمد علی بیگ کی بھی سفارش کی گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مظہر کے کئی معتقدین عہد الملک سے منسلک تھے۔ آپ ایک خط میں اُسے لکھتے ہیں:

آپ کو چاہیے کہ ہمارے مخصوص لوگوں کے ساتھ امر معاش اور زبانی التفات دونوں میں خاص توجہ رکھیں۔ یہ فقیر کی خوشنودی کا باعث ہے۔ درویشوں کی رضامندی دین اور دنیا کی ترقی کا باعث ہوتی ہے ۲۳۸۔

عہد الملک سیاسی امور میں لوگوں کا مشورہ قبول کرنے میں عجلت سے کام لیتا تھا۔ ایک خط میں اُسے یہ بصیرت افروز نصیحت فرمائی ہے:

جاننا ہوں کہ تمام شعور اور فراست کے باوجود آپ کو خود غرض لوگوں کے مشورے قبول کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔۔۔۔

نہ صرف عہد الملک بلکہ اُس کا والد نواب غازی الدین خان فیروز جنگ (م ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء) بھی حضرت مظہر کا مرید تھا۔ اس کا معمول تھا

کہ جب کبھی وہ نئی عمارت بنوانے یا باغ لگوانے کا ارادہ کرتا تو پہلے حضرت مظہر کی دعوت و ضیافت کرتا ، اور تقریب سے تین دن پہلے مسلسل تین روز روزہ رکھتا اور تھوڑی سی آس سے افطار کرتا ۔ دعوت سے ایک دن پہلے بادشاہ سے عرض کرتا کہ کل مجھے ایک ضروری کام ہے اس لیے میں حاضر ہونے سے معذور رہوں گا ۔ ملازموں سے کہتا کہ کل میرے پاس کوئی نہ آئے ۔ جب حضرت مظہر کے لیے سواری بھیجتا تو اس وقت سے دروازے پر کھڑا آپ کا انتظار کرتا ۔ کھانے پینے کا اہتمام محل خاص (اہلیہ) کے ذمے ہوتا ۔ وہ بھی حضرت مظہر سے بیعت تھی ۔ نواب فیروز جنگ کہا کرتا تھا کہ یہ سب میں اس لیے کرتا ہوں کہ حضرت مظہر کا مزاج ہماری بشری ظلمت و کدورت کی وجہ سے متغیر نہ ہو ۔ وہ حضرت کو محل خاص میں لے جا کر خدمت و ضیافت کرتا اور جو کچھ کہنا ہوتا کہتا ۲۳۹ ۔

ایک بار حضرت مظہر رخصت ہونے لگے تو نواب فیروز جنگ نے آپ کے جوتے سیدھے کرنا چاہے لیکن ان کے لڑکے عہاد الملک نے دوڑ کر جوتے سیدھے کر دیے ۔ نواب نے اس پر خفگی کا اظہار کیا ۲۴۰ ۔

محمد حسین آزاد نے اب حیات میں ایک عقیدت مند رئیس کے اپنے ہاتھ سے پانی پینے اور آب خورہ ٹیڑھا رکھنے کے جس واقعے کا ذکر کیا ہے وہ نواب عہاد الملک کے ساتھ پیش آیا تھا ۔ پورا واقعہ مولوی نعیم اللہ نے بیان کیا ہے کہ :

نواب عہاد الملک اپنی وزارت کے زمانے میں ایک دن حضرت مظہر کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اس نے حاضرین مجلس میں سے ایک شخص سے پانی مانگا ۔ آپ نے فرمایا میزبان میں ہوں . . . ناچار اس نے خود اٹھ کر پانی پیا اور عرض کیا کہ ارشاد ہو تو دو ہوشیار خادم خاتقاہ کے صوفیہ کے لیے مقرر کر دیے جائیں . . . حضرت مظہر نے کہا سبحان اللہ آپ ہندوستان کے وزیر ہیں اور اس کے باوجود آپ نے آبخورہ سراہی پر ٹیڑھا رکھا کہ اسے دیکھ کر ہمارا دماغ پریشان ہو رہا ہے پھر آپ کے خادموں سے ہم قبروں کی کیا خدمت ہو سکے گی ۲۴۱ ۔

ایک دن عہد الملک جبکہ عالمگیر ثانی کے ساتھ اس کے اچھے تعلقات تھے ، عالمگیر ثانی کو حضرت مظہر کی خدمت میں لے آیا ۔ بعد میں شہزادے آئے ۔ انہوں نے حضرت کو مجرا عرض کیا ۔ حضرت نے فرمایا ان لوگوں کا کوئی اتالیق ہے یا نہیں ؟ مجرا صرف بادشاہ کو عرض کیا جاتا ہے ۔ قبیروں اور عالموں کے لیے سلام علیک بس ہے ۲۳۲ ۔

لیکن اس انتہائی عقیدت کے باوجود حضرت مظہر ان کے تحائف قبول نہیں فرماتے تھے ۔ ایک مرتبہ سخت سردی کے موسم میں جب نواب فیروز جنگ مذکور نے آپ کے کندھے پر پرانی چادر دیکھی تو آکھیں بھر آئیں اور اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ ہاری کس قدر بدبختی ہے کہ جب ہاری آپ سے ارادت مسلمہ ہے تو پھر بھی آپ ہارا ہدیہ نیاز قبول نہیں کرتے ۲۳۳ ۔ نصیحت کے طور پر کہا :

معلوم ہوا ہے کہ آپ کے اقران و امثال یعنی دوسرے سلاطین (قلعہ کے شہزادے) اپنے رشتہ داروں کے ذریعے امر معہود یعنی امر خلافت میں آپ سے خط و کتابت کر رہے ہیں اور مصلحت کی وجہ سے ہر ایک کی بات قبول کر لیتے ہیں ۲۳۴ ۔ اسی خط میں نہایت وثوق سے فرماتے ہیں :

فقیر بیگانگی کے باوجود ایک ایک (امیر) کے حال سے باخبر ہے ۲۳۵ ۔

دوسرے خط میں لکھا ہے :

... شہر کے حال سے لے کر محل کی خبروں تک فقیر سے کچھ نہیں چھپا اور جو کچھ حقیقت ہے فقیر تک پہنچ جاتی ہے ۲۳۶ ۔

حضرت مظہر کے ایک معتقد غلام عسکری خان جن کا حال اس کتاب کے باب خلفاء میں مفصل درج ہے ، وہ بھی عہد الملک سے منسلک تھے اور اس کے مزاج میں خاصا رسوخ پیدا کر لیا تھا ۔ حضرت مظہر نے غلام عسکری خان کو جو خطوط لکھے ہیں ، ان کے مطالعہ سے نہ صرف عہد الملک کو قدم قدم پر نصائح اور سیاسی امور میں مشوروں کا علم ہوتا ہے بلکہ آپ کی سیاسی بصیرت اور زمانہ کے شیب و فراز کے مشاہدہ کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

عہد الملک نے آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے مشروط ملاقات قبول کر لی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عہد الملک سورج مل جاٹ کے قلعوں میں پناہ لیے ہوئے تھا۔ لکھا ہے :

فقیر، نواب عہد الملک کی آرزو سے بہت شرمندہ ہے۔۔۔ لیکن شرط (ملاقات) یہ ہے کہ فقیر جاٹ (سورج مل) کے قلعوں میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ فقیر پانی (جمنا) کے کنارے تک نواب کی کوئی خاطر مدارات قبول نہیں کرے گا۔ خواہ وہ راضی ہوں یا نہیں۔ اگر تم (عسکری خان) سے ہو سکے تو نواب کو ان شرائط پر راضی کر کے اطلاع دو، تاکہ بہارا وہاں جانا بے کار نہ ہو، بعض آثار سے ملاقات کی توقع بہت کم ہے۔ ۲۳۷۔

عہد الملک کو ایک خط میں اپنے مفید مشورے دیے ہیں، غلام عسکری خان کو لکھتے ہیں :

۔۔۔ نواب سے کہیے منا ہے کہ راجا سے کدورت دور ہو گئی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہو گیا ہے تو اسے غنیمت سمجھیں اور اس ہندو سے کام لیں کہ اس زمانے میں کوئی اس سے بہتر نظر نہیں آتا اور پھر اسے آزر دہ نہ کریں (اور) جھوٹ بولنے والے دریدہ دہن خود غرض لوگوں سے کام خراب نہ کریں۔۔۔ اور چاہیے ایسی تدبیر کریں کہ لوگوں کو ان کے قول اور فعل پر اعتماد پیدا ہو جائے۔ ۲۳۸۔

ایک مبہم اور غیر واضح اشارہ سے قیاس ہوتا ہے کہ حضرت مظہر کی بیوی مردم محل کو عہد الملک نے کوئی باغ دیا تھا :

حالا از اندرون می خواہند بر آن باغ کہ بنام صاحبزادی از عہد الملک گرفتہ بودم، نیز تصرف نمایند۔ درین ایام حرص بر مزاج ایشان (مردم محل) مستولی شدہ ۲۳۹۔

عہد الملک کی حرص اور لالچ جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو

حضرت مظہر کی اس کے بارے میں آراء تبدیل ہونا شروع ہو جاتی ہیں ، ان میں سے ہم صرف چند مثالوں پر اکتفا کریں گے ۔

عادل الملک جب شکست گھا کر روہیلہ سرداروں کے پاس جاتا ہے تو وہ اُسے پناہ نہیں دیتے :

عادل الملک زندہ بہ فرخ آباد آمد و سرداران روہیلہ برفاقت
تن ندادند ۲۵۰ ۔

جب مرہٹوں کے ہاں اُسے امان ملی تو حضرت مظہر نے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو اس کی اطلاع دی تھی :

عادل الملک بجانب اجمیر بگفتہ سرداران مرہٹہ رفت ۔
اما در کما متوقف است میرود برای او مرہٹہ با وجہی
قرار دادہ و جای بودن نیز ۲۵۱ ۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حرص سے بھرپور سیاست کے باعث حضرت مظہر اس سے مایوس ہو گئے تھے ۔ لکھتے ہیں :

اگرچہ زیادہ امکان اس کا ہے کہ ملک پر قبضہ ہونے
کے بعد بہاری اور نواب کی ملاقات نہیں ہوگی ۔ کیوں کہ
ہم دونوں کے مزاج میں مناسبت نہیں رہی ہے ۔ لیکن ان
کی کامیابی ہی ہمارا مقصود ہے بشرطیکہ ان کا وجود
خلائق کے لیے فائدہ مند ہو ۲۵۲ ۔

لیکن اس کے رویے میں تبدیلی نہیں ہوئی اور وہ برابر پہلے تو اپنے
متوسلین کے روزگار کم کرتا رہا پھر ایک وقت میں بالکل بند کر دیے ۔
خود غلام عسکری خان کے روزینہ میں پہلے تخفیف ہوئی ۲۵۳ پھر اسے
بند کر دیا ۔ حضرت مظہر اُسے لکھتے ہیں :

تمہارا خط پہنچا ۔ مضامین وحشت آئین سے جو مجھ پر
گزرنی تھی گزری چونکہ ہم غرض نفسانی نہیں رکھتے ۔۔۔
نواب نے جو بے اعتنائی تمہارے ساتھ کی وہ گویا فقیر
کے ساتھ کی ہے ۔ جی چاہتا ہے کہ ساری دنیا کو آگ
لگا دوں ۔۔۔ اگر نواب کی آزدگی اس حد تک بڑھ گئی
ہے کہ تمہارا روزینہ بھی بند کر دے تو پھر تمہارا اس
جگہ رہنا عبادت ہے ۲۵۳ ۔

ایک خط میں اس کی بد معاملگی کا صاف الفاظ میں ذکر ہے :

بد معاملگی کی وجہ سے کسی کو نواب پر اعتماد نہیں رہا
اور دوسرے یہ کہ لوگ کیوں نواب کی طرف آئیں -
وہ اپنے اغراض کو مقدم رکھتا ہے ۲۵۵ -

جب عہد الملک مکروہ قسم کی سیاست میں خود کو الجھا لیتا ہے
تو حضرت مظہر سے نہ صرف مراسلت بند کر دیتا ہے بلکہ وہ مشورہ
لینا بھی پسند نہیں کرتا ، فرماتے ہیں :

پر چند میں نے کئی بار اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے
کہ نواب جو کچھ کرنا چاہے مجھے بتا دے لیکن اس
نے ایسا نہیں کیا - ورنہ میں ایسی بنیاد رکھتا کہ لوگ
دیکھتے رہ جاتے - مشکل یہ ہے کہ نواب کے تمام مشورہ
دہنے والے لالچی اور خود غرض ہیں - اکثر نیچ قوم سے
ہیں - اور جو شریفوں میں سے ہیں وہ منافق ہیں - اس
تمام جھگڑے کی جڑ آقا کی بے اعتدالی ہے کیوں کہ نہ
تو اس کی لپی سے یقین کی حد تک اُمید ہے اور نہ اس
کے شر سے کوئی خوف - ہم ظلم کی فریاد کہاں تک
گریں - چولکہ تم آشنا اور آشنا زادے ہو اس لیے یہ
دل سوزی کی ورنہ مجھے دنیا اور اہل دنیا سے کیا کام -
شہر کے درویش بھی نواب سے خوش نہیں ہیں ۲۵۶ -

حضرت مظہر کے دیگر امراء سے تعلقات :

حضرت مظہر کے فعال اور مقتدر قسم کے امراء سے تعلقات تھے -
نصیب الدولہ ، مجدالدولہ اور عہد الملک وغیرہ کے ساتھ روابط کی تفصیل
ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں - اب یہاں دیگر امراء کے ساتھ آپ کے
تعلقات کی نوعیت بیان کی جا رہی ہے -

نواب نظام الملک آصف جاہ آپ کا بہت معتقد تھا - وہ ایک مرتبہ
تیس ہزار روپے بطور نذر لایا - آپ نے قبول نہیں کیے تو اس نے کہا کہ
آپ اسے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا
خالہ اماں نہیں ہوں - تم یہاں سے تقسیم کرنا شروع کرو اور اپنے گھر

تک تقسیم کرنے چلے جاؤ ، اس طرح ختم ہو جائیں گے ۲۵۷ -

یہ سمجھ لینا غلط ہے کہ آپ کے ارباب حکومت سے محض قبول و رد بدایا تک ہی تعلقات تھے بلکہ دنیاوی امور میں یہ ارباب حکومت آپ سے مشورہ بھی لیتے تھے - مید حشمت خان بہادر شہسوار جنگ کو لکھتے ہیں کہ اگر تم ان ارباب حکومت کی باتوں کی تائید کرو تو اس کا ثواب جہاد کے برابر ہوگا ۲۵۸ -

میر نظام الدین خان خانان انتظام الدولہ کے نام حضرت مظہر کے دو خطوط ملتے ہیں - یہ وزیر قمر الدین کا بڑا لڑکا تھا - اس میں انتظامی صلاحیتوں کی کمی تھی - احمد شاہ بادشاہ نے صفدر جنگ سے لے کر وزارت کا عہدہ اسے دیا لیکن اس نے اُسے پندرہ ماہ میں ہی کھو دیا - یعنی عہد الملک نے اپنی طاقت کے زور سے چھین لیا - احمد شاہ درانی نے دو کروڑ روپے کے وعدے پر ۱۷۵۷ء میں وزارت کا عہدہ انتظام الدولہ کو پھر دے دیا - لیکن رقم ادا نہ ہونے کی صورت میں اُسے ذلیل کر کے یہ عہدہ واپس لے لیا - ۱۷۵۹ء میں عہد الملک نے اُسے مروا ڈالا ۲۵۹ -

حضرت مظہر نے اُسے جو خطوط لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اس کے ساتھ ”بہت قدیم تعلقات“ تھے - اس مناسبت سے اُسے اپنے ہمشیر زادے کی نوکری کے لیے سفارشی خط لکھا ہے :

(یہ) فقیر کے ہمشیر زادے ہیں - اگرچہ کوئی کمال نہیں رکھتے لیکن آدمیت سے خالی نہیں ہیں - اقتضائے زمانہ سے پریشان ہیں خصوصاً ان میں سے ایک تو اضطراری کیفیت میں گرفتار ہے . . . جس پر خوردار کو جاگیر کی بہت تمنا ہے اسے کل آپ کی خدمت میں بھیجوں گا - اگر تقدیر نے اس تدبیر سے موافقت کی تو یقین ہے کہ آپ بلا توقف مناسب دستخط (درخواست پر سفارش) کر دیں گے ۲۶۰ -

اسی طرح آپ نے اس کے ایک پرانے ملازم کا عذر جو زیر عتاب ہوگا ، انتظام الدولہ کو لکھا ۲۶۱ -

لیکن اتنے قدیم تعلقات کے باوجود آپ نے اسے جس طریقے سے سفارش

کی وہ آپ کی خودداری اور فقر کی بے مثال دلیل ہے۔ سفارش کرنے ہوئے آپ لکھتے ہیں :

یہ خاکسار تنہائی اور گمنامی کو پسند کرتا ہے۔ اہل ثروت سے نہیں ملتا۔ اس لیے اتنے قدیمی تعلقات کے باوجود آج کے علاوہ نہ کبھی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا اور نہ کبھی کسی کام کی تکلیف دی۔۔۔ میری طرف سے نہ سہاجت ہے نہ شکایت ۲۶۲۔۔۔۔

دوسرے خط میں لکھا ہے :

اس دنیا کے امیروں کو اس جہاں کے بادشاہوں یعنی فقیروں کے سامنے با ادب رہنا چاہیے۔ خاص طور پر اس وقت جب وہ امداد و اعانت چاہیں ۲۶۳۔

آپ کے ایک مکتوب سے عیاں ہوتا ہے کہ انتظام الدولہ شعر بھی کہتا تھا۔ اس نے ہندی اور فارسی کے چند اشعار اصلاح کے لیے آپ کی خدمت میں ارسال کیے تھے ۲۶۴۔

روہیلہ سرداروں میں سے نجیب الدولہ کے ساتھ آپ کے گہرے روابط کا ذکر ہو چکا ہے دیگر روہیلہ روساء کے ساتھ بھی آپ کے مراسم تھے۔ چند نکات ملاحظہ ہوں :

یہ امر ذہن نشین کرنا لازم ہے کہ ان روساء کے سیاسی نشیب و فراز سے ان کے بارے میں آپ کے خیالات بھی بدلتے رہتے تھے۔

حافظ الملک حافظ رحمت خان جو کہ بہت اہم روہیلہ سردار اور طبعاً نیک تھا۔ اس خوبی کے باوجود آپ نے اسے اپنے سب سے زیادہ عزیز مرید ظفر علی خان بن نواب ارشاد خان جن کا تذکرہ اس کتاب میں مفصل طور پر لکھا گیا ہے، کی براہ راست سفارش کرنا مناسب نہیں سمجھا اور ابوالفتح کے نام ان کے لیے سفارشی خط لکھا کہ تم پر زور سفارش کرو کہ اسے روزگار فراہم کرے ۲۶۵۔

عماد الملک اور غلام عسکری خان کے تعلقات کا ذکر گذشتہ اوراق میں کیا جا چکا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت مظہر عماد الملک سے دل برداشتہ ہو گئے تو احمد خان ہنگش کے پاس بھیجا۔ اس نے پچاس روپے

لذکر کیے - لکھا ہے :

و از دو سه روز حال غلام عسکری خان از سر نو توجه
نواب صاحب معلوم می شود ، چنانچه دیشب کہ گذشتہ
پیش احمد خان فرستادہ بودند ، پنجاہ روپیہ بدست آمد -
و گرنہ مطلق التفات نبود ۲۶۶ -

نواب دوندے خان کے ہم شیر زادے محمد خان نے آپ کے پاس دہلی
میں رہ کر کسب طریقہ کیا تھا ۲۶۷ -

ایک مکتوب میں روہیلہ سرداروں سے میل جول کے بارے میں ہمیں
یہ اطلاع ملتی ہے :

فتح خان اور سردار خان (خانسامان و بخشی) کو میں
نے تمام عمر نہیں دیکھا - دوندے خان مجھ سے ملنا چاہتا
تھا - میں نے منع کر دیا - حافظ رحمت خان مجھ سے
ملنے آئے تھے - مجھے ان کی صحبت پسند نہیں آئی - اور
علی محمد خان کے لڑکوں ۲۶۸ کو میں نہیں جانتا ۲۶۹ -

حضرت مظہر کے بنگال کے ناظم ، نصیر الملک امتیاز الدولہ قاسم علی
خان نصرت جنگ ۲۷۰ سے بھی روابط تھے - حضرت مظہر کے ایک خلیفہ
مولوی محمد کلیم بنگالی کے نام آپ کے خطوط میں قاسم علی خان کا ذکر آیا
ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد کلیم کے ساتھ بھی اس کے اچھے
تعلقات تھے -

ریاض السلاطین میں اس کے عہد کے جن مخدوش حالات کی تفصیلات
درج ہیں ، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ وہاں سے بد دل ہو کر شاہی
ملازمت کرنے کے لیے چلا آیا تھا - حضرت مظہر فرماتے ہیں کہ وہ بادشاہ
کے بلانے پر دہلی میں آیا ، لیکن مجدد الدولہ اس کی شاہی ملازمت کے سلسلے
میں رکاوٹ بنا ہوا ہے ۲۷۱ -

دوسرے خط میں اس کے خلوص کا بھی ذکر ہے :

اگر نواب قاسم علی خان درین عرصہ بیاید کار روزگار
دوستان بے کار خاطر خواہ صورت خواهد گرفت کہ مرد
خوش ہمت و مخلص است ۲۷۲ -

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں ملازمت نہیں ملی تھی :

اسلوب کار نواب قاسم علی خان صاحب صورت گرفتہ است
خدا راست آر ۲۷۳ -

اس خط میں اس کی نقل و حرکت اور بادشاہ سے عہد و پیمان اور فوج
جمع کرنے کا ذکر ہے :

قاسم علی خان مختار سلطنت می شوند و بادشاہ را بتوسط
مردم محل ۲۷۳ عہد و پیمان موکد با قاسم علی خان صاحب
درمیان آمدہ و ایشان در پردہ در فکر جمع افوج و تدبیر
منافع اند - غالب است بعد عید این معنی صورت بندد -
و ایشان را اخلاص مفرط با فقیر ہم رسیدہ ۲۷۵ -

نیز لکھا ہے کہ اس کے مقتدر ہو جانے کے بعد ہمارے دوستوں کے
جتنے کام رکے ہوئے ہیں ، اس کی وساطت سے ہو جائیں گے :

امید است بعد حصول این مطلب عمدہ کارہای دوستان
خاطر خواہ ساختہ شود - اگرچہ بظاہر موانع متعدد بنظر
می آید ۲۷۶ -

لیکن اس کے مقدمہ میں متواتر تاخیر ہوتی رہی جس کی اصل وجہ
حضرت مظہر کو بھی معلوم نہیں تھی :

مقدمہ قاسم علی خان بروی کار است - تاخیر پیش می
آید - سر آن معلوم نیست ۲۷۷ -

جب حضرت مظہر کے خلیفہ اور ہم صحبت میر مسلمان ۲۷۸ حج کے لیے
روانہ ہوئے تو آپ نے اپنے ایک خلیفہ مولوی محمد کلیم ہنگالی ۲۷۹ کو لکھا
کہ میر مسلمان اگر اس علاقے سے گزریں تو ان کی خدمت سے درگزر نہ
کریں اور ساتھ ہی فرمایا کہ :

اس مضمون کی اطلاع نواب صاحب یعنی قاسم علی خان
(اللہ تعالیٰ ان کی تمناؤں کو پورا کرے) کو دے
دیجیے بلکہ فقیر کا یہ خط انہیں پڑھوا دیجیے - کیوں کہ
ایسے وقت میں انہیں خط لکھنا مناسب نہیں ۲۸۰ -

حضرت مظہر کے ایک متوسل میر عبدالہادی نے آپ سے کہا تھا کہ اس کے روزگار کے لیے نواب موصوف سے سفارش کریں، تو حضرت مظہر نے انہیں جواب دیا کہ اگر نواب بریلی میں ملنے آیا تو تمہاری سفارش کروں گا۔ نیز آپ اس سے زیادہ اختلاط اس لیے نہیں رکھتے تھے کہ وہ شیعہ تھا۔ اس طرح خدشہ تھا کہ افغانہ آپ کو رافضی کہہ کر بدنام کریں گے :

مشکل دیگر است کہ اگر با نواب قاسم خان برائے مصلحت سفارش اختلاط بکنم و خلاف وضع خود کہ با دنیا داران آمیزش نمی نمایم، گوارا کنم، افغانہ مرا بدنام بہ رفض و تشیع می کنند و دشمن می شوند ۲۸۱۔

ایک مکتوب میں نواب کے بسولی آنے کا ذکر ہے ۲۸۲ اور دوسرے مکتوب میں ہے کہ آپ کے ایک متوسل کے ساتھ ملاقات کے دوران نواب نے آپ کی تعریف کی تھی ۲۸۳۔

سیاسی پارٹیاں اور حضرت مظہر :

متاخر سلاطین مغلیہ کے عہد میں دربار سیاسی جماعتوں کا اکھاڑا بن کر رہ گیا تھا۔ ان میں ایرانی اور تورانی دو جماعتیں سب سے اہم کردار ادا کر رہی تھیں۔ مورخین کا خیال ہے کہ اس دور کی تمام سیاست انہی دو پارٹیوں کے گرد گھومتی تھی۔ حضرت مظہر تورانی جماعت کے حامی تھے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

بعضی تورانیہائیکہ با فقیر آشنا هستند، حاضر اند و ایرانیہا خود دشمن اند۔ و ہر محالات حال ہنوز تعین نہ شدہ اند ۲۸۳۔

متوسلین حضرت مظہر مختلف لشکروں میں :

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے متوسلین کئی مہات اور لشکروں میں شامل تھے۔ بعض معاشی تنگی کے سبب مختلف ارباب حکومت سے منسلک ہو گئے تھے۔ بعض اس وقت کے حالات اور مسلم دشمن سیاست سے متاثر ہو کر رضا کارانہ طور پر ان لشکروں میں شامل ہو گئے تھے۔

ملا رحیم داد روہیلہ کی سرکردگی میں سرہند کو سکھوں سے آزاد کرانے کے لیے جو لشکر بھیجا گیا اس میں آپ کے متوسلین کی خاصی تعداد نے حصہ لیا جس کی تفصیل الگ عنوان کے تحت پڑھیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں سے جتنے اصحاب اس وقت بقید حیات تھے اور حضرت مظہر سے منسلک تھے وہ بھی ان لشکروں میں نمایاں نظر آتے ہیں ۲۸۵۔ جب غلام عسکری خان (از اولاد شیخ محدث) عباد الملک کے متوسل ہونے تو آپ نے انہیں لکھا :

انسوس تم نے دنیا کے لیے آخرت کو چھوڑ دیا ہے اور
دنیا ہاتھ نہیں آتی اگرچہ وجہ معاش پر آخرت کی بنیاد
ہے ۲۸۶۔

آپ اپنے مخلص نواب ارشاد خاں کو لکھتے ہیں :

تم نے موجودہ بادشاہ سے جو توسل کیا ہے اس کا انجام
اچھا نہیں ہے۔ ان دنیا داروں کا مفصل حال ہم کور
باطنوں کو کیسے معلوم ہو اور اگر معلوم ہو تو اس کا
لکھنا موجب نساد ہے اتنا بھی گبھی تمہاری خاطر لکھ
دیتا ہوں ۲۸۷۔

آپ کے ایک مخلص میر محمد سعید جن کا مفصل ذکر خلفاء کے باب میں
ہوا ہے، کے صاحب زادے میر عبدالعلی کے ساتھ آپ کو والہانہ محبت
تھی۔ وہ بھی بادشاہ کے لشکر میں شامل تھے ۲۸۸۔

حضرت مظہر کے ایک عقیدت مند اور کتاب حاضر کے مولف کے
ہم نام غلام علی خان اپنے بھائیوں سمیت نواب آصف الدولہ ۲۸۹ کے ہاں
جا کر ملازم ہوئے۔ آپ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو اطلاع دیتے ہیں :

غلام علی خان در سرکار آصف الدولہ بخوبی معہ برادران
چاکر شدلد۔ دو بار مبلغ قلیل بخالیہ فرستادہ اند ۲۹۰۔

غلام عسکری خان مذکور کے چھوٹے بھائی میاں مجددی، سید علی خان
کے لشکر میں شامل تھے :

میاں مجددی برادر خرد غلام عسکری خان قصد لشکر
سید علی خان دارد۔ برای رفاقت دہ پیادہ از لشکر اسروزیا
فردا می رسند۔ تقریب خوب است ۲۹۱۔

خواجہ عبید خان ۲۹۲ کے داماد خواجہ عبداللہ خان بھی لشکر میں تھے اور حضرت مظہر سے بیعت تھے۔ آپ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

خواجہ عبداللہ خان پسر خواجہ عباد اللہ خان مخصوص ،
برادرزادہ و داماد خواجہ عبید خان مشہور کہ درین
سال داخل حلقہ شدہ است و طلب و اخلاص قوی دارد ،
بقصد لشکر رخصت شدہ ، بوسیلہ رقعہ فقیر بخدمت
شا خواہد رسید ۔ توجہ این جوان را باید داد ۲۹۳ ۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی بعض حاسدین نے نجیب الدولہ سے شکایت کی تو حضرت مظہر نے انہیں لشکر میں جا کر نجیب الدولہ سے ملنے کی ہدایت کی تھی جس کی تفصیلات سابقہ اوراق میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کی درخواست پر آپ نے جن اہل لشکر کے نام سفارشی خطوط لکھے ، ان میں فتح خان بھی ہوں ، ہو سکتا ہے کہ یہ فتح خان وہی ہوں جو آپ کے مکتوب الیہ ابو الفتح ۲۹۳ میں ۔ فتح خان خود لکھتے :

درین ولا قاضی ثناء اللہ جیواز پانی پت در لشکر آمدہ ،
چنانچہ این فدوی پر روز بایشان ملاقات می نماید ۲۹۵ ۔

ایک اور خط میں وہ حضرت مظہر سے معذرت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

از جناب فیض مآب رخصت شدہ بخیریت تمام در لشکر
رسیدہ و خط کہ بہ قاضی پانی پت مرحمت شدہ بود این
عقیدت گزین بآن سمت نرفتمہ ۲۹۶ ۔

آپ کے ایک اور معتقد منصب خان بھی لشکر میں ملازم تھے ۲۹۷ ۔

اگرچہ ان میں سے بعض عقیدت مندوں کے بارے میں واضح اشارات نہیں ملتے کہ کن کن ارباب حکومت کے لشکروں میں شامل تھے ، لیکن اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ملکی مہات میں آپ کے حلقہ کے بہت سے لوگ شامل تھے اور سیاسی حالات کا آپ کو اپنے معتقدین کے ذریعے بخوبی علم ہو جاتا تھا۔ عین ممکن ہے کہ شامل لشکر ہونے سے پیشتر آپ کے عقیدت مند آپ سے اجازت لیتے ہوئے گھروں کو جب آپ کی بیوی

کے متبنی شاہ پیر علی کسی وجہ سے ناراض ہو کر لشکر میں چلے گئے تو اس پر آپ کو بہت افسوس ہوا کیونکہ وہ رافضیوں کے لشکر میں جا کر ملازم ہو گئے تھے غالباً یہاں ”لشکر رافضیان“ سے مراد نجف خان کا لشکر ہے ۲۹۸۔

نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی آپ کے دوست تھے۔ مرلی دھر نے اپنے ایک خط میں حضرت مظہر کو اطلاع دی ہے کہ وہ چھ ماہ سے شاہی لشکر میں نوکری کر رہا ہے :

عرصہ شش ماہ امت از لشکر بادشاہ نوکر غلام گسستہ ۲۹۹۔

نجف خان :

نجف خان بن میر سید علی بن میر سید محمد ، اصفہان میں پیدا ہوا۔ اس کا پردادا شاہ سلیمان صفوی کا داماد تھا۔ نادر شاہ کی ایران میں تباہی کے سبب وہ بحالت قید بعمر اٹھارہ سال ہندوستان میں آیا ، مختلف مقامات پر رہا۔ ۱۱۷۳ھ/۱۷۶۰ء میں بنگال جا کر نواب میر قاسم علی خان کا ملازم ہو گیا۔ نواب مذکور کی انگریزوں سے شکست کے بعد وہ بندھیل کھنڈ میں نوکری کرتا رہا۔ انگریزوں سے مل کر جب اس نے الہ آباد پر قبضہ کیا تو اس کے لیے دو لاکھ سالانہ بطور پنشن مقرر ہوا۔ پھر اس کی مغلیہ دربار میں رسائی ہوئی اور تین ہزار سوار اور پیادوں کی سپہ سالاری اُسے ملی۔ جب شاہ عالم دہلی آیا تو نجف خان اس کے ہمراہ تھا۔ یہاں آ کر اس کے جاٹوں کے ساتھ کئی معرکے ہوئے اور اُس نے آگرے پر شاہی پرچم لہرا دیا۔ اس کے صلے میں اُسے امیرالامراء کا خطاب ملا۔ اس نے بعمر ۳۹ سال ۶/۱۱۹۶ھ اپریل ۱۷۸۲ء کو انتقال کیا ۳۰۰۔

وہ جانباز تھا۔ اس کی حربی لیاقت اور سیاسی امور سے واقفیت کا مورخین نے اعتراف کیا ہے۔ لیکن اس کے کردار کی دو خامیاں ایسی تھیں جنہوں نے اُسے خاصا بدنام کیا۔ ایک یہ کہ وہ سخت متعصب شیعہ تھا ، اس کے دور عروج میں دہلی کے سنی بہت پریشان رہے ۳۰۱۔ دوسری یہ کہ وہ عیش و عشرت میں پڑ گیا تھا۔

حضرت مظہر کی تہریرات میں اس سے نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس خط میں حقیقت حال یوں بیان کی ہے :

جس دن سے نجف خان آیا ہے۔ اس شہر میں فقیر سے

لے کر بادشاہ تک ہر شخص کی حالت خراب ہے۔ ہر خاص و عام کی زبان پر مجدالدولہ کی رہائی کا ذکر ہے۔ خدا جلد ہی کچھ کر دے گا ۳۰۲۔

آپ کے مشہور جانشین و خلیفہ اور مولف کتاب ہذا حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشاہدہ ہے کہ :

ایک روز حضرت شاہ غلام علی نے فرمایا کہ نجف خان کے آغاز اقتدار میں رمضان شریف کی برکات کا شعبان کے شروع میں ہی ادراک ہو جاتا تھا ، پھر صرف چند روز پہلے ہونے لگا۔ اب چند سالوں سے کفر کی ظلمت اس قدر چھا گئی ہے کہ رمضان کی برکات کا ادراک صرف ایک دو روز ہی پہلے ہوتا ہے ۳۰۳۔

حضرت مظہر کے مکاتیب سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف آپ کو نجف خان سے نفرت تھی بلکہ آپ نجف خان کے اکثر مخالفین سے گہرے روابط رکھتے تھے ، عینی شاہد فرینکن کا قول ہے :

عرصہ دراز سے روہیلوں کی طرف سے وزیر کے دل میں حسد کی آگ مشتعل تھی ۳۰۴۔

روہیلوں اور حضرت مظہر کے قریبی تعلقات کا ذکر سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اس طرح اور مثالیں ملاحظہ ہوں :

نجف خان را حسام الدین خان بہ تقبل مبلغ خطیر کہ بکفار دادہ از شہر ہر آوردہ۔

اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حسام الدولہ حسام الدین خان جو نجف خان کا جانی دشمن تھا ، جانتا تھا کہ مرہٹوں کے دہلی سے چلے جانے کے بعد ۳۰۵ نجف خان اُسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس لیے اس نے مرہٹوں کو ایک لاکھ کی رشوت پیش کی تاکہ وہ نجف خان کو بادشاہ کی ملازمت اور دہلی سے نکلوا دیں ۳۰۶۔

نیز بعض مکاتیب میں اس کی نقل و حرکت کی طرف مبہم سے اشارات ملتے ہیں ۳۰۷۔ حضرت مظہر نے ایک طویل مکتوب (بنام قاضی ثناء اللہ ہانی ہتی) میں اس سیاسی ہندال کا تذکرہ کیا ہے جو نجف خان کے گرد تھا ۳۰۸۔

سیاسی حالات سے متاثر ہونا :

ان نہایت ادوہناک سیاسی حالات سے ، جن کا ذکر مقدمہ کے شروع میں کیا جا چکا ہے ، حضرت مظہر جیسی حساس دل و دماغ کی شخصیت کا متاثر ہونا امر لازم تھا ۔ اس لیے آپ کی تحریرات میں اس کے واضح لکات ملتے ہیں ۔

مریٹوں اور سکھوں کے حملوں اور تباہی ' سرہند کے واقعات نے خاص طور سے آپ کو متاثر کیا تھا ۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

میر مسلمان کو لکھتے ہیں :

آج کل یہاں (دہلی) کے حالات یہ ہیں کہ پچھلے دو مہینے سے ہر روز کوئی نہ کوئی مکروہ واقعہ پیش آتا ہے ۔
خدا اسے دور کرے ۳۰۹ ۔

حضرت مظہر مریدین کے اصرار پر سنبھل تشریف لے گئے تو دہلی واپس جانے کا جب ذکر آیا تو وہاں کی صورت حال کے بارے میں لکھا :
ہر طرف سے فتنہ و فساد دہلی کا قصد کر رہا ہے ۳۱۰ ۔

آپ سے اپنی دہلی کی حالت زار دیکھی نہیں جانی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس شہر سے اپنا غضب لٹھا لے :

بیاری عام اور بد امنی کی وجہ سے جو شہر کے لوگوں کا حال ہے وہ کہاں تک لکھوں ۔ خدا اس شہر سے اپنا غضب اٹھا لے کیونکہ انور سلطنت میں کوئی نظم و نسق نہیں رہا ۳۱۱ ۔

ایک اور مکتوب میں آپ سنبھل سے دہلی روانہ ہونے سے پیشتر دہلی کے حالات ایک نواب سے معلوم کرنا چاہتے ہیں :

انتظار خط دیگر شاہ و نواب صاحب سے کسکم کہ بعد رسید بہ دہلی صفا و کدورت ہوئے آجہ دریافتہ آنہ نویسد ہر آن عملی تمام ۳۱۲ ۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو دہلی سے ایک خط میں لکھتے ہیں :
 خبر ہائے وحشت انگیز از ہر طرف می رسد و دل را داغ
 می کند ۳۱۳۔

پانی پتی بھی مختلف دشمن طاقتوں کا تختہ مشق بنا ہوا تھا۔ قاضی
 ثناء اللہ پانی پتی نے جب آپ سے پانی پتی آنے کی درخواست کی تو فرمایا :
 حالاً اگر حرکت خواہم کرد بطرف دیگر خواہم کرد
 کہ در پانی پتی آشوب ہنگامہ لشکر است ۳۱۴۔۔۔۔
 قصد فقیر کہ بطرف دیگر بود۔۔۔ بجالب پانی پتی، تالشکر
 در آنجا است، قصد نخواہم کرد کہ قباحت ہا دارد و تفصیل
 آن طولانی است و ازین جا وحشت داریم ۳۱۵۔

آپ کے ایک خلیفہ شیخ محمد احسان کہتے ہیں کہ احمد شاہ درانی کے
 ایک حملے کے دوران ”ہنگامہ غارت گری“ میں میں اپنے کوچہ کے
 دروازے میں پوری ہمت سے متوجہ ہو کر بیٹھ گیا اور خدا کے فضل سے
 کوئی اس کوچہ میں داخل نہ ہوا ۳۱۶۔

دہلی میں سکھوں اور روہیلوں کے روز روز کے ہنگاموں سے وہاں کے
 اکابر کا یہ عالم تھا کہ اعزہ کو خط لکھنا تو درکنار خط پر دستخط
 کرنے کی فرصت نہیں تھی :

از غایت تشویش سکھان و روہیلہ ہا فرصت دستخط نہی
 شود ۳۱۷۔

آخر نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ آپ ان ہنگاموں سے تنگ آ جاتے
 ہیں اور دہلی کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنے کا قصد کرتے ہوئے سنبھل
 میں مستقل قیام کا فیصلہ کر لیتے ہیں لیکن اعزہ کے عذر کے یہی نظر
 سنبھل سے واپس دہلی آ جاتے ہیں :

امروہہ اور مراد آباد بھی دیکھا تاکہ مستقل قیام
 کے لیے جگہ کا انتخاب کیا جائے اور متعلقین کو ہلانے
 کا خیال کیا، کیوں کہ دہلی میں روز روز کی ہریشانیوں
 سے تنگ آ گیا ہوں۔۔۔ نواب ارشاد خان کے حقوق

اور کشش نے نہ چھوڑا کہ دوسری جگہ کا ارادہ کرتا
اس شہر (سنبھل) میں طالبان طریقہ بھی بہت زیادہ
ہیں ، اقامت کا ارادہ کر لیا ۔ متعلقین کو بلانے کے لیے
آدمی بھیجا ۔ انہوں نے معقول عذر لکھے ، مجبوراً دہلی
جانا پڑا ۳۱۸ ۔

ڈاکٹر خلیق انجم کا خیال ہے کہ یہ واقعہ ۱۱۸۳/۱۲۶۹ء کا ہے
کیوں کہ فضل علی خان رام پوری نے ”بستانِ بے خزان“ میں جو کہ اسی
سنہ کی تصنیف ہے ، میں حضرت مظہر کے مستقل قیام کے بارے میں لکھا ہے :
چونکہ اس شہر دہلی کی حالت روز بروز خراب ہوتی
جا رہی ہے ۔ ارشاد خان بن نواب امین الدولہ الصاری
سنبھلی کے خلوص اور ربط کی وجہ سے سنبھل مراد آباد
میں قیام کر کے گوشہ گیر ہو گئے ہیں ۳۱۹ ۔

التصادی حالت :

اکابر سلاطینِ مغلیہ نے سلطنت کو اقتصادی استحکام دینے کے لیے
صوبوں کی آمدنی اور اخراجات میں ایسا توازن قائم کر دیا تھا کہ سلطنت
میں معاشی بحران بہت کم پیدا ہوتا تھا ۔

اگرچہ اورنگ زیب عالمگیر نے تقریباً ۲۶ سال تک سلطنت کے تمام
ذرائع کا رخ دکن کی جالب موڑے رکھا ، اس میں مرہٹوں کے ساتھ جنگوں
پر اس کے کروڑوں روپے خرچ ہوئے لیکن پھر بھی اس نے چوبیس کروڑ
روپے شاہی خزانے میں چھوڑے ۔

لیکن اورنگ زیب کی وفات (۱۷۰۷ء) کے بعد پہلے دس سالوں میں
ہی مغل حکومت کو بڑے بڑے مالی مسائل سے دوچار ہونا پڑا ۔ اس کے
جانشینوں کی تخت نشینی کے لیے پہلی چار جنگیں ہی مالی بد حالی کا دروازہ
کھول دیتی ہیں کسی نے بھی ان جنگوں کے نقصانات کا ازالہ کرنے کی
کوشش نہیں کی ۔ بہادر شاہ نے اپنے پانچ سالہ دور حکومت میں ۸۳ کروڑ
روپے سے کم خرچ نہیں کیے ۳۲۰ ۔

کسی نے بھی خالصہ ۳۲۱ کی زمین کو بڑھانے یا جاگیرداری کے نظام
کو بہتر بنانے کی کوشش نہیں کی ۔ بلکہ اورنگ زیب کے جانشینوں نے

آنکھیں بند کر کے جمع شدہ دولت پانی کی طرح بہائی۔ اس طرح ملک کے ذرائع محدود ہوتے چلے گئے۔ اور رفتہ رفتہ پورا اقتصادی نظام متزلزل ہو گیا اور یہی سیاسی و سماجی نظام کی تباہی کا باعث بنا۔

نادر شاہ اور احمد شاہ درانی کے حملوں نے برائے نام خزانوں اور خود غرض امراء کے دفینے تک خالی کر ڈالے۔

ذیل میں چند نکات اس لیے درج کیے جا رہے ہیں تاکہ قارئین کتاب ہذا، صاحب سوانح کے عہد کے اقتصادی حالات سے بخوبی آگاہ ہو کر اس کتاب کو سمجھ سکیں۔

اورنگ زیب کے جانشین بہادر شاہ کی بے جا فیاضی اور جہالدار شاہ کی عیاشی میں اس کی محبوبہ لعل کنور پر دو کروڑ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا تھا۔ دربار کے عیش و طرب کی مجالس میں بکثرت چراغاں نے دہلی میں تیل کی قلت پیدا کر دی۔ گندم سات سیر فی روپیہ بکنے لگا۔ فرخ سیر کی فضول خرچی نے شاہی خزانوں کو بری طرح متاثر کیا تھا ۳۲۲۔

تاریخ عالم گیر ثانی کے مولف نے ان الفاظ میں تجزیہ کیا ہے :

صوبہ دہلی کے پرگنوں اور چند دیگر صوبوں کے پرگنوں جو خالصہ میں شامل تھے اور جن سے بادشاہ کے ذاتی ملازمین کی تنخواہیں ادا ہوتی تھیں اب ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ سہارنپور جس کے محاصل جاگیرداروں کے حوالے کر دیے گئے تھے، اب نجیب خان روہیلہ کے قبضہ میں تھا۔ آگرہ کے قریب کے علاقے جاٹوں کے پاس تھے۔ جے پور کے مادھو سنگھ کا نارنول وغیرہ کے علاقوں پر تسلط ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ ایک محل بھی خالصہ میں نہ تھا۔ . . . نوبت باین جا رسید کہ بادشاہ کے دسترخوان کے لیے بھی روپیہ نہ رہا۔ بیگمات بہت سے اخراجات اپنی جیب خاص سے کرتی تھیں ۳۲۳۔

تاریخ عالم گیر ثانی میں ہی ہے :

فوجیوں نے افلاس سے تنگ آکر اپنے گھوڑے بیچ دیے، پیدل فوج کے پاس وردیاں نہ رہی تھیں، جالوروں کو

چارہ نہ ملتا تھا ، اس وجہ سے وہ مرنے لگے تھے ، فوجی
الٹے گھروں سے باہر نہ نکلتے تھے ، اور بعض اوقات شاہی
سواری کی ہمراہی میں بھی نہ ہوتے تھے ۳۲۳۔

ایک مقام پر مرکزی حکومت اور مرہٹوں کے درمیان صلح اس شرط
پر ہوئی کہ حکومت سالانہ پچیس لاکھ روپیہ مرہٹہ سرداروں کو ادا کرتی
رہے ۳۲۵۔

مرہٹوں نے مالوہ کا علاقہ تباہ کرنے کے بعد وہاں کا خزانہ جو ایک
مدت میں جمع کیا گیا تھا ، دکن روانہ کر دیا ۳۲۶۔

نادر شاہ نے نواحِ پانی پت کو غارت کرنے کے بعد وہاں سے اتنا غلہ
لیا کہ تمام اسراء و غربا تک سے چھین لیا گیا۔ اس کے بعد دو روز تک وہ
انہیں یاز برداری کے جانوروں پر لادتا رہا اور باقی خود اٹھا لیا ، لیکن ابھی
نصف غلہ باقی تھا۔ مجبوراً اُسے آگ لگا دی اور باقی غلہ دہلی لے جا کر
حکومت ہند کے پاس فروخت کر دیا ۳۲۷۔ گویا کرنل سے دہلی جاتے ہوئے
نادری سپاہیوں نے آبادی کو اس طرح اوٹا جس طرح ہال صاف کر دیے
جاتے ہیں۔ اس طرح آبادی کا نشان تک مٹ گیا ۳۲۸۔

جب نادر شاہ دہلی پہنچا تو مجدد شاہ بادشاہ نے نادر شاہ سے ملاقات کے
بعد حکم دیا کہ دہلی کے غلہ کے تمام ذخائر جلا دیے جائیں۔ چنانچہ اگلی صبح
مٹھی بھر غلہ کہیں سے دستیاب نہ ہوا۔ چنانچہ مجدد شاہی لشکر کی حالت اتنی
خراب ہو گئی کہ جس کا تصور ممکن نہیں۔ امیر و غریب پریشان ہو گئے۔
یہاں تک کہ ایک آثار غلہ ایک سو روپے میں بھی نہیں ملتا تھا۔ آخر
مجبوراً لشکر ہند نے نادر شاہی سپاہیوں سے ہر قیمت پر غلہ خریدا ۳۲۹۔

دہلی میں نادر شاہی قتل عام کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ دہلی کو
لوٹنے والے بدن سنگھ جاٹ سے درخواست کی گئی کہ وہ اہل دہلی کو غلہ
مہیا کرے ۳۳۰۔

وارد تہرانی نے بتصریح لکھا ہے :

نادر شاہ نے دہلی میں قتل عام کے بعد وہاں سے جانے
ہوئے نواحی علاقوں میں جہاں کہیں بھی غلہ کا نشان
نظر آیا اٹھا لیا ، یہاں تک کہ ایک دانہ بھی باقی نہ رہا۔

اس طرح ۵۶ فرسخ کے فاصلے تک تمام اطراف سے دہلی کا تمام غلہ لوٹ لیا گیا۔ اس کی مقدار اس قدر تھی کہ اُسے اُلھانے کے لیے خود حکومت نے سات سو ہاتھی اور اتنے ہی امراء نے سپاہ کھینے جن پر گندم اور برنج اور دیگر اجناس لاد کر نادر شاہ کے ہمراہ روانہ کی گئیں۔ یہاں تک کہ کسی گھر میں ایک دانہ بھی نہ بچا، صرف شاہی ذخیرہ باقی رہنے دیا ۳۳۱۔

وارد تہرانی انسان اور جانور کی زندگی کی بقا کے لیے غلہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حسرت کے ساتھ اپنا جملہ اس طرح ختم کرتا ہے :

غلہ . . . الحال مانند سیمرغ و کیمیا نایاب ۳۳۲

معاملہ دہلی کے نواحی دیہات کی لوٹ کھسوٹ تک محدود نہ رہا بلکہ ہندوستان سے واپسی پر اُسے جن علاقوں سے گزرنا تھا، ان کے عاملوں کو نادر شاہ اور محمد شاہ کے مشترکہ احکام کے مطابق اپنے علاقوں کا تمام تر غلہ نادر شاہ کے حوالے کر دینا تھا۔ چنانچہ جب نادر شاہ کا لشکر سرہند پہنچا تو وہاں کے حاکم نے اپنے پورے ضلع کا غلہ پہلے سے بار برداری کے جانوروں پر لاد کر تیار کر رکھا تھا جو اس کے حوالے کر دیا گیا۔ اسی طرح دیگر حکام نے بلا تامل تمام تر غلہ نادر شاہ کے حوالے کر دیا ۳۳۳۔

یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ لازم معلوم ہوتا ہے کہ عصر حاضر کے مشہور مارکسی مورخ ڈاکٹر عرفان حبیب نے یورپین سیاحوں کے بیانات کی بنیاد پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے :

مغل سلاطین جو محنت کشوں کے حقوق کے ٹھاسب اور گستاخوں پر ظلم کرنے والے اور انہیں ناجائز ذرائع سے اپنے خزانے بھرنے والوں کی ہوس زر کی بدولت تمام مخالف تحریکوں نے جنم لیا تھا ۳۳۳۔

اس مفروضے کی تردید میں بہت سے دلائل دیے جا سکتے ہیں۔ لیکن موقع کی مناسبت سے ہم صرف ایک نکتہ پیش کر رہے ہیں اور وہ یہ کہ مغلوں کے دور زوال میں جب کہ اکثر صوبوں کے عاملوں نے نہ صرف آمدنی مرکزی حکومت کے حوالے کرنا بند کر دی تھی بلکہ وہ تو آزاد و خود مختار ہو چکے تھے۔ اگر ملک کی خوش حالی کا صرف یہی راز ہوتا تو اس دور میں عوامی . . . زندگی نہایت آسودہ ہوتی۔

پر مکتبہ فکر کے مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ اٹھارھویں صدی میں جو معاشی بدحالی تھی وہ پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ جس کے بہت سے اسباب میں سے ان کی مرکز سے بے تعلق ایک بنیادی سبب ہے۔ اگر نادر شاہ کے حملے سے پیشتر ہی حاکم جنہوں نے بلا تامل سارے اضلاع کا غلہ اس کے حوالے کر دیا تھا، اصول و ضوابط کے مطابق اپنے اپنے صوبوں کی آمدنی مرکز میں جمع کروانے اور دولت کی تقسیم کے ضابطے کے مطابق اس پر عمل ہوتا تو کوئی بھی ملکی یا غیر ملکی مخالف طاقت یہاں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔

احوالِ نادر شاہ کے معاصر مولف نے لکھا ہے کہ لوٹی ہوئی دولت میں سے بے شمار زر و جواہر ایران روانہ کرنے کے بعد جو کچھ نادر شاہ کے پاس بچا، اس نے دہلی کے قیام کے دوران ہی اس سرمایہ سے اپنی فوج کے ایک سال کے واجبات اور اس کے برابر انعامات بھی دے دیے۔ ۳۳۵۔ اگر حملہ نادر سے پہلے یہ تمام تر دولت ایک مرکز میں جمع ہوتی تو معاشی بحران کا امکان ختم ہو جاتا لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا یہاں تو سالوں گزرنے پر بھی فوج کے واجبات ادا نہیں کیے جاتے تھے۔

نادر شاہ ہندوستان سے جاتے ہوئے جو بے شمار زر و دولت ہمراہ لے گیا تھا معاصر مورخ وارد تہرانی نے اس کی پوری تفصیل دی ہے۔ اس میں گم و بیش دو کروڑ روپے کی مالیت کے تخت طاؤس مع دیگر سولہ مرصع تختوں کے پچاس ہاتھیوں پر صرف زر و جواہر لادے گئے۔ اس کے علاوہ سات سو ہاتھیوں پر زر و جواہر بھی بار تھے۔ اور غارت گری سے حاصل شدہ سامان اس کے علاوہ تھا ۳۳۶۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مظہر سمیت تمام مصنفینِ درانی کے احسانات کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی لوٹ کھسوٹ کا تذکرہ اللہ ناک ہو کر کرتے ہیں۔ ایک خط میں شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے :

درانی کو حصولِ مقصد میں جو دشواریاں پیش آ رہی ہیں وہ اس ”وہالِ ظلم“ کی بنا پر ہیں جو اس نے شہروں پر کیے ہیں ۳۳۷۔

درانی کے پنجاب پر پہلے حملے کے بعد ہی :

آٹا روپے کا دو سیر بکنے لگا ، گھاس اور چارہ کا دستیاب ہونا ناممکن تھا گھوڑوں کو کھلانے کے لیے جھونپڑیاں ڈھا دی گئیں ۳۳۸۔

۱۷۵۷ء میں چوتھے حملے کے بعد درانی یہاں سے جو مال غنیمت ہمراہ لے گیا مورخین نے اس کی مالیت کا اندازہ بارہ کروڑ لگایا ہے۔ اٹھائیس ہزار ہاتھی ، اونٹ ، خچر اور چھکڑے مال سے لدے ہوئے تھے۔ اسی ہزار پیادے اور سوار فوج نے لوٹ کا اپنا اپنا حصہ الگ اٹھا رکھا تھا ۳۳۹۔

جب ۱۷۶۰ء میں مرہٹوں نے دہلی پر قبضہ کیا تو دہلی کی یہ حالت تھی کہ یہاں انہیں لوٹنے کے لیے کچھ بھی نہ ملا۔ یہاں کی دولت تو پہلے ہی نادر شاہ اور غازی الدین چہین چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے شاہ جہاں کے دیوان خاص کی چاندی کی چھت کا بقیہ حصہ اتار لیا ۳۴۰۔

ان حالات میں عوامی زندگی نہایت تلخ اور معیشت کی تنگی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ صوفیہ کے ملفوظات و مکتوبات میں اس بد حالی کی بڑی واضح اور سچی تصویریں ملتی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف مکتوبات حضرت مظہر سے چند مثالیں دی جا رہی ہیں۔

آپ کے عزیز ترین ساتھی میر مسلمان نے آپ سے درخواست کی تھی کہ اپنی پسند کے اشعار منتخب کر کے بھیجیں۔ اس کے جواب میں حضرت مظہر نے سیاسی حالات کی ابتری کا ذکر کرتے ہوئے انہیں لکھا :

ایسے ماتم کے وقت اور یہاں کے لوگوں کی معاش کی فکر میں اپنا وعدہ وفا کرنے . . . کی فرصت کہاں ہے ۳۴۱۔

آٹے دن کے ہنگاموں کے باعث دہلی میں سلوک کے طالب بہت کم ہو گئے تھے۔ نواب ارشاد خان سنبھلی کو لکھتے ہیں :

ہم اس علاقے (سنبھل) میں طریقے کی ترویج کے لیے آ رہے ہیں ، اس ویران شہر (دہلی) میں طریقہ کے طالب نہیں ہیں اور وہاں بہت ہیں . . . اس شہر (دہلی) میں فتوح عنقا اور قرض کیمیا کی طرح ناپید ہے ۳۴۲۔

اپنے عزیز مرید صاحب زادہ محمد احسان مجددی کی پریشان کن گھریلو

زندگی کا ذکر کرنے کے بعد ان کے برادر عزیز صاحب زادہ غلام عسکری خان کی والدہ کا ذکر بھی قابل توجہ ہے :

غلام عسکری خان کی والدہ وغیرہ فاقہ کشی کی وجہ سے فرخ آباد جانے کا ارادہ رکھتی ہیں ۳۳۳۔

مرکزی حکومت کی سیاسی و معاشی تباہی کے بعد وہاں کے عوام بھی دن بدن تنگ دست ہوتے جا رہے تھے۔ حضرت مظہر جیسے مقبول ترین فرد نے اپنے بارے میں لکھا ہے :

فقیر ہر روز تنگ دست تر می گردد ۳۳۳۔

حضرت مظہر کے مخلصین بھی جو دہلی سے دور دراز علاقوں میں رہتے تھے، خاصی تنگ دستی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ نواب ارشاد خان نے حضرت مظہر کے نام اپنے ایک خط میں اپنی تنگ دستی کا ذکر کیا ہے :

احوال ضیقِ معیشت زیادہ از آنست کہ خود بدوات گذاشتہ
تشریف فرمودہ اللہ، حیرانم کہ چہ کم ۳۳۵۔۔۔۔

حضرت مظہر کے متوسلین میں سے حاجی عبدالخالق نے ملا محمد فاروق کو اپنے یومیہ کی بجالی کے لیے خط لکھا تو اس میں اس دور کی قحط سالی کا تذکرہ اس طرح کیا ہے :

درین جا بہ سبب قحط غلہ و انسداد وجوہ روزگار ہر
سردم قیامت و واویلا می گذرد ۳۳۶۔

نیز حضرت مظہر کے خطوط میں اس دور کی معاشی جھلکیاں خاصی نمایاں ہیں، مثلاً :

گیہوں روپیہ، سوا روپیہ یا دو روپیہ من بکتا تھا۔
چھینٹ کا ایک تھان ایک روپیہ میں مل جاتا تھا یا ایک
روپیہ میں پاجا، کرتی اور چادر تیار ہو جاتی تھی، عینک
آٹھ آنے میں خریدی جا سکتی تھی ۳۳۷۔

یہ حالات اگر مرکز میں تھے تو دور افتادہ صوبوں میں یقیناً قحط بڑے زوروں پر ہوگا۔ حضرت مظہر کی شہادت کے دو سال بعد ہی

۱۱۹۷/۸۲ء میں پنجاب میں مجمع الصنائع نام کی ایک کتاب کا لکھنے والا محمد حسین نے کتابت کی جس کا ترقیم بہت دلچسپ ہے اور قصبہ کیلیانوالہ کی معاشی بد حالی کا آئینہ دار ہے :

ختم گردید بکمال ایام قحط کہ از مبلغ یک روپیہ چار
آثار گندم یعنی دو چوبینہ آن ہم بصد کوشش و حیلہ بدست
نمی آمدی - و این کتاب بلا ناغہ از ہمہ کس پوشیدہ
شدہ ، می نگاشتمی محمد حسین - متوطن کیلیانوالہ بتاریخ ۱
جادی الاول ۱۳۳۸ ۱۱۹۷ء -

ان حالات میں اگر حضرت شاہ ولی اللہ نے سلطنت مغلیہ کے زوال کا
سبب اقتصادی انحطاط قرار دیا ہے تو یہ ان کی نہایت درجہ بصیرت کی
واضح دلیل ہے - ان کے نزدیک :

جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو اس میں طرح
طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں نہ وہاں عدل و انصاف
قائم رہ سکتا ہے اور نہ مذہب ہی اپنا اثر اچھا ڈال
سکتا ہے ۳۳۹ -

اسی قسم کی رائے حضرت مظہر نے بھی دی ہے - آپ تو وجہ معاش
کو آخرت کی بنیاد قرار دیتے ہیں - صاحب زادہ غلام عسکری خان جب
عہد الملک کے ہاں جا کر ملازم ہو گئے تو انہیں تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

افسوس کہ تم نے دنیا کے لیے آخرت کو چھوڑ دیا اور دنیا
ہاتھ نہیں آتی ، اگرچہ وجہ معاش پر آخرت کی بنیاد
ہے ۳۵۰ -

قنوطیت اور مایوسی کے اس دور میں بھی حضرت مظہر نے شمع
ہدایت روشن رکھی اور اپنے مریدین اور احباب کے لیے سفارشی رقعات لکھ
کر انہیں امراء کے ہاں ملازم کروایا جس سے انہیں بیک وقت دو قسم
کے فوائد ہوئے ، اول انہیں ”وجہ معاش“ میسر آئی ، دوم حضرت مظہر
امراء اور سیاسی حالات سے براہ راست باخبر رہنے لگے ۳۵۱ -

معاشرتی زندگی :

اٹھارھویں صدی عیسوی میں پاک و ہند کے معاشرتی اور تمدنی حالات کا جائزہ لینے کے لیے دہلی کے معاشرتی حالات پر ایک نظر ڈالنا اس لیے لازم ہے کہ حضرت مظہر اور مولف کتاب حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی ساری زندگی اسی مرکزی شہر میں گزری تھی۔

پاک و ہند کے اسلامی عہد حکومت میں دہلی نہ صرف ہندوستان بلکہ سارے عالم اسلام کے لیے ایک علمی و دینی مرکز بن گیا تھا۔ دراصل اس کی بنیاد ایسے زمانے میں رکھی گئی جب وسط ایشیا میں مسلمانوں کے تمام مراکز تباہ و برباد ہو رہے تھے اور منگولوں کے حملوں نے سارے سیاسی اور سماجی نظام کو درہم برہم کر دیا تھا۔ بغداد و بخارا وغیرہ سے کثیر تعداد میں علماء نے ہجرت کی۔ اس قافلے کا جو فرد جہاں ٹھہر گیا وہاں ایک علمی مرکز بن گیا۔

سلاطین دہلی میں سے سلطان علاء الدین خلجی کا عہد حکومت اسلامی ہند کی سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ کا سب سے زیادہ تابناک باب ہے۔ برنی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں دہلی میں ایسے علماء اور ماہرین فن موجود تھے کہ بخارا، سمرقند، بغداد، مصر، خوارزم، دمشق، تبریز، رے اور روم وغیرہ میں بھی ان کا ثانی نہیں تھا۔ حد یہ ہے کہ بخارا، سمرقند، خوارزم اور عراق کے علماء کی تصالیف اس وقت معتبر سمجھی جاتی تھیں جب ہندوستان کے علماء اس پر مسہر توثیق ثبت کر دیتے تھے۔ گویا دہلی ”رشک بغداد اور عزت مصر بنی ہوئی تھی“ ۳۵۲۔

لیکن اٹھارھویں صدی میں تو اس کی بساط ہی الٹ گئی۔ اس وقت سلطنتِ مغلیہ پر نزع کا عالم طاری تھا۔ یہ شہر بقول شاہ ولی اللہ ”لعب صبیان“ ہو گیا۔ مختلف اطراف و صوبوں سے جو طوفان اٹھتے اور بغاوتیں ہوتیں، ان تمام ہنگامہ آرائیوں کے زلزلے دہلی میں محسوس کیے جاتے تھے۔

امن و امان کے دور میں علماء و صوفیہ اس شہر کی طرف کشاں کشاں چلے آتے تھے اور ایک مرتبہ جہاں آ کر پھر جانے کے لیے سوچنا تو درکنار بڑی سے بڑی سختی بھی انہیں جہاں سے نہ نکال سکی۔ لیکن اٹھارھویں صدی

میں اس طبقہ کے افراد خود دہلی سے دل برداشتہ ہو کر اس کی ہنگامی زندگی سے بچنے کے لیے ہر وقت بے تاب رہنے لگے۔

حضرت مظہر نے اپنے کئی مکاتیب میں دہلی کے ہنگاموں کو مؤثر طور پر بیان کرنے کے بعد خود مع متعلقین دور افتادہ علاقہ میں سکونت کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ ان مقامات کو سمجھنے کے لیے چند اہم نکات ذیل میں دیے جا رہے ہیں :

حادثہٗ نادر شاہی کے معاصر مولف نے نادر شاہ کے حملے (۱۷۳۹ء) کے وقت دہلی کے باشندوں کے بارے میں عینی شاہد کی حیثیت سے لکھا ہے :

الحال ، جميع ماکنانِ شہر خدا را فراموش کردہ الد و از خاص و عام لباسِ زنانه اختیار کردہ ، بہ جای نماز و روزہ بہ حرام کاری و شراب خواری و اغلام بازی مطلق العنان شدہ اند غرض درین ایام ، در بلدۃ دارالخلافت شاہ جہان آباد این اطوار شنیعہ و افعال ناشائستہ و اعمال فاعل و مفعول بہ حدی رواج یافتہ بود کہ اگر خداخواستہ ازین نعمت عظمی کسی محروم ماندہ باشد بر او ریشخندہا می کردند ۲۵۳۔

لیکن جب نادر شاہ کا حملہ ہوا تو امن و امان کی زندگی بسر کرنے والے انہیں باشندوں نے بدحواسی میں دوسروں کی حالتِ زار دیکھ کر خود کو خنجر مار کر ہلاک کر لیا اور بہت لوگوں نے زہر کھا کر جان دے دی ۲۵۴۔

دہلی پر نادر شاہ کے حملے سے پہلے ہی لوگوں کو اس کے بارولق بازاروں سے وحشت ٹپکتی ہوئی نظر آتی تھی۔ ایک معتقد کے بیان پر حضرت شاہ ولی اللہ نے دہلی کے مشہور بازار ”سوقِ سلطانی“ کے متعلق پیش گوئی کی تھی :

یہ بازار زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ یہاں خون کے دریا رواں ہوں گے ۲۵۵۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حملہٗ نادری سے پہلے سلاطین و امراء اور بے راہ رو عوام کا راہِ راست پر آنا تو درگنار بلکہ درگاہِ قلی خان کے

روزنامچہ سے جو نادر شاہ کے حملے کے وقت اور اس کے چند سال بعد کے واقعات پر مشتمل ہے سے عیاں ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی حالات ویسے ہی رہے اور ہر طبقے میں خود فراموشی اور عاقبت نا اندیشی پورے طور پر مسلط نظر آتی ہے۔

دہلی دھوپ اور چھاؤں کا شہر تھی، یہاں خانقاہیں بھی تھیں، شراب خانے بھی۔ مدرسے بھی تھے اور قمار بازی کے اڈے بھی۔

لوگ بڑی عقیدت کے ساتھ خانقاہوں اور مزارات پر حاضر ہوتے تھے پھر اسی جوش کے ساتھ طوائفوں کی محفلوں میں شرکت کرتے تھے۔ ان کی رندی اور مذہبیت ساتھ ساتھ چلتی تھی۔ یہ مذہبیت فسق و فجور سے زیادہ متعفن تھی جو ضمیر کی آواز کو کچلنے کا ایک ظالمانہ انداز تھا ۲۵۶۔

چونکہ معاشرے کے تمام افراد ان حوادث سے یکساں طور پر متاثر ہو رہے تھے اس لیے عوام کے سامنے ایک ہی راستہ تھا اور وہ تھا ”فرار“ زندگی اور اس کے تلخ حقائق سے فرار۔

فرار کی کئی صورتوں میں ایک صورت یہ بھی تھی کہ مادی دنیا کی ناکامی کے احساس کو ہلکا کرنے کے لیے دین اور دنیا سے بے نیاز ہو کر عیش و عشرت میں ڈوب جائے۔

اس مقدمے میں سلاطین و امراء کے ”عیش حرام“ کی جو مثالیں بیان کی گئی ہیں ان کے تمام اعمال و افعال کا عوامی زندگی پر براہ راست اثر پڑتا تھا۔

نواب درگاہ قلی خان تین سال (۱۱۵۱ھ تا ۱۱۵۳ھ/۱۷۳۸-۱۷۴۰ء) دہلی میں مقیم رہے۔ انہوں نے اپنے مرقع میں اس دور کی جو قلمی تصویر کشی کی ہے وہ اس عہد کی معاشرتی زندگی کو سمجھنے کے لیے بہت مفید ہے۔

بعض امیرزادوں نے عوامی زندگی کو کئی طرح آلودہ کرنے کی کوشش کی، اعظم خان ابن فدوی خان کا حال لکھا ہے:

اس کی طبیعت امارد پسند ہے مزاج میں سادہ رویوں کی محبت ہے۔۔۔ اس کی تمام تر آمدنی اس طبقہ پر خرچ ہوتی ہے جہاں کہیں رنگیں امرد کی خبر پاتا ہے۔۔۔ اس پر گمند ڈال دیتا ہے۔ غرض جہاں کہیں کوئی

سبزہ رنگ نظر آئے وہ اعظم خان سے منسوب ہوتا ہے۔ ۳۵۷۔

مرزا منو کے حالات میں وضاحت کی ہے کہ بعض امیرزادے اس سے امرد پرستی کا فن سیکھتے ہیں اور اس کا شاگرد ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اس کا گھر حسین پری زادوں کا گھر ہے۔ . . . اس کی محفل گل رخیوں کی کسوٹی ہے۔ ۳۵۸۔

کسل سنگھ نام کے ایک امیرزادے نے عیش و عشرت کا جو بازار گرم کیا تھا وہ اس دور کی عوامی زندگی کو سمجھنے کے لیے بہت اہم ہے : اس نے کسل پورہ بڑے اہتمام سے آباد کیا۔ اس میں ہر طرح کی طوائفیں اور بازاری عورتیں اکٹھی کیں۔ . . . محتسب اس کے قریب نہیں پھٹک سکتا۔ . . . یہاں ہر راستے میں عورتیں رنگا رنگ لباس پہنے خود کو مردوں کے سامنے پیش کرتی ہیں اور ہر کوچے میں دلالوں کی وساطت کے بغیر لوگوں کو بلاتی ہیں۔ وہاں کی ہوا شہوت آمیز اور فضا باہ انگیز ہے۔ خاص طور پر شام کو عجب طرح کا مجمع ہوتا ہے۔ . . . ہر گھر میں رقص اور ہر جگہ نغمہ و ماز ہے۔ ۳۵۹۔

ان ایام میں حضرت مظہر دہلی کے حالات سے اور یہاں کی ہوا سے تنگ آجاتے ہیں۔ آپ اپنے متعلقین کو لکھتے ہیں :

دہلی سے دل وحشت زدہ ہو گیا ہے اور پانی پت کی ہوا موافق نہیں، حیران ہوں کہ کیا کروں؟ ۳۶۰؟

حضرت مظہر اپنے آخری ایام حیات میں انتہائی "ناتوانی" کے باوجود دہلی کے حالات سے متاثر ہو کر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

دل باہمہ ناتوانی ازین شہر و مردم شہر خوش نذاردا ۳۶۱۔

دہلی کے عوام کے مزاج کی تبدیلی جس کا سابقہ اوراق میں تفصیلی ذکر ہوا، حضرت مظہر اس سے خاصے متاثر نظر آتے ہیں۔ یہ مکتوب ملاحظہ ہو :

تبدیلی اخلاق مردم شہر و ملاحظہ اضطرار معاش آن

مردم و ہجوم امراض متعدده طرفہ لشکری از مکروہات
گراں رو باین ناتوان آوردہ ۳۶۲۔

ایک خط میں دہلی کے نا کارہ اور خود غرض امراء کی سیاسی حرکات
کا ذکر کرتے ہوئے دہلی سے بے زاری اور راہ فرار کا ذکر فرماتے ہیں لیکن :
دل از دہلی تنگ است و راہ رفتن طرفی بنظر نمی آید۔
مشکل است ۳۶۳۔

ایک اور مکتوب میں دہلی سے اپنی ترک اقامت کا جو سبب بیان کیا
ہے وہ اس شہر کی اس رلدگی کی تصدیق کرتا ہے جس کی تفصیلات
مربع دہلی میں دی گئی ہیں یعنی :

سبب ترک اقامت دہلی آست کہ طالبان خدا در شہر
کترند و در قصبات بیشتر۔ اسباب تنعم و تجمل کہ
سرمایہ غفلت است در شہر بسیار تر می باشد و در
دیہات و قری کمتر ۳۶۴۔

[یعنی دہلی کی اقامت ترک کرنے کا ایک سبب یہ بھی
ہے کہ ان دنوں شہروں میں طالبان خدا کی تعداد بہت
کم ہو گئی ہے لیکن دیہات میں زیادہ ہے۔ شہروں میں
”تنعم و تجمل“ کے اسباب زیادہ ہیں جو صرف غفلت کا
سرمایہ ہیں لیکن دیہات میں یہ ذرائع کم ہیں۔]

مقامات مظہری میں ہے :

ان ایام میں رزق حلال نایاب ہے اور جہالت کا
دور دورہ ہے۔ اکثر کی اولاد علم و ادب سے بے بہرہ
ہے۔ عقد نکاح میں بدعات کے رواج سے بہت خلل پیدا
ہو گیا ہے ۳۶۵۔

عام طور پر جاہل مسلمان مرد اور عورتیں ہندوؤں کے مراسم بھی
ادا کرتے تھے۔ خصوصاً عورتیں ان کے تہواروں میں شریک ہوتی تھیں،
حضرت مظہر نے مسلمان عورتوں کے دیوالی منانے کی بری رسم کا لغت سے
ذکر کیا ہے :

چنانچہ در ایام دیوالی کفار جہلہ اہل اسلام علی الخصوص

زنان ایشان رسوم اہل کفر را بجا می آرند و عید خود می سازند و ہدایا شبیہ بہ ہدایای اہل کفر بہ خانہ ہای دختران و خواہران در رنگ اہل شرک می فرستند ۳۶۶۔

جن دنوں چیچک کی وبا پھیلتی تھی تو مسلمانوں کے گھروں میں طرح طرح کے ٹونے ٹونکے عمل میں آتے تھے، اس موقع پر بالعموم سیتلا دیوی کی پوجا ہوتی تھی ۳۶۷۔ حضرت مظہر فرماتے ہیں :

در وقتِ عروضِ مرضِ جدری کہ در زبان ہندی سیتلا معروف است مشہود و محسوس ست کم زنی باشد کہ از دقائق این شرک خالی بود و برسمی از رسوم آن اقدام نہ نماید ۳۶۸۔

ان ایام میں نہ صرف دہلی بلکہ سارے ہندوستان میں جادوگر، شعبدہ باز اور عجیب و غریب حرکتیں کرنے والے افراد بھی بکثرت موجود تھے۔ میر شمس، تقی بھگتیا اور نمود و انمود جیسے جادوگر موجود تھے۔ انہوں نے اپنی شعبدہ بازی کے ذریعے اتنی شہرت حاصل کر لی تھی کہ بادشاہ تک ان کے معتقد ہو گئے تھے ۳۶۹۔ عورتوں میں ان کا اثر بہت بڑھ گیا تھا۔

حضرت مظہر نے خاص طور پر عورتوں میں افسوں گری کے عقائد کے قلع قمع کرنے کی بے حد کوشش کی۔ ان کو بیعت کرنے کی دیگر شرائط کے علاوہ یہ شرط بھی تھی کہ وہ جادوگری پر عقیدہ نہ رکھیں ۳۷۰۔

گویا ان حضرات نے معاشرے کے ہر طبقے کی اصلاح کی پوری سعی کی اور اس قنوطیت کے دور میں بھی ان کی اصلاح و تبلیغ کے مثبت اثرات ہوئے ۳۷۱۔

عیاشی کے قصے بیان کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ بلکہ اس ماحول کی عکاسی کرنا لازم ہے جن حالات میں حضرت مظہر نے عوام کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا۔

اس دور میں چند راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ کو چھوڑ کر باقی تمام طبقات اسی قسم کی رنگ رلیوں میں مصروف تھے ۳۷۲۔

اٹھارہویں صدی میں مسلمانوں کی اخلاقی حالت بعینہ وہی تھی جو

قوموں کے انحطاط اور حکومتوں کے زوال کے موقع پر ہوتی ہے۔ فسق و معصیت ان کی معاشرت کا جز بن گئی تھی۔ انشاء اللہ خان کی دریائے لطافت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اربابِ نشاط کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ . . . دہلی اور لکھنؤ کی معاشرت اور مجلسی و خانگی زندگی کا جو نقشہ ”دریائے لطافت“ میں نظر آتا ہے۔ اس سے تہذیب کی آنکھیں لیچی اور حیا کی پیشانی عرق آلود ہے۔ ۳۷۳۔

اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ نے مسلم سوسائٹی کے زوال کا سبب ان کی مذہبی شعار سے بے اعتنائی اور علوم دینیہ سے بے تعلقی قرار دیا ہے۔ آپ عام امت مسلمہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

تمہارے اخلاق سو چکے ہیں، تم پر بے جا حرص و آز کا ہوکھا سوار ہے، عورتیں مردوں کے سر چڑھ گئی ہیں۔ حرام کو تم نے اپنے لیے خوشگوار بنا لیا ہے۔ حلال تمہارے لیے بدمزہ ہے۔ . . . چاہیے کہ تم اپنی شہوانی خواہشوں کو نکاح کے ذریعہ پوری کرو، خواہ تمہیں ایک سے زیادہ نکاح کیوں نہ کرنا پڑے۔ . . . اسی قدر خرچ کرو جس کی تم میں سکت ہے۔ . . . تم نے نمازیں برباد کیں، تم نے زکوٰۃ کو بھی چھوڑ دیا ہے، تم میں بعض نے روزے چھوڑ رکھے ہیں خصوصاً فوجی ملازم۔ ۳۷۳۔

لیکن مایوسی کے اس دور میں راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ ۳۷۵ نے نہایت ثابت قدمی سے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر اپنے اصلاحی پروگرام کو باقاعدہ مرتب کیا۔

مذہبی بے راہ روی :

اکبر بادشاہ کی مذہبی بے راہ روی جسے غیر متعصب مورخین نے رواداری سے تعبیر کیا ہے، دور رس اثرات کی حامل تھی۔ اس کے ندیموں، علمائے سو اور صوفیہ خام نے اس سلسلے میں جو کردار ادا کیا تھا۔ اس کے اثرات اٹھارہویں صدی تک محسوس ہو رہے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کی اولاد و خلفاء نے اس کے مسموم

اثرات کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور جہانگیر سے اورنگ زیب کے عہد تک وہ ”تخم الحاد“ جس کا بیج اکبر نے بویا تھا، بار آور نہ ہو سکا، اگرچہ اس نے دارا شکوہ کی فطرت میں متشکل ہونے کی سعی کی لیکن اورنگ زیب جیسے دور الدیش اور دین پناہ بادشاہ نے اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا ۳۷۶۔

لیکن اورنگ زیب کے مرتے ہی جہاں سیاسی و اقتصادی مسائل و مصائب انسانی اعصاب پر سوار ہوئے وہاں اسلامی یک جہتی کو پارہ پارہ کرنے والی دشمن طاقتوں نے پھر سے وہ لایعنی مبعث شروع کر دیے جنہیں روکنے کی مصلحین امت نے انتہائی کوشش کی تھی۔ ان حالات کا شاہ ولی اللہ نے نہایت حکیمانہ تجزیہ کیا ہے۔ وہ سلطنت کے زوال کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو وہاں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں اور مذہب بھی اپنا اچھا اثر نہیں ڈال سکتا ۳۷۷، نیز انہوں نے مسلم معاشرے کے زوال کا سبب مذہبی شعائر سے بے اعتنائی اور علوم دینیہ سے لاتعلقی قرار دیا ہے ۳۷۸۔

خود حضرت شاہ ولی اللہ نے اس دور کی مذہبی بے راہ روی کی بہت سی مثالیں لکھی ہیں۔ ان میں سے بعض ملخصاً درج کی جاتی ہیں جو آپ کی کتاب تفہیمات سے لی گئی ہیں :

تم نمازوں سے غافل ہو . . . کوئی اپنے کاروبار میں اتنا مشغول ہوتا ہے کہ نماز کے لیے وقت ہی نہیں پاتا، اور کوئی اپنی تقریحوں اور خوش گپیوں میں اتنا منہمک ہوتا ہے کہ نماز فراموش ہو جاتی ہے۔

تم زکوٰۃ سے غافل ہو . . . تم میں کوئی مال دار ایسا نہیں جس کے ساتھ بہت سے کھانے والے لگے ہوئے نہ ہوں وہ ان کو کھلاتا اور پہناتا ہے، مگر زکوٰۃ و عبادت کی نیت نہیں کرتا۔ تم رمضان کے روزے بھی ضائع کرتے ہو اور اس کے لیے طرح طرح کے بہانے بناتے ہو . . . چاہیے کہ تم اپنی شہوانی خواہشوں کو نکاح کے ذریعہ پورا کرو، خواہ تمہیں ایک سے زیادہ نکاح کیوں نہ کرنا پڑے . . .

اے بنی آدم! تم نے ایسی فاسد رسمیں اختیار کر لی ہیں جن سے دین متغیر ہو گیا ہے۔ ۳۷۹۔

حضرت مظہر اپنے دور کے مذہبی ماحول کا تجزیہ اس طرح کرتے ہیں:

ان ایام میں لوگوں کے لیے احکام خداوندی پر عمل اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ معاملات تباہ ہو گئے اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہو گیا ہے، اگر کوئی روایت فقہ کے مطابق اور فتویٰ ظاہر پر عمل کرے اور امور جدیدہ اور بدعات سے اجتناب کرے تو یہ بہت ہی غنیمت ہے۔ ۳۸۰۔

سلاطین اسلام کے عہد کا ایک اہم عہدہ محتسب شہر بھی ہوتا تھا جو اپنے علاقے کی اخلاق اقدار کے تحفظ کا ذمہ دار تھا۔ یہ محتسب اٹھارہویں صدی میں بھی موجود تھے لیکن جب سلاطین و امراء خود لہو و لعب میں مستغرق ہوں تو محتسب عوام سے باز پرس کیسے کر سکتا ہے۔

مرقع دہلی میں اس دور کی مذہبی بے راہ روی اور عیش کوشی کے واقعات تفصیل سے لکھے گئے ہیں عیش و عشرت کے کئی واقعات کے ضمن نواب صاحب نے لکھا ہے کہ امراء و عوام محتسب کی پروا کیے بغیر دادِ عیش میں مصروف ہیں۔ یہاں تک کہ اس دور کے محتسب میں قوت احتساب ہی نہیں رہی:

قدرت احتساب در خود نمی یابد ۳۸۱۔

اس قسم کے اقدام سے بعض صوبوں میں مسالوں کی زندگی انتہائی تلخ ہو گئی تھی۔ حضرت مظہر کے معاصر جید عالم شاہ عنایت قادری قصوری ۳۸۲ نے بعض علاقوں کو غلبہ ہنود کے باعث دارالحرب قرار دیا تھا ۳۸۳۔ حضرت مظہر کے خلیفہ اجل قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام ضعیف ہو چکا ہے۔ کفر کے ظہور اور مغلوبی اسلام کا دور دورہ ہے۔ بادشاہوں میں جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کی سکت نہیں رہی ۳۸۳۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا ایک مکتوب میں واضح الفاظ

میں لکھا ہے کہ جاٹوں کے زیر اثر علاقوں میں کسی کو اذان دینے کی مجال نہیں ہے ۳۸۵۔

اسی قسم کے حالات سے مکمل آگاہی کے بعد حضرت مظہر نے تبصرہ کرتے ہوئے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ اس وقت سارا ہندوستان ”کفرستان“ بن گیا ہے :

پر چہار طرف کفرستان است ۳۸۶۔

اس غلبہ کفر میں مسلمان اپنی جان و مال اور آبرو تو کھو ہی بیٹھے تھے لیکن وہ اپنی انفرادی حیثیت بھی فراموش کرنے لگے تھے۔ اس دور کے بہت سے بااثر مسلمان ہندو اور مسلم میں صرف لفظی فرق خیال کرتے تھے۔ صوفیہ خام نے وحدت الوجود کے فلسفہ کو ہندو مت کے ساتھ ملا کر اُسے وحدتِ ادیان سے قریب تر کر دیا تھا ۳۸۷۔

علم و صوفیہ کی حالت :

اس مذہبی بے راہ روی کے دور میں علماء و صوفیہ جن کا مقصد حیاتِ سلاطین، امراء و عوام کی اصلاح تھا، خود ان کی حالت افسوسناک تھی۔ یہاں اس ماحول کا تذکرہ اس لیے کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین حضرت مظہر اور دیگر راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ کی دعوت و عزیمت کی کوششوں کو بآسانی سمجھ سکیں۔

حضرت مظہر کے معاصر اور اُس عہد کے سب سے بڑے عالم حضرت شاہ ولی اللہ نے علماء فقہاء اور واعظوں کو خطاب کر کے جس طرح انہیں خوابِ غفلت سے بے دار کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے اس دور کے علماء کی افسوسناک حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، فرماتے ہیں :

اے بد عقلو! جنہوں نے اپنا نام ”علماء“ رکھ چھوڑا ہے۔ تم یونانیوں کے علوم میں ڈوبے ہوئے ہو، اور صرف و نحو و معانی میں غرق ہو اور سمجھتے ہو کہ یہی علم ہے، یاد رکھو! علم یا تو قرآن کی کسی آیتِ محکم کا نام ہے یا سنتِ ثابتہ قائمہ کا۔۔۔ لیکن ان دلوں جن چیزوں میں تم الجھے ہوئے ہو اور جس میں

سرکھپا رہے ہو اس کو آخرت کے علم سے کیا واسطہ یہ دنیا کے علوم ہیں . . . علم کا پڑھنا تو اسی لیے واجب ہے کہ اس کو سیکھ کر مسلمانوں کی بستیوں میں اسلامی شعائر کو رواج دو، لیکن تم نے دینی شعار اور اس کے احکام کو تو پھیلا یا نہیں . . . تم نے اپنے حالات سے عام مسلمانوں کو یہ باور کرا دیا ہے کہ علماء کی بڑی کثرت ہو چکی ہے، حالانکہ ابھی کتنے بڑے بڑے علاقے ہیں جو علماء سے خالی ہیں اور جہاں علماء پائے جاتے ہیں وہاں بھی دینی شعار کو غلبہ حاصل نہیں ہے . . . تم لوگوں کو جعلی اور گھڑی ہوئی حدیثوں کا وعظ سناتے ہو، اللہ کی مخلوق پر تم نے زندگی تنگ کر دی ہے، حالانکہ تم تو اس لیے پیدا کیے گئے تھے کہ لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچاؤ گے ۳۸۸۔

شاہ ولی اللہ کے اس خطاب سے اس دور کی مذہبی فضا اور علماء کی زندگی واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے کہ کس طرح علماء اپنے منصب کی حقیقت کو فراموش کر کے یونانی علوم کی ترویج اور صرف و نحو میں مستغرق تھے۔

شاہ صاحب اس عہد کے فقہاء کے بارے میں فرماتے ہیں :

اس زمانہ میں فقیہ اس شخص کا نام ہے جو باتوں کو ہو زور زور سے ایک جیڑے کو دوسرے جیڑے پر پٹکتا ہو، جو فقہاء کے اقوال قوی ہوں یا ضعیف سب کو یاد کر کے بغیر اس امتیاز کے کہ ان میں سے کس میں قوت ہے، کس میں نہیں ہے وہ انہیں اپنے جیڑوں کے زور سے چلتا کرتا ہے . . . فقہاء جو پہلے عوام کے مطلوب تھے اب یہی عوام کے طالب ہو گئے اور سلاطین اور بادشاہوں سے الگ رہنے کی وجہ سے جو معزز شمار کیے جاتے تھے، اب بادشاہوں کے آستانوں پر جھک کر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں ۳۸۹۔ . . .

اگر احبار یہود کی حالت دیکھنا چاہو، تو آج کل کے علماء

گو دیکھ لو اور اگر عیسائیوں کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہو
تو آج کل کے مشائخ کے سامنے بیٹھ کر کہینچ لو ۳۹۰۔

بے شک اس عہد میں صوفیہ خام کی حالت بھی بہت ہی افسوس ناک
تھی۔ کئی درویشوں کے افعال میں جوگیوں کا اثر نظر آتا ہے۔ سید عبدالولی
عزالت نے داڑھی اور بھنویں منڈوا کر جوگیوں کی وضع اختیار کر لی تھی۔
اس طرح مرزا گرامی، لباس صوفیہ کے باوجود قلندر مشرب اور ہر منہب
کو پسند کرتے تھے ۳۹۱۔ کئی صوفیہ ہندوؤں کو اعلانیہ مرید کرتے
تھے۔ چنانچہ شاہ آل مجدد (ف ۱۱۶۳ھ) کے کئی ہندو مرید تھے۔ ان میں
جین پیراگی، کشن داس اور شامی کے نام ملتے ہیں۔

دہلی کے ایک صوفی خواجہ مجدد اشرف کے گھر پر بسنت کا میلہ ہوتا
تھا۔ شہر کے خواص وہاں مدعو ہوتے تھے۔ نامی رقاصائیں کیسری لباس
زیب تن گر کے وہاں برائے رقص آتی تھیں ۳۹۲۔ اسی طرح شاہ کمال الدین
حسین صوفیانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن راجہ بلاس رائے کے دربار سے
وابستہ تھے ۳۹۳۔

شاہ وارث الدین کے گھر میں اکثر راگ و رنگ کی محفلیں منعقد
ہوتی تھیں ۳۹۴۔

مجنون نانک شاہی کی حرکات ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے
جاذب نظر تھیں ۳۹۵۔ شاہ کمال دہلوی خرقہ پوشی، نفاست لباس، ہر تکلف
خوراک میں بے نظیر تھے۔ وجد و سماع کے حد سے زیادہ شائق تھے۔ وہ
"اصطلاحات تصوف اور استعارات مشائخ" کو رنگین پیرایہ بیان میں
سناتے تھے ۳۹۶۔ شاہ غلام مجدد داؤل پورہ (نواح دہلی) سماع کے اس قدر
شائق تھے کہ قوال ان کے ہاں ملازم تھے ۳۹۷۔

'خانقاہی نظام' جو کہ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا بہت بڑا منبع
تھا، تباہ ہو گیا تھا۔ مرقع دہلی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور
میں مزارات عیاشی کے اڈے بن کر رہ گئے تھے۔ بسنت کے روز عوام و
خواص قدم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم (دہلی) کے مقام پر جمع
ہوتے تھے۔ قوالی، مجرا اور ہری پیکر نازلین بھی شامل ہوتی تھیں۔ یہاں
سے فارغ ہو کر لوگ مع ساز و سامان راگ و رنگ، دیگر مزارات پر
جاتے تھے ۳۹۸۔

بزرگان دین کے عرس میں بعض ان کی یاد تازہ کرتے اور ان کی تعلیمات کے پرچار کے لیے کیے جانے تھے لیکن اس دور کے اکثر عرس لہو و لعب کا مرکز بن کر رہ گئے۔ دہلی کے تقریباً ہر عرس پر موسیقار بکثرت جاتے تھے اور موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے لیے جانے والوں کا یہ عالم تھا کہ صبح سے وہاں پہنچ کر نشست پر قبضہ کیا جاتا تھا بصورت دیگر انہیں وہاں جگہ ہی نہیں ملتی تھی ۳۹۹۔

جٹا قوال نہ صرف عرسوں بلکہ محال صوفیہ کی جان تھا ۴۰۰۔ حضرت مظہر نے اس دور کی عورتوں کی جہالت اور مذہب سے بے گانگی کا بھی ذکر کیا ہے۔ وہ بزرگوں کے نام پر روزے بھی رکھتی تھیں ۴۰۱۔

جہلا اولیا کے مزارات پر حج کے ارادہ سے جاتے تھے۔ اور انہوں نے ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا ۴۰۲۔ اس بے راہ روی کے بقیہ اثرات زائل کرنے کے لیے چودھویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ مولانا احمد رضا خان بریلوی گو عورتوں کے عرسوں میں شمولیت اور مزارات پر جانے کے عمل کو غیر شرعی قرار دینا پڑا ۴۰۳۔

ان حالات میں حضرت مظہر اور حضرت شاہ ولی اللہ نے صوفیہ پر کڑی تنقید کی ۴۰۴۔

تعلیم سلوک کا معیار بھی بہت گر گیا تھا۔ حضرت مظہر لکھتے ہیں :

(کشف کی) یہ غلطیاں خصوصاً اس دور میں بہت رواج پا گئی ہیں کیوں کہ پیروں میں کشفی نسبت بہت کمیاب ہے۔ پھر مریدین بھی ضعف ہمت کے باعث اجازت ارشاد اور بشارات کے لیے بے چین رہتے ہیں ۴۰۵۔

حضرت مظہر نے ایک اور مقام پر اپنے زمانے کا تیس سال پہلے کے روحانی عروج سے تقابل کیا ہے :

اس آخری زمانہ میں مقامات سلوک کے لیے استعدادیں کوتاہ ہو گئی ہیں جو مقصود تک پہنچانے سے معذور ہیں۔ لیکن تیس سال پہلے طالبوں کی سیر میں سرعت تھی ان کا کشف و وجدان بھی درست ہوتا تھا ۴۰۶۔

یہ حقیقت ہے کہ اس دور کے علماء و صوفیہ صلباً قسم کی گمراہیوں

میں مبتلا تھے اور ان کی حرکات کا اثر ہر کس و لاکس پر پڑتا تھا۔ بقول
پروفیسر نظامی :

اس قسم کے صوفیہ نے مذہبی تعلیم کو مسخ کرنے کے
ساتھ ساتھ ، ملت کے قوائے عمل کو بھی شل کر دیا
تھا۔ ۳۰۷۔

اس عہد کے راسخ العقیدہ صوفیہ خصوصاً حضرت مظہر نے ایسے
صوفیہ کے خلاف آواز بلند کی اور تصوف کی صحیح اسلامی روح کو پیش
کرنے کی سعی کی۔

صوفیہ کی اصلاحی کوششیں :

پاکستان و ہند کی معاشرتی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر
کرنے والے مورخین نے تسلیم کیا ہے کہ یہاں معاشرہ کی اصلاح ، تبلیغ
دین ، اخلاقی قدروں کی حفاظت معاشرے کے جس طبقے نے کی ہے وہ
صوفیہ گروم ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے راسخ العقیدہ امراء اور اعیان
سلطنت کو خط و کتابت کے ذریعے اپنا ہم خیال بنا کر دین کی تبلیغ کے لیے
قدم اٹھایا۔ اس اقدام سے جہاں بہت سے مفید نتائج برآمد ہوئے وہاں اس
نتیجے کا خصوصیت سے ذکر کیا جا رہا ہے کہ کم از کم معاشرے میں
سلاطین و امراء کی بد اعمالیوں سے جو برے اثرات پڑتے ہیں ، معاشرہ بہت
حد تک اس سے بچا رہا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ، آپ کی اولاد اور
خلفاء نے ہندوستان کی معاشرت کے اس نفسیاتی راز کو بخوبی جان لیا تھا
کہ اگر اس ملک میں اسلام کو سیاسی برتری حاصل نہیں ہوگی تو یہاں اس
دین کا قائم رہنا دشوار ہے ۳۰۸۔

لیکن اٹھارہویں صدی کے حالات اس سے مختلف تھے۔ مسلم حکومت
کا اثر و نفوذ تیزی سے ختم ہو رہا تھا ، پہلے صوبے ہاتھوں سے نکلے ، پھر
مرکزی حکومت بھی متزلزل ہو گئی تو اس دور کے صوفیہ کو حضرت مجدد
قدس سرہ کی اس پالیسی کی اصل روح اور اہمیت کا پتہ چلا جب یہاں سے
”اسلام کی سیاسی برتری“ کو شدید نقصان پہنچنا شروع ہوا۔ اس دور کے
مختلف سیاسی واقعات سے مترشح ہوتا ہے کہ دشمن طاقتیں بھی اس امر سے

بخوبی آگاہ تھیں کہ جب تک ہندوستان کی مسلم حکومت مضبوط ہے ، یہاں مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ناممکن ہے ۔ لہذا ان کے حملے براہ راست دین اور دینی یادگاروں پر ہوتے تھے ۔ وہ اس میں اختلافات کو ہوا دینے میں باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت کام کر رہی تھیں ۔

لیکن اسلام کی اس زبوں حالی اور ضعف کے باوجود بعض راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں محب وطن اعیان سلطنت کو خطوط لکھ کر اپنا ہم خیال بنایا ۔ پوری سیاسی بصیرت کے ساتھ زوال و انحطاط کے ایک ایک سبب پر غور کیا ۔ عوام کی حالت کا اندازہ لگایا ۔ اعیان حکومت کی افرادی صلاحیتوں کو پرکھا اور اپنے اصلاحی پروگرام کا خاکہ تیار کیا ۴۰۹ ۔ چنانچہ انہوں نے پوری کوشش کی کہ اس سیاسی زوال کو مذہبی اور ذہنی زوال کا پیش خیمہ نہ بننے دیا جائے ۔

اس دور زوال میں پاکستان و ہند میں صوفیہ کی کمی نہیں تھی ۔ بقول حضرت شاہ عبدالعزیز صرف دہلی میں محمد شاہ کے عہد میں ہائیس بزرگ صاحب ارشاد موجود تھے ۔ ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے ۴۱۰ ۔ ان تمام بزرگان دین کی اصلاحی کوششوں کا تذکرہ کرنا اس مقدمے میں ناممکن ہے ۔

ان میں سے حضرت شاہ ولی اللہ ، حضرت مظہر ، خواجہ میر درد ، شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری (سندھی) ، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی ، شاہ فخر الدین دہلوی ، شاہ غلام علی دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کی خدمات کا مجمل ما تذکرہ ملاحظہ ہو ۔

شاہ ولی اللہ نے سیاسی زوال کے دور میں مایوسی اور قنوطیت کو پاس نہ آنے دیا ۔ انہوں نے یہاں کے سلاطین و امراء کی صلاحیتوں کو بخوبی پرکھنے کے بعد اپنے روحانی جدِ اعلیٰ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تقلید میں ”اسلام کو سیاسی برتری“ دلانے کے لیے جب مقامی سلاطین و امراء کو اس قابل نہ پایا تو دین کی حفاظت اور مسلم حکومت کے تحفظ کے لیے انہوں نے ایک غیر ملکی (احمد شاہ درانی) کو ہندوستان پر حملے کی دعوت دے دی ۴۱۱ ۔

شاہ ولی اللہ جیسے مصلحین کو تائید ایزدی سے کامل یقین تھا کہ

اصلاح کے تمام مطالبات انہی کے ذریعے پورے ہوں گے ، چنانچہ انہوں نے ان حالات میں صوفیہ کو اس طرح مخاطب کیا :

دین میں خشکی اور سختی کی راہ اختیار کرنے والوں سے میں پوچھتا ہوں اور واعظوں ، عابدوں اور کنج نشینوں سے سوال ہے جو خالقاہوں میں بیٹھے ہیں کہ جبراً اپنے اوپر دین کو عاید کرنے والو! تمہارا کیا حال ہے؟ ہر بری بھلی بات ، ہر رطب و یابس پر تمہارا ایمان ہے۔۔۔ اے وہ لوگو! جو اپنے آبا و اجداد کے رسوم کو بغیر کسی حق کے پکڑے ہوئے ہو یعنی گزشتہ بزرگانِ دین کی اولاد میں ہو۔۔۔ ہر ایک اپنے اپنے راگ اپنی اپنی منڈلی میں الپ رہا ہے۔ جس طریقے کو اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے سے لازل فرمایا تھا۔۔۔ اُسے چھوڑ کر ہر ایک تم میں ایک مستقل پیشوا بنا ہوا ہے۔۔۔ ہم ایسے لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض لوگوں کو اس لیے مرید کرتے ہیں کہ ان سے ٹکے وصول کریں ۳۱۲۔

اسی طرح حضرت شاہ فخرالدین دہلوی ۳۱۳ نے ہدایت کی :

سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ خود سلاطین محنت کریں اور ملک گیری کو مطمح نظر بنائیں۔ دوسرے ان کے امراء بھی مسلمان ہونے چاہیں ۳۱۳۔

حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی اور حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کی اصلاحی کوششیں اس دور میں آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں ۳۱۵۔

حضرت میرزا مظہر جنہوں نے خود تیس سال حصولِ علم کے لیے صرف کیے تھے اور تیس سال ہی آپ سالکانِ طریقت کی تربیت میں مصروف رہے تھے ، آپ سلاطین ، امراء اور دیگر اعیانِ سلطنت کی اصلاح ۳۱۶ کے علاوہ معاشرے کی اصلاح اور تربیت کی طرف بھی کامل توجہ فرماتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے وضاحت کی ہے وہ بے گانگی کے باوجود ایک ایک امیر کے حال سے باخبر تھے ۳۱۷۔

حضرت مظہر ملک کی سیاسی قیادت میں کمی کے علاوہ ملک کی معاشی بدحالی کو بھی زوال کا ایک بنیادی سبب تصور کرتے تھے۔ آپ تنگ دستی اور عسرت کا بار بار تذکرہ فرمانے کے باوجود محب وطن امراء کو مالی بحران کا شکار دیکھ کر فرماتے ہیں :

اگر میرے پاس دولت ہوتی تو ان مایوس سرداروں پر خرچ کرتا اور الہیں بھیج دیتا کیوں کہ ہر قوم کے سردار ہم سے روابط رکھتے ہیں کیا کروں : ع
بے زری کرد بمن آفہ بقاروں زر کرد ۳۱۸

حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری ۳۱۹ (ف ۵۱۱۹۵/۵۱۷۸۰) جن کا ذکر ”احمد شاہ درانی کے ہندوستان پر حملے“ کے تحت بھی ہو چکا ہے حضرت مظہر کے معاصرین میں درجہ اول کے عالم، صاحب ارشاد صوفی اور کثیر التصانیف مصلح تھے۔ اگر ان کی کتابوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مجموعہ مکتوبات میں بھی تقریباً وہی مسائل مکتوب الیہم نے ان سے دریافت کیے ہیں جن کا حل مکاتیب حضرت مظہر میں پیش کیا گیا ہے انہیں احمد شاہ درانی سے اتنی محبت تھی کہ وہ درانی کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں کے مابین جانشینی کے تنازعہ میں بھی شامل نظر آتے ہیں۔

مصلحین صوفیہ میں حضرت خواجہ میر درد (۱۷۱۹ - ۱۷۸۵ء) کا خاص مقام ہے۔ وہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہ کی اولاد سے تھے۔ ان کے والد خواجہ محمد ناصر عندلیب (۱۶۹۲ - ۱۷۵۹ء) سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت اور خود ”طریقہ مجددیہ“ کے بانی تھے، خواجہ میر درد اپنے والد کے خلیفہ تھے۔ شریعت و طریقت میں صوفیہ نے جو تفریق پیدا کر دی تھی وہ اس کے پُر جوش مخالف اور وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے حقیقی معانی و مفہوم سمجھانے والے تھے۔ انہوں نے مسائل تصوف کی توضیحات جس طرح کی ہیں، ان سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ اُسے ہر قسم کے غیر اسلامی اثرات سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ وہ فارسی و اردو کے بلند پایہ شاعر بھی تھے ۳۲۰۔ ان کے دواوین کے علاوہ ”علم الکتاب“ اور ”رمائل اربعہ“ کے مطالعے سے ان کے افکار واضح ہو سکتے ہیں۔

دیگر مشائخ کی طرح خواجہ درد بھی حالات کی دگرگونی سے متاثر اور عوام کی معاشی عسرت سے بخوبی آگاہ نظر آتے ہیں۔ اپنے ایک رسالے میں فرماتے ہیں :

پریشان خاطر ی ابنای زمان نالحق من فارغ بال را متردد
میگرداند و دردناک می سازد و بے روزگاری محبان و
دوستان عبث من خوش حال را صدمه غم خواری ایشان
رسالد در فکر می اندازد کہ از چار طرف عجب عجب
گرد باد غبار خاطر ہا بر می خیزد . . . این شہر و
شہریاران را در حفظ و امان خود دارد و فوج بے گاہ
را باین سمت نیارد و باشندگان این جا از ہلای غارت و
عسر معیشت محفوظ مانند ۳۲۱ . . .

صوفیہ کرام کے اس گروہ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور
حضرت مظہر کے جانشین و کتاب ہذا کے مولف شاہ غلام علی دہلوی ۳۲۲
کی اصلاحی و تبلیغی کوششیں بھی لائق صد آفرین ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز (۱۱۵۹ - ۱۲۳۹/۵۱۲۳۶ - ۱۸۲۳ء) بن
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایک متبحر عالم تھے۔ ان کے علم سے سارا
ہندوستان مستفید ہوا۔ عرب سے بہت سے علماء علم حدیث کے حصول کے لیے
حاضر خدمت ہوئے۔ ان کے عہد میں علوم دینیہ میں ایک خاص وقار قائم
ہو گیا۔ شاہ صاحب بلند پایہ کتابوں کے مولف تھے۔ ”تفسیر عزیزی“
اور ”تفسیر اثناء عشریہ“ زیادہ مشہور ہیں۔

شاہ صاحب کے ملفوظات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس
زمانے میں مسلمانوں کے دل میں مذہب سے متعلق بہت سے شبہات پیدا
ہو گئے تھے اور یہ انہی کا تبحر اور قابلیت تھی کہ ان کو مطمئن کر دیتے
تھے۔ ایک انحطاط پذیر سوسائٹی میں عوام کے مذہب و ذہن اور شعور
کو انتشار سے بچا لینا شاہ صاحب کا عظیم کارنامہ ہے۔ وہ عوام کی نفسیات
سے واقف تھے۔ مرض کی تشخیص کر چکے تھے اس لیے علاج بھی ہمیشہ
کارگر ہوتا تھا۔ شاہ صاحب کی مساعی کے یہ چار پہلو تھے :

(۱) علوم دینی، قرآن و حدیث کا چرچا کرنا اور ان کا صحیح معیار
قائم کرنا۔

(۲) اس زمانے کے غلط مذہبی نظریات کی تصحیح اور مسلمانوں کو ذہنی انتشار سے بچانا۔

(۳) ہندوستان کے عرب کے ساتھ زیادہ قریبی تعلقات پیدا کرنا۔

(۴) ہندوستان کو دارالہرب قرار دے کر جہاد کی روح بھولکنا اور مجاہدین کی سرفروش جماعت پیدا کرنا ۳۲۳۔

حضرت مظہر کی شہادت — ایک سیاسی واقعہ

حضرت مظہر کے عہد کے سیاسی نشیب و فراز کا ذکر ہم تفصیل سے کر چکے ہیں۔ اس عہد میں ملکی سیاسی جماعتوں نے حکومت کے زوال کو تیز آر کرنے میں جو کردار ادا کیا اس کے مختصر حالات بھی گزر چکے ہیں۔ ان میں دو متحارب پارٹیوں یعنی ایرانی اور تورانی جماعتوں میں اقتدار کے لیے رسہ کشی کے دوران ناقابل تلافی نقصانات ۳۲۳ ہوئے۔

محمد شاہ کے عہد میں ایرانی جماعت کے روساء سادات بارہہ قتل ہو گئے جس سے ان کا زور ٹوٹ گیا۔ لیکن اسی عہد میں تورانی پارٹی کی قیادت کی کمزوری کے باعث ایرانی پارٹی نے اتنا عروج حاصل کر لیا کہ شاہ عالم ثانی کے عہد میں ایرانی جماعت کے سب سے پرجوش قائد نجف خان ۳۲۵ کو مسند وزارت پر فائز کرنا پڑا۔

ایرانی جماعت کے بوسر اقتدار آنے سے جہاں بہت سے اختلافات پیدا ہوئے وہاں شیعہ سنی نزاع بھی قابل ذکر ہے۔ اس عہد میں علمائے اہل سنت کو خاصی پریشانی ہوئی۔

نجف خان نے تحفہ اثناء عشریہ کے مولف حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ رفیع الدین کو دہلی سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ یہ دونوں بزرگ اپنے خالداں سمیت شاہدرہ تک پیدل گئے تھے۔

نجف خان تورانی پارٹی کی پشت پناہی کرنے والی ایک طاقت ”روہیلہ“ کا بھی سخت دشمن تھا۔ اس نے روہیلوں کو پامال کیا اور ضابطہ خان بن نجیب الدولہ کو مرہٹوں کی مدد سے شکست دی تھی۔ تمام راسخ العقیدہ سنی علماء و مشائخ روہیلوں اور تورانی جماعت کے حامی تھے۔ خصوصاً دو

فعال ترین شخصیتوں یعنی حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت مظہر کی خانقاہیں تو ان طاقتوں کا مرکز تھیں، جس کے نتیجے کے طور پر ان دونوں شخصیتوں کے خاندانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

ہمارا خیال ہے کہ اولادِ حضرت شاہ ولی اللہ سے ”متصدیانِ سلطانی“ کا حوبلی ضبط کرنے اور پھر ان افراد کا حضرت شاہ فخر دہلوی کے ہاں پناہ لینے ۳۲۷ کے واقعہ کا تعلق بھی اسی دور سے ہے۔

حضرت مظہر علانیہ، تورانی جماعت کے حامی تھے اور اس پارٹی کے بہت سے افراد کے ساتھ آپ کے تعلقات تھے۔ وہ علانیہ آپ کی خانقاہ میں آئے رہتے تھے۔ حضرت مظہر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں:

بعضی تورانیہا با فقیر آشنا ہستند، حاضر اند و ابرانیہا خود
دشمن اند ۳۲۸۔

نجف خان کو اپنی وزارت کے دوران سب سے زیادہ نقصان جس گروہ نے پہنچایا وہ ”روہیلے“ تھے۔ اس عہد کے سب سے بڑے روہیلہ سردار نجیب الدولہ کو حضرت مظہر سے بہت عقیدت اور ”حسن ظن“ تھا۔ اس نے کئی بار اس آرزو کا اظہار کیا تھا کہ حضرت مظہر اس کے مقبوضہ علاقے میں سکونت اختیار کر لیں۔ چنانچہ حضرت مظہر کئی مرتبہ اس کے علاقے میں تشریف لے گئے تھے۔ ایک خط میں آپ نے اس کی جو تفصیل دی ہے۔ وہ ان حالات کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم ہے۔ لکھتے ہیں:

اخذ طریقہ کے لیے روہیلوں کا اتنا ہجوم ہے کہ تمام دن
توجہ دینے سے فرصت نہیں ملتی۔۔۔ اس قوم میں
عجیب و غریب آثار ظاہر ہوئے، ہم نے یہ سفر بالکل
ٹھیک کیا ہے۔ فقیر کے پہنچنے کی خبر سن کر یہ
لوگ دور دراز علاقوں سے احرام بستہ آئے ہیں۔۔۔
ان میں سے ایک جماعت میرے ساتھ آئی ہے اور کسب
طریقہ کے لیے میرے ساتھ دہلی جانے کا ارادہ رکھتی
ہے ۳۲۹۔

حضرت مظہر کے بہت سے مریدین نجیب الدولہ اور تورانی امراء کے
لشکروں میں ملازم تھے ۳۳۰۔

آپ کے خطوط سے کئی ایسے اشارات ملتے ہیں کہ آپ اور دیگر غلبین بعض مہات کے دوران نجیب الدولہ کی کامیابی کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے ۳۳۱۔ نجیب الدولہ کے علاوہ کئی دیگر روہیلہ سردار مثلاً دولدے خان، حافظ رحمت خان اور افضل الدولہ سے بھی حضرت مظہر کے نہایت خوشگوار مراسم تھے ۳۳۲۔

نجف خان کے سب سے بڑے حریف اور تورانی پارٹی کے سرگرم رکن مجدالدولہ عمدۃ الامراء فرزند خان (عبدالاحد خان) سے بھی حضرت مظہر اور حضرت شاہ ولی اللہ کے بہت اچھے تعلقات تھے ۳۳۳۔ اسی طرح ایک اور اہم روہیلہ سردار ملا رحیم داد جو کہ نجف خان کا بدترین دشمن اور پانی پت و نواح پانی پت کا عامل تھا، کے ساتھ حضرت مظہر کے قدیم مراسم تھے۔ ہم نے اس مقدمے میں اس سلسلے کی جو تفصیلات دی ہیں ۳۳۴، ان سے اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ وہ تقریباً تمام مہات پر رواں ہونے سے پیشتر حضرت مظہر کی خدمت میں حاضر ہو کر ان مہات کے بارے میں مشورہ کرتا تھا۔

ان کے مقابلے میں حضرت مظہر نجف خان سے بہت کبیدہ خاطر رہتے تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں :

جس دن سے نجف خان آیا ہے اس شہر میں فقیر سے لے کر بادشاہ تک ہر شخص کی حالت خراب ہے۔ ہر خاص و عام کی زبان پر مجدالدولہ کی رہائی کا ذکر ہے۔ خدا جلد ہی کچھ کر دے گا ۳۳۵۔

نجف خان کی ان حرکات کے اثرات ظاہری زندگی اور سیاست پر ہی نہیں پڑ رہے تھے بلکہ حضرت مظہر کے جانشین نے اس عہد کی روحانی فضا کا تذکرہ کیا ہے کہ نجف خان کے اقتدار میں رمضان شریف کی برکت کا ادراک نہیں ہوتا اور کفر کی ظلمت ہر طرف چھا گئی ہے ۳۳۶۔

ان حالات میں اس بات کا اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ ایرانی پارٹی نے ایسے علماء و مشائخ کے خلاف سخت اقدامات کیے تھے۔ انہیں شہر بدر کرنے کے علاوہ انہیں قتل کرنے کا باقاعدہ پروگرام بنا رکھا تھا۔ اس عہد کے ایک نامور امیر اور فعال سیاسی شخصیت عماد الملک نے اس سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے، وہ حضرت مظہر کی شہادت کی اصل نوعیت کو

سمجھنے کے لیے بہت اہم ہے - ملاحظہ ہو :

پنجاب کا ایک باشندہ جو حضرت شاہ فخر دہلوی کی خدمت میں دہلی گیا تھا اس نے ایک دن حضرت شاہ فخر کی مجلس میں بیان کیا کہ جس دن حضرت مظہر کو شہید کیا گیا ، اس دن میں ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا ، میں نے ایک ایرانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ایک بڑے سنی عالم کو قتل کر دیا ہے لیکن ابھی ایک اس سے بھی بڑا عالم (حضرت شاہ فخر) باقی ہے - میں اسے بھی ضرور قتل کر دیتا لیکن کیا کروں کہ اس کے گرد ہر وقت مریدوں کا اتنا ہجوم رہتا ہے کہ میں اسے کبھی تنہا نہیں پاتا - یہ سن کر حضرت شاہ فخر نے کہا خاطر جمع رکھو اللہ حافظ و ناصر ہے ۵۴۴ -

اس پس منظر کی بنیاد پر یہ سمجھ لینا نہایت آسان ہے کہ خانقاہ مظہری تمام محب وطن امراء ، تورانی جماعت اور روہیلوں کا مرکز تھی اور اکثر سیاسی امور پر غور و فکر میں ہوتا تھا - گویا اس درگاہ نے بھی آستانہ حضرت شاہ ولی اللہ کی طرح ملکی سیاست میں مرکزی کردار ادا کیا تھا -

اس فضا میں جب تک ایسی فعال شخصیتوں کو دارالحکومت سے شہر بدر یا قتل نہ کیا جاتا ، ایرانی پارٹی کا اس وقت تک پھان مکمل کنٹرول ناممکن تھا -

ان حواہد کی بنیاد پر ہم حضرت مظہری شہادت (۱۷۸۰ء) کو ایک سیاسی قتل کا درجہ دینے تو بے جا نہ ہونگا -

اس عہد میں شیعہ سنی اختلافات کو بعض سیاسی جماعتوں نے جیسا کہ وہ عام طور پر کیا کرتی ہیں ، اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے اس طرح سے ہوا دی تھی کہ اس کے دور رس اثرات مرتب ہونے لگے - چونکہ اس دور میں علماء کا ایک طبقہ سیاست میں گہری دلچسپی لے رہا تھا ، جس سے عوام کی سیاسی بیداری پیدا ہونے لگی تھی اس لیے سیاسی رہنماؤں نے معمولی مذہبی اختلافات کو اپنے دنیوی فائدے کے لیے اتنا ابھارا کہ علماء کی

تمام تر دماغی صلاحیتیں دونوں فرقوں کے نظریات کی رد و قدح میں صرف ہونے لگیں۔ بعض گہری فکر کے علماء نے اس سازش کو بھانپ لیا اور اسلامی وحدت کو پارہ پارہ ہونے سے بچانے کے لیے منفی اور اشتعال انگیز رسائل لکھنے کی بجائے مثبت اقدام کیے ان میں سے شاہ ولی اللہ کی ازالۃ الخفاء عن خلافة الخلفاء اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اور شاہ عبدالعزیز کی تفسیر اثناء عشریہ اس سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں۔

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں مجالس کا انعقاد، باطل کے مقابلے میں آپ کی بے مثال قربانی اور ایثار کا تذکرہ بلاشبہ ایمان افروز عمل ہے، لیکن اس موقع پر بعض مجالس میں جو بدعات شامل ہو جاتی تھیں دیگر علماء کی طرح حضرت مظهر بھی ان کی مخالفت فرماتے تھے۔ دہلی کے شیعہ طبقہ میں سیاسی فائدے اٹھانے والے گروہ آپ کی اس مخالفت کو گفتگو کا ذکر بڑھا چڑھا کر کیا کرتے تھے۔ شعراء کے تذکرہ نویسوں نے اس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ، حضرت مظهر کو روافض نے شہید کیا تھا ۳۳۸۔

حضرت مظهر کی شہادت کو ایک سیاسی قتل تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ہم اسے ایک انتہائی درجہ کا مذہبی تعصب بھی قرار دے سکتے ہیں۔

حضرت مظهر کی تعلیمات

حضرت مظهر کے مکتوبات اور ملفوظات دراصل آپ کی تعلیمات اور ساری زندگی کے تجربات کا نیچوڑ ہیں۔ بلکہ مقاماتِ مظہری میں شامل آپ کے چوبیس مکالمے کا انتخاب تو تصداً ہی اس طریقہ پر کیا گیا ہے کہ ان سے آپ کی تعلیمات اجاگر ہوں۔ ذیل میں مکتوبات و ملفوظات میں سے آپ کے ارشادات کی تلخیص درج کی جا رہی ہے :

۱۔ طالب کو چاہیے کہ خود کو چار قسم کے فساد سے محفوظ رکھے :

(i) نا محرم اور غافل کی صحبت۔

(ii) مشتبہ روزی سے اس کا ہر لقمہ باطن کے نور کو ظلمت میں بدل دیتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(iii) زیادہ کھانے سے ۔

(iv) روزی کو غفلت سے کھانے سے سالک جو لقمہ غفلت سے کھاتا ہے ، وہ صرف چربی چڑھاتا ہے ۔

۲۔ شریعت میں مرد اس وقت بالغ ہوتا ہے جب منی شہوت کے طریقہ پر اس میں سے خارج ہو ، لیکن طریقت میں اس وقت بالغ ہوتا ہے جب وہ شہوت پر قابو پا لیتا ہے ۔

۳۔ شریعت میں نادار کو فقیر کہتے ہیں لیکن طریقت میں فقیر اُسے کہتے ہیں جس کے باطن میں سوائے خدا کے اور کچھ نہ ہو ۔ یہ وہ فقر ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فخر کیا ہے اور فرمایا ہے ”الفقر فخری“ ۳۳۹ ۔

۴۔ مشتبہ لقمہ نور باطن کو ”تباہ اور سیاہ“ کر دیتا ہے ۳۴۰ ۔

۵۔ دل کو دونوں جہانوں کی اغراض سے پاک کر لو ، تمہارا عمل ہی کیا ہے کہ تم اسے بیچ سکو ۳۴۱ ۔

۶۔ وحدت الوجود کا مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے ۳۴۲ ۔

۷۔ کرامات کو اپنے لیے خود پسندی اور فخر کا سرمایہ نہ بنائیں ۳۴۳ ۔

۸۔ کامل صوفی کبھی اپنی طرف خیر و کمال کو منسوب نہیں کرتا بلکہ انہیں مستعار سمجھتا ہے ۳۴۴ ۔

۹۔ بزرگان دین یعنی علماء و صوفیہ کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کے اختلاف میں نہیں پڑنا چاہیے ۳۴۵ ۔

آپ کے مخلصین آپ سے بعض دینی مسائل بھی دریافت کرتے تھے ۔ آپ کے مکتوبات سے نہ صرف ان مسائل کے بہترین حل ملتے ہیں بلکہ اس دور میں زیر بحث امور کی ایک جھلک بھی نظر آ جاتی ہے ۔ مثلاً

۱۰۔ نماز میں شہادت کی انگلی اٹھانے کے مسئلے میں اختلاف ہے ۔ حضرت مجدد نے رفع سبابہ کی نفی کی ہے ۔ حضرت مظہر فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد کے زمانے تک رفع سبابہ کی تائید کرنے والی احادیث مشہور نہیں ہوئی تھیں یا حضرت مجدد تک

حدیث کے وہ متون نہیں پہنچے تھے اس لیے آپ سے اس مسئلے میں اجتہادی خطا ہوئی۔ احادیث صحیحہ کی روشنی میں رفع سبابہ کی تائید ہوتی ہے ۳۳۶۔

۱۱۔ مکتوب نمبر ۱۸، ۱۹ میں آپ نے شیعہ منی اختلاف اور مختلف فقہ مسائل کا حل عمدہ پیرایہ بیان اور صوفیانہ طریقہ پر کیا ہے جو دل کی گہرائیوں تک اترتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

۱۲۔ حضرت مظہر کے سولہویں مکتوب سے جو حدیث کے مطابق عمل کرنے کے بیانات پر مشتمل ہے، بعض اہل حدیث حضرات نے اسے اپنے مکتبہ فکر کا ترجمان بنانے کے لیے نہ صرف اس مکتوب پر حاشیے چڑھائے ہیں بلکہ حضرت مظہر کو اہل حدیث عالم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس مکتوب میں آپ کا مقصد بیان تو صرف یہ ہے ۳۳۷:

عمل حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو اس کا اہل ہو اسے عمل کی اجازت بلکہ ضرورت ہے یعنی صرف مجتہد فی المذہب ہی قول امام کو ترک کر سکتا ہے۔

مقامات مظہری میں شامل مختلف فصلوں میں آپ کے یہ

زرین اقوال حرزجان بنانے کے قابل ہیں، فرماتے ہیں:

- ۱۳۔ امراء کے طعام کی ظلمت باطن کو مکدر کر دیتی ہے۔
- ۱۴۔ لقمہ حلال توفیق رفیق اور نور اطاعت میں اضافہ کرتا ہے۔
- ۱۵۔ مالک کے دل میں خدا اور دنیا کی طلب جمع نہیں ہو سکتی۔
- ۱۶۔ بشارات خود پسندی اور فخر کا باعث نہ بنیں۔
- ۱۷۔ سب سے عمدہ کرامت اتباع حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں استقامت ہے۔

- ۱۸۔ اس زمانہ میں توکل تفرقہ دل کو رفع کرنے کا سبب ہے۔
- ۱۹۔ جو طالب کامل صحت یعنی نسبت محمدیہ چاہتا ہے، اس کے لیے لازم ہے کہ اتباع سنت کو تمام ریاضات و مجاہدات سے بہتر سمجھے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود:

حضرت مظہر نے اپنے مکتوبات ۳۳۸ میں ان دونوں افکار کی جس طرح تشریحات کی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اُس دور کے اہم ترین مسائل میں شمار کیے جانے لگے تھے۔

نظریہ وحدت الوجود میں جب ہندوؤں نے اپنے فلسفے کی آمیزش شروع کر دی تو اس تحریک سے صوفیہ خام کا طبقہ متاثر ہونے لگا، رہ سکا۔ ان حالات میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدم سرہ نے صوفیہ کو للکارا اور اس کے انجام سے خبردار کرنے کی کوشش کی۔

خود چشتی سلسلہ کے بزرگ جن کے ہاں اس نظریہ کو سب سے زیادہ پذیرائی ہوئی تھی، اس نظریہ کے تمام تر مباحث کو خانقاہ تک محدود رکھنے کی پوری پوری کوشش کرتے رہے، لیکن جب ان شرائط کی گرفت ڈھیلی ہوئی تو عوام تک پہنچ کر اس نظریہ نے منفی اثرات مرتب کرنا شروع کر دیے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظریہ کی بہت اصلاح کی اور اس کے مقابل وحدت الشہود کو پیش کیا۔ علماء و مشائخ جو وحدت الوجود کی کتابوں کا شب و روز درس دینے اور اس نظریہ کی حامل کتب کی شروح لکھنے میں مصروف تھے، بعض کی تو ساری ساری زندگی ہی ان کتابوں کی شرحیں لکھنے اور اعتراضات کے جواب دینے میں صرف ہو چکی تھی، جب انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی کی تحریرات میں اس روش کی مخالفت محسوس کی تو ”میدان مناظرہ“ میں اتر آئے۔ اس طرح وجودی اور شہودی باقاعدہ دو گروہ متعارب رہنے لگے۔

افسوس کہ خود غرض اور دنیا پرست علماء و صوفیہ نے اس پر غور و فکر کیے بغیر اسے ایسے معنی پہنائے کہ اختلاف کی یہ خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔

دارا شکوہ (ف ۱۰۶۹/۵۱۶۵۹) بن شاہ جہان بادشاہ نے تو انتہا کر دی۔ اگرچہ اسے شاہ جہان کی زندگی میں ہی ”شہزادہ ولی عہد“ کہا جاتا تھا، لیکن جب اُس کو راسخ العقیدہ اور محب وطن اسراء کی حایت حاصل ہو سکی تو اس نے ہندوؤں کو اپنا حامی بنانے کے لیے وحدت الوجود

اور ہندو ویدانت کو ملانا چاہا۔ اس پر 'ملا شاہ بدخشی کی صحبت نے نوبت یہاں تک پہنچا دی کہ فلسفہ وحدت الوجود سے وحدت ادیان کے تصور تک رسائی میں کوئی مشکل نہ رہی۔ جس کا عملی نتیجہ کتاب جمع البحرین کی صورت میں نکلا، اس کتاب میں دارا نے اسلامی تصوف اور یوگ کے خیالات کو ایک دوسرے پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے ۳۳۹۔

گویا اب یہ نظریہ خانقاہوں سے نکل کر بازاروں اور عوامی مجلسوں کا موضوع بحث بن چکا تھا۔ مشہور فرانسیسی سیاح برنیر نے جو ۱۶۵۸ء میں دارا شکوہ کے لشکر میں بحیثیت طبیب کام کرتا تھا، لکھا ہے کہ وحدت الوجود کے بارے میں ہندوستان میں بڑا غل پڑا ہوا ہے۔ نیز اس نے تسلیم کیا ہے کہ پنڈت اور دوسرے فلاسفہ دارا اور شجاع کے ذہن میں یہ نظریہ القاء کر رہے ہیں :

I shall explain to you the Mysticism of a great sect which has latterly made great noise in Hindoustan, inasmuch as certain Pundits or Gentile Doctors had instilled it into the minds of Dara and Sultan Sujah^{۳۵۰}

گو اورنگ زیب کی کامیابی، دارا کے قتل اور مرکز کی مضبوطی نے اس نظریے کو اورنگ زیب کے حین حیات اتنا نہ ابھرنے دیا کہ خطرناک صورت اختیار کر جاتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ "پنڈت اور ڈاکٹر" (صوفیہ خام) خفیہ طور پر اس نظریے کے پرچار میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ اورنگ زیب کی وفات کے بعد مرکز کی کمزوری کے باعث اس فتنہ نے اتنا سر اٹھایا کہ اکابر صوفیہ کرام کا یہ کشفی نظریہ وحدت ادیان کے روپ میں کفر کی سرحدوں تک پہنچ گیا۔

اب دو گروہ وجودی اور شہودی باقاعدہ متحارب رہنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔ اس دور میں اس فضا کو درست کرنے کے لیے کئی کتابیں لکھی گئیں۔ مشہور نقشبندی عالم شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری نے ایک مستقل رسالہ ۳۵۱ لکھ کر دونوں فریقوں کو ایک دوسرے کی تکفیر سے منع کیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ کسی طرح بھی فرو ہونے کا

نام نہیں لیتا تھا۔ اسی لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے بزرگ نے ان دونوں نظریات کی ایک دوسرے سے مطابقت کرنے کی کوشش کی اور دونوں نظریات کے مابین صرف لفظی فرق بتایا ۳۵۲۔

حضرت مظہر اور دیگر نقشبندی بزرگ اسے محض لفظی فرق تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ چنانچہ حضرت مظہر نے اپنے ایک فاضل خلیفہ مولانا غلام یحییٰ بہاری ۳۵۳ سے اس انطباق کے خلاف ایک مستقل رسالہ ”کلمات الحق“ (۵۱۱۸۳) لکھوایا اور اس رسالے پر خود ایک تقریظ لکھی ۳۵۴۔ نیز حضرت مظہر نے شیخ قمرالدین اورنگ آبادی سے بھی اسی موضوع پر ایک رسالہ لکھوایا جس کا نام مظہرالنور ۳۵۵ ہے۔ پھر اس رسالے کی ایک شرح ”المظاہر“ کے نام سے سید نورالمہدی بن قمرالدین مذکور نے لکھی تھی ۳۵۶۔

معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ جانشینانِ شاہ ولی اللہ نے ان رسائل کے بھرپور جوابات لکھے۔ چنانچہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے رسالہ کلمات الحق مذکور کا ایک ضخیم کتاب لکھ کر رد کیا جس کا نام دماغ الباطل ۳۵۷ ہے۔

رد و قبول کا یہ سلسلہ اٹھارہویں صدی کے آخر تک تحریری صورت میں چلتا رہا۔ ملا بحر العلوم کے رسالہ وحدۃ الوجود (حدود ۵۱۱۶۲/۱۷۴۹ء) سے لے کر شاہ عبدالعزیز کے رسالہ (۵۱۲۳۵/۵۱۸۲۰ء) تک اس سلسلے کی کڑیاں ماتی ہیں۔

اگر تردید و تائید کا یہ سلسلہ علماء و صوفیہ تک محدود رہتا تو زیادہ خراب نتائج برآمد نہ ہوتے لیکن جب اُسے علماء کی گفتگو اور شعراء کی زبان مل گئی تو اب یہ نظریہ سراسر عوامی نظریہ بن کر رہ گیا اور اس نے یہ خطرناک صورت اختیار کی :

ہر چیز خدا ہے، مذہب کی ظاہری حیثیت یعنی دیر و حرم کی تفریق کا خاتمہ، مندر اور مسجد کا فرق جاتا رہا۔ سماجی زندگی میں اتنی بے اعتدالی پیدا ہوئی کہ یہ کہا جانے لگا کہ انسان بھی خدا ہے تو پھر یہ مضحکہ خیز بات ہے کہ خدا خدا کی عبادت کرے، ایسی صورت میں کوئی گناہ گناہ نہیں رہتا، کیوں کہ گناہ کا مرتکب

خود خدا ہے۔ - جب خدا ہی مرتکب ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ خدا خود اپنی ذات کو سزا دے۔ اس نظریہ نے حرم اور مٹے کدے کا فرق ختم کر دیا۔ عوام اپنے نفس اور خدا دونوں کو یک وقت خوش رکھنے کی کوشش کرتے ۳۵۸۔

گویا اس کشمی نظریے کی غلط تعبیرات نے ذہنی آزار اور کموتیت کی نفا ہیدا کر دی۔ ان حالات میں مصلح صوفیہ پھر میدان میں آئے، چنانچہ حضرت شاہ فخر الدین دہلوی وحدت الوجود کو موضوع سخن بنانے کی شدید مخالفت کرنے لگے ۳۵۹۔

حضرت مظہر نے اپنے مکتوبات میں وضاحت کی کہ یہ محض ایک کشمی مسئلہ ہے۔ ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔ اور اس میں الجھنے کی ممانعت فرمائی۔

حضرت مظہر کے بارے میں چند غلط فہمیوں کا ازالہ

حضرت مظہر اور ہندومت :

حضرت مظہر نے ایک مکتوب ۳۶۰ میں ہندومت اور اس کے رہناؤں کے بارے میں ایک سائل کو جو جواب دیا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے :

(۱) ہمالک ہند میں بھی انبیاء و رسل علیہم السلام بھیجے گئے۔۔۔۔

(۲) یہ دین (ہندومت) پہلے ایک مرتب دین تھا اب منسوخ ہو گیا ہے۔۔۔۔

(۳) شرع اکثر انبیاء کے احوال میں خاموش ہے اس لیے ہندوستان کے انبیاء کے حق میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ نہ ہمارے لیے ان کی پیروی کرنے والوں کے کفر و ہلاکت کا یقین لازم ہے اور نہ ہی ان کی نجات کا یقین ہمارے لیے واجب ہے۔۔۔۔

(۴) ہندوؤں کا سجدہ ، سجدہ تحیت ہے نہ کہ عبودیت — کیوں کہ ان کے مذہب میں ماں ، باپ ، پر اور استاد کو سلام کی بجائے یہی سجدہ کیا جاتا ہے

(۵) تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا .

(۶) متاخرین نے ہندو مت میں جو تصرفات کیے ہیں وہ ساقط الاعتبار ہیں .

ہندو مسلم اتحاد اور وحدت ادیان کی مثالوں کے متلاشی مصنفین نے حضرت مظہر کے اس مکتوب پر بہت سے حاشیے چڑھائے ہیں۔ ذیل میں ہم انہی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

حضرت مظہر کے جدِ روحانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی اپنے ایک مکتوب میں ہندوستان میں بعثتِ انبیاء کا ذکر کیا ہے۔ آپ اپنا ایک مکاشفہ بیان کرتے ہیں :

گزشتہ امتوں میں ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو، حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ میں دور دکھائی دیتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور صالح جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے۔ اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں، اگر ان شہروں کو متعین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اور دیکھا ہے کہ کوئی ایسا پیغمبر ہے جس کی کسی نے اتباع نہیں کی اور کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور کوئی ایسا پیغمبر ہے کہ صرف ایک ہی آدمی اس پر ایمان لایا ہے اور کسی کے تابع صرف دو اور بعض کے ساتھ صرف تین آدمی ایمان لائے، تین آدمیوں سے زیادہ نظر نہیں آتے، جو ہند میں کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں

جو کچھ ہند کے رئیس کفار نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات اور اس کے تنزیہ و تقدیس کے بارے میں لکھا ہے سب انوار نبوت سے مقتبس ہے کیوں کہ گذشتہ امتوں میں سے ہر ایک کے زمانے میں کوئی نہ کوئی پیغمبر ضرور ہوا ہے جس نے واجب تعالیٰ کے وجود اور اس کے ثبوت اور اس کے تنزیہ و تقدیس کی نسبت خبر دی ہے

زمین ہند میں دیہاتوں اور شہروں کی تباہی کے آثار بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ ہلاک ہو گئے لیکن وہ دعوت کا کلمہ ان کے معاصرین میں باقی رہا ان میں سے بعض سرکش مردودوں کو دوزخ کے وسط میں دیکھتے ہیں ۴۶۱۔

اگر حضرت مجدد کے اس مکتوب کی روشنی میں زیر بحث مکتوب حضرت مظہر کا مطالعہ کیا جائے تو دونوں حضرات کے خیالات میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے۔

حیرت ہے کہ ہمارے معاصر ہندوستانی مصنفین نے حضرت مظہر کے اس مکتوب کو دارا شکوہ کے خیالات سے مطابقت کی کوشش کی ہے، حد یہ ہے:

میرزا مظہر جانِ جانان کے اس خط کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ، حالانکہ دارا شکوہ کا وجود صفحہ ہستی سے بہت پہلے اٹھ چکا تھا، مگر اس کی روح اب بھی کارفرما تھی اور میرزا مظہر کے خیالات دارا کے خیالات کی بازگشت تھے، ایسا گمان ہوتا ہے کہ میرزا مظہر نے دارا شکوہ کی سر اکبر کا (مطالعہ) کیا ہوگا کیوں کہ ان کا وہی انداز بیان اور طرز فکر وہی ہے جس کا دارا نے سر اکبر کے دیباچہ میں اظہار کیا ہے، اگر میرزا مظہر کے اس خط کو دارا سے منسوب کر دیا جائے تو کسی گو اس بات کا گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ خط کسی اور صاحب فکر کا بھی ہو سکتا ہے ۴۶۲۔

دارا شکوہ کی سر اکبر شائع ہو چکی ہے ۴۶۳۔ اس کے مطالعے سے ہر

راسخ العقیدہ مسلمان اس نتیجے پر پہنچے گا کہ وہ اپنی اس کتاب میں آپشد کو قرآن پاک میں مذکور ”کتاب مکنون“ ثابت کرنے والا اور اسے ”گنج توحید“ بتانے والا اسلام کی حدود کو عبور کر کے ایسی منزل پر پہنچ چکا تھا ، جہاں صرف اکبر بادشاہ کے دین الہی میں ہی اسے پناہ مل سکتی تھی ۔

حضرت مظہر نے تو ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتاب ”وید“ کو الہامی اور ایک فرشتہ ”برہما“ کے ذریعے اس کی زمین پر ترسیل کا ذکر کیا ہے لیکن دارا شکوہ نے تو واضح الفاظ میں اسی ”برہما“ کو حضرت آدم علیہ السلام کہہ دیا ہے :

بر ابنای آن وقت کہ بزرگ ترین آنها برہما کہ آدم صفی الله
است باجمیع احکام نازل شدہ ۳۶۳۔

خدا کا شکر ہے کہ وحدتِ ادیان اور جذباتی ہم آہنگی کی مثالیں تلاش کرنے والے محققین کو حضرت مجدد کے منقولہ بالا مکتوب کا سراغ نہ مل سکا ورنہ وہ اس کے بارے میں بھی وہی خیال ظاہر کرتے کہ یہ کسی دارا شکوہ یا دارا شکوہی کی تحریر ہونے کا غماض ہے ۳۶۵۔

کیا حضرت مجدد کے زیر بحث مکتوب کی موجودگی میں کوئی ”صلح پسند“ یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ مکتوب آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی فضا کو بہتر بنانے کے لیے لکھا تھا ۔ چونکہ اس مکتوب کے علاوہ آپ نے ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں کے بارے میں جس سخت رویہ اور نفرت کا اظہار کیا ہے اس لیے مورخین ایسے نتائج اخذ کرنے میں تامل کرتے ہیں ۔ لیکن اس کے برعکس حضرت مظہر کے ہندوؤں کے خلاف خیالات چونکہ اب تک یک جا نہیں ہو سکے اس لیے وہ اس مکتوب کی بنیاد پر آپ کو ہندو مسلم نظریات میں ہم آہنگی پیدا کرنے والا قرار دیتے ہیں پروفیسر مجیب ، شاہ ولی اللہ کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ انہوں نے حضرت مظہر کی طرح ہندو مسلم نظریات میں اتحاد پیدا کرنے کی خدمت انجام نہیں دی :

He does not attempt to bring the Indian Muslims and Non-Muslims ideologically closer together, as, for instance, his contemporary Mirza Mazhar Jan-i-Janan did^{۳۶۶}.

اسی قسم کی رائے کا اظہار ڈاکٹر محمد عمر، مشیرالحق اور فرید مان یوحنا نے بھی کیا ہے ۳۶۷۔ گو حضرت مظہر کے بعض ہندوؤں سے مخلصانہ تعلقات تھے۔ لیکن کیا یہ روابط آپ کی مذہبی رواداری کے باعث تھے؟ کیا حضرت مظہر ہندوؤں کو حلقہ مریدین میں داخل کرتے تھے؟

ذیل میں ہم ہندو مت اور ہندوؤں کے بارے میں حضرت مظہر کے چند دیگر بیانات درج کر رہے ہیں تاکہ آپ کے زیر بحث مکتوب اور ان سوالات کا جواب مل سکے۔

اسی مقدمہ میں ہم نے مرہشہ گردی، سکھ گردی اور سرہند کی تباہی کے عنوانات سے دیگر مباحث کے دوران حضرت مظہر کے اقوال نقل کیے ہیں۔ ان میں ہر مرتبہ ”کفار مرہشہ“، ”سکھ کافر“ کے الفاظ آپ نے خصوصیت سے لکھے ہیں۔ ان واقعات کے تحت آپ کے جن تاثرات کا اظہار ملتا ہے، ان سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں ہندوؤں سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔

اگر اس مکتوب کی بنیاد پر آپ کو ہندو مسلم کی تمیز مٹانے والا اور ان کی نظریاتی سرحدوں کو ملانے کے لیے راستہ ہموار کرنے والا فرض کر لیا جائے تو یہ بہت نا انصافی ہوگی۔ اگر اس مکتوب سے آپ کا مقصد ہندو مسلم اتحاد ہوتا تو آپ اپنی دیگر تعلیمات میں اپنے مریدوں کو اس کی نصیحت ضرور فرماتے بلکہ حقائق تو اس کے بالکل برعکس ہیں۔ آپ تو تشبہ ہنود اور اپنے اصحاب تو درکنار عام جاہل مسلمان عورتوں کا ہندوؤں کی مذہبی رسوم میں شریک ہونا آپ پر نہایت ناگوار گزرتا تھا۔

حضرت مظہر کے عہد میں بھی بعض جاہل مسلم خواتین سیتلا دیوی کے مندروں میں جاتی تھیں۔ آپ نے اسے صریحاً شرک قرار دینے کے لیے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکتوب پر اپنے ”اصول بیعت زنان“ وضع کیے تھے:

اکثر زنان بواسطہ کمال جہل کہ دارلد باین امتداد
ممنوع سیتلا اند . . . بادای مراسم شرک و اہل شرک
گرفتار اند . . . ایشان در وقت عروض مرض جدری
کہ در زبان ہندی سیتلا معروف است مشہود و محسوس است
کم زنی باشد کہ از دقائق این شرک خالی بود و رسمی
ال رسوم آن اقدام نہ نماید ۳۶۸۔

آپ نے ہندوؤں کے مقدس دنوں کی مسلمانوں کو تعظیم کرنے سے منع کیا تو اسے کفر قرار دیتے ہوئے مسلمان عورتوں کو دیوالی میں شرکت سے اس طرح منع کیا :

تعظیم نمودن ایام معظمہ ہنود و بجا آوردن دران ایام رسوم متعارفہ جہود را نیز مستلزم شرک و مستوجب کفرست چنانچہ در ایام دیوالی کفار جہلہ اہل اسلام علی الخصوص زنان ایشان رسوم اہل کفر را بجا می آرند . . . ہمد شرک و کفرست بہ دین اسلام ۳۶۹۔

ہندوستان کے مسلمانوں میں دخترکشی کی رسم ہندوؤں سے آئی تھی ، چنانچہ حضرت مظہر نے خواتین کو بیعت کرنے کے لیے جو شرائط تحریر کی ہیں ، ان میں ایک شرط یہ بھی تھی :

شرط . . . در بیعت نساء فرمودہ است نہی از قتل اولادست کہ زنان ایشان دختران خود را می کشتند ۳۷۰۔ . . .

یہ تو جاہل عورتوں کا معاملہ تھا ، اگر آپ کے خلفاء میں سے کوئی غفلت سے ہندوؤں کے ہاتھ سے کوئی چیز کھا لیتا تھا تو اس کے باطن میں کدورت پیدا ہو جاتی تھی اور آپ کو نور باطن سے اس کا علم ہو جاتا تھا ، مقامات مظہری کے مولف ایک مشاہدہ بیان کرتے ہیں :

ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا ، شیخ غلام حسن سے توجہ کے بعد فرمایا کہ کیا تو نے کفار کی ہوجا کا کھانا (چڑھاوا) کھایا ہے ؟ تیرے باطن سے کفر کی ظلمت ظاہر ہو رہی ہے ، انہوں نے کہا میں نے ہندو کے ہاتھ سے کوئی چیز کھائی ہے ، میرے باطن کی تمام کدورت اس وجہ سے ہے ۳۷۱۔

جس شخص کے خدام اگر بھول کر کسی ہندو کے ہاتھ سے کوئی چیز کھا لیں اور ان کا باطن اس وجہ سے تاریک ہو جاتا ہو اس سے ہندو مسلم اتحاد کے لیے خوش گوار فضا پیدا کرنے کی توقع محض خوش فہمی ہے۔ یہ تو عمومی اور امن و امان کے حالات تھے۔ جنگ پانی پت کے آغاز میں جب سرہٹوں کا دہلی پر قبضہ ہو گیا اور اسے لوٹ کر برباد کر دیا گیا تو حضرت مظہر بھی ان حالات سے متاثر ہوئے۔ اور کسی مقام پر پناہ لی

تو ایک مرتبہ سردار آپ سے ملنے کے لیے وہاں گیا تو آپ اس "کافر مرتبہ" کی تعظیم کے لیے بالکل نہ اٹھے ۴۷۲، گویا اس نازک اور "آسیب" کے زمانے میں بھی کسی مصلحت نے آپ کو اپنے موقف سے ہٹنے پر مجبور نہ کیا۔

اگر ہندوؤں سے مذہبی اتحاد آپ کی تعلیمات میں شامل ہوتا تو اس کے اثرات آپ کے مخلصین میں ضرور نمایاں ہوتے۔ آپ کے اجل خلیفہ حضرت قاضی ثناء اللہ ہانی ہی ہندوؤں کے گھروں میں داخل نہیں ہوئے تھے ۴۷۳۔

زیر بحث مکتوب میں حضرت مظہر نے یہ بھی لکھا ہے کہ "تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا" جس سے بعض "رواداری پسند" مصنفوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ کہ یہ آپ کا اپنا عقیدہ یا فتویٰ ہے حالانکہ اس میں آپ نے واضح طور پر بتایا ہے کہ ہندوؤں کو محض اس لیے کافر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تناسخ پر اعتقاد رکھتے ہیں، بلکہ ان کے کافر ہونے کی دیگر وجوہ بھی ہیں۔ حضرت مظہر کی درگاہ کے موجودہ سجادہ نشین اور مشہور عالم مولانا زید ابوالحسن نے آپ کے اس قول کی بھی یہی توضیح کی ہے ۴۷۴۔

کہاں دارا شکوہ کے عقائد، کہاں آپ کا یہ مکتوب پھر ان دونوں کے خیالات کے الطباق ۴۷۵ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور حضرت مظہر کو ہندو مسلم آئیڈیالوجیز کو ایک دوسرے کے قریب لانے والا ثابت کرنا تو حقائق کی واضح خلاف ورزی ہے۔

بلکہ ہمارے خیال میں ہنود سے نفرت کرنا حضرت مظہر کے معمولات میں شامل تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ غیر مبہم ارشاد، حضرت مظہر کے معمولات کا حصہ نظر آتا ہے:

"متشبت بہ مجموع احکام اسلام و کفر مشرک، تبریٰ از کفر شرط اسلام و ہیزاری از شائبہ شرک شرط توحید ۴۷۶۔"

یعنی ہندو مسلم اتحاد کے لیے راہ ہموار کرنا تو دور کی بات ہے، آپ کے نزدیک کفر اور اسلام کے احکام کو آپس میں ملانا یعنی "جمع البحرین" کی کوشش کرنے والا مشرک ہے۔ آپ کے نزدیک کفر کی مخالفت اسلام کی شرائط میں نہیں ہے بلکہ ہندوستان کے مسلمان کے لیے

کفر پر تبریٰ کرنے والا مسلمان ہونا شرط ہے۔ اور شرک تو درکنار، شرک کے شائبہ سے بھی بیزاری یہاں کے مسلمان کے لیے شرط اول ہے۔

حضرت مظہر نے واضح طور پر اسی مکتوب میں لکھا ہے :

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم المرسلین ہیں اور تمام بنی نوع انسان کے لیے لیبی ہیں کا مذہب مشرق و مغرب کے تمام ادیان کو منسوخ کرنے والا ہے۔

حضرت مظہر اور حسن ہرستی و لازمک مزاجی :

شعراء کے تذکرہ نگاروں کے ہاں عجب قسم کا تضاد پایا جاتا ہے۔ ایک طرف تو وہ حضرت مظہر کی پاک دامنی اور اعلیٰ اخلاق و اوصاف کی تصویریں کھینچتے ہیں تو دوسری طرف آپ کو عشقِ بتاں میں گرفتار، شاہد پرست اور دیگر خرافات میں مبتلا بتاتے ہیں۔

آپ کے دونوں معاصر سوانح نگاروں مولانا بھڑانجی اور شاہ غلام علی نے ”عشقِ حقیقی“ کو آپ کے ”خمیر مایہ“ طینت“ ۳۷۷ اور عالم طفولیت سے ہی آپ کو ”صورتِ جمیلہ“ کی طرف مائل بتایا ہے ۳۷۸۔ چھ ماہ کے بچے کی اس رغبت کو شعراء کے تذکرہ نویس نہ جانے کیا نام دیں لیکن آپ کے والد گرامی کی اس وصیت کو کہ ”تم جب تک عشقِ مجازی کا طوق پہن کر کوچہ و بازار میں رسوا اور خوار نہ ہو گے، میری روح تم سے راضی نہیں ہوگی“ ۳۷۹۔

اگر اس وصیت کا تذکرہ نگاروں کو علم ہو جاتا تو وہ مرقعِ دہلی میں مرقوم عشاق کے ساتھ آپ کو دہلی کے بازاروں میں لباسِ عاشقانہ میں دکھانے سے بھی گریز نہ کرتے۔

آبِ حیات کے رطب و یابس کو حقائق ثابت کرنے کے شوق میں مسعود حسن رضوی ادیب نے اس وصیت کو لقل کرنے کے بعد نہ جانے کیوں یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ :

کوئی سعادت مند بیٹا باپ کی نصیحت اور وصیت کو

کلیتہً نظر انداز نہیں کر سکتا ۳۸۰۔

خدا کا شکر ہے کہ وصیت کے اثرات کا درج بالا نتیجہ اخذ کرنے والے محقق کی نظر اس وصیت نامہ کے خاتمہ پر وصیت کے معاصر ناقل کے اس مشاہدہ پر نہیں پڑی :

از توجہ معنوی حضرت والد بزرگوار خود بلکہ بہ محض فضل ایزدی در مرتبہ عشق بازی باتصنی مرتبہ کمال رسیدند و جان شیرین فدانے راہ مولی نمودند و از دست لائق پرستان بے دولت بدرجہ شہادت اعلیٰ رسیدند ۳۸۱۔

[یعنی والد بزرگ کی توجہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ مرتبہ ”عشق حقیقی“ میں کمال کے انتہائی مرتبہ پر پہنچ گئے تھے اور اپنی جان عزیز کو راہ خدا میں فدا کر دیا تھا۔ (ملخصاً)]

ورنہ موصوف آب حیات کی حیات کے جوش میں حضرت مظهر کو ”عشق بازوں“ کی صف میں ضرور کھڑا کرتے۔

بہلا عشق مجازی میں گرفتار اپنے عشق کی بدولت ”مرتبہ کمال و تکمیل“ تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ مسعود حسن رضوی ادیب، جنہوں نے معمولات مظہریہ اور مقامات مظہری میں مندرج آپ کے عشق حقیقی کے جذبات کو آب حیات اور دیگر شعرائے فارسی و اردو کے تذکروں سے مطابقت کی کوشش کی ہے کیا وہ مقامات مظہری میں مرقوم حضرت مظهر کے محبوب کا نصف شب میں خواب گاہ کے دروازوں کے مکمل بند ہونے کی صورت میں آپ کے بستر پر پھول رکھ کر غائب ہونے کی مثال شعراء کے تذکروں میں سے پیش کر سکتے ہیں؟

یقیناً ان واقعات کا تعلق عشق حقیقی سے ہے نہ کہ عشق مجازی سے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مظهر کی حسن دوستی، لفاقت پسندی اور لطافت طبع اس درجہ کی تھی کہ تذکرہ نگاروں نے اس سے کئی حکایتیں گھڑی ہیں۔

بقول عبدالرزاق قریشی مرحوم :

... محمد حسین آزاد نے (آپ کی) میرزائیت اور

marfat.com

Marfat.com

بددماغی میں کوئی امتیاز نہیں رکھا ، انہوں نے
میرزا صاحب کی نفاست پسندی اور میرزائیت کو
بددماغی و نازک مزاجی سے تعبیر کیا اور ان کے حالات
خصوصاً اطوار و عادات کے بیان میں طنز و استہزا سے
کام لیا ۳۸۲۔

تذکروں میں آپ کے جس مزاج کی تعلی ، نزاکت اور افتاد طبع کا
ذکر ملتا ہے ، اس کی تردید مقاماتِ مظہری کے مختلف مندرجات سے
بخوبی ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ کسی کی چارپائی ٹیڑھی دیکھی تو وہیں بیٹھ
جانا یا ٹیڑھی چارپائی پر آرام کرنے سے آپ کی نیند میں خلل آنا وغیرہ۔
میر تقی میر جنہوں نے اپنے معاصرین میں سے بہت کم کسی کی
تعریف کی ہے۔ جب وہ آپ سے ملے تو یہ تاثر تھا :

مردیست مقدس ، مظہر . . . خوش تقریر بمرتبہ است کہ
در تحریر نمی گنجد ۳۸۳۔

مقاماتِ مظہری میں ہی ہے کہ ایک امیر سے آپ نے کہا کہ وہ
اپنے بچوں کو ہارے پاس لائیں وہ صاحب کئی روز تک اپنے بچوں کو
آداب سکھاتے رہے۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ نہایت
مودب بیٹھے رہے بالآخر آپ تنگ آ گئے اور فرمایا تم بچوں کو نہیں لائے؟
اس نے جواب دیا ”حضرت یہ بچے ہیں“۔ آپ نے فرمایا یہ بچے ہیں ، ان کو
بچہ گون کہہ سکتا ہے؟ یہ تو بوڑھے ہیں۔ بچے تو وہ ہیں کہ کوئی میرا
رومال لیے بھاگتا ، کوئی ٹوپی سر سے اتار لیتا کوئی کھڑتا پہاڑ ڈالتا۔ بھلا
یہ بوڑھے ، بچے کیسے ہو سکتے ہیں؟

کیا ایک بددماغ آدمی بچوں کی یہ ناز برداری برداشت
کر سکتا ہے؟ ۳۸۴

لواب غازی الدین خان فیروز جنگ ۳۸۵ (م ۱۱۶۵/۱۷۵۲ء) جو کہ
حضرت مظہر کا بہت ہی معتقد تھا اور آپ کی ”دعوت و خیافت“ میں نہایت
اہتمام کرتا تھا ، وہ اس احتیاط اور انتہائی اہتمام کی وجہ یہ بتاتا تھا کہ یہ
سب میں اس لیے کرتا ہوں کہ حضرت مظہر کا مزاج ہماری بشری ظلمت و
کدورت کی وجہ سے متغیر نہ ہو ۳۸۶۔

آپ کا مزاج مبارک اس قدر مصفیٰ تھا کہ اگر کوئی مرید کسی

کافر کے ہاتھ کا ایک لقمہ بھی کہا لیتا تھا تو اس کے باطن کی ظلمت کا آپ کو فوراً احساس ہو جاتا تھا۔ اگر کسی مخلص کی نظر کسی نامحرم پر پڑ جاتی تھی تو آپ اس مرید سے صاف کہتے تھے کہ آج تم سے ”بونے زنا“ آرہی ہے۔ اگر کوئی مرید کلمہ طیبہ کا ورد کر کے حاضر خدمت ہوتا تو آپ اس کے انوار کا فوراً احساس کر لیتے تھے ۳۸۷۔

الذازہ کیجیے کہ جس شیخ کو اپنے مرید کی اچانک کسی نامحرم عورت پر نظر پڑنے سے اُسے بونے زنا آسکتی ہے، اُسے عشق مجازی کا گرفتار، اپنے شاگرد عبدالحی تاباں کے حسن پر فریفتہ ثابت کرنا سراسر بے بنیاد ہے۔

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ کو ”حضرت مظہر کے احوال و آثار“ کا موضوع بنانے والے محقق خلیق الجہم نے یہ کیسے لکھ دیا کہ ”حد تو یہ ہے کہ مرزا مظہر جیسے ثقہ بزرگوں کے کلام میں امردوں کے نام ملتے ہیں ۳۸۸۔“

ہمارے نزدیک یہ سراسر حقائق سے ناواقفیت اور بنیادی مآخذ کے بالاستیعاب مطالعہ کے فقدان کا نتیجہ ہے۔

حضرت مظہر کی تصانیف

حضرت مظہر کی نہایت مصروف زندگی تھی۔ ایام شباب میں ہی آپ کا زیادہ وقت ذکر اور مراقبہ میں صرف ہوتا تھا۔ مسلسل تیس سال تک مختلف بزرگوں سے کسب فیض کیا اور تقریباً اتنا ہی زمانہ آپ نے مسندِ ارشاد و تلقین پر متمکن ہو کر طالبانِ خدا کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ تبلیغ و ارشاد کے سلسلے میں آپ کو مختلف مقامات کا سفر بھی کرنا پڑا، سیاسی نشیب و فراز اور دہلی کی فضا کی تبدیلی اور جہاں سے ترک اقامت کی فکر کے باوجود آپ مطالعہ کتب میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نے حضرت قاضی ثناء اللہ ہانی ہتی گوجو خطوط لکھے تھے ان سے آپ کے ذوق مطالعہ کتب کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بعضی مکاتیب تو صرف کتابوں کے ذکر سے مملو اور کتب پر نقد و تبصرہ پر مشتمل ہیں ۳۸۹۔

لیکن اس کے باوجود آپ کسی مستقل تصنیف کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔ ایک مکتوب میں لکھا ہے :

دبستانِ تحقیق کے اس بے سواد میں کتاب تصنیف کرنے کی استعداد نہیں ہے۔^{۳۹۰}

آپ کے مختلف مکاتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک عظیم کتب خانہ کے بھی مالک تھے۔ ”اتباعِ سنت“ کے سلسلے کی اکثر کتابیں سفر و حضر میں آپ کے ہمراہ رہتی تھیں۔ حضرت مظہر ان کی بہت حفاظت کرتے تھے۔ مصنفین کے خود نوشت خطی نسخوں اور ایسے قلمی نسخے جن کی خود مصنفین نے تصحیح کی تھی، آپ کے کتب خانے میں تھے اور آپ ان کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے۔^{۳۹۱}

حضرت مظہر نے وصیت کی تھی کہ میرا کتب خانہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو دے دیا جائے۔^{۳۹۲}

اگرچہ ان حالات میں آپ کا تصنیف و تالیف کی طرف رجحان بہت کم رہا، لیکن شعر گوئی کا ذوق آپ میں فطری تھا، اس لیے اس جذبے کی تسکین کے لیے کبھی کبھی شعر کہا کرتے تھے۔

معاصر تذکروں میں حضرت مظہر کی کسی اردو یا فارسی نثری تصنیف کا حوالہ نہیں ملتا۔ اگرچہ صاحبِ گلشن ہند اور گارماں دتاسی نے آپ کے نظم و نثر میں خوش بیان ہونے کا ذکر کیا ہے لیکن اس کی کوئی عصری سند نہیں مل سکی یا آپ کی کوئی نثری مستقل تصنیف اب تک سامنے نہیں آئی۔

حضرت مظہر کی اب تک جو تصانیف ملی ہیں وہ یہ ہیں :

- (۱) دیوان مظہر (فارسی)۔
- (۲) خرپٹہ جوہر (فارسی کے معروف اور غیر معروف شعراء کے کلام کا انتخاب)۔
- (۳) مکاتیب کے مختلف مجموعے۔
- (۴) مجموعہ اردو اشعار۔
- (۵) متفرق اور مختصر نثری تحریریں۔
- (۶) ملفوظات۔

خریطہ جواہر :

قدیم دور سے بیاض رکھنے کا عام دستور تھا ، جن میں صاحبِ ذوق حضرات اپنی پسند کے اشعار نقل کر لیا کرتے تھے ۔ آج یہ بیاضیں تاریخ ادبیات میں بہت سے خلا پر کرنے میں معاون ثابت ہو رہی ہیں ۔

حضرت مظہر نے بھی شعروں کی ایک بیاض تیار کی تھی جس کا نام خریطہ جواہر ہے ۔ یہ فارسی اشعار کے انتخاب پر مشتمل ہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاض حضرت مظہر کی زندگی میں ہی آپ کے مخلصین میں خاص مقبول تھی اور وہ اس کی نقل ارسال کرنے کی درخواست کیا کرتے تھے ۔ آپ ایک خط میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

بیاضِ انتخابی برائے قطب الدین خان جیو نقل کردہ

می شود ، زود برسد ۵۰۳ ۔

غالباً اس وقت تک اس کا کوئی نام تجویز نہیں کیا گیا ہوگا ۔ اس لیے اسے محض ”بیاضِ انتخابی“ کہا گیا ہے ۔ بقول عبدالرزاق قریشی صاحبِ گلشنِ بے خار کے سوا کسی تذکرے میں اس بیاض کا ذکر نہیں ملتا ۵۰۴ ۔

مذکورہ بالا خط میں حضرت مظہر نے اس بیاض کا خود ذکر کر دیا ہے اس لیے اس کے مصدقہ ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا ۔

یہ بیاض آپ کے فارسی دیوان کے ساتھ کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے اسے الگ بھی کئی مطابع نے چھاپا تھا ۵۰۵ ۔ اس بیاض میں تقریباً پانچ سو شعراء کے کلام کا انتخاب ہے ۔ اس میں مشہور شعراء کا بہت کم اور غیر معروف شعراء کا کلام زیادہ جمع کیا گیا ہے ۔ یہ انتخاب آپ نے حافظہ کی مدد سے کیا ہے ۔ بعض شعراء کا انتخاب دو جگہ آیا ہے ۔ سب سے زیادہ اپنے اشعار کا انتخاب دیا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاض آپ نے اپنے تلامذہ کی تربیت کے لیے بنائی تھی ۵۰۶ ۔

بقول مولانا شبلی نعمانی :

میں نے ثقافتِ دہلی سے سنا ہے مرزا غالب وغیرہ کا خیال تھا کہ ہندوستان میں فارسی شاعری کا صحیح مذاق جو دوبارہ قائم ہوا وہ اس انتخاب (خریطہ جواہر) نے قائم کیا ۵۰۷ ۔

حضرت مظہر کے مکتوبات :

اگرچہ آپ اپنی مصروفیات کے باعث کسی مستقل تصنیف کی طرف توجہ نہیں کر سکے لیکن آپ کے سامنے آپ کے روحانی اجداد کی مثالیں موجود تھیں جنہوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنے خطوط کے مجموعے مرتب کروائے تھے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ محمد سعید سرہندی، حضرت خواجہ محمد معصوم، حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی، حضرت عبدالاحد وحدت، حضرت محمد نقشبند ثانی، حضرت مروج الشریعت خواجہ عبیداللہ وغیرہ کے مکتوبات کتابی صورت میں مدون ہو چکے تھے۔

یہ مجموعے دراصل نقشبندی حضرات کی سعیہای دعوت و عزیمت کی تفصیلات کا ریکارڈ ہیں۔ چونکہ حضرت مظہر کے سامنے اپنے ان روحانی بزرگوں کی عملی مثال موجود تھی اس لیے آپ نے بھی اس کی تقلید کی اور اپنی زندگی میں اپنے مکتوبات کا ایک مجموعہ مرتب کروایا۔ لکھتے ہیں :

احباب نے شریعت و طریقت کے بعض مسائل پوچھے تھے، ان کے جواب مکاتیب کی صورت میں لکھے تھے جنہیں عزیزوں نے جمع کر لیا ہے ۵۰۸۔

مکتوبات کے اس مجموعے کے جتنے قلمی نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں ان میں مکتوبات کی تعداد ۲۳ ہے، ان ۲۳ خطوط کی تلخیص سب سے پہلے مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے معمولات مظہریہ میں شامل کی ہے اور مکتوب الیہم کے نام بھی لکھے ہیں۔ اسی طرح ۲۳ مکاتیب مقامات مظہری میں نقل کیے گئے ہیں، ان خطوط میں زیادہ تر مذہبی مسائل، رموز تصوف اور تعلیقاتِ سلوک پائی جاتی ہیں اس لیے بجا طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مظہر نے مذکورہ بالا خط میں اپنے جس مجموعہ 'مکاتیب کے جمع ہونے کا ذکر کیا ہے وہ یہی ابتدائی مختصر مجموعہ ہے۔

مکتوبات کی اس تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ ہمارا خیال ہے کہ جس طرح مولانا نعیم اللہ بھڑانچی نے سب سے پہلے آپ کے حالات پر مستقل کتابیں لکھ کر "اولین سوانح نگار" کا شرف حاصل کیا ہے اسی طرح الہوں نے آپ کے مکتوبات کا بھی ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، یہی

وہ مجموعہ ہے جو سب سے پہلے طبع ہوا۔ اس کا نام ”رقعاتِ کرامت سعادت شمس الدین حبیب اللہ مرزا جن جالان مظہر شہید“ ہے۔ یہ نسخہ مطبع فتح الاخبار کول (علی گڑھ) سے ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۳ء میں طبع ہوا تھا۔ اس میں کل ۶۳ مکاتیب ہیں اس مطبوعہ نسخہ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں مکتوب الیہم کے نام بھی دیے گئے ہیں۔

یہ اہم قدیم مطبوعہ نسخہ بخدوسی مولوی شمس الدین مرحوم تاجر کتب لادریہ لاہور کے ذاتی کتب خانہ کی زینت تھا۔ صاحبِ نزہۃ الخواطر نے مولانا بھڑانجی کے مرتبہ جس مجموعہ مکتوبات کا ذکر کیا ہے ۵۰۹، ہارا خیال ہے کہ وہ یہی مذکورہ مطبوعہ نسخہ ہوگا۔

مکتوباتِ حضرت مظہر کا جو دوسرا مجموعہ چھپا تھا اس میں حاشیہ پر طبع شدہ ایک خط شامل کر کے کل ۸۹ خطوط ہوتے ہیں۔ یہ مکاتیب کلماتِ طیبات میں شامل ہیں، جسے ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی ۵۱۰ مرید حضرت شاہ فضلِ رحمن گنج مراد آبادی نے مرتب کیا تھا۔ انہوں نے اس میں پہلے مرتبہ مجموعہ مولانا بھڑانجی میں خلفائے حضرت مظہر کی تالیفات کی مدد سے اضافہ کیا۔ لکھتے ہیں :

آخر کتابی کہ بہ مطالعہ در آمد مکتوبات قدسی آیات . . .
بود . . . چون این جوامع الکلم بس و دلچسپ آمد
با مستقائن کوشیدم و جاہ تلاشیدم تا آنکہ در تالیفات
خلفای حضرت ایشان . . . اضعاف آن یاقم ۵۱۱۔

چونکہ اس مجموعہ کے مرتب ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی، حضرت شاہ فضلِ رحمن گنج مراد آبادی (ف ۱۳۱۷ھ) کے معتقد تھے اور حضرت فضلِ رحمن جن کی تصحیح سے یہ مجموعہ چھپا تھا وہ مطابع میں تصحیح و کتابت کا کام بھی کرتے تھے۔ انہیں حضرت مظہر کے جالشین حضرت شاہ غلام علی مولفِ مقاماتِ مظہری کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف بھی حاصل تھا ۵۱۲۔ اس لیے ممکن ہے کہ حضرت مظہر کے یہ ۸۹ خطوط شاہ فضلِ رحمن کو یہیں سے ہم دست ہوئے ہوں اور انہیں سے مرتب نے حاصل کیے ہوں۔

یہ مجموعہ کلماتِ طیبات کے نام سے پہلے، مطبع العلوم مراد آبادی ۱۲۰۷ھ/۱۷۸۸ء اور آخر میں مطبع مجتہبان دہلی سے باہتمام مالک مطبع،

مولوی عبدالاحد ۵۱۳ ۹ ۵۱۳ میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔

مکتوبات حضرت مظهر کا ایک مجموعہ عبدالرزاق قریشی مرحوم نے مرتب کیا تھا۔ اس مجموعے میں ۱۳۷ خطوط شامل ہیں۔ جن میں چند ایک کے سوا باقی سب قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے نام لکھے گئے ہیں۔ یہ وہ مکاتیب ہیں جو قاضی صاحب نے نہایت حفاظت کے ساتھ رکھے اور اہتمام سے ایک ”خریطہ“ اسی مقصد کے لیے بنوایا تھا۔ حضرت مظهر کے مشہور سوانح نگار مولانا نعیم اللہ بھڑانچی بشارات مظهریہ کی تالیف سے پہلے جب ان کے پاس پانی پت پہنچے تو انہوں نے یہ خریطہ دیکھا اور اس سے سوانحی مواد نقل کیا تھا۔ لکھتے ہیں :

حضرت ایشان (میرزا مظهر) مکاتیب بسیار . . . بنام حضرت مولانا (قاضی ثناء اللہ) نوشتہ بودند و حضرت مولانا آن مکاتیب را در خریطہ باحتیاط نگاہ میداشتند و فقیر از مطالعہ تمام آن مکاتیب مشرف شدہ جزوی چند انتخاب نمودہ نزد میداشت ۵۱۳۔

یہی خریطہ ۱۹۳۶ء میں مولانا زید ابوالحسن فاروقی سجادہ نشین درگاہ حضرت مظهر کو مولوی محفوظ اللہ (از اولاد قاضی ثناء اللہ) سے ملا تھا ۵۱۵۔ یقیناً اس مجموعہ میں سے بہت خطوط کتب خانہ کی بربادی کے دوران ضائع ہو گئے ہوں گے۔ عبدالرزاق قریشی مرحوم کو یہ تمام تر خطوط مولانا زید مدظلہ سے ملے تھے جن کو انہوں نے مرتب کر کے شائع کر دیا ۵۱۶۔

قریشی صاحب مرحوم نے اس پر ایک مختصر مقدمہ اور تعلیقات (تشریحات) بھی لکھی تھیں۔ مرحوم نے اس کی ترتیب و تعلق خاصی عرق ریزی اور احتیاط کے ساتھ کی تھی جو تاریخ ”سلسلہ“ مظهریہ میں موصوف کا قابل قدر کارنامہ ہے۔

تعلیقات کے علاوہ مرحوم نے حضرت مظهر کی دو غیر مطبوعہ فارسی تحریرات تنبیہات الخمسہ اور سلوک طریقہ بھی بطور ضمیمہ شامل کر دی ہیں ۵۱۷۔

اس مجموعے میں ۱۳۷ مکاتیب ہیں۔ جن میں سے ۱۳۰ بنام قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ایک مادر قاضی صاحب کے نام، ایک بنام خانم

قاضی صاحب ہے۔ اور باقی قاضی احمد اللہ، میاں صبغۃ اللہ، دلیل اللہ، عہد مراد، شاہ علی، رائے کیول رام، نعمت اللہ، عہد حسن خان اور سید موسیٰ خان دہیبیدی کے نام ہیں ۵۱۸۔

یہ مکاتیب حضرت مظہر کی زندگی کے آخری دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ خطوط نجی باتوں پر مشتمل ہیں۔ ان کی روشنی میں آپ کی کتاب زندگی کے بہت سے دہندے اور اوراق روشن ہو کر سامنے آ جاتے ہیں، بہت سی باتیں جو اب تک مبہم تھیں واضح ہو جاتی ہیں، اس مجموعے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ آپ اپنے گرد و پیش کے سیاسی حالات سے پورے طور پر آگاہی رکھتے تھے۔ چنانچہ کئی خطوط میں اس عہد کے تاریخی و سیاسی واقعات ملتے ہیں ۵۱۹۔

جیسا کہ ہم نے اس مقدمہ اور حواشی میں اس مجموعے کے بہت سے اقتباسات کے ذریعے حضرت مظہر کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے ان میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت مظہر کے ان مکاتیب کے مندرجات کی معاصر کتب تاریخ سے تصدیق ہوتی ہے، اگر اس مجموعہ کو خصوصاً حضرت شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکاتیب سے تقابل کر کے مطالعہ کیا جائے تو مکاتیب شاہ ولی اللہ کے بہت سے تشنہ واقعات کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ کئی واقعات ایسے ہیں جنہیں مورخین نے مصلحتاً نظر انداز کر دیا ہے۔ لیکن حضرت مظہر کے اس نجی مجموعہ میں وہ درج ہو گئے ہیں۔ بلاشبہ یہ خطوط اس دور زوال کی سیاسی تاریخ کے کئی خلا پر گر سکتے ہیں۔

مکاتیب حضرت مظہر کا آخری مجموعہ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان مدظلہ کا مرتب کیا ہوا ہے۔ اس میں کل دو سو خطوط ہیں جن میں سے پہلے دس خود حضرت مظہر کے ہیں۔ باقی سلسلہ مظہریہ کے دیگر افراد کی آپس کی خط و کتابت ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے نو مکاتیب کے علاوہ بہت سے ایسے خطوط پائے جاتے ہیں جو اس سلسلہ کے حضرات نے ایک دوسرے کو لکھے تھے۔

اس مجموعے میں حضرت مظہر کے نام لکھے ہوئے ایسے مکاتیب بھی ملتے ہیں جو حضرت مظہر کے بعض مطبوعہ مکتوبات (شامل کلمات طہیات اور مجموعہ قریشی) کو سمجھنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

اس طرح حضرت مظہر کے احباب اور مریدین کے مابین تعلقات و مراسم کی تصویر زیادہ واضح طور پر ابھرتی ہے۔ اس مجموعے میں بہت سے سیاسی واقعات کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں۔ خصوصاً احمد شاہ درانی اور لواب قاسم علی خان سے متعلق اشارات قابل لحاظ ہیں۔ روہیلوں کی نقل و حرکت کا بھی ان میں بار بار ذکر آتا ہے جن سے حضرت مظہر کے ساتھ ان کی عقیدت و وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔

یہ تمام تر خطوط، مکتوب نگاروں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے غیر مطبوعہ صورت میں حضرت مظہر کے خلیفہ اخوند ملا نسیم ۵۲۰ کی خانقاہ واقع نور محل، اوچ، دیر (پاکستان) میں محفوظ ہیں۔ راقم الحروف کو ان تمام خطوط کی زیارت اور نقل و اقتباس کا موقع ملا ہے۔

اس مجموعہ کو محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب (سندھ یونیورسٹی حیدر آباد سندھ) نے لواب خانقاہ مظہریہ کے تاریخی نام سے ۱۹۷۲ء میں مرتب کیا اور ۱۹۷۵ء میں حیدر آباد سندھ سے شائع کر دیا تھا۔ موصوف نے اس پر ایک مقدمہ اور بعض اہم مکتوبات کے آغاز میں مکتوب میں مندرج بیانات کی دیگر مکاتیب کی روشنی میں تشریح بھی دے دی ہے۔ جس سے انہیں سمجھنا نسبتاً آسان ہو گیا۔ یقیناً ڈاکٹر صاحب کی یہ کاوش سلسلہ مظہریہ پر کام کرنے والوں کے لیے لائق استفادہ ہے۔

مکتوبات حضرت مظہر کا پہلا اردو ترجمہ ڈاکٹر خلیق انجم نے کیا ہے۔ اس میں پہلے ۸۸ خطوط، کلمات طیبات اور رقعات کرامت... مطبوعہ ۱۳۷۱ھ (فتح الاخبار، کول) سے ماخوذ ہیں اور مکتوب نمبر ۸۹، ۹۰، ۹۱، دیکر ذرائع سے حاصل کر کے ترجمہ کیے ہیں۔ اس میں کل ۹۱ مکاتیب ہیں۔ مکتوبات کے علاوہ حضرت مظہر کی نثری تحریروں یعنی دیباچہ دیوان فارسی، خود نوشت حالات حضرت مظہر شامل سرو آزاد، تقریظ حضرت مظہر بر رسالہ کلمات الحق اور آپ کے وصیت نامہ کے اردو ترجمے بھی اس مجموعے کے آخر میں شامل ہیں۔ گویا اس مجموعے میں حضرت مظہر کی کوئی ایسی تحریر شامل نہیں ہے جس کا فارسی متن پہلے طبع نہ ہو چکا ہو۔

مترجم موصوف نے اس مجموعہ پر ایک مختصر مقدمہ اور آخر میں حواشی کے عنوان سے مکتوبات کے بعض مندرجات کی تشریح کی ہے۔ بہت

سے حل طلب امور حواشی و توضیحات کے محتاج تھے لیکن مترجم نے ان کی طرف توجہ مبذول نہیں فرمائی۔

ترجمہ کے دیگر بہت سے تقاضوں میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ مترجم صرف کلماتِ طیبات میں شامل متن کی بنیاد پر ترجمہ کرنے کی بجائے دیگر ذرائع سے پہلے صحتِ متن کی طرف توجہ کرتے پھر ترجمہ ہوتا۔ مقاماتِ مظہری میں شامل ۲۴ مکاتیب کا متن کہیں کہیں کلماتِ طیبات سے مختلف ہے۔ لیکن ترجمہ کرتے وقت اس اختلاف کو بھی مد نظر نہیں رکھا گیا۔

تاہم موصوف نے ان مکاتیب کا ترجمہ کر کے اردو زبان و ادب پر کام کرنے والے اصحاب کے لیے حضرت مظہر کے اس بے بہا خزانے کو متعارف کروانے کی جو کوشش کی ہے وہ قابل قدر ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۶۲ء میں ”مرزا مظہر جان جاناں کے خطوط“ کے نام سے مکتبہ برہان، دہلی سے شائع ہوا تھا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت مظہر کے مکاتیب کے تمام مجموعے جدید تحقیقی اصول و ضوابط کی بنیادوں پر مطالعہ کیے جائیں اور ان کا بھرپور سیاسی، سماجی، مذہبی اور ادبی جائزہ لیا جائے۔ لیکن اس مختصر مقدمہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے اس لیے سطحی طور پر بعض امور کا ذکر کیا جا رہا ہے :

ہم نے اس مقدمہ میں مختلف عنوانات کے تحت حضرت مظہر کے مکاتیب سے بکثرت اقتباسات دیے ہیں جن سے ان خطوط کی سیاسی و سماجی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

پاکستان و ہند کے الشاء لٹریچر کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہاں کی فارسی مکتوب نگاری میں سادہ اور تصنع سے پاک مکتوب نگاری کے میدان میں بھی حضرت مظہر کی وہی حیثیت ہے جو اردو شاعری میں انہیں ”نقاشِ اول ریختہ“ کا فخر حاصل ہے۔ آپ سادگی کے ساتھ بے تکلفی کی تلقین بھی کرتے تھے اور مبالغہ آمیز القاب کے خلاف تھے۔ آپ کے ہاں مخدوما، جانِ من اور برادرِ من جیسے القاب استعمال ہوتے تھے ۵۲۱۔ میر اجنبی کے نام ایک مکتوب میں لکھا ہے :

یہ گھسا پٹا لقب (لقبِ مبتذل) حقائق و معارف آگاہ

marfat.com

Marfat.com

چھوڑ دیں . . . بے مزہ تکلف کو دخل نہ دیں۔ اس کے بعد اس طرح لکھیں کہ میرا جنبی کی طرف سے مرزا جان جانان مطالعہ کریں۔ اس کے بعد مطلب لکھیں ۵۲۲۔۔۔۔

حضرت مظہر خط کے مضمون میں بھی سادگی بیان کا پورا التزام کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سامنے بیٹھے ہوئے کسی انسان سے مخاطب ہیں ۵۲۳۔

بقول عبدالرزاق قریشی مرحوم :

مکاتیب کی زبان سادہ ہے انداز بیان میں سنجیدگی اور متانت پائی جاتی ہے۔ عبارت میں بڑی بے ساختگی ہے . . . ان میں نہ تکلف ہے نہ تصنع ، نہ آورد ہے نہ اہتمام ، جملے عموماً چھوٹے اور الفاظ ہلکے پھلکے . . . انہیں انشا پردازی کا اچھا نمونہ کہا جا سکتا ہے . . . کہیں کہیں آیات قرآنی اور اشعار کا استعمال بڑے موقع و محل سے کیا ہے اور اس سے تحریر میں حسن اور وزن پیدا ہو گیا ہے ، لیکن بعض جملے آپ کے ہاں ایسے بھی ملتے ہیں جنہیں اہل زبان کو قبول کرنے میں شاید تامل ہو۔ بعض الفاظ آپ کے ہاں ایسے ملتے ہیں جو اردو مفہوم رکھتے ہیں اور فارسی میں اس طرح استعمال نہیں ہوتے۔ آپ نے بعض ہندی الفاظ بھی استعمال کیے ہیں کیوں کہ ان کے مترادفات فارسی میں نہیں ملتے ۵۲۴۔

حضرت مظہر کی اس سادہ طرز نگارش کا اثر آپ کے مریدین کی تحریرات میں بھی نمایاں طور پر ملتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ حضرات جب آپس میں مکاتیب کرتے تھے تو ان میں اپنے اس روحانی راہنما کا طرز تحریر جلوہ گر رہتا تھا ۵۲۵۔

حضرت مظہر خط میں تاریخ تحریر کا اندراج تو لازم سمجھتے تھے۔ لیکن عموماً سنہ نہیں لکھتے تھے۔ ایک مکتوب میں خط پر تاریخ کی تحریر

کی اہمیت بتائی ہے :

میانہ خط ضبط تاریخ تحریر لازم باید گرفت تا خلط
مطالب نہ شود ۵۲۶۔

صرف چند مکاتیب مثلاً مکتوب نمبر ۴۶ (۵۱۱۸۶) [کلماتِ طبیات]
اور خط نمبر ۱۴۷ (۵۱۱۸۸) [مجموعہ قریشی] پر سنین تحریر ملتے ہیں۔
جناب خلیق انجم اور عبدالرزاق قریشی مرحوم نے اپنے مرتب مجموعوں
میں بعض مندرجات کی مدد سے اور دیگر ذرائع سے خطوط کے سنین متعین
کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت مظہر کے مکتوبات میں سیاسی اطلاعات :

حضرت مظہر کے مکتوبات کے مختلف مجموعوں ۵۲۷ کے مطالعہ سے
اٹھارہویں صدی عیسوی کے بہت سے اہم واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں۔
احمد شاہ درانی کے مختلف حملوں، ان جنگوں کے نتائج، حملوں سے عوامی
زندگی کا متاثر ہونا، امراء کی باہمی چھٹلش، اس عہد کی سیاسی جماعتوں کا
گردار، مرکز دشمن طاقتوں کی ریشہ دوانیاں، بادشاہوں کی قتل و
حرکت اور ان سے پیدا شدہ نتائج پر تبصرہ بھی ملتا ہے۔

اگر حضرت مظہر کی ان تمام تحریرات کا اس دور کی کتب تاریخ سے
تقابل مطالعہ کیا جائے تو یقیناً بہت سے ایسے واقعات آپ کے مکتوبات میں
ملیں گے جن سے اس عہد کا تاریخی لٹریچر خالی ہوگا۔ اس عہد کی بہت کم
کتب تاریخ زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہیں۔ اس لیے ان حالات میں اس
کمی کو ایک حد تک مکتوبات کے یہ مجموعے پورا کرتے ہیں۔

ہم نے حضرت مظہر کے احوال و افکار پر ایک ضخیم کتاب تالیف
کی ہے جس میں حضرت مظہر کے ان تمام مندرجات کو کتب تاریخ سے
تقابل کر کے تجزیہ کیا ہے۔

حضرت مظہر کی دیگر نثری تحریریں :

مکتوبات کے علاوہ حضرت مظہر کی چند نثری تحریریں بھی ملتی
ہیں، لیکن یہ تمام تر فارسی میں ہیں، آپ کی اردو نثر کا کوئی نمونہ ہمیں
دستیاب نہیں ہو سکا۔

معلوم اور معروف تحریرات یہ ہیں :

- (۱) خود نوشت حالات برای سفینه خوش گو (۵۱۱۶۱/۴۱۷۳۸)۔
- (۲) خود نوشت احوال مشمولہ سرو آزاد (۵۱۱۶۶/۴۱۷۵۲)۔
- (۳) دیوان فارسی کا دیباچہ (۵۱۱۷۰/۴۱۷۵۶)۔
- (۴) تقریظ رسالہ کلمات الحق (۵۱۱۸۳/۴۱۷۷۰)۔
- (۵) وصیت نامہ (۵۱۱۹۵/۴۱۷۸۰)۔
- (۶) تنبیہات الخمسہ۔
- (۷) سلوک طریقہ۔

(۱) حضرت مظہر کی پہلی نثری تحریر جس کا سال تحریر معلوم ہے وہ بندرا بن داس خوش گو کے شعری فارسی کے تذکرہ سفینہ خوش گو میں شامل ہے جو ۵۱۱۶۱ کی تالیف ہے ۵۲۸۔

(۲) آپ کی دوسری تحریر مولانا آزاد ہلگرامی کے تذکرہ سرو آزاد میں محفوظ ہے۔ مولف کی درخواست پر آپ نے اپنے خود نوشت حالات لکھے تھے جو اس میں شامل ہیں ۵۲۹۔ یہ تذکرہ چونکہ ۵۱۱۶۶ کا نوشتہ ہے اس لیے اس تحریر کا سنہ حدود ۵۱۱۶۶ قرار دے سکتے ہیں۔

(۳) تیسری تحریر آپ کے فارسی دیوان ثانی کا دیباچہ ہے۔ اس کا سال تدوین ۵۱۱۷۰ ہے۔ یہ مختصر مگر بلیغ الداز میں ہے۔ اس میں بھی اپنی شاعری کا محرک وہی بتایا ہے جو سرو آزاد میں ہے۔ نیز کور سواد ناقلین سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس مجموعہ کے علاوہ باقی تمام اشعار مسترد سمجھے جائیں۔ آپ کا یہ نثری دیباچہ دیوان فارسی کے تمام مطبوعہ نسخوں میں شامل ہے۔

(۴) حضرت مظہر کی چوتھی تحریر معروف عالم اور اپنے خلیفہ مولانا غلام یحییٰ بہاری ۵۳۰ کے رسالہ کلمات الحق پر ایک مختصر تقریظ ہے یہ رسالہ ۵۱۱۸۳ میں تالیف ہوا تھا۔ اس لیے آپ کی اس تقریظ کا یہی سنہ تحریر بھی ہے۔ یہ تقریظ

بشاراتِ مظہریہ، مقاماتِ مظہری اور کلماتِ طیبات میں محفوظ ہے۔ نیز رسالہ کلمات الحق کے جتنے خطی نسخے ہماری نظر سے گزرے ہیں سب میں منقول ہے۔

جناب عبدالرزاق قریشی نے اس تقریظ کو اہمیت نہیں دی بلکہ اسے ”حقیقت میں ایک عقیدت مند مرید سے اظہارِ خوشنودی کی سند“ ۵۳۱ قرار دیا ہے۔ بظاہر قریشی مرحوم سے اس کی توقع نہیں تھی لیکن جب انہوں نے حضرت مظہر کا اردو کلام مرتب کیا تو آپ کے بارے میں ان کی معلومات نہایت محدود تھیں، اس لیے اس قسم کی رائے کا اظہار کر دیا۔

ہمارے نزدیک آپ کی اس مختصر سی تقریظ کی بہت اہمیت ہے۔ یہ نہ صرف اس عہد کے صوفیانہ رجحانات کی عکاسی کرتی ہے بلکہ اس عہد میں جب کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کو محض ایک لفظی فرق قرار دینے کی مہم چل رہی تھی، اس تحریک میں حضرت مظہر نے جو کردار ادا کیا اسے سمجھنے میں خاصی مدد دیتی ہے۔ کیوں کہ یہ رسالہ اس انطباق کے نظریہ کے خلاف لکھا گیا تھا ۵۳۲۔

(۵) حضرت مظہر کی پانچویں تحریر جس کا منہ متعین کیا جا سکتا ہے، وہ اپنی شہادت ۱۱۹۵ھ سے کچھ پہلے (۱۱۹۳-۱۱۹۵ھ) کی ہو سکتی ہے۔ بقول مولانا بھڑانجی :

حضرت ایشان در آخر حیات این وصیت نامہ بہ فقیر نوشتہ دادہ بودند ۵۳۳۔

یہ وصیت نامہ معمولاتِ مظہریہ میں محفوظ ہے ۵۳۳۔ یہ وصیت نامہ بھی ان تمام تر خوبیوں کا مالک ہے جو مقدمین کے وصایا میں ملتی ہیں۔ یہ وصیت نامہ آپ کی پوری زندگی کا نھوڑ اور مخلصین کے لیے مشعلِ راہ کا کام دے سکتا تھا اس لیے اسے ذاتی حیثیت سے افادۂ عام کے لیے آپ کے معمولات میں شامل کر دیا گیا۔

(۶) تنبیہات الخمسہ کے نام سے آپ کی ایک تحریر بشاراتِ مظہریہ

میں محفوظ ہے ۵۳۵، جس میں حقیقتِ اہل سنت اور ردِ شیعہ کے سلسلے میں آپ نے پانچ تنبیہات کے تحت دلائل دیے ہیں اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے :

مخفی نیست کہ حقیقتِ اہل سنت و بطلانِ ردیہ شیعہ از درجہ استدلال بمرتبہ بداہت رسیدہ - چون بدیہی ، حاجت بدلیل ندارد بطریق تنبیہ سخنی چند از زبان قلم می ریزد -

(۷) ساوک طریقہ : اس عنوان سے محترم عبدالرزاق قریشی مرحوم نے آپ کی ایک تحریر کو غیر مطبوعہ رسالہ کے طور پر اپنے مرتبہ مجموعہ ”مکاتیب میرزا مظہر“ میں بشاراتِ مظہریہ سے نقل کیا ہے ۵۳۶۔ لیکن یہ دراصل آپ کا ایک مکتوب ہے جو حضرت شیخ عبدالاحد وحدت سرہندی کے مریدوں کے نام لکھا گیا تھا۔ جو مقاماتِ مظہری میں چھپ چکا ہے ۵۳۷ اس لیے اسے الگ رسالہ خیال کرنا درست نہیں ہے۔ اسی طرح کتب خانہ خاتقاہ احمدیہ سعیدیہ (موسمی زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان پاکستان) میں محفوظ قلمی رسالہ ”نصائح اور وحدت الوجود اور اسماعیل پاشا بغدادی نے آپ کے ایک رسالہ ”اجوبۃ مسائل فی الحدیث و التصوف“ (فارسی) کا بھی ذکر کیا ہے ۵۳۸۔ جو دراصل آپ کے مختلف مکتوبات کو رسالوں کی شکل میں طلبہ نے استفادہ کے لیے الگ الگ نقل کر لیے تھے۔ جو آپ کے مطبوعہ مکتوبات کے مجموعوں میں شامل ہیں۔

حضرت مظہر کے ملفوظات :

مکتوبات کے علاوہ ملفوظات و معارف کو بھی جمع کیا گیا ہے ، لیکن آپ کے باقاعدہ ملفوظات کا کوئی جامع مجموعہ ہمیں تاحال دستیاب نہیں ہوا۔ آپ کے سوانح نگاروں نے اپنے سوانحی مواد کے لیے آپ کے فرمودات کو ”الگ فصل“ کے طور پر لکھا ہے۔

بشاراتِ مظہریہ اور معمولاتِ مظہریہ میں بھی آپ کے بہت سے فرمودات نقل کیے گئے ہیں۔ اسی طرح مقاماتِ مظہری کی بارہویں فصل

آپ کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ عین ممکن ہے کہ مولف کتاب ہذا جوں کہ عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں رہے تھے اس لیے انہوں نے آپ کے ان مجلسی معارف گو از خود قلم بند کیا ہو ۵۳۹۔

آپ کے یہ ملفوظات آپ کی تیس سالہ حیاتِ ارشاد و تاقین کا نچوڑ ہیں۔ اس کتاب کی مذکورہ فصل کے مطالعہ سے ہی ان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ادبی خدمات

دعوت و عزیمت اور ملوک و عرفان کی روحانی تعلیم اور فارسی زبان و ادب غرض پر شعبہ زندگی میں حضرت مظهر ایک مثالی زندگی کے مالک تھے۔ آپ کی فارسی نثر نگاری اور فارسی شاعری کے مختصر تذکرے کے بعد آپ کی اردو ادب ۵۴۰ میں مصلحانہ کوششوں کا تذکرہ بھی لازم ہے۔

حضرت مظهر اردو شاعری کے اُس دور سے تعلق رکھتے ہیں جو اصلاح کا دور کہلاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب اردو شاعری میں ”صنعت ایہام“ کا رواج بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ شاعری الفاظ کا کھیل بن گئی تھی۔ آپ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے اردو شاعری کو ایہام سے پاک کرنے کی کوشش کی۔ اردو شعراء کے تمام قابل اغتداد تذکرے اس امر پر متفق ہیں کہ اس اصلاحی کوشش میں حضرت مظهر کو اولیت حاصل ہے۔ بقول مولوی عبدالحق :

اردو شاعری پر ان کا بڑا احسان ہے۔ انہوں نے اردو شاعری کو ایہام کی دلدل سے نکال کر خوش گوار فضا میں پہنچا دیا۔ ان کے کلام اور ان کے ذوق کے اثر سے دلی کی شاعری کا رنگ بالکل بدل گیا۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت کے شعراء ایہام کوئی ترک کر کے سیدھے رستے پر پڑ گئے۔ علاوہ ان کے شاگردوں . . . کے دوسروں نے بھی ان کا اتباع کیا۔ یہاں تک کہ گہنہ سال اور گہنہ مشق شاعر حاتم بھی پرانی روش سے دست بردار ہو گیا۔ اور اس نے اپنے کلام سے اس قسم کے اشعار خارج کر کے ایک مختصر دیوان . . . مرتب کیا۔ اس

کے بعد سے ہمارے شعراء ایہام گوئی سے بیزاری ظاہر کرنے لگے ۵۳۱۔

چنانچہ حضرت مظہر باقاعدہ ایک تحریک کی صورت میں اپنے تلامذہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان مصلحانہ کوششوں میں سرگرم عمل رہے۔ جہاں حضرت مظہر کے دامن تربیت سے بہت سے طالبانِ خدا نے روحانی فیض پایا ۵۳۲ وہاں شعراء کے ایک گروہ نے جن کی تعداد بقول صاحبِ سفینہ ہندی :

شاگر دانش بسیار بودند۔

آپ نے جن شعراء کی باقاعدہ تربیت کی ان سب کے حالات تو تذکروں میں نہیں ملتے البتہ آپ کے شاگردوں میں سے انعام اللہ خان یقین ، محمد فقیہ درد مند ، محمد باقر حزیں ، ہیبت قلی خان حسرت ، احسن اللہ بیان اور یک رنگ وغیرہ کے حالات سے اردو شعراء کے تذکرے خالی نہیں ہیں ۵۳۳۔

یہ تلامذہ باقاعدہ اس مصلحانہ مہم میں حضرت مظہر کے دوش بدوش کام کرتے رہے۔ یہاں ادبی خدمات کے سلسلے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ لازم معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ قاضی عبدالستار صاحب نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ ”اردو شاعری میں قنوطیت“ میں اسلامی تصوف اور ویدائی نظریات کو ملانے کی پوری کوشش کرنے اور اسلامی تصوف کو قنوطیت کا سرچشمہ قرار دینے کے بعد حضرت مظہر جیسی سراپا حرکت اور فعال شخصیت کے کلام کو اپنی وضع کردہ قنوطیت کی تعریف پر پورا اتارنے کی کوشش کی ہے ۵۳۴۔ لیکن مرحوم عبدالرزاق قریشی جنہوں نے حضرت مظہر کا بہت سا اردو کلام بڑی عرق ریزی سے جمع کر کے مدون کیا تھا ان کے حقیقت پر مبنی اس نتیجہ سے مقالہ نگار کے بیان کی تردید ہو جاتی ہے۔ بقول قریشی مرحوم :

(حضرت مظہر کا کلام) ... ہوسناکی ، بے حمیتی اور مایوسی و المناکی سے پاک ہے۔ ان کی نوا مردہ و افسردہ و بے ذوق نہیں۔ ان کے صنم خانہ میں موت کی نقش گری نہیں اور نہ ان کا ہنر زندگی سے بیزاری کا درس دیتا ہے۔ ان کا دل سوزِ عشق کا آتش گدہ ہے ۵۳۵۔۔۔۔۔

درگاہ مظہری

دیگر صاحبِ سلسلہ صوفیہ کی طرح سلسلہ مظہریہ کے بانی حضرت مظہر نے بھی طالبانِ خدا کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک درگاہ بنائی تھی۔ جس کے انوارِ مصفیٰ نے نہ صرف پاکستان و ہند بلکہ وسط ایشیا اور عربستان تک کو منور کیا۔

اگر پاک و ہند کے درگاہ مسٹم اور نقشبندی مشائخ کے نظامِ اصلاح و تربیت کے موضوع پر مستقل کام کیا جائے تو اس درگاہ کا مکمل نظام اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ثابت ہوگی۔

اگر حضرت مظہر کے زمانے کے سیاسی و سماجی ماحول کے اس خاکہ کی بنیاد پر اس خانقاہِ مظہری کی خدماتِ روحانی اور اخلاقی اقدار کی حفاظت کی تفصیلات کا مطالعہ کریں تو ہمیں اس درگاہ کا اس انتہائی اہم دور میں بغیر کسی ”سرکاری مدد معاش“ کے کامیابی کے ساتھ اپنا مشن جاری رکھنا آپ کے انتہائی خلوص اور جذبہٴ ایمانی کی واضح مثال پیش کرتا ہے۔

ابتداء میں اس دائرہ مبارکہ کی نوعیت کیا تھی؟ اس کی تفصیل معاصر کتب میں نہیں ملتی۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان مقاصد کے لیے کوئی مختصر عبارت ضرور مخصوص تھی۔ ۵۱۱۶۱/۵۱۷۳۸ میں اپنے خود نوشت حالات میں تحریر فرمایا:

اطرافِ عمر بیست سالگی گدائی در فقر اختیار کردہ اوقات
خود را در خدمتِ مدرسہ و خانقاہ صرف نمودہ ۵۳۶۔

دہلی کی مشہور جامع مسجد کے جوار میں حضرت مظہر کا مسکن تھا۔ سرور نے محلے کا نام ”کوچہٴ امام لکھا ہے:

در کوچہٴ امام کہ محلہ اے ست محاذی جامع مسجد مسکن
گزیدہ ۵۳۷۔

جیسا کہ وضاحت کی جا چکی ہے آپ نے اپنی زندگی کے تیس سال تک خود مشائخ گرام کی خدمت میں حاضر ہو کر ملوک کی منازل طے کیں

اور بقیہ تیس سال تک طالبانِ خدا کی رہنمائی کے لیے ہمہ تن مصروف رہے۔ ۵۳۸۔ حضرت شاہ غلام علی فرماتے ہیں :

تقریباً دو سو افراد تعلیمِ طریقہ کی اجازت حاصل کر کے مخلصین کو راہِ خدا کی ہدایت دے رہے ہیں۔ پچاس افراد صرف انبالہ سے مقاماتِ احمدیہ (نقشبندیہ) کی انتہا کو پہنچ کر اربابِ طریقت کے مقتدی بنے ۵۳۹۔

آخری زمانہ حیات میں آپ انتہائی ناتوانی کے باوجود ہر روز سو آدمیوں کو توجہ دیتے تھے خود لکھتے ہیں :

بڑھا ہوا اور کمزوری حد سے زیادہ ہے . . . اور ابھی تک تقریباً سو آدمیوں کو دونوں وقت توجہ دی جاتی ہے ۵۵۰۔

گویا یہ مرجعِ خلائق بزرگ آغازِ ارشاد سے لے کر آخری سانس تک تبلیغ و ارشاد، تعلیمِ سلوک اور حاجت مندوں کی دستگیری کرنے کے بعد ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء میں شہید ہوا۔ اور اپنے پس ماندگان میں ایسے تربیت یافتہ خلفاء کو چھوڑ گیا جنہوں نے اس نہایت بھرپور خطر دور میں ہندوستان اور عالمِ اسلام میں دین اور تبلیغِ دین کا بیڑا اٹھائے رکھا۔

تدفین و تعمیرِ خانقاہ :

حضرتِ مظہر کی اہلیہ محترمہ نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ ”تجہیز و تکفین و تدفین“ کا معاملہ ان کے سپرد کر دیں۔ آپ کے مریدوں کو اس بات کا علم تھا۔ چنانچہ وفات کے بعد بی بی صاحبہ کی خوشی کے لیے آپ کو حویلی بی بی صاحبہ (اہلیہ حضرت مظہر) جو کہ چتلی قبر کے متصل تھی دفن کر دیا گیا۔ آپ کے مخلصین کو اس بات کا بھی علم تھا کہ آپ نے ایک وصیت نامہ لکھ کر اپنے خلیفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو دیا تھا۔ جس میں آپ نے اس حویلی میں دفن ہونے سے بیزاری کا اظہار فرمایا تھا۔ لیکن قاضی صاحب گیارہ محرم کو دہلی پہنچے تو حویلی مذکورہ میں تدفین کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ انہوں نے چاہا کہ وصیت کے مطابق تدفین کی جائے لیکن حضرتِ مظہر نے انہیں ”عالمِ رویا“ میں اس عمل سے منع کر دیا ۵۵۱۔

حضرت مظہر کے وصیت نامہ میں ہے کہ ان کی دہلی میں کوئی املاک نہیں ہے۔ ان کی اہلیہ نے ایک حویلی خریدی تھی جس میں آپ کو دفن کیا گیا تھا۔ ۱۸۰۱ء/۱۲۱۶ھ کے ایک فیصلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اہلیہ کی دو حویلیاں تھیں۔ غالباً دوسری حویلی انہوں نے حضرت مظہر کی شہادت کے بعد خریدی ہوگی۔ بہر حال اس فیصلہ (جس کا عکس یہاں دیا گیا ہے) کے مطابق آپ کی اہلیہ نے یہ دونوں حویلیاں آپ کے مزار اور مخلصین کے قیام کے لیے وقف کر دی تھیں۔ اس دعویٰ نامہ یا فیصلہ سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ یہ حویلیاں رہن رکھی ہوئی تھیں۔ دوسرے فیصلہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رہن کی وہ رقم حضرت شاہ غلام علی اور مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے خود ادا کر کے چھڑائی تھیں۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے ان دونوں حویلیوں کا وقف نامہ باقاعدہ تحریری صورت میں تیار کروایا تھا اور اس پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی مہربانیت کروالی گئی تھیں جس پر مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے بطور گواہ دستخط کیے تھے ۵۵۲۔

۱۸۵۶ء/۱۲۷۳ھ میں خانقاہ سے ملحقہ ایک اور مکان بھی خرید کر اس خانقاہ میں توسیع کر دی گئی۔ حضرت مظہر کی یہ خانقاہ دہلی میں شارع عام سے مشرق کی طرف بانوسے فٹ پر ہے۔ خانقاہ کا دروازہ سڑک پر ہی کھلتا ہے۔ مختلف اوقات میں سجادہ نشینان اس خانقاہ کی عمارت میں توسیع کرتے رہے۔

حضرت مظہر کا مزار مبارک جس چبوترے پر ہے اسی پر آپ کے ساتھ سلسلہ نقشبندیہ کی تین اور عظیم ہستیاں بھی عموماً خواب ہیں یعنی حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ ابو سعید مجددی اور حضرت شاہ ابوالخیر مجددی رحمۃ اللہ علیہم۔

خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے اس چبوترے پر ۱۹۸۰ء/۱۴۰۰ھ میں ایک شان دار گنبد تعمیر کروایا ہے۔ جس کا عکس یہاں دیا جا رہا ہے۔ خود حضرت زید نے اس گنبد مبارک کی تعمیر کے قطعاً و مادہائے تاریخ تجویز کیے ہیں۔

حضرت مظہر کے جانشین :

دنیا میں بہت کم مذہبی رہنما اور روحانی پیشوا ایسے ہوئے ہیں جن کی تعلیمات ان کی وفات کے بعد عرصے تک ان کے پیروکاروں کے درمیان باقی رہی ہوں۔ بعض اوقات صاحبِ سلسلہ کی وفات کے فوراً بعد وہ سلسلہ تو قائم رہتا ہے لیکن اس کی اصل روح یعنی ”دعوت“ ختم ہو جاتی ہے۔ خصوصاً اگر ہم پاکستان و ہند کے اس دور زوال میں جس کا تعلق حضرت مظہر کے زمانے سے ہے دیکھیں تو نہایت حیرت ہوتی ہے کہ اس دور پُر قن میں بے سرو سامانی کے باوجود کس طرح لا تعداد طالبانِ خدا کے دلوں کو آپ نے نوزِ ایمان سے منور رکھا اور آپ کے جانشینوں نے اس منصب کو اس طرح کمال تک پہنچایا کہ ہزارہا علماء اور صوفیہ اپنی ”مسندِ مشیخت“ چھوڑ کر حصولِ فیض کے لیے کشاں کشاں آنے لگے۔

کتاب ہذا کے مولف آپ کے جانشین اول تھے۔ وہ ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۵ء میں بیعت ہوئے اور آپ کی شہادت ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء تک خانقاہ شریف میں ہی رہے ۵۵۳۔

حضرت مظہر نے خود وضاحت کی ہے :

حالا درین ناتوانی غلام علی تنها در خدمت مانند ۵۵۳

حضرت مظہر نے اپنے وصیت نامہ میں کسی کا نام بطور جانشین نہیں لکھا تھا اور نہ کسی کو نامزد کیا تھا۔

مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو ایک خط (حدود ۱۱۹۷ھ) میں لکھا تھا کہ حضرت مظہر کا قائم مقام آپ کو ہونا چاہیے۔ جس کے جواب میں قاضی صاحب نے وضاحت کی تھی کہ میرے لیے یہ کلمہ ”بسیار ثقیل“ ہے۔ اس وقت مولوی غلام علی طالبانِ خدا کی کثیر جماعت کے ساتھ مصروفِ کار ہیں :

جماعت کثیر از مسلمانان استر شاد می نمایند پس شہارا و مولوی غلام علی را قائم مقام آنحضرت اگر گفتہ بر دو گنجائش دارد ۵۵۵۔

یہ بشاراتِ مظہریہ کے اس خطی نسخہ کا اقتباس ہے جو حضرت شاہ غلام علی نے مقاماتِ مظہری کی تالیف کے دوران پیش نظر رکھا تھا اور جس پر جاہجا حواشی بھی لکھے تھے۔ اس اقتباس پر حاشیے میں لکھتے ہیں کہ ”حضرت مظہر نے کسی کو اپنا قائم مقام نہیں بنایا تھا“۔

بے شک حضرت مظہر کے حلقہٴ ارادت میں بہت سے اجل علماء موجود تھے لیکن شاہ غلام علی صاحب کی سترہ سال تک آپ کی خدمت کی بدولت آپ کی وفات کے بعد کسی کو الھیر۔ جانشین تسلیم کرنے میں تامل نہیں ہوا۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت مظہر کے ایک خلیفہ اخوند ’ملا نسیم کو ہمالدگانِ حضرت مظہر کے بارے میں اہم اطلاعات دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

مولوی غلام علی صاحب برمسند ارشاد نشستہ الد عالمہ
از ایشان مستفید می شوندد ۵۵۶۔

حضرت شاہ غلام علی (۱۱۹۵ھ سے ۱۲۴۰ھ/۱۷۸۰ - ۱۸۲۴ء) کے بعد حضرت شاہ ابو سعید مجددی (ف ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء) پھر ان کے فرزند حضرت شاہ احمد سعید مہاجر مدنی اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران ان کی ہجرت کی وجہ سے یہ خانقاہ ان کے خلیفہ اجل حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری (موسیٰ زئی شریف) کی نگرانی میں رہی۔ انہوں نے اپنے ایک خلیفہ مولوی رحیم بخش رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں اپنا قائم مقام بنایا، پھر حضرت شاہ ابوالخیر مجددی اس درگاہِ عالی شان میں ارشاد و ہدایت طلبہ میں مصروف ہوئے ۵۵۷ھ ان دنوں ان کے فرزند ارجمند مولانا ابوالحسن زید فاروق مجاہدہ نشین ہیں ۵۵۸ھ۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدم سرہ

(مؤلف مقاماتِ مظہری)

حضرت مظہر کے جانشین ، غایت درجہ پابندِ شرع صوفی ، بلند پایہ کتبِ تصوف کے مصنف عالمِ اسلام کے علماء و مشائخ کو فیوضِ باطنی سے منور کرنے والے اور صاحبِ مقاماتِ مظہری کے حالات و کالات اور دینی خدمات کے مفصل تذکرے کے لیے ایک ضخیم دفتر درکار ہے ۵۵۹۔ لیکن مقدمے کی رعایت سے ہم نہایت اختصار سے چند متعلقہ امور سے ہی بحث کر رہے ہیں۔

ابتدائی حالات :

حضرت شاہ غلام علی ، علوی سادات میں سے تھے۔ امیرالمومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے سلسلہٴ نسب ملتا ہے۔ آپ کے والد شاہ عبداللطیف ہرگزیدہ عصر اور حضرت شاہ ناصرالدین قادری دہلوی ۵۶۰ سے بیعت تھے اور قادری ، چشتی اور شطاری سلاسل سے نسبت رکھتے تھے ۵۶۱۔

شاہ عبداللطیف بٹالہ (پنجاب) کے رہنے والے تھے اور تنہا اپنے پیر کی خدمت میں حاضری کے لیے دہلی میں مقیم ہو گئے تھے ۵۶۲۔ حضرت شاہ فاضل الدین قادری بٹالوی سے بھی رشتہ داری تھی۔ خاندانِ فاضلی کے ایک فرد سید حسن شاہ نے حضرت شاہ غلام علی سے فیض پایا تھا۔ انہوں نے حضرت شاہ غلام علی کو ”خالِ محترم“ لکھا ہے ۵۶۳۔

حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء کو بٹالہ میں ہوئی ۵۶۳۔

والد نے آپ کا نام علی ، والدہ نے عبدالقادر اور چچا نے عبداللہ نام رکھا۔ آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام ”فقیر عبداللہ عرف غلام علی“ لکھتے

تھے ۵۶۵۔ لیکن عوام و خواص میں آپ کی شہرت ”حضرت شاہ غلام علی دہلوی“ کے اسم گرامی سے ہے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں ہمیں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ قیاس ہے کہ بٹالہ میں ہی ہوئی ہوگی — آپ کے والد چاہتے تھے کہ انہیں اپنے مرشد شاہ ناصرالدین قادری سے بیعت کروا دیں، چنانچہ اس ارادے سے آپ کے والد نے انہیں بٹالہ سے دہلی بلایا۔ آپ روز شنبہ ۱۱ رجب ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۱ء کو دہلی پہنچے ۵۶۶۔ لیکن اتفاق سے اسی روز شاہ ناصرالدین کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے والد نے فرمایا کہ ”ہم تو تمہیں اپنے پیر سے بیعت کروانا چاہتے تھے لیکن خدا کی رضا یہی تھی، اب تم جہاں اپنی باطنی کشائش محسوس کرو وہاں بیعت کر لو“ ۵۶۷۔

۱۱۲۳ھ سے ۱۱۲۸ھ تک آپ چار سال دہلی ہی میں حصول علم میں مصروف رہے ۵۶۸۔ اور اسی دوران آپ نے حضرت شاہ ضیاء اللہ و شاہ عبدالعدل (خلفائے خواجہ مجدد زبیر سرہندی)، خواجہ میر درد، شاہ فخرالدین، شاہ نانو اور شاہ غلام سادات چشتی سے بھی استفادہ کیا ۵۶۹۔

خود فرماتے ہیں کہ ”تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کر کے حضرت مظهر کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوا تھا“ ۵۷۰۔

انہوں نے حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے لی اور انہی سے بخاری شریف پڑھی ۵۷۱۔

حضرت مظهر سے بیعت :

بائیس سال کی عمر میں ۱۱۲۸ھ / ۱۷۱۳ء کو شاہ غلام علی، حضرت مظهر کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ ”جہاں ذوق و شوق ہو اور کیفیات میسر آئیں۔ وہاں بیعت کر لو“۔ ان کا اصرار دیکھ کر آپ نے انہیں بیعت کر لیا ۵۷۲۔ اس کے بعد شب و روز ذکر و عبادت میں مصروف رہنے لگے اور اپنے مرشد کی شہادت ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء تک سترہ سال خانقاہِ مظہری کی خدمت میں خلوص سے مصروف رہے۔

حضرت مظهر کی شہادت کے بعد آپ کے جانشین ہوئے اور طالبانِ خدا کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے۔

امراء کی عقیدت :

ہم نے اس مقدمہ کی ابتداء میں ملک کی جس مکرر سیاسی فضا کا ذکر کیا ہے ، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ مصلحین شاید دلیا سے قطع تعلق کر کے ”انفرادی نجات“ میں مصروف ہو گئے ہوں گے۔ لیکن جب ہم حضرت شاہ غلام علی کی علی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی مرکز کی تباہی کے باوجود آپ نے ریاستوں کے حاکموں اور امراء سے تعلقات قائم کر کے انہیں مسلماناں ہند کی اصلاح احوال کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کے مجموعہ ”مکاتیب میں بادشاہ ہند محمد اکبر شاہ ثانی کے نام ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کا ایک مکتوب ملتا ہے ۵۴۳۔

نواب شمشیر بہادر رئیس بندھیل گھنڈ کلاہ نصاریٰ (ہیٹ) سر پر رکھ کر حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے طیش میں آ کر اسے منع کیا ۵۴۳۔

بادشاہ اور امراء خلتقاہ کے اخراجات کے لیے مدد کے طور پر کچھ دینے کی درخواست کرتے رہے۔ لیکن آپ نے مسلسل استغنا پرتا۔ نواب امیر خان والی ٹونک نے بھی یہی استدعا کی لیکن قبول نہ فرمائی ۵۴۵۔

حدود ۱۸۱۱-۱۸۱۹ء میں نواب نظام الدین کی تعزیت کے لیے دہلی کے لوگ اس کے ہاں گئے۔ حضرت شاہ غلام علی بھی تشریف لے گئے۔ وہاں دہلی کا انگریز ریڈینٹ مشکاف ۵۴۶ بھی آیا۔ تمام حاضرین اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ لیکن آپ نہ اٹھے اور نہ اس سے ملے بلکہ اپنا منہ دوسری طرف کر لیا۔ اس نے حاضرین سے پوچھا یہ کون ہے ؟ لوگوں کے بتانے پر وہ آپ کے نزدیک آیا تو اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی جس سے آپ بہت آزرده خاطر ہوئے۔ اسے آپ نے بری طرح ڈانٹ کر ہٹایا۔ جب وہ اپنے گھر پہنچا تو اس نے اپنے ملازموں سے کہا کہ :

میں نے مارے ہندوستان میں یہی ایک مسلمان دیکھا ہے ۵۴۴۔

وصال :

آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو رہتی تھی۔ عمر کے آخری حصے میں بواسیر کا مرض غالب آ گیا تھا۔ ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۳ء بعد اشراق آپ کا انتقال ہوا۔ اس مصرعے سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے :

ع جان بحق۔ نقشبند ثانی داد ۵۷۸۔

حضرت شاہ ابو سعید مجددی کو آپ نے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

خلفاء :

حضرت شاہ غلام علی کے معتقدین کا حلقہ اس قدر وسیع تھا کہ وصال سے نو سال پہلے ۱۲۴۱ھ/۱۸۱۵ء میں جب کہ حضرت شاہ رؤف احمد مجددی نے آپ کے ملفوظات جمع کیے تو اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے طالبان حق آپ کے حلقہ ابگوش تھے۔ فرماتے ہیں :

حلقہٴ مستفیدان طریقت کہ حلقہٴ اخلاص بہ گردن ارادت داشتند، سی گشتند، چون نظر فرمودند کہ مجمع معتقدان با اخلاص و مخلصان باختصاص بے شمارست کہ مردمان از سمرقند و بخارا و غزنی و تاشقند و حصار و قندھار و کابل و پشور (پشاور) و ملتان و کشمیر و لاہور و سرہند و امر وہہ و منہل و بریلی و رام پور و لکھنؤ و جائیس و بہرائچ و گورکھپور و عظیم آباد و ڈھاکہ و بنگالہ و حیدر آباد و ہونہ و غیرہم بہ طلب حق جنل و علاء اوطان خود گزاشته آمدہ بودند ۵۷۹۔

آپ کے ملفوظات کے ایک نو دریافت مجموعے میں تحریر ہے کہ حضرت شاہ غلام علی نے فرمایا کہ ”ہمارا فیض دور دور تک پہنچ گیا ہے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بغداد شریف اور روم و مغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے“ ۵۸۰۔

ممکن ہے کہ معتقدین کی اس کثرت تعداد پر یہ اعتراض ہو کہ یہ تو ایک پیر کے معتقدین کی خوش نہمی ہے ذرا فکر جدید کے علم بردار یعنی سرسید احمد خان کا مشاہدہ بھی ملاحظہ کریں جو کبھی اس خاندانہ

سے عقیدت رکھتے تھے۔ لکھا ہے :

میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم و شام اور بغداد اور مصر اور چین اور حبش سے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی اور خدمتِ خانقاہ کو سعادتِ ابدی سمجھے اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان اور پنجاب اور افغانستان کا کچھ ذکر نہیں کہ ٹدی دل کی طرح امدے تھے ۵۸۱۔

آپ کے خلفاء کے معتقدین بھی لاتعداد تھے۔ آپ کے خلیفہ مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ کے سریدین کی تعداد ۵۱۲۳۱/۵۱۸۱۵ تک ایک لاکھ تھی اور عالمِ اسلام کے متبحر علماء جو ان سے فیض یاب ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور وہ ان کا غایت درجہ ادب کرتے تھے ۵۸۲۔

حضرت شاہ غلام علی کے تقریباً ۳۸ خلفاء کے نام سوانحی کتب میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے چند اکابر خلفاء کے محمل حالات لکھے جا رہے ہیں جن کی مساعیٰ جمیلہ و انفاسِ متبرکہ کے نتیجہ کے طور پر پاکستان و ہند میں اسلامی سلطنت کے خاتمے اور دشمنانِ اسلام کے تسلط کے باوجود اسلامی اقدار بہت حد تک محفوظ ہیں۔

حضرت شاہ ابو سعید مجددی :

حضرت شاہ غلام علی کے جانشین اول، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ ۵۸۳ اور اجل عالم تھے۔ نام زکی القدر اور کنیت ابوسعید تھی۔ ولادت ۲ ذیقعد ۱۱۹۶ھ/۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء کو رام پور میں ہوئی۔ اور وفات حجاز سے واپسی پر شنبہ یکم شوال ۱۲۵۰ھ/۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء کو ریاست ٹولک میں ہوئی۔ نعش مبارک دلی لا کر حضرتِ مظہر و حضرت شاہ غلام علی کے چبوترے پر دفن کی گئی۔

جید علماء سے تحصیلِ علم کے بعد حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت شاہ غلام علی (مولف کتاب ہذا) سے لی تھی۔ پہلے اپنے والد سے پھر ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں حضرت شاہ غلام علی سے بیعت ہوئے۔ بہت جلد منازلِ سلوک طے کیں یہاں تک کہ ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵ء میں حضرت شاہ غلام علی نے اپنی ضعیفیت کا شرف بخشا۔ اپنے آخری ایام حیات

میں جب حضرت شاہ غلام علی بیمار ہوئے تو آپ نے انہیں کئی خطوط لکھے اور انہیں جلد دہلی پہنچنے کی تاکید کی۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

می ینم کہ منصب آخر مقامات این خاندان عالی شان
بہ شا متعلق و وابستہ شد . . . و قومیت بہ شا عطا
کردلد . . .

اس خط کے ملنے پر آپ فوراً دہلی میں حاضر خدمت ہوئے اور شاہ صاحب نے انہیں اپنا جانشین بنایا۔ حضرت شاہ ابو سعید کی ایک معروف تصنیف ہدایت الطالبین ہے، جو اس سلسلے میں بہت مقبول ہے۔ حضرت شاہ ابو سعید کے بہت سے خلفاء تھے ان کا فیض پاکستان و ہند سے لے کر ترکستان تک پھیلا ہوا تھا۔

ان کے فرزندوں حضرت شاہ احمد سعید، حضرت شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی اور شاہ عبدالغنی میں سے اول الذکر دو اصحاب نابغہ روزگار تھے ۵۸۳۔

حضرت شاہ احمد سعید مجددی :

حضرت شاہ ابو سعید مجددی کے فرزند اکبر تھے۔ ۱۲۱۷ھ/۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء کو رام پور میں پیدا ہوئے اور ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ/۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء کو مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ روضہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ اپنے والد اور حضرت شاہ غلام علی سے کسب فیض کیا۔ جید علماء سے مروجہ علوم کی تحصیل کی۔ ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳ء میں ہی آپ کے والد نے حج کے لیے روانہ ہونے، خانقاہ مظہری کی تولیت آپ کے سپرد کر دی تھی۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جن علماء نے الکریموں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا ان میں اس فتویٰ کے محرک اول آپ ہی تھے ۵۸۵۔ اس تحریک کے باعث بہت سے علماء کو بلاد اسلامیہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی تھی۔ ان میں حضرت شاہ احمد سعید بھی شامل ہیں۔

آپ راستے کے بے شمار مصائب کے باوجود اپنے خلیفہ نامدار حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ ۵۸۶ کے پاس ان کی خانقاہ واقع موہنی زئی شریف ضلع ڈبرہ اسماعیل خان (پاکستان) تشریف لے گئے اور آپ نے

مریدین اور خانقاہ مظہریہ (دہلی) حضرت حاجی صاحب کے سپرد کی اور اپنے دستِ خاص سے یہ تحریر حاجی صاحب کو عنایت کی :

... مریدانِ خود کہ در ہندوستان و خراسان سکونت
میدارند کہ بجای من مقبول بارگاہ احد حاجی دوست مجدد
صاحب را کہ خلیفہ من اند بدانند و توجہات از ایشان
گرفته باشند ۵۸۷ - . . .

اور حاجی صاحب کو اپنی ضمنیت کا شرف بخش کر خانقاہ دہلی کے مکانات اور تسبیح خالہ بھی حوالے کیا ۔

حضرت حاجی صاحب نے اپنے ایک خلیفہ مولوی رحیم بخش اجمیری برصوری (ف ۱۲۸۳ھ) کو اسی وقت حضرت شاہ احمد سعید کی موجودگی میں خانقاہ شریف (دہلی) جانے کا حکم دیا ۔ اور وہ روانہ ہو گئے ۔

اس کے بعد حضرت شاہ احمد سعید مع اہل و عیال حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہوئے ۔ ان کے ان مقامات مقدسہ میں قیام کے باعث سلسلہ نقشبندیہ کو وہاں بہت فروغ ہوا ۔

حضرت شاہ احمد سعید کے اسی خلفاء کے حالات محفوظ ہیں ۔ شاہ احمد سعید کئی اہم کتابوں کے مولف بھی تھے ۔ ان میں سے سعید البیان فی مولد سید الانس والجان (اردو مطبوعہ) ، الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی) ، اثبات المولد و القیام (عربی مطبوعہ) ، الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ (فارسی) ، انہار اربعہ (فارسی مطبوعہ) ، تحقیق الحق العین فی اجویۃ المسائل الاربعین (فارسی مطبوعہ) اور مکتوبات کا مجموعہ معلوم اور معروف ہیں ۵۸۸ ۔

آپ کی اولاد میں عبدالرشید ، عبدالحمید ، مجدد عمر ، مجدد مظہر اور ایک صاحب زادی تھیں ۔

آپ کے خلیفہ حضرت حاجی دوست مجدد قندھاری نے اپنی وفات (۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء) سے پہلے اپنی تینوں خانقاہیں یعنی خانقاہ مظہریہ (دہلی) ، خانقاہ موسیٰ زئی اور خانقاہ قندھار اپنے خلیفہ حضرت خواجہ محمد عثمان کے سپرد کر دی تھیں ۔ اور حضرت حاجی صاحب کے قائم مقام مولوی رحیم بخش کا بھی ۱۲۸۳ھ میں انتقال ہو چکا تھا ۔ اس لیے حضرت شاہ ابوالغیر بن حضرت شیخ مجدد عمر بن حضرت شاہ احمد سعید نے خواجہ محمد عثمان صاحب

سے اس سلسلے میں مراسلت کی اور حجاز مقدس سے دہلی واپس آ کر آپ نے پھر حضرت خواجہ محمد عثمان سے خط و کتابت کی کہ خانقاہ شریف (دہلی) ان کے سپرد کر دی جائے۔ لہذا حضرت خواجہ محمد عثمان ۶/۵۱۳۰/۱۸۸۶ء کو دہلی پہنچے۔ اس طرح یہ خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیر مجددی کے سپرد ہوئی جہاں آپ اپنے وصال ۱/۵۱۳۴/۱۹۲۳ء تک رشد و ہدایت میں مصروف رہے۔ ان دنوں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی (فاضل جامعہ ازہر) درگاہ شریف کے سجادہ نشین ہیں ۵۸۹۔

مولانا خالد کردی رومی :

حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں جو شہرت و قبولِ عام مولانا خالد کردی کو حاصل ہوا وہ دوسرے خلفاء کو کم نصیب ہوا۔ شاہ غلام علی بجا طور پر فرماتے تھے :

یہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی خوش قسمتی تھی کہ الہیں حضرت امام ربانی جیسا خلیفہ ملا، اور یہ حضرت امام ربانی کی خوش قسمتی تھی کہ الہیں شیخ آدم بنوڑی جیسا خلیفہ میسر آیا، اور یہ میری خوش بختی ہے کہ مجھے مولانا خالد جیسا خلیفہ ملا ۵۹۰۔

مولانا ضیاء الدین خالد شہر زوری اشعری شافعی نقشبندی قادری مسہروردی نے اپنے وطن شہر زور کردستان میں مروجہ علوم کی تحصیل کی ۵۹۱۔ حدیث کی پچاس کتب کی سند حاصل کی تھی علمائے ہند میں سے صرف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تعریف کرتے تھے اور ان سے بھی صحاح ستہ کی اجازت لی تھی ۵۹۲۔

طلبِ شیخِ کامل کی آرزو ہر وقت رہتی تھی۔ حج بیت اللہ کے ارادہ سے لکھے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی کی شہرت سن کر ادائے مناسکِ حج کے بعد آپ کی خدمت میں دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ سلیمانہ، ایران اور دیگر ممالک سے ہوتے ہوئے ایک سال کی مسافت طے کر کے ۵/۱۲۲۵/۱۸۱۰ء میں مولانا دہلی حاضر ہوئے ۵۹۳۔ اور نو ماہ تک شاہ صاحب کی خدمت میں رہے۔ تعلیمِ سلوک کے بعد اجازت لی۔

مولانا خالد کی بدولت نقشبندی سلوک کا دیار عرب میں بہت رواج ہوا۔ یہاں تک کہ ایک ہزار صاحب تصنیف علماء آپ کے حلقہ ہگوش ہو کر ہمہ وقت آپ کے سامنے کھڑے رہتے تھے۔ آپ کے قیام بغداد (۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء) کے دوران کی مقبولیت کا یہ عالم تھا :

صد کس عالم متبحر صاحب تصانیف از یاران ابن فقیر
قابل اجازت گردیدہ اند، و پانصد کس از اکابر علماء داخل
طریقہ شدہ اند و تعداد عوام و خواص مردمان کہ
بیعت نمودہ اند چہ بیان آید ۵۹۴۔

ایک اور مقام پر خود لکھا ہے کہ ایک ہزار عالم متبحر داخل طریقہ ہو کر میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور ایک لاکھ ”مردمان“ مجھ سے بیعت ہو چکے ہیں ۵۹۵۔

مولانا عربی و فارسی میں شعر کہتے تھے۔ فارسی دیوان ترکی سے طبع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ دلیا کی فہرست کتب مخطوطات میں ان کی تصانیف کے نام ملتے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک چھپ چکی ہیں ۵۹۶۔

مولانا خالد کا انتقال ۱۲۳۲ھ/۱۸۲۶ء میں طاعون کی وبا کے دوران ہوا۔ انہی وطن میں مدفون ہیں ۵۹۷۔ مولانا بہت پر دل عزیز شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی زندگی میں ہی ان کے حالات و مناقب پر علماء نے کتابیں تالیف کی تھیں ۵۹۸۔ علامہ شامی کی مشہور کتاب سل الحسام الہندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی الہیں کی حیات میں ہے ۵۹۹۔

مولانا غلام عی الدین قصوری :

حضرت شاہ غلام علی کے عظیم خلفاء میں سے تھے۔ پنجاب میں زیادہ تر انہی کی بدولت سلسلہ ”مظہریہ“ کی نشر و اشاعت ہوئی۔ کثیر التصانیف عالم اور مقبول ترین شخصیت کے مالک تھے۔

مولانا قصوری، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کی ولادت قصور میں ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی گئے۔ حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے لی اور حدود ۱۲۴۵ھ/۱۸۱۸ء میں حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے اور مسلسل گیارہ ماہ تک شاہ صاحب کی خدمت

میں رہے ۶۰۰۔ ان کے معروف خلفاء میں سے مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا غلام لہی لہی، مولانا حافظ غلام مرتضیٰ بیربلوی اور حافظ نور الدین چکوڑوی کے کارہائے دینی و روحانی قابل ذکر ہیں۔

زمانے کے نشیب و فراز کے باوجود بہت سی کتابیں تالیف کیں جن میں سے صرف اٹھارہ کا ہمیں تا حال سراغ ملا ہے ۶۰۱۔ ان میں تفسیر رسولیہ مشہور ترین کتاب ہے۔ مولانا قصوری نے حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ۶۰۲ بھی جمع کیے تھے جن سے دیگر معلومات کے علاوہ سلسلہ مظہریہ کے اہم نکات کا بھی علم ہوتا ہے۔

مولانا قصوری نے ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء میں وفات پائی۔ قصور میں مدفون ہیں ۶۰۳۔

حضرت شاہ غلام علی کے دیگر خلفاء کے مختصر حالات مقامات مظہری سے منسلک ضمیمہ نوشتہ مولانا شاہ عبدالغنی مجددی میں ملاحظہ کریں ۶۰۴۔

تصانیف حضرت شاہ غلام علی :

اب تک آپ کے احوال و آثار پر مفصل اور تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔ اور کسی نے آپ کی تالیفات کی تلاش و جستجو نہیں کی ہے۔ راقم کو اب تک آپ کی جتنی تالیفات، رسائل اور ملفوظات و مکتوبات کا علم ہوا ہے ان کی تعداد سترہ ہے جن کا یہاں مجمل تعارف کروایا جا رہا ہے ۶۰۵۔

۱۔ ابضاح الطریقت :

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے اصول، اذکار اور اصطلاحات پر آپ نے یہ رسالہ لکھا ہے۔ اس کا سال تالیف ۱۲۱۲ھ ہے۔ دور آخر میں سلسلہ نقشبندیہ میں اس رسالے کو جتنی مقبولیت نصیب ہوئی دیگر کتابوں کو حاصل نہیں ہو سکی۔ آپ نے اس رسالے میں عام فہم انداز میں طریقہ شریفہ کے اشغال اس طرح بیان کیے ہیں کہ مبتدی و منہی دونوں کے لیے مفید ہو سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں :

بعد حمد و ثناء فقیر عبد اللہ عرف غلام علی عنہ گذارش می نماید کہ بیست و دو سالہ ہودم کہ ہدایت و عنایت بے غایت الہی سبحانہ شامل حال این فقیر گردیدہ، بجناب فیض مآب . . . حضرت مرزا جان جانان قدس سرہ العزیز

رسالید . . . بہ یمن توجہات روح افزای حضرت ایشان
مناسبتی بہ حالات و واردات ابن طریقہ علیہ بہر مسید
و ادراک وجدان کیفیات و مقامات و اصطلاحات آن
حاصل شد ۔

یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے ۶۰۶ - بہت سے قلمی نسخے مختلف
کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں ۶۰۷ ۔

۲۔ احوال بزرگان :

اس رسالہ میں مولف نے حضرت غوث الثقلین ، شیخ شہاب الدین
سہروردی ، شیخ نجم الدین کبریٰ ، خواجہ معین الدین چشتی ، خواجہ
قطب الدین ، شیخ فرید الدین ، شیخ نظام الدین اولیا ، مخدوم صابر ، شاہ
اقشبند ، خواجہ عطار ، خواجہ مجدد پارما ، خواجہ احرار ، خواجہ مجدد باقی باللہ
اور حضرت مجدد الف ثانی مع اولاد حضرت مجدد کے نہایت مختصر حالات
لکھے ہیں ۔

اس رسالے کے آخر میں مولف نے مولانا خالد کردی کے حاضر خدمت
ہو کر استفادہ کرنے کا ذکر کیا ہے ۔ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ مولانا
۱۲۲۵ھ میں دہلی آئے تھے ، جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۲۲۵ھ /
۱۸۱۰ء کے بعد تالیف ہوا ۔

اس رسالے کا خطی نسخہ جناب جی معین الدین ، لاہور کے کتب خانہ
میں محفوظ ہے ۶۰۸ ۔

۳۔ رسالہ در ذکر مقامات و معارف و واردات حضرت مجدد :

اس میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (ف ۱۰۳۳ھ) کے
حالات و مناب ، خلفاء و اولاد کے حالات ، اس سلسلہ کی دو مشہور کتابوں
زبدۃ المقامات اور حضرات القدس سے تلخیص کر کے لکھے گئے ہیں ۔
مولف نے دیگر کتب اور صدی روایات کا بھی اس میں اضافہ کیا ہے ۔
اس رسالہ کے کئی خطی نسخے ہاری نظر سے گزرے ہیں ۶۰۹ ۔ یہ ۲۳۷
صفحات کا ضخیم رسالہ ہے ۔

۴۔ رسالہ طریقی بیعت و اذکار :

اس رسالہ میں بیعت کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ ابتداء اس طرح ہوتی ہے :

بعد حمد و صلوة دریا بند کہ بیعت بہ معنی عہد کردن
است و استوار بودن بر آن . . . -

یہ رسالہ حضرت سید اسماعیل محدث مدنی کے مولف سے بیعت ہونے کے بعد تالیف ہوا تھا کیوں کہ اس رسالہ میں ان کے مدینہ منورہ سے مولف کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ یہ رسالہ ، رسائل سبعمہ سیارہ کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

۵۔ رسالہ در طریقہ شریفہ شاہ نقشبند :

یہ مختصر رسالہ ہے ، جس میں طریقہ نقشبندیہ کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ ابتداء میں طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ قول نقل کیا ہے :

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ توصیل
المريد الى المراد فرمودہ اند نزد ما طریقہ بہتر از طریقہ
نقشبندیہ نیست -

یہ رسالہ ، مجموعہ رسائل سبعمہ سیارہ اور آپ کے مکاتیب میں بھی شامل ہے ۶۱۔

۶۔ رسالہ سطری چند از احوال شاہ نقشبند :

یہ رسالہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سر حلقہ سلسلہ نقشبندیہ کے احوال و مناقب پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ بھی سبعمہ سیارہ اور مکاتیب شریفہ میں شامل ہے ۶۱۔

۷۔ رسالہ اذکار :

اس رسالہ کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے :

بر آلكہ صحبت پيغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم معرفت و
محتسب و مرتبہ احسان "ان تعبد ربك كالک تراه"

اصحاب کرام را رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاصل بود و
غلبہٴ محبت و ترک حظِ نفسِ تصفیہٴ دلہا می نمود ، بعد
زمانِ نبوت صوفیہ رحمۃ اللہ علیہ انواعِ اذکار و مراقبات
برائے حصولِ این درجات مقرر کردہ اند . . . الخ -

یہ مختصر رسالہ ، رسائلِ سبعمہ سیارہ میں شامل ہے -

۸- رسالہٴ مراقبات :

اس میں طریقت کے مقلدات بیان کیے گئے ہیں - اس رسالے کا ذکر آپ
کے ملفوظات درالمعارف میں ۵ جلدی الاول ۵۱۲۳۱ میں آیا ہے ۶۱۲ - جس
سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ رسالہ اس سنہ سے پہلے تالیف ہو چکا تھا -
یہ رسالہ مکاتیب شریفہ ۶۱۳ ، رسائلِ سبعمہ سیارہ اور درالمعارف ۶۱۴
میں بطور تعلیقات نقل ہوا ہے -

۹- رسالہٴ در رد اعتراضات شیخ عبدالعق بر حضرت مجدد :

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اکثر مخالفین نے اپنے اعتراضات
کے سلسلے میں حضرت شیخ عبدالعق کے رسالہٴ اعتراضات کی آڑ لے کر
اپنے دلوں کے غبار نکالنے کی کوشش کی ہے - یہ حقیقت ہے کہ شیخ محدث
کے یہ اشکال حضرت مجدد کے بعض کشوف سے متعلق تھے لیکن یہ اختلاف
صرف کشفی اختلاف تھا - مخالفت پرگز مقصود نہیں تھی چنانچہ ثابت ہو چکا
ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد شیخ محدث ، حضرت مجدد کے بارے میں مطمئن
ہو گئے اور اعتراضات واپس لے لیے ۶۱۵ -

تاہم حضرت شاہ غلام علی نے اس رسالے میں نہایت مثبت طریقے سے
حضرت شیخ محدث کے اشکال کا جواب دیا ہے ۶۱۶ - یہ رسالہ بھی رسائل
سبعمہ سیارہ میں شامل ہے -

۱۰- رسالہٴ دیگر در ردِ مخالفینِ حضرت مجدد :

یہ رسالہ مندرجہ ذیل پانچ فصول پر مشتمل ہے :

اول : در بیانِ مجملی از احوال حضرت مجدد -

دوم : در رفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال -

سوم : در اجوبہ بعضی اعتراضات شیخ عبدالحق . . . کہ رسالہ
در انکار معارف ایشان نوشته اند۔

چہارم : در بیان حواشی کہ اوستاد فقیر (حضرت شاہ عبدالعزیز)
در ایام خردی ہر رسالہ مذکور تحریر فرمودہ اند۔

پنجم : در رفع شبہاتی کی بر السنہ عوام مذکور است۔

رسالہ حضرت مولف کے اس موضوع پر دوسرے رسالہ سے زیادہ
مفصل ہے۔ یہ بھی رسائل سبعہ سیارہ میں طبع ہوا ہے۔

۱۱۔ رسالہ مشغولیہ :

اس رسالہ میں لطائف کا بیان ہے :

لطائف سبعہ کا دران حرکت ذکر پیدا شود . . . اول
لطیفہ قلب دوم ذکر خفی . . .

رسالہ کے خطبہ یا خاتمہ میں مولف نے اپنا نام نہیں لکھا ہے لیکن
چونکہ یہ رسالہ حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری ۶۱۷ کی بیاض ۶۱۸ میں
شامل ہے اور انہوں نے اسے حضرت شاہ غلام علی کی تصنیف بتایا ہے
لہذا ان کے اس خالوادے سے تعلق خاطر کی بنا پر اس سے انکار کی گنجائش
نہیں ہے۔ فرماتے ہیں :

رسالہ مشغولیہ . . . من تصنیف . . . حضرت شاہ عبداللہ
المشہر فی الآفاق غلام علی شاہ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ
عنه . . . الخ۔

یہ رسالہ ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔

۱۲۔ ملوک والیہ نقشبندیہ :

کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت مدینہ منورہ میں اس نام کا
ایک رسالہ شاہ صاحب سے منسوب ہے ۶۱۹۔ اس کی تفصیل اس وقت تک
ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔

۱۳۔ مکاتیب شریفہ :

یہ حضرت شاہ غلام علی کے ایک سو پچیس مکتوبات کا مجموعہ ہے جو آپ کے خلیفہ حضرت شاہ روف احمد رافت مجددی نے جمع کیا ہے۔ سال ترتیب ”مظہر عجائب“ سے ۱۲۳۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

جن اصحاب کے نام مکتوبات میں ان کے اسما یہ ہیں :

حضرت شاہ ابو سعید مجددی ، شاہ روف احمد ، شاہ احمد سعید ، خواجہ محمد حسن مودود چشتی ، مولانا خالد کردی ، قمر الدین پشاوری ، ملا فقیر محمد کولابی ، شاہ گل محمد غزنوی ، شہزاد مرزا جہانگیر ، صاحب زادہ ہائے سیف الرحمن و عبدالرحمن ، میاں محمد حسن (وکیل انگریز) ، غلام محمد خان ، منور خان (حاکم۔ سروج ، مالوہ) ، شاہ عبداللطیف ، والدہ مولوی بشارت اللہ مولوی ہادی احمد ، قاضی شمشیر خان ، میاں رسول بخش گنگوہی ، شاہ پیر محمد کشمیری ، محمد اکبر ثانی (بادشاہ ہند) ، مولوی محمد اکرم خان حیدر آبادی ، میر فرخ حسین ، مولوی ولی اللہ سنبھلی ، مولوی بشارت اللہ بھڑانچی ، منشی امین الدولہ احمد خان ، سید احمد بغدادی ، نواب شمشیر خان ، سید امین الدین ، مولوی عبدالرحمن شاہ جہان پوری ، شیخ غلام مرتضیٰ اور حاجی عبداللہ بخاری ۔

ان مکاتیب میں تصوف کے عمومی اور عام فہم مسائل سے لے کر ادق اسرار و رموز پر بھی بحث کی گئی ہے۔ نیز مخالفین حضرت مجدد کے جوابات بھی دئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ میں آپ کے بعض رسائل بھی بطور مکتوب شامل ہیں ۶۲۰۔

ان مکاتیب شریفہ کا خطی نسخہ بخط جامع شاہ روف احمد مجددی ، رباط مظہری مدینہ منورہ میں موجود ہے ۶۲۱۔ یہ مکاتیب پہلی مرتبہ مطبع عزیز مدراس سے ۱۳۳۴ھ میں چھپے تھے پھر حکیم عبدالمجید سینی نے انہیں ۱۳۷۱ھ میں لاہور سے شائع کیا۔ اس آخری ایڈیشن کو بصورت عکس آقای حسین حلمی نے ترکی سے ۱۹۷۶ھ میں شائع کیا۔

حضرت شاہ غلام علی کا ایک مکتوب جو اردو زبان میں ہے کتاب ارشاد المسترشدین میں موجود ہے ۶۲۲ جو ۱۸۵۷ء سے پہلے کی اردو نثر کا ایک اچھا نمونہ ہے۔

۱۴۔ درالمعارف :

مؤلف مقامات مظہری کے ملفوظات کے اب تک صرف دو مجموعے دست یاب ہوئے ہیں۔ پہلا مجموعہ درالمعارف، آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی ۶۲۳ نے حضرت شاہ ابو سعید مجددی کی فرمائش پر جمع کیا ہے۔ اس کا آغاز روز سہ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء سے ہوتا ہے اور روز یک شنبہ عید الفطر ۱۲۳۱ھ تک کے سخنان پر مشتمل ہے یہ مسلسل اور تاریخ وار ہے۔ آخر میں کچھ ملفوظات ایسے بھی ہیں جن کی تاریخ جامع نے اس وقت تحریر نہیں کی تھی، اس لیے ایسے فرمودات بے تاریخ آخر میں یک جا کر دیے گئے ہیں۔ اس حصے میں جہادی الثانی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء کے بعض فرمودات کا ذکر ملتا ہے۔

ان ملفوظات گرامی کا ایک ایک لفظ نہایت مؤثر اور دل کی گہرائیوں تک اتر جانے والا ہے۔ بے شک و شبہ مبتدی و منہی کو اس مجموعہ ملفوظات کے مطالعہ سے روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔

متاخرین نے حضرت شاہ غلام علی کے حالات و سخنان کا انحصار زیادہ تر اسی مجموعہ پر کیا ہے۔ یہ مجموعہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ مطبع نادری بریلی ۱۳۰۴ھ، محبوب المطابع دہلی ۱۹۲۷ء، ملتان ۱۹۶۰ء اور استنبول (ترکی) سے ۱۹۷۴ء سے مکتبہ ایشیق نے شائع کیا۔

۱۵۔ ملفوظات شریفہ :

مؤلف کے ملفوظات کا یہ دوسرا دریافت شدہ مجموعہ ہے۔ اسے آپ کے خلیفہ نامدار حضرت مولانا غلام علی الدین قصوری ۶۲۴ نے جمع کیا تھا۔ سال تدوین حدود ۶۲۵ ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء (بتاریخ ۲۹ شعبان، ۲۲ - ۲۳، رمضان اور عید الفطر) ہے۔

یہ مجموعہ بھی درالمعارف کی طرح حضرت شاہ غلام علی کی مکمل زندگی ارشاد کے سخنان پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس کے نام سے جو کتابوں نے لکھا ہے یعنی ”ملفوظات چہل روزہ“ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ صرف

چالیس یوم کی حاضری کے ارشادات پر مشتمل ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے جامع ملفوظات کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ گیارہ ماہ تک حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں رہے ، ممکن ہے اس میں زیادہ ایام کے سخنانِ عالی بھی شامل ہوں۔

اس نو دریافت مجموعہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ اگر اسے درالمعارف کا ضمیمہ تصور کرتے ہوئے اس کا مطالعہ کیا جائے تو دونوں مجموعوں کے بعض مقامات کی تشریح خود بخود ہو جاتی ہے۔

اس میں جا بجا حضرت مظہر کے اقوال سے مسائلِ تصوف کا استنباط کیا گیا ہے۔ گویا حضرت مظہر کے افکار کی توضیحات کے سلسلہ میں یہ ایک اہم ماخذ ہے۔

ہمیں اب تک اس کے سات خطی نسخوں کا سراغ ملا ہے۔ یہ مجموعہ ہمارے مفصل مقدمہ اور حواشی کے ساتھ چھپ چکا ہے ۶۲۶۔

۱۶۔ کالاتِ مظہریہ :

حضرت شاہ غلام علی کی حضرت مظہر کے احوال و افکار پر دو منفرد کتابیں دست یاب ہو چکی ہیں۔ اول مقاماتِ مظہری دوم کالاتِ مظہریہ۔ چلے موخر الذکر کتاب کا مختصر تعارف ملاحظہ کریں پھر زیر نظر کتاب مقاماتِ مظہری کا مفصل تعارف پیش کیا جائے گا :

کالاتِ مظہریہ آپ نے اپنی عمر کے آخری ایام میں حدود ۱۸۲۱/۱۸۲۳ء میں تالیف کی تھی۔ اس کے بارے میں شاہ مجدد مظہر مجددی لکھتے ہیں :

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ در رسالہ خود کہ بظن غالب در حدود سی و ہفت تالیف فرمودہ اند و عمر مبارک حضرت والد (شاہ احمد سعید) بہ بیست رسیدہ بود ، بعد ذکر حضرت جدِ امجد چینی ارقام فرمودہ اند ۶۲۷۔۔۔۔

یہ اقتباس اس کتاب کے سالِ تصنیف کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

اس کتاب کا اب تک صرف ایک ہی خطی نسخہ دریافت ہوا ہے۔ جو خانقاہِ مظہری کے موجودہ سجادہ نشین حضرت ابوالحسن زید فاروقی کے ذاتی گنبد خانہ میں موجود ہے۔ مولف نے اس کا کوئی نام تجویز

نہیں کیا تھا ، حضرت زید نے مطالعہ کے بعد کہالاتِ مظہریہ اس کا نام رکھا اور یہی انہوں نے اس کے سرورق پر لکھ دیا ہے ۔ اس کا خطی نسخہ ۱۸۵۷ء سے پہلے کا مکتوبہ ۶۲۸ ہے ۔ کہالاتِ مظہریہ دراصل مقاماتِ مظہری کا خلاصہ ہے اور مولف نے تلخیص کے دوران اس میں بعض ترمیمات بھی کی ہیں ۶۲۹ ۔

۱۔ مقاماتِ مظہری (کتاب ہذا) :

یہ کتاب حضرت میرزا مظہر جان جالانِ شہید کے روز ولادت سے ہوم شہادت تک کے حالات و مقامات پر مشتمل ہے ۔ اس میں آپ کے ملفوظات اور مکتوبات ۶۳۰ کا انتخاب بھی دیا گیا ہے ۔

کتاب کی اٹھارہ فصلیں ہیں ۔ مولف نے جا بجا قرآنی آیات اور احادیث کے اقتباسات بھی دیے ہیں ۔ متقدمین اور معاصرین کے اقوال سے اپنے بیانات کو مؤثر بنایا ہے ۔

کتاب میں سالِ تصنیف کی وضاحت نہیں کی گئی ۔ اس کی سولہویں فصل (در واقعاتِ شہادتِ مظہر) میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت مظہر کی شہادت کو سولہ سال گزر چکے ہیں ۶۳۱ ۔ اس فقرہ سے اس کتاب کا سال تالیف اس طرح برآمد کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی شہادت کا سنہ مسلمہ طور پر ۱۱۹۵ھ ہے اگر اس سنہ میں سولہ عدد کا اضافہ کیا جائے تو (۱۱۹۵ + ۱۶) = ۱۲۱۱ھ / ۱۷۹۶ء اس کا زمانہ تالیف متعین ہو جاتا ہے ۔

جیسا کہ اس مقدمہ میں کئی مقامات پر وضاحت کی جا چکی ہے کہ اس کتاب کے مولف حضرت شاہ غلام علی ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۳ء میں حضرت مظہر سے بیعت ہوئے اور سالِ شہادت ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۰ء تک صاحبِ سوانح (حضرت مظہر) کی خدمت میں سترہ سال تک انہیں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اس لیے ہم اس کتاب کو حضرت مظہر کی ساری زندگی اور خصوصاً آخری سترہ سالہ زمانہ حیات کی آئینہ دار قرار دے سکتے ہیں ۔

اگر اٹھارہویں صدی عیسوی کے ملفوظات لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو اس کتاب کی امتیازی حیثیت معلوم ہو جائے گی ۔ اس دور کی جس قدر مذہبی ، سماجی اور سیاسی جھلکیاں اس مجموعہ میں ملتی ہیں ، ملفوظات کے دیگر مجموعے ان امور سے خالی ہیں ۔ اس موضوع کی دیگر کتابیں ضخامت

کے اعتبار سے بے شک اس سے کئی گنا زیادہ ضخیم نظر آئیں گی ، لیکن ان میں صاحبِ سوانح حضرات کی کرامات اور خرق عادات کو اس قدر طوالت دی گئی ہے کہ اکثر سوانحی مجموعے اپنے مقصدِ تالیف اور بعض اوقات اصل موضوع سے اتنے دور چلے گئے ہیں کہ انہیں اس مد میں شمار کرنا دشوار معلوم ہونے لگتا ہے ۔

اس کتاب کی بہت سی دوسری خوبیوں کے علاوہ یہ خصوصیت قابلِ ذکر ہے کہ مولف نے اس کی مختلف فصول بنا کر تمام متعلقہ امور کو یک جا کر دیا ہے ۔ ساری کتاب میں کہیں بھی واقعات کی تکرار نہیں ہے ۔ کتاب کی ایک اصل حضرتِ مظهر کی کرامات کے لیے ضرور مخصوص ہے لیکن کسی ایک کرامت پر بھی خلاف شرع ہونے کا الزام عائد نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس میں تو واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ :

سب سے عمدہ کرامت اتباعِ حضرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں استقامت ہے ۔ ۔

چونکہ صاحبِ سوانح اپنے دور کے درجہ اول کے شعراء میں سے تھے اس لیے مولف نے ان کی زبانی کتاب میں جا بجا بہت عمدہ اشعار لکھے ہیں جس سے کتاب کا اندازِ بیان بھی نہایت دلچسپ اور مؤثر ہو گیا ہے ۔

ہمیں اس کتاب کے بغور مطالعہ کے بعد اس کا مقصدِ تصنیف یہ معلوم ہوا ہے کہ اس دور کی مذہبی بے راہ روی اور صوفیہٴ خام کی خلافِ شرع حرکات کے معاشرتی زندگی پر جو منفی اثرات مرتب ہو رہے تھے ان کو زائل کرنے کے لیے مصلحین صوفیہ کا باقاعدہ ایک گروہ اس معاشرتی زوال کو روکنے اور اس کے اسباب کا گہرا مطالعہ کرنے میں مصروف تھا ۔ چونکہ صاحبِ سوانح اور کتابِ ہذا کے مولف اس مصلحین گروپ کے سرگرم ترین ارکان میں سے تھے اس لیے ان حضرات کی طرف سے جو کوششیں ہوئیں ان میں ایک بڑا کارنامہ اس کتاب کی تالیف بھی ہے ۔

ساری کتاب میں اعتدال اور میانہ روی کو اس طریقے سے ملحوظ رکھا گیا ہے کہ متقدمین صوفیہ کی تصانیف کی مثالیں سامنے آنے لگتی ہیں ۔ مذہبی اور متنازعہ فیہ مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے ۔ تصوف کے نازک ترین موضوعات بھی اس طریقے پر زیر بحث آئے ہیں کہ ”وحدت الوجود“

کا موضوع اس دور میں عوامی مباحث کی سطح پر پہنچ گیا تھا اس لیے مولف کو یہ بنیادی بات لکھنی پڑی :

توحیدِ وجودی کا مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہے۔

اس کتاب میں دور از کار موضوع پر بحث کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔ مولف نے دیباچے میں وضاحت کی ہے کہ ”ان کی یہ کتاب مولوی نعیم اللہ بھڑانچی کی کتاب کا ملخص و انتخاب ہے“۔

مولف نے مولانا بھڑانچی ۶۳۲ کی اس کتاب کا نام نہیں لکھا ہے مولانا کی اس موضوع پر دو کتابیں موجود ہیں۔ ایک بشاراتِ مظہریہ اور دوسری معمولاتِ مظہریہ۔ چونکہ موخر الذکر کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے اور خاصی متداول و معروف ہے اس لیے حضرت مظہر کے کئی سوانح نگاروں ۶۳۳ نے بلا تامل یہ لکھ دیا ہے کہ ”مقاماتِ مظہری تو معمولاتِ مظہریہ کا خلاصہ ہے“۔ حالانکہ معاملہ اس سے مختلف ہے۔ اگر بشارات، معمولات اور مقامات تینوں کتابوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ مولف نے مولانا بھڑانچی کی بشاراتِ مظہریہ کو اپنے کام کی بنیاد بنایا ہے جس کے قرائن حسب ذیل ہیں :

(۱) بشاراتِ مظہریہ کی کئی فصلیں ایسی ہیں جو معمولاتِ مظہریہ میں قطعاً شامل نہیں ہیں مثلاً حالاتِ خلفائے حضرت مظہر اور فصلِ مکتوبات۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت شاہ غلام علی نے معمولات کو بنیاد بنایا تو ان کی کتاب میں مذکورہ دو فصول کہاں سے آ گئیں؟

(۲) جب کہ بشارات میں یہ دونوں فصلیں مفصل طور پر تحریر کی گئی ہیں۔ بلکہ خلفائے حضرت مظہر کی پوری فصل حضرت شاہ غلام علی نے بشارات سے لی ہے۔ اکثر خلفاء کے حالات بلفظہ ہیں۔ بعض کے مزید حالات جو الہیں معلوم تھے ان میں اضافہ بھی کیا ہے۔

(۳) معمولاتِ مظہریہ میں زیادہ تر حضرت مظہر کے معمولات، عبادات اور وظائف کو بیان کیا گیا ہے جب کہ مقاماتِ مظہری میں اٹھارہ مختلف فصول کے تحت مواد یک جا کیا گیا ہے۔

(۴) آخری اور سب سے اہم قرینہ یہ ہے کہ خوش لسمتی سے بشاراتِ مظہریہ کا وہ خطی نسخہ جو مقاماتِ مظہری کی تالیف کے دوران مولف کے پیش نظر تھا وہ اب بھی برٹش میوزیم میں محفوظ ہے ۶۳۳۔ یہ خطی نسخہ ہندوستان سے ہی برٹش میوزیم میں گیا ہے۔ اس کے پہلے ورق پر تحریر ہے کہ یہ نسخہ ہملٹن کی بیوہ سے ۱۸۶۸ء میں خریدا گیا :

Purchased of the widow of Col. Geo W.
Hamilton, April, 1868.

اس نسخہ کے حواشی پر کئی مقامات پر حضرت شاہ غلام علی نے مولف سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی یادداشتیں تحریر کی ہیں۔ ایک موقع پر مولف نے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ایک مکتوب نقل کیا ہے۔ لیکن مکتوب الیہ کا نام نہیں لکھا۔ اس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت شاہ غلام علی حاشیہ میں لکھتے ہیں :

این مکتوب خود حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب بنام فقیر
غلام علی نوشتہ اند مولوی نعیم اللہ جیو نام فقیر را صرف
کردہ اند ۶۳۵

اسی طرح جانشینی کے مسئلہ پر ایک حاشیہ تحریر کیا ہے کہ حضرت مظہر نے کسی کو اپنا جانشین نام زد نہیں کیا تھا ۶۳۶۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مقاماتِ مظہری کی تالیف کے دوران مولف کے پیش نظر بشاراتِ مظہریہ کا یہی نسخہ تھا۔ نہ کہ معمولاتِ مظہریہ کا۔

ہاں یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مولف نے معمولاتِ مظہریہ سے بھی استفادہ کیا ہوگا۔ لیکن انہوں نے اپنے کام کی بنیاد بشاراتِ مظہریہ پر رکھی۔ اس بیان سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت شاہ غلام علی نے صرف ”بشارات“ کی تلخیص و انتخاب ہی کیا ہوگا بلکہ مولف نے ان گنت ایسے واقعات کا اس میں اضافہ کیا ہے جن سے بشاراتِ بکسر خالی ہے۔

گویا مقاماتِ مظہری، بشاراتِ مظہریہ کا تکملہ بھی ہے اور اس کی شرح بھی — لازم معلوم ہوتا ہے کہ بشاراتِ مظہریہ پر قدرے تفصیل

سے بحث کی جائے تاکہ پیش نظر کتاب کی بنیاد کی نوعیت زیادہ واضح ہو سکے۔

بشاراتِ مظہریہ کا سبب تالیف مولف نے یہ بتایا ہے کہ وہ ۱۱۸۹ھ میں دوسری مرتبہ جب کہ حضرت مظہر کی مستقل صحبت اختیار کرنے کے لیے دہلی حاضر ہوئے ۶۳۷ھ تو انہوں نے اس قیام کے دوران حضرت کے سخنان کو جمع کرنا شروع کر دیا اور بہت سا مواد جمع کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا۔ حضرت مظہر نے بعض اجزاء پر حک و اصلاح فرمائی۔ لیکن مولف کو رخصت کرنے وقت فرمایا کہ ہمارے حالات اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں احاطہ تحریر میں لایا جائے۔ چنانچہ مولف نے ان اجزاء کے سوا جو حضرت مظہر کی نظر سے گزرے تھے اور ان کی اصلاح کی تھی تبرکاً محفوظ رکھا۔ باقی اوراق ضائع کر دیے۔

آخر ۱۲۰۴ھ میں ایک مرتبہ ان اوراق پر نظر پڑی تو احباب سے مشورہ کیا۔ خصوصاً صاحب زادہ میر مجد ماہ بھڑاچی نے بہت اصرار کیا کہ اسے کتاب کی صورت میں مدون کر دیا جائے۔ چنانچہ مولف نے استغارہ کے بعد اسے کتابی صورت دے دی۔

مولف نے ساری کتاب میں بشاراتِ مظہریہ کی تاریخ تکمیل کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ البتہ واقعات کی تحریر کے دوران بعض مقامات پر ۱۲۰۵ھ کو "سالِ گزشتہ" ۶۳۸ھ کے طور پر لکھا ہے۔ جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ کتاب ۱۲۰۴ھ، ۱۲۰۵ھ اور ۱۲۰۶ھ تک زیر تالیف و تکمیل رہی ۶۳۹ھ۔ اس کا خطی نسخہ سال تکمیل سے ایک برس بعد یعنی ۱۲۰۷ھ کا مکتوبہ ہے ۶۴۰ھ۔

بشاراتِ مظہریہ کی تالیف کے دوران ہی مولف ایک اور رسالہ معمولاتِ مظہریہ کی تالیف میں مصروف نظر آتے ہیں۔ معمولات میں انہوں نے تکملہ کے تحت جو عبارت لکھی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ۱۲۰۵ھ میں مکمل ہوئی۔ بے شک بشارات کے بہت سے مندرجات معمولات میں لائے جاتے ہیں لیکن معمولات کو بشارات کا خلاصہ سمجھنا محض قیاس آرائی ہے کیونکہ یہ دونوں کتابیں ایک دوسرے کے وجود سے بے خبر ہیں۔

ہمارے خیال میں معمولاتِ مظہریہ کو بشارات کی تالیف کے دوران ہی الگ اور مستقل موضوع کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔

معمولاتِ مظہریہ تین مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اول مطبع نظامی لاہور سے ۱۲۷۵ھ میں پھر اسی مطبع ۶۳۱ سے ۱۲۸۳ھ میں اور تیسری مرتبہ مطبع مجددی لاہور سے طبع ہوئی۔ اس کا اردو ترجمہ اب تک نہیں چھپا۔

بشاراتِ مظہریہ کے دو مقصد اور ایک خاتمہ ہے۔ مقصدِ اول و دوم کے پانچ پانچ ابواب ہیں اور خاتمے میں حضرت مظہر کے بعض فارسی اشعار کا انتخاب ہے۔

اس کتاب میں نہ صرف حضرت مظہر بلکہ آپ کے احباب و اصحاب کے بارے میں بھی خاصی اہم معلومات ملتی ہیں جن میں سے اکثر نکات ہم نے مقاماتِ مظہری کے حواشی میں جا بجا نقل کیے ہیں۔

مقاماتِ مظہری کی بہت سی فصول بشاراتِ مظہریہ سے منقول معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن جب دونوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ مولف مقامات نے اپنے تجربہ اور صاحب سوانح سے زیادہ قرب کے باعث بعض نکات کی قابل قدر توضیحات کی ہیں اور اضافے بھی کیے ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی نے اپنی اس کتاب کا کہیں نام نہیں لکھا۔ اس کتاب کے طابع اول عبدالرحمن خان مالک مطبع احمدی دہلی اس پر ایک ضمیمہ لکھوانے کے لیے حضرت شاہ عبدالغنی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اس کی اشاعت اول اسی مطبع احمدی دہلی سے ۱۲۶۹ھ میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ اس کے طابع اور مستم نے اس کا کوئی نام تجویز نہیں کیا تھا بلکہ اس کا سرورق یوں ہے :

رسالہ شریفہ در بیان حالات و مقامات حضرت شمس الدین

حیب اللہ جناب مرزا جان جالان مظہر شہید قدم اللہ سرہ۔

لیکن جب دوسری مرتبہ ۱۳۰۹/۱۸۹۲ء مطبع مجتہائی دہلی سے یہی ”رسالہ شریفہ“ مولوی عبدالاحد (مالک مطبع) نے طبع کروایا تو اس کے ٹائٹل پر لکھا ۶۳۲ ”لطائف خمسہ معروف بہ مقامات مظہری“ اس کے بعد عصر حاضر کے تمام تذکرہ نویسوں نے اس کا حوالہ ہی مقاماتِ مظہری ۶۳۳ کے نام سے دینا شروع کر دیا۔

ہمارا قیاس ہے کہ سب سے پہلے حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی
خایفہ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ نے جواہر علویہ میں اسے یہ نام
دیا ۶۳۳ اور اس کے بعد اس حلقہ میں اسے اسی نام سے یاد کیا جانے لگا۔

اس کے طبع اول از مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء پر جا بجا جو
حواشی ہیں اگرچہ ان کے اکھننے والے کا نام واضح نہیں کیا گیا لیکن ہمارا
خیال ہے کہ یہ توضیحات کتاب کے ضمیمہ نگار حضرت شاہ عبدالغنی مجددی
کی ہیں۔ اس کی اشاعت ثانی اسی سے منقول ہے۔ اس کے ابتدائیہ میں لکھا
ہے کہ حضرت مظہر کے معمولات، مولانا نعیم اللہ بھڑانچی کی کتاب
معمولات مظہریہ ۶۳۵ سے منقول ہیں ۶۳۶۔ اس اشاعت میں کتابت کی بے شمار
غلطیاں ہائی جاتی ہیں۔ ترجمہ کے دوران اس کے دو خطی نسخے ۶۳۷
بھی ہمارے پیش نظر رہے ہیں۔

مقامات مظہری کا اردو ترجمہ ملک فضل الدین (مالک اللہ والے کی
قومی دکان) لاہور نے لطائف خمسہ موسوم بہ مقامات مظہری کے نام سے
شائع کیا تھا۔ حسب معمول اس پر کسی مترجم کا نام نہیں دیا گیا اور
نہ ہی سال طباعت مذکور ہے۔ قیاس ہے کہ حدود ۱۹۳۰ء میں یہ ترجمہ
طبع ہوا ہوگا۔ یہ ترجمہ اغلاط سے اس قدر پر ہے کہ جہاں جو فقرہ
مترجم نہیں سمجھ سکے اسے بلا تکلف چھوڑ دیا ہے۔ کتاب میں شامل آیات
اور احادیث کی تصحیح تو درکنار عمومی فارسی فقرات کا ترجمہ مضحکہ خیز
حد تک لایعنی ہو کر رہ گیا ہے۔

آئیے حضرت مظہر کے اس سیاسی اور سماجی ماحول کے پس منظر میں
اس کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کریں۔

حواشی

- ۱- نظامی ، خلیق احمد : تاریخ مشائخ چشت ، ص ۳۱۰ -
- ۲- ان میں سے بعض قوتوں کا مستقل عنوان کے تحت ہم نے اسی مقدمہ میں جائزہ لیا ہے -
- ۳- Sarkar, J. N : *Fall of the Mughal Empire*, vol. I, p. 439.
- ۴- Satish Chandra : *Parties and Politics at the Mughal Court*, (1707-1740), Aligarh, 1959.
- ۵- جنگِ پانی پت کی تفصیلات سے کتب تاریخ بھری پڑی ہیں -
ملاحظہ ہو :
- Kasbi Raj : *An account of the last Battle of Panipat*, tr. by J. Brown, Bombay 1926. Gupta, H. R : *Marathas and Panipat*, Chandigarh, 1961.
- ۶- نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، مقدمہ ۵ (مخصوصاً) -
- ۷- یہ مکتوب مائراالابرار - قلمی میں محفوظ ہے جس کا یہ التباس مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتاب سیرۃ سید احمد شہید ، طبع لاہور ، جلد اول ، ص ۴۱ - ۴۲ سے ماخوذ ہے -
- ۸- نور محمد ، قاضی : جنگ نامہ مرتبہ گنڈا سنگھ ، امرتسر ۱۹۳۹ء ، ص ۱۰۴ - ۱۰۳ -
- ۹- غلام مصطفیٰ خان (مرتب) : لوائح خاتقاہ مظہریہ ۱۷۵/۲۳۹ -
- ۱۰- مظہر : کلمات طیبات ۶۹/۸۶ ، ۳۱/۳۲ -
- ۱۱- ایضاً ، ۶۵/۵۸ -
- ۱۲- ایضاً ، ۶۹/۶۰ -
- ۱۳- ان حقائق کے سامنے آ جانے کے بعد محترم عبدالرزاق قریشی مرحوم کا یہ نتیجہ صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ ”حضرت مظہر سودا و میر کی طرح براہ راست سیاسی حالات کی زد میں نہیں آئے“ (مرزا مظہر ، ص ۷۵) -

- ۱۴۔ غلام علی دہلوی : مقاماتِ مظہری (فصل ۱۱)۔
- ۱۵۔ ان بادشاہوں کے سنین تخت نشینی و زمانہ حکومت کے لیے ملاحظہ ہو ضخیمہ نمبر ۷ کتاب ہذا۔
- ۱۶۔ ولیم ارون نے معاصر مآخذ کے حوالے سے لال کنور کے سلطنت کے امور میں عمل دخل کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو :
Later Mughals, vol. I, p. 192.
- ۱۷۔ محمد شاہ کے حالات پر درجہ اول کی تحقیقی کتاب حال ہی میں علی گڑھ سے طبع ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو :
Malik, Zahir uddin : The Reign of Muhammad Shah, Aligarh, 1977.
- ۱۸۔ حادثہ نادر شاہی (متن مشمولہ حدیث نادر شاہی مرتبہ رضا شعبانی، تہران ۲۵۳۶ ش) ، ص ۳۶۔
- ۱۹۔ وارد تہرانی، محمد شفیع : تاریخ نادر شاہی (نادر نامہ) مرتبہ رضا شعبانی، تہران ۱۳۷۹ خ، ص ۲۳۳۔
- ۲۰۔ محمد عمر : ”ہندو تہذیب اور مسلمان“ مقالہ مشمولہ برہان۔ دہلی۔ دسمبر ۱۹۶۸ء، ص ۳۱۰۔
- ۲۱۔ ایضاً، برہان فروری ۱۹۷۱ء، ص ۱۳۳۔
- ۲۲۔ *Edwards Michael : King of the World (Life and Times of Shah Alam), London, 1970.*
- ۲۳۔ *Francklin, W : History of the Reign of Shah Aulum, London, 1798, p. 159.*
- ۲۴۔ پولیر : شاہ عالم ثانی کے عہد کا دہلی دربار ترجمہ نصیب اختر، کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۲۸، ۱۱۵، ۳۹۔
- ۲۵۔ نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ۱۳۵/۲۶۔
- ۲۶۔ تفہیمات الہیہ ترجمہ از مولانا مناظر احسن گیلانی مشمولہ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ۷، ص ۱۳۶۔
- ۲۷۔ نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ۱۲۵/۲۰۔
- ۲۸۔ وارد تہرانی : تاریخ نادر شاہی، تہران ۱۳۴۹ خ، ص ۱۳۷ میں ہے :
نادر شاہ کے ہندوستان پر حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی امراء کا یہی کردار تھا وہ ”ہر رول تدبیریں سوچنے اور صبح کو ان فیصلوں کو بدل ڈالتے“۔

- ۲۹- محمد عمر : میر کا سیاسی و سماجی ماحول ، برہان ، دہلی ، جون ۱۹۶۵ء ، ص ۳۷۲ -
- ۳۰- وارد تہرانی ، ص ۱۳۸ -
- ۳۱- ایضاً ، ص ۱۲۷ -
- ۳۲- حادثہ نادر شاہی [مشمولہ حدیث نادر شاہی] ، ص ۵۷ ، ۴۲ -
- ۳۳- درگاہ قلی خان : مرقع دہلی ، ص ۳۸ - ۳۹ -
- ۳۴- تفصیلات اسی مقدمہ میں ”معاشرتی زندگی“ کے تحت ملاحظہ کریں -
- ۳۵- درگاہ قلی خان : مرقع دہلی ، ص ۲۷ -
- ۳۶- نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، ۱۳۰/۲۸ ، ۱۳۲/۲۹ -
- ۳۷- تفصیل اسی مقدمہ میں ”صوفیہ کا کردار“ کے تحت مطالعہ کریں -
- ۳۸- شاہ ولی اللہ ، درانی کو لکھتے ہیں ”اس بلائے عظیم (دشمن قوتیں) کے دفع کرنے کی قدرت بفضل خداوندی جناب کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ہے۔ (سیاسی مکتوبات ۲/۹۰ - ۹۱)۔
- ۳۹- شاہ ولی اللہ : سیاسی مکتوبات مرتبہ نظامی ۲/۹۱ -
- ۴۰- قول الجلی بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، مقدمہ ، ص ۲۳ -
- ۴۱- ایضاً ، ص ۲۵ -
- ۴۲- وارد ، محمد شفیع تہرانی : تاریخ نادر شاہی (نادر نامہ) مرتبہ رضا شعبانی -
- ۴۳- ایضاً ، ص ۱۷۷ - ۱۷۸ -
- ۴۴- ایضاً ، ص ۲۰۴ -
- ۴۵- محمد عمر : میر کا سیاسی و سماجی ماحول ، برہان ، جون ۱۹۶۵ء (بحوالہ تاریخ شہادت فرخ میر از محمد بخش) -
- ۴۶- وارد : تاریخ نادر شاہی ، ص ۲۲۰ -
- ۴۷- حادثہ نادر شاہی مولف نامعلوم معاصر نادر شاہ متن مشمولہ حدیث نادر شاہی مرتبہ رضا شعبانی ، تہران ، ۲۵۳۶ ش ، ص ۵۱ -
- ۴۸- ایضاً ، ص ۵۲ -
- ۴۹- ایضاً ، ص ۵۶ -
- ۵۰- ایضاً ، ص ۶۹ -
- ۵۱- نادر گردی میں حضرت مظہر کی خالقاہ بھی متاثر ہوئی تھی -

سعادت خان ناصر نے لکھا ہے :

جب استیلائی فوج نادر شاہ مردم دہلی پر ہوا اور لشکر مخالف پر گھر میں غارت کو در آیا ، مرزا کی امتعہ پر بھی دستِ مستم دراز کیا . . . (تذکرہ خوش معرکہ زیبا مرتبہ مشفق خواجہ ، لاہور ، جلد اول ، ۱۹۷۰ء ، ص ۱۱۳ - ۱۱۵) -

۵۲- شاہ فقیر اللہ علوی : مکتوبات ۲۸۸/۶۶ -

۵۳- وکیلی ، عزیزالدین فوفلزئی : تیمور شاہ درانی ۶۷۸/۲ -

۵۴- گنڈا سنگھ ، احمد شاہ درانی ، ص ۱۱۲ - ۱۱۶ -

۵۵- ایضاً ، ص ۲۵۳ ، ۲۹۷ -

۵۶- پروفیسر خلیق احمد نظامی نے حضرت شاہ ولی اللہ کے عہد کی تاریخ کے عمیق مطالعہ کے بعد شاہ صاحب کے اس حسین انتخاب کا بہ طریق احسن دفاع کیا ہے - (ملاحظہ ہو شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، ص ۳۰ - ۳۱) -

۵۷- مراسلات احمد شاہ درانی وغیرہ ، بحوالہ گنڈا سنگھ : احمد شاہ درانی ، ص ۲۲۲ - ۲۲۳ -

۵۸- Sardesai : *A New History of the Marathas*, vol. II, pp. 44 - 48.

۵۹- گنڈا سنگھ نے اپنی کتاب احمد شاہ درانی ، (ص ۲۶۰ - ۲۶۱) میں جادو ناتھ سرکار ، ڈیسائی اور مرتضیٰ علی خان کے حوالوں سے اس واقعہ کو بہ تفصیل لکھا ہے -

۶۰- Franklin : *History of the Reign of Shah Aulum*, London, 1798, p. 34.

۶۱- Ganda Singh : *Ahmad Shah Durrani*, pp. 374 - 84.

۶۲- نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، مقدمہ ، ص ۳۶ -

۶۳- ایضاً ، ۹۰/۲ -

۶۴- Ganda Singh : *Ahmad Shah Durrani*, p. 152.

۶۵- مظہر : مکاتیب مشمولہ کلماتِ طیبات ، ۶۰ - ۶۱ -

۶۶- شاہ ولی اللہ : سیاسی مکتوبات مرتبہ نظامی ، ۹۱/۲ -

۶۷- ایضاً ، مقدمہ ، ص ۳۰ -

۶۸- Sarkar, J. N : *History of Aurangzeb*, vol. III, p. 317.

۶۹- طباطبائی ، غلام حسین : میرالمتاخرین ، ص ۴۰۲ -

۷۰- ”سرہند کی تباہی اور حضرت مظہر“ کے تحت تفصیلات ملاحظہ کریں -

۷۱- عہد شفیع : مرآتِ واردات ، قلمی بحوالہ تاریخ مشائخ چشت ، ص ۳۱۸ -

۷۲- نظامی : تاریخ مشائخ چشت ، ص ۳۱۸ -

۷۳- حالات کے لیے ملاحظہ ہو فصل خلفاء ، کتابِ ہذا -

۷۴- مظہر : خطوط ترجمہ از خلیق انجم ، ۱۳۴/۳۱ -

۷۵- قریشی : مکاتیب ، ۱۰/۸ ، ۱۵/۱۱ -

۷۶- ایضاً ، ۳۵/۳۳ -

۷۷- ایضاً ، ۳۶/۴۳ -

۷۸- ایضاً ، ۳۶/۲۳ ، ۳۸/۲۵ ، ۳۹/۳۶ ، ۵۶/۴۱ -

۷۹- ایضاً ، ۱۲۸/۸۶ -

۸۰- قریشی : مکاتیب ، حواشی ، ص ۲۶۰ -

۸۱- ایضاً ، ۱۲۲/۸۲ - ۱۲۳ -

۸۲- دیوان شیوناتہ گجرات کا عامل تھا ، ۱۷۶۴ء میں سردار چرہٹ سنگھ

جب روہتاس پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تو سر بلند خان

نے گجرات پر قبضہ کر لیا - اور چودھری رحمت خان اور دیوان

شیوناتہ کو سکھوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے جرم میں قتل

کروا دیا - (گنڈا سنگھ : احمد شاہ درانی ، ص ۲۹۵ - چہار باغ

پنجاب ، ص ۱۴۱) -

۸۳- قریشی : مکاتیب ، ۱۳۴/۸۹ -

۸۴- ایضاً ، ۱۳۵/۹۰ -

۸۵- ایضاً ، ۱۳۶/۹۱ -

۸۶- ایضاً ، ۲۰۹/۱۳۵ -

۸۷- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

An Account of Najibuddaulah, pp. 61, 77, 79, 89, 92, 94,

95, 100, 110, 127.

۸۸- غلام مصطفائی خان (مرتب) : لوائح ، ۳۸/۶ -

Ganda Singh : *Ahmad Shah Durrani*. p. 197. -۸۹

-۹۰ - ایضاً ، ص ۱۹۸ -

-۹۱ - ایضاً ، ص ۲۶۶ -

-۹۲ - نور محمد ، قاضی : جنگ نامہ مرتبہ گندا سنگھ ، امرتسر ۱۹۳۹ء ، ص ۳۸ -

-۹۳ - ایضاً ، ص ۴۰ - ۴۴ -

Ganda Singh : *Ahmad Shah Durrani*, pp. 296 - 297.

-۹۴ - تفصیل کے لیے حسنات الحرمین کا مقدمہ ملاحظہ کریں ، ص ۱۵۲ - ۱۵۷ -

-۹۵ - مجدد الف ثانی : مکتوبات ۶۸/۲ -

کانگرہ (نگرکوٹ) کی تفصیل کے لیے دیکھیے :

Kangra District Gazetteer, Lahore, 1926.

Imperial Gazetteer of India, vol. XIV, p. 397.

-۹۶ - مکتوبات حضرت مجدد کے مطبوعہ نسخوں خصوصاً نسخہ امرتسر میں یہ نام گوہند طبع ہو گیا ہے جو غلط ہے کیونکہ گوہند کا زمانہ ۱۶۷۵ - ۱۷۰۸ء ہے -

-۹۷ - مجدد الف ثانی : مکتوبات ۱/۱۹۳ -

-۹۸ - Ganda Singh : "Sirhind in the Eighteenth Century", *Sirhind Through the Ages*, ed. by Fuja Singh, Panjabi University Patiala, 1972, p. 93.

-۹۹ - Khushwant Singh: *History of the Sikhs*, Oxford University Press, Delhi, 1977, vol. I, p. 59 f.n.

-۱۰۰ - گندا سنگھ نے کئی فارسی تاریخوں کے حوالے سے اس کی تفصیل دی ہے - ملاحظہ ہو :

Ahmad Shah Durrani, Quetta 1977, p. 292.

-۱۰۱ - نذیر نیازی : مکتوبات اقبال ، تعلیقات ، ص ۱۶۳ - ۱۶۵

-۱۰۲ - ان مطالب کی تفصیل اسی مقدمہ میں "سکہ گردی" کے تحت ملاحظہ کریں -

-۱۰۳ - Ganda Singh : *Banda Singh Bahadur*, Amritsar, 1935, pp. 102 - 103.

۱۰۴۔ سرہند شریف کے سکھوں کے ہاتھوں چار مرتبہ برباد ہونے کا اعتراف خود سکھ مورخین نے کیا ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۷۱۰ء میں بندہ سنگھ کا حملہ، ۱۷۵۴ء سکھوں کا دوسرا حملہ، ۱۷۵۸ء میں سکھوں اور مرہٹوں کا مشترکہ حملہ اور پھر ۱۷۶۴ء میں سکھوں نے اس پر ایسا حملہ کیا کہ اسے مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ آبادی کا نام و نشان مٹ گیا، بہت سے جان بچا کر پٹیالہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، پٹیالہ میں ان کی الگ بستی تھی جس کے مقیم "سرہندی" کہلاتے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

Kirpal Singh : *Life of Maharaja Ala Singh of Patiala*, Amritsar, 1954, p. 115.

۱۰۵۔ فوفلزئی، عزیزالدین وکیلی : تیمور شاہ درانی، طبع کابل، جلد دوم، ص ۶۷۸۔

۱۰۶۔ ایضاً، ص ۶۸۰۔

۱۰۷۔ محمد احسان، ابوالفیض : روضۃ القیومیہ، ۳۲۳/۲

۱۰۸۔ فوفلزئی : تیمور شاہ درانی ۶۸۲/۲ - ۶۸۳

۱۰۹۔ سلا رحیم داد کے حضرت مظہر سے تعلقات اسی مقدمہ میں الگ بیان کیے گئے ہیں۔

۱۱۰۔ مظہر جان جالان : مکاتیب مرتبہ عبدالرزاق قریشی، ۱۲۴/۸۴

۱۱۱۔ ایضاً، ۱۱۶/۸۰۔

۱۱۲۔ الطاف علی بریلوی : حیات حافظ رحمت خان، کراچی ۱۹۶۳ء، ص ۳۳۳۔

۱۱۳۔ مظہر، جان جالان : مکاتیب مشمولہ کلماتِ طیبات، ۵۱/۵۰۔

۱۱۴۔ مظہر : مکاتیب مرتبہ قریشی، ۱۲/۱۰ - ۱۳۔

۱۱۵۔ غلام علی دہلوی : مقاماتِ مظہری، ص ۸۸ (فارسی متن)۔

۱۱۶۔ نور محمد، قاضی : جنگ نامہ مرتبہ گنڈا سنگھ، ص ۱۲۵ - ۱۲۸۔

Ganda Singh : *Ahmad Shah Durrani*, pp. 302 - 303.

۱۱۷۔ Khushwant Singh : *History of the Sikhs*, 2 vols. Oxford 1974.

Ganda Singh : *Banda Singh Bahadur*, Amritsar, 1935.

Ahmad Shah Durrani, pp. 209 - 11, 302 - 3.

۱۱۸۔ نظامی : سیاسی مکتوبات (بنام آصف جاہ)، ۱۳۴/۲۔

- ۱۱۹ - ایضاً، ۱۰۴/۷، ۱۰۶/۸، ۱۰۸/۹، مکتوب ۸۶/۲ میں نجیب الدولہ کو لکھا "قوم مرہٹہ کا فتنہ ہندوستان کے اندر بہت بڑا فتنہ ہے۔ حق تعالیٰ بھلا کرے اس شخص کا جو اس فتنے کو دہائے۔"
- ۱۲۰ - ایضاً، ۱۲۰/۱۶، ۱۲۵/۲۰ -
- ۱۲۱ - انجم : خطوط ۱۳۰/۲۸ -
- ۱۲۲ - قریشی : مکاتیب ۴۶/۲۴ -
- ۱۲۳ - ایضاً، ۴۸/۲۵ -
- ۱۲۴ - کلمات ۵۰/۴۶ -
- ۱۲۵ - Burgess, J : *The Chronology of Modern India*, Lahore, 1975, p. 230.
- ۱۲۶ - ایضاً، ص ۲۳ -
- ۱۲۷ - وارد، محمد شفیع تهرانی : تاریخ نادر شاہی، مرتبہ رضا شعبانی، ص ۵۵ -
- ۱۲۸ - ایضاً، ۵۵ - ۵۶ -
- ۱۲۹ - ایضاً، ص ۷۳ -
- ۱۳۰ - مرہٹوں کے لیے یہ ترکیب نادر نامہ وارد تهرانی سے ماخوذ ہے، ص ۹۱ -
- ۱۳۱ - ایضاً، ص ۹۶ -
- ۱۳۲ - ایضاً -
- ۱۳۳ - پولیر، ص ۸۶ -
- ۱۳۴ - محمد عمر : میر کا سیاسی و سماجی ماحول، برہان، دسمبر ۱۹۶۳ء، ص ۳۵۰ -
- ۱۳۵ - مناظر احسن گیلانی : الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر، ص ۱۴۱ (بحوالہ سیر المتاخرین) -
- ۱۳۶ - نظامی خلیق احمد : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، حواشی، ص ۱۷۳ -
- ۱۳۷ - Ganda Singh : *Ahmad Shah Durrani*, p. 242. -
- ۱۳۸ - نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ص ۱۷۳ -
- ۱۳۹ - ایضاً، ۱۷۳ -

۱۴۰۔ ۱۷۶۰ء کی جنگ ہراری گھاٹ کا پورا واقعہ حضرت مظہر کے مکتوب (مشمولہ بشاراتِ مظہریہ، ورق، ۹۰، ۹۱، ب) میں موجود ہے۔

۱۴۱۔ ولی اللہ فرخ آبادی : عہدِ بنگش، ص ۴۱۔

الطاف علی بریلوی : حیاتِ حافظِ رحمت خان، ص ۴۲۔

۱۴۲۔ مظہر : مرزا مظہر کے خطوط مترجمِ خلیق انجم ۱۹۵/۷۴۔

۱۴۳۔ قریشی : مکاتیب ۵/۴۔

۱۴۴۔ ایضاً، ۱۵/۱۱۔

۱۴۵۔ ایضاً، ۳۵/۲۶۔

۱۴۶۔ عبدالعزیز دہلوی، شاہ : ملفوظات، ص ۸۱۔

۱۴۷۔ نجیب الدولہ کے یہ حالات جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی

کے مرتبہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات سے ملخصاً ماخوذ

ہیں (ص ۲۳۱ - ۲۳۴)۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

سرگزشتِ نجیب الدولہ - عہد السعادت - وقائع عالم شاہی (تشریحات)،

ص ۱۵۴ - ۱۵۷۔

An Account of Najibuddaulah, tr. Abdur Rashid, Aligarh, 1952. Calender of Persian, Correspondence, vol. III. History of the Reign of Shah Aulum, by Francklin. Fall of the Mughal Empire, vol. II, pp. 275-305.

رسالہ عبرت ۱۹۱۶ء - مقالہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی ”جنگ پانی پت“۔

۱۴۸۔ شاہ غلام علی : مقاماتِ مظہری، ص ۶۱ (فارسی)۔

۱۴۹۔ شاہ ولی اللہ : سیاسی مکتوبات مرتبہ نظامی ۱۰۱/۴، ۱۰۲/۵،

۱۰۳/۷، ۱۰۸/۹۔

۱۵۰۔ ایضاً، ۱۰۶/۸، ۱۰۷ - ۱۰۸/۱۰، ۱۱۰/۱۰۔

۱۵۱۔ غلام مصطفیٰ خان (مرتب) : لوائح ۶۸/۲۳۔

۱۵۲۔ ایضاً، ۹۱/۳۹۔

۱۵۳۔ ایضاً، ۹۷/۴۳۔

۱۵۴۔ دوندے خان بن حسن خان، ہندوستان آکر داؤد خان کا ملازم ہوا

اور بہت جلد اپنی بہادری اور سیاسی بصیرت کے باعث روہیلہ

سرداروں میں نمایاں مقام حاصل کر لیا اور حافظ رحمت خان کا

ساتھی بن گیا۔ بسولی، مراد آباد، چاند پور اور منبھل کے علاقے
اس کے حصے میں آئے۔ اس نے ۱۷۷۱ء میں بسولی میں انتقال کیا۔
ملاحظہ ہو: حیات حافظ رحمت خان، ص ۲۱۱ - ۲۱۲، دوندے
خان نامہ مرتبہ خلیق احمد نظامی، برہان، دہلی، نومبر ۱۹۴۹ء۔
An Account of Najibuddaulah, p. 148.

حضرت مظہر نے مکتوب ۴۴، ۵۴ میں بھی اس کا ذکر کیا ہے
(کلمات طیبات)۔

۱۵۵۔ حافظ رحمت خان روہیلہ کا اس عہد کی سیاست میں بہت اہم کردار
ہے۔ اُسے راسخ العقیدہ علماء و صوفیہ سے بھی بڑی عقیدت تھی۔
ملاحظہ ہو: حیات حافظ رحمت خان مولفہ الطاف علی ہریلوی،
طبع کراچی ۱۹۶۳ء۔

۱۵۶۔ غلام مصطفیٰ خان (مرتب): لواخ ۲۱/۶۶۔

۱۵۷۔ ایضاً، ۲۲/۶۶ - ۶۷۔

۱۵۸۔ قریشی (مرتب): مکاتیب حضرت مظہر، ۱۰/۱۳۔

۱۵۹۔ ایضاً، ۱۱/۱۵۔

۱۶۰۔ لواخ، ص ۱۳۳ - ۱۳۴۔

۱۶۱۔ ایضاً، ۶۸/۱۳۴۔

۱۶۲۔ نظامی (مرتب): شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ۶/۱۰۳۔

۱۶۳۔ ایضاً، ۷/۱۰۴ - ۱۰۵۔

۱۶۴۔ قریشی: مکاتیب میرزا مظہر، ۴/۳۔

۱۶۵۔ ایضاً، ۸۸/۱۳۲۔

۱۶۶۔ ایضاً، ۱۰۳/۱۵۶۔

۱۶۷۔ ایضاً، ۳۴/۱۹۴۔

۱۶۸۔ نعیم اللہ بھڑائی: بشارات مظہریہ، ورق ۱۷۲ ب۔

۱۶۹۔ فرینکن: تاریخ شاہ عالم ثانی (بحوالہ عبدالرزاق قریشی، معارف
مئی ۱۹۶۸ء، ص ۳۲۸ - ۳۲۹)۔

۱۷۰۔ یہ شیخ قاسم وہی ہے جسے نجیب الدولہ اور عباد الملک کی کشمکش
کے دوران، نجیب الدولہ کے کہنے پر دہلی میں فوجدار مقرر کیا

گیا تھا۔ نور الدین فخری نے لکھا ہے :

Sheikh Qasim was appointed Qiladar at the gates of the Fort on behalf of Najibuddaulah. (*An Account of Najibuddaulah*, Aligrah, 1952, p. 59.

- ۱۷۱ - غلام مصطفیٰ خان (مرتب) : لوائح ۱۱۳/۵۳ -
- ۱۷۲ - مظہر : مکاتیب مرتبہ قریشی ۲۱/۱۶ -
- ۱۷۳ - ایضاً ، ۲۱/۱۶ - ۲۲ -
- ۱۷۴ - ایضاً ، ۱۳/۱۰ -
- ۱۷۵ - نواب افضل خان ، نجیب الدولہ کا بھائی تھا (دیگر تفصیلات آئندہ عنوان کے تحت ملاحظہ کریں) -
- ۱۷۶ - مظہر : خطوط مرتبہ قریشی ، ۲۱/۱۶ - ۲۲ (بنام قاضی ثناء اللہ) -
- ۱۷۷ - کتاب طہیات ، مکتوب نمبر ۱۷۶ -
- ۱۷۸ - لوائح ۹۲/۳۰ - ۹۳ -
- ۱۷۹ - قریشی : مکاتیب میرزا مظہر ۲۵/۱۸ -
- ۱۸۰ - ایضاً ، ۳۷/۲۷ -
- ۱۸۱ - ایضاً ، ۳۹/۲۸ -
- ۱۸۲ - ایضاً -
- ۱۸۳ - عرشی : (تشریحات) وقائع عالم شاہی ، رام پور ۱۹۳۹ء ، ص ۱۵۶ -
- ۱۸۴ - غلام مصطفیٰ خان : لوائح خانقاہ مظہریہ ۱۹۸/۱۴۹ -
- ۱۸۵ - ایضاً ، ۲۲۷/۱۶۸ -
- ۱۸۶ - ان کے مفصل حالات کتاب حاضر کی فصل خلفای حضرت مظہر میں ملاحظہ کریں -
- ۱۸۷ - لوائح ۶۶/۲۱ -
- ۱۸۸ - ایضاً ، ۷۰/۲۵ -
- ۱۸۹ - تفصیل کے لیے دیکھیے فصل خلفای حضرت مظہر (کتاب حاضر) -
- ۱۹۰ - لوائح ۷۷/۳۰ ، قریشی : مکاتیب ۶۷/۳۷ -
- ۱۹۱ - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :
- An Account of Najibuddaulah*, pp. 73, 110, 113, 115, 124.
- ۱۹۲ - لوائح ۵۳/۱۳ -
- ۱۹۳ - ایضاً ، ۵۳/۱۳ ، ۵۳/۱۳ -

- ۱۹۴ - قریشی : مکاتیب ۱۶/۲۱ - ۲۲ -
- ۱۹۵ - پولیر : شاہ عالم ثانی کے عہد کا دہلی دربار ترجمہ نصیب اختر ،
کراچی ۱۹۶۷ء ، ص ۷۰ -
- ۱۹۶ - ایضاً ، ص ۶۸ -
- ۱۹۷ - ایضاً ، ص ۶۸ -
- ۱۹۸ - ایضاً -
- ۱۹۹ - Khushwant Singh : *History of the Sikhs*, vol. I, p. 173. -
- ۲۰۰ - محمد حسن ، سید ، خلیفہ : تاریخ پٹیالہ ، مطبوعہ امرتسر ۱۸۷۸ء ،
ص ۹۶ -
- ۲۰۱ - پولیر ، ص ۶۸ -
- ۲۰۲ - ایضاً ، ص ۶۹ -
- ۲۰۳ - ایضاً -
- ۲۰۴ - پولیر کے مندرجات سے بھی لشکر کی اس تعداد کی تصدیق ہوتی ہے
اس کے پاس سات ہزار پیدل اور تین ہزار سواروں کی فوج تھی
(ص ۶۸) -
- ۲۰۵ - مظہر : مکاتیب مرتبہ قریشی ۸۳/۱۲۳ -
- ۲۰۶ - ایضاً ، ص ۶۹/۱۰۰ -
- ۲۰۷ - لوائح ، ص ۶/۶۸ -
- ۲۰۸ - ایضاً ، ص ۵۷/۱۱۸ -
- ۲۰۹ - مظہر : مکاتیب مرتبہ قریشی ، ص ۶۶/۹۳ -
- ۲۱۰ - ایضاً ، ص ۶۹/۹۹ -
- ۲۱۱ - ایضاً ، ص ۷۱/۱۰۲ -
- ۲۱۲ - غلام علی دہلوی : مقامات مظہری ، ص ۸۳ (فارسی متن) -
- ۲۱۴ - مظہر : مکاتیب مرتبہ قریشی ۸۸/۱۳۱ -
- ۲۱۳ - ایضاً ، ص ۸۹/۱۳۳ -
- ۲۱۵ - ایضاً ، ص ۹۰/۱۳۵ -
- ۲۱۶ - ایضاً ، ص ۹۱/۱۳۷ -
- ۲۱۷ - مجدالدولہ کے یہ تمام تر حالات مولانا امتیاز علی عرشی کی تشریحات
وقائع عالم شاہی (ص ۱۸۱ - ۱۸۳) سے ملخصاً ماخوذ ہیں -

- ۲۱۸- نظامی (مرتب) : سیاسی مکتوبات ۳۵ ، ۳۶ ، ۳۷ ، ۳۸ /
- ۱۵۲ - ۱۵۶
- ۲۱۹- قریشی (مرتب) مکاتیب ۵۶/۷۷ -
- ۲۲۰- اس کے حالات اسی مقدمہ میں ملاحظہ کریں -
- ۲۲۱- قریشی ، ۱۱۸/۸۱ -
- ۲۲۲- ایضاً ، ۱۵۲/۱۰۱ - ۱۵۳ -
- ۲۲۳- قریشی : مکاتیب ۱۰/۱۶۵ ، ۱۲۵/۱۸۲ -
- ۲۲۴- اس مکتوب کی تمام تر تشریح عبدالرزاق قریشی مرحوم کے حواشی
مکاتیب میرزا مظہر ، ص ۲۶۳ سے ملخصاً ماخوذ ہے -
- ۲۲۵- قریشی : مکاتیب ، حواشی ، ص ۲۶۵ -
- ۲۲۶- قریشی : مکاتیب ۱۲۷/۱۸۵ -
- ۲۲۷- کلمات طیبات ، نمبر ۴۳ -
- ۲۲۸- ایضاً ، ۷۰/۷۰ -
- ۲۲۹- ایضاً ، ۱۲۰/۸۱ -
- ۲۳۰- قریشی : مکاتیب ۱۲۸/۸۶ ، ۱۲۹/۸۷ -
- ۲۳۱- ایضاً ، ۱۳۰/۸۷ -
- ۲۳۲- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :
- ۲۳۳- مآثر الامراء ۸۴۳/۲ - وقائع عالم شاہی ، تشریحات عرشی ، ص ۱۴۶ -
دستور الفصاحت دیباچہ عرشی ، ص ۵۶ - ۵۷ -
- ۲۳۴- نظامی (مرتب) سیاسی مکتوبات ۳۳/۱۳۷ -
- ۲۳۵- انجم (مرتب) : مرزا مظہر کے خطوط ۶۲ ، ۶۳ ، ۶۴ ، ۶۵ /
- ۱۷۰ - ۱۷۴
- ۲۳۶- مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ، ۵۱۳۱۵ -
- ۲۳۷- ملکا پوری ، عبدالجبار : محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن
- ۱۰۵۵/۲
- ۲۳۸- انجم : مرزا مظہر کے خطوط ۶۲/۱۷۴ -
- ۲۳۹- ایضاً ، ۱۷۷/۶۴ -
- ۲۴۰- نعم اللہ بھڑانچی : بشارات مظہریہ ، ورق ۹ - ۱
- ۲۴۱- بحوالہ قریشی : بشارات مظہریہ ، مقالہ مشمولہ معارف ، مئی ۱۹۶۸ ،
ص ۳۳۰ - ۳۳۱ -

- ۲۳۰۔ ایضاً۔
 ۲۳۱۔ ایضاً، ۳۳۲۔
 ۲۳۲۔ ایضاً۔
 ۲۳۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب ہذا، تحت ”فصل بیان ترک و زہد“۔
 ۲۳۴۔ ایضاً، ۱۷۹/۶۵۔
 ۲۳۵۔ ایضاً، ۱۸۰/۶۵۔
 ۲۳۶۔ ایضاً، ۱۷۹/۷۰۔
 ۲۳۷۔ ایضاً، ۱۸۱/۶۶۔
 ۲۳۸۔ مظہر: کلمات طہیات ۵۹/۶۷۔
 ۲۳۹۔ قریشی: مکاتیب ۱۸۱/۱۲۳۔
 ۲۵۰۔ ایضاً، ۲۹/۲۲۔
 ۲۵۱۔ ایضاً، ۳۶/۲۳۔
 ۲۵۲۔ مظہر: کلمات طہیات ۵۹/۶۷۔
 ۲۵۳۔ ایضاً، ۶۰/۶۹۔
 ۲۵۴۔ ایضاً، ۵۹/۶۸۔
 ۲۵۵۔ ایضاً، ۶۰/۷۰۔ ۶۱۔
 ۲۵۶۔ ایضاً، ۶۱/۷۰، انجم: خطوط ۱۸۹/۷۰۔
 ۲۵۷۔ کتاب حاضر، ص ۳۹ (فارسی متن)۔
 ۲۵۸۔ انجم: خطوط ۱۷۱/۵۹۔
 ۲۵۹۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مآثر الامراء ۳۵۶/۱، ۳۹۴۔
 سفر نامہ مخلص، ص ۲۳۔

Ahmad Shah Durrani, pp. 138, 160, 162-163, 165-67,
 172-73, 186, 228, 232.

- ۲۶۰۔ انجم: خطوط ۱۷۲/۶۰۔
 ۲۶۱۔ ایضاً، ۱۷۲/۶۲۔
 ۲۶۲۔ ایضاً، ۱۷۲/۶۰۔
 ۲۶۳۔ ایضاً، ۱۷۲/۶۱،
 ۲۶۴۔ ایضاً۔
 ۲۶۵۔ ایضاً، ۱۵۳/۴۴۔
 ۲۶۶۔ غلام مصطفیٰ خان: لواحق ۲۰۷/۱۵۰۔

- ۲۶۷ - قریشی : مکاتیب ۱۵/۱۱ -
- ۲۶۸ - نواب علی محمد خان (ف ۱۷۳۹ء) کے تین صاحبزادے ، عبداللہ خان ، فیض اللہ خان اور سعد اللہ خان تھے (حیات حافظ رحمت خان ، ص ۷۶) -
- ۲۶۹ - انجم : خطوط ۱۶۳/۵۳ -
- ۲۷۰ - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : ریاض السلاطین از غلام حسین سلیم ، کلکتہ ۱۸۹۱ء ، ص ۳۷۹ - ۳۸۵ -
- ۲۷۱ - قریشی : مکاتیب ۱۱۸/۸۱ -
- ۲۷۲ - ایضاً ، ۱۱۹/۸۱ -
- ۲۷۳ - ایضاً ، ۱۳۵/۹۷ -
- ۲۷۴ - یہاں مردم محل سے مراد حضرت مظہر کی زوجہ محترمہ نہیں ہیں بلکہ یہاں یہ معنوی اعتبار سے آیا ہے -
- ۲۷۵ - قریشی : مکاتیب ۱۵۰/۹۹ -
- ۲۷۶ - ایضاً ، ۱۵۰/۹۹ -
- ۲۷۷ - ایضاً ، ۱۵۵/۱۰۲ -
- ۲۷۸ - حالات کے لیے ملاحظہ ہو : فصل خلفای حضرت مظہر (کتاب حاضر) -
- ۲۷۹ - ایضاً -
- ۲۸۰ - انجم : خطوط ۱۶۳/۵۳ -
- ۲۸۱ - غلام مصطفیٰ خان : لوائح ۳۲/۹ - نواب قاسم علی خان کے شیعہ ہونے کے قرائن ریاض السلاطین سے بھی ملتے ہیں (ص ۳۸۱) -
- ۲۸۲ - لوائح ، ۱۷۹/۱۱۵ -
- ۲۸۳ - ایضاً ، ۱۹۰/۱۲۹ -
- ۲۸۴ - قریشی : مکاتیب ۱۸۶/۱۲۷ -
- ۲۸۵ - تفصیل کے لیے دیکھیے فصل خلفای حضرت مظہر (کتاب ہذا) -
- ۲۸۶ - انجم : خطوط ۱۸۱/۶۶ -
- ۲۸۷ - ایضاً ، ۱۵۰/۳۱ -
- ۲۸۸ - ایضاً ، ۱۶۷/۵۶ -
- ۲۸۹ - آصف الدولہ کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو : تفضیح الغافلین از ابو طالب لندن مرتبہ عابد رضا بیدار ، رام پور ۱۹۶۵ء -
- ۲۹۰ - قریشی : مکاتیب ۱۱۶/۸۰ -

- ۲۹۱- ایضاً ، ۱۲۲/۸۲ -
- ۲۹۲- حضرت مظہر نے اپنے مکاتیب میں عبید خان کا کئی جگہ ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو : ص ۷۰ ، ۷۱ ، ۷۳ ، ۹۰ (مجموعہ قریشی)۔ یہ خواجہ عبید خان غالباً وہی ہیں جن کے نام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے ایک مکتوب (۱۵۸/۳۹) میں انہیں علافہ جاٹ میں اقامت کرنے پر منع کیا تھا۔
- ۲۹۳- قریشی : مکاتیب ۱۱۹/۱۷۶ -
- ۲۹۴- انجم : خطوط ۲۲/۱۱۵ -
- ۲۹۵- غلام مصطفیٰ خان : لواغ ، ۱۲۲/۶۰ -
- ۲۹۶- ایضاً : ۱۲۳/۶۱ -
- ۲۹۷- ایضاً ، ۱۳۸/۷۲ -
- ۲۹۸- قریشی : مکاتیب ۱۰۵/۱۶۰ -
- ۲۹۹- لواغ ۹۰/۱۵۶ -
- ۳۰۰- عرشی : وقائع عالم شاہی (تشریحات ، ملخصاً) ، ص ۱۶۷ - ۱۶۹ -
- ۳۰۱- تفصیل کے لیے اسی مقدمہ میں عنوان ”شہادت حضرت مظہر“ ملاحظہ ہو۔
- ۳۰۲- خلیق انجم (مترجم و مترجم) : مرزا مظہر کے خطوط ۳۴/۱۳۹ -
- ۳۰۳- غلام علی دہلوی : ملفوظات شریفہ ، (ملفوظات حضرت شاہ غلام علی) جامع مولانا غلام محی الدین قصوری ، ص ۱۵۵ -
- ۳۰۴- Francklin : *History of The Reign of Shah Aulum*. p. 54. -
- ۳۰۵- شاہ عالم ثانی نے سریشوں کی مدد سے ضابطہ خان پر حملہ کیا تھا لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ ضابطہ خان کے حلیف بن گئے اور انہوں نے دہلی پر حملہ کر دیا ، مجبوراً بادشاہ گو صلح کا ہاتھ بڑھانا پڑا۔ (ایضاً ، ص ۴۶) -
- ۳۰۶- قریشی : مکاتیب ، ص ۲۵۶ (تشریحات) -
- ۳۰۷- ایضاً ، ۷۶/۵۵ ، ۹۰/۶۳ ، ۱۳۲/۹۵ -
- ۳۰۸- ایضاً ، ۱۲۷/۱۸۵ - (دیگر تفصیلات اسی مقدمہ میں یہ عنوان ”شہادت حضرت مظہر“ ملاحظہ کریں)۔
- ۳۰۹- انجم : خطوط ۲۵/۱۲۳ - ۱۲۴ -
- ۷۱۰- ایضاً ، ۱۶۴/۵۴ -
- ۷۱۱- ایضاً ، ۲۱۴/۸۶ -

- ۳۱۲- قریشی : مکاتیب ۶۲/۴۵ -
 ۳۱۳- ایضاً ۱۳۲/۸۸ -
 ۳۱۴- ایضاً ، ۱۷۰/۱۱۵ -
 ۳۱۵- ایضاً ، ۱۷۶/۱۱۹ -
 ۳۱۶- شاہ غلام علی : مقاماتِ مظہری ، ص ۸۷ (فارسی متن)
 ۳۱۷- قریشی : مکاتیب ۱۹۴/۱۳۴ -
 ۳۱۸- انجم : خطوط ، ۱۳۹/۴۰ -
 ۳۱۹- ایضاً ، حواشی ، ص ۲۳۷ -
 ۳۲۰- ڈاکٹر ظہیر الدین ملک نے ”مغلوں کے دورِ زوال میں اقتصادی مسائل“ کے عنوان سے معاصر مآخذ کی بنیاد پر نہایت اہم معلومات یک جا کر دی ہیں - ملاحظہ ہو :

The Reign of Muhammad Shah, Aligarh 1977, pp. 13 - 21.

- ۳۲۱- خالصہ سے مراد وہ علاقہ ہے جو براہِ راست مرکزی حکومت یعنی بادشاہ کے تحت ہوتا تھا - اس کے محاصل بادشاہ اپنے افسروں کے ذریعے وصول کرتا تھا - بادشاہ اس میں اس طرح اضافہ کرتے رہتے تھے کہ شاہی اخراجات پورے ہوتے رہیں لیکن مغلوں کے دورِ زوال میں ”خالصہ کی زمین“ کو برقرار رکھنے کی کماحقہ کوشش نہیں کی گئی - تفصیل کے لیے دیکھیے (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، حواشی از خلیق احمد نظامی ، ص ۱۶۶ - ۱۶۸) -

۳۲۲- Irvine : *Later Mughals, Calcutta, 1922, vol. I, pp. 166, 192, 196, 397.*

- ۳۲۳- تاریخ عالم گیر ثانی بحوالہ شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات طبع اول ، ص ۱۵۹ -

۳۲۴- ایضاً بحوالہ سیاسی مکتوبات طبع دوم ، ص ۱۷۰ -

- ۳۲۵- وارد ، محمد شفیع تهرانی : تاریخ نادر شاہی (لادر نامہ) مرتبہ رضا شعبانی ، تہران ۱۳۴۹ خ ، ص ۸۴ -

۳۲۶- ایضاً ، ص ۹۶ -

۳۲۷- ایضاً ، ص ۱۵۹ -

۳۲۸- ایضاً -

۳۲۹ - ایضاً ، ص ۱۸۶ -

نادر شاہ کے حملے سے پہلے ”لرخ غلہ رو بہ گرائی آورد کہ پنج روپیہ
را یک آثار گندم ہم نمی رسید“ (حادثہ نادر شاہی ، مشمولہ
حدیث نادر شاہی ، ص ۵۷ ، طبع تہران) -

[لفظ آثار - ایک سیر وزن کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا -
امیر اللغات ، آگرہ ، ۱/۶۲ - لسان العرب ۶/۳]

۳۳۰ - وارد تہرانی : تاریخ نادر شاہی ، ص ۲۰۹ -

۳۳۱ - ایضاً ، ص ۲۱۰ -

۳۳۲ - ایضاً ، ص ۲۰۷ -

۳۳۳ - ایضاً ، ص ۲۵۱ -

۳۳۴ - Irfan Habib : *The Agrarian System of Mughal India*,
Bombay, 1963.

اس کتاب میں انہوں نے اس قسم کے بہت سے لطائف تحریر کیے ہیں -

۳۳۵ - رسالہ احوال نادر شاہ [متن مشمولہ حدیث نادر شاہی مرتبہ
رضا شعبانی] ، ص ۲۳ -

۳۳۶ - وارد تہرانی : تاریخ نادر شاہ ، ص ۲۳۸ - ۲۳۹ - اس کتاب کے مرتب
رضا شعبانی نے تعلیقات کتاب میں مختلف مورخین کے بیانات کو یک جا
کر کے اس باب میں تفصیلی بحث کی ہے کہ نادر شاہ ہندوستان سے
کیا کیا اٹھا ہمراہ ایران لایا تھا (ص ۲۳۳ - ۲۳۶) -

۳۳۷ - نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، مقدمہ ، ص ۳۰ -

۳۳۸ - Ganda Singh : *Ahmad Shah Durrani*, p. 71.

۳۳۹ - ایضاً ، ص ۱۸۶ -

۳۴۰ - ایضاً ، ص ۲۳۶ -

۳۴۱ - مظہر : مکاتیب مشمولہ کلمات طیبات ۲۷/۳۱ -

۳۴۲ - ایضاً ، ۳۱/۳۸ -

۳۴۳ - ایضاً ، ۲۲/۶۲ -

۳۴۴ - قریشی ، عبدالرزاق : مکاتیب مظہر ، ۶۷/۳۷ -

۳۴۵ - غلام مصطفیٰ خان (مرتب) : لوائح خالقاہ مظہریہ ، ۷۲/۲۷ -

۳۴۶ - ایضاً ، ۱۷۲/۲۳۱ -

۳۴۷ - قریشی : مکاتیب ، مقدمہ ، ص ۲۲ -

- ۳۴۸- شرافت نوشاہی : شریف التوازیج ، جلد سوم ، حصہ چہارم ، ص ۱۴۶ - ۱۴۸ قلمی ۔
- ۳۴۹- نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، مقدمہ ، ص ۳۳ ۔
- ۳۵۰- مظہر : مکاتیب مشمولہ کلمات طیبات ۵۸/۶۶ ۔
- ۳۵۱- تفصیل کے لیے اسی مقدمہ کا عنوان ”متوسلین“ حضرت مظہر مختلف لشکروں میں ” ملاحظہ کریں ۔
- ۳۵۲- جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی تالیفات میں دہلی کی علمی حیثیت نہایت تفصیل سے بیان کی ہے ۔ اس سلسلہ میں موصوف کی یہ کتابیں ہمارے پیش نظر ہیں :
- حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۔ تاریخ مشائخ چشت ۔
ملاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ۔ شاہ ولی اللہ کے
سیاسی مکتوبات ۔ اوراق مصور (عہد وسطیٰ کی دہلی) ۔
- ۳۵۳- حادثہ نادر شاہی [متن مشمولہ حدیث نادر شاہی] مرتبہ رضا شعبانی ،
تہران ، ص ۴۲ ۔
- ۳۵۴- وارد تہرانی : تاریخ نادر شاہی مرتبہ رضا شعبانی ، ص ۲۱۴ ۔
- ۳۵۵- نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، بحوالہ قول الجلی ،
ص ۲۴ (مقدمہ) ۔
- نادر شاہ کے حملے سے جو تباہی و بربادی ہوئی تھی ، ہم نے اس
کے اثرات کا مختصر جائزہ اسی مقدمہ میں پیش کیا ہے ۔
- ۳۵۶- نظامی : تاریخ مشائخ چشت ، ص ۴۴۱ (ملخصاً) ۔
- ۳۵۷- درگاہ قلی خان : مرقع دہلی مرتبہ حکیم مظفر حسین ، مطبوعہ دکن
(ص - ن) ، ص ۲۷ ۔
- ۳۵۸- ایضاً ، ۲۷ - ۲۸ ۔
- ۳۵۹- ایضاً ، ۳۸ - ۳۹ ۔
- ۳۶۰- قریشی : مکاتیب ۱۰۴/۷۲ ۔
- ۳۶۱- ایضاً ، ۱۱۵/۷۹ ۔
- ۳۶۲- ایضاً ، ۱۱۷/۸۰ ۔
- ۳۶۳- ایضاً ، ۱۸۶/۱۲۷ ۔
- ۳۶۴- ایضاً ، ۲۱۴/۱۴۷ ۔

- ۳۶۵- شاہ غلام علی : مقامات مظہری ، ص ۴۹ (فارسی متن)
- ۳۶۶- نعیم اللہ بھڑانجی : معمولات مظہریہ ، کانپور ، ۱۹۲۷ء ، ص ۳۸ -
- ۳۶۷- محمد عمر : ہندو تہذیب اور مسلمان ، برہان دہلی ، دسمبر ۱۹۶۹ء ، ص ۴۱۱ -
- ۳۶۸- نعیم اللہ : معمولات ، ص ۳۸ -
- ۳۶۹- محمد عمر : ہندو تہذیب اور مسلمان ، برہان دہلی ، نومبر ۱۹۶۹ء ، ص ۳۴۳ - ۳۴۷ -
- ۳۷۰- نعیم اللہ : معمولات ، ص ۴۳ -
- ۳۷۱- تفصیل اسی مقدمہ میں بعنوان ”صوفیہ کی حالت“ ملاحظہ ہو -
- ۳۷۲- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :
- محمد عمر : میر کا سیاسی و سماجی ماحول [رقص و سرود کی محفلیں] - برہان ، جون ۱۹۶۵ء ، ص ۳۶۶ - ۳۷۰ -
- ۳۷۳- ابوالحسن علی ندوی : سیرت سید احمد شہید ۱/۳۹ -
- ۳۷۴- شاہ ولی اللہ : تفسیحات الہیہ (مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس خطاب کا مکمل اردو ترجمہ دیا ہے جس کا یہ خلاصہ بلفظہ نقل کیا گیا ہے) - الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ، ص ۱۵۱ - ۱۵۲ -
- ۳۷۵- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا کا عنوان ”صوفیہ کی حالت“ - اس دور کے معاشرتی و ثقافتی حالات کے لیے دیکھیے :
- Malik, Zahiruddin : *The Reign of Muhammad Shah*, Aligarh, 1977, pp. 342 - 405.
- ۳۷۶- ہم نے حسنت الحرمین کے مقدمہ میں ان امور کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے -
- ۳۷۷- نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، مقدمہ ، ص ۳۳ -
- ۳۷۸- ایضاً ، ص ۳۳ -
- ۳۷۹- یہ تمام تر اقتباسات تاریخ مشائخ چشت ، ص ۳۶۱ - ۳۶۲ سے ملخصاً منقول ہیں -
- ۳۸۰- غلام علی دہلوی : مقامات مظہری ، ص ۴۲ (فارسی) -
- ان ایام میں جو مذہبی فتنے پیدا ہوئے ان میں نمود و انمود کا فتنہ بھی تھا ، جس نے عوامی زندگی کو خاصا متاثر کیا تھا - اس فتنہ کا بانی اپنی کتاب کو الہامی خیال کرتا تھا - وہ کہتا تھا کہ نبوت

اور وصیت کے درمیان ایک اور لاپرواہی عہدہ ہے جسے وہ ”یگوت“ کے لفظ سے تعبیر کرتا تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا گیلانی کا مقالہ مشمولہ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ۱، ص ۱۶۶ - ۱۶۸)۔

- ۳۸۱- درگاہ قلی نواب : مرقع دہلی ، ص ۳۸ -
- ۳۸۲- شاہ عنایت قادری شطاری ، پنجاب کے نامور علماء اور مشائخ میں سے تھے۔ حدود ۵۱۱۵۰/۵۱۲۳۷ میں انتقال ہوا۔ (حدیقتہ الاولیاء ، ص ۶۳ - ۶۴)۔
- ۳۸۳- شاہ عنایت نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ”در مسئلہ حربی و دارالحرب“ کے نام سے تالیف کیا تھا۔
- ۳۸۴- غلام مصطفیٰ خان : لوائح ، ۲۳۹/۱۷۵ -
- ۳۸۵- نظامی : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ۲/۸۸ -
- ۳۸۶- قریشی ، عبدالرزاق : مکاتیب میرزا مظہر ، ۵۵/۷۵ -
- ۳۸۷- اس موضوع پر ڈاکٹر محمد عمر نے ”ہندو تہذیب اور مسلمان“ کے عنوان سے ایک ضخیم مقالہ لکھا ہے جو رسالہ برہان میں بالاقساط چھپا تھا۔ (دیکھیے مآخذ مقدمہ و حواشی)۔
- ۳۸۸- شاہ ولی اللہ : تفسیرات الہیہ مترجمہ اقتباسات مشمولہ مقالہ مولانا مناظر احسن گیلانی ، الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ۱، ص ۱۳۹ - ۱۵۰ -
- ۳۸۹- شاہ ولی اللہ : الانصاف بحوالہ مقالہ مولانا مناظر احسن گیلانی ، الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ۱، ص ۱۶۳ - ۱۶۵ -
- ۳۹۰- شاہ ولی اللہ : الفوز الکبیر بحوالہ تاریخ مشائخ چشت ، ص ۳۵۹ -
- ۳۹۱- محمد عمر : ہندو تہذیب اور مسلمان ، برہان ، مئی ۱۹۶۸ء ، ص ۳۵۳ - (بحوالہ تحفۃ الشعراء و سفینہ ہندی)۔
- ۳۹۲- محمد عمر : ایضاً ، مقالہ مشمولہ برہان ، نومبر ۱۹۶۸ء ، ص ۳۵۳ -
- ۳۹۳- ایضاً ، جولائی ۱۹۶۸ء ، ص ۵۱ -
- ۳۹۴- قاسم ، قدرت اللہ : مجموعہ نغز ۲/۲۹۱ -
- ۳۹۵- درگاہ قلی خان : مرقع دہلی ، ص ۳۳ -
- ۳۹۶- ایضاً ، ص ۲۵ -
- ۳۹۷- ایضاً ، ص ۲۰ -
- ۳۹۸- ایضاً ، ص ۳۰ - ۳۱ -
- ۳۹۹- ایضاً ، ص ۵۵ -

- ۳۰۰ - ایضاً ، ص ۶۸ -
- ۳۰۱ - نعیم اللہ بھڑانجی : معمولاتِ مظہریہ ، ص ۳۹ -
- ۳۰۲ - شاہ ولی اللہ : تفہیمات بحوالہ تاریخ مشائخ چشت ، ص ۳۶۱ -
- ۳۰۳ - احمد رضا خان : (رسالہ) جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور ،
طبع لاہور (س - ن)
ایضاً : حرمت سجدہ تعظیم ، لاہور ۱۹۷۷ء -
- ۳۰۴ - تفصیل کے لیے اسی مقدمہ میں عنوان ”صوفیہ کی اصلاحی کوششیں“
ملاحظہ کریں -
- ۳۰۵ - مظہر : مکاتیب (مکتوب نمبر ۲ شامل مقاماتِ مظہری) -
- ۳۰۶ - غلام علی دہلوی : مقاماتِ مظہری ، ص ۴۸ (فارسی) -
- ۳۰۷ - نظامی : تاریخ مشائخ چشت ، ص ۲۶۰ -
- ۳۰۸ - نقشبندی صوفیہ کے سلاطین سے روابط کے لیے ملاحظہ ہو :
Nizami, K.A. : *Naqshbandi Influence on Mughal Rulers
and Politics*, Islamic Culture, Deccan January, 1965.
- اورنگ زیب کے نقشبندی مشائخ سے گہرے روابط کی تفصیل کے لیے
حسنت الحرمین پر ہمارا مقدمہ ملاحظہ کریں -
- ۳۰۹ - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، مقدمہ
نوشتہ پروفیسر خلیق احمد نظامی ، ص ۱۹ -
- ۳۱۰ - عبدالعزیز دہلوی ، شاہ : ملفوظات عزیزہ ، ص ۱۰۶ -
- ۳۱۱ - تفصیل اسی مقدمہ میں زیر عنوان ”احمد شاہ درانی کے حملے“
ملاحظہ کریں -
- ۳۱۲ - شاہ ولی اللہ : تفہیمات ، مترجمہ اقتباس مشمولہ مقالہ مولانا گیلانی -
الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ، ص ۱۳۸ ، ۱۶۵ -
- ۳۱۳ - حالات کے لیے ملاحظہ ہو : تاریخ مشائخ چشت ، ص ۳۶۰ - ۵۲۹ -
- ۳۱۴ - نظام ، غازی الدین خان : مناقب فخریہ ، دہلی مطبع احمدی ۱۳۱۵ھ ،
ص ۱۸ -
- ۳۱۵ - ملاحظہ ہو : تاریخ مشائخ چشت ، حصہ چہارم ، ص ۳۶۶ - ۳۵۹ -
- ۳۱۶ - تفصیل کے لیے اسی مقدمہ میں عنوان ”حضرت مظہر کے امراء سے
تعلقات“ ، ملاحظہ کریں -
- ۳۱۷ - مظہر : مکاتیب (کلماتِ طیبات) ، مکتوب نمبر ۶۵ -

۳۱۸- مظهر : ایضاً ، کلماتِ طیبات ۶۰/۶۹ -
 ۳۱۹- حضرت شاہ فقیر اللہ علوی ، سندھ کے معروف شیخ طریقت اور
 سلسلہٴ نقشبندیہ کے ماہرہٴ ناز محقق تھے ۔ ان کا سلسلہ حضرت مجدد
 رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح ملتا ہے : شاہ فقیر اللہ ، شیخ محمد مسعود
 پشاوری ، حاجی محمد سعید لاہوری ، شیخ سعد اللہ وزیر آبادی ،
 شیخ آدم بنوڑی ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم (مکتوبات
 شاہ فقیر اللہ ۴۳/۳۱۳ - ۳۱۴) مکتوبات کے علاوہ قطب الارشاد اور
 فتوحاتِ غیبیہ ، شاہ فقیر اللہ کی بلند پایہ کتب تصوف ہیں ، ان میں
 سے فتوحاتِ غیبیہ کے ابتدائی حصے کو پروفیسر سعید اللہ جان نے
 اور ان کے احوال و آثار پر پروفیسر امین اللہ علوی نے پی ایچ ڈی
 کے مقالات مرتب کیے ہیں ۔

۳۲۰- حال ہی میں اپنی میری شیمل کی ایک اہم کتاب طبع ہوئی ہے
 جس کا نصف حصہ خواجہ میر درد سے متعلق ہے ۔ ملاحظہ ہو :
 Annemarie Shimmel : *Pain and Grace*, E. J. Brill, 1976.
 نیز اردو میں بھی دو کتابیں اس سلسلے کے افکار کے لیے ملاحظہ کریں :
 اول : قدیر احمد کی خواجہ میر درد (ذکر و فکر) دہلی ۱۹۶۳ء -
 دوم : وحید اختر کی تالیف میر درد (تصوف و شاعری) علی گلہ
 ۱۹۷۱ء - نیز مقدمہٴ دیوان درد (اردو) نوشتہ خلیل الرحمن داؤدی ،
 لاہور ۔

۳۲۱- درد ، خواجہ میر : دردِ دل (رسالہ) مطبوعہ بھوپال [شامل رسائل
 اربعہ درد] ، ص ۱۸۱ -

۳۲۲- حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خدمات کے لیے اسی مقدمہ کا وہ
 حصہ ملاحظہ ہو جس میں مولف کتاب ہذا کے احوال و آثار بیان
 کیے گئے ہیں ۔

۳۲۳- نظامی : تاریخی مقالات ، ص ۲۴۲ - ۲۴۳ (ملخصاً) ۔
 حالات اور مراجع کے لیے ملاحظہ ہو : تذکرہ علمائے ہند ، ترجمہ
 محمد ایوب قادری ، ص ۳۰۱ - ۳۰۲ -

۳۲۴- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : ”امراء کی حالت“ مقدمہ ہذا ۔

۳۲۵- نجف خان کے مفصل حالات ہم نے الگ عنوان کے تحت اس مقدمے
 میں اسی پس منظر کو واضح کرنے کے لیے لکھے ہیں ۔

- ۳۲۶- تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ ہذا میں ذیلی عنوان ”درانی کے حملے“۔
- ۳۲۷- نظام : مناقبِ فخریہ ، ص ۱۶ -
- ۳۲۸- قریشی ، عبدالرزاق : مکاتیب میرزا مظہر ۱۲۷/۱۸۶ -
- ۳۲۹- مظہر : مکاتیب [شامل کلماتِ طیبات نمبر ۷۴] -
- ۳۳۰- ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا کے عنوانات ”متوسلین حضرت مظہر مختلف لشکروں میں“۔ ”نجیب الدولہ اور متوسلین حضرت مظہر“ وغیرہ -
- ۳۳۱- ایضاً ، ”روہیلے“ -
- ۳۳۲- ایضاً -
- ۳۳۳- ایضاً ، ”محمد الدولہ“ -
- ۳۳۴- ایضاً ، ”ملا رحیم داد اور حضرت مظہر“ -
- ۳۳۵- مظہر : مکاتیب مشمولہ کلماتِ طیبات نمبر ۳۴ -
- ۳۳۶- غلام علی دہلوی : ملفوظاتِ شریفہ حضرت شاہ غلام علی جامع مولانا غلام محی الدین قصوری ، ص ۱۵۵ - یہ حضرت مظہر کی شہادت کے بعد کے مشاہدات ہیں -
- ۳۳۷- نظام ، عباد الملک : مناقبِ فخریہ ، مطبوعہ مجتہائی دہلی ، ۱۳۱۵ھ ، ص ۲۸ - جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی نے سہواً اسے خود عباد الملک کا مشاہدہ بتایا ہے اور درخت کے نیچے خود عباد الملک کو کھڑے ہو کر یہ بات سنتے ہوئے سمجھا ہے - حالانکہ یہ تو ایک پنجاب کے باشندے کا مشاہدہ ہے جو اس نے مجلس شاہ فخر میں بیان کیا تھا - یقیناً نظامی صاحب سے یہاں تسامح ہوا ہے - (دیکھیے : تاریخ مشائخ چشت ، ص ۴۹۹ - ۵۰۰) -
- ۳۳۸- عبد الرزاق قریشی مرحوم اور جناب خلیق انجم نے ۱۹۶۱ء اور ۱۹۶۲ء تک درباغت اور شائع شدہ شعراء کے تذکروں کے بیانات اپنی کتابوں میں دے دیے ہیں - ہم نے حضرت مظہر پر اپنی زیر قالیف کتاب میں ۱۹۶۲ء کے بعد ملنے والے تذکروں کی بنیاد پر اس کام کو آگے بڑھایا ہے -
- نیز صاحبِ مقاماتِ مظہری نے جو شہادت کے وقت حضرت مظہر کی خدمت میں حاضر تھے ، اس واقعے کو تفصیل سے لکھا ہے اس لیے ہم نے مقدمے میں اسے طول نہیں دیا -

- ۳۳۹- مظہر : مکاتیب (مشمولہ کلماتِ طیبات) ، مطبع مجتہائی ، دہلی ۱۳۰۹ھ ،
۳۳/۳۵ - ۳۵ -
- ۳۴۰- غلام علی : مقاماتِ مظہری ، ص ۴۰ (فارسی) -
- ۳۴۱- ایضاً ، ص ۵ -
- ۳۴۲- ایضاً ، ص ۴۳ - نیز اس موضوع پر ملاحظہ ہو آپ کا مکتوب
نمبر ۲۳ شامل کتاب ہذا اور مکتوب نمبر ۷۲ مشمولہ کلماتِ طیبات ،
ص ۶۲ -
- ۳۴۳- غلام علی : مقاماتِ مظہری ، ص ۴۴ (فارسی) -
- ۳۴۴- مظہر : مکاتیب ، کلماتِ طیبات ۲۰/۹ - ۲۱ -
- ۳۴۵- ایضاً ، ۱۹/۷ -
- ۳۴۶- ایضاً ، مکتوب نمبر ۱۵ (شامل مقاماتِ مظہری) -
- ۳۴۷- یہ مکتوب مقاماتِ مظہری میں شامل ہے - تفصیل کے لیے اس
مکتوب کے حواشی ملاحظہ کریں -
- ۳۴۸- خصوصاً آپ کا مکتوب نمبر ۲۳ (شامل مقاماتِ مظہری) -
یہاں ان افکار کی تفصیلات درج نہیں کی گئیں کیوں کہ اس موضوع
سے متعلق بہت سے مباحث آپ کے ان مکتوبات میں پائے جاتے ہیں
جو مقاماتِ مظہری میں شامل ہیں -
- ۳۴۹- دارا شکوہ کے عقائد اور اس کے سہارے پنہنے والی غیر اسلامی
تحریکوں کے اجالی بیان کے لیے دیکھیے مقدمہ "حسنات الحرمین -
- ۳۵۰- Bernier, F : *Travels in the Mogul Empire*, London, 1891,
p. 345.
- ۳۵۱- شیخ محمد مراد کشمیری (ف ۱۱۳۱/۱۸۷۱ء) کے اس رسالہ کا نام
"صلح الفریقین فی منع تکفیر موحدین" ہے -
- ۳۵۲- شاد ولی اللہ : مکتوب مدنی ، مطبوعہ لاہور -
- ۳۵۳- حالات کے لیے دیکھیے مقاماتِ مظہری فصل خلفای حضرت مظہر -
- ۳۵۴- یہ تقریظ مقاماتِ مظہری ، فصل خلفای حضرت مظہر ، تحت حالات
مولانا غلام یحییٰ محفوظ ہے -
- ۳۵۵- نورالظہور : ابتدائیہ مشمولہ نورالظہور مولفہ قمرالدین اورنگ آبادی
مطبوعہ دکن - حضرت مظہر کے معاصر حاکم لاہوری نے مظہر النور

- کا موضوع بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اس وقت مسئلہ وحدت الوجود
 ”امور عامہ“ کی حیثیت رکھتا ہے (مردم دیدہ، ص ۱۹۶)۔
- ۳۵۶۔ عبدالحمی : الثقافت الاسلامیہ فی الہند، ص ۲۷۰۔
- ۳۵۷۔ دمع الباطل گو مولانا عبدالحمید سواتی نے ایڈٹ کر کے مدرسہ
 نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے شائع کیا۔
- ۳۵۸۔ خلیق انجم : مرزا محمد رفیع سودا، علی گڑھ ۱۹۶۶ء، ص ۷۷ (ملخصاً)
- ۳۵۹۔ نظام، نظام الملک : مناقب فخریہ، ص ۲۲۔
- ۳۶۰۔ مکتوب نمبر ۱۳، شامل مقاماتِ مظہری [فصل مکاتیب]
- ۳۶۱۔ مجدد الف ثانی : مکتوبات ۱/۲۵۱۔
- ۳۶۲۔ محمد عمر، ڈاکٹر : ہندو تہذیب اور مسلمان، مقالہ مشمولہ برہان
 دہلی، جون ۱۹۶۸ء، ص ۳۸۱۔ اسی قسم کے خیالات کا اظہار
 ڈاکٹر اطہر عباس رضوی نے بھی کیا ہے۔ دیکھیے :
- Rizvi, S.A.A : *Shah Wali-Allah and His Times*,
 Australia, 1980, p. 332.
- ۳۶۳۔ سر اکبر مرتبہ ڈاکٹر تارا چند و محمد رضا جلالی نائینی، مطبوعہ
 تہران، ۱۹۶۱ء۔
- ۳۶۴۔ سر اکبر کا یہ اقتباس خود ڈاکٹر محمد عمر نے نقل کیا ہے برہان،
 جون ۱۹۶۸ء، ص ۳۷۹ حاشیہ۔
- ۳۶۵۔ ڈاکٹر اطہر عباس رضوی کی یہ رائے قیاس آرائی پر مبنی ہے کہ
 حضرت مجدد نے ”بعثت در ہند“ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے
 وہ اکبر کے زیر اثر ہندوؤں کی کتابوں کے سنسکرت سے فارسی
 ترجمے اور حضرت مجدد کے مسر حاجی سلطان تھالیسری کے
 سپا بھارت (ایک حصہ) کے ترجمہ سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔“
 ملاحظہ ہو :
- Shah Wali-Allah and His Times*. pp. 331-32.
- ۳۶۶۔ Mujeeb, M : *The Indian Muslims*, London, 1967, p. 281
- ۳۶۷۔ Yohanan Friedmann : *Medieval Muslim Views of Indian*
Religions, J. American Oriental Society vol. 95 No. 2
 (1975), p. 218.
- ۳۶۸۔ نعیم اللہ بیڑانچی : معمولاتِ مظہریہ، کالہور ۱۹۷۵ء، ص ۳۸۔
- ۳۶۹۔ ایضاً، ص ۳۸، مجدد الف ثانی : مکتوبات ۳/۳۱۔

- ۳۷۰- ایضاً ، ص ۳۲ -
- ۳۷۱- غلام علی دہلوی : مقاماتِ مظہری ، ص ۶۶ (فارسی متن) -
- ۳۷۲- ایضاً ، ص ۳۱ -
- ۳۷۳- نعیم اللہ بھڑانچی : بشاراتِ مظہریہ ، ورق ۹-۱۰ -
- ۳۷۴- زید ، ابوالحسن فاروقی : حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ، دہلی ۱۹۷۷ء ، ص ۲۳۶ - خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تاسخ کو باطل قرار دیا ہے - (مکتوبات ۳/۳۳) -
- ۳۷۵- فرید مان یوحنا نے بھی یہی کوشش کی ہے - ملاحظہ ہو اس کا محولہ بالا مقالہ -
- ۳۷۶- نعیم اللہ بھڑانچی : معمولاتِ مظہریہ ، ص ۳۸ -
- ۳۷۷- غلام علی دہلوی ، شاہ : مقاماتِ مظہری ، ص ۱۸ (فارسی)
- ۳۷۸- ایضاً -
- ۳۷۹- بھڑانچی : معمولاتِ مظہریہ ، کانپور ، ص ۱۱ -
- ۳۸۰- ادیب ، مسعود حسن رضوی : آب حیات کا تنقیدی مطالعہ ، لکھنؤ ۱۹۶۴ء ، ص ۳۲ -
- ۳۸۱- نعیم اللہ بھڑانچی : معمولاتِ مظہریہ ، ص ۱۲ -
- ۳۸۲- قریشی : میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام ، ص ۱۲۳ -
- ۳۸۳- میر تقی میر : نکات الشعراء ، ص ۵ -
- ۳۸۴- قریشی : میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام ، ص ۱۲۶ -
- ۳۸۵- فیروز جنگ کے حالات کے لیے مقاماتِ مظہری کی فصل سوم ، حاشیہ ۱۷ ملاحظہ کریں -
- ۳۸۶- نعیم اللہ بھڑانچی : بشاراتِ مظہریہ ، قلمی ، بحوالہ مقالہ عبدالرزاق قریشی ، مشمولہ معارف مئی ۱۹۶۸ء ، ص ۳۳۱ -
- ۳۸۷- ایسے بہت سے شواہد مقاماتِ مظہری کے مطالعہ سے سامنے آ سکتے ہیں -
- ۳۸۸- خلیق انجم : مرزا محمد رفیع سودا ، علی گڑھ ۱۹۶۶ء ، ص ۵۰ - حضرت مظہر کے تمام مجموعہ ہای مکاتیب جن کا تفصیلی تعارف ہم کروا چکے ہیں ، ان میں سے ابتدائی ۲۴ خطوط کے علاوہ باقی تمام مجموعوں کی نوعیت ذاتی خطوط کی سی ہے ، اگر حضرت مظہر کی زندگی واقعی ایسی ہوتی تو کم از کم آپ کے بھی خطوط سے ہلکا

ما اشارہ تو ضرور ملتا۔ ان خطوط میں آپ ”اپنی میرزائیت“ کا ذکر فرما سکتے ہیں تو اپنے محبوبوں کے نام لکھنے میں کیا تاہل ہو سکتا تھا؟ بلکہ آپ کے تمام تر مکتوبات (نجی و عمومی) آپ کی انتہائی مصروفیت اور تقدسِ حیات کے آئینہ دار ہیں۔

۴۸۹- مظہر : مکاتیب [مشمولہ کلماتِ طیبات] ، ۶۵/۷۹ - ۶۶ -

۴۹۰- ایضاً ، ۴۳/۴۹ -

۴۹۱- ایضاً ، ۶۶/۷۹ -

۴۹۲- قریشی : مکاتیب میرزا مظہر ، ۶۶/۴۶ -

۴۹۳- مظہر : دیوان مظہر فارسی ، دیباچہ ، ص ۴ -

۴۹۴- میر : نکات الشعراء ، ص ۵ -

۴۹۵- یہ تمام تر معلومات خود حضرت مظہر نے اپنے دیوان ثانی ۱۱۷۰ھ

کے خود نوشت ابتدائیہ میں دی ہیں۔

۴۹۶- ابتدائیہ دیوانِ مظہر ، نوشتہ محمد عبدالرحمن ، ص ۲ - ۳ -

۴۹۷- مظہر : دیوان ثانی ، دیباچہ ، ص ۴ -

۴۹۸- قریشی : میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام ، ص ۱۷۷ - ۲۰۹ -

۴۹۹- عبدالرزاق قریشی مرحوم نے معروف تذکرہ نویسوں کے بیانات نقل

کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت مظہر کا اردو کلام آپ کی

زندگی میں یک جا نہیں کیا گیا تھا۔ نیز الہوں نے جواہر سخن میں

جس اردو دیوان مظہر کے خطی نسخے کا ذکر ملتا ہے اسے تلاش

کرنے کی کوشش کی تھی جو الہیں دستیاب نہیں ہو سکا۔ (میرزا مظہر

اور ان کا اردو کلام ، ص ۲۱۰ - ۲۱۷) -

۵۰۰- ”ہندوستانی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق کی رفتار“ رسالہ ”آج کل“

دہلی ، اردو تحقیق نمبر ، اگست ۱۹۶۷ء ، ص ۸۶ -

۵۰۱- خلیق انجم : مرزا مظہر جان جالان کے خطوط ، دہلی ۱۹۶۲ء ،

ص ۴۰ لیکن رسالہ ”آج کل“ کے اردو تحقیق نمبر میں اس مقالے کا

نام ”مرزا مظہر جان جالان ، حیات اور کارنامے“ درج ہوا ہے۔

ایضاً ، ص ۸۶ -

۵۰۲- عبدالرزاق قریشی مرحوم نے اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔ ان کی

مجمولہ بالا کتاب ملاحظہ کریں۔

- ۵۰۴- قریشی : مکاتیب میرزا مظہر ۳۸/۲۸ [حضرت مظہر کے اس مکتوب کا انکشاف اگر ۱۹۶۱ء سے پہلے ہو جاتا تو قریشی صاحب مرحوم حضرت مظہر پر اپنی پہلی کتاب میں اس کی زیادہ وضاحت کرتے]۔
- ۵۰۳- قریشی : میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام ، ص ۲۳۰۔
- ۵۰۵- دارالمصنفین اعظم گڑھ نے بھی اسے حال ہی میں شائع کر دیا ہے۔
- ۵۰۶- قریشی : میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام ، ص ۲۳۰۔
- ۵۰۷- شبلی : مقالات شبلی ۱۲۲/۵ - (دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۵۵ء)۔
- ۵۰۸- مظہر : کلماتِ طیبات ، ۴۹/۳۳۔
- ۵۰۹- عبدالحی حسنی : نزہۃ الخواطر ، ۵۰۸/۷۔
- ۵۱۰- عبدالرزاق قریشی مرحوم نے لکھا ہے کہ ”اس مجموعہ کے مرتب کا نام معلوم نہیں ہو سکا (اردو کلام ، ص ۲۳۸)۔ حالانکہ مرتب نے اس کے دیباچہ میں اپنا ہی نام لکھا ہے (کلماتِ طیبات ، ص ۲)۔ جناب خلیق انجم نے مرتب کا نام حافظ علی مراد آبادی بتایا ہے (خطوط ، ص ۳۱) جو درست نہیں ہے۔
- ۵۱۱- ابوالخیر محمد بن احمد : دیباچہ کلماتِ طیبات ، ص ۳ (مجتبائی)۔
- ۵۱۲- عبدالحی حسنی : نزہۃ الخواطر ۳۹۲/۸ ، ابوالحسن علی لدوی : تذکرہ شاہ فضل رحمن ، ۱۵۔
- ۵۱۳- قریشی مرحوم اور ڈاکٹر خلیق انجم نے سہواً یہ نام مولوی حافظ محمد عبداللہ لکھ دیا ہے۔
- ۵۱۴- نعیم اللہ بھڑانچی : بشاراتِ مظہریہ ، ورق ۱۵۰ - ۱ ، [اس مخطوطہ کی مائیکرو فلم قریشی صاحب مرحوم کے پیش نظر تھی لیکن اس اہم اقتباس پر ان کی نظر نہیں پڑی]۔
- ۵۱۵- قریشی ، عبدالرزاق : مکاتیب میرزا مظہر ، [پیش گفتار] ، ص ۹ - ۱۰۔
- ۵۱۶- مطبوعہ علوی بک ڈپو ، بمبئی ، ۱۹۶۶ء۔
- ۵۱۷- نثری تحریراتِ مظہر کے تحت اس کی تفصیل ملاحظہ کریں۔
- ۵۱۸- اس مجموعے میں شامل چند آخری مکتوبات دیگر ماخذ سے بھی منقول ہیں۔
- ۵۱۹- یہ تمام تر تفصیلات عبدالرزاق قریشی کے مقدمہ مکاتیب میرزا مظہر سے ماخوذ ہیں۔

- ۵۲۰- 'ملا نسیم کے حالات مقاماتِ مظہری کی فصل "خلفای حضرت مظہر" میں ملاحظہ فرمائیں۔
- ۵۲۱- خلیق انجم : مرزا مظہر کے خطوط ، ص ۴۳ -
- ۵۲۲- مظہر : کلماتِ طیبات ، ۵۰/۴۸ -
- ۵۲۳- خلیق انجم ، ص ۴۴ -
- ۵۲۴- قریشی ، عبدالرزاق : مکاتیب میرزا مظہر (پیش گفتار) ، ص ۲۲-۲۷ (ملاحظہ)۔
- ۵۲۵- غلام مصطفیٰ خان : لوائحِ خانقاہِ مظہریہ ، ص ۸-۹ -
- ۵۲۶- قریشی : مکاتیب ۹۶/۶۷ -
- ۵۲۷- ان مجموعوں کی تفصیل مقدمہ ہذا میں "تصانیفِ حضرت مظہر" کے تحت ملاحظہ کریں۔
- ۵۲۸- خوش گو : سفینہٴ خوش گو مرتبہ عطاء الرحمن کا کوی ، پٹنہ ۱۹۵۹ء ، ص ۳۰۲ -
- ۵۲۹- آزاد بلگرامی : سروِ آزاد ، طبع کتب خانہ آصفیہ ، دکن ۱۹۱۳ء ، ص ۲۳۲ - ۲۳۳ -
- ۵۳۰- مولانا بہاری کے تفصیلی حالات کتاب ہذا کی فصل خلفای حضرت مظہر میں ملاحظہ کریں۔
- ۵۳۱- قریشی : میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام ، ص ۲۷۸ -
- ۵۳۲- تفصیل کے لیے دیکھیے : "فصل خلفای حضرت مظہر" اور مولانا بہاری کے حالات میں ہمارے حواشی نیز اسی مقدمے کا عنوان "وحدت الوجود اور وحدت الشہود" ملاحظہ ہو۔
- ۵۳۳- نعیم اللہ بھڑانچی : معمولاتِ مظہریہ ، ص ۱۴۴ -
- ۵۳۴- ایضاً ، ص ۱۴۳ - ۱۴۵ -
- ۵۳۵- نعیم اللہ بھڑانچی : بشاراتِ مظہریہ ، ورق ۷۱ - ۷۳ -
- ۵۳۶- قریشی : مکاتیب ، ص ۲۱۹ - ۲۲۲ -
- ۵۳۷- مقاماتِ مظہری کی فصل مکاتیب میں آخری مکتوب اور کلماتِ طیبات میں شامل مکاتیب حضرت مظہر کے حاشیہ پر بھی یہی رسالہ ملوک طریقہ منقول ہے۔
- ۵۳۸- بغدادی ، اسماعیل ہاشم : ہدیۃ العارفین ، ۲۶۳/۱ ، استنبول ، ۱۹۵۱ء -

۵۴۹- حضرت مظہر کے ملفوظات کا یہ مجموعہ کلمات طیبات میں بھی منقول ہے، ص ۷۰ - ۸۷ -

۵۴۰- چونکہ مقاماتِ مظہری کا یہ موضوع نہیں ہے اس لیے ہم نے محض تسلسل قائم رکھنے کے لیے چند کلمات لکھے ہیں۔

۵۴۱- عبدالحق : اردو شاعری میں ایہام گوئی، مقالہ مشمولہ مجموعہ 'تحقیقاتِ علمیہ، جامعہ عثمانیہ، دکن، جلد دوم، ۱۹۳۳ء، ص ۱۱۸-۱۱۹ (ملخصاً)۔

۵۴۲- مقاماتِ مظہری کی ایک مستقل فصل آپ کے خلفا کے حالات و کمالات پر مشتمل ہے۔

۵۴۳- عبدالرزاق قریشی نے ان تلامذہ کے حالات معروف تذکروں کی مدد سے اپنی کتاب میں یک جا کر دیے ہیں (میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام، ص ۱۰۸-۱۱۸)۔

۵۴۴- عبدالستار، قاضی : اردو شاعری میں قنوطیت، ۱۹۵۸ء، مطبوعہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (س-ن)، ص ۷۵-۷۸۔

۵۴۵- قریشی، عبدالرزاق : میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام، ص ۲۲۷۔
۵۴۶- خوشگو : سفینہ خوشگو (بہ سال ۱۱۶۱ھ)، مرتبہ عطا کاکوی، پٹنہ، ۱۹۵۹ء، ص ۳۰۲۔

۵۴۷- سرور، محمد خان بہادر : عمدۃ منتخبہ مرتبہ احمد فاروقی، دہلی یونیورسٹی، دہلی، ۱۹۶۱ء، ص ۵۵۲۔

۵۴۸- غلام علی دہلوی : مقاماتِ مظہری، ص ۳۸ (فارسی متن)۔

۵۴۹- ایضاً، ص ۳۷-۳۸۔

۵۵۰- مظہر : مکاتیب (مشمولہ کلمات طیبات)، ۵۵/۵۷۔

۵۵۱- زید، ابوالحسن فاروقی : مقاماتِ خیر، دہلی، ۱۳۹۲ھ، ص ۲۰۱۔
۲۰۲ (ملخصاً)۔

۵۵۲- یہ دونوں اہم فیصلے جن کا عکس یہاں دیا جا رہا ہے جناب پروفیسر منظورالحق صدیقی (سابق استاد کیڈٹ کالج، احسن ابدال) کی ملکیت میں ہیں۔ یہ بھی ان نادر دستاویزات میں سے ہیں جو ان کے خاندان میں موروثی طور پر محفوظ ہیں۔ موصوف کے آبا و اجداد رہتک (پنجاب) کے عظیم علمی و مذہبی رہنما تھے۔ یہ شرعی فیصلے تصدیق کے لیے دہلی سے رہتک گئے ہوں گے۔ پروفیسر موصوف نے اپنے بزرگوں کے

حالات پر مستقل ضخیم کتاب مآثر الاجداد کے نام سے تالیف کی ہے جو طبع ہو چکی ہے۔

ہم نے ان فیصلوں کے متون کی مکمل نقل اپنی دوسری تالیف احوال و افکار حضرت مظہر میں دے دی ہے۔

۵۵۳- تفصیل کے لیے دیکھیے : اسی مقدمے میں حضرت شاہ غلام علی کے حالات۔

۵۵۴- قریشی : مکاتیب میرزا مظہر ۵۹/۸۳۔

۵۵۵- نعم اللہ بھڑانچی : بشارات مظہریہ (خطی نسخہ برٹش میوزیم) ، ورق ۱۶۶ - ب۔

۵۵۶- غلام مصطفیٰ خان (مرتب) : لوائح ، ۱۷۳/۲۳۷۔

۵۵۷- ۵۱۳۰۶/۱۸۸۸ء کو حضرت شاہ ابوالخیر ہندوستان تشریف لائے

اور خالقاہ کا انتظام سنبھالا۔ جیسا کہ ہم نے حضرت شاہ غلام علی کے احوال میں لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں حضرت شاہ احمد سعید مجددی نے ہندوستان سے ہجرت کے وقت یہ خالقاہ اپنے خلیفہ نامدار حضرت حاجی دوست محمد قندھازی کے سپرد کی تھی اور انہوں نے اپنی وفات ۵۱۲۸۳/۱۸۶۷ء میں اسے اپنے خلیفہ حضرت محمد عثمان دامانی کے حوالے کر دیا تھا حضرت شاہ ابوالخیر کو جو حرمین الشریفین میں مقیم تھے ، اس کا علم تھا ، چنانچہ انہوں نے حجاز سے روانگی سے پہلے حضرت دامانی سے خط و کتابت کی تھی اور حضرت 'ملا دامانی اپریل ۱۸۸۹ء میں اس مبارک خالقاہ کو حضرت شاہ ابوالخیر کے حوالے کرنے کے لیے موسیٰ زئی شریف سے دہلی گئے تھے۔

(یہ تمام تر تفصیلات مقامات خیر ، ص ۱۹۹ - ۲۰۰ سے ملخصاً ماخوذ ہیں)۔

۵۵۸- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : احوال مولف (مقدمہ کتاب ہذا)۔

۵۵۹- مقامات مظہری کے مصحح اول حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نے

اس کے ساتھ ایک ضمیمے کا اضافہ کیا تھا جو حضرت شاہ غلام علی کے حالات پر مشتمل ہے اور اس ترجمہ میں بھی شامل ہے۔ ہم نے فقط ایسے نکات درج کیے ہیں جو اس ضمیمہ میں موجود نہیں ہیں یا اس میں نہایت تشنہ رہ گئے ہیں۔

- ۵۶۰- شاہ ناصرالدین قادری مدفون دہلی (مزارات اولیائے دہلی، ص ۱۱)۔
- ۵۶۱- رافت، رؤف احمد مجددی : جواہر علویہ (اُردو ترجمہ) ، مطبوعہ لاہور، ص ۱۳۹۔
- ۵۶۲- ایضاً، ص ۱۴۰۔
- ۵۶۳- ظہور حسن : ارشادالمسترشدین، مطبوعہ، ص ۱۸، ۲۴۔
- ۵۶۴- رافت، رؤف احمد مجددی : جواہر علویہ، ص ۱۳۹۔ سال ولادت میں اختلاف ہے۔ حضرت شاہ عبدالغنی نے ضمیمہ مقامات مظہری میں سال ولادت ۱۱۵۸ھ درج کیا ہے (ص ۱۴۰ فارسی متن) لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ یہ ضمیمہ جواہر علویہ کی تلخیص ہے (ص ۱۳۹)۔ نیز حضرت رافت نے ”درالمعارف“ میں بھی سال ولادت ۱۱۵۶ھ ہی بہ تحقیق لکھا ہے (ترکی، ص ۱۵۴)۔
- ۵۶۵- غلام علی دہلوی : ایضاح الطریقت، مطبع نقشبندی ۱۲۸۳ھ، ص ۲ (شامل رسائل سبعہ سیارہ)۔
- ۵۶۶- حضرت شاہ غلام علی کے ورودِ دہلی کا سنہ ۱۱۷۴ھ تو تذکروں میں مذکور ہے (جواہر علویہ، ص ۱۴۰) لیکن تاریخِ ورود کا ذکر نہیں ملتا۔ ہم نے آپ کے ملفوظات سے یہ تاریخ اخذ کی ہے (درالمعارف، ص ۹۷)۔
- ۵۶۷- رافت : جواہر علویہ، ص ۱۴۰۔
- ۵۶۸- رافت : درالمعارف، ص ۱۵۳ (قیاماً)۔
- ۵۶۹- عبدالغنی شاہ : ضمیمہ (شامل کتاب ہذا)، ص ۱۴۰ (فارسی متن)۔
- ۵۷۰- رافت : جواہر علویہ، ص ۱۴۱۔
- ۵۷۱- عبدالحی حسنی : نزہۃ الخواطر ۲/۳۵۶، مقالاتِ طریقت ۱۲۹۱ھ (بحوالہ معارف، ستمبر ۱۹۶۵)۔
- رافت : درالمعارف، ص ۷۵-۷۶۔
- ۵۷۲- رافت : جواہر علویہ، ص ۱۴۱۔
- ۵۷۳- غلام علی دہلوی : مکاتیب شریفہ مرتبہ شاہ رؤف احمد مجددی - ۴۴/۶۰۔
- ۵۷۴- عبدالغنی : ضمیمہ مقامات مظہری [ضمیمہ اول کتاب ہذا]۔
- ۵۷۵- رافت : جواہر علویہ، ص ۱۳۶، ۱۴۴، ۱۴۵۔

۵۷۶ - Charles Theophilus Baron Metcalfe, (1785 - 1846).
 وہ تین مرتبہ دہلی کا ریذیڈنٹ بنا (ایک مرتبہ مددگار ریذیڈنٹ) لیکن
 یہ واقعہ اس کے ۱۸۱۱ء سے ۱۸۱۹ء تک کے زمانے سے تعلق رکھتا
 ہے۔ مکاتف کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو :
 Buckland : Dictionary of Indian Biography, Lahore,
 1975, p. 287.

۵۷۷ - اس واقعے کی پوری تفصیل کے لیے دیکھیے ملفوظات شریفہ شاہ
 غلام علی، ص ۸۳ - ۸۵ -

۵۷۸ - شاہ عبدالغنی : ضمیمہ مقامات مظہری (شامل کتاب ہذا)۔

۵۷۹ - رافت : درالمعارف، ترکی ۱۹۷۳ء، ص ۶۵ -

۵۸۰ - غلام محی الدین تصوری : ملفوظات شریفہ شاہ غلام علی، لاہور
 ۱۹۷۸ء، ص ۲۱ -

۵۸۱ - احمد خان مرسید : آثار الصنادید، دہلی ۱۹۶۵ء، ص ۳۶۳ - ۳۶۵ -

۵۸۲ - رافت : درالمعارف، ص ۶۰ - تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں
 ”احوال مولانا خالد کردی“ (مقدمہ ہذا)۔

۵۸۳ - سلسلہ نسب حضرت مجدد سے اس طرح ملتا ہے : شاہ ابو سعید بن
 شیخ صفی القدر بن شیخ عزیز القدر بن شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ
 سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہم -

۵۸۴ - زید، ابوالحسن فاروقی : مقامات خیر، دہلی ۱۳۹۲ھ، ص ۷۰ - ۷۳
 (ملخصاً)۔

۵۸۵ - عبداللطیف : روزِ لاچہ ۱۸۵۷ء مرتبہ خلیق احمد نظامی، ص ۸۸
 اور محمد ایوب قادری : جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۳۰۷ - ۳۰۸ -

۵۸۶ - حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء)
 حضرت شاہ ابو سعید مجددی کے مرید اور حضرت شاہ احمد سعید مجددی
 کے مشہور ترین خلیفہ تھے۔ پاکستان و ہند، خراسان، عربستان
 اور ترکی کے بہت سے طالبانِ حق ان سے بیعت تھے۔ ان کی کئی
 مقامات پر خالقائیں تھیں لیکن قیام موسیٰ زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان
 پاکستان میں تھا۔ وصال کے بعد یہیں آسودۂ خواب ہوئے۔
 ان کے جانشین حضرت خواجہ محمد عثمان (ف ۱۳۱۳ھ) ان کے ہم

حضرت مولانا سراج الدین (ف ۱۳۳۳ھ) اور ان کے بعد حضرت حافظ محمد ابراہیم (ف ۱۹۵۷ھ) اور ان دنوں حضرت خواجہ محمد اسماعیل مدظلہ خانقاہ شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ (حالات کے لیے ملاحظہ ہو مکتوبات حاجی دوست محمد قندھاری اور مقاماتِ عثمانیہ مطبوعہ)۔

۵۸۷- محمد مظہر مجددی : مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ ، ص ۲۳۰ - ۲۳۱ -

۵۸۸- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

محمد مظہر مجددی : مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ (در حالات حضرت شاہ ابو سعید و شاہ احمد سعید) مطبوعہ دہلی ۱۲۸۳ھ -

محمد مظہر : المناقب الاحمدیہ والمقامات السعیدیہ (عربی ترجمہ کتاب مذکورہ) ، مطبوعہ قزان ۱۸۹۶ھ -

محمد مظہر : رشحات عنبریہ (عربی) ، مطبوعہ شرقپور ۱۹۷۹ھ -

محمد معصوم رام پوری : ذکر السعیدین فی سیرة الوالدین ، رام پور ۱۳۱۵ھ -

زید ابوالحسن فاروقی : مقامات خیر ، دہلی ۱۳۹۲ھ ، ص ۸۲-۱۰۳ -

۵۸۹- کتاب ہذا مقاماتِ مظہری کے اس ترجمہ پر ”پیش لفظ“ آپ کا ہی نوشتہ ہے۔

خانقاہِ مظہریہ کی تحویل و تحول کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو :

زید ، ابوالحسن : مقاماتِ خیر (در حالات حضرت شاہ ابوالخیر

مجددی) ، مطبوعہ ۱۳۹۲ھ ، ص ۱۹۹ - ۲۰۱ -

۵۹۰- غلام محی الدین قصوری : ملفوظاتِ شریفہ ، ص ۲۶ -

۵۹۱- محمد بن عبداللہ خالدی : البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقتہ العالیۃ

الخالدیہ ، مصر ۱۳۱۹ھ ، ص ۷۸ -

۵۹۲- ایضاً ، ص ۸۲ -

۵۹۳- ایضاً ، ص ۸۰ -

۵۹۴- عریضہ مولانا خالد مشمولہ درالمعارف ، ص ۷۰ شاہ غلام علی کے

مولانا کے نام تین مکاتیب ۲۳ ، ۳۸ ، ۱۱۰ ملتے ہیں (مکاتیب شریفہ)۔

۵۹۵- رافت : درالمعارف ، ص ۱۰۸ -

۵۹۶- ہم نے مقدمہ "ملفوظات شریفہ" میں ان تصانیف کی تفصیل دی ہے ،
(ص ۲۸ - ۲۹) -

۵۹۷- مولانا شبلی نعمانی اپنے سفر کے دوران قسطنطنیہ میں مولانا خالد کی اولاد میں سے بعض اصحاب سے ملے تھے ، مولانا شبلی نے سہواً مولانا خالد کو حضرت مظہر کا مرید لکھ دیا ہے (سفر نامہ "روم و مصر و شام ، ص ۳۳) - حالانکہ مولانا خالد ، حضرت شاہ غلام علی سے بیعت تھے -

۵۹۸- ملفوظات شریفہ "حضرت شاہ غلام علی ، (مقدمہ ، ص ۲۹) -

۵۹۹- یہ کتاب رسائل ابن عابدین ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور میں شامل ہے -

۶۰۰- امام الدین : مقامات طیبین ، قلمی -

۶۰۱- ان دریافت شدہ تالیفات کے مختصر تعارف کے لیے دیکھیے مقدمہ "ملفوظات شریفہ" ، ص ۶۵ - ۶۹ -

۶۰۲- یہ ملفوظات مع مفصل مقدمہ و حواشی و ترجمہ بنام ملفوظات شریفہ چھپ چکے ہیں -

۶۰۳- تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو ملفوظات شریفہ " کا مقدمہ -

۶۰۴- ہم نے ملفوظات شریفہ کے مقدمہ میں خلفاء کی اس فہرست میں بعض ناموں کا اضافہ کیا ہے - (ص ۲۱) -

۶۰۵- اس تعارف کے دوران بعض کتابوں کے ابتدائی اس لیے نقل کیے گئے ہیں تاکہ مولف کے اسلوب بیان کا اندازہ ہو سکے -

۶۰۶- شامل رسائل سب سے سہارہ مطبوعہ مطبع نقشبندی ۱۲۸۴ھ ، نیز شامل جواہر علویہ و حکاتیب شریفہ اس کا علیحدہ متن حکیم عبدالعزیز سہنی نے لاہور سے شائع کیا تھا -

۶۰۷- محمد تقی دانش پڑوہ نے اس رسالہ کے خطی نسخہ "مخزونہ کتب خانہ مرکزی دانش گاہ تہران کو متعارف کروائے ہوئے مولف کے نام کے ساتھ سہواً "غلام علی باطنی" لکھ دیا ہے (فہرست ۱۳/۳۲۱۳) -

۶۰۸- اس رسالے کے اس نسخہ کا ووٹو گراف ہمیں ڈاکٹر ظہور الدین احمد صاحب کی وساطت سے ملا جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں -

۶۰۹- مخطوطہ مملوکہ محترمہ پاشا بیگم بنت مولانا احمد حسین خان امرہوی ، خانقاہ شریف مولوی غلام نبی لاہی - لہ ظلع جہلم ، خانقاہ

- موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور کتب خانہ آصفیہ ،
جیدر آباد دکن (فہرست مخطوطات ۱/۱۰۶)۔
- ۶۱۰۔ غلام علی دہلوی : مکاتیب شریفہ ۷۸/۸۶۔
- ۶۱۱۔ ایضاً ، ۷۹/۸۷۔
- ۶۱۲۔ رافت : درالمعارف ، ص ۳۵۔
- ۶۱۳۔ مکاتیب شریفہ ۱۰۰/۱۳۹۔
- ۶۱۴۔ رافت : درالمعارف ، ص ۳۵ - ۳۸۔
- ۶۱۵۔ دیکھئے : فصل مکتوبات حضرت مظہر شامل مقامات مظہری۔
- ۶۱۶۔ پاک و ہند اور عالم اسلام کے متبحر علماء نے حضرت مجدد کے دفاع میں بہت سی کتابیں تصنیف کی تھیں جن میں سے ۳۹ کی فہرست ہمارے مقالہ میں شامل ہے ، دیکھیے ہمارا مضمون بعنوان ”حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں“ مشمولہ رسالہ نور اسلام، شرقپور ، حضرت مجدد الف ثانی نمبر۔
- ۶۱۷۔ حالات کے لیے دیکھیے : خلفای حضرت شاہ غلام علی ، حواشی حالات شاہ احمد سعید مجددی۔
- ۶۱۸۔ یہ بیاض ہمیں مولانا عبدالرشید میالکوٹی مالک مکتبہ رشیدیہ ، لاہور کی عنایت سے دستیاب ہوئی تھی جو انہوں نے کتب خانہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ، راولپنڈی کو دے دی ہے۔
- ۶۱۹۔ احمد منزوی : فہرست نسخہ ہای خطی فارسی ۱۲۰۰/۲۔
- ۶۲۰۔ جن کی نشاندہی تصانیف حضرت شاہ غلام علی کے تحت کی جا چکی ہے۔
- ۶۲۱۔ بقول حکیم مینی مرحوم (کلمہ شکر بر مکاتیب شریفہ)۔
- ۶۲۲۔ ظہور الحسن : ارشادالمسترشدین ، ص ۱۳۷ - ۱۴۱۔
- ۶۲۳۔ حالات کے لیے دیکھیے ضمیمہ مقامات مظہری لوشہ شاہ عبدالغنی مجددی (شامل ترجمہ ہذا)۔
- ۶۲۴۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو مقدمہ ہذا تحت خلفای حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۶۲۵۔ اس مجموعہ کے سال ترتیب پر ہم نے مقدمہ ملفوظات شریفہ میں مفصل بحث کی ہے ، (ص ۷۰ - ۷۱)۔

- ۶۲۹- اس کا اردو ترجمہ جناب انبال احمد فاروقی نے کیا جو ہمارے مقدمہ و حواشی کے ساتھ مکتبہ نبویہ لاہور سے ۱۹۷۸ء میں طبع ہوا۔
- ۶۲۷- مجد مظہر : مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ، ص ۷۴۔
- ۶۲۸- زبد ، ابو الحسن فاروقی : مقامات خیر ، دہلی ۱۳۹۲ھ ، ص ۸۵-۸۶۔
- ۶۲۹- مکتوب مولانا زید بنام مجد اقبال مجددی (مورخہ ۴ فروری ۱۹۷۸ء)
- ۶۳۰- ان ملفوظات اور مکتوبات پر الگ الگ عنوانات سے اسی مقدمہ میں لکھا جا چکا ہے۔
- ۶۳۱- غلام علی دہلوی : مقامات مظہری - طبع اول فارسی ، ص ۷۱۔
- ۶۳۲- مولانا بھڑانجی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو : مقامات مظہری (فصل خلفای حضرت مظہر)۔
- ۶۳۳- ملفوظات شریفہ حضرت شاہ غلام علی (ص ۳۳) پر مقدمہ لکھتے وقت ہمیں خود اس حقیقت کا علم نہیں تھا۔ اب تقابلی مطالعہ کے بعد اپنی اس غلطی کا احساس ہوا ہے کہ ”مقامات“ تو ”بشارات“ پر مبنی ہے نہ کہ معمولات مظہریہ پر۔
- ۶۳۴- مخطوطات فارسیہ نمبر ۲۲۰ - Or.
- ۶۳۵- بشارات ورق ۱۶۲ - ۱۔
- ۶۳۶- ایضاً ، ورق ۱۶۶ - ب۔
- ۶۳۷- بھڑانجی : بشارات مظہریہ ، قلمی نسخہ الذی آفس ، ورق ۲ - ۱۔
- ۶۳۸- ایضاً ، ورق ۱۸۳ - ب۔
- ۶۳۹- عبدالرزاق قریشی مرحوم اپنے مقالہ بشارات مظہریہ (شامل معارف اعظم گڑھ ، مئی ۱۹۶۸ء) میں اس کے سال تصنیف کے تعین کے سلسلے میں خاصے الجھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ، مقالہ کی ابتداء میں انہوں نے اس کا سال تالیف ۱۲۱۸ھ اور سال کتابت ۱۲۰۷ھ لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو کتاب تالیف ہی ۱۲۱۸ھ میں ہوئی ہو اس کی کتابت ۱۲۰۷ھ میں کیسے ہو سکتی ہے۔
- ۶۴۰- سال اختتام اس طرح پر تحریر ہے : ”ختم تحریر این کتاب رسالہ مقامات بروز چہار شنبہ دہم محرم الحرام ۱۲۰۷ھ“۔ اسے سال کتابت سے زیادہ سال تحریر یا تکمیل کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے ، ممکن ہے سال تکمیل و کتابت ایک ہی ہو۔

۶۴۱- طبع دوم میں طابع کی طرف سے دو خاتمے ملتے ہیں۔ طبع دوم کے صفحات کے نمبر اشاعت اول ۵۱۲۷۵ سے مختلف ہیں۔

۶۴۲- کتاب کی اس اشاعت کے محرک و مرتب مجدد بیگ بن مرزا رحیم بیگ نقشبندی نے اپنے ابتدائیہ میں وضاحت کی ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو لطائف خمسہ المعروف بہ مقاماتِ مظہری کے نام سے موسوم کیا، (ص ۲)۔

۶۴۳- عربی قواعد کے مطابق اس نام کی ترکیب ہی غلط ہے۔ یعنی قواعد کے مطابق یہ نام ”مقاماتِ مظہریہ“ ہونا چاہیے تاکہ موصوف اور صفت وصفِ تالیث میں یکساں ہوں۔

۶۴۴- رافت رؤف احمد مجددی : جواہر علویہ اردو ترجمہ طبع لاہور، ص ۱۳۵۔

یقیناً حضرت رافت نے قواعد کے مطابق اسے ”مقاماتِ مظہریہ“ کے نام سے موسوم کیا ہوگا۔ ”جواہر علویہ“ کا جو ترجمہ ہمارے پیش نظر ہے ہمارے خیال کے مطابق وہ خاصے محرف خطی نسخے پر مبنی ہے۔ اس لیے اس کے مترجم نے اس کا نام مقاماتِ مظہری ہی تحریر کیا ہے۔

۶۴۵- کتاب مقاماتِ مظہری کی اشاعت کے محرک نے اسے بھی معمولاتِ مظہری ہی لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف مرزا مجدد بیگ قواعد کو ان ناموں کے لیے استعمال نہیں کرتے تھے۔ چونکہ یہ نام بہت معروف ہو گیا ہے اس لیے ہم نے اسے بدلنا مناسب نہیں سمجھا۔

۶۴۶- لطیفہ پنجم، ص ۱۱۵ - ۱۴۱۔

۶۴۷- قلمی نسخہ مقاماتِ مظہری مملوکہ جناب اسد نظامی (موضع ۱۱۵ تحصیل خانیوال ضلع ملتان) اور دوسرا خطی نسخہ خالقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں محفوظ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقاماتِ مظہری

[۲] الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد و على آله و اصحابه اجمعين اما بعد فقير عبدالله معروف به غلام على عني عنه كبتا ہے یہ رسالہ ، صاحبِ کالات و معارف دستگاہ حضرت مولوی نعیم اللہ کی کتاب ۲ مستطاب کا ملخص و انتخاب ہے جو انہوں نے سیدنا و سرشدنا مطلع انوار الطریقتہ منبع اسرار الحقیقتہ مقتداء ارباب یقین و عرفان شمس الدین حبیب اللہ حضرت میرزا جان جانان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے خلفاء کے حالات پر لکھ کر مخلصین کے دل اور آنکھوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں نے اس کتاب کے بعض مطالب اس رسالہ میں شامل کیے ہیں اور ان کے علاوہ بھی جو کچھ یاد تھا ، اس میں اضافہ کیا ہے۔ تاکہ یہ میرے لیے سعادت کا سرمایہ بن سکے۔ واللہ ولی التوفیق۔۔۔ مجھے اس رسالہ کی تالیف میں تردد تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ان اوراق کا لکھنا آنحضرت (میرزا مظہر جان جانان رحمۃ اللہ علیہ) کی مرضی کے خلاف ہو لیکن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت (میرزا مظہر) میرے مکان میں تشریف لائے ہیں اور (کتاب مذکور کے مصنف) مولوی نعیم اللہ بھی حاضر ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہم تمہیں اس رسالہ کی تحریر کی اجازت دیتے ہیں اور دعائے خیر کرتے ہیں۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ آنحضرت نے مجھے اس

رسالہ کی تالیف کی اجازت دے دی ہے۔ اس (خواب) سے میرا تردد اطمینانِ قلب میں بدل گیا۔ اور امید ہے کہ میرا یہ عمل قبول ہوگا۔
 ”ما قل وکفی خیر بما کثر و الہی“ (یعنی جو چیز تھوڑی اور کافی ہو وہ اس چیز سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور لہو و لعب میں مبتلا کرے)۔

یہ رسالہ اٹھارہ فصلوں پر مشتمل ہے :

- پہلی فصل : ذکر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ۔
- دوسری فصل : سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ و چشتیہ کا بیان ۔
- تیسری فصل : حضرت ایشان (مظہر) کے چاروں مشائخ یعنی سید السادات سید اور مجددِ بداونی ، [۳] حضرت حاجی مجدد افضل ، حضرت حافظ سعد اللہ اور حضرت شیخ الشیوخ مجدد عابد رحمۃ اللہ علیہم کے احوال ۔
- چوتھی فصل : حضرت (مظہر) کے سلسلہ نسب اور ولادت وغیرہ کا بیان ۔
- پانچویں فصل : حضرت میرزا مظہر کا حضرت نور مجدد بداونی سے استفادہ ۔
- چھٹی فصل : حضرت (مظہر) کا حضرت حاجی مجدد افضل سے استفادہ ۔
- ساتویں فصل : حضرت مظہر کا حضرت حافظ سعد اللہ سے استفادہ ۔
- آٹھویں فصل : حضرت مظہر کا شیخ الشیوخ مجدد عابد سے استفادہ ۔
- نویں فصل : ان مقدمات کا بیان جو حضرت مظہر کو اہل زمانہ سے ممتاز کرتے ہیں ۔
- دسویں فصل : حضرت کی صحبت شریف کی تاثیر کا بیان ۔
- گیارہویں فصل : حضرت کے اوصاف ترک و زہد کا بیان ۔
- بارہویں فصل : حضرت مظہر کے ملفوظات ۔
- تیرہویں فصل : ان نصاب ہوش افزا کا بیان جو حضرت نے اپنے اصحاب سے فرمائے ۔

چودھویں فصل : حضرت کے بعض مقامات اور حضرت کی زبانی بعض اولیای کرام کے احوال ۔

پندرھویں فصل : حضرت کے بعض مکشوفات و تصرفات ۔

سولہویں فصل : حضرت کا عالم فانی سے عالم جاوداتی کی طرف انتقال (وفات) ۔

سترھویں فصل : احوال خلفای حضرت مظہر ۔

اٹھارھویں فصل : حضرت کے بعض مکاتیب شریفہ ۔

پہلی فصل

ذکر طریقہ نقشبندیہ

یہ مخفی نہیں ہے کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ^۲ دائمی توجہ قلب ، مبدہ فیاض ، نفلی عبادات میں اعتدال و مالوفات کے ترک کرنے میں میالہ روی اختیار کرنے سے عبارت ہے ۔ اور اپنے اوقات ان اوراد و وظائف میں صرف کیے جائیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں^۳ ۔ اس طریقہ میں توبہ سے لے کر مقام رضا یا جہاں تک تمام مقامات سلوک کا معمول ہے ۔ اور اس کا ما حاصل ذات الہی کا دائمی حضور و انجذاب جسمانی و روحانی اور ذوق و شوق اور جمعیت قلبی کا حصول ہے ۔ اس حدیث شریف الاحسان ان تعبد الله کالک تراہ^۵ کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے ، کے مصداق اس طریقہ والے اپنے مشہود کا استغراق شامل حال رکھتے ہیں ۔ بعض مگر ، مستی اور جذبات قلبی سے مغلوب ہوتے ہیں ۔ اور بعض پر اسرار توحید منکشف ہوتے ہیں ۔ اور ان عزیزان کے تصرفات ، القاء ذکر ، اطمینان قلب اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچانے اور بذریعہ دعا مشکلات کے حل کرنے میں ہمت سے کام لینے کے لیے مکمل شہرت کے مالک ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی عنایت سے ان مذکورہ مقامات و مدارج کے علاوہ بھی دیگر مقامات عطا فرمائے ہیں ۔ اور ایک مقام سے دوسرے مقام کے حالات اور علوم جداگانہ سے مشرف فرمایا ہے ۔ آپ کے طریقہ^۶ علیہ کے متوسلین ان حالات و کیفیات کی وجہ سے ممتاز ہیں ۔ مگر اس طریقہ کے سارے معتقدین کو ان تمام مقامات تک [۴] رسائی نہیں ہوتی ، (جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب ہوئے) مگر جو گوئی بھی ان حالات و واردات پر پہنچا وہ خوش رہا ۔ اس طرح اس خاندان والوں کے

حالات و تاثیرات میں نمایاں فرق ہے۔ لیکن یہ سب قدیم مروجہ اذکار و اشغالِ ماسلہ^۶ نقشبندیہ پر کاربند ہیں۔ مقامِ قلب میں استغراق، بے خودی، مگر اور جذباتِ محبتِ الہیہ سے سرشار ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جن مقامات پر ولایت کی تعبیر فرمائی ہے (اس طریقہ کے پیرو) طرح طرح کی باطنی کیفیات سے اپنے آپ کو محظوظ کرتے ہیں۔ اور آپ نے جن کہالات و حقائق کی لطافت و نیرنگی بیان فرمائی ہے ادراک ان کے احاطہ سے سے عاجز ہے۔ مگر استغراق، بے خطرگی اور توجہ دائمی سے عبارت ہے۔ بلکہ مقصود کی طرف توجہ کرنے سے بے شعوری ہے جو مگر کی کیفیات کے بغیر ان مقامات کے واصلین کو حاصل ہوتی ہے اور باطن کے لیے صفاء و اطمینان لازم ہے۔

جس شخص کو علم اور کشف عطا ہوتے ہیں وہ اپنے مقامات کی سیر میں تجلیاتِ الہیہ کو ہر وقت عیاں دیکھتا ہے۔ اور توحید کے اسرار^۷ طریقہ نقشبندیہ میں گم ظاہر ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ العزیز کو اس طریقہ کی نسبت دو طرح سے ملی ہے۔ پہلی اپنے آہانے کرام سے جس کا مقتضا اسرار توحید کا اظہار ہے اور دوسری خاندانِ نقشبندیہ سے جو کمال تقویٰ اور شرع سے منور ہے۔ اور حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں نسبتوں کے مجمع البحرین^۸ تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں نسبتوں^۹ کے حاصل کرنے کے بعد سلوک نقشبندیہ اختیار فرمایا۔ اس نسبتِ عزیز میں قدم کی لغزش پیش آتی ہے۔ جس نے مقامِ قلب میں تمکن و ثبات پیدا کر کے ترقی نہیں کی لیکن علوم توحید اور مگر کے غلبات سے اس کی توجہ مؤثر اور شوق افزا ہوتی ہے۔ اور توحید کے معنی دل کو غیر سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگانے کے ہیں جو اس خاندان کے اکابر کو حاصل ہوتی ہے۔

خوارقِ عادات کے ظہور کے لیے شدید مجاہدات لازم ہیں۔ سخت ریاضت کے بغیر دنیا میں تصرفات کا ظہور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اور کوئی کرامت دوام ذکر قلبی، توجہ الی اللہ، تہذیب اخلاق اور سنتِ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے بڑھ کر نہیں ہے^{۱۰}۔ الحمد للہ اس طریقہ کے متوسلین کو یہ سعادت حاصل ہے۔ اس کتاب میں جہاں کہیں یہ لکھا جائے گا کہ فلاں کو یہ مقامات عالیہ اور اتھائے

سلوک حاصل ہے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ وہ ان مقامات کی کیفیات، حالات اور واردات سے بھی مشرف ہے۔ اور ایسے علم باللہ ہمیشہ حاصل ہے اور سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہے:

محال است معدی کہ راہِ صفا
توان رفت جز در پی مصطفیٰ!

ہمارے حضرت (مظہر جانِ جالان) نے کسبِ کمال اور تکمیلِ خالدانِ نقشبندیہ کے اکابر سے کی۔ اور اس طریقہ کے اذکار کا شغل اختیار فرمایا۔ اور طالبوں کو بھی اس طریقہ کے اکابر کے آداب و نسبت علیہ کے مطابق تربیت دیتے تھے۔

ہمارے حضرت کو سلسلہ قادری، چشتی اور سہروردی کی بھی اجازت حاصل تھی۔ اور فیض بھی پایا تھا۔ [۵] بعض اکابر کو خالدانِ قادری اور چشتی میں بیعت کر کے شجرہ بھی عنایت کرتے تھے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ ہمارے حضرت نے طریقہ سہروردیہ کی اجازت بھی کسی کو دی تھی یا نہیں کیوں کہ اس طریقہ کے طالب اس دیار میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

اب میں اپنی تینوں سلاسل کے بزرگوں کے اسمائے گرامی لکھتا ہوں۔

حواشی

- ۱- تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ و فصل ۱۷ کتاب ہذا۔
- ۲- ایضاً۔
- ۳- طریقہ نقشبندیہ کی اجالی تاریخ کے ماخذ کے لیے دیکھیے حواشی فصل ہذا۔
- ۴- مولف اپنی دوسری کتاب ایضاح الطریقت میں لکھتے ہیں :
حاصل این طریقہ شریفہ دوام حضور و دوام آگہی
است و حضرت ذات الہی سبحانہ ، بالانکزام عقیدۃ صحیحہ
موافق اہل سنت و جماعت و اتباع سنت نبویہ۔
- ۵- فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر - ۱/۱۱۴ باب ۲۷
دارالمعرفت ، بیروت۔
- ۶- متن مقامات مظہری میں "تعبد ربک" ہے۔ دیگر متون حدیث
صحیح مسلم (ایمان ۵۷) ، ابو داؤد ، ترمذی ، ابن ماجہ اور مسند
امام احمد بن حنبل میں بھی یہ حدیث اسی طرح ہے۔ ملاحظہ ہو :
ونسنگ : المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی ، لندن ۱۹۳۶ء ،
طبع عکسی جدید ۱/۳۹۷۔
- ۷- اسرار توحید سے وحدت الوجود کے اسرار و رموز مراد ہیں۔
- ۸- حضرت خواجہ عبید اللہ احرار (ف ۸۲۲/۱۳۲۰ء) کے اجداد
میں سے بعض افراد کا تعلق سلسلہ سہروردیہ سے بھی تھا۔ ان کے
آہائے گرام کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو : علی کاشغری : رشحات ،
ص ۲۰۷-۲۲۰۔
- ۹- حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۱۰۱۳/۱۰۱۳ء) پر اہتمام میں توحید وجودی
اور عمر مبارک کے آخری حصہ میں توحید شہودی کا انکشاف ہوا
تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے حضرت خواجہ کا اس سلسلے میں ایک

اہم قول حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی زبانی نقل کیا ہے :

”حضرت خواجہ ما قدس اللہ تعالیٰ سرہ چند گاہ مشرب توحید وجودی داشتند و در رسائل و مکتوبات خود آن را اظہار می فرمودند اما آخر کار حق سبحانه و تعالیٰ ہکمال عنایت خویش از آن مقام ترقی ارزانی فرمودہ بہ شاہراہ انداختہ از ضیق این معرفت خلاصی داد میان عبدالحق کہ یکے از مخلصان ایشانند نقل کردند کہ پیش از مرض موت ایشان یک ہفتہ فرمودہ اند کہ مرا بہ عین الیقین معلوم شد کہ توحید کوچہ ایست تنگ ، شاہراہ دیگر است“ (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی ، دفتر اول حصہ دوم ۹/۴۷)۔

۹۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سلسلہ نقشبندیہ کے علاوہ چشتی اور قادری سلسلہ سے بھی منسلک تھے۔ آپ کے والد ماجد فصوص الحکم کے بہترین مدرسین میں سے تھے۔ (ر۔ ک۔ زبدة المقامات و حضرات القدس)۔

۱۰۔ سلسلہ نقشبندیہ کے سرخیل حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کا قول ہے :

طریقہ ما از لوادر است عروۃ الوثقی است چنگ در ذیل متابعت سنت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) زدہ ایم و اقتداء بہ آثار صحابہ کرام او نمودہ ، (الہمس الطالبین بحوالہ مقدمہ احمد طاہری عراقی بر رسالہ قدسیہ مطبوعہ تہران ، ۱۹۷۰ء ، ص ۵۱)۔

طریقہ نقشبندیہ کی تاریخ ، اس کے اصول و ضوابط اور مختلف شاخوں کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : جامی : رسالہ در طریقہ خواجگان مرتبہ عبدالحی حبیبی۔ کابل ۱۳۴۳ ش ، کاشفی : رشحات ، لاری : تکملہ نفحات الانس ، وصایا خواجہ عبدالحق عجدوانی ، رسالہ قدسیہ ، فصل الخطاب ، تحقیقات (ہر سہ تالیفات خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ) ، اربع انہار از شاہ احمد سعید ، ہدایۃ الطالبین از شاہ ابو سعید ، القول الجمیل از شاہ ولی اللہ ، ہشت شرائط نقشبندیہ

از ملاحسین خباز ، قطب الارشاد از شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری ،
ایضاح الطریقتہ از شاہ غلام علی دہلوی ۔

۱۱۔ ہومستانِ سعدی میں یہ شعر اس طرح ہے :

مہندار سعدی کہ راہِ صفا

توان رفت جز بر پی مصطفیٰ

(متن کامل دیوان سعدی مرتبہ مظاہر مصفا ، تہران ، ص ۱۴۸)۔

دوسری فصل

سلسلہ نقشبندیہ کا بیان

حضرت (مظہر جان جانان) نے طریقہ نقشبندیہ (کا فیض) حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ انہوں نے حضرت شیخ سیف الدین سے نیز حضرت مظہر نے حضرت حافظ محمد محسن سے بھی استفادہ کیا تھا اور انہوں نے عروۃ الوثقی حضرت محمد معصوم سے اور انہوں نے اس طریقہ کے امام مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے اور انہوں نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ سے انہوں نے حضرت مولانا خواجگی امکنگی سے انہوں نے حضرت مولانا ذرویش محمد سے انہوں نے حضرت مولانا محمد زاہدا سے اور انہوں نے حضرت خواجہ احرار سے انہوں نے مولانا یعقوب چرخی سے انہوں نے خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبند سے ، انہوں نے حضرت سید امیر کلال سے انہوں نے حضرت خواجہ محمد بابا سہاسی سے انہوں نے حضرت خواجہ علی عزیزان رامیتنی سے انہوں نے حضرت خواجہ محمود الحیر فغنوی سے انہوں نے حضرت مولانا محمد عارف رہوکروی سے انہوں نے خواجہ جہاں حضرت عبدالخالق نجدوانی سے انہوں نے خواجہ یوسف ہمدانی سے انہوں نے خواجہ ابو علی فارمدی سے انہوں نے خواجہ ابوالحسن خرقانی سے انہوں نے خواجہ بایزید بسطامی سے انہوں نے امام ہام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے امام قاسم بن محمد بن ابی بکر سے انہوں نے صاحب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضرت امیر المومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ کے شرف سے متصف تھے) اور آپ نے رحمۃ للعالمین شفیع المذہبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۔

نسبت دیگر :

حضرت امام جعفر صادق، حضرت امام محمد باقر، امام زین العابدین، امام ہمام سید الشهداء امام حسین، حضرت امام حسن مجتبیٰ، حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نسبت ائمہ اہل بیت کی بزرگی کی وجہ سے اس طریقہ میں "سلسلۃ الذهب" کے لقب سے مشہور ہے اور حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی کا التساب خواجہ ابوالقاسم گرگانی سے بھی ہے۔ ان کا خواجہ ابو عثمان مغربی سے ۳ ان کا [۶] سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی سے ان کا خواجہ سری سقطی سے ان کا خواجہ معروف کرخی سے ان کا حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان کا سلسلہ امام جعفر صادق سے تا آخر سند ۳ — خواجہ معروف کرخی نے خواجہ داؤد طائی سے بھی استفادہ کیا تھا اور انہوں نے خواجہ حبیب عجمی سے انہوں نے خواجہ حسن بصری سے انہوں نے امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور آپ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

ذکر سلسلہ قادریہ :

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ قادریہ کی اجازت حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور انہوں نے شیخ عبدالاحد (مرہندی) سے انہوں نے حضرت خازن الرحمۃ محمد سعید سے انہوں نے امام طریقہ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی مرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد سے انہوں نے شاہ کمال کیتھلی سے انہوں نے شاہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت گدای رحمن ثانی سے انہوں نے سید شمس الدین عارف سے انہوں نے سید گدای رحمن اول سے انہوں نے سید شمس الدین صحرائی سے انہوں نے سید علیل سے انہوں نے سید عبدالوہاب سے انہوں نے سید شرف الدین سے انہوں نے سیدالسادات سید عبدالرزاق سے انہوں نے حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے خواجہ ابو سعید خرمی سے انہوں نے خواجہ ابوالحسن قرہمی سے انہوں نے خواجہ ابوالفرح طرطوسی سے انہوں نے خواجہ عبدالواحد تمیمی سے انہوں نے خواجہ ابوبکر شبلی سے انہوں نے سید الطائفہ جنید بغدادی سے انہوں نے

خواجہ سری سقطی سے انہوں نے خواجہ معروف گرخی رحمۃ اللہ علیہم سے انہوں نے حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر سے انہوں نے حضرت امام زین العابدین سے انہوں نے حضرت سید الشهداء امام حسین سے انہوں نے امام ہمام حسن مجتبیٰ سے انہوں نے امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضرت رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے ۔

سلسلہ آبائی حضرت غوث الثقلین :

حضرت سید عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سید ابو صالح ۔ سید موسیٰ جنگی دوست ۔ سید عبداللہ ۔ سید یحییٰ زاہد ۔ سید موسیٰ مورث ۔ سید داؤد مورث ۔ سید موسیٰ الجون ۔ سید عبداللہ محض ۔ سید حسن مثنیٰ ۔ سیدالسادات [۷] امیرالمومنین امام حسن مجتبیٰ ۵۔ امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۔ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔
ذکر سلسلہ چشتیہ :

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ چشتیہ کی اجازت شیخ الشیوخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی ۔ انہوں نے حضرت شیخ عبدالاحد سے (باقی اسماء گرامی بالترتیب یہ ہیں) ۔

حضرت خازن الرحمة شیخ محمد سعید ۔ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ۔ شیخ عبدالاحد (والد ماجد خود) ۔ شیخ رکن الدین ۔ حضرت شیخ عبدالقدوس ۔ شیخ محمد عارف ۶۔ شیخ احمد عبدالحق ۔ شیخ جلال الدین پانی پتی ۔ شمس الدین ترک ۔ حضرت شیخ علاء الدین مخدوم علی صابر ۔ شیخ الاسلام شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکي ۔ امام طریقہ خواجہ معین الدین سجزی ۔ خواجہ عثمان ہارونی ۔ حاجی محمد شریف زلدق ۔ خواجہ سودود چشتی ۔ خواجہ ابو یوسف چشتی ۔ خواجہ ابو احمد چشتی ۷۔ خواجہ ابو محمد چشتی ۔ خواجہ ابو اسحاق شامی ۔ خواجہ بمشاد علو دینوری ۔ خواجہ ہبیرہ بصری ۔ خواجہ حذیفہ مرعشی ۔ سلطان ابراہیم ادہم ۔ خواجہ فضیل عیاض ۔ خواجہ عبدالواحد ۔ خواجہ حسن بصری ۔ امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ۔

حواشی

۱- حضرت مولانا محمد زاہد اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے اتصال کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض ناقدین نے محض اس لیے مولانا کو اس سلسلے سے لاتعلق ظاہر کیا ہے کہ صاحب رشحات نے خواجہ احرار کے خلفاء میں ان کا نام نہیں لکھا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ خواجہ احرار کے احوال پر صرف رشحات ہی کو حرف آخر کیوں تصور کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کتاب سے پہلے اور اس کے بعد حضرت خواجہ کے حالات پر کئی اہم کتابیں تالیف ہوئی تھیں۔ ان تمام کتب کی طرف رجوع کرنے کے بعد اتصال کا فیصلہ کرنا زیادہ قرین مصلحت ہے۔ تاہم نقشبندی سلسلہ کے تمام تذکرے متفق ہیں کہ مولانا محمد زاہد نے حضرت خواجہ احرار سے فیض حاصل کیا تھا۔ ملاحظہ ہو :

حضرات القدس ۱/ ۲۰۰ - ۲۰۷ ، ذیل رشحات عین الحیات ، ص ۳ - ۶ (حاشیہ)۔

۲- یہ سلسلہ الذہب دو راہوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ متن میں اول الذکر کے علاوہ موخر الذکر شجرہ مرقوم نہیں ہے ، یعنی حضرت خواجہ معروف کرخی نے خواجہ داؤد طائی سے انہوں نے خواجہ حبیب عجمی سے اور انہوں نے خواجہ حسن بصری سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

۳- جہاں مقاماتِ مظہری کے مطبوعہ نسخے میں دو واسطے نقل نہیں ہو سکے۔ یعنی خواجہ ابو عثمان مغربی نے خواجہ ابو علی کاتب سے اور انہوں نے خواجہ ابو علی رودباری سے استفادہ کیا۔ (ر - ک - معمولاتِ مظہریہ ، ص ۱۹)۔ احمد طاہری عراقی : قدسیہ (مقدمہ و شجرہ لامہ) ، مطبوعہ تہران ، ۱۹۷۵ء۔

۴- یہ سند تا آخر یوں ہے : حضرت علی بن موسیٰ رضا ، موسیٰ کاظم ، جعفر بن محمد صادق ، محمد بن علی الباقر ، علی بن حسین زین العابدین ، حسین بن علی ، حضرت علی ابن ابی طالب ، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم (احمد طاہری عراقی : تقدسیہ ، مقدمہ ، شجرہ نامہ) ۔

۵- پیش نظر مطبوعہ نسخہ مقامات مظہری میں شامل یہ شجرہ نسب سارا غلط ہے ۔ حضرت شیخ کے حالات پر مستند کتاب بیہجتہ الاسرار میں شجرہ اس طرح ہے : حضرت شیخ عبدالقادر بن ابی صالح موسیٰ جنکی دوست بن ابی عبداللہ بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (مطبوعہ مصر ، ۱۳۰۴ھ ، ص ۸۸) ۔

۶- یہ شجرہ طریقت زبدة المقامات ص ۹۴ کے مطابق ہے ۔ ورنہ سلسلہ صاہریہ کے تذکروں میں یہ دو الگ نام ہیں یعنی شیخ عارف ردولوی اور شیخ محمد ، شیخ عبدالقدوس گنگوہی ، انہی شیخ محمد کے خلیفہ تھے ۔ (تاریخ مشائخ وشت از خلیق احمد نظامی ، جلد اول ، ص ۲۷۷ ، طبع دہلی ، ۱۹۸۰ء) ۔

۷- زبدة المقامات ، ص ۹۴ میں خواجہ ابو احمد کا نام طبع ہونے سے رہ گیا ہے ۔ لیکن یہاں بھی مقامات مظہری کے پیش نظر مطبوعہ نسخہ (دہلی ۱۲۶۹ھ) میں سہو کتابت سے خواجہ ابو احمد کا نام خواجہ ابو محمد سے پہلے لکھا گیا ہے ۔ حالانکہ شیخ ابو یوسف کا تعلق خواجہ ابو محمد سے تھا (ایضاً : تاریخ مشائخ وشت ، ص ۱۹۳) ۔

تیسری فصل

حضرت مظهر کے اربعہ مشائخ کے حالات

یہ مشائخ نقشبندی مجددی تھے

سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی :

آپ علوم ظاہر و باطن^۱ کے عالم، فقیہ کامل اور عارف مکمل تھے۔ آپ نے طریقہ احمدیہ (مجددیہ) کے سلوک کے مقامات، حضرت شیخ سیف الدین^۲ فرزند و خلیفہ عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم فرزند و سجادہ نشین حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم سے اور حضرت حافظ محمد محسن^۳ از اولاد^۴ حضرت شیخ عبدالحق محدث و از خلفائے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے طے کیے۔ سالہا (ان بزرگوں کی) صحبت اختیار کر کے فیوض حاصل کیے (جن سے آپ) بلند مقامات و حالات سے [۸] مشرف ہوئے۔ استغراق اتنا قوی تھا کہ پندرہ سال تک افاق نہ ہوا۔ فقط نماز کے وقت ”حقیقتِ حال“ میسر آتی تھی نماز کے بعد پھر احوال کا غلبہ ہو جاتا تھا۔ لیکن آخر آپ کے حال میں افاق ہوا۔ ورع، تقویٰ اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ و سلم میں ممتاز تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و عادات شریفہ کی متابعت کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ سیر و اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابیں ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے اور ان کتب کے مطابق عمل کرتے تھے۔

ایک مرتبہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے دایاں پاؤں پہلے رکھ دیا تو تین روز تک احوال

باطن میں قبض کی کیفیت رہی۔ پھر بہت تضرع و زاری کے بعد بسط کی کیفیت ہوئی۔ کھانے میں بہت احتیاط فرماتے تھے۔ چند روز کا کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر اپنے پاس رکھ لیتے۔ بھوک کی شدت کے وقت اس میں سے کچھ کھا لیتے۔ پھر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔ کثرتِ مراقبہ سے آپ کی ہشت خمیدہ ہو گئی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ تیس سال سے طبیعت سے غذا کی کیفیت کا احساس جا چکا ہے۔ حاجت کے وقت جو کچھ میسر آتا کھا لیتا، آپ ایک وقت میں دو قسم کے کھانے کو بدعت خیال فرماتے تھے۔ کھالِ تقویٰ سے اپنے فرزندوں میں سے ایک کو گھی دیتے اور دوسرے کو شکر۔

آپ امراء کے کھانے پر گز تناول نہ فرماتے تھے۔ کیونکہ ان کے کھانے اکثر مشکوک ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک دنیا دار کے گھر سے کھانا آیا۔ فرمایا اس میں ظلمت معلوم ہوتی ہے۔ اور از روئے نوازش حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ بھی توجہ کریں جب آپ نے طعام پر غور کرنے کے بعد عرض کیا کہ کھانا تو وجہِ حلال سے معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں سے ربا کی عفونت آتی ہے۔ اگر کسی دنیا دار کے گھر سے کوئی کتاب عاریتاً لیتے تو تین روز تک اس کا مطالعہ نہ کرتے اور فرماتے کہ اغنیاء کی صحبت کی ظلمت اس پر غلاف کی طرح چسپاں ہو گئی ہے۔ جب آپ کی صحبتِ مبارک سے اس کی ظلمت زائل ہو جاتی تو مطالعہ فرماتے۔

حضرت (میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ) کو آپ سے بہت محبت تھی فقط آپ کا اسم گرامی لینے سے ہی آپ دیدہ ہو جاتے اور فرماتے کہ انسوس دوستوں نے حضرت سید نور محمد کی زیارت نہیں کی۔ الہیں دیکھنے سے اللہ کی قدرت کاملہ سے اس کا ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ دنیا پر اپنے ان ارباب کھال حضرات کو قادر بنا دیتا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت کے مکشوفات بہت صحیح اور واقعہ کے مطابق ہوتے تھے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان ظاہری آنکھوں سے اتنا واضح نہیں دیکھ سکتے جتنا کہ حضرت دل کی آنکھوں (بہشم باطن) سے دیکھ سکتے ہیں۔ اور قوی تصرفات کے مالک تھے۔ مخلصین کی حاجت برآری کے لیے بہت ہمت سے کام لیتے تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ کی

دعا اور توجہ سے کسی کی مراد پوری نہ ہوئی ہو۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے آنجناب کی خدمت میں عرض کی کہ میری لڑکی کو جن اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سے اعمال اور تعویذات کئے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس باب میں آپ توجہ فرمائیں [۹] حضرت نے دیر تک مراقبہ کے بعد فرمایا کہ تیری لڑکی فلاں وقت آ جائے گی۔ چنانچہ آپ کی توجہ سے ایسا ہی ہوا۔ جب لڑکی سے ماجرا دریافت کیا گیا تو اس نے کہا میں کسی صحرا میں تھی کہ کسی بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے یہاں پہنچا دیا۔ کسی نے اس باب میں حضرت کے سکوت اور مراقبہ کی وجہ دریافت کی کہ آپ نے فوراً کیوں نہ جواب دیا کہ لڑکی آ جائے گی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی تھی اگر میری دعا اور توجہ مؤثر ہو تو میں اس باب میں ہمت کروں جب مجھے بذریعہ الہام معلوم ہو گیا کہ تیری ہمت مؤثر ہوگی تو میں نے کہہ دیا کہ تیری لڑکی آ جائے گی۔ آپ کا ہر عمل رضای خداوندی کے موافق ہوتا تھا۔ سبحان اللہ۔

ایک بار دو رافضی عورتوں نے حاضر خدمت ہو کر طلب طریقہ کا اظہار کیا۔ حضرت نے نور فراست سے یہ دریافت کر لیا۔ اور فرمایا پہلے عقیدہ بد سے توبہ کرو پھر یہ طریقہ اپناؤ ان میں سے ایک نے آپ کے کہاں کا اقرار کر لیا اور توبہ کر کے داخل طریقہ ہوئی اور دوسری کو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔

آپ کے ایک مخلص کو نفسانی خواہش کا غلبہ ہوا تو آپ کی صورت دونوں کے درمیان حائل ہو گئی عورت نے دہشت زدہ ہو کر فریاد کی اور ایک گوشہ میں پناہ لی اور اس مخلص نے توبہ کی۔ وہ مدت دراز تک مارے شرم کے خدمت میں حاضر نہ ہوا۔

ایک بار ایک بھنگ فروش اپنی دکان حضرت کے مکان کے قریب لے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ بھنگ کی ظلمت نے باطن کی نسبت کو مکدر کر دیا ہے۔ مخلصین گئے اور انہوں نے دکان برباد کر ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو باطن زیادہ مکدر ہو گیا ہے۔ کیوں کہ میرے واسطہ سے احتساب خلاف شرع واقع ہوا ہے۔ چاہیے یہ تھا کہ پہلے ہم اُسے نرمی سے توبہ کی طرف راغب کرتے اگر تائب نہ ہوتا تو پھر معافی کی جاتی۔ — بصد مشکل

اے آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ آپ نے اپنے دوستوں کی طرف سے معذرت کی۔ اور لطفاً فرمایا کہ، خلاف شرع پیشہ اچھا نہیں ہوتا۔ ہمیں مباح پیشہ اختیار کرنا چاہیے۔ اور اے کچھ نقدی دے کر عذر فرمایا۔ وہ نائب ہو کر آپ کے مخلصوں میں شامل ہو گیا۔

آپ نے فرمایا ایک روز میں اپنے پیر حضرت حافظ مجدد محسن کے مزار کی زیارت کے لیے گیا۔ وہاں جا کر میں نے مراقبہ کیا تو بے خودی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ آپ کا بدن شریف اور کفن تو درست ہے مگر پاؤں کے تلووں اور اس مقام کے کفن پر مٹی نے اپنا اثر کیا ہے۔ میں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے وضو کی جگہ پر کسی کا پتھر بغیر اجازت رکھا ہوا تھا۔ کہ جب اس کا مالک آ جائے تو حوالے کر دیں گے۔ ایک مرتبہ اس پتھر پر ہم نے قدم رکھا اس کی وجہ سے مٹی نے ہمارے پاؤں پر اثر کیا ہے۔

یہ درست ہے کہ جو زیادہ متقی ہے قربِ خداوند اور ولایت میں بھی اس کا مقام بلند ہے۔

آپ (حضرت خواجہ نور مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کی وفات ۱۱ ذیقعد ۱۱۳۵ ہجری میں ہوئی۔

حضرت حاجی مجدد الفضل :

[۱۰] آپ (اپنے زمانے کے) متبحر علماء اور دانشور فضلاء میں سے تھے اور علوم باطن کے اسرار کا زیادہ حصہ ان کے نصیب میں تھا۔ دس سال تک حضرت خواجہ حجۃ اللہ نقشبندؒ فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ مجدد معصوم رحمۃ اللہ علیہما سے باطنی فیوض و طریقت میں استفادہ کیا اور پھر بارہ سال تک حضرت شیخ عبدالاحدؒ فرزند و خلیفہ خازن الرحمة شیخ مجدد سعید فرزند و سجادہ نشین حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ اور مقاماتِ عالیہ حاصل کیے۔ نیز حضرت شیخ (عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ مذکور) سے علوم معقول و منقول اور علم حدیث کی اسناد حاصل کیں۔ اور آپ نے شیخ سالم بصریؒ ثم مکی سے بھی علم حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ حضرت حجۃ اللہ نقشبند نے حضرت شیخ عبدالاحدؒ کو حاجی مجدد افضل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا کہ جو فیوض و برکات

ہمیں اپنے پیران کرام سے ملے تھے ہم نے وہ تمام حاجی صاحب کے باطن میں القا کر دیے ہیں۔

آپ کا استغراق قوی تھا، فنا و نیستی آپ پر اس قدر غالب تھی کہ آپ خود کو ارباب طریقت میں سے شمار نہیں کرتے تھے۔ ہمارے حضرت (میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ) سے آپ نے بارہا یہ فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نظر کشفی اور مقامات الہیہ کی تحقیق کی بزرگی عنایت کی ہے۔ ہمارے حال پر بھی نظر فرمائیں۔ کہ اپنے اعمال کی خرابی کی وجہ سے ہم اپنے آپ میں کچھ نہیں پاتے۔

راقم (مصنف) عفی اللہ عنہ کہتا ہے کہ امام الطریقۃ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سالک پر جب تجلی ذات کا ظہور ہوتا ہے، تو اس پر وارفتگی و خود فراموشی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اور یہ آیت لاتدرکہ الابصار^{۱۰} (نظریں اس کا ادراک نہیں کر سکیں) اس سلسلہ میں قطعی دلیل ہے۔

حضرت حاجی محمد افضل حرمین شریفین زاد ہا اللہ شرفاً کی زیارت سے مشرف ہوئے اور الطاف الہی و عنایات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہزاروں فتوحات کے ساتھ مراجعت^{۱۱} فرمائی اور طالبانِ حق کے مرجع بنے۔ اور خلقتِ خدا کو (آپ سے) ظاہری و باطنی فیوضات پہنچے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حدیث کی سند آپ سے حاصل کی^{۱۲}۔ آپ کو نقدی کی صورت میں جو ہدیہ ملتا اس سے آپ ہر فن کی کتابیں خرید کر وقف کر دیتے تھے۔

ایک بار پندرہ ہزار روپیہ کا ہدیہ آیا۔ اس تمام رقم سے آپ نے علوم نافعہ کی کتب خرید کر وقف کر دیں۔ آپ نے ہزارہا کتب خرید کر خدا کی راہ^{۱۳} میں وقف کیں جس سے علوم کی اشاعت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ان مخلصوں پر تعجب ہے کہ اپنی عمر میں ایک بار بھی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کرتے حالانکہ جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دنیاوی و اخروی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔

اور عجب ہے کہ ضروری تجوید کے موافق کلام اللہ کے حروف چند روز میں صحیح ہو سکتے ہیں ، نہیں کرتے ۔ اور نماز کی صحت صحیح قراہت پر مبنی ہے ۔

لیز تعجب کی بات ہے کہ لطائف کا ذکر کسی نقشبندی بزرگ کی توجہ سے حاصل نہیں کرتے حالانکہ اس طریقہ میں یہ دولت جو کہ محبت الہی کا بیج اور بقاء ایمان کا موجب ہے ، بغیر زیادہ محنت کے بہت کم [۱۱] مدت میں حاصل ہو جاتا ہے ۔

آپ کے عظیم خلفاء میں سے مجدد اعظم ۱۳ ، کشف صحیح اور نسبت قوی رکھتے تھے ۔ بہت سے طالبوں کو اس طریقہ شریفہ کے حالات و واردات ، ان کی صحبت سے میسر آئے ۔ رحمۃ اللہ علیہا ۔

حافظ سعد اللہ :

آپ حضرت مجدد صدیق ۱۵ فرزند و خلیفہ حضرت خواجہ مجدد معصوم رحمۃ اللہ علیہا کے کامل خلفاء میں سے تھے ۔ تیس سال تک آپ نے اپنے مرشد کی صحبت اختیار کی ۔ اور بلند مقامات اور طریقہ احمدیہ منسوب بہ حضرت احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی غایات تک رسائی ہوئی ۔ خانقاہ کے فقراء نے آپ کو سید الصوفیہ کا لقب دیا تھا ۔

بڑے ناز سے فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے پیر کی خانقاہ کا ہانی اپنے سر پر اٹھایا ہے ۔ جس کی وجہ سے میرے سر کے بال گھس گئے ہیں ۔ بلکہ اللہ کی راہ میں میری آنکھوں کا نور بھی نثار ہو گیا ۔ میرے پیر نے مجھے شدید موسم گرما میں احمد آباد بھیجا ۔ سورج کی گرمی سے میری آنکھیں بھی پیکار ہو گئیں ۔ خانقاہ معلیٰ کی خدمت کی برکت سے میرے پاس اتنے خادم آئے کہ ان میں سے ہر ایک کو میری خدمت کا موقع مل سکا ۔ اور میرے دل کی آنکھیں نور معرفت سے بینا ہو گئیں اور میرے سر کی آنکھیں غیر کے التفات سے بے پروا ہو گئیں ۔ اور مجھے دائمی مراقبہ حاصل ہے ۔ غیر کا تصور جو ظاہری آنکھوں کے ذریعے دل میں آتا ہے وہ میرے آئینہ باطن میں راہ نہیں پا سکتا ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا کیں ۔ والصلوة والسلام علی رسولہ و آلہ ۔

جب آپ طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے تو ابتداء میں آپ نے

[عالم رویا میں] ایک ایسا شہر عظیم دیکھا جو ولایت کی برکات و الوار سے معمور تھا۔ اس کے ہر محلے میں اولیاء کے گروہ اقامت گزین ہیں۔ ایک مرتبہ اس شہر میں مقربانِ بارگاہِ خدا کے آنے کی شہرت ہوئی اور ساکنان شہر اس پر شوکت و عظمت عزیزان کے استقبال کے لیے نکلے تاکہ ان کے انوار میں مستغرق ہو سکیں۔

آپ نے پوچھا یہ سب کون ہیں؟ گنسی نے جواب دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے کہلاتِ جدیدہ کے اظہار کے لیے ان حضرات کا انتخاب فرمایا ہے۔ اور ان واصلان کے سر حلقہ شیخ احمد سر ہندی ملقب بہ مجدد الف ثانی ہیں۔ ان بزرگوں کی برکات کے مشاہدے سے آپ کا اس طریقے پر اعتقاد قوی تر ہو گیا۔ اور اس طریقہ کے حصول کے لیے تمام ریاضات و مجاہدات کر کے آپ مقربانِ بارگاہِ الہی کے پیشوا ہوئے۔

ہمارے حضرت (میرزا مظہر) فرماتے ہیں کہ آپ پر تواضع اور انکساری کی صفات غالب تھیں۔ اگر اصحاب میں سے کوئی کسی شخص کو آزدہ کرتا تو آپ خود اس شخص کے پاس جاتے اور معذرت کرتے کہ قصور اس فقیر سے سرزد ہوا ہے مجھے معاف کر دو! بلکہ اپنا سر مبارک اس کے پاؤں پر رکھ دیتے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

نواب خان فیروز جنگ ۱۷ نے جو آپ کا مرید تھا آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ عید حسن ۱۸ رسول نما رحمتہ اللہ علیہ جس کو چاہتے، حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف [۱۲] ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جس کو چاہیں دو بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جائے۔ تم آج شب کو فاتحہ پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کی طرف توجہ کرو۔ اس نے اسی طرح کیا۔ اور زیارت سے مشرف ہوا۔ اور سو روپیہ ہدیہ مقرر کیا۔ اور دوبارہ فاتحہ پڑھ کر سو گیا۔ اور پھر زیارت کی سعادت کا امتیاز حاصل کیا۔ اور ایک سو روپیہ پھر ہدیہ دینا منظور کیا۔ صبح کے وقت خدمت میں حاضر ہو کر سو روپیہ نذر کیا۔ آپ نے نور فراست سے جانب لیا اور فرمایا کہ دوسرا سو کہاں ہے؟ وہ گبھرایا اور دوسرا سو روپیہ بھی نذر کر دیا۔

حضرت میرزا مظہر جان جانا نے فرمایا کہ آپ علم ظاہری میں مہارت نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ ہی آپ کی صحبت میں واقعات کے کشف

کا ذکر ہوتا تھا۔ لیکن محض اپنے پیر کی خانقاہ کی خدمت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ مقبول عام ہو گئے تھے۔ مگر باطنی نسبت نہایت قوی تھی۔ آپ کی خانقاہ میں ایک بڑی بلی رہتی تھی جو آپ کے تصرف سے چڑیوں پر مہربان ہو گئی تھی۔ وہ اپنا منہ کھولتی تو اس کے منہ میں گندم کے دانے ڈال دیے جاتے چڑیاں ہر طرف سے آتیں اور اس کے منہ سے دانہ چن لیتیں۔ اور اس کے ساتھ کھیلتی تھیں۔

آپ کے فیض سے بہت سے لوگ مقاماتِ قرب الہی کو پہنچے۔ آپ کی وفات ۱۱ شوال ۱۱۵۲ ہجری کو ہوئی ۱۹۔ آپ کے خلفاء میں سے شیخ صبغۃ اللہ^{۲۰} نورانی پیر تھے۔ مولف نے ان کی زیارت کی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ الشیوخ محمد عابد^{۲۱} [سنامی] :

حضرت شیخ عبدالاحد^{۲۲} کے اعظم خلفاء میں سے تھے۔ (حضرت شیخ عبدالاحد) سرہند کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ جو علم و عمل اور ورع و تقویٰ میں شانِ عظیم رکھتے تھے۔ (شیخ محمد عابد) کی نسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ کثیر العبادت اور کثیر الذکر تھے۔ تہجد کی نماز میں سورۃ یٰسین ساٹھ مرتبہ پڑھتے تھے۔ اور ہر دو گانہ کے بعد ذکر اور مراقبہ بھی کرتے تھے۔ نصف شب سے لے سحر تک تمام وقت یاد خدا میں بسر کرتے تھے۔ آپ کی موت اسہال کی بیماری سے ہوئی یہ مرض چھ ماہ تک رہا اور اس دوران پینتیس مرتبہ سورۃ یٰسین تہجد میں پڑھتے، اور بیس ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ، ہزار بار لفی و اثبات، حبس نفس، تلاوت کلام اللہ اور درود و وظیفہ (اس کے علاوہ تھا)۔

ایک بار سرہند کے حاکم^{۲۳} نے مویشی ناجائز طریقہ [غارت گری] سے حاصل کیے تو آپ نے اس وقت سے لے کر بیس سال تک گوشت وغیرہ ترک کیے رکھا۔

جب آپ دہلی تشریف لے جاتے تو راستے میں صرک اُس آئے کے سوا جو آپ کے لیے وجہِ حلال تھا، کچھ تناول نہ فرماتے۔ آپ کا ہر فعل تابع عزیمت تھا۔ آپ کو کامل قبول حاصل ہوا اور خاص و عام کے مرجع بنے، آپ کا آستانہ اور خانقاہ اہل اللہ کا ماویٰ بن گئے۔ تقریباً دو

سو علماء و صلحاء آپ کے حلقہ میں (ہر وقت) حاضر رہتے تھے۔

[۱۳] اور بہت سے طالبان حق کی جماعت، آپ کی توجہ سے مقامات احمدیہ کی نہایات کو پہنچی۔ اور بے شمار اربابِ فنا و بقا آپ کی مبارک صحبت میں رہ کر استغراق و بے خودی، وارداتِ ولایت اور تہذیبِ اخلاق پر فائز ہوئے۔

حدیث اور فقہ کے درس کے بعد قبلہ رو ہو کر مراقبہ میں بیٹھ جاتے تھے۔ اور ہر ایک جو آپ کی خدمت میں پہنچتا ذکر اور انوارِ جمعیت اس کے باطن میں القا کرتے۔ جمعہ کے روز ”طالبان“ کا اجتماع زیادہ ہوتا تھا۔ جو کوئی بھی آپ کے سامنے آتا اس کا دل آپ کی توجہ سے موجہ سے ذاکر ہو جاتا۔ کسی نے آپ سے پوچھا، کہ یہ عوام ذکر قلبی کیا جانیں؟ یہ تو دل کی حرکت طبعی، اور حرکت ذکر کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتے۔ تو آپ نے [اس کے جواب میں] فرمایا۔ یہ معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ معلوم کرنا کوئی بڑا کام نہیں۔ وہ اپنی قبر میں اس ذکر کا اثر اور قدر خود ہی جان جائے گا۔ کہ دل کے ذکر کے نور کی برکت سے ایمان سلامت رہتا ہے۔

طریقہ احمدیہ کے الوار آپ کے فیوض کی وجہ سے چمک اٹھے۔ اور اس خالدان کی نسبت شریفہ گو رواج ہوا۔ اس لیے عالمِ غیب میں آپ ”القاسم الخزانن اللہ“ کے لقب سے مقرب ہوئے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ مسجد میں گئے۔ تو وہاں ایک شخص اپنے مریدوں کے مجمع میں بیٹھا تھا۔ اور لوگوں کو مرید بنا رہا تھا۔ لیکن اس کا باطن اللہ کے ساتھ نسبت کے نور سے جو بلند پایہ صوفیہ کا خاصہ ہے، خالی تھا۔ اور مشائخ کبار کے نزدیک فنائے قلب اور ولایت کی واردات اور تہذیبِ اخلاق کے بغیر مرید کرنا [سندِ شیخت سبحان] حرام ہے۔

آپ نے اس [شیخ] کے حال پر شفقت فرمائی۔ دیر تک اس کے حال پر متوجہ رہے اور اُسے مرتبہ ولایتِ قلبی پر پہنچا دیا۔ ہمارے حضرت [میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ] سے جو کہ اس وقت حاضر خدمت تھے۔ از روی الطاف اس کے احوال کی تصدیق چاہی تو حضرت نے عرض کیا کہ آپ کی توجہ سے اس کا دل ذاکر ہو گیا ہے۔ اور اس کے لطیفہ کو نورالیت میسر

۲ گئی ہے۔ جن سے وہ اپنے اصل [طلبِ حق] کی طرف آئین ہوا کی طرح پرواز کر گیا ہے اور دل میں بہت زیادہ اضمحلال محسوس کیا ہے۔ اور عالمِ امر کی سیر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اور تجلیِ افعالی^{۲۴} کو پہنچ کر فنا حاصل کی۔ اور طریقہ کی اجازت کی قابلیت پیدا کر لی ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارا مشاہدہ صحیح ہے۔ ہمیں بھی اُس کے یہی احوال معلوم ہوئے ہیں۔

ایک روز قبرستان میں سے گزر ہوا۔ اسی وقت کھڑے کھڑے مراقبہ گز کے مردوں کے حال پر توجہ کی۔ تو فرمایا کہ یہ بے چارے فیض کی درخواست کرتے ہیں۔ اور آپ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔ فقیر [مولف] نے اپنے مرشدِ قدس سرہ کی زبان مبارک سے خود سنا، کہ میں بھی اس وقت حاضرِ خدمت تھا۔ وہ لمحہ حقیقتِ مہدی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت تھا۔ تمام قبرستان آپ کی توجہات سے انوار و برکات سے معمور ہو گیا۔

آپ حرمینِ شریفین کی زیارت کے لیے پا پیادہ گئے تھے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف سے سرفراز ہوئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میرے سوڑ سینہ کی گرمی [۱۴] اور درد گو جو ازل سے انتہائی طلب تک کسی جگہ کم نہیں ہوتا تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات سے تسکین میسر آئی۔ اور جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا۔ وہاں [حرمین الشریفین میں] بہت سے طالبانِ حق نے آپ کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ ایک شخص نے مدینہ میں ریاضت، مجاہدہ، نوافل اور بہت زیادہ عبادات کیں اور جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور فرمایا، وہ شخص بھی آپ کی خدمت میں کسبِ فیض کے لیے آیا تو آپ نے اُسے مجاہدات کرنے سے منع کیا۔ اور میالہ روی سے عبادت کرنے کا حکم دیا۔ چونکہ وہ ریاضتِ شاقہ کا خوگر ہو گیا تھا اس لیے اس نے آپ کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے آپ کی متابعت اور التزامِ صحبت کا حکم دیا۔ پس وہ آپ کی خدمت میں استفادہ کے لیے آیا اور آپ کی حسنِ تربیت سے مقاماتِ عالیہ پر فائز ہوا۔

آپ کی وفات ۱۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ ہجری ۱۵ ہے۔

[خلفائے شیخ عہد عابد]:

آپ کے خلفاء بہت ہیں۔ ان میں سے

خواجہ موسیٰ خان مخدوم اعظمی ۲۶ دہ ہدی ۲۷: متورع و متقی، صاحب کشف مقامات و تصرفات تھے۔ ولایت ماوراء النہر میں طالبانِ خدا کی ہدایت و ارشاد میں یگانہ روزگار ۲۸ تھے۔ ان کے بارہ خلفاء تھے۔ ان میں سے ایک درویش سے انہوں نے پوچھا کیا وجہ ہے؟ مجھے تمہارے باطن میں کدورت معلوم ہوتی ہے۔ کیا تو نے مشتبہ لقمہ کھایا ہے؟ اس نے کہا، نہیں۔ خانقاہ کے طعام کے علاوہ میں نے کوئی چیز نہیں کھائی؟ آخر اس نے اعتراف کیا کہ اس نے ایک امیر کے ہاں سے حضرت غوث الثلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کا کھانا کھایا ہے۔ اس کو آپ نے تنبیہ کی کہ میں نے تم سے نہیں کہا کہ پرکس و ناکس کا کھانا نہ کھایا کرو۔

مرزا مظفر رحمۃ اللہ علیہ: تعمیر اوقات، قوتِ نسبتِ باطنی، وفور حالات اور ارادت میں بے نظیر تھے ۲۹۔ مجھے [مولف حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ] ان کے مستفیدوں کو دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اس طریقے کے اصحاب کے لیے جو لوازمات ہیں وہ ان کے دلوں میں موجود ہیں۔

ان کے اصحاب میں سے ایک کو ان کی وفات کے بعد شدید قبض رونما ہوا۔ اور دو سال تک وہ قبض، بسط [انبساط] میں تبدیل نہ ہوا۔ آخر [وہ طالب] آپ کے مزار شریف کی زیارت کے لیے گیا۔ جونہی اس کی نظر ان کے مزار پر پڑی اس کے احوال تازہ [انبساط نصیب ہوا] ہو گئے۔ اور اس کی نسبت بحال ہو گئی۔

عہد میر رحمۃ اللہ علیہ: علو نسبتِ باطنی، کم لاسی، گوشہ نشینی اور ہدایت طالبان کے لیے ممتاز تھے۔ میں [مولف] نے ایک صالح کی زبانی سنا ہے کہ اس نے مجھ سے کہا کہ بیس افراد آپ کی صحبت میں مرتبہ ولایت میں فنا و بقا کے مقام کو پہنچے ہیں۔ ایک جن کو بھی آپ سے ارادت تھی۔ اس نے عرض کی کہ آپ کا جس قدر خرچ ہوتا ہے ہندہ اسے برداشت کرنے کے لیے تیار ہے۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لاجائز مال لے آئے۔

شاہ عبدالعزیزؒ، صوفی عبدالرحمنؒ، میر بہادرؒ، درویش محمدؒ،
 محمد حسن اور دیگر اعزہ رحمۃ اللہ علیہم بھی [ان کی توجہ سے] مقاماتِ
 قرب الہی میں ممتاز ہوئے [۱۵] اور انہوں نے طالبانِ حق کی ہدایت کا
 فرض ادا کیا۔ فقیر [مولف] نے ان میں سے بعض کی زیارت کی ہے۔
 شیخ محمد میر رحمۃ اللہ علیہ کی دختر رحمۃ اللہ علیہا اپنے زمانے کی ولیہ تھیں۔
 ان کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و عنایت کا مزید
 اختصاص حاصل تھا۔ ان سے بڑے عجیب واقعات منقول ہیں۔ جو کوئی
 احوال کے بارے میں استفسار کرتا اُسے جواب حاصل ہو جاتا۔ وہ طالبوں
 کو موی شریف کے تبرکات دیتی تھیں۔

ایک بزرگ نے جنہیں نور ولایت و لبوت کا صحیح کشف اور وجدان
 صریح حاصل تھا مجھ [مولف] سے بیان کیا کہ اس صالحہ کا گھر الوار مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے ملو تھا۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے انہیں فقر و بے سرو سامانی بھی پیش ہے۔
 چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے :

(فان) الفقر اسرع الی من یحیی من السیل الی منتہا ۳۱

(سیلاب جتنی تیزی سے اپنی اتھا تک جاتا ہے، فقر اس
 سے بھی زیادہ تیزی سے میرے محب تک پہنچتا ہے)۔

وہ راہ فقر کی مشکلات کی تاب نہ لا سکیں اور افعالوں کے ملک میں
 جانا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے منع فرمایا اور فقر و فاقہ
 پر صبر کرنے کا امر فرمایا۔ کیوں کہ صبر اللہ تعالیٰ کے قرب و معیت
 کے حصول کا موجب ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے، اور صبر کرنے والوں
 کے ساتھ ہے۔

حواشی

- ۱- حضرت نور محمد بدایونی نے اٹھارہ برس کی عمر میں حضرت اشرف الالقیاء محمد شریف (ف ۱۱۲۴ھ) سے تحصیل و تکمیل علوم کی (محمد یعقوب ضیاء؛ اکمل التاریخ، حصہ اول، ص ۴۷ حاشیہ)۔
- ۲- حضرت خواجہ سید الدین سرہندی (ف ۱۰۹۶/۱۱۸۵ھ) سلسلہ مجددیہ کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر کی استدعا پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں عالمگیر کے پاس اصلاح احوال کے لیے متعین فرمایا تھا۔ غایت درجہ پابند شرع تھے ”محتسب الامۃ“ خطاب تھا۔ آپ کے مکتوبات ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے چھاپ دے ہیں۔
- ۳- ظاہری علم میں بھی یگانہ وقت تھے۔ وفات ۱۱۴۷ھ میں ہوئی (خزینۃ الاصفیاء ۱/۶۶۴-۶۶۵)۔ ان کا مدفن مزار حضرت شیخ عبدالحق کے مغربی چبوترہ پر اندرون احاطہ میں چار قبور میں سے ایک ان کی ہے (محمد عالم فریدی: مزارات اولیائے دہلی، ص ۹۴)۔
- ۴- دختری اولاد میں سے تھے۔ مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے واضح طور سے انہیں ”نواسہ“ شیخ عبدالحق“ لکھا ہے۔ (معمولات، ص ۱۸)۔
- ۵- حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور ذی علم خلیفہ میر عبدالباقی لکھتے ہیں: چنانچہ (حضرت مظہر) از حضرت سید نور محمد بدایونی نقل می فرمودند کہ روزی نشستہ بودند خواستند کہ دست بر زمین بار کردہ بر خیزند پرسیدند کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کدام دست را بر زمین نہادہ برخاستہ اند چون کتاب دیدند منتہ بجا آوردند (مآل الکمال، قلمی، ورق ۶۶ ب)۔
- ۶- حضرت نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اکثر متاخرین نے مقامات مظہری سے لفظاً نقل کرنے پر اکتفا کی ہے۔ ملاحظہ ہو؛

رافت مجددی : جواہر علویہ ، ص ۱۲۷ - ۱۳۰ -

محمد مظہر : مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ، ص ۴۲ - ۴۴ -

محمد یعقوب ضیاء : اکمل التاریخ ۱/۷۴ (حاشیہ) -

عبدالحی حسنی : نزهة الخواطر ۶/۳۹۵ -

صاحب مقامات مظہری نے حضرت سید نور محمد بدایونی کے یہ حالات و معارف زیادہ تر مولوی نعیم اللہ بھڑانچی کی تالیفات بشارات مظہریہ اور معمولات مظہریہ (ص ۱۵) سے اخذ کیے ہیں۔

۷- حضرت حجتہ اللہ محمد نقشبند ثانی (ف ۵۱۱۱۵/۰۳-۰۱۷) سلسلہ نقشبندیہ

کے اعیان میں سے تھے۔ ان کے مکتوبات کا مجموعہ وسیلۃ القبول الی اللہ

والرسول کے نام سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے ۱۹۶۴ء

میں شائع کیا تھا۔ صاحب تذکرہ علما ہند ، (ص ۱۸۸) اور مولف

حدائق الجنیہ ، (ص ۳۳۰) نے حضرت حاجی محمد افضل کے حالات

خزینۃ الاصفیاء (۱/۶۶۳) سے نقل کرتے وقت اس فقرہ ”(حاجی

محمد افضل) از . . . خلفای حجتہ اللہ نقشبند فرزند شیخ محمد معصوم“ . . .

الخ - میں لفظ فرزند اور لقب حجتہ اللہ پر غور نہیں کیا۔ بلکہ سوافین

مذکور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا ہی لقب حجتہ اللہ سمجھے

ہیں اور حاجی محمد افضل کو حضرت خواجہ محمد معصوم کا فرزند لکھ دیا

ہے ، جو غلط ہے۔

۸- حضرت شیخ عبدالاحد شاہ گل متخلص بہ وحدت (متوفی ۱۱۲۶ھ) سلسلہ

نقشبندیہ کے نامور شیخ طریقت ، کثیر التصانیف عالم ، نامور شاعر

(صاحب دیوان) تھے۔ گلشن وحدت (مجموعہ مکتوبات ، مطبوعہ) ،

لطائف المدینہ اور ان کی تقریباً بیالیس تالیفات کے حوالے ملتے ہیں۔

۹- شیخ سالم بن عبداللہ بن سالم بن محمد ہدیری بصری (ف ۱۱۶۰ھ) ان کی

ایک تالیف ”الامداد فی علو الاسناد“ کا ذکر فہرس الخزائنہ التیموریہ

(۳۲/۳) میں کیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ ، ان کے والد شیخ عبداللہ بن

سالم کے شاگرد تھے (انفاس العارفين ، ص ۱۹۷)۔ مزید تفصیل کے لیے

ملاحظہ ہو ، گوالہ : معجم المؤلفین ۴/۲۰۳ -

۱۰- القرآن (انعام) ۶/۱۰۳ -

۱۱- حرمین الشریفین سے مراجعت کے بعد حاجی محمد افضل نے دہلی میں

مدرسہ نواب غازی الدین خان میں بہ حیثیت مدرس قیام کیا
(نزہۃ الخواطر ۶/۲۸۱)۔

۱۲- حضرت شاہ ولی اللہ خود لکھتے ہیں ”و اجازلی المشکوۃ المصابیح
والصحيح البخاری وغیرہ من الصباح الست الثقة الثبت حاجی محمد افضل
عن الشيخ عبدالاحد عن ابیہ الشیخ محمد سعید عن جده الشیخ الطریقتہ
الشیخ احمد السهرندی بسندہ الطویل“ . . . الخ - قول الجمیل
(اردو ترجمہ مع متن) ، مطبوعہ مطبع احمدی ، ص ۱۲۶ -

۱۳- حضرت حاجی محمد افضل نے یقیناً ایک عظیم کتب خانہ بنایا تھا۔
اس کتب خانے کے باقاعدہ کتاب دار ہوتے تھے۔ مولوی نعیم اللہ
بھڑانچی نے میر سید نعیم اللہ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ حضرت
حاجی صاحب کے کتب خانے کے متولی (ناظم) تھے ”متولی کتب خانہ
حضرت حاجی محمد افضل میالکوٹی شیخ الحدیث آنحضرت“ . . .
(بشارات مظہریہ، قلمی، ورق ۱۹۶ ب)۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فصل
احوال خلفای حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ (کتاب ہذا)۔
۱۴- مولوی محمد اعظم، حاجی صاحب کے عظیم خلفاء میں سے تھے۔ حضرت
مظہر کے خلفاء میں سے کئی ایک پہلے انہی سے منسلک تھے۔ جن
کا ذکر کتاب حاضر فصل خلفای حضرت مظہر میں ملاحظہ کریں۔
حضرت حاجی محمد افضل کا انتقال ۱۱۳۶ھ میں ہوا۔ (خزینۃ الاصفیاء
۱/۶۶۳ - نزہۃ الخواطر ۶/۲۸۱)۔

۱۵- حضرت محمد صدیق، حضرت خواجہ محمد معصوم کے چھٹے فرزند تھے۔
شاہ جہاں آباد میں مستقل قیام تھا۔ ۱۱۳۱ھ میں انتقال ہوا۔
(ر۔ گ۔ صفر احمد: مقامات معصومیہ، قلمی۔ محمد احسان:
روضۃ القیومیہ ۲/۲۳۰)۔

۱۶- ۱۴ عصر ماخذ روضۃ القیومیہ میں ہے ”ہزاروں آدمی آپ کے مرید
ہوئے خصوصاً آج کل حافظ سعد اللہ مشہور وقت ہیں۔ بہت سے لوگ
آپ کے حلقے میں صبح و شام ہوتے تھے“ (۲/۲۲۲)۔

۱۷- امیر الامراء غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ (۱۱۲۰ھ - ۱۱۶۵ھ/
۱۷۰۸ء - ۱۷۵۲ء) خلف نواب آصف جاہ اول، محمد شاہ بادشاہ کے
حضور میں اس کی نشوونما ہوئی۔ اعلیٰ علمی استعداد کا مالک تھا۔
(ریک مائر الامراء ۱/۳۵۷ - ۳۵۸ - شجرۃ اصفیاء، ص ۴۱ - ۴۲)

مقاماتِ مظہری میں لکھا ہے کہ خان فیروز جنگ حضرت سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا اور کسب فیض کے لیے ہر روز آپ کے حلقہ میں حاضر ہوتا تھا۔ نیز حافظ سعد اللہ کی وفات (۱۱۵۳ھ) کے بعد اس نے حضرت شیخ محمد عابد منامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش کی تھی۔ (ر۔ ک۔ ص ۳۳) فیروز جنگ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کا بہت عقیدت مند تھا۔ اس کی عقیدت مندی کے واقعات بشارات مظہریہ (قلمی ورق ۱۹) میں بھی ملتے ہیں۔ اس کا لڑکا عماد الملک غازی الدین خان ہندوستان کی تاریخ میں مشہور شخصیت ہے۔ (ر۔ ک۔ مقدمہ کتاب ہذا)۔

۱۸۔ شیخ حسن بن ابی الحسن حسینی نازلوی ثم دہلوی معروف بہ ”رسول نما“ متوفی ۱۱۰۳ھ دہلی کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ طریقہ ملامتیہ سے تعلق تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: منتخب اللباب، جلد دوم، حصہ دوم، ص ۵۵۲-۵۵۳۔ مرقع دہلی، ص ۹۔ نزہۃ الخواطر ۶/۶۳-۶۴۔ منتخب اللباب میں ہے: ”بعضی خادمان صادق العقیدت را بسعادت حاضر نمودن در مجلس حضرت سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) مفتخر ساختہ بودند“ (جلد دوم، حصہ دوم، ص ۵۵۳)۔

۱۹۔ حضرت حافظ سعد اللہ کا مدفن شاہ جہاں آباد بیرون دروازہ اجمیری (خزینۃ الاصفیاء ۱/۶۶۹) مدرسہ غازی الدین خان کے شمال و مغرب میں ایک تہ خانہ میں ہے (مزارات اولیائے دہلی، ص ۱۲۲)۔

۲۰۔ شیخ صبغۃ اللہ کے مزید حالات ہمیں معلوم نہیں ہو سکے۔

۲۱۔ حضرت شیخ کا مولد قصبہ منام ہے جو سرہند کے لواح میں ہے۔ مولوی محمد صالح کنجاہی نے لکھا ہے ”منام بضم سین مہملہ و تشدید نون قصبہ ایست از توابع سہرلد“ (سلسلۃ الاولیاء، قلمی، ورق ۸۳ حاشیہ)۔

۲۲۔ ملاحظہ ہو کتاب حاضر ”فصل نمبر ۶ حالات شیخ محمد افضل سیالکوٹی“ کا حاشیہ۔

۲۳۔ حضرت محمد عابد منامی رحمۃ اللہ کے زمانہ میں سرہند میں تین حاکموں کے نام ملتے ہیں: وزیر خان، فیروز خان میواتی (۱۱۲۲/۱۱۲۱-۱۱۲۱/۱۱۲۰) اور علی محمد خان روہیلہ (چکھ دار سرہند ۱۱۵۱-۱۱۶۱/۱۱۶۰-۱۱۶۱/۱۱۶۰) (مآثر الامراء ۲/۸۶۲-۸۶۹، علم و عمل ۱/۱۹۰-۱۹۲)

Sirhind through the Ages, Patiala, 1972, pp. 81 - 83.

- ہارا قیاس ہے کہ اس واقعہ کا تعلق فیروز خان میواتی کے دور سے ہے۔
- ۲۴- تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ چہارم، کتاب ہذا۔
- ۲۵- حضرت شیخ محمد عابد سناسی کا مزار روبروئے مبارک باغ قریب آزاد پور منارہ لب سڑک کھیتوں میں ہے (مزارات اولیائے دہلی، ص ۱۳۳)
- ۱۸۹۳/۵۱۳۱۲ میں یہ مزار معدوم ہو چکا تھا جب کہ مولانا عبدالحی حسنی وہاں گئے تھے (دہلی اور اس کے اطراف، ص ۷۶)۔
- ۲۶- خواجہ موسیٰ خان، شیخ احمد بن سید جلال الدین ملقب بہ مخدوم اعظم خواجگی کاسانی ثم دہ بیدی متوفی ۵۹۴۹ کی اولاد سے تھے، اس لیے مخدوم اعظمی کہلائے۔ مخدوم اعظم، خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے خلیفہ تھے اور ماوراء النہر کے معروف ترین خلفاء میں سے تھے (ر۔ ک۔ جامع المقامات، قلمی)۔
- ۲۷- دہ بید، سمرقند سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر مشہور قصبہ ہے (سمریہ، مطبوعہ تہران، ص ۱۱۳)۔
- ۲۸- مولوی نعیم اللہ بڑانچی لکھتے ہیں کہ خواجہ موسیٰ اپنے جد بزرگوار (مخدوم اعظم) کے مزار (قصبہ دہ بید) پر سجادہ نشین تھے۔ ہزاروں لوگ ان کے فیض سے صاحب نسبت ہوئے۔ ان میں سے چند ایک خلیفہ بھی تھے، (بشارات مظہریہ، قلمی، ورق ۶۴ ب)۔ حضرت مظہر کے بعض خلفاء پہلے انہی سے منسلک تھے۔ جن کی تفصیل کے لیے کتاب حاضر کا باب خلفاء ملاحظہ کریں۔ حضرت مظہر کا ایک مکتوب بھی ان کے نام ہے جو مرزا مقصود دہ بیدی نے تراجم علماء المشائخ الاحرار (قلمی، مخزونہ کتب خانہ عارف حکمت مدینہ منورہ) میں نقل کیا ہے (مکاتیب میرزا مظہر مرتبہ عبدالرزاق قریشی، ص ۲۱۲)۔
- ۱۹۷۶ء میں ہمیں قندھار (افغانستان) میں خواجہ موسیٰ خان کی ایک تصنیف نوادر المعارف کا خطی نسخہ جناب حاجی عبدالغنی قندھاری تاجر کتب کے ہاں دیکھنے کا موقع ملا۔ یہ کتاب سات فصول پر مشتمل اور علم سلوک و طریقت کے موضوع پر ہے۔ اس میں انہوں نے اپنے والد بزرگوار کا نام خواجہ عیسیٰ دہ بیدی لکھا ہے اور حضرت شیخ محمد عابد سناسی کے بعض اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ ابو طاہر سمرقندی نے خواجہ موسیٰ خان کے ایک خلیفہ صدیق کے مزار

(واقع سمرقند) کا ذکر کیا ہے (سمریہ، ص ۱۱۳)۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ موسیٰ خان دہ بیدی کی اولاد میں سے کچھ افراد متوسلین حضرت مظہر سے فیض حاصل کرنے کے لیے ہندوستان آ گئے تھے، چنانچہ لکھا ہے :

کرم خان پسر موسیٰ خان نزد غلام (مولوی ثناء اللہ سنبھلی خلیفہ حضرت مظہر) داخل طریق شدہ و ذکر لطائف خوب نمودہ قدم ہوس می رساند . . .

(لوائح خانقاہ مظہریہ، ۸۵/۳۷)

۲۹۔ حضرت مظہر، خواجہ موسیٰ خان کو لکھتے ہیں : ہمارے پیر بھائیوں میں سے اس وقت ہندوستان میں سوائے مرزا مظہر کے جو ارشاد و تلقین میں مشغول ہیں، کوئی زلدہ نہیں رہا (مجموعہ قریشی ۱۳۷/۲۱۳)۔

۳۰۔ شاہ عبدالحفیظ نے اپنے مرشد کی وفات کے بعد حضرت مظہر سے استفادہ کیا تھا اور توجہات لی تھیں۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا (فصل کشف و کرامات حضرت مظہر)۔

۳۱۔ سن ترمذی ۶۰۰ تحقیق ابراہیم عطوہ عوض، مصر، ۵۷۶/۳، باب زہد ۳۶ نمبر ۲۳۵۰۔

حضرت شیخ محمد عابد سناسی نے حضرت مجدد کے مکتوبات میں سے چالیس مکاتیب کا انتخاب کیا تھا۔ جس پر مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے عربی میں دیباچہ لکھا تھا۔ اس کے کئی خطی نسخے ہاری نظر سے گزرے ہیں چہل مکتوبات کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ دانش گاہ پنجاب لاہور میں بھی ہے۔ شیخ سناسی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

- (۱) رسالہ در حالات شیخ محمد عابد سناسی (قلمی)۔
- (۲) نعیم اللہ بھڑانچی : معمولات مظہریہ اور بشارات مظہریہ۔
- (۳) رافت : جواہر علویہ، ص ۱۰۸ - ۱۰۹۔
- (۴) غلام سرور لاہوری : حدیقت الاولیاء، ص ۱۳۰ - ۱۳۱۔
- (۵) غلام علی دہلوی : ملفوظات شریفہ۔

چوتھی فصل

نسب شریف اور ولادت با سعادت

حضرت میرزا مظہر

مظہر انوار الہی مصدر آثار حضور و آگاہی قیم طریقہ احمدیہ ، محی
سنن لبویہ ، فرید العصر شمس الدین حبیب اللہ حضرت میرزا جان جانان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ - علوی ا سادات میں سے ہیں - آپ کا نسب^۱ شریف
اٹھائیس واسطوں سے بتوسط محمد بن حنفیہ ، حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ
کرہ اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے - آپ کے آباء کرام عظیم امراء میں سے تھے^۲ -
اور ملاطین تیموریہ سے قرابت رکھتے تھے^۳ - اوصاف حمیدہ اور پسندیدہ
خصائل کے مالک تھے - مروت ، عدالت ، شجاعت ، سخاوت اور
کہار دین داری کی وجہ سے معروف تھے - آپ کے اجداد میں سے امیر
عبدالسبحان^۵ جو کہ دو واسطوں سے اکبر بادشاہ کے نواسے^۶ تھے
ظاہری جاہ و شوکت کے باوجود طریقہ چشتیہ میں ان کے احوال خوب
تھے - سحر خیز تھے اور ان کی آنکھیں محبت الہی کی وجہ سے اشک ریز
رہتی تھیں - لوگوں کو مرید کرتے تھے - اور ان کے تمام متوسلین ذا کر
اور تہجد گزار تھے -

آپ کی دادی صاحبہ ، اسد خان وزیر کی دختر تھیں جو اوصاف کاملہ
میں بے نظیر تھیں - اور آپ [کے دادا] کی صحبت کی وجہ سے مذہب اہل
سنت و جماعت اختیار کر لیا تھا - اور الہیں واردات الہیہ کا اتنا بڑا حصہ
ملا تھا کہ وہ جمادات کی تسبیح سنا کرتی تھیں اور محبت خداوندی کے
ذوق و شوق میں اپنے شوہر کی مثل سرشار تھیں - علم ظاہری سے بھی

بہرہ ور تھیں اور مثنوی حضرت مولوی روم کا درس دیا کرتی تھیں۔
رحمۃ اللہ علیہا [۱۶]۔

حضرت میرزا مظہر کے والد :

آپ کے والد ماجد مرزا جان نے جاہ، دولت اور شاہی منصب ترک کر کے فقر و قناعت کی سلطنت اختیار کر لی تھی۔ اور اپنے اسباب جاہ و حشم راہ مولیٰ میں فقراء میں تقسیم کر دیے۔ صرف پچیس ہزار روپے اپنی لڑکی کی شادی کے لیے رکھ لیے۔ لیکن جب انہوں نے سنا کہ ان کے دوستوں میں سے کسی کو رقم کی اشد ضرورت ہے تو وہ تمام رقم اس کو دے دی۔ کہلاتِ انسانی اور اخلاقِ رحمانی میں یگانہ روزگار تھے۔ وفا و حیا اور شکر و صبر آپ کے اوصاف حمیدہ تھے۔

ایک مرتبہ انہوں نے اپنے گھر میں کدو کی بیل لگائی۔ تو ایک کنیز نے کہا کہ آپ تو توکل کے مدعی ہیں لیکن ساتھ ہی یہ کدو کی بیل بھی لگائی ہے۔ کیا دل میں یہ خیال تو نہیں ہے کہ فاقہ کے وقت اس کے ہتے و جڑیں کھا لیں گے۔ ایسا کرنے سے آپ نے اسباب پر اعتقاد کیا ہے۔

آپ نے اس [لونڈی] کے قول کو تعلیم الہی جانتے ہوئے بیل کو جڑ سے اکھاڑ دیا۔ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کر لی۔ اور یادِ خدا ہی کو دونوں جہالوں کا شرف سمجھتے ہوئے حضرت شاہ عبدالرحمن قادری^۹ سے طریقہ قادریہ حاصل کیا۔ جو اپنے قوی جذبات اور تصرفاتِ جلی کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔ اور ان کی صحبت کی ہرکت سے حالاتِ علیہ پر فائز ہوئے تھے۔ اور اپنے اوقات کو ذکر و اطاعت و تلاوت سے معمور کیا۔ ایک بار اُن کے پیر نے آم کھائے جو کھٹے تھے۔ اس لیے انہوں نے اسے زمین پر ٹھوک دیا۔ اس کا شیرہ آپ نے راسخ عقیدت سے اپنی نزاگت و مرزائیت کو ترک کرتے ہوئے اپنی زبان سے مٹی ملا ہوا شیرہ زمین سے اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ اس عمل خاکساری کی ہرکت سے اُن پر خوب کیفیت طاری ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہا^{۱۰}۔

حضرت میرزا مظہر کی ولادت یا سعادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۷ ہجری میں^{۱۱} ہوئی۔ فجر بروز جمعہ ہوئی۔ جبکہ

آفتاب عالم قاب نے نمودار ہو کر دنیا کو منور کیا :

ع "طلوع شمس الملة والدين" ۱۲ اور "تولد صاحب شرع" ۱۳

آپ کی تاریخ ولادت [کے مادے ہیں] ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳ کا زائچہ، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زائچہ مبارک سے صرف دو جگہ مختلف ہے۔ باقی مطابق زائچہ شریفہ ہے، اس لیے رشد و ہدایت کے آثار آپ کی پیشانی سے عیاں تھے۔ اور فہم و ذکا کے الوار آپ کی جبین مبین سے درخشندہ تھے۔ ارباب فراست آپ کی علو فطرت کا مشاہدہ کر کے کہتے تھے آپ اہل کمال کے سردار ہوں گے۔ اور عقل مندوں پر سبقت لے جائیں گے۔

آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ۱۵ کیا۔ اور کم منی کے باوجود آپ کو تقسیم اوقات کی تاکید کرتے تھے، کہ وقت عزیز اور عمر شریف کا کوئی بدل نہیں ہے، اسے بے جا خرچ نہیں کرنا چاہیے۔

آپ کو آداب بادشاہی، فنون سپاہ گری اور ہنروری کے صنائع بھی [۱۷] سکھائے گئے ۱۶۔ [آپ کے والد] فرماتے تھے اگر تم امیر ہوئے تو ارباب ہنر کی قدر کرنا اور اگر جیسا کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ تم فقر و ترک کی زندگی اختیار کرو تو تمہیں اہل پیشہ و ہنر کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس لیے آپ نے ہر ہنر میں مہارت پیدا کی۔ ہر پیشہ کے ہنرور آپ سے اپنے ہنر کی داد لیتے۔ جو [فن کار] بھی آپ سے ملتا وہ اپنے فن کا آپ کو استاد تسلیم کرتا۔

مجھے ایک ثقہ شخص کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ پچاس طرز کی تقطیع سے واقف تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم نے اسلحہ کے فن کو مرتبہ کمال تک پہنچایا تھا۔ کہ اگر بیس آدمی تلواروں سے ہم پر حملہ کریں اور ہمارے ہاتھ میں صرف ایک لکڑی کا عصا ہو ان میں سے ایک بھی ہمیں زخمی نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں ایک مرتبہ نماز مغرب سے فراغت کے بعد بادلوں کی تاریکی میں ایک شخص نے ہم پر خنجر سے حملہ کیا۔ جب بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں ہم نے اس کے ہاتھ سے خنجر چھین کر پھر اس کے ہاتھ میں تھا دیا۔ اس نے ہم پر پھر حملہ کیا۔ ہم نے پھر خنجر چھین کر

اُسے دے دیا۔ اس طرح اس نے سات مرتبہ کیا۔ آخر ہمارے پاؤں پر سر رکھ کر معذرت کی۔

ایک دفعہ ایک مست ہاتھی ہمارے راستے میں آ گیا۔ اور ہم گھوڑے پر سوار دوسری طرف سے آ رہے تھے۔ فیل بان نے فریاد کی کہ اس سے دور رہیں، کنارہ کشی اختیار کریں، ہمارا دل نہ مانا کہ ایک بے جگر حیوان سے مقابلہ نہ کریں۔ ہاتھی نے غضب ناک ہو کر ہمیں اپنی سونڈ میں لپیٹ لیا۔ ہم نے میان سے خنجر نکالا اور اس کی سونڈ پر وار کیا۔ وہ چیخا اور ہمیں دور پھینک دیا۔ اور ہم فضل الہی سے سلامت رہے۔

ایک بار جہاد ۱۷۷۱ء یا شرائط ہوا جب جنگ کی نوبت تیر و نیزہ تک پہنچی تو سردار ۱۸ کو جو کہ ہمارے قریب کے ہاتھی پر سوار تھا، گان گزرا کہ ہم خوف زدہ ہیں۔ اسی وقت ہم نے ایک غزل موزوں کی جسے سن کر وہ بہت متعجب ہوا۔

ہم ابھی نو سال کے ہی تھے کہ ہم نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے ہمارے حال پر بڑی عنایت فرمائی۔ اور ان ایام میں جب کبھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آتا تو حضرت کی صورت مبارک ہمارے سامنے ہوتی۔ ہم نے اپنی ظاہری آنکھوں سے حضرت کو بارہا دیکھا ہے۔ اور ہمارے حال پر بہت التفات فرماتے تھے۔

ایک روز ایک شخص نے ہمارے والد کے حضور میں ذکر کیا کہ قدیم صوفیہ وحدت الوجود کے قائل ہیں، لیکن مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے خلاف وحدت الشہود کو ترجیح دی ہے۔ ان مذاکرات کے دوران ہم نے دیکھا کہ خورشید کی مانند نور ظاہر ہوا ہے۔ اور اس نور میں سے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظہور ہوا۔ مجھے یہاں [مجلس] سے اٹھ جانے کا ارشاد فرمایا۔ ہم نے یہ واقعہ اپنے والد سے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ممکن ہے تمہیں حضرت مجدد کے طریقہ سے فائدہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں غایت درجہ معتدل بنایا تھا۔ اور لو اتباع سنت ہاری طینت میں ودیعت کی گئی ہے۔

ہم ابھی کم سن تھے کہ اپنے والد کے ہمراہ [۱۸]، حضرت شاہ ۱۹ عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے گئے جو کہ ہمارے والد کے پیر تھے۔ ان سے تاثیرات و کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ لیکن نماز میں

تساہل سے کام لیتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہمارے دل میں ان سے نفرت پیدا ہو گئی۔ کیوں کہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تارک قابل اقتداء نہیں ہے۔ مجھے خدشہ تھا کہ میرے والد کہیں مجھے ان سے بیعت ہونے کے لیے نہ کہیں۔

ایک دن ہم نے والد سے پوچھا کہ حضرت شاہ عبدالرحمن نماز میں تساہل کیوں کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ ان پر سکر غالب ہے۔ اس لیے معذور ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ادا نماز کے وقت تو ان پر سکر غالب آجاتا ہے۔ اور امور دیگر کے معاملے میں ان پر صحو کا غلبہ ہوتا ہے۔ آپ نے جھنجھلا کر فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فہم و ذکاہ اس لیے دیا ہے کہ تم ہمارے پیر پر اعتراض کرو؟ البتہ اس گفتگو سے ہماری ان سے بیعت کا اندیشہ دور ہو گیا۔

آپ فرماتے تھے کہ شورِ عشق و محبت میری طینت کا خمیر ہے۔ اور آغاز سے ہی میرا میلانِ طبع مظاہر جمیلہ کی طرف تھا۔ مجھے یاد ہے کہ میں ابھی چھ ماہ کا بچہ تھا تو آیا کی گود سے ایک حسین عورت نے مجھے اٹھا لیا۔ اس کے جلوہ جہاں سے میں بے خود ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ وابستگی ہو گئی۔ اور اس کے دیدار کے بغیر بے قرار رہنے لگا۔ اس کے فراق میں میں روتا تھا۔ میں پانچ سال کا تھا کہ میری عاشقی کا شہرہ ہو گیا۔ اور عوام میں یہ مشہور ہو گیا کہ اس بچے نے عاشقانہ مزاج پایا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ میری محبت کا جذبہ اس قدر رسا تھا کہ معشوقوں کی جسمانی بیماریوں کا ظہور میرے جسم میں ہو جاتا تھا۔ ایک بار ایک جوان^{۲۱} جو میرا منظور نظر تھا، اُسے بخار ہوا تو مجھے بھی بخار ہو گیا۔ اس نے دوا کھائی تو اس دوائی کا اثر مجھ پر بھی ہوا۔

آپ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ نیم چاندنی رات تھی ہمارے گھر کا دروازہ بند تھا۔ کہ ناگہاں وہ جوان آیا۔ اس نے یاسمین کے پھول چنے اور میرے سر پر رکھ کر غائب ہو گیا۔ وہ پھول صبح تک میری چارپائی پر پڑے رہے۔

آپ فرماتے تھے کہ جس نے اپنے چشم و رو عشق کی خاکسارانہ زمین پر نہیں ملے وہ شوقِ مجدہ کی لذت سے محروم رہا کیوں کہ

حدیث کے مطابق ، سجدہ کرنے والا اللہ کے قدم پر ہوتا ہے ۔

بعض تجلیاتِ الہیہ دلربای چشم اور بعض کمند کے حلقوں کی طرح ہوتی ہیں ۔ تجلیات کا ذوق اور تاثیر جلوہ عارض و خال ، وجدانِ محبتِ رسا کے مطابق حاصل کیا جاتا ہے ۔

خواجہ حافظ شیرازی ، شیخ فخر الدین عراقی اور شیخ اوحید [الدین] کرمانی رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے اشعار میں اصطلاحات وضع کر کے تجلیات کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی دلبر حسن عشق کی بے تابی میں مصروف ہے وہ دراصل معشوقِ حقیقی کے جذبہٴ جہال کا ہرتو ہے ۔

[یہ اشعار] آپ کے دیوان میں پائے جاتے ہیں :

جلوہ مفت است اگر دیدہ بینای ہست

این ۲۲ جہان آئینہ آئینہ سیای ست

سہر و مہ ارض و سما آئینہ شکل اندہمہ

[۱۹] میتوان یافت کہ در پردہ خود آرای ہست ۲۳

اسی سلسلے میں عارف جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

برون زد نخیمہ ز اقلیم تقدس

تجلی کرد بر آفاق و انفس

ازان لمعی فروغی بر گل افتاد

ز گل شوری بجانِ بلبل افتاد

رخ خود شمع زان آتش را فروخت

بہر کاشالہ صد پروالہ را سوخت ۲۴

عشقِ مجازی دلوں کی گرمی اور بھی ہوئی آتش الہی ہے بشرطیکہ

دولوں کے درمیان ملاقات نہ ہو ۔ تاکہ وصال کا پانی دل کی حرارت کو

سرد نہ کر دے ۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ جس میں شور انگیز عشق نہیں

اس پر طریقہ حرام ہے ۔ آپ فرماتے تھے کہ الحسن ما حسنہ الشرع و القبیح

ما قبحہ الشرع یعنی خوبی اسی میں ہے جسے شرع میں اچھا سمجھا جائے اور

برائی اسی میں ہے جسے شرع برا قرار دے ۔ اگرچہ پرہیزگاری اور عبادت میں

لور و صفا ہے ۔ لیکن طریقِ محبت سوز و گداز کی وجہ ازواج سے ہے ۔

حدیث شریف میں ہے کہ مغیث نامی ایک شخص ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لونڈی بریرہ پر عاشق ہو گیا تھا۔ اور جب کبھی بریرہ بازار جاتی ، مغیث اس کے پیچھے ہو لیتا ، زار و قطار روتا اور آہیں بھرتا ، اس کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی ۔ حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و سلم کو اس پر رحم آیا ۔ اس کی بریرہ سے سفارش کی کہ تو اس سے نکاح کر لے ۲۵۔ لونڈی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اگر اس باب میں وحی نازل ہوئی ہے تو مجھے قبول ہے ورنہ مجھے اختیار ہے کہ میں اس کی شکل بھی نہ دیکھوں ، عرصہ دراز کے بعد مغیث دردِ عشق میں ہی مر گیا۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عشق کیا ، اسے پوشیدہ رکھا اور عفت کی زندگی گزاری اور (اسی حالت میں) مر گیا تو اس نے شہادت کی موت پائی ۔ اس حدیث کو دارمی ۲۶ نے روایت کیا ہے ۔ (حدیث) من عشق و کم و عف و مات مات شہیداً ۲۷۔

تأثرات محبت کے نوادر بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ایک عاشق آتش بھر سے بے تاب ہو کر دریا میں کود پڑا اس کی معشوقہ کو اپنے عاشق کی موت کی خبر ملی تو وہ بھی ماتم کرتے ہوئے دریا میں کود پڑی شدید جستجو کے بعد دونوں کو اتحادِ جذبِ محبت میں ہم آغوش پایا گیا :

بسیار دیدہ ام کہ یکی را دو کرد تیغ
شمسیر عشق بین کہ دو کس را یکی کند ۲۸

آپ فرماتے تھے ایک عاشق رقابت کی تاب نہ لا سکا اور دیوانگی کی حالت میں اپنے معشوق کو زخمی کرنا چاہا ۔ کسی نے کہا کہ اس کا کیا قصور ہے ؟ یہ تو تیرے دل کا قصور ہے ۔ [یہ سن کر] اس نے اپنا سینہ چاک کیا اور دل نکال کر خنجر سے اس پر اتنے زخم لگائے کہ دل بارہ بارہ ہو گیا ۔

آپ فرماتے تھے ۔ کہ ایک عاشق نے اپنے معشوق کو مجلسِ اغیار میں جانے سے منع کیا ۔ لیکن غرورِ حسن سے اس نے اس کی پروا نہ کی ۔ اور جہاں وہ جالا چاہتا تھا چلا گیا ۔ بے چارہ عاشق دیر تک مارے

غیرت و غم گریبان میں سر ڈالے رہا۔ آتش غیرت سے اس کا ناتواں جسم جل گیا۔ جب اُسے دیکھا گیا تو مردہ پایا۔ معشوق کو اس واقعہ کی خبر ملی تو اس نے بھی حسرت و ندامت سے گریبان میں منہ ڈال اپنے عاشق کے تتبع میں جان دے دی۔ دونوں کو ایک دوسرے کے قریب دفن [۲۰] کر دیا گیا :

دو زخم سوزد اگر جنت ہوس باشد مرا
یک وجب جا از سر کوی تو بس باشد مرا ۲۹

آپ فرماتے تھے۔ ایک مور ایک حسین عورت پر عاشق ہو گیا۔ رقص کرتے ہوئے اس کے گرد چکر لگاتا تھا۔ لوگ ملامت کرتے تھے کہ یہ عورت جانوروں کی معشوقہ ہے۔ عورت کو لوگوں کے طعنوں سے غیرت آئی۔ اس نے مور کو بلایا وہ رقص کرتا ہوا عورت کے پاس پہنچا۔ عورت نے کہا کہ اپنی آنکھ میرے قریب کرو مور نے جو کہ عورت کا جانباز عاشق تھا اپنی آنکھ عورت کی طرف کر دی۔ اس نے گرم سلاخ اس کی آنکھ میں پھیر دی۔ اسی طرح اس نے دوسری آنکھ کے لیے کہا تو عاشق بے تاب نے وہ آنکھ بھی عورت کی طرف کر دی۔ بے رحم عورت نے دوسری آنکھ میں بھی گرم سلاخ پھیر دی۔ مور دیر تک اس کے سامنے زمین پر تڑپتا رہا اور اپنی جان معشوقہ پر نثار کر دی۔ عورت بھی اس ستم ظریفی کی حسرت سے چند روز کے بعد مر گئی۔

فرماتے تھے۔ ایک بے رحم جوان نے فاخنتہ کے جوڑے میں سے ایک کو شکار کر لیا۔ دوسری فاخنتہ دردِ تنہائی کی تاب نہ لا سکی۔ اور اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ اور تنکے لا کر جمع کیے اور شکار شدہ کے پتر بھی فراہم کیے اور اپنی چوہچ میں الکارے لا کر اس پر ڈال دیے، تھوڑی دیر کے بعد آگ جلنے لگی۔ اور اس نے خود کو اس میں جلا ڈالا اور کہا :

مرا چون خلیل آشی در دل است
کہ ہندارم این شعلہ بر من گل است ۳۰

فرماتے تھے کہ موسم بہار میں ایک پھول بلبل کے پنجرے میں لٹکا

دیا گیا۔ ببل نے اپنا منہ برگہ گل پر رکھ کر نالہ ہای موزوں کا آغاز کر دیا۔ زمانہ دراز تک وہ فریاد کرتا رہا پھر ناکہانی طور پر خاموش ہو گیا دیکھا تو اُسے مردہ پایا گیا :

عجب از مردہ نباشد بدر خیمہ دوست
عجب از زندہ کہ چون جان بدر آورد سلیم ۳۱

راقم فقیر [شاہ غلام علی] کہتا ہے کہ میں نے بھی راہ محبت کے بہت سے ایسے سبک رو دیکھے ہیں کہ مذکورات محبت میں محبت کی بھٹی کا شعلہ روشن کیا ہے اور جان دے دی ہے اور کونین سے قطع تعلق کر کے مشاہدہ محبوب میں استغراق حاصل کیا ہے :

اللہم احینی فی حبک و استنی فی حبک و احشرنی فی حبک۔

[یعنی] خداوند کریم مجھے اپنی محبت میں زندہ رکھ ، اپنی محبت میں مار اور میرا حشر بھی اپنی محبت میں کر۔

آپ فرماتے تھے کہ میرے والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا قدم میرے لیے مبارک ثابت ہوا [یعنی ولادت حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ] کہ جس سال تم پیدا ہوئے، اسی سال ہم نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی۔ اور فقر و قناعت کی دولت کو اپنایا۔ پس ان [والد ماجد] کی صحبت سے ہماری طبیعت میں ترک و تجرید سے رغبت پیدا ہوئی۔ اور فقر کو دولت مندی پر ترجیح دی۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم سولہ سال کے تھے کہ شفقتِ پدری سے محروم ہو گئے۔ وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ اپنے اوقاتِ کار کی تقسیم اس قسم کی رکھنا جس سے کسب کمال ہو سکے۔ اور اپنی عمر فضول اشغال میں صرف نہ کرنا۔ والد کے متعلق سمجھیں کہ وہ زندہ ہے، باپ کی زندگی کا مقصد ہنر و کمال حاصل کرنے کی تربیت کرنا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ والد کی وصیت کے احترام میں میں نے اپنے اوقات حصول علم و عمل اور صحبت احباب میں تقسیم کر لیے۔ [۲۱] اور عمر و زندگی سے بھرہ اندوز ہوا۔

فرماتے ہیں کہ والد کے انتقال کے بعد خیر خواہان دنیا نے مجھے

موروث شاہی منصب کا حصول باور کروایا۔ ہم بادشاہ فرخ میر کی ملازمت کرنے کے لیے (اس کے پاس) گئے اتفاق سے بادشاہ کو اس وقت زکام کا عارضہ ہو گیا۔ اور وہ دربار میں نہ آیا۔ اسی شب ہم نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ اپنے مزار سے باہر آئے۔ اور اپنا کلاہ میرے سر پر باندھ دیا۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین ۳۲ قدس سرہ ہی تھے۔ پس ہمارا دل منصب اور جاہ کے حصول سے بے زار ہو گیا۔ اور درویشوں کی زیارت کا شوق غالب آ گیا۔ جہاں کہیں کسی صاحب کمال کا نام سنتا زیارت کے لیے وہاں پہنچ جاتا۔

ایک مرتبہ میں شیخ کلم اللہ چشتی ۳۳ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مشائخ وقت میں سے تھے، کی زیارت کے لیے گیا۔ آپ حدیث کا درس دے رہے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ رات کے وقت جنات میں سے ایک دیو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا۔ آپ نے دعائے حضرت سلیمان علیہ السلام پڑھے بغیر اُسے پکڑنے کا ارادہ فرمایا۔ اس سے میرے دل میں آیا کہ دیکھیں کہ شیخ اس حدیث کی کیا تاویل فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخ کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ کسی دوسرے کے مرید پر اس کے پیر کی اجازت کے بغیر تصرف نہ کرے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں شاہ مظفر قادری کی زیارت کے لیے گیا۔ تو [اس وقت] کسی نے اُن سے پوچھا کہ کیا اس زمانہ میں ابدال و اوتاد موجود ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ زمانہ دوستانِ خدا سے خالی نہیں ہوتا جس کسی کو ابدال کی زیارت کا شوق ہو وہ اس جوان [حضرت میرا مظہر جانِ جالان] کو دیکھ لے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ میں نے ابھی تک طریقہ اختیار نہیں کیا تھا۔ لیکن شیخ نے اپنے نور فراست سے میرے حق میں یہ بات فرمائی تھی۔

فرماتے ہیں کہ میں نے شاہ غلام محمد موحد کی زیارت بھی کی ہے۔ اُن کی خالقاہ صبر و قناعت و زہد و توکل کے اعتبار سے حضرت جنید [بغدادی] رحمۃ اللہ علیہ کی خالقاہ کے مثل تھی۔

فرماتے ہیں کہ میں میر ہاشم جالیسری کی زیارت کے لیے بھی گیا۔
 وہ فرماتے تھے کہ میرے پیر نے پانچ ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا تھا۔
 میر ہاشم کو الہام ہوا کہ تمہاری موت کا وقت قریب ہے اور تمہارا
 مدفن خطہ کشمیر ہے۔ وہ طی ارض کے بعد کشمیر گئے تو وہاں ان کا
 انتقال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اسی طرح آپ کو بہت سے بزرگوں کی صحبت میسر آئی ہے جنہوں نے
 آپ پر نظر عنایت کی۔

حواشی

۱- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ اولاد جو غیر فاطمی ہو علوی (سادات علویہ) کہلاتی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

شرافت نوشاہی : تاریخ عباسی ، قلمی - ایضاً ، انوار السیادت فی آثار السعادت ، قلمی - ایضاً : سعادت علویہ ، قلمی ، مملوکہ سید شرافت نوشاہی ، لاہور - مصحفی نے عقد ثریا میں کسی غلط فہمی کی بنا پر حضرت مظہر کے تعلق سیادت علویہ کی تردید کی ہے (عقد ثریا ، ص ۹۸) -

۲- حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کا نسب بتوسط حضرت محمد بن حنفیہ ، حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح ہے : آپ کے والد میرزا جان جانی بن میرزا عبدالسبحان بن میرزا محمد امان بن شاہ بابا سلطان بن بابا خان بن امیر غلام محمد بن امیر محمد بن خواجہ رستم شاہ بن امیر کمال الدین جوانمرد [جن کا نسب ایسے واسطوں سے محمد بن حنفیہ کے توسط سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے] - نعیم اللہ بھڑانجی : معمولات مظہریہ ، ص ۱۱ ، خود حضرت مظہر کا قول ہے :

”نسب این خاکسار بہ بیست و ہشت واسطہ بتوسط محمد بن حنفیہ بہ شیر بیشہ کبریٰ علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ می رسد“ [کلمات طیبات مکتوبات حضرت مظہر مکتوب اول ، ص ۱۲] -

۳- حضرت مظہر خود لکھتے ہیں :

فقیر کے اجداد میں سے ایک بزرگ امیر کمال الدین آٹھویں صدی ہجری میں کسی تقریب سے [ترک وطن

کر کے] طائف سے ترکستان آئے تھے۔ انہوں نے اس علاقہ کے حاکم کی لڑکی سے جو قبیلہ 'الوس قاقشالاں کا سردار تھا شادی کر لی۔ حاکم کی لرینہ اولاد نہیں تھی اس لیے حکومت کا تعلق ان (امیر کمال الدین) کی اولاد سے ہو گیا (مکتوب اول، مقاماتِ مظہری)۔

۴۔ جب ہایوں نے شاہِ ایران کی مدد سے اپنی گھوٹی ہوئی سلطنت واپس لی تو اس خاندان کے دو افراد امیر بابا خان اور مجنوں خان کو ہمراہ لایا۔ (ایضاً) ہایوں اور اکبر کے عہد میں معزز عہدوں پر فائز رہے۔ لیکن بابا خان نے عہد اکبری میں بغاوت کی تھی جس کی پاداش میں اس خاندان پر اعلیٰ مناصب کے دروازے بند کر دیے گئے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ضمیمہ دوم کتاب ہذا۔

۵۔ نعیم اللہ بھڑانچی: معمولاتِ مظہریہ، ص ۱۴۔

۶۔ ضمیمہ اکبر بادشاہ حضرت میرزا محمد امان را کہ جد کلان حضرت ایشان اند و صلت دست دادہ بود باین راہ جد بزرگوار (امیر عبدالسبحان) ایشان لواءہ خاندان تیمور صاحب قران الد (معمولات، ص ۱۴ - ۱۵)۔

۷۔ مولانا نعیم اللہ بھڑانچی نے انہیں اسد خان وزیر کی خالہ زاد بہن لکھا ہے۔ "ہمشیر خالہ زاد اسد خان وزیر بودند" (معمولاتِ مظہریہ، ص ۱۴)۔

۸۔ گارساں دتاسی نے لکھا ہے کہ عہدہ قضا پر فائز تھے۔ تاریخ ادبیاتِ ہندوستان - ج ۲/۲۹۷ (فرالسیسی) [بحوالہ عبدالرزاق قریشی: میرزا مظہر اور ان کا کلام، ص ۴۴]۔ اورنگ زیب کے دربار سے متوسل تھے۔ شیفتہ کا بیان ہے کہ وہ کسی بات پر اورنگ زیب سے ناراض ہو کر اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے تھے (گلشن بے خار، لکھنو، ص ۱۸۳) لیکن اس بیان کی تصدیق دوسرے ماخذ سے نہیں ہوتی۔ اس سلسلے میں صاحبِ بشاراتِ مظہریہ کا بیان ہے کہ جن دنوں اورنگ زیب تسخیرِ دکن میں مصروف تھا، صوبہ دار ارکاٹ نے بغاوت کی، چولکہ میرزا جان کے صوبہ دار سے اچھے تعلقات تھے اس لیے بادشاہ نے صلح کے لیے انہیں روانہ کیا۔ انہوں نے

اُسے بادشاہ کی اطاعت پر آمادہ کر لیا۔ صوبہ دار نے بہت سے تحائف اورنگ زیب کے لیے بھیجے جو انہوں نے اورنگ زیب کی خدمت میں پیش کر دیے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور کہا بولو کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے منصب میں ترقی چاہتا ہوں۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا کہا تمہیں اپنے اجداد کی نمک حرامی یاد نہیں ہے؟ انہوں نے جواب دیا نمک حرامی اور جانفشانی دونوں یاد ہیں۔ انہی لوگوں کی جانفشانی کا نتیجہ ہے کہ آج ہندوستان کا تخت آپ کے تصرف میں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ خلد مکانی نے مجھے چند وصیتیں کی تھیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ تمہارے خاندان کے کسی فرد کو اعلیٰ منصب نہ دیا جائے۔ چنانچہ مرزا جان نے کہا کہ میں بھی اس خدمت سے دست بردار ہوتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے استعفا دے دیا اور اکبر آباد آ کر گوشہ نشین ہو گئے۔

(لعیم اللہ بھڑانچی : بشاراتِ مظہریہ ، قلمی ورق ۱۸ - ۱۹ بحوالہ عبدالرزاق قریشی : بشاراتِ مظہریہ ، تعارفی مقالہ مشمولہ معارف ، مئی ۱۹۶۸ء ، ص ۳۳۴ - ۳۳۵)۔

اس بیان میں دو تاریخی غلطیاں ہیں ایک تو اورنگ زیب کے زمانے میں ارکاٹ صوبہ نہیں تھا۔ اس لیے صوبہ دار ارکاٹ کی بغاوت بے بنیاد ہے۔ ممکن ہے کسی اور صوبہ دار نے بغاوت کی ہو اور نام غلط کتابت ہو گیا ہو۔ دوسرے خلد مکان خود اورنگ زیب کو کہتے ہیں۔ لیکن اس سے شیفہ کے بیان کی ضرور تائید ہو جاتی ہے لہذا یہ بیان پھر بھی تاریخی سند کا محتاج ہے۔ (ایضاً ، ص ۳۳۵)۔

خود حضرت مظہر کا بیان ہے :

پدرم بہ جرم خان مذکور (بابا خان) کہ در عہدِ اکبر
 مصدر بھی شدہ بود بہ عار کم منصبی گرفتار بود
 (مکاتیبِ حضرت مظہر - مکتوب اول کلماتِ طیبات ،
 ص ۱۲)۔

حضرت مظہر کے ایک اور معتبر خلیفہ میر عبد الباقی نے لکھا ہے کہ آپ کے والد کو اورنگ زیب نے "منصبِ نھدی" دیا تھا

روزی از مقالات والد بزرگوار خود کہ میرزا جان نام داشتند و
 خلد مکان بہ منصب نہصدی بایشان رعایت کردہ نقل می فرمودند،
 (مال الکمال، قلمی، ورق ۵۴ - ۵۵)۔

۹۔ حضرت حاجی عبدالرحمن دہلوی، قادری سلسلہ کی مشہور شاخ
 نوشاہی [بانی سلسلہ حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش مدفون ساہن ہال
 گجرات ف ۵۱۰۶۴] سے تعلق رکھتے تھے اس لیے قادری نوشاہی
 تھے۔ حضرت پیر محمد چچار نوشہروی (ف ۵۱۱۱۹، ۵۱۷۰۷) سے
 بیعت تھے۔ کچھ عرصہ شاہ نتھا سلطان سوہدروی کی خدمت میں گزارا
 (صداقت، مجد ماہ: ثواقب المناقب، قلمی، مملوکہ مولانا شرافت نوشاہی،
 ص ۱۹۶)۔ اپنے شیخ کی وفات ۵۱۱۲۰/۵۱۷۰۸ کے بعد شاہ عبدالرحمن
 دہلی چلے گئے۔ پھر حج کیا (ایضاً، ص ۲۰۲)۔ ایک سال تک
 احمد آباد میں مقیم رہے (ایضاً، ص ۲۰۲)۔ دہلی میں کوچہ
 خاندوران میں سکونت تھی۔ مرآة الغفوریہ میں ہے: حاجی عبدالرحمن
 در دارالسلطنت شاہ جہان آباد در کوچہ خاندوران خواص بادشاہ
 (سکونت دارد) ورق ۱۰۶ ب۔ امام بخش لاہوری: مرآة الغفوریہ،
 روٹو گراف مملوکہ سید شرافت نوشاہی۔ حاجی شاہ عبدالرحمن نے
 اپنے مرید علامہ مجد ماہ صداقت گنجاہی کو رسالہ الاعجاز کے پراگندہ
 اوراق مرتب کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ صداقت نے ثواقب المناقب
 کے نام سے ایک کتاب مرتب کر دی (دیباچہ ثواقب المناقب)۔
 حاجی عبدالرحمن کی ایک تصنیف مثنوی گنج راز (فارسی) بھی ہے۔
 جسے غلام احمد بریاں نے ۵۱۳۱۳ میں مرتب کر کے شائع کیا تھا۔
 حاجی عبدالرحمن کے ایک فرزند میاں عبداللہ تھے (شریف التواریخ،
 جلد سوم، حصہ دوم، ص ۲۳۸)۔ میرزا جان کے علاوہ شیخ عبد الکریم
 دہلوی اور علامہ مجد ماہ صداقت گنجاہی (مصنف ثواقب المناقب)
 بھی حاجی عبدالرحمن کے خلفاء میں سے تھے۔ حاجی صاحب،
 ثواقب المناقب کی تصنیف ۵۱۱۲۷ کے وقت بقید حیات تھے۔
 (ر۔ ک۔ شرافت نوشاہی: شریف التواریخ، جلد سوم، حصہ دوم،
 ص ۲۳۴ - ۲۴۰، قلمی، مملوکہ سید شرافت نوشاہی)۔

۱۰۔ حضرت مظہر کے والد مرزا جان کا انتقال ۵۱۱۳ میں ہوا۔ خود

لکھتے ہیں :

در سال ہزار و صد و سی ہجری انتقال ازین عالم فرمودہ
(کلمات طیبات ، مکتوب اول ، ص ۱۴) -

وہ متعدد علوم کے ماہر تھے - حضرت شاہ عبدالعزیز کا بیان ہے
کہ مرزا محمد زاہد (استاد شاہ عبدالرحیم والد ماجد شاہ ولی اللہ) کہہ
گرتے تھے کہ :

”تقریر میرزا جان ، جان من است“ (مناظر احسن گیلانی :
تذکرہ شاہ ولی اللہ ، ص ۱۸۴) -

میرزا جان کو شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا - جانی تخلص کرتے
تھے - ان کا کلام تذکروں میں نہیں ملتا - ان کے صرف دو شعر
حضرت مظہر کی بیاض خریطہ جوہر میں درج ہیں :

فی صبر و فی قرار و فی امید وصل بار
چوں من کسی بکام دل روزگار نیست
خون شد دل خدنگ تو تا از تو درد مند
آن نیز رفته رفته بہ پہلوی ما نشست

میرزا جان خوبانِ روزگار میں سے تھے - ان کے عہد کے اکثر امراء و
سلاطین ان کے عادات و اطوار کو مند و حجت مانتے تھے - عالمگیر
کے لشکر میں صرف چند اشخاص ہی اس مرتبہ کے تھے اور مرزا جان
ان سب کے مقتدا تھے - کشتی و تیر اندازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے
تھے - فن کشتی میں ان کے بے شمار شاگرد تھے (نعیم اللہ بھڑائی ؛
بشارات مظہریہ ، قلمی ، بحوالہ عبدالرزاق قریشی : بشارات مظہریہ ،
مقالہ مشمولہ معارف ، مئی ۱۹۶۸ء ، ص ۳۳۳) مرزا جان کے تین
لطائف معمولاتِ مظہریہ ، (ص ۱۱ - ۱۴) میں محفوظ ہیں -

۱۶- حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے سالِ ولادت میں اختلاف ہے -
مولانا نعیم اللہ اور حضرت شاہ غلام علی نے ۱۱۱۱ھ اور ۱۱۱۳ھ
دونوں سنیں دیے ہیں - مولانا نعیم اللہ ۱۱۱۱ھ کو ترجیح دیتے ہوئے
لکھتے ہیں :

”ولادت یا سعادت آن ... یعنی حضرت اہشان ...

در سنہ ہزار و صد و یازدہ ہجریست و بقولی سیزدہ چنانکہ حضرت ایشان در مکتوبی نوشتہ اند اما روایت اولی مطابق حساب عقود رشتہ سالگرہ و موافق قول حضرت ایشان ست کہ در عنوان عالی شان دیوان خود بیان فرمودہ گہ امروز کہ ہزار و صد و ہفتاد ہجریست و مدت عمر ہشمت رسیدہ صحیح می نماید“ (معمولاتِ مظہریہ، ص ۵ - ۶)۔

خود حضرت مظہر نے تین مواقع پر اپنا سال ولادت مختلف بیان فرمایا :

(۱) آزاد بلگرامی کو ان کی تصنیف سرورِ آزاد کے لیے جب اپنے حالات بھیجے تو لکھا :

”در عشرہ اولی ماہہ“ ثانیہ بعد الف ولادتیں اتفاق افتاد“ (سرورِ آزاد، ص ۲۳۱)۔ اس کے مطابق سنہ ولادت ۱۱۱۰ھ سے پہلے ہونا چاہیے۔

(۲) اپنے فارسی دیوان کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ اس وقت ۱۱۱۰ھ ہے اور میری عمر ساٹھ سال ہے۔ اس بیان سے سال ولادت ۱۱۱۰ھ یا ۱۱۱۱ھ قرار پائے گا۔

(۳) اپنے ایک مرید کی استدعا پر اپنے حالات اس کو لکھ کر بھیجے اس میں لکھا ہے کہ میری ولادت ۱۱۱۳ھ میں ہوئی (مکتوب اول کتاب ہذا)۔ اسی مکتوب میں اپنے والد کا سال وفات ۱۱۱۳ھ اور اس وفات کے وقت اپنی عمر سولہ سال بتائی ہے۔ تمام تذکرے ان کی اس عمر کے بارے میں متفق ہیں۔ اس لیے ان بیانات کی روشنی میں آپ کا سال ولادت ۱۱۱۳ھ قرار پائے گا (عبدالرزاق : میرزا مظہر، ص ۴۵ - ۴۶)۔ ڈاکٹر خلیق انجم نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ ”مرزا مظہر جانِ جاناں“ میں مختلف شواہد کی بنا پر آپ کا سال ولادت ۱۱۱۰ھ ثابت کیا ہے (خلیق انجم)۔

مرزا مظہر کے خطوط حاشیہ، ص ۱۳)۔ لیکن ۱۱۱۱ھ کو آپ کے مریدین نے ترجیح دی ہے۔ اس لیے اسی کو معتبر سمجھنا چاہیے۔

۱۲۔ ”طلوع شمس الملة والدین“ کے اعداد جمع کرنے سے ۱۱۱۷ھ برآمد ہوتا ہے۔ اس میں ”و“ ضرورت شعری کے طور پر آیا ہے۔ اگر ”و“ کے ۶ عدد خارج کر دیے جائیں تو آپ کا سال ولادت ۱۱۱۱ھ بن جاتا ہے جو دوسرے مادے سے مطابقت رکھتا ہے۔

۱۳۔ ”تولد صاحب شرع“ کے اعداد ۱۱۱۱ھ ہوتے ہیں۔

۱۴۔ حضرت مظہر کے والد آگرہ کی طرف جا رہے تھے کہ موضع کالا باغ (حدود مالوہ) میں حضرت مظہر کی ولادت ہوئی (معمولات، ص ۶)۔

۱۵۔ جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو آپ کے والد نے آپ کی تعلیم کا خود ذمہ لیا۔ اور علوم عربیہ کی تحصیل کے لیے ایک فاضل کو مقرر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہم نے ”عربی اور کلمات درویشی“ کے ابتدائی علوم والد سے سیکھے (بشارات، ورق ۸-۱) اور سن تمیز تک آپ آگرہ ہی میں رہے۔ اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے۔ بقول مولوی نعیم اللہ :

نشو و نمای آنحضرت تا سن تمیز در مستقر الخلافه
اکبر آباد است و صرف ہرگزبدہ عمر در دارالخلافه
شاہ جهان آباد . . . الخ (بشارات، ورق ۱۱-ب)۔

ہم عصر تذکرہ لوہسوں نے بھی حضرت مظہر کے تبحر علم کا ذکر کیا ہے مثلاً گردیزی کا بیان ہے :

”الہیں علم فقہ و حدیث میں حظِ وافر اور کتب
سیر و تاریخ میں بہرہ کامل حاصل تھا“ (تذکرہ
رفعتہ گویاں اور تذکرہ مسرت افزاء وغیرہ)۔

ان حقائق کی روشنی میں مجدد حسین آزاد کا یہ بیان حیرت انگیز ہے کہ :

”مرزا صاحب کی تعلیم عالمانہ نہ تھی مگر علم حدیث
با اصول پڑھا تھا“ (آبِ حیات، ص ۱۳۰)۔

[عبدالرزاق قریشی : مرزا مظہر اور ان کا اردو کلام
ص ۵۱] -

- ۱۶- حضرت مظہر خود فرماتے ہیں کہ: ”ہم نے ’فنون بانک و پشہ‘ کے استعمال میں چودہ سال صرف کر کے مہارتِ تامہ حاصل کی تھی“ :
فقیر چہارده سال در استعمال و اکتساب فنون بانک و پشہ
صرف کرده مہارت تمام حاصل نموده“ (بشارات، ۶ - ب)۔
- ۱۷- اس جہاد کی تفصیلات ہمیں معلوم نہیں ہیں۔
- ۱۸- اس سردار کا نام شیخ مر افراز علی خان پوری تھا۔ مولوی نعیم اللہ لکھنے ہیں :

یک بار بہ نیت جہاد بر لشکر کفار رفتہ بودند در
عین معرکہ در ایجا غزلی گفتند کہ شیخ مر افراز علی خان
پوری کہ امیر لشکر اسلام بودند بسیار آرا پسندیدند
و بر شجاعت ایشان تحسین کردند (بشارات، ورق ۷ - ب)۔

- ۱۹- شاہ عبدالرحمن دہلوی کے حالات سابقہ حواشی میں ملاحظہ کریں۔
- ۲۰- حضرت مظہر کی حسن دوستی کو شعراء کے تذکرہ نگاروں نے عشقیہ داستانیں بنا کر پیش کیا ہے۔ مثلاً مرزا اشرف علی خان نے تذکرۃ الشعراء میں حضرت مظہر کو ایک بازاری عورت کے ساتھ ییت بازی کرتے دکھایا ہے۔ بتدرابن خوشگو نے آپ کو ”عشق نوجوانان“ میں گرفتار بتایا ہے۔ یہ تو آپ کے معاصرین کا حال ہے، متاخرین نے اس حسن پسندی کو حسن پرستی بنا ڈالا۔ لیکن مصنفین یہ بھول جاتے ہیں کہ حضرت مظہر کی زندگی کے مختلف ادوار تھے۔ آپ کا عین شباب تھا کہ آپ نے :

فقیر در ہنگام جوانی بہ تحریک شور عشقی کہ نمک
خمیرش بود لالہ ہای موزوں می کرد۔ (دیباچہ
دیوان مظہر)۔

لیکن جب ہنگام جوانی ختم ہو گیا تو ”تحریک شور عشقی“
مرد پڑگئی۔ سلوک کی منزلیں طے ہونے لگیں۔

(عبدالرزاق قریشی : میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام ،
ص ۷۰ - ۷۱) -

۲۱- تذکرہ نویسوں کی ان غلط فہمیوں کا ہم نے کتاب حاضر کے مقدمہ
میں ازالہ کرنے کی کوشش کی ہے -

۲۲- دیوان حضرت مظہر، طبع اول مطبع مصطفائی، کالپور ۱۲۷۱ھ، ص ۳۰ -
دوسرے مصرعے میں این کے بجائے کین ہے - لیکن مقامات مظہری
کے دونوں مطبوعہ نسخوں میں یہاں ”این“ ہی ہے -

۲۳- مظہر : دیوان مظہر مع خریطہ جواہر ، مطبوعہ مصطفائی ، کالپور
۱۲۷۱ھ، ص ۳۰ - (ترجمہ) اگر تو دیکھنے والی آنکھ رکھتا ہے تو
یہاں جلوہ مفت ہے - اس جہاں کا ماتھا آئینہ ہے - مثلاً مہروماہ ،
ارض و سماء آئینہ کی مانند ہیں - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پردہ
خود آرائی کے پردے میں ہے -

۲۴- (ترجمہ) اس نے تقدس کی اقلیم سے باہر خیمہ لگایا اور دنیا میں اپنا
جلوہ ظاہر کر دیا - اس کی چمک سے پھول روشن ہوا - پھول سے بلبل
میں شور پیدا ہوا (فریاد کرنا) - شمع نے اس آگ سے اپنا چہرہ روشن
کیا - اور ہر گھر میں سیکڑوں پروانے جلا ڈالے -

۲۵- یعنی آزاد ہونے کے بعد نکاح ترمذی شریف میں ہے - حضرت بربرہ ،
حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں - جب انہیں آزاد کیا گیا تو انہیں
اختیار دے دیا گیا کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہیں یا علیحدگی اختیار
کریں ، اس دوران حضرت مغیث رویا کرتے تھے اور کوشش کرتے
کہ بربرہ ان کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو جائیں - لیکن وہ نہ مانیں -
(ترمذی باب ماجاء فی الامۃ تعقی ولہا زوج ، طبع سعید اینڈ کمپنی ،
گراچی ، ۱/۲۱۹) -

۲۶- مستنداری کے مطبوعہ اور مروجہ نسخوں میں یہ حدیث نہیں
مل سکی -

۲۷- البتہ حافظ سیوطی نے جامع الصغیر ۱۶۰/۲ اور مناوی نے حاشیہ
جامع الصغیر ۱۷۳/۲ میں اسے اس طرح نقل کیا ہے - من عشق
نکم و عف فبات فہو شہید (بحوالہ تعلیقات صوفی نامہ نوشتہ غلام حسین

یوسفی ، تہران ۱۳۴۷ خ ، ص ۳۸۶) - نیز قطب الدین عبادی نے
التصنیف فی احوال المتصوفہ (صوفی نامہ) ، ص ۳۰۹ میں ایسے نقل
کیا ہے جو متن مقامات مظہری کے عین مطابق ہے - نیز ملاحظہ ہو :
عبدالرحمن شیبانی : تمییز الطیب من الخبیث ، مصر ۱۳۴۷ھ ،
ص ۱۶۵ -

علی قاری ، مُلا : موضوعات ، ص ۷۳ -

۲۸- یہ تو بہت دیکھا ہے کہ تلوار ایک کے دو ٹکڑے کرتی ہے - لیکن
دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ عشق کی تلوار دو کو ایک کر دیتی ہے -

۲۹- اگر جنت کی خواہش ہو تو دوزخ کی آگ مجھے جلا دے ، میرے لیے
تو آپ کے کوچہ کی نکر پر ایک بالشت جگہ ہی کافی ہے -

۳۰- حضرت خلیل علیہ السلام کی طرح میرے دل میں بھی آگ فروزاں ہے
اور میں اس شعلے کو پھول سمجھتا ہوں -

۳۱- بار کے دروازے پر کسی لاش کا ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے
ہر الوکھی بات یہ ہے کہ کوئی زندہ سلیم کی طرح جان دے دے -

۳۲- حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکلی (سال وفات ۱۴ ربیع الاول
۸۶۳ھ) -

۳۳- حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی متوفی ۱۱۴۲ھ/۱۷۲۹ء -

تفصیل کے لیے دیکھیے تاریخ مشائخ چشت ، ص ۳۶۶ - ۴۲۶ -

آپ کا حضرت نور محمد بداؤنی سے استفادہ

آپ فرماتے ہیں کہ میری عمر اٹھارہ سال تھی کہ ایک شخص نے حضرت سید قدس سرہ (نور محمد بداؤنی) کے کلمات کا ذکر میرے سامنے کیا۔ حضرت کے اوصاف سنتے ہی دل ان کی قدم ہوسی کی سعادت حاصل کرنے کے لیے مشتاق ہو گیا۔ اس آنحضرت کے دیدار معرفت بار کا شرف حاصل کیا۔ انہیں بزرگ پایا، متشرع، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن مبارکہ کا متبع اور خدای سبحانہ کے اخلاق کا پیکر پایا۔ آپ کی صحبت کے انوار مبارک دل کے لیے صفا بخش اور جان کے لیے راحت افزا تھے [۲۲] یقین کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ شاید مقصود اسی جگہ ہے۔ اور مردہ دل کو اطمینان ہوا کہ شہود حق یہیں جلوہ فرما ہے، کس لیے آئے ہو؟ حضرت نے پوچھا، عرض کیا استفادے کے لیے۔ اگرچہ استخارہ کے بغیر تلقینِ طریقہ آپ کی عادت کے خلاف تھا۔ لیکن فضل الہی سے بندہ کے حال پر بلا توقف توجہ فرمائی۔ جس سے میرے لطائفِ خمسہ اسم ذات کا ذکر کرنے لگے۔ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی پہلی توجہ سے لطائفِ خمسہ ذکر الہی سے جاری ہو جاتے ہیں۔ اور سالک تجلی صفائی کا مورد ہو جاتا ہے۔ آپ کی توجہ کی تاثیر سے باطن میں اس قسم کا رنگ آیا کہ آئینہ میں اپنی صورت آپ کی ہیبت شریف کی مثل پاتا تھا۔ جس سے محبت بڑھ گئی اور آپ سے عقیدت راسخ ہو گئی۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت مستفیدوں کے حال پر بہت التفات فرماتے تھے۔ اور ان کی لغزشوں پر الہیں متنبہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز میری نگاہ ایک لاعمرم پر جا پڑی جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو

فرمایا کہ مجھے تم سے زنا کی ظلمت آ رہی ہے۔ شاید تمہاری نگاہ کسی لاعلم پر پڑ گئی ہے۔ اسی وقت میں نے توجہ کی تو اس بے جا نظر کی ظلمت کا اپنے باطن میں معائنہ کیا۔

ایک روز سر راہ میری ایک شرابی سے ملاقات ہو گئی تو حضرت نے فرمایا کہ آج تیرے باطن میں مجھے ظلمت شراب نظر آ رہی ہے۔ شاید تم نے شراب پی لی ہے۔ جب انہوں نے میرے حال پر توجہ کی تو شراب کی کدورت مجھ میں عیاں تھی۔ فرمایا کہ ناسقوں سے ملاقات نور باطن مکدر کر دیتی ہے۔ معاذ اللہ گناہ کے مرتکب کی کیا حالت ہو گی۔

اسی طرح (اپنے) اصحاب کے اعمال کے انوار کے ظہور کا مشاہدہ ان کے باطن میں کرتے تھے۔ اگر میں کلمہ طیبہ کا ورد کر کے حاضر ہوتا تو فرماتے کہ آج تو نے کلمہ طیبہ کا ورد کیا ہے۔ اور اسی طرح اگر درود پڑھ کر جاتا تو فرماتے کہ آج تم سے انوارِ درود ظاہر ہو رہے ہیں۔

ایک روز فرمایا کہ درود پڑھتے وقت اس کا شمار بھی ملحوظ رکھنا چاہیے، بندہ نے عرض کیا کہ اعداد کیسے معلوم ہو سکتے ہیں؟ تو فرمایا کہ انوار سو پتیوں والے پھول کی مثل جدا جدا نظر آتے ہیں۔

فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت کے حکم سے اصل السوس (ملٹھی) کوٹ رہا تھا فرمایا کہ کیا باریک ہو گئی ہے؟ عرض کیا کہ البتہ۔ تو حضرت نے اپنے دست مبارک سے اسے مسل کر فرمایا کہ ابھی باریک نہیں ہوئی ہے۔ تحقیق کر کے گفتگو کرنی چاہیے۔ تاکہ اس طرح جھوٹ کی عادت نہ پڑ جائے۔

آپ فرماتے تھے کہ آنحضرت کی صحبت کی برکت سے بہت تھوڑی مدت میں طریقہ باطن کے حالات و کیفیات حاصل ہو گئے۔ متواتر جذبات حاصل کرنے سے دل غیر کی محبت سے پاک ہو گیا اور حضرت حق سبحانہ کی محبت (دل میں) گھر کر گئی۔ اور کسی کی محبت دل میں نہ رہی۔ شوق کی بے تابی سے نیند، کھانا اور آرام جاتا رہا۔ سر و پا سے برہنہ ویرانوں میں گشت کرتا پھرا۔ بھوک کی شدت سے درختوں کے تھوڑے سے پتے کھا لیتا۔ اپنا زیادہ وقت [۲۷] مراقبہ میں گزارتا۔ نگرانی و انتظار میں دل حقیقت الحقائق کی طرف متوجہ رہتا۔ حضور اور احسان لطیفہ قلب کے موافق

حاصل ہوا۔ اور ان تعبد اللہ کالکے تراہا، یعنی تو اپنے رب کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے، کا مرتبہ (میرے) وصف حال ہوا۔ اور محویت، فنا و بقا اور وصل اور مقصود کی بافت جو کہ صاحبِ دل حضرات میں متعارف ہے حاصل ہوئی۔ دل سے خطرات جاتے رہے اور اسرارِ توحید منکشف ہو گئے۔ تمام لہائات و جہادات محبوب کی صورت میں نظر آنے لگے۔ کبھی وحدت، کثرت میں مشہود ہوتی اور کبھی غیریت کا وہم خیال سے مٹ جاتا اور فوری طور پر گریہ جاری ہو جاتا اور دل میں آہ و نالہای بے تاب بڑھ جاتے۔ اور گریہ یا خوف الہی اور ممنوع امور کے ارتکاب سے ندامت آتی یا ذکرِ جہر کے سوز و گداز سے رقتِ دل میں اضافہ ہو جاتا۔ اصحابِ وجد و حال کی کیفیات کے العکس سے آنسو جاری ہو جانے یا مقامِ جذبہ کی حرارت و بے تاب سے گریہ حاصل ہوتا :

بلبل برگ گلی خوش رنگ در منقار داشت
و اند راں برگ و نوا خوش نالہای زار داشت
گفتش در غین وصل این نالہ و فریاد چیست
گفت ما را جنوۃ معشوق در این کار داشت^۲

وہ وصل جو لطیفہٴ قلب کو اپنے اصل سے ہوتا ہے وہ شوق کی بے تابیوں کا مقتضی ہوتا ہے جو ”جمالِ شہاداں، استماعِ نغبات اور نالہ ہائی ذوق“ کا باعث ہوتا ہے۔ اور کچھ عرصہ اسی ذوق و شوق میں گزرا، سکروستی نے ماسوا (کے تصور سے) بے خبر ہو کر دیا۔ یہاں تک کہ لطیفہٴ قلب کی ”سلطنت“ انجام کو پہنچی اور لطیفہٴ دماغی سے سابقہ پڑا۔ آتشِ شوق ٹھنڈی پڑ گئی۔ آہ و نالہ کی مجال بھی نہ رہی۔ سکوت (اطمینان) اور بے ذوق پیدا ہوئی تو میں نے اپنے حال کی شکایت حضرت سید سے کی۔ تو انہوں نے بڑے قاطعیت سے فرمایا اب وہ کیفیتیں کہاں؟ یہی بے مزگی مبارک ہو۔ اس مقام میں دیگر حالات پر نائز ہوا۔ چنانچہ لطیفہٴ قلب کو جذبات، نگرانی اور انتظارِ خود بخود میسر آ گئے۔ لطائفِ اربعہ اور لطیفہٴ نفسی بھی حاصل ہو گئے۔ اور فنا، نفس، تہذیبِ الخلاق، استہلاک، اضمحلال، زوالِ عین، اثر اور فنا انا حاصل ہوئے۔ صفات و کمالات کو اصل سے منسوب پا کر اپنے کو عدم محض میں مشاہدہ کیا اور اسی مقام کے علوم و معارف حاصل ہوئے۔ نسبت کے انوار نے وسیع ہو کر ہستی کا احاطہ کر لیا۔

جو خطرات لطیفہٴ دماغ سے قلب پر گرتے تھے وہ بھی زائل ہو گئے۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لطیفہ کی تسلیک جدا جدا فرمایا کرتے تھے پھر حضرت مجدد نے لطیفہٴ قلب کی تسلیک و تہذیب کے بعد لطیفہٴ نفس مقرر فرمایا ہے۔ ان دونوں لطائف کے ضمن میں لطیفہٴ روح، لطیفہٴ سر، لطیفہٴ خفی، لطیفہٴ اخفی نور و صفائی اپنے اصل سے فنا و بقا حاصل کرتے ہیں۔^۳

آپ فرماتے تھے [۲۴] کہ ہم نے حضرت سید قدس سرہ سے چار سال تک استفادہ کیا۔ ہمیں اجازتِ تعلیم طریقہ اور تبرک خرقہ شریفہ عنایت فرمایا۔ اور عقیدہ اہل سنت و جماعت، سنت کے مطابق عمل اور بدعت سے اجتناب کرنے کی وصیت کی۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ گلشن^۴ خلیفہٴ حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہا نے مجھ سے پوچھا تمہارے شیخ نے تمہیں کس مقام کی بشارت دی تھی اور سیر و سلوک باطن میں انہوں نے تمہیں کہاں تک پہنچایا تھا۔ اس پر آنحضرت میرے بارے میں جو کچھ فرمایا کرتے تھے اور حالات و وارداتِ مقام کا ادراک میں نے کیا تھا وہ بیان کر دیا تو حضرت شاہ گلشن کو تعجب ہوا۔ اور انکار کرتے ہوئے فرمایا تمہارے پر تو بڑے بلند دعوے کرتے ہیں۔ لیکن یہ نسبت تو مشہور مقابر میں بھی نہیں پائی جاتی۔ تو میں نے اس کی شکایت حضرت سید سے کی، کہ حضرت شاہ گلشن تو آپ کا انکار کرتے ہیں۔ (یہ سن کر) آپ نے فرمایا تم وہاں کیوں گئے؟ ان کا علم خدا کا علم تو نہیں جو ہر چیز کو محیط ہے۔ یا میں کوئی پیغمبر تو نہیں ہوں کہ میرا انکار کفر کا موجب بن جائے اور میں نے ولایت کا دعویٰ بھی نہیں کیا کہ اس انکار سے فسق لازم آئے۔ اس طرح شاہ گلشن سے میری ملاقات تو ترک ہو گئی۔ کیوں کہ (مشائخ کا قول ہے) جو تیرے پر کے بارے میں برا خیال کرے اور تو اُسے اچھا سمجھے تو تجھ سے کتنا بہتر ہے۔

ایک سال کے بعد شاہ گلشن سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ الہوں نے فرمایا کہ تم مجھ سے ناراض ہو؟ کیوں کہ میں نے تمہارے پر کا انکار کیا تھا۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پر کا کمال ہم پر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ ایک روز میں بازار میں بیٹھا تھا

ایک ہالکی سوار وہاں آیا۔ (اس کے آنے سے) تو تمام بازار منور ہو گیا۔ کسی نے کہا یہ تو مرزا جان جانان کے پیر ہیں۔ میں ان کا تعاقب کرتا ہوا ان کے گھر کے اندر چلا گیا۔ تو ان کے گھر کو خالہ خدا کی مثل انوار و صفا سے لبریز پایا، دیواروں اور زمین سے کیفیات الہیہ موجزن تھیں کہ میں نے اکثر قبور کو بھی اس حال میں نہیں دیکھا تھا۔

میں نے حضرت سید کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آج شاہ گلشن نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ جیسا کہ انکار درویشان سے ان پر اثر نہیں ہوا تھا، اسی طرح کلمہ مدح اور اقرار بھی آپ کے لیے خوشی کا باعث نہ بنا۔ کیوں کہ آپ کا نفس قدسی عوام کی مدح اور سوہ ظن سے پاک تھا۔ رضا و تسلیم آپ کی خوبی تھی۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت سید قدم سرہ کی وفات کے بعد میں نے آپ کے مزار مقدس سے اقتباس انوار کا طریقہ اختیار کیا۔ اور چھ سال تک لہارت مزار کے لیے جاتا رہا۔ آپ کی توجہ سے باطنی ترقی ہوئی۔ سلوک باطن، سیر صفات، شیونات اور اصول سے گزر کر معاملہ ”تجلیات اسم ہو الباطن“ تک پہنچ گیا۔ اور نمایاں تغیرات، احوال عجیبہ نسبت باطن میں مشاہدہ کرنے لگا۔

چنانچہ علی کثیری ۵ خلیفہ حضرت مجدد صدیق رحمة اللہ علیہا میرے بارے میں فرماتے تھے کہ حضرت سید کے مزار کی ملازمت سے تمہاری نسبت میں لیا رنگ (رونی دیگر) آیا ہے اور ترقی ہوئی ہے۔ میں نے کہا میں بھی اپنے حالات میں ترقی محسوس کرتا ہوں۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت سید نے خواب [۲۵] میں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے کلمات بے التہا ہیں۔ اس لیے اپنی عمر طلب حق میں صرف کرنی چاہیے۔ قبور سے استفادہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی زندہ بزرگ کی خدمت میں جا کر مقامات قرب حاصل کرنے چاہییں۔ چنانچہ اس حلقے میں آپ کا حکم متعدد مرتبہ صادر ہوا۔ اس لیے میں نے آپ کے حکم کے مطابق بزرگان وقت کی طرف رجوع کیا۔

حواشی

- ۱- فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر ۱/۱۱۳، باب ۳۷ -
برای مراجع دیگر، ر - ک - بہ المعجم المفہرس ۱/۴۶۷ -
- ۲- حافظ شیرازی : دیوان حافظ، طبع بمبئی، مطبع کریمی، ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء، ص ۴۳ -
- (ترجمہ) بلبل خوش رنگ پھول کی پتی چوچ میں لیے ہوئے تھی اور اس حالت میں آہ و زاری کر رہی تھی، میں نے اس سے کہا عین حالتِ وصل میں نالہ و فریاد کا کیا معنی؟ اس نے کہا جلوۂ معشوق نے ہمیں اس کام پر مامور کیا ہوا ہے -
- ۳- مزید تفصیل کے لیے دیکھیے :
مقاماتِ مظہری، فصل مکاتیب (مکتوب ۲۴) -
ابو سعید مجددی : ہدایت الطالبین مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری، امرتسر، ۱۳۴۴ھ -
احمد سعید مجددی : اربع انہار، دہلی -
غلام علی دہلوی : ایضاح الطریقتہ، لاہور -
شاہ ولی اللہ : الطساف القدس مرتبہ عبدالحمید سواق، گوجرانوالہ، ۱۹۶۴ء -
- ۴- حضرت شاہ گلشن متوفی ۱۱۱۴ھ کے حالات شعراء کے تذکروں میں ملاحظہ کریں، چند نام یہ ہیں :
آزاد بلگرامی : سرو آزاد، ص ۱۹۸ - ۱۹۹ -
سرخوش : کلمات الشعراء، ص ۹۶ - ۹۷ -
حسینی : تذکرہ حسینی، ص ۲۸۴ -
خوش گو : سفینہ خوش گو، ص ۱۶۵ - ۱۷۰ -

۵۔ مقاماتِ مظہری کی دونوں اشاعتوں میں یہ نام علی کشمیری طبع ہوا ہے جو سہو کتابت ہے۔ معمولاتِ مظہریہ، ص ۱۵ میں یہ نام علی کثیری ہے جو اس لیے درست ہے کہ یہاں واضح طور سے ان کے نام کے ساتھ ”شیخ العرب“ تحریر ہے۔

۶۔ حضرت شیخ محمد صدیق سرہندی (ف ۱۱۳۱ھ) بن حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی حج کے بعد دہلی میں مقیم ہو گئے اور تبلیغ و ارشاد میں نمایاں کردار ادا کیا۔ بادشاہ فرخ میر آپ کا معتقد تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے :

- (۱) صفر احمد : مقاماتِ معصومیہ ، قلمی ، ورق ۶۰۶ -
- (۲) کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ ، ۲/۲۳۰ - ۲۳۳ -
- (۳) احمد ، ابوالخیر مکی : ہدیہ احمدیہ ، کانپور ، ۱۴۱۳ھ -
- (۴) عبدالحمی : لزمتہ الخواطر ۶/۳۲۲ - ۳۲۳ -

چہنی فصل

آپ کا حضرت حاجی محمد افضل سے استفادہ

فرماتے تھے کہ میں نے حضرت شاہ گلشن! رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی طلب کا اظہار کیا۔ تو فرماتے لگے۔ تمہیں شیخ وقت ہونا ہے۔ اور میں آداب طریقہ کا مقید نہیں ہوں۔ کبھی سماع من لیتا ہوں اور کبھی نماز بے جااعت بھی ادا کرتا ہوں۔ اس لیے تمہیں کسی دوسری جگہ جانا چاہیے۔ پس میں حضرت محمد زبیرؒ نبیرہ و خلیفہ حضرت حجۃ اللہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے حال پر بہت مہربانی کی۔ انہی فرزندؒ سے کہا کہ ایسے حضرات جو آداب ظاہر اور باطن سے آراستہ ہوں ان سے ملاقات لازم ہے۔ میں نے ان کی قدم بوسی کی تو فرمایا کہ تم ہم میں سے ہو اس طریقہ میں صحبت شرط ہے۔ لیکن تمہاری رہائش دور ہے اس لیے تم ہر روز نہیں آ سکتے۔ وہ نسبت جو تم نے حضرت [سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ] سے حاصل کی ہے وہی محکم ہے۔ اگر تم اس کی بہت حفاظت کرو گے تو یہ کفایت کرے گی۔

پس میں نے حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں توجہ کے لیے درخواست کی تو فرمایا کہ تم نے بصیرت سے منازل سلوک طے کی ہیں اور تمہیں مقامات کا کشف حاصل ہے۔ اور ہمیں کشف اور مقامات کا علم نہیں ہے۔ اس لیے استفادہ بطریق احسن نہیں ہو سکے گا۔

آپ فرماتے تھے بظاہر حضرت سے ہم نے استفادہ نہیں کیا لیکن درم حدیث کے دوران آپ کے باطن شریف کے فیوض سے مستفیض ہوا۔ اور نسبت کے اظہار میں قوت پیدا ہو گئی۔

حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ کو درسِ حدیث کے دوران نسبتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور حاصل ہوتا تھا۔ اور انوار و برکاتِ کثرت سے ظاہر ہوتے تھے۔ گویا معنوی طور پر حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہو جاتی۔ اسی اثنا میں توجہ و التفاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مشہود ہوتی اور نسبتِ کمالاتِ نبوتِ انبی و امت کی اتنا اور کثرتِ انوار سے جاوہ گر ہوتی۔ اور اس حدیث شریفہ کہ العلماء ہم ورثة الانبیاء^۴ عنہم السلام (علماء البیای کرام کے وارث ہیں) کے معنی واضح ہو گئے۔ آپ شیخ الحدیث اور از روی صحبت میرے پیر ہیں۔ میں نے آپ کی خدمت میں رہ کر بیس سال تک آپ سے ظاہری و باطنی فوائد حاصل کیے ہیں۔ ۵۔

حضرت خواجہ محمد زبیر کی وفات کے بعد جو کہ قطبِ ارشاد تھے، شیخ محمد اعظم^۶ خلیفہ حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ [۲۶] نے کہا کہ مرتبہ قطبیت حضرت خواجہ محمد زبیر سے مجھ میں منتقل ہو گیا ہے۔ اور ارشاد کی نہر جو ان کے سینے میں جاری تھی اب مجھ میں رواں ہو گئی ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ ان کا منہ تو دیکھو! وہ مرتبہ تو مرزا جانِ جانان گو عنایت ہوا ہے جو کہ اس وقت ان کے طریقہ کے مدار ہیں۔ ان کی خدمت میں طالبوں کی کثرتِ رجوع اس مدعا کی دلیل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان کے اصحاب مقاماتِ ارجمند پر فائز ہیں اور ان کا افاضہ ہر روز ترقی پذیر ہے۔

فرماتے تھے کہ ایک شخص نے حضرت حاجی محمد افضل کے حضور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صحرا جو کہ آگ سے بھرا ہوا ہے۔ اور کشن اس آگ کے اندر ہے۔ اور رام چندر اس آگ کے کنارے کھڑا ہے۔ کسی شخص نے اس خواب کی تعبیر میں کہا کہ کشن اور رام چندر جو کہ کفار کے بڑے تھے انہیں دوزخ کی آگ میں عذاب ہو رہا ہے۔ تو میں نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر اور ہے وہ یہ کہ سابقین میں سے کسی معین شخص پر کفر کا فتویٰ دینا جس کے بارے میں شرع خاموش ہو۔ جائز نہیں ہے۔ کتاب و سنت ان دونوں کے احوال سے ماگت ہیں۔ اور اس آیت شریفہ و ان من امة الاخلا فیہا نذیر (ہر امت میں کوئی نہ کوئی خوفِ خدا دلانے والا ہوا ہے) سے ظاہر ہے کہ اس قوم

(جماعت) میں بھی کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا گزرا ہے۔ ایسی صورت میں ان کے ولی یا نبی ہونے کا احتمال ہے۔^۸

تخلیق کائنات کے وقت رام چندر کو جن پیدا کیا گیا۔ اس وقت عمر دراز اور طاقت بہت زیادہ ہوتی تھی۔ وہ اہل زمانہ کو سلوک کی نسبت سے تربیت کرتا تھا۔ اور کشن ان میں سے آخری بزرگ ہے۔ اس کے زمانے میں پہلے کی نسبت عمر کم اور طاقت میں ضعف آ گیا تھا۔ اور وہ اہل زمانہ کو نسبت جذبی سے ہدایت کرتا تھا۔ غنا و سماع جو اس سے بکثرت منقول ہیں، اس کے ذوق و شوق نسبت جذبہ کی دلیل ہے۔ پس حرارت نسبت عشق و محبت جو صحرا میں آتش کی مانند نمودار ہوئی وہ کشن کے استغرق محبت کی کیفیت تھی۔ اس لیے اُسے آگ کے اندر دکھایا گیا ہے۔ اور رام چندر جو کہ راہ سلوک پر تھا اُسے اس کے کنارے پر دکھایا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بہت پسند کیا اور اس تعبیر سے خوش ہوئے — فقیر راقم (شاہ غلام علی) کہتا ہے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ابو صالح خان متھرا گئے تو انہیں ایک ایسی ضرورت پیش آئی جو سات روپے میں پوری ہو سکتی تھی۔ ایک شب وہ نماز تہجد میں مصروف تھے ایک شخص جس کی شکل ہندوؤں کی بیان کردہ ہیت کشن کے مطابق تھی ظاہر ہوا اور سلام کر کے رقم پیش کی۔ میں نے کہا (اشارہ کیا) ٹھہر! میں نماز سے فارغ ہو جاؤں۔ نماز کے بعد میں نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کشن اور یہ سات روپے آپ کی نذر ہیں کہ آپ ہمارے شہر میں آئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا میں مجددی (مسلمان) ہوں حضرت مجدد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیغمبر، میرا وسیلہ اور میری حاجات کی برآری کے لیے کافی ہیں۔ میں بے گانوں کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ کشن نے روئے ہوئے کہا کہ نبی [۲۷] آخر الزمان [صلی اللہ علیہ وسلم] کے جو اوصاف، اخلاص اور آپ کی اتباع کے بارے میں میں نے جو سنا تھا اس سے زیادہ میں نے (آج) مشاہدہ کیا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ حاجی صاحب کی نسبت شریفہ میں وحدانیت کا ظہور [بے رنگی] اور لطافت (ایسی) تھی۔ کہ ارباب ولایت اس کے ادراک سے عاجز تھے۔

ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ تو فرمایا کہ آج میری محفل میں حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ایک شخص بیٹھا ہوا تھا (کہ اتنے میں) ان کے اصحاب میں سے ایک اور شخص بھی آ گیا۔ دونوں نے مراقبہ کیا اور آپس میں گفت گو کی کہ میرے اور تمہارے باطن میں نسبت اور کیفیات ظاہر ہیں۔ لیکن حضرت حاجی صاحب کے باطن پر ہم نے نظر عمیق ڈالی تو کچھ بھی ظاہر نہ ہوا۔ میں (حضرت مظہر) نے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے حضرت محمد زبیر کے پر اور حضرت شیخ عبدالاحد (رحمۃ اللہ علیہما) سے سالہا سال تک نسبت باطنی کا کسب کیا ہے (اس لیے آپ میں) جو نسبت ”ہیات علوی“ اور لطافت پیدا ہوئی ہے۔ کمزور نسبت والے ان مقامات عالیہ کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں؟ اور معاملہ کی حقیقت تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ ان لوگوں کو (عام) نسبت ذوق و شوق کی حرارت کا احساس ہو سکتا ہے۔ پس کارخانہ نسبت خالدان احمدیہ (مجددیہ) صوفیہ کے متعارف طریقہ سے ماورا ہے۔ اور کہالات الہیہ کا ظہور ان میں ہراگندہ ہے اور ان کی عقل کے احاطہ سے مبرا ہے۔ جیسا کہ (قرآن پاک میں) آیا ہے۔ لا یحیطون بہ علماء؟ (ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا)۔

میری اس تقریر پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب پر فنا و نیستی غالب تھی۔ لوگوں کی لفظوں کی معقول تاویل کر کے انہیں معذور قرار دیتے تھے۔

مجھے یہ نصیحت حضرت سے ہی حاصل ہوئی ہے۔ اور اس قسم کے بہت سے فوائد کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا ہے۔

حواشی

- ۱- تفصیل کے لیے ہانچویں فصل کا حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ کریں۔
- ۲- حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۱۱۵۲/۵۱۷۳۹)۔
- ۳- حضرت خواجہ محمد زبیر کے چار فرزند تھے۔ یہاں اس فرزند کا نام نہیں لکھا گیا جن سے حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے استفادہ کیا۔ خواجہ زبیر کے فرزندوں میں سے خواجہ عزیز فرزند کلاں تھے۔ ممکن ہے ان سے حضرت مظہر ملے ہوں۔ (خواجہ محمد زبیر کے حالات اور اولاد کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو روضۃ القیومیہ، رکن چہارم، ص ۲۷۷)۔
- ۴- فتح الباری شرح صحیح بخاری ۱/۱۶۰ لفظ ”ہم“ متون حدیث میں نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو:
- ابو داؤد (علم ۱)۔ ابن ماجہ (مقدمہ ۱۷)۔ دارمی (مقدمہ ۳۲)۔ مسند احمد بن حنبل ۵/۱۹۶ (بحوالہ المعجم المفہرس ۳/۳۲۱)۔
- ۵- تفصیل کے لیے دیکھیے حواشی (فصل سوم)۔
- ۶- شیخ محمد اعظم کے فصل سوم کے حالات حواشی میں ملاحظہ کریں۔
- ۷- القرآن (فاطر) ۲۴/۲۵، یہاں متن مقاماتِ مظہری میں سہو کتابت سے ”امت“ کی بجائے ”قریبہ“ لکھا گیا ہے جبکہ اس قسم کی کوئی آیت نہیں ہے۔
- ۸- یاد رہے یہاں حضرت مظہر نے رام چندر اور کشن کے ولی یا نبی ہونے کا قیاس کیا ہے۔ عصر حاضر کے بعض محققین خصوصاً ڈاکٹر محمد عمر نے نامعلوم اس قیاس کو حضرت مظہر کا عقیدہ قرار دیتے

ہوئے کیوں لکھ دیا ہے کہ آپ الہیں نبیوں کا درجہ دیتے تھے -
(برہان ، دہلی ، جون ۱۹۶۸ء ، ص ۳۸۳) -

تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ کتاب ہذا تحت عنوان حضرت مظهر
اور ہندومت - نیز مکتوب ۱۴ شامل مقامات مظہری -

۹۔ القرآن (اطہ) ۱۱۰/۲۰ -

ساتویں فصل

حضرت میرزا مظہر کا حضرت حافظ سعد اللہ سے استفادہ

آپ فرماتے تھے کہ میں نے جناب حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ کا فیض حاصل کرنے کے لیے درخواست کی تو استخارہ کرنے کا حکم دیا۔ استخارہ سے ”ہو المراد“ معلوم ہوا۔ پس میں نے صحبت کا التزام کیا اور کفش برداری کی خدمت اختیار کی۔ اس خدمت کی برکت سے بہت فوائد حاصل ہوئے۔ اور ہر روز باطنی الوار میں ترقی محسوس کرتا تھا۔ اور نسبت میں وسعت زیادہ ہو گئی۔ حضرت حافظ صاحب کبرسنی کے ضعف کی وجہ سے جب کہ آپ کی عمر اسی سال سے زیادہ ہو گئی تھی، طالبوں کے حال پر توجہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب صبح کے وقت کلام اللہ کا ایک سیپارہ پڑھتے تھے۔ اور استفادہ کرنے والے ان کے گرد حلقہ بنا لیتے تھے۔ اور قرآن مجید کے سننے سے ترقی کرتے تھے۔ اس طرح میں نے بارہ سال تک آپ کی صحبت مبارک کے فیوض سے استفاضہ کیا۔ اور اپنے حال میں بے شمار عنایات کا مشاہدہ کیا (یہاں تک کہ) آپ اپنے مریدین کے (باطنی) احوال مجھ سے پوچھتے تھے۔ میں جو کچھ عرض کرتا اُس کی تصدیق فرماتے [۲۸] تھے۔ اور اپنے اصحاب کی تربیت کے لیے مجھے حکم فرماتے کہ الہیں مسائل شریعت و طریقت کی تلقین کرو۔

ایک مرتبہ آپ کے ہاں صلحاء کا مجمع تھا۔ حضرت خواجہ محمد ناصر (عندلیب) رحمۃ اللہ علیہ بھی آئے ہوئے تھے۔ احوال نسبت کی دریافت کے لیے

حضرت نے ان کے احوال پر توجہ کی تو میں نے خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا :

ہر گس کہ دید روی تو پوشید چشم من
کاری کہ کرد دیدہ با بی بصر نکرد

تو فرمایا کہ ان کی نسبت انتہائی لطافت و قوت کے ساتھ جلوہ فرما ہے۔ اور ان کے کبالات الوار سورج کی مثل ظلمت کو دور کرنے والے ہیں۔ جس کے بیان کی حاجت نہیں ہے۔

حضرت میرزا صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم نے ایک امیر جو کہ ہارا ارادت مند تھا، کے لشکر کی لگہبانی کے لیے جسے دشمنوں کے ساتھ مہم درپیش تھی، لشکر کی حفاظت کے لیے دعائے حزب البحر پڑھی تاکہ اسے فتح حاصل ہو سکے۔ اور حضرت حافظ صاحب اور پیران کبار کی باطنی امداد سے لشکر محفوظ اور فتح مند رہا۔ اور دشمن ہشیانی کے ساتھ فرار ہو گیا۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت سے میرے استفادہ کے بعد خلقِ کثیر نے رجوع کیا۔ امراء و اغنیاء بڑی کثرت سے حاضر خدمت ہوتے تھے۔

لواب خاں فیروز جنگ^۲ بھی آپ سے بیعتِ ارادت رکھتے تھے۔ وہ گسبِ فیض کے لیے ہر روز جمعیتِ حلقہ میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کی خالقاہ میں بہت درویش جمع ہوتے تھے۔ اسی افراد پر روز آپ کے مطبخ سے کھانا کھاتے اور وظیفہ خوار تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت اظهار کلمۃ الخیر اور سفارش (سفارشی رقعات بنام امراء) کرنے میں بہت مصروف رہتے تھے۔ (یہاں تک کہ) حاجت مندوں کی حاجت برآری کے لیے امراء کے ہاں تشریف لے جاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی ارادت مند حضرت کی اجازت کے بغیر کسی مزار کی زیارت کے لیے چلا جاتا تو آپ کو بہت غیرت آتی تھی اور وہ اپنے باطن میں فتور محسوس کرنے لگتا اور جب تک عذر نہ کرتا اس کی نسبت درست نہیں ہوتی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے ایک روز عرض کیا اس طریقہ میں ترقی کا مدار مرشد کی توجہ پر ہے۔ اور آپ نے سالہا مجھے صرف ایک ہی توجہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ لیکن میرے دل میں ہمیشہ اس (مزید ترقی) سعادت کی آرزو رہی ہے۔ میری جرات پر آپ میں بڑا تغیر رونما ہوا اور میرے ظاہر و باطن میں خاصا

تغیر پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں تین ماہ تک بیمار رہا آخر جب آپ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں رو بہ صحت ہوا اور میری نسبت بحال ہوئی۔

آپ فرماتے تھے چوں کہ بڑھاپے کے ضعف کی وجہ سے طالبوں کے حال پر توجہ نہیں فرما سکتے تھے۔ اس لیے میں نے شیخ الشیوخ حضرت مجدد عابد قدس سرہ کی طرف رجوع کیا۔ اور حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا رہا حافظ صاحب کے خلیفہ شیخ صبغۃ اللہؒ نے یہ خبر پہنچا دی۔ آپ کے دل میں (میرے بارے میں) ملال پیدا ہو گیا۔ [۲۹] فرمایا کہ تم نے یہاں فیوض و برکات و تاثیرات میں کیا دیکھ کر دوسری جگہ رجوع کیا؟ میں نے عرض کیا۔ کہ میرا مقصود ذات خدا اور نسبت علیا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور ان کا حصول توجہاتِ عالیہ پر موقوف ہے۔ اور آپ جہانی ضعف و ناتوانی کے سبب ایسا نہیں کر سکتے اس لیے میں نے آپ کے بھائیوں میں سے ایک کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور میرا اخلاص و بندگی راسخ ہے۔ لیکن اس عرض داشت کے باوجود آپ کا ملال رفع نہ ہو سکا۔ آپ کی وفات کے بعد میں آپ کے مزار پر حاضر ہوا تو انہیں ناخوش پایا (یہاں تک کہ) مجھ سے روگرداں ہو گئے۔ کئی سالوں کے بعد صبغۃ اللہ نے مجھے بشارت دی کہ حضرت نے مجھے خواب میں بتایا ہے کہ ہم میرزا صاحب سے راضی ہیں جو کچھ انہوں نے اختیار کیا وہی خدا کی مرضی تھی۔ تو میں شکر کے سجدے بجا لایا کہ اہل حقوق کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمیٰ ہے۔ سبحانہ۔

فقیر راقم (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ حضرت مجدد زبیر کے اصحاب میں سے ایک نے ان کی وفات کے بعد حضرت شیخ مجدد عابد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا تو اس نے آپ کی روح کو ناخوش پایا بلکہ انہوں نے اس پر تلوار اٹھائی۔ اس نے حضرت شیخ کی پناہ چاہی تو حضرت مجدد عابد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا کہ ناخوشی کس بات پر ہے؟ کہ طلب حق کے لیے ایک شخص نے آپ کے خاندان ہی کے ایک فرد سے رجوع کیا ہے۔ اسے معذور جاننا چاہیے۔

شیخ جلال پانی پتیؒ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے مجھ سے بیعت کی۔ تو اس نے خواب میں کہا کہ حضرت (جلال پانی پتی)

فرماتے ہیں کہ، تو نقشبندی کیوں ہو گیا ہے اور میرا طریقہ کیوں چھوڑ دیا ہے ؟

یہ محض مزاج کی رنجشیں ہیں۔ حالانکہ بعض مرشدوں نے اپنے مستفیدوں کو دوسرے بزرگوں کے پاس بھیجا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت نے اپنے پیر کے حکم سے اکابر سے استفادہ کیا ہے۔ جس کسی نے جس بزرگ کے پاس نفع زیادہ دیکھا یا اشغال طریقہ سیکھے اور کوشش کی اور وہ اپنے پیر کی خدمت بجا لایا، تو اگر اُسے مقصود حاصل نہ ہوا یا بعد مسافت اور دوری کی وجہ سے طالب استفادہ سے معذور ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ دوسرے شیخ کے پاس جائے۔ اور فیض الہی سے محروم نہ رہے۔

فرماتے تھے کہ ایک شب خواب میں، میں نے بہشت کو دیکھا تاکہ وہاں البیاء علیہم السلام کی جماعت نمودار ہوئی۔ اور حضرت حافظ صاحب ان اکابر کے آگے آگے جا رہے تھے۔ مجھے تعجب ہوا کہ آپ کے اس طرح آگے چلنے کی کیا وجہ ہے؟ تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے منیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف فرما ہیں اور وہ آنجناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں۔

حواشی

- ۱- ر - ک - بہ مقدمہ کتاب ہذا ، ص ۱۱۶ -
- ۲- حافظ : دیوان ، (طبع بمبئی ، ص ۷۹) میں یہ شعر اس طرح ہے :
 ہر کس کہ دید روی تو بوسید چشم من
 کاری کہ کرد دیدہ من بی نظر نکرد
 (ترجمہ) جس نے تیرے چہرے کو دیکھا اس نے میری آنکھ چوم
 لی ، آنکھ نے وہ کام کیا جو میں کم نظر نے نہ کیا -
- ۳- ر - ک - بہ فصل سوم ، حاشیہ نمبر ۱۷ -
- ۴- شیخ محمد بن محمود جلال الدین محمود ہانی ہتی (ف ۶۵-۵) ملقب بہ
 گبیر الاولیاء ، شیخ شمس الدین ترک ہانی ہتی کے جانشین تھے - انہیں
 بڑی مقبولیت ہوئی (معارج الولايت ، قلمی ، ورق ۱۹۴ ب) - ان کے
 مشہور خلفاء میں شیخ احمد عبدالحق ردولوی قابل ذکر ہیں -
 حضرت مظہر کے نام ور خلیفہ قاضی ثناء اللہ ہانی ہتی ، انہی
 شیخ جلال ہانی ہتی کی اولاد میں سے تھے (حدیقة الاولیاء ،
 ص ۸۶ - ۸۷ - میر الاقطاب ، ص ۱۹۷ - ۲۱۵) -

آہوں فصل

آپ کا حضرت شیخ مجدد عابد سے استفادہ

آپ فرماتے تھے اس مقام کے ولایاتِ ثلاثہ [۳۰] ، کیفیات ، علوم اور وارداتِ فضلِ الہی سے حضرت سید (نور مجدد ایونی) قلم سرہ سے حاصل ہو گئے اور کمالاتِ ثلاثہ و حقائقِ سبعہ وغیرہ کا سات سال تک حضرت شیخ سے کسب کیا۔ اس کے بعد اول سے آخر تک دوسری مرتبہ ایک سال کی سیرِ مرادی سے جمیع مقامات سے گزر ہوا۔ اور ہر مقام کی کیفیات و حالات کو نئی قوت ملی۔ اور مقاماتِ عالیہ مجددیہ میں جو ذکر کیفیات ہے ، حاصل ہوا۔ فرماتے تھے کہ وارداتِ توحید کے ظہور سے اذواق و اشواق کا حاصل ہونا ولایات میں تھا۔ ان مقامات میں تمام احوال و مواجید زائل ہو گئے اور عشق و محبت کا جوش و خروش جو کہ تجلیاتِ صفات کا مقتضی ہے ، تجلیاتِ ذاتی میں فنا ہو گیا۔ فقر اور عبودیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور نسبتِ عینیت و اتحاد با رابطہٴ ظلمت جو کہ دنیا کو اس کے بنانے والے کے ساتھ ثابت کرتے ہیں ، حضرت ذات پاک کے غایت تنزیہ سے مسلوک ہو گئی۔ یہ تمام شعبے سکر حال کے غلبے کی وجہ سے تھے۔ اس مرتبے میں نسبت کے بغیر (مقام) بندگی حاصل نہیں ہوتا۔ مالتراب و رب الارباب (مٹی اور رب الارباب میں کیا نسبت!)۔

اس مقام کے حقائق و معارف (دراصل) عقائدِ حقہٴ اسلام ، شریعت اور احکام ہیں اور اس میں یقین ، اتصال بے کیف ، احوال بے رنگ اور لطائفِ نسبت کی فوری ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوبات میں بیان فرماتے ہیں کہ ان مقامات کے ہر مرتبہ میں بے کیفی و بے رنگی حاصل ہوتی اور مقاماتِ سافلہ میں فیوض

کا ورود بڑے بڑے قطرات والی بارش کی مثل تھا جو اس مقام پر لطیف ہو گیا اور آخر میں شبم کی شکل اختیار کر گیا۔

آنحضرت (شیخ محمد عابد) کی توجہات کی برکات میں چونکہ نہایت یرنگی ہے۔ اس لیے ادراک میں بہت کم آتی ہیں۔ بلکہ احوال کے آخر میں آپ کی صحبت شریف میں ایک خاص اسلوب کی صفائی حاصل ہو گئی اور کسی قسم کا ذوق اور کیفیت باقی نہیں رہی۔ کیفیات کی عدم دریافت کے بارے میں میں نے حضرت سے سوال کیا تو فرمایا کہ اس کے بارے میں اندیشہ کو راہ نہیں دینی چاہیے اس میں فیضان الہی مسلسل پہنچتا رہتا ہے۔ اگرچہ اپنی نہایت بے رنگی کی وجہ سے ادراک میں نہیں آ سکتا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک حوض پر نالے سے بھر رہا ہو جب تک وہ خالی رہے گا آواز آتی رہے گی اور پانی کا احساس ہوگا اور جب بھر جانے کا اور پانی پر نالے تک پہنچ جانے کا تو پھر اس میں جو پانی گرے گا اس کی آواز نہیں آنے گی۔

آپ فرماتے تھے حضرت شیخ کی توجہ سے (میری) باطنی نسبت میں اتنی وسعت پیدا ہو گئی کہ نظر کشفی اس کے ادراک سے عاجز تھی اور تسلیک مقامات طریقہ کی ایسی قوت حاصل ہوئی تھی جس کا اظہار محض خود بینی اور فخر کرنا ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ حضرت شیخ میرے حال پر بہت عنایت فرماتے تھے کہ آپ کے اصحاب میں سے کسی کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہو سکی تھی، مجھے اپنی ضمانت سے سرفراز فرمایا تھا۔ [۳۱] اور مجھے اپنے فیوض و برکات میں شریک کر کے ایک روز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ رات ہم پر جن کلماتِ جدیدہ اور فیوض تازہ کا احسان کیا ہے ان کو سابقہ تمام کلمات و واردات پر ترجیح حاصل ہے۔ میں نے عرض کیا ابھی رات باقی تھی کہ ان تمام تفضلات الہیہ جو آپ کے باطن پر ہوئے بندہ کو بھی آپ کے توسل اتحاد و محبت سے اپنے باطن میں عجیب احوال کا احساس ہوا۔ فرمایا تم سچ کہتے ہو تمہیں میرا ضمنی بنا یا گیا ہے، قدرت کا ہر عطیہ و کرامت جس سے مجھے نوازا گیا ہے، اس کا بہت بڑا حصہ اور حظ کامل تمہیں بھی حاصل ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو چند اعزاز سے ممتاز کیا تھا۔ ایک یہ کہ کبریٰ کی ضمانت جو کہ بہت عالی مقام ہے اور یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مختص ہے۔ چنانچہ یہ

حدیث شریف ان معانی پر دلالت کرتی ہے :

ما صب الله فی صدری شیئاً الا صبیبۃ فی صدر ابی بکرؓ .

(اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی میرے سینے میں ڈالی ، میں

نے وہ ابوبکر کے سینے میں ڈال دی) ۔

دوسرے یہ کہ جو کوئی بھی حضرت کی قبر کے جوار میں دفن ہوگا جہاں تک حضرت کی نظر کام کرے گی وہ بخشا جائے گا ۔ سوم جو کوئی حضرت کو دیکھے گا وہ بھی بخشا جائے گا ۔ چہارم آپ کی سیر کو مرادی بنا دیا گیا تھا ۔ پنجم یہ الہام ہوا کہ اس وقت آپ کے حلقہ پر تجلی ذاتی فائض ہے ۔ میں (میرزا مظہر) نے عرض کیا کہ الحمد للہ فقیر بھی اس حلقہ میں حاضر ہے تو فرمایا کہ تمہاری سیر کو بھی مرادی بنا دیا گیا ہے ۔ تمہارے حلقہ پر بھی تجلی ذاتی وارد ہے ۔ اس عطیے کا شکر بجا لانا چاہیے ۔

آپ فرماتے تھے میں نے خاندان قادری میں اجازت کے لیے عرض کی تو فرمایا ہم تمہیں اس خاندان کی اجازت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلواتے ہیں ۔ اور جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے ۔ میں نے آپ کے حکم کے موجب مراقبہ کیا تو دیکھا کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ عالی میں اصحابِ عظام اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ تشریف فرما ہیں ۔ اور حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھڑے ہیں ۔ حضرت شیخ نے جناب مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مرزا جانِ جانان خاندان قادریہ کی اجازت کے امیدوار ہیں ۔ فرمایا کہ اس امر میں سید عبدالقادر سے رجوع کرو ۔ پس انہوں نے حضرت شیخ کے التماس کو قبول کر کے بندہ کو خرقہ تبرکاً عطا کیا اور اجازت سے ممتاز کیا اور مجھے اپنے باطن میں نسبت شریفہ قادریہ کے حالات و برکات کا احساس ہوا اور میرا سینہ اس کے انوار سے لبریز ہو گیا ۔ نقشبندی نسبت میں اضمحلال (وارفتگی) اور ربودگی (شیفتگی) بہت ہے اور قادری نسبت میں صفا اور انوار کی چمک ہے ۔

آپ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ [۳۲] نے مجھے طریقہ قادریہ ، چشتیہ اور صہروردیہ کی اجازت سے بھی سرفراز فرمایا تھا اور خواجہ قطب الدین

قدس سرہ کی نسبت سے ہمیں نسبت چشتیہ ملی ہے۔ فرماتے تھے کہ بعض اوقات خاندان چشتیہ کی نسبت کا جب ظہور ہوتا ہے تو سماع اچھا لگتا ہے اور عشق و محبت کا سوز و گداز جو کہ اس کے اکابر کی نسبت کا لازمہ ہے میرے باطن کے رنگ پر غالب آ جاتا ہے۔ ایک شب فقیر راقم (شاہ غلام علی) عشاء کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور خلوت تھی کہ غایت کیفیات و حالات میں حضرت (میرزا مظہر) تنہا گنگنا رہے تھے۔ اور انتہائی گریہ طاری تھا۔ جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو فرمایا کہ اس وقت چشتی بزرگان رحمۃ اللہ علیہم کا ظہور تھا۔

فرماتے تھے حضرت حافظ سعد اللہ کی وفات کے بعد نواب خان فیروز جنگ ۳ نے آرزو کی کہ وہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرے۔ بندہ (حضرت مظہر) نے حضرت کی خدمت میں یہ معروضہ پیش کیا تو نہایت رنجیدہ ہو کر فرمایا کہ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہماری خانقاہ بھی حضرت حافظ سعد اللہ کی مثل بے برکت ہو جائے۔ اہل دنیا کا قدم منحوس ہے اور باطن کے لیے بے برکتی کا باعث بن جاتا ہے۔

فرماتے تھے کہ ایک روز کسی نے آپ کے حضور میں کہا کہ فلاں دنیا دار بڑا دولت مند ہے۔ فرمانے لگے یہ لوگ بھی محتاج ہی ہیں۔ دولت و نعمتِ سرمدی صرف ”ارباب نسبت مع اللہ“ ہی کو حاصل ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ”الغنی غنی النفس“ (اصل دولت مندی نفس کی بے نیازی ہے)۔ صلی اللہ علیہ و علیٰ صاحبہ و ہارک وسلم۔

حواشی

- ۱- تفصیل کے لیے دیکھیے : ضمیمہ چہارم کتاب ہذا ۔
 - ۲- اشعة اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، طبع سکھر ، پاکستان ۶۳۴/۴ ۔
 - ۳- تفصیل اس سے پہلے حواشی (فصل سوم ، حاشیہ نمبر ۱۷) میں تحریر کی جا چکی ہے ۔
 - ۴- مسلم (باب فضل قناعت) ۳۵۶/۱ - نیز ملاحظہ ہو :
- بخاری (رقاق ۱۵) ، ترمذی (زہد ۴۰) ، ابن ماجہ (زہد ۹) ، مسند احمد بن حنبل ۲/۲۳۳ - و بہ بعد (بحوالہ المعجم المفہرس ۵/۱۷) ۔

لوہی فصل

ان مقدمات کا بیان جو اہل زمانہ پر آپ کی علوشان واضح کرتے ہیں

آپ فرماتے تھے کہ فارسی قواعد وغیرہ کے رسائل میں نے اپنے والد ماجد سے پڑھے اور کلام اللہ قاری عبدالرسول^۱ سے اور علم تجوید و قراءت کی بھی ان سے سنا لی۔ مروجہ علم معتول و منقول کی تحصیل اس وقت کے علماء سے کی۔ والد ماجد کی وفات^۲ کے ناگزیر واقعہ کے بعد حضرت حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ سے کئی علوم کی کتب مبسوطہ پڑھیں۔ علم حدیث و تفسیر کی اسناد بھی آپ ہی سے حاصل کیں۔ تحصیل علوم کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اپنا وہ متبرک کلاہ جو کہ آپ نے پندرہ سال تک اپنے عامہ کے لیچے پہنا تھا، مجھے عنایت فرمایا۔ رات کے وقت میں نے اس کلاہ شریف کو سخت گرم پانی میں ڈالا اور صبح سویرے جب کہ اس کا رنگ شربت مغزفلوس (املتاس کا گودا) سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا تو میں نے پی لیا۔ جس کی برکت سے ذہن رسا اور طبع ذکاہ پیدا ہو گئی، کہ کوئی مشکل کتاب، مشکل لہ، رہی۔ مدت دراز تک طالبوں کو علم ظاہری کا درس دیا۔ آخر جب باطنی نسبت کا غلبہ ہوا تو کتاب کا شغل ترک کر دیا۔

فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے [۷۳] غیب سے پکارا مجھے تم سے بہت سے کام لینا ہیں۔ ہدایت خلق اور اشاعت طریقہ سے تمہارا وجود وابستہ ہے۔ اسی لیے افادہ کے وقت باطنی نسبت کے الوار سے صریح طور پر معلوم ہوتا تھا کہ اس کام کے لیے غیب سے تائید و قوت

پہنچ رہی ہے - اور میرا وجود درمیان نہیں ہے :

دو دہان داریم گویا ہمچو نے
یک دہان پنہاں است در لب ہای وی

فرماتے تھے کہ فقیر ”ابراہیمی المشرب“ تھا (علیہ السلام) حضرت شیخ نے باطنی تصرف سے ”مجدی المشرب“ (علیہ السلام) بنا دیا۔ فرماتے تھے کہ ان ایام میں جب کہ آپ نے مجھے حقیقت مجدی صلی اللہ علیہ و سلم کی بشارت دی اور اس مقام عالی کے انوار میں جب فنا حاصل ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ و سلم میرے مقابل تشریف فرما ہیں پھر دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم میری جگہ تشریف فرما ہیں، اور پھر حبیب خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی نشست مبارک پر میں بیٹھا ہوا ہوں پھر دیکھا کہ ہر دو نشستوں پر رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم تشریف فرما ہیں، پھر دیکھا کہ ان دونوں جگہوں پر میں ہی بیٹھا ہوا ہوں۔ یہ فنا و بقا جو ”حقیقتہ الحقائق“ علی صاحبہا الصلوٰت و التسلیٰت میں آپ کو حاصل ہوئی آپ (حضرت میرزا مظہر) کے علوشان پر دلالت کرتی ہے۔

فرماتے تھے کہ ایک دن میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر تھا میرے بارے میں فرمانے لگے۔ دو آفتاب ایک دوسرے کے مقابل نکلے ہیں۔ ان کے انوار کی غایت چمک کی وجہ سے ایک دوسرے میں امتیاز باقی نہیں رہا اگر یہ طالبانِ خدا کی تربیت کی طرف متوجہ ہوں تو ایک دیا گو منور گر دیں۔

فرماتے تھے کہ ایک روز التہائی تواضع (انکساری) کے عالم میں میرے زال کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا کہ میرے اصحاب میں ان کی مثل کوئی نہیں ہے۔ ایک روز (حضرت شیخ) فرماتے لگے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے تمہیں جو نہایت محبت ہے اس کی وجہ سے طریقہ کی ترویج تم سے ہوگی۔ جناب الہی سے تمہیں شمس الدین حبیب اللہ کا لقب عطا ہوا ہے۔

فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نے اپنے بعض اصحاب برائے تربیت میرے حوالے کر رکھے تھے^۶۔ میں انہیں مقاماتِ طریقہ کی نہایات تک پہنچا کر حضرت کی خدمت میں لے گیا۔ تو فرمایا کہ ان کے حالات و

کیفیاتِ مقام جو انہوں نے تم سے حاصل کیے ہیں صحیح ہیں اور اس طریقہ کے امام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر کے موافق ہیں ۔
فالحمد لله و سلمکم الله ۔

فرماتے تھے کہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ نے مجھے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم ، خصوصاً حضرت سید (نور محمد بدایونی) اور حضرت شیخ (محمد عابد منامی) کی محبت و رسوخ عطا کیا ۔ اگرچہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی زیارت (مزار مبارک) کا شرف حاصل نہیں ہو سکا ۔ لیکن بہت شکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے ان نائین کی صحبت کی سعادت حاصل ہو گئی ۔ اور ثمرہ حیات خاطر خواہ حاصل ہوا ۔ ان اکابر نے از روئے بندہ نوازی فقیر کی توقیر و عزت بندہ کی حیثیت [۳۴] سے زیادہ کی ہے ۔

ایک روز حضرت سید (نور محمد بدایونی) نے میرے جوتے سیدھے کیے ، فرمایا کہ تمہیں جناب الہی میں قبول تمام حاصل ہے ۔ حضرت حاجی محمد افضل میری تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے ، کہ میں تمہاری نسبت کی تعظیم کرتا ہوں ۔ دوبارہ فرمانے لگے ۔ کثر اللہ امثالکم (تم جیسوں کو خدا اور زیادہ کرے) حضرت حافظ سعد اللہ میری بہت تکریم کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم تمہیں اپنے قبلہ گاہ (مرشد) کی بجائے خیال کرتے ہیں ۔

فرماتے تھے کہ ایک بار ایک صاحب زادہ (میر اسد اللہ) سرہند جا رہا تھا ، تو میں نے اس سے کہا کہ آپ میرا سلام نیاز حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کہہ دیں ۔ اس نے آ کر اطلاع دی کہ جب تمہارا سلام مزار مبارک پر جا کر عرض کیا تو حضرت مجدد قدس سرہ نے اپنا سر سینہ تک مزار سے باہر نکال کر کمال انبساط و اشتیاق سے فرمایا کہ کون میرزا ؟ جو ہارا دیوانہ و شیفتہ ہے ! علیک و علیہ السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ صاحب زادہ صاحب نے کہا کہ مجھے کبھی حضرت مجدد قدس سرہ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا ، لیکن آپ کے واسطے سے مجھے یہ سعادت نصیب ہو گئی ۔ اور وہ میری تعظیم پہلے سے زیادہ کرنے لگے کہ تمہیں ہمارے جدِ امجد کا بہت زیادہ قرب و منزلت حاصل ہے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھے کشف صحیح عطا کیا ہے کہ روی زمین کے حالات مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں اور وہ (احوال) ہاتھ کی لکیروں کی طرح ہم پر عیاں ہیں۔ اس وقت حضرت میرزا جانِ جانان کی مثل دنیا کے کسی اقلیم اور شہر میں کوئی نہیں ہے، جسے مقاماتِ سلوک کی آرزو ہو وہ ان کی خدمت میں جائے^۴۔ چنانچہ ان کے حکم سے حضرت میرزا صاحب کی خدمت میں ان کے اصحاب ۵ استفادہ کے لیے رجوع کیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے میرزا صاحب کے لیے اپنے مکاتیب شریفہ میں اس طرح القاب لکھے ہیں:

متع المسلمین با فادات قیم الطریقتہ الاحمدیہ و روی
ریاض الطریقہ بتوجہات نفس الزکیہ^۶۔

(یعنی) خدائے بزرگ اس قیم طریقہ احمدیہ اور داعی سنن نبویہ گو دیر تک مسلمانوں کو نفع پہنچانے اور مستفید کرنے کے لیے زندہ رکھے۔ اور خدائے عز و جل اس قیم طریقہ احمدیہ خصوصاً اور طریقہ صوفیہ عموماً جو تجلی انواع فضائل سے آراستہ ہے کو دیر تک سلامت رکھ کر مختلف برکات سب لوگوں پر نازل کرے۔ آمین^۷۔

حاجی محمد فاخر^۸ جو کہ حدیث کے اکابر علماء میں سے تھے کہتے تھے کہ حضرت میرزا مظہر متابعتِ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم میں شانِ عظیم کے مالک ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک شب دیکھا کہ عراق گھوڑا مع ساز و براق (کامل ساز و سامان) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ مبارک پر کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ گھوڑا کس کا ہے؟ کسی نے جواب دیا کہ یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ جب میں اندر سے باہر آیا تو پھر کسی نے کہا کہ وہ گھوڑا میرزا جانِ جانان کا ہے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ حضرت مظہر کا طریقہ اتباع سنت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم (پر مبنی) اور جادۂ صراط [۳۵] مستقیم میں راسخ قدم ہے۔

مولوی ثناء اللہ منبہلی^۹ نے خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ کیا میرے پر و مرشد میرزا صاحب کا طریقہ^{۱۰} ترویجِ طریقت و تبلیغِ احکام شریعت مقبول و محمود ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ”ہاں“۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس مقدمہ کی تائید کی۔

شیخ محمد اعظمؒ ۱۰ خلیفہؒ حضرت محمد افضل رحمۃ اللہ علیہا فرماتے تھے کہ مجھے حضرت میرزا صاحب کے بارے میں یہ الہام ہوا ہے۔ ”ہذا رجل له شان عظیم ولا یقاس علیہ رجل آخر“ (یہ ایک مرد عظیم الشان ہیں جن کی بزرگی کے برابر کوئی نہیں ہے) حضرت خواجہ میر دردؒ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے اصحاب میں سے جس کو دیکھتا ہوں وہ عزیزوں کی نسبت سے بہرہ یاب ہے۔ لیکن ان کے درجات و حالات و مقامات مختلف ہیں۔

حضرت شیخ عبدالعدل زبیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت طالبانِ خدا کا آپ کی خدمت میں اس قدر اجتماع ہوتا ہے کہ کسی دوسری جگہ نہیں ہوتا۔ اور اس وقت آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نائب ہیں۔

حواشی

- ۱- قاری عبدالرسول کے حالات زندگی پیش نظر مآخذ میں نہیں مل سکے۔
- ۲- حضرت مظہر کے والد مرزا جان کا انتقال ۱۱۳۰ھ کو ہوا گویا اسی سنہ کے بعد حضرت مظہر حاجی صاحب سے منسلک ہوئے۔ (دیکھیے فصل چہارم کے حواشی)۔
- ۳- دیکھیے باب خلفاء حضرت مظہر (کتاب ہذا)۔
- ۴- نعیم اللہ بھڑانچی : انفاس الاکار - مطبوعہ مطبع اسدی لکھنؤ ۱۲۹۱ھ ، ص ۲۴۔
- ۵- ان اصحاب کا ذکر کتاب حاضر کے باب خلفاء حضرت مظہر میں کیا جا چکا ہے۔
- ۶- شاہ ولی اللہ دہلوی : مکتوبات مشمولہ کلمات طیبات (مجتبائی) ، ص ۱۵۹ ، مکتوب نمبر ۴۔
- ۷- ایضاً ، نمبر ۴۔
- ۸- شیخ محمد فاخر متخلص بہ زائر الہ آبادی (متوفی ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۰ء) اُس عہد کے نامور عالم ، متقی ، محدث ، شیخ محمد افضل الہ آبادی کے مرید اور کئی کتابوں کے مصنف تھے ، جن میں سے درۃ التحقیق ، قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین وغیرہ مشہور ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے :
- آزاد بلگرامی : سرو آزاد ، ص ۲۱۰ - ۲۱۹۔
- محمد حسین مراد آبادی : الوار العارفين ، ص ۴۶۵۔
- عبدالحی : لزمۃ الخواطر ۶/۳۳۰۔
- رحمن علی : تذکرہ علمائے ہند ، ص ۴۵۷۔
- ۹- ر- ک- احوال خلفاء حضرت مظہر ، کتاب ہذا۔
- ۱۰- ر- ک- حواشی فصل سوم۔
- ۱۱- ر- ک- مقدمہ ، کتاب ہذا ، ص ۱۱۶۔

دسویں فصل

حضرت میرزا مظہر کی تاثیرات صحبت شریفہ و توجہات علیہ کا بیان

حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس انوارِ خدا سے محیط اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کے فیوض کا مجمع تھی۔ وہاں نقشبندی نسبت کا حضور و استغراق تھا جس میں دل از خود شیفہ ہوتے اور قادری حالات کی چمک و صفائی کا اس محفل پاک میں ظہور ہوتا تھا۔ اور (نسبت) چشتیہ کے اذواق و اشواق سے اس بزمِ معلیٰ میں محبتِ خدا بڑھتی تھی۔ لسبہای جدیدہ احمدیہ (نقشبندیہ) کی لطافت و بے رنگی اس مجمع مقدس میں وقت کو تازگی اور صفائی بخشتی تھی۔ آپ کا سکوت و مراقبہ ماسوا اللہ کے نقوش دلوں سے محو کرتا تھا۔ آپ کی گفتگو کا موضوع شریعت و طریقت اور باطنی نسبت کی کیفیات کے فوائد کا بیان تھا۔ نیز حدیث اور تفسیر کے ذکر نے اس میں صفائی و طہانیت کا اضافہ کر دیا تھا۔ اور ان مذکورات میں تجلی ذاتی کی نسبتوں کا پرتو تھا۔ انشاء و شعر نے ذوق بخشا، کیوں کہ اس باب میں جو ذکر ہوا تمام اسی ذوق اور حال کا بہید تھا۔ مذکورات محبت باطن مبارک میں تبدیلی کا باعث بن کر شوق کے آنسو آکھوں سے جاری کرتے تھے۔ افسردگی، حرارت میں بدل جاتی تھی۔ صلحاء کی حکایات کا تذکرہ دلوں کو کیفیات الہیہ سے سرشار کر دیتا تھا۔ علمی مسائل میں واضح تحقیقات کر کے لوگوں کی تسلی کرتے تھے۔ صوفیہ علیہ کے حقائق و معارف کی مکمل توضیح کے ساتھ تقریر کرتے تھے اور اسرار کی باریکیاں سامعین کو دل نشین کراتے۔ آپ ہر دقیقہ کا شافی بیان کر سکتے تھے اور عقدہ [۳۶] لاینحل کی

کافی کشائی فرماتے تھے۔ ان تمام کمالات کی وجہ سے جو آپ کی ذاتِ قدسی صفات میں جمع ہو گئے تھے، مقبول الہی ہو کر دنیا کے مقتدا بنے۔ اور اپنے چاروں مشائخ کے انتقال کے بعد ان عزیزوں کی مسندِ خلافت کو اپنے وجودِ مسعود سے آراستہ کیا۔ اس طریقہ علیہ کی ترویج اور قیام آپ کی ذاتِ مبارک کی وجہ سے ہوا۔ ہر طرف سے طالبانِ خدا نے آپ کی طرف رجوع کیا۔ حضرت شیخ [محمد عابد سنمی] کے کبار اصحاب اور اس زمانہ کے مشائخ سے فیض یافتہ لوگوں نے حضرت مظہر سے فیوض و برکات حاصل کیں۔ علماء و صلحاء کسب فیوض الہی کے لیے آپ کی خانقاہ میں جمع ہونے لگے۔ اور آپ کے کمالات کا شہرہ ساری دنیا میں ہو گیا۔ ابتدائی احوال میں آپ کی توجہ شریف کے اثر سے لوگوں میں بے تاب پیدا ہوتی تھی۔ اور کمالِ استغراق سے بے خود ہو کر گر پڑتے۔ اور حرارتِ شوق دلوں کو راہ سلوک دکھاتی۔ جاذبہ محبت سے مقامات طے کرتے۔ آخری ایام میں آپ کے باطن میں لطافت و بے رنگی زیادہ ہو گئی تھی جس کی وجہ سے مستفیضان اپنے باطن میں جمعیت و اطمینان پا کر قرب کے درجات میں ترقی کرتے تھے۔ اور اسرارِ طریقت کی دریافت میں امتیاز حاصل کر لیا تھا۔ ان میں سے بعض پر عالم مثال واضح ہوا اور بعض کو عالم ارواح سے مناسبت ہو گئی۔ بعض کو کشف کونی، بعض کو کشف قبور، بعض کو اشراقِ خواطر حاصل ہوا۔ بعض کو انوار کے مشاہدے میں استغراق حاصل ہوا۔ بعض پر توحید و معرفت کے اسرار واضح ہوئے۔ بعض کو ان تمام مراتب سے مناسبت ہو گئی۔ کوئی ایسا بھی تھا کہ جو اپنی سیر مقاماتِ الہیہ اور جو کچھ طریقہ احمدیہ میں مروج ہے اُسے عیاں کرے۔ اور ہر مقام کے علوم و معارف اور حالات و واردات جدا جدا بیان کرے۔

اگرچہ حضرت کے اکثر مستفید مقاماتِ طریقہ کا کشف نہیں رکھتے لیکن تمام (مستفیدان) ہر مقام کے حالات اور کیفیات و واردات اپنے باطن میں ذوق و وجدان کے ساتھ پاتے ہیں۔ اور مرتبہ فنا و بقا سے مشرف ہیں۔ مشاہدہ حق میں اُن کو استغراق حاصل ہے۔ اور نسبت باطن کی وسعت اور جمعیت باطن میں ترقی اور دل و دماغ سے نفی خواطر میں ترقی کرتے ہیں۔ آپ کے طالبوں کو اوائل حال ہی میں تصفیہ و تزکیہ حاصل ہو جاتا۔ وہ اطاعت میں لذت و حلاوت اور بدعت و گناہ سے نفرت کرنے لگتے۔

ظاہر و باطن کے آداب اور آپ کی صحبت کے انوار و برکات سالکوں میں جو تہذیبِ نفوس پیدا کرتے تھے، وہ قدیم بزرگوں کے طالبوں کو شاید ہی حاصل ہو۔

مشائخ کرام آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ وہ فیض جو صرف آپ کی صحبت سے طالبانِ حق کو حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے مشائخ کی طرفِ ہمت و توجہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ ایک شخص [۳۷] آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر موردِ الطاف ہوا وہ حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ تو نے تو حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ حاصل کیا ہے۔ کیوں کہ اس طریقہ کی نسبت کے انوار تیرے باطن میں موجود ہیں۔ اس نے کہا نہیں! میں تو صرف ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ فرمایا:

آہن کہ بہ پارس آشنا شد فی الفور بہ صورتِ طلا شد^۳

اسی طرح آپ کا ایک خادم جو حلقہٴ ذکر میں حاضر نہیں تھا، حضرت شیخ [محمد عابد سناسی] کے حضور حاضر ہوا۔ فرمایا کہ حضرت میرزا کی صحبت کے انوار و آثار تم میں پائے جاتے ہیں خدا کا شکر بجا لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مظہر کو ارشاد اور القا نسبتِ باطنی میں کمال قوت گرامت فرمائی تھی۔

دور دراز کے ممالک کے سالکانِ راہ (طریقت) آپ کی غائبانہ توجہات سے ترقی کر جاتے تھے۔ وہ حالات جو حاضرین حضورِ پرنور پر وارد ہوتے تھے وہی حالات ممالکِ بعیدہ کے طالبانِ پر منکشف ہونے لگتے، چنانچہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے لیرہ شاہ بھیک^۴ جو کابل میں دہلی سے آپ کی توجہات غائبانہ سے مقاماتِ عالیہ اور وارداتِ سامیہ کو پہنچے۔ اور اسی طرح دوسرے عزیز اپنے مقاصد پر فائز ہو چکے ہیں۔

حضرت میرزا مظہر بہ تقاضائے عمومی سالک کے ان لطائف کو جنہیں اس نے تاحال انجام تک نہ پہنچایا ہو اُسے اس مقام سے عالی تر مقام پر بطریقِ طفرہٴ واصل کرنے۔ اس مقام کے حالات و کیفیات اسی توجہ سے اس میں القا فرماتے تھے۔ تاکہ ہر مقام میں مناسبت پیدا کر کے بکثرت

ذکر و مراقبہ سے کام انجام کو پہنچے اور مقاماتِ عالیہ کے انوار و برکات سے بہرہ یاب ہو سکے۔

چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت محمد احسان^۶ مقام جذبہ کی شورش و بے تابی کی وجہ سے اربابِ حلقہ و ذکر کی سعیت و طہانیت میں تشویش پیدا کرتے۔ آپ نے انہیں اعلیٰ مقام پر جو اطمینان و تسکین باطن کا مقتضی تھا طفرہ فرمایا تو اس اضطراب و شورش کو فوراً تسکین میسر آئی۔ اور ان کی باطنی نسبت پر دوسرے طریقے سے حالات وارد ہونے لگے۔

آپ اپنی ہمت عالی سے تمام اوقات اس امر میں مصروف تھے کہ طریقہ احمدیہ (نقشبندیہ) دنیا میں مروج ہو اور دنیا کو نسبتہاں جدیدہ جو کہ طریقہ مجددیہ کے خصائص میں سے ہے منور کریں۔ فی الواقعہ آپ کی توجہات علیہ سے اکثر سالکان کو وہ حالات و مقامات میسر آئے اور انہوں نے ان متعارف واردات و احوال سے گزر کر مقامات عالی میں ترقی کی۔ طالبانِ خدا کو حضرت سے جس قدر اخلاص تھا اتنا ہی حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا موجب اور زیارت کا سبب بنتا۔ اور اسی اخلاص و محبت کی وجہ سے مقامات جذب و اصطفاء کی راہ میں ترقی ہوتی۔ ہزارہا لوگ آپ سے طریقہ کی تعلیم حاصل کر کے دوامی ذکرِ خدا [۳۸] میں مشغول ہوئے۔ تقریباً دو سو افراد تعلیمِ طریقہ کی اجازت حاصل کر کے راہِ خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔

پچاس افراد صرف اہلہ سے مقاماتِ احمدیہ کی نہایت کو پہنچ کر اربابِ طریقت کے مقتدا بنے۔ اس (سلسلہ) میں طریقہ کی اجازت، مرتبہ دوام حضور، فنائے قلب، تہذیبِ اخلاق حاصل کیے بغیر اور اتباعِ منت پر ثابت قدم رہے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اور مقامِ اجازت کا یہ ایک ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس کا درمیانی (اوسط) مرتبہ لطیفہ نفس کی فنا، لفظ انا کی سالک کے وجود پر اطلاق کا زوال اور انوارِ نسبت کا تہوج ہے۔ اور اعلیٰ مرتبہ، لطیفہ قلب و نفس کی فنا و بقا شرف حاصل کرنے کے بعد عالمِ خلق کے لطائف کی تہذیب ہے۔ کیونکہ اس مرتبہ میں طلب کی تہن کی تسکین، باطن کو کمالِ درجہ کا اطمینان اور اتباع ”ہوالہاجا بہ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم“^۸ کا اتباع حاصل ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک مرتبہ کے حصول کے بغیر اجازت دینا مجاز کو مغرور اور مستفید کو محروم

کرنا ہے۔ العیاذ باللہ منہ۔

آپ کے خلفاء مختلف شہروں میں اس طریقہ کے مطابق مصروف ارشاد ہیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر عنقریب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کی ذات شریف کو اس طریقہ کے مقامات کی تسلیک کے (منصب) سے سرفراز فرمایا، کہ آپ تیس سال تک اپنے مشائخ سے الوار و برکات طریقت و حقیقت حاصل کر کے کمال و تکمیل کے انتہائی مرتبہ پر فائز ہوئے۔ اور تیس سال سے زیادہ سالکانِ راہ مولیٰ کی تربیت میں مشغول رہ کر دنیا پر نیک آثار چھوڑ گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حواشی

- ۱- حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدم سرہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد امجاد میں سے بہت سے صاحب زادگان حضرت مظہر سے منسلک ہو گئے تھے جن میں سے بعض کے حالات کتاب حاضر کے باب خلفائے حضرت مظہر میں ملاحظہ کریں۔
- ۲- کشفِ قلوب (ر - ک - ضمیمہ، فرہنگ اصطلاحات)۔
- ۳- لوہے کو جب پارس سے آشنائی ہو جاتی ہے تو وہ فوراً سونا بن جاتا ہے۔
- ۴- ر - ک - باب خلفائے حضرت مظہر (کتاب ہذا)۔
- ۵- ادنیٰ مقام سے اعلیٰ مقام پر پہنچانا (صراح)۔
- ۶- ر - ک - کتاب حاضر باب خلفائے حضرت مظہر۔
- ۷- منتخب کر لینا۔
- ۸- یعنی خواہش کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہونے دین کے تابع ہونا۔

گیارہویں فصل

حضرت کے ترک و زہد اور دیگر اوصاف کا بیان

آپ فرماتے کہ تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے عقل کامل اور اعلیٰ اصابت رائے عطا فرمائی ہے۔ امور سلطنت اور انتظام مملکت کا تدبیر اور ہر کسی کے حال کے مطابق ہر اچھے طریقے سے اسے تعلیم دے سکتے ہیں۔ اس لیے اس وقت کے امراء مجھ سے مہبات کے سلسلے میں صلاح و مشورہ لے کر عمل کرتے ہیں^۲۔ فرماتے تھے کہ والد کی تربیت کی برکت سے ہم ایک ہی نظر سے ہر کسی کو پہچان لیتے ہیں کہ اس میں آدمیت کا جوہر اور حوصلہ کس قسم کا ہے؟ اور لوگوں کی جبینوں پر ہم نور طریقت سے حرف سعادت یا شقاوت پڑھ لیتے ہیں کہ بہشتی ہے یا دوزخی۔

آپ کی ذات مبارک کمال درجہ کے زہد و توکل سے متصف تھی۔ دنیا و اہل دنیا سے بہت استغنا تھا۔ ان کے ہدیے بہت کم قبول فرماتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ محمد شاہ بادشاہ نے وزیر قمر الدین خان^۳ کی زبانی کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ملک عطا کیا ہے۔ آپ جو چاہیں بطور ہدیہ قبول فرمائیں۔ آپ نے جواباً فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ”قل متاع الدنيا قليل“^۴ [۳۹] گویا سات ولایتوں کی دولت کو قلیل فرمایا ہے۔ تمہارے ہاں اس قلیل کا صرف ساتواں حصہ یعنی ایک اقلیم ہندوستان ہے۔ تمہارے ہاں دینے کے لیے رکھا ہی کیا ہے؟ کہ فقرا کا سر بہت جھک سکے۔

ایک امیر نے حویلی اور خانقاہ بنوا کر فقراء کے لیے وجہ معاش مہیا کی، اس نے حضرت سے عرض کیا تو اس کی درخواست قبول نہ ہوئی۔

فرمایا کہ چونکہ مکان چھوڑنا ہی ہے اس لیے مکان کا اپنا یا پرایا ہونا برابر ہے۔ اور روزی جو علم الہی میں مقدر ہے وقت مقررہ پر مل کر ہی رہے گی۔ فقراء کے لیے صبر و قناعت کا خزانہ کافی ہے۔

ایک مرتبہ سخت سردی کے موسم میں آپ کندھے پر پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ وہاں نواب خان فیروز جنگ ۵ بھی موجود تھا۔ وہ یہ منظر دیکھ کر آب دیدہ ہو گیا۔ اس نے اپنے ایک مصاحب سے کہا کہ ہم گناہ گاروں کی کتنی بدبختی ہے کہ جس بزرگ سے ہماری ارادت و بندگی ثابت ہے وہ ہمارا نیازمندانہ تحفہ قبول نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا :

ہزار حیف کہ گل کرد بینوائی ما بہ چشم آبلہ آمد برہنہ پای ما
فقیر نے امراء سے نیاز نہ قبول کرنے کا روزہ رکھا ہے۔ اب جب کہ زندگی کا اختتام ہے اگر روزہ توڑوں تو دس لاکھ روپیہ درکار ہوگا تب جا کر میرے ہمسایوں کی عورتوں کا چولہا گرم ہوگا۔

نواب نظام الملک تیس ہزار روپے نقد بطور نیاز لایا۔ لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ تو پھر کہا کہ حاجت مندوں میں ہی تقسیم فرما دیں، آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا خالصاں نہیں ہوں یہاں سے باہر جا کر اس کی تقسیم شروع کر دو گھر پہنچنے تک ختم ہو جائے گا۔

اسی طرح افغانوں کے ایک سردار نے تین سو اشرفیاں بھیجیں۔ تو آپ نے رد کر دیں۔ اور فرمایا کہ اگرچہ ہدیہ رد کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن اسے لینے کو واجب بھی قرار نہیں دیا گیا۔ اگر ہدیہ حلال ہونا متیقن ہو تو اس کا لیے لینا باعث برکت ہے۔

فقیر اپنے ان اصحاب سے جو اخلاص اور احتیاط کے ساتھ تحائف لاتے ہیں قبول کر لیتا ہے۔ لیکن امراء و اغنیاء، جن کی دولت اکثر مشتبہ ہوتی ہے اور لوگوں کے حقوق ان سے متعلق ہوتے ہیں قیامت کے دن جن کے حساب سے عہدہ برآ ہونا دشوار ہے۔ چنانچہ بروایت ترمذی حدیث شریف میں ہے : لا یزول بوم القیمة قد ما ابن آدم حتی یسال عن خمس عن عمرہ فیما افتاء و عن شبابہ فیما ابلاہ و عن مالہ من اینہ اکتسبہ و فیما الفقدہ و ماذا عمل فیما علم^۸۔

اس لیے تحائف قبول کرنے میں تامل لازم ہے۔ ایک امیر نے آمون

کا ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجا آپ نے اسے رد کر دیا۔ اس نے دوبارہ بعد التجا بھیجے۔ آپ نے دو آم لے لیے باقی تمام واپس کر دیے کہ میرا دل ان کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اسی وقت ایک باغ بان آپ کے حضور شکایت لے کر آیا کہ فلاں امیر نے میرے آم جبراً لے لیے ہیں، اور ان میں سے کچھ [۴۰] آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں ہمیں اس مظلوم کی حمایت کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ عاقبت نا اندیش، مغبوبہ ہدیوں سے فقیر کا باطن تاریک کرنا چاہتے ہیں۔ تاب اللہ علیہم۔

امراء کا کھانا بہت کم کھاتے تھے۔ فرماتے تھے ان لوگوں کے طعام کی ظلمت باطن کو مکدر کر دیتی ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا ہے شرالطعام طعام الاغنیاء (بدترین طعام امراء کا کھانا ہے) بلکہ آپ کو تو غرباء کی ضیافت قبول کرنے میں بھی تامل ہوتا تھا کیوں کہ یہ لوگ بے سرو سامانی کی وجہ سے سود پر قرض لے کر ضیافتیں کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ روزہ افطار کرنے کے وقت بیگانہ طعام دوستوں میں تقسیم کیا اور اس میں سے کچھ خود بھی کھا لیا۔ نماز تراویح کے بعد فرمایا عزیزو! اپنے باطن کا حال تو بیان کرو کہ اس روٹی کے ٹکڑے نے باطنی نسبت پر کیا اثر کیا ہے۔ میں (شاہ غلام علی مولف ہذا) نے عرض کی کہ حضرت نے تو بھی تناول فرمایا ہے پہلے آپ ارشاد فرمائیں۔ فرمایا کہ میرا باطن تو اس سے تباہ و مہیا ہو گیا تھا۔ نماز اور قرآن سننے کی برکت سے بحال ہوا ہے۔ میں نے پھر عرض کی کہ بے شک مشتبہ لقمہ نے آپ کے مبارک باطن اور دریائے انوار میں تغیر پیدا کر دیا تھا۔ ہم جیسے تنگ باطن کی خرابی احوال کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرماتے لگے کہ لقمہ توفیق رفیق اور نور اطاعت میں اضافہ کرتا ہے۔ آپ نے فقر کو دولت مندی پر ترجیح دی تھی اور صبر و قناعت کو پسند کر لیا تھا۔ تسلیم و رضا کو اپنی مرضی کی خاصیت کے مطابق بنا کر قضائے موافق و نا موافق کے مطابق بنا لیا تھا۔ اور دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اللهم اجعل رزق آل محمد کفافاً (اے اللہ آل محمد کی روزی بقدر ضرورت بنا) بشریت کے لیے جو کچھ ضروری ہے اسی پر کفایت کرتے اور اپنے اصحاب کے لیے بھی دعا کرتے تھے کہ وہ اس قدر دولت مند نہ ہوں کہ فضول خرچی کرنے لگیں اور نہ اس قدر مفلس ہوں کہ نوبت قرض تک پہنچے۔ آپ ان میں سب سے زیادہ بے سرو سامان فرد تھے۔ اور موت کی تیاری وقت سے

پہلے کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ عبودیت کے مراتب اور حلقہ ذکر کے بعد باقی وقت موت کے انتظار میں گزرتا ہے۔ اب دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔ اور نہ ہی دل کو لگاؤ رہا ہے۔ موت تحفہ الہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موجب ہے۔ ہر عمل میں آپ حدیث شریف کی طرف راغب ہوتے۔ فرماتے تھے کہ ہم نے اپنے اوقات اور اعمال سنتِ حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور روایتِ فقہ کے مطابق درست کر لیے ہیں۔ جو کوئی ہمیں خلافِ شرع عمل کرنے دیکھے اس پر وہ ہمیں منع کرے۔ لوگوں کو سنتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سلام کرنے کی تاکید کرتے۔ اور سر پر ہاتھ رکھنے یا جھکنے سے منع کرتے تھے۔ فرماتے تھے ہمیں خلوت پسند ہے اور اپنے مشائخ سے محبت و اخلاص، خصوصاً حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں نہایت راسخ تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے جو کچھ بھی ملا ہے [۴۱] اپنے پیروں سے غالب محبت کی وجہ سے ملا ہے۔ تیرے اعمال ہی کیا ہیں؟ کہ بارگاہِ کبریا کے قرب کا موجب بنیں۔ مقبول اور مقرب حضرات کی محبت ہی قبول خدا کا سب سے مضبوط ذریعہ ہے۔ آپ کریم الاخلاق تھے۔ ہر ایک سے تواضع اور خندہ پیشانی سے پیش آنے۔ اہل فضل و تقویٰ کی تعظیم ان کے مراتب کے مطابق کرتے تھے۔ کسی کافر کی تعظیم کے لیے خواہ وہ امیر ہو یا غریب ساری زندگی نہ اٹھے۔ ایک مرتبہ سنا کہ کافر مرہٹوں کا سردار آپ کی زیارت کے لیے آ رہا ہے۔ آپ نے ایک شغل کے لیے اپنی مجلس برخاست کی اور اپنے حجرے میں چلے گئے۔ جب وہ آیا اور بیٹھ گیا تو پھر وہاں سے باہر آئے اور یہ محسوس کیا کہ اب وہ جانے کے لیے آمادہ ہو رہا ہے، آپ پھر حجرہ میں چلے گئے۔ اس لیے کہ اگر اس کی تعظیم نہ کرنے تو وہ ناراض ہوتا۔ اور اگر اہل دنیا کی تعظیم کریں تو دین کو نقصان پہنچتا ہے۔

الوار طریقہ کی اشاعت اور طالبوں کے حال پر توجہ دینے میں آپ بڑی کوشش کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس امر میں تاکید فرماتے تھے کہ اس طریقہ کی برکت سے دل میں نور اور اطاعت میں حضوری پیدا ہوتی ہے۔ جو اطاعت حضور اور آگہی میں کی جائے اس کی قبولیت کی زیادہ امید ہے۔ اس طریقہ کے انوار سے نماز بے خطرہ ادا کرنے کی عادت

ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ آپ سخت بیمار ہوئے کہ مسند سے اٹھنے کی تاب نہ رہی
اصحاب نے مسند کے گرد ہی حلقہ بنا کر مراقبہ کیا تاکہاں آپ نے یہ
شعر پڑھا :

خضر از حسد بمیرد چو بروی یار باقر
کند آخرین نگاه و رہ پالدار گیرد ۱۰

جس نے بہت تاثیر پیدا کی۔ مسند سے نیچے آئے اور طالبوں کے افادہ میں
مشغول ہو گئے ، کہ گویا کوئی ضعف اور بیماری ہی نہیں ہے۔

ایک بزرگ آپ کو محبت ، بغض ، طے ارض ، دستِ غیب اور تسخیر
سلاطین کے اعمال کی اجازت اور اداۓ زکوٰۃ کی شرط کے بغیر ایک سیر
خالص سونا آپ کو دیتا تھا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ کیوں کہ اس طرح باطنی
نسبت کے ریا سے آلودہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ اور دنیاوی اسباب کے
لگاؤ کا شبہ ہوتا ہے۔ آپ کے طالبوں میں سے اگر کوئی ان اعمال کی طرف
راغب ہوتا یا کیمیا سیکھنے کی خواہش کرتا تو آپ بہت ناراض ہوتے ،
فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ درجہ توکل و استغنا اور
ماسوا سے اتر کر فانی خرافات کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں۔ جو شخص
دنیا داروں سے میل جول رکھتا ، اس کی صحبت کی برکات اور طریقے کے
انوار سے نا امید ہو جاتے۔

فرماتے تھے کہ حاجت و ضرورت کے بقدر اہل دنیا سے اختلاط میں
کوئی مضائقہ نہیں ہے ، بشرطیکہ اس میں وہ ٹیک لیت رہے اور باطنی نسبت
کی حفاظت کر سکے۔ فرماتے تھے کہ دنیا پر خدا کا غضب ہے۔ جیسا کہ
روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان الدنيا ملعونة و ملعون
ما فیہا الا ذکر اللہ و ما والہ و عالم او متعلم ۱۱ (حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں ملعون ہیں سوائے
اللہ کے ذکر ، اللہ کی پسندیدہ چیز اور عالم یا طالب علم کے) اسے ترمذی
نے روایت کیا ہے۔

[۴۲] مالک کے دل میں خدا اور دنیا کی طلب جمع نہیں ہو سکتی۔
ترکِ ماسوا اور دلیاوی اغراض سے منہ پھیر لینا چاہیے۔ خواہش رکھنی

چاہیے یہاں تک کہ قبول ہو جائے:

فرد

آرزو بہ گزار تا رحم آیدش
آزمودم من چنین می بایدش^{۱۲}

فرد

منے صرف و حدث کسی نوش کرد
کہ دنیا و عقبی فراموش کرد^{۱۳}

حواشی

- ۱- تفصیل کے لیے دیکھیے : مقدمہ کتاب حاضر -
- ۲- دیکھیے : مقدمہ کتاب حاضر "حضرت مظہر کے امراء سے روابط" و "سیاسی حالات" -
- ۳- اعتقاد الدولہ قمرالدین خان بہادر ۱۱۳۷ھ/۱۷۲۴ء میں محمد شاہ بادشاہ کا وزیر بنا ، بہت سی ملکی سہیات میں سرگرم عمل رہا ، اس کا لڑکا انتظام الدولہ حضرت مظہر کا ارادت مند تھا - حضرت مظہر کے دو مکاتیب اس کے نام ہیں ، دیکھیے : کلمات طیبات مکتوب نمبر ۶۰ - ۶۱ - تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :
- مآثر الامراء اردو ترجمہ ۱/۳۵۳ - ۳۵۶ -
- Malik, Z. U : *The Reign of Muhammad Shah*, Aligarh, 1977, (بامداد اشاریہ). Malik, Z. U : *Khan-i-Dauran*, Aligarh, 1973, (بامداد اشاریہ).
- ۴- القرآن ، (النساء) ۴/۷۷ (گنہ دنیا کا متاع تھوڑا ہے) -
- ۵- حالات کے لیے ملاحظہ ہو حواشی سابقہ -
- ۶- یہی واقعہ بشارات مظہریہ (ورق ۱۱۱) میں بھی درج ہوا ہے فرق صرف یہ ہے کہ وہاں اس واقعہ کا مقام ایک بلند مکان بتایا گیا ہے کہ حضرت مظہر ایک بلند مکان میں تشریف فرما ہوئے وہاں ہوا تیز اور سرد تھی -
- ۷- نواب نظام الملک آصف جاہ اول (۱۰۸۲-۱۱۶۱ھ) بانی دولت آصفیہ ، دکن - حالات کے لیے ملاحظہ ہو : حیات آصف مولف محمد محبوب جنیدی مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۶۵ھ -

۸۔ ترمذی (باب ما جاء في شان الحساب والقصاص) ۶۷/۲ ، طبع کراچی ۔

متون ترمذی میں حدیث کے الفاظ قدرے مختلف ہیں یعنی :
لا تزول قد ما عبد حتی یسال عن عمره فیہا افناء و
عن علمہ فیہا فعل و عن مالہ من این اکتسبه
وفی ما الفقہ و عن جسمہ فیہا ابلاہ ۔

(ترجمہ) کسی شخص کے قدم اپنی جگہ سے اس وقت
تک نہیں ہل سکیں گے یہاں تک کہ اس سے اس کی عمر
کے بارے میں پوچھ لیا جائے گا کہ کہاں صرف کی اور
اس سے علم کے بارے میں کہ کہاں خرچ کیا ، اور
اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے حاصل کیا اور
کہاں خرچ کیا ، اور اس کے جسم کے بارے میں کہ
اُسے کہاں استعمال کیا ۔

۹۔ مسلم ۴۰۹/۲ ۔

۱۰۔ معلوم ہوتا ہے کہ حسد کا لفظ زائد ہے ۔ اس کا مفہوم اس طرح ہے :
خضر جب حسد کی وجہ سے اپنے محبوب کے سامنے مر جائے (اور
مرنے سے پہلے) جب آخری نگاہ اپنے محبوب کے چہرے پر ڈالے گا
تو اس کا راستہ پائے دار ہو جائے گا ۔

۱۱۔ ترمذی ۵۸/۲ ۔

۱۲۔ خواہش کو دل سے نکال دے تاکہ اُسے رحم آئے ، میں نے یہ آزمایا
ہے کہ وہ اس کو پسند کرتا ہے ۔

۱۳۔ جو معشوق کے ہاتھ سے شرابِ خالص پی لیتا ہے ، وہ دنیا و آخرت
کو بہلا دیتا ہے ۔

بارہویں فصل

حضرت میرزا مظہر کے ملفوظات

آپ فرماتے ہیں کہ ایمان مجمل یعنی کہ ”میں خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لایا۔ اور نیز جو کچھ پیغمبر خدا سے لائے۔ اور خدا و رسول کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت رکھتا ہوں۔“ جو نجات کے لیے کافی ہے۔ ہر مسئلہ کو دلائل سے ثابت کرنا متبحر علماء کا کام ہے۔ عام مسلمان اس کے مکاف نہیں ہیں۔

فرماتے ہیں ائمہ اہل بیت سے اظہار محبت اور اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یکساں تعظیم لازم ہے۔ اور یہی صراط مستقیم ہے جو قیامت کے دن پل صراط کی صورت میں نمودار ہوگی۔ جو دنیا میں اس سیدھی راہ سے منحرف نہیں ہوگا وہ قیامت کے دن اس سے استقامت کے ساتھ گزر جائے گا۔

فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک بے ادب رافضی نے جناب امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طعنہ دیا۔ ہم غیرت دین اور اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی وجہ سے غضب ناک ہو کر اس بے ادب کے سر پر خنجر مارنے کے لیے نکلے۔ وہ ڈر گیا اور فریاد کرنے لگا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مجھے چھوڑ دو حضرت امام رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک سنتے ہی میرا غصہ فرو ہو گیا۔ اور میں نے اس بے ادب کو معاف کر دیا۔

فرماتے ہیں تمام اولیاء اللہ کی تعظیم اور تمام مشائخ رحمۃ اللہ علیہم سے محبت بھی لازم ہے۔ اگر نفع و استفادہ کی خاطر انہی پر کی افضلیت کا نظریہ اختیار کر لے تو یہ فرط محبت سے بعید نہیں ہے۔ شاید حضرت مجدد

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں کہ جنہوں نے ایک نیا طریقہ رائج کیا اور اپنے طریقے کے مقامات و کالات بکثرت تحریر فرمائے ہیں۔ اور آپ کے برگزیدہ اصحاب ان مذکورہ مقامات و واردات کو پہنچے ہیں ہزاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ اور ان مقامات میں کوئی شبہ نہیں ہے کیوں کہ ان کا اقرار ہزاروں علماء اور عقلا نے متواتر کیا ہے (اس کے باوجود) انہیں اولیاء کی برابری یا ان کی اکابر مشائخ رحمۃ اللہ علیہم پر افضلیت کا عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے۔ کیوں کہ وہ اکابر دین آپ (حضرت مجدد قدس سرہ) کے مشائخ میں سے تھے۔

فرماتے ہیں، ان ایام میں لوگوں کے لیے احکام خداوندی پر عمل اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ معاملات تباہ ہو گئے اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہو گیا ہے۔ اگر کوئی روایت فقہ کے مطابق اور فتویٰ ظاہر پر عمل کرے اور امور جدیدہ اور بدعات سے اجتناب کرے تو یہ بہت ہی غنیمت ہے^۱۔

فرماتے ہیں السباع یورث الرقة و الرقة یجلب الرحمة (سباع رقت بخشتا ہے اور رقت رحمت کا سبب ہے)۔ پس جو چیز [۴۳] رحمتِ الہی کا باعث ہو وہ کس طرح حرام ہو سکتی ہے؟ مزامیر کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مگر خوشی کے مواقع پر دف بجانا مباح ہے اور بانسری کا استعمال مکروہ ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ بانسری کی آواز آئی تو اپنے کان مبارک بند کر لیے۔ عبداللہ بن عمر بھی ہمراہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سباع سے منع نہ فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ اس سباع سے احتراز کرنا ہی کمالِ تقویٰ ہے۔

چونکہ لقمبندی بزرگوں کا عمل عزیمت پر معمول ہوتا ہے۔ اس لیے وہ رخصت سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور سباع سے بھی پرہیز۔ کیوں کہ غنا کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ مختلف فیہ کو ترک کرنا ہی بہتر ہے۔ اور اس طرح کمالِ تقویٰ سے ذکر خفی اختیار کیا اور ذکر جہر موقوف کر دیا ہے^۲۔

فرماتے ہیں کہ توحید وجودی کا مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہے۔ شرع اس باب میں خاموش ہے۔ صوفیہ کرام نے اسے الٹے

کشف و وجدان بیان کیا ہے۔ جو احوال محبت کے غلبہ کی وجہ سے معذور ہیں۔ رسائل توحید اور معنی "لا موجود الا اللہ" کے خیال سے توحید حاصل کرنے کی کوشش ارباب معرفت کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتی ۳۔

ایک عالم نے خواب میں دیکھا کہ علماء و صوفیہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہیں۔ علماء نے صوفیہ کے بارے میں بہت سی شکایات کیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرات نے مسئلہ وحدت الوجود کا پرچار کر کے شرع میں خلل پیدا کیا ہے، بے باکوں نے ریاکاری سے کام لیا۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اکابر پر حق سبحانہ کی طرف محبت کا جو غلبہ ہوتا ہے، کی وجہ سے معذور جانتے ہوئے سکوت فرمایا۔

فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے عروج حاصل ہوا، اور نور منبسط (جس کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہو) بھی منکشف ہوا۔ اس میں ساری کائنات کے نقوش، منقش تھے۔ اس وقت مجھے حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا قول یاد آیا۔ الاشیاء اعراض مجتمعۃ فی عین واحد^۴ (کل کائنات کیا علوی کیا سفلی تمام عالم) اعراض ہیں جو حقیقتِ واحدہ میں جمع ہیں) مجھے معلوم ہوا کہ اسماء و صفات کے عکسوں نے مرتبہ علم میں جو وجود کا باطن ہے امتیاز پیدا کیا ہے۔ نیز ظاہری وجود میں بھی منعکس ہو کر آثار مقصود کا مصور بن گئے اور درحقیقت خارج میں وہی ایک وجود متحقق ہے۔ اچانک مجھے تنبیہ کی گئی کہ اس مرتبہ کے اوپر بھی ایک مرتبہ ہے۔ چنانچہ اکابر صوفیہ نے فرمایا ہے کہ "فوق عالم الوجود عالم الملک الودود" ۵ (ملک الودود کا عالم، عالم الوجود کے اوپر ہے)۔

پس اثناء سلوک میں توحید کے معارف پیش آتے ہیں اور وہ علوم جو کہ ظاہر شرع میں بے تاویل ہیں اس کے بعد واضح ہوتے ہیں۔ ان اکابر اولیاء سے جن سے یہ علوم منقول ہیں یقین ہے کہ انہوں نے اس سے بڑھ کر ترقی کی ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے کہ مخلصین کو اخلاص میں ثابت قدم اور ان کی بزرگی میں ترقی ہو تو افاضہ فیوض اور حل مشکلات کے لیے ان کے پیر و مرشد واقعات (مکاشفات و خواب) میں دکھائے جاتے ہیں [۴۴] اور بعض اوقات اس بزرگ کے لطائف اس کی صورت میں متمثل

ہو کر ان کے کاموں کے پورا ہونے کا وسیلہ بنتے ہیں اور کبھی اس بزرگ کو اس معاملہ کی اطلاع بھی ہو جاتی ہے۔

ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کعبہ معظمہ سے کب آئے ہیں میں نے جواب دیا میں کبھی کعبہ گیا ہی نہیں۔ اس نے کہا میں نے آپ سے کعبہ شریف میں ملاقات کی ہے اور ایک شعر کا مصرعہ جو مجھے بھول گیا تھا آپ ہی نے بتایا تھا۔ پس چاہیے کہ اس قسم کے واقعات خود پسندی اور فخر کا باعث نہ بنیں۔ ہمارا اور تمہارا تو صرف ایک پہانہ ہے، حقیقت میں تمام امور کا کارماز اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

او بہ دلہا می نماید خویش را

او بدوزد خرقہ درویش را

فرماتے ہیں کہ اس طریقہ میں پیری و مریدی محض بیعت، شجرہ اور کلاہ نہیں ہے بلکہ مرشد کی صحبت میں رہ کر ذکر قلبی، حصول جمعیت اور توجہ الی اللہ کی تعلیم بھی لازم ہے۔

فرماتے ہیں کہ اشغالِ طریقہ اختیار کرنا غلبہٴ محبت الہی کے حصول کے لیے ہے۔ کبھی فرطِ محبت محض عنایت الہی ہوتی ہے۔ لیکن ذکر دوام یا شرائط، طریقہٴ دوستانِ خدا میں فرض ہے۔ تمام مرادات کا ترک کرنا اور بکثرت ذکر کرنا چاہیے کیوں کہ دل ذکر کثیر کے بغیر نہیں کھلتا۔ ذکر کرنے وقت اگر کوئی کیفیت یا بے خودی حاصل ہو تو اسے محفوظ رکھنا چاہیے، اور اگر کچھ ظاہر نہ ہو، تو پھر بہت عاجزی اور افتقار کے ساتھ ذکر کرنا چاہیے۔ اسی طرح اشغال کا التزام کرنا چاہیے تاکہ کیفیتِ دوام حاصل ہو جائے۔

فرماتے ہیں اوقات کو ذکر اور عبادت سے معمور رکھنا چاہیے۔ اپنی قوتِ مدرکہ کو ماسوا اللہ کی طرف توجہ کرنے سے پاک رکھنا چاہیے۔ اپنی توجہ و ہمت اسم مبارک ”اللہ“ کے مفہوم کے سوا جس پر کہ ہم ایمان لائے ہیں، کسی اور چیز پر صرف نہیں کرنی چاہیے۔ یہاں تک کہ ملکہٴ حضوری میں راسخ ہو جائے۔ اور دین کامل جو اسلام، ایمان اور احسان ہے، حاصل ہو جائے۔ جس وقت دل کی طرف خیال کرے اسے حق سبحانہ کی طرف متوجہ پائے۔ اس اثنا میں اگر دیگر ذوق و شوق اور کیفیات حاصل ہو جائیں تو یہ مزید عنایت الہی ہے ورنہ کار اصل مرتبہ

حضور و آگاہی کا حصول ہے ۔

فرماتے ہیں کہ ایسا دل سلیم پیدا کرنا چاہیے جس میں غیر اللہ کا گزر نہ ہو واقعات و خواب چندان قابل اعتبار نہیں ہیں کیوں کہ ان میں بہت اشتباہات پیدا ہوتے ہیں ۔ کبھی اتباع سنت کا نور ، نور ذکر ، نسبت مرشد ، کثرت درود ، خدمت سادات ، درس حدیث اور کبھی تصدیق و اخلاص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک میں نمودار ہوتے ہیں ۔ اسی طرح اولیاء کی خدمت میں مناسبت کے روابط ان اکابر کی صورتوں میں متصور ہوتے ہیں ۔ اور کبھی اخبار مشہورہ اور مقررات واقعہ کی صورت میں نظر آتے ہیں ۔ یہ تمام شعبہ دے دل کو سرور بخشتے ہیں ۔ لیکن حقیقت میں یہ کچھ بھی نہیں ہیں ۔ مگر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اولیاء کا دیدار احوال ، انوار باطن [۴۵] اور توفیق اطاعت کو زیادہ کرتا ہے ۔ واقعات نفس الامر کے مطابق ہوتے ہیں جو بڑی کامیابی ہے ۔

فرماتے ہیں ، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور رویت الہی جسے تجلی صوری کہا گیا ہے ، خدائے عز و جل کی نعمت ہے خواہ وہ کسی قسم سے ہوں راسخ مناسبت سے بشارت دینے والی ہیں :

ع ہنئياً لارباب النعم نعیمہم

(نعمت والوں کے لیے ان کی نعمتیں مبارک)

فرماتے ہیں کہ غلبہٴ خواطر کے وقت جناب الہی میں التجا و زاری کرنا چاہیے ۔ مرشد کی صورت کو توجہ کا مرکز بنا کر اس کے وسیلے سے باطنی امراض کے ازالہ کے لیے التجا کرنی چاہیے ۔

فرماتے ہیں افتقار و انکسار کی صفت کا ہونا لازم ہے ، اور لوگوں کے ظلم و ستم صبر و تحمل سے برداشت کرنے کی عادت پیدا کرنی چاہیے :

چیست معراج فنا این نیستی

عاشقان را مذہب و دین نیستی^۸

لگاہ بلند ہونی چاہیے مجازی امور کو تقدیر جانتے ہوئے چون و چرا نہیں کرنی چاہیے ۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے اگر کوئی خطا ہو جاتی اور اہل بیت اُسے ملامت کرتے تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اسے کچھ نہ کہو اگر مقدر ہوتا تو کیا وہ ایسا کرتا؟

فرماتے ہیں کہ ان تمام تکلفات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم صفات کے مطابق تہذیب اخلاق کی جائے کیوں کہ ”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم“ کا خلق، خلق عظیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ بعثت لا تم مکارم الاخلاق؟ (میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق تمام کروں)۔

نفی و اثبات کے ذکر کی ورزش سے بشری صفات گم ہو جاتی ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ بری عادت کا جدا جدا تکرار کلمہ طیبہ میں کلمہ لا سے چند روز تک نفی کرے۔ اور اس کی جگہ خدا کی محبت ثابت کرے یہاں تک کہ وہ بری خصلت زائل ہو جائے۔ نفسانی خواہش کے برعکس مقامات سلوک حاصل کرنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ بری خصلتیں لپک اوصاف میں تبدیل ہو جائیں۔

فرماتے ہیں کہ حق تو یہ ہے کہ بری صفات تصفیہ و تزکیہ کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کا مکمل خاتمہ ممکن نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا تو سچ مان لو لیکن اگر یہ سنو کہ کسی کی جبلت بدل گئی ہے تو باور نہ کرو۔ ”لا تبدل لخلق اللہ“ ۱۰ (خدا کی خلقت میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہے)۔

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے میرا غصہ زائل نہیں ہوا۔ مگر اس سے پیشتر کفر میں صرف ہوا اب اسلام کی حمایت میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں فنا اور اطمینان نفس کے بعد تسلیم و رضا مالک کا وصف بن جاتا ہے۔ اور فنائے قلب میں غلبہ محبت کی وجہ سے سبب افعال لوگوں سے مسلوب ہوتے ہیں۔ اور فاعل حقیقی کے سوا مالک کے شہود میں کچھ نہیں رہتا۔

فرماتے ہیں کہ کھانے پینے، سونے جاگنے اور اعمال و عبادت میں توسط اور حد اعتدال رکھنا مشکل کام ہے۔ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ [۴۹] انہی

اوقاتِ کار حضرت خیرالبشر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق منضبط کیے جائیں۔ انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہر کام میں حد اعتدال حاصل کرنے کے لیے ہے۔ ہر کام میں ”لیقوم الناس بالقسط“ (۱۱) (تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں) نص قطعی ہے۔

اس باب میں آپ فرماتے ہیں کہ مبداء فیاض کی طرف دوام توجہ سے اس قدر فیوض و برکات سے فائز ہوتا ہے کہ ”باطن“ انوار اور کیفیتِ محبت سے لبریز ہو کر بہنے لگتا ہے۔ فرماتے ہیں اپنے اعمال کی کوتاہی کو پیش نظر رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی سابقہ محض عنایت کو دیکھنا اس راستے کے کار گزار کے لیے معاون ہے۔ خواہ کتنا ہی عمل کرے پھر بھی استغنا اور صفتِ کبریا میں مصروف رہے۔

گناہ کا عذر اور امید واثق کو قبولیت کا وسیلہ بنائے۔ تھوڑے سے گناہ کو بہت زیادہ خیال کرے۔ قلیل نعمت کو بے شمار خیال کرتے ہوئے شکر و رضا اختیار کرے۔

فرماتے ہیں سالکوں کے لیے ہزار بار درود اور کثرت استغفار لازم ہے۔ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات جو کہ مسائل شریعت، اسرار طریقت، معارف حقیقت، نکات سلوک، حقائق تصوف اور انوار نسبت مع اللہ پر مشتمل ہیں، عصر کے بعد دائمی درس لینا چاہیے کیوں کہ ایسا کرنے سے سعادت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

دعاۓ حزب البحر، وظیفہ صبح و شام اور ختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم حل مشکلات کے لیے ہر روز پڑھنا چاہیے۔ تہجد کی نماز میں دس یا بارہ رکعتیں مع سورۃ اخلاص اور سورۃ یسین یا جس قدر آسانی سے ہو سکے پڑھے۔ اشراق کی نماز چار رکعت اور نماز چاشت میں چار یا چھ رکعت اور زوال میں بھی چار رکعت ایک سلام سے سنت مغرب کے بعد چھ یا بیس رکعت اور عشا کی سنت کے بعد چار رکعت سنتِ عصر اور تحیۃ وضو بھی لازم ہونا چاہیے۔ تلاوت قرآن مجید ایک جز، کلمہ تمجید اور کلمہ توحید سو سو مرتبہ اور سبحان اللہ و بحمدہ صبح اور سوتے وقت سو مرتبہ پڑھیں۔ احادیث صحیحہ سے جو موقتہ دعائیں ثابت ہیں ان کا ورد بھی معین کرنا چاہیے۔ لیکن ان تمام اعمال میں حضور قلب کا ہونا لازم ہے۔

فرماتے ہیں فنا کا حصول جس کی علامت ماموا اللہ سے بے شعوری

اور خدا کی طرف دائمی توجہ ہے۔ اگرچہ اس طریقہ میں جلدی حاصل ہوتی ہے۔

لیکن اس مرتبہ کا متعلق و مثبت ہونا جس میں ماسوا اللہ کے بھول جانا اور علاقہ ”علمی وحبی“ کو دل سے قطع کرنا عرصہ دراز کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

اس طریقہ کے مقامات کے حصول کے لیے میں نے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تیس سال خدمت کی اور تیس سال سے زیادہ طالبان حق عزوجل کو طریقہ کی تلقین میں مصروف ہوں، ساٹھ سال میں حضرت سید (نور محمد بدایونی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہات سے میں فنائے قلب سے مشرف ہوا اور اس مدت میں بڑی کوشش سے باطنی شغل کرتا رہا ہوں۔ اب فنائے قلبی کے آثار جیسے کہ چاہیے ظاہر [۴۷] ہو رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ کمالِ فنا کے ظہور سے بارہا یہ یقین ہوا کہ میں اس جہان سے انتقال کرنے والا ہوں، اور اگر اس وقت کوئی آ کر سلام کہتا تو ایسا لگتا کہ جیسے کسی نے قبر پر آ کر سلام تحیۃ کہا ہے۔ ایک مرتبہ مجھے اس سے افاقہ ہوا تو گمان گزرا کہ میں ابھی زندہ ہوں اور ابھی رخت سفر باندھنے کا وقت نہیں آیا۔

فرماتے ہیں، فنا کے ظہور کے وقت قصور کی دید اس قدر غالب ہوتی ہے کہ اس موقع پر لوگوں کا خدمت اور تعظیم کرنا تعجب کا باعث بنتا ہے۔ چنانچہ ایک دن یہ فقیر (مصنف حضرت شاہ غلام علی) آپ کے حضور میں حاضر تھا۔ اور ہنکھا گر رہا تھا۔ اسی وقت مجھے سختی سے منع کر دیا۔ لیکن دوسرے روز خود حکم دیا کہ ہنکھا کرو۔ فرمایا کہ گزشتہ روز نسبت فنا کا ظہور تھا، میں نے خیال کیا کہ تم تمسخر کے طور پر یہ کام کر رہے ہو۔ اس لیے میں نے سختی سے منع کر دیا۔ اس وقت نسبت بقا کا ظہور ہو رہا ہے اور میرے باطن پر عظمت و کبریائی الہی کی تجلی جلوہ گر ہے اس لیے اگر مہم دلیا اس کی تعظیم کے لیے اٹھے تو پھر بھی اس مرتبہ کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

فرماتے ہیں، تجلیات الہیہ کی شناخت جو ارباب محبت و معرفت کے باطن پر وارد ہو، کی شناخت دشوار کام ہے۔ نظر بصیرت تیز درکار ہے تا کہ تجلیات کی کیفیات جدا جدا معلوم کر سکے۔

فرماتے ہیں کہ مقامات طریقہ کے حصول کے بعد سالک کے احوال مختلف تصویروں والے مرقع کی طرح ہو جاتے ہیں۔ کبھی مقامی نسبت ظہور کرتی ہے۔ اور وہ اپنی کیفیات میں اُسے محظوظ کرتی ہے، اور کبھی نسبت مقامی دوسرا پرتو ڈالتی ہے۔ تو اس وقت اس کی کوئی اور ہی حالت ہوتی ہے لیکن جب متوسلان خاندان احمدیہ کی نسبت اپنے کہالات اور عروج کو پہنچتی ہے تو سالک (متوسل) اس کی لطافت و بے رنگی کی وجہ سے ادراک نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ لطافت اور صفا تمام مقامات مافلہ کو متاثر کرتی ہے اور کیفیات کو چھپا لیتی ہے۔ اور وہ واقعات و خواب جو اس طریقہ کے اطفال (مبتدی) کے لیے دل خوش کن ہوتے ہیں کم ہو جاتے ہیں وہاں محض لاعلمی اور دشواری ہی ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ خلوت میں بیٹھ کر باطنی نسبت کی حفاظت اور مبداء فیاض پر دائمی توجہ رکھنی چاہیے۔ اپنے اوقات ادا کرنے احوال ظاہری سے معمور رکھنے چاہیے۔ کیوں کہ احوال کا نور جمعیت، صفائی نسبت، حضور اور آگاہی کا سبب ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہمیشہ کے مراقبے سے نسبت باطنی میں قوت ملک و ملکوت کی اطلاع اور سہربانی کی نظر سے دلوں کو نوازنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ ذکر تہلیل کی کثرت سے صفات بشریت کی فنا، کثرت درود سے اچھے واقعات، کثرت نوافل سے انکسار اور عاجزی اور کثرت تلاوت سے نور و صفا حاصل ہوتا ہے۔ ذکر تہلیل معنوی لحاظ سے اس طریقہ میں مفید ہے۔ [۳۸] اور صرف لفظ کی تکرار ہی آخرت کے ثواب کا سرمایہ اور برائیوں کا خاتمہ کرتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ جس نفس سے نفی و اثبات کا ذکر تین سو بار سے کم کیا جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے یہ جس قدر زیادہ کیا جائے اتنا ہی مفید ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس نفس کے لیے ذکر کی شرط نہیں رکھی ہے بلکہ اس کا صرف مفید ہونا فرماتے ہیں۔ لیکن ذکر دوام، وقوف قلبی اور مبداء فیاض پر توجہ کو اپنے طریقہ کا رکن مقرر کیا ہے ۱۲۔

فرماتے ہیں کہ پہلے دل کا ذکر ضروری ہے۔ جب ذکر میں کچھ طاقت آجائے اور اسم ذات کی آواز خیال کے کان سے سننے لگے۔ تو پھر

ہر نفس میں ذات الہی کی توجہ اور آگہی رکھنی چاہیے۔ جب کوئی خطرہ دل میں آئے تو اسی وقت اسے روکنا چاہیے تا کہ نفس کی خواہش اور وسوسے ہنگامہ برپا نہ کریں۔ کیوں کہ ہجومِ خواطر فیض کے ورود کے مانع ہوتا ہے، یہی ”ہوش در دم“ ہے۔

فرماتے ہیں اسم ذات کی کثرت سے جذبہ الہی کی نسبت حاصل ہوتی ہے۔ نفی و اثبات سلوک کے راستے کا فاصلہ طے کرنے کے لیے مفید ہے۔

فرماتے ہیں، باطنی حالات کی کیفیات کا ادراک مرتبہ ولایات میں محفوظ کرتا ہے۔ لیکن کمالاتِ نبوت میں باطن کا وصف لاعلمی اور دشواری کے سوا کچھ نہیں ہوتا اگرچہ مقاماتِ فوق میں لطافت و بے رنگی لازم ہے حاصل کلام یہ ہے کہ کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ نسبت مجددیہ کی لطافت و بے رنگی لوگوں کے انکار کا سبب ہوتی ہے لہذا جب سالک کی سیر کمالات کو پہنچتی ہے تو مجھے تردد ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ طریقہ ہی ترک کر دے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اگر عمر نے وفا کی تو سالکوں کو مقاماتِ مافلہ سے مقاماتِ عالیہ پر پہنچا دوں گا۔ اصل مقصد تو خدا کا پنا اور سنت کا متبع ہونا ہے۔ جو ہر مقام میں حاصل ہے۔

فرماتے ہیں کہ یقین و طہانیت مقاماتِ عالیہ مجددیہ کی طلب کے دوران زیادہ ہوتا ہے، اس کے بعد مقصود سے اتصال بے کیف پیدا ہوتا ہے :

اتصال بے کیف بے قیاس
ہست رب الناس را با نوع لاس^{۱۳}

اس وقت کوئی ذوق و شوق اور حضور اس کی براہری نہیں کر سکتا۔ فرماتے ہیں کہ وصول کمالات کی راہ عنقریب بند ہونے والی ہے۔ اور طریق ولایات پامال ہو جائیں گے۔ اس آخری زمانے میں مقاماتِ سلوک کے لیے استعدادیں کوتاہ ہو گئی ہیں جو مقصود تک پہنچانے سے معذور ہیں۔ لیکن تیس سال پہلے طالبوں کی سیر میں سرعت تھی۔ ان کا کشف و وجدان بھی درست ہوتا تھا۔ فی الحال اگر میرے اصحاب میں سے کوئی طالبِ صادق اخلاص و کوشش سے فیوضِ طریقہ کے کسب کی کوشش کرے تو عرصہ دراز کے بعد وہ ولایتِ قلبی یا اس سے بالا مقام پر فائز ہوتا ہے۔

لیکن مقامات عالیہ مجددیہ کا حصول سخت دشوار ہے ۔

فرماتے ہیں ، مقامات میں سالکوں کی سیر میں صحیح کشف جو واقعات کے مطابق [۹۰] ہو بہت کم ہوتا ہے ۔ پس بشارات دے دے کر خدا پر بہتان اور سالک کو مغرور نہیں کرنا چاہیے ۔ حالات میں تبدیلی ، واردات کی آمد اور اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ ، دل جمعی اور اپنے اوقات کی وظائف و عبادات کے مطابق تعمیر اللہ تعالیٰ کی عمدہ نعمتیں ہیں ۔

فرماتے ہیں ارباب شوق و ذوق کی تاثیر گرم اور تیز ہوتی ہے ۔ اور اہل دل کو بہت محظوظ کرتی ہے ۔ اہل اللہ کے تمام طریقوں کی کیفیات و تصرفات میں وہی نسبت شریفہ ارباب طلب میں جذب فرما ہے ۔ لیکن اہل اطمینان اور جمعیت کی نسبت جو کہ مرتبہ کمالِ نبوت اور اس سے بھی بالاتر ہوتی ہے جو صرف طریقہ مجددیہ کا خاصہ ہے ۔ جس میں بہت الوار ہیں ۔ اور سالک بہت جلد ترقی کرتا ہے ۔ گرم تاثیر جو کہ بے تاب شوق بخشے بہت مفید ہے ۔

ظاہر ہے قدیم زمانے میں جمعیت و طہانیت کا ظہور زیادہ تھا اس لیے اصحاب کو بے تاب حرکات سے منع کرتے تھے ۔ کیوں کہ فغان و نعرہ اصحاب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ۔

فرماتے ہیں کہ ضروری مسائل کا پڑھنا یا علماء کی صحبت میں سن کر عمل کی صحت کے لیے یاد کرنا لازم ہے ۔ فرماتے ہیں کہ علم حدیث ایسا جامع علم ہے کہ اس میں تفسیر ، فقہ اور دقائق سلوک سب شامل ہیں ۔ اس علم کی برکات سے نور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے ۔ نیک عمل اور اچھے اخلاق کی توفیق پیدا ہوتی ہے ۔ تعجب ان پر ہے جو صحیح حدیث غیر منسوخ جسے محدثین نے بیان کیا ہے ۔ اور ان کے راویوں کے حالات معلوم ہیں اور جو چند واسطوں سے نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم ، جن سے کبھی غلطی ہونا ممکن نہیں ، پر عمل نہیں کرتے اور فقہ کی روایات جن کے ناقل قاضی اور مفتی ہیں ان کے تحریری احوال و عدل معلوم نہیں ہیں اور یہ دس واسطوں سے زیادہ پر ہی مجتہد تک پہنچتی ہیں پر عمل کرتے ہیں ، ان سے خطا و صواب ہر وقت ممکن ہے ۔ رہنا لا تو اخذنا ان لسینا او اخطانا ۱۳ (اے ہمارے رب اگر ہم بھولیں یا غلطی کریں تو ہم سے مواخذہ نہ کر) ۔

فرماتے ہیں نکاح انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی سنت ہے ۔ لیکن ان ایام میں

رزق حلال نایاب ہے۔ اور جہالت کا دور دورہ ہے اکثر کی اولاد علم و ادب سے بے بہرہ ہے۔ عقد نکاح میں بدعات کے رواج سے بہت خلل پیدا ہو گیا ہے۔ اس لیے سالکوں کے لیے ترک و تجرید بہتر ہے۔ کم روزی کھانا، مولیٰ کی عبادت میں مشغول رہنا، شہر میں مشہور نہ ہونا، کوئی وارث، اور وارث نہ چھوڑنا۔ بے شک دولت بزرگ و شریف ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے :

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان " اغبط اولیای عندی لمومن خفیف الحاذ ذو حظ من الصلوۃ احسن عبادۃ ربہ و اطاعة فی السروکان فی الناس لایشار الیہ بالاصابع و کان رزقہ کفافیاً فصبر علی ذلک ثم نقد بیدہ [۵] فقال عجلت منیۃ قلت بواکیہ قل تراثہ ۱۵ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میرے دوستوں میں سے میرے نزدیک زیادہ رشک کے قابل وہ مومن ہے جو کم عیال دار ہو نماز کا حصہ رکھتا ہو، اس نے پوشیدہ طور پر اپنے رب کی عبادت و اطاعت اچھی طرح کی ہو اور لوگوں میں غیر معروف ہو، انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ نہ کیا جاتا ہو، اس کا رزق بقدر ضرورت ہو، اس نے اس پر صبر کیا ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور فرمایا اس کی موت جلد واقع ہوئی۔ کیوں کہ کم عورتیں اس پر روئیں اور اس کا ترکہ بھی کم تھا)۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل ۱۶، ترمذی اور ابن ماجہ ۱۷ نے روایت کیا ہے۔

حواشی

- ۱- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : مقدمہ کتاب ہذا بعنوان ”مذہبی بے راہ روی“ ، ص ۱۰۶ - ۱۰۹ -
 - ۲- ملاحظہ ہو : مکتوب حضرت مظهر در مسئلہ ذکر خفی و ذکر جہر - مکتوب نمبر ۱۱ (کتاب حاضر ، باب مکاتیب) -
 - ۳- تفصیل کے لیے دیکھیے : رسالہ وحدت الوجود تالیف ملا عبدالعلی بحر العلوم ترجمہ مولانا زید ابو الحسن مطبوعہ دہلی ، ۱۹۷۱ء -
 - ۴- شیخ اکبر کی فصوص الحکم کی فص شعیبہ کی ایک طویل عبارت کا یہ اختصار ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت فصوص کی بجائے لوائح جامی پیش نظر تھی ، لائحہ ۲۶ میں ہے :
- شیخ رضی اللہ عنہ (ابن عربی) در فص شعیبی می فرماید کہ عالم عبارتست از اعراض مجتمعة در عین واحد کہ حقیقت ہستی است (لوائح جامی مرتبہ مجدد قزوینی ، طبع لاہور ۱۹۷۸ء ، ص ۳۸) جس کا مفہوم یہ ہے کہ کل کائنات گیا علوی کیا سفلی (تمام عالم) اعراض ہیں جو حقیقت واحدہ میں مجتمع ہیں - شیخ نے فص شعیبہ (شرح جامی ص ۲۶۱-۲۶۳) میں مفصل بحث کی ہے -
- ۵- یہ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی (ک ۵۷۶/۵۱۳۳۶) کا قول ہے ، جسے حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات (۲/۲) میں نقل کیا ہے - آپ اس کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں :

امکان و وجوب کی نسبت بھی اس مقام میں متصور نہیں ہو سکتی - کیونکہ امکان اور وجوب ماہیت اور وجوب کے درمیان نسبت کا نام ہے تو جہاں وجود ہی نہ ہو

وہاں نہ امکان ہوگا اور نہ وجوب۔ یہ معرفت نظر و فکر کے مقام سے وراء ہے۔۔۔ الخ۔

لیز حضرت مجدد نے معارفِ لدنیہ (طبع بجنور ۱۳۵۱ھ، ص ۱۸-۲۰) میں بھی اس موضوع پر مفصل بحث کرتے ہوئے شیخ سمنانی کا یہی قول نقل کیا ہے۔ اس طرح آپ کے رسالہ مبداء و معاد (طبع لاہور، ص ۱۵-۱۶) میں بھی اس قول کی وضاحت ملتی ہے۔

لقشبندی حضرات نے شیخ سمنانی کے اقوال بکثرت نقل کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(۱) مجد پارما، خواجہ: فصل الخطاب، مطبوعہ بخارا۔
(۲) لورالدين اسفرائینی: کاشف الاسرار، طبع ہرمان لنڈٹ، تہران ۱۹۸۰ء۔

(۳) اسفرائینی و سمنانی: مرشد و مرید طبع ہرمان لنڈٹ، تہران۔
(۴) اقبال سبہستانی: چہل مجلس شیخ علاء الدولہ سمنانی، تہران۔
(۵) ”سمنانی اور وحدت الوجود“ مقالہ ہرمان لنڈٹ۔ شامل دانش ایران جلد چہارم۔

(۶) مظفر صدر: احوال و آثار و افکار شیخ سمنانی، تہران۔
۶- وہ اپنا آپ دلوں میں ظاہر کرتا ہے اور خرقہ درویش کو سی دیتا ہے۔

۷- یہ مصرعہ اصمعی کا ہے دیکھیے نفعۃ الیمن مصنفہ شیخ احمد بن مجد یمنی شروانی، طبع دیوبند، ص ۳۹۔

۸- فنا کی معراج نیستی ہے، اس لیے عاشقوں کا مذہب و دنیا بھی نیستی ہی ہے۔

۹- موطاء امام مالک میں یہ حدیث اس طرح ہے: بہشت لائم حسن الاخلاق (حسن الخلق ۸) لیکن مدارج النبوة میں شیخ عبدالعق نے اسے ”مکارم الاخلاق“ ہی نقل کیا ہے (مدارج ۱/۳۲) طبع سکھر۔

۱۰- القرآن (الروم) ۴۰/۷۔

- ۱۱- القرآن (الحدید) ۲۵/۵۷ -
- ۱۲- محمد ہارما ، خواجہ : قدسیہ [ملفوظات حضرت خواجہ نقشبند] مرآۃ
احمد طاہری عراقی ، مطبوعہ تہران ۱۹۷۵ء ، ص ۲۸ - ۴۷ -
- ۱۳- نوع انسانی کے ساتھ رب الناس کا جو اتصال ہے وہ بلا کیف و
قیاس ہے -
- ۱۴- القرآن (البقرہ) ۲۸۶/۲ - [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : فصل ۶۸
مکتوب نمبر ۱۶ ، کتاب ہذا] -
- ۱۵- ترمذی ۶۰/۲ (زہد ۳۵) -
- ۱۶- مسند احمد بن حنبل ۲۵۲/۵ ، ۲۵۵ -
- ۱۷- ابن ماجہ (زہد ۴) - نیز ملاحظہ ہو : المعجم المفہرس ۴۵۹/۴ -

پڑھو یہ فصل

وہ ہوش افزا نصیحتیں جو آپ نے اپنے اصحاب کو کہیں

آپ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو، حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کی متابعت دل و جان سے کرو، اپنے احوال کا کتاب و سنت سے تقابل کرو اگر موافق ہیں تو قبولیت کے لائق خیال کرو اور اگر مخالف ہیں تو مردود سمجھو۔ عقیدہ اہل سنت و جماعت کا التزام کر کے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرو اور علماء کی صحبت اختیار کر کے اخروی ثواب حاصل کرو اگر ممکن ہو تو حدیث پر عمل کرنے میں مداومت کرو ورنہ کبھی کبھی حدیث پر عمل ضرور کرنا چاہیے تاکہ تم اس کے نور سے محروم نہ رہو۔

دل کو دونوں جہانوں کی اغراض سے پاک کر لو۔ تمہارا عمل ہی کیا ہے کہ تم اسے بیچ سکو اس کی استطاعت ہے کہ وہ اپنے کو اس سے منسوب کرے۔ باطنی صفائی کے لیے خلوت لازم ہے۔ گیوں کہ دوربشی کا سرمایہ صفا کی موجودگی ہی ہے۔ دنیاوی اسباب میں سے بہت کم اختیار کرو کیوں کہ قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا۔ عبادت اور ذکر خدا میں سرگرم عمل رہو آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ مشائخ کی صحبت میں اپنی عقیدت کو مضبوط کرو کیوں کہ دوستانہ خدا کی دوستی اللہ کے قرب کا موجب ہوتی ہے۔ اپنے پیر کے حضور غیر کا خیال نہ لاؤ، جب پیر کی صحبت میسر ہو تو نوافل نہ پڑھو۔

جہاں تک ممکن ہو سکے اپنی زلدگی صبر و توکل سے بسر کرو۔ غیر

کا تصور دماغ سے نکال دو، اپنے کام خدا پر چھوڑ دو۔ موت پر یقین اور ایسے سچا وعدہ مسجھ کر ایسے خلوت کا سرمایہ جالو۔

اگر تمہارے دل میں تردد نہ ہو تو گوشہ نشینی اختیار کرو رزق جس کے لیے وقت مقرر ہے خود ہی پہنچ جائے گا۔ اگر عیال کی فکر دامن گیر ہو تو اسباب^۲ کا مہیا کرنا البیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ مقررہ آمدنی جس پر دل کو بھروسا^۳ نہ ہو وہ توکل اور سبیل ارشاد کے مٹانی نہیں ہوتی۔ فقیر کا راس الہال تو فارغ البالی اور جمعیت خاطر ہے۔ گویوں کہ اس کا فارغ البال دل مقصود کا منتظر ہوتا ہے۔ اس لیے ایسا نہ ہو کہ دل جمعیت تفرقہ میں بدل جائے۔ اور دل کی توجہ و یکسوئی میں خلل پیدا ہو۔ قناعت اختیار کرو، حرص اور طمع کو دل سے نکال دو پار اور اغیار سے نا امید ہو جاؤ۔ ہونا اور نہ ہونا اور ہر ایک کو برابر جانو اور کسی کو حقارت سے نہ دیکھو۔ اپنے آپ کو سب سے کم تر اور قاصر شمار کرو۔ طلبِ مونی کی راہ میں کبر کو دماغ سے اور غرور کو ہاتھ سے چھوڑ دینا چاہیے۔ اسی مقام پر کہا گیا ہے کہ درویشی وہ ہوتی ہے کہ جو کچھ تو اپنے دماغ میں رکھتا ہے اُسے نکال دے، اور اگر تیرے سر پر آن پڑے (مصیبت) تو تو جنبش نہ کرے گذشتہ اور آنے والے دن کے اندیشہ کو نکال دے۔ اپنی اطاعت اور عبادت پر فخر نہ کرے دید قصور اور نیستی کو اپنا سرمایہ بناؤ۔ نفس کی مخالفت جس قدر کر سکو وہ [۵۱] بہتر ہے۔ لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ تنگ آ جائے کہ جس سے اطاعت کی خوشی اور شوق جاتا رہے۔ کبھی اس کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے کیوں کہ مومن کے نفس کی رضامندی ثواب کا موجب ہے۔

ایک مرتبہ میرے نفس نے متحمل ہو کر ایک مخصوص طعام کی آرزو کی کہ جو بھی مقصد ہوگا وہ پر آنے گا۔ اس وقت اتفاق سے گوئی نہیں تھا کہ میں اس سے کہتا۔ عرصہ کے بعد اس نے متشکل ہو کر طعام کی درخواست کی۔ اس وقت ایک شخص آیا۔ اس نے میرے حکم کے موجب کھانا مہیا کیا، اس کی ایک ایسی مشکل تھی جو کسی طرح حل نہیں ہوتی تھی لیکن یہ کام کرنے سے حل ہو گئی۔

فرماتے ہیں کہ اگر شکرگزاری کی نیت سے کھانا مزے دار بنائے تو بہتر ہے۔ کیوں کہ بدمزگی کی صورت میں تیرے دل سے شکر ادا نہیں ہوتا۔

لذیذ طعام میں بے مزہ پانی کی آمیزش کرنا نعمت الہی گو خاک میں ملانے کے برابر ہے۔ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم مرغوب کھانا تناول فرماتے تھے، اگر رغبت نہ ہوتی تو تناول نہ فرماتے۔

ہمارے نفس حضرت جنید و شبلی رحمۃ اللہ علیہما کی طرح نہیں ہیں کہ گڑواہٹ کو بھی مٹھاس ہی خیال کریں اور کہیں کہ:

الصبر تَجْرَعُ المرارة بلا عبوسۃ الوجه

(ناک منہ چڑھانے بغیر تلخی کو پی لینے کا نام صبر ہے)

وہ شکر جو محض زبان سے کہا جائے، صبر کی ایک قسم ہے جس کا اثر روح تک ہوتا ہے۔

اولیاء کے مزارات کی زیارت کو فیض جمعیت کا دربوڑہ بناؤ۔ مشائخ گرام کی ارواح طیبہ کو فاتحہ اور درود سے ثواب پہنچا کر جناب الہی میں انہیں وسیلہ بناؤ کیوں کہ اس امر سے ظاہری و باطنی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ البتہ مبتدیوں کو تصنیف قلب کے بغیر اولیاء کی قبور سے فیض حاصل ہونا مشکل ہے۔ اسی لیے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ کی یاد میں مصروف ہونا اولیاء کی قبروں کی مجاورت سے بہتر ہے۔ عرس اور چراغاں کی متعارفہ رسوم کا مقید نہ ہونا، کیوں کہ ایسا کرنے سے خیمہ و فرش کی ضرورت پڑے گی اور لوگوں کے ہجوم میں حفظ مراتب جاتا رہے گا۔ حاجت مندوں کی خفیہ طور پر نقدی سے مدد کرنے سے جلدی ثواب ملتا ہے۔

حواشی

- ۱- عملِ حدیث کے موضوع پر حضرت مظهر کا تفصیلی مکتوب (نمبر ۱۶) مقاماتِ مظہری کی اٹھارہویں فصل میں ملاحظہ کریں۔
- ۲- حضرت مظهر کے زمانہ کے اقتصادی حالات کا تجزیہ کرنے ہوئے اس کتاب کے مقدمہ میں ہم نے ان امور پر تفصیلی بحث کی ہے، ص ۹۶-۹۹۔
- ۳- یعنی اس مقررہ آمدنی کو ہی اپنا دائمی رزق تصور نہ کیا جائے بلکہ اسے ایک وقتی ذریعہ خیال کرو۔
- ۴- اس نوعیت کے اقوال کی وضاحت کے لیے دیکھیے :
ملی، ابو عبدالرحمن : طبقات الصوفیہ، طبع شریبہ،
بامداد اشاریہ۔
اصبہانی، حافظ ابو نعیم : حلیۃ الاولیاء۔ (احوالِ حضرت
جنید و شبلی)۔
- ۵- وسیلہ کے موضوع پر علماء و مشائخ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے کتاب 'وسیلہ' جلیلہ میں ان اقوال کو بہترین طریقے پر یک جا کر دیا ہے۔
- ۶- حضرت مظهر کے حین حیات مشائخ کے عروسوں پر جو بدعات ہوتی تھیں، ہم نے کتاب ہذا کے مقدمہ میں "مذہبی بے راہ روی" کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔

چودھویں فصل

آپ کے بعض منامات کا بیان اور آپ کی زبانی اولیاء کے احوال

فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بارہا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور اپنے خال میں بہت عنایات کا مشاہدہ کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جو سعادت آخری مرتبہ نصیب ہوئی، آپ ہاتھی پر سوار ہو کر تشریف لائے اور اتر کر فرمانے لگے اؤ ہم اپنے کندھے آپس میں ملائیں۔ میں اس خواب کی تعبیر نہیں سمجھ سکا۔

فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتعجیات کے جہاں جہاں آراء کے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں [۵۲] لیٹا ہوا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک کی راحت مجھے پہنچ رہی ہے۔ اسی اثنا میں مجھے پیاس لگی، پیر زادگان سرپند بھی وہاں حاضر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک کو پانی لانے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو میرے پیر زادے ہیں۔ فرمایا کہ میرا حکم بجا لاتے ہیں۔ پس ان میں سے ایک عزیز پانی لایا۔ جسے میں نے سیر ہو کر پیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا میری امت میں ان کی مثل اور کون ہے؟ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان کے مکتوبات بھی آپ کی نظر مبارک سے گزرے ہیں؟ فرمایا اگر اس میں سے تمہیں کچھ یاد ہو تو سناؤ۔ میں نے آپ کے

ایک مکتوب کی یہ عبارت پڑھی :

”سبحانہ تعالیٰ وراء الوراہ ثم وراء الوراہ“ ۲

(یعنی علم ، فہم ، عقل اور ادراک کی جہاں تک رسائی ہے اللہ کی ذات اس سے کہیں پرے ہے بلکہ اس سے بھی پرے ہے)

بہت پسند کیا ، محفوظ ہوتے ہوئے فرمایا پھر پڑھو میں نے دوبارہ وہی عبارت پڑھی ۔ تو اس سے بھی زیادہ تعریف کی ۔ یہ مبارک صحبت (حالت) دیر تک رہی ۔ صبح ایک دوست آیا اور کہا کہ میں نے آج شب دیکھا ہے کہ آپ نے ایک بہت سہانا خواب دیکھا ہے ۔ وہ خواب کیا تھا ۔ میں نے یہ خواب اس سے بیان کیا تو وہ بہت متعجب ہوا ۔

فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک اور صحبت کی برکت سے میں اپنے آپ کو سراہا نور اور حضور محسوس کرتا ہوں ۔ اور اس خواب کی کیفیتوں سے جو بیداری سے بہتر ہیں ، کئی روز تک پیاس اور بھوک کا احساس نہ رہا ۔

فرماتے ہیں ایک خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک بڑے صحرا میں کلاں چبوترا ہے اس پر بہت سے اولیاء حلقہ مراقبہ میں ہیں ۔ حلقہ کے درمیان حضرت خواجہ نقشبند دو زانو اور حضرت جنید قدم سرہا جھک کر لیٹھے ہیں اور حضرت سید الطائفہ جنید (رحمۃ اللہ علیہ) پر ماسوا اللہ سے استغنا اور کیفیات اور حالات فنا طاری ہیں ۔ پھر وہاں سے سب اٹھ کھڑے ہوئے میں نے پوچھا کہاں جاتے ہیں ؟ کسی نے جواب دیا حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقبال کے لیے ۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ۔ آپ کے ہمراہ ایک کدڑی پوش ، سرو قد ، پاؤں سے ننگا اور بکھرے بالوں والا شخص بھی تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کمال تواضع اور تعظیم کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا ۔ میں نے پوچھا ۔ کون ہے ؟ کسی نے کہا یہ خیرالتابعین اولیٰ قرن ہیں ۔ وہاں ایک مصفا حجرے کا ظہور ہوا جو کمال درجہ منور تھا ، وہ تمام حضرات اس حجرہ میں آ گئے ، میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہیں کسی نے کہا آج حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کا عرس ہے ، جس کی تقریبات میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں ۔

فرماتے ہیں کہ جب باطن کی نسبت پر فنا اور لیستی کا ظہور ہوتا ہے تو سالک اس وقت بے خودی اور استغراق سے متصف ہوتا ہے۔ وہ واقعات (مکاشفات و منامات) میں اپنے آپ کو مردہ دیکھتا ہے۔ نسیان اور بے شعوری اس کے حال کے لیے لازم ہو جاتی ہے۔ ان ایام میں جب کہ مجھے (حضرت مظہر) حضرت سید (نور محمد بدایونی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہات سے فنائے قلبی [۵۳] حاصل ہوئی اور دنیاوی تعلقات اور خواہشات کے مٹ جانے کا (مقام حاصل ہوا) تو میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میرا تن سر سے جدا ہو گیا ہے۔ لیکن زبان سے کلمہ طیبہ جاری ہے۔ نیز میں نے دیکھا کہ میں مردہ ہوں۔ اور لوگ میری تجہیز و تکفین میں مصروف ہیں اور میرا جنازہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی طرف دفن کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں اور میری روح بھی اس کے ہمراہ ہے۔ یہاں تک کہ نعش کو قبر میں رکھ کر مٹی سے ڈھانپ دیا۔ اور میں دیوار پر بیٹھا ہوں۔ منکر نکیر اس طریقے سے جو کہ حدیث سے ثابت ہے آئے اور اپنے دالت زمین پر مار کر قبر کے اندر داخل ہو گئے۔ اور میری جان (روح) اور نعش میں تعلق پیدا ہو گیا۔ وہ جواب و سوال کر کے چلے گئے اور میں قبر میں آرام سے سو گیا۔ نیز میں نے دیکھا کہ میرا انتقال ہو گیا ہے۔ لوگوں نے تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ اٹھانا چاہا۔ اچانک میرا جنازہ ہوا میں اڑ گیا اور لوگ اس کے پیچھے روانہ ہوئے اور میری روح بھی اس کے ہمراہ ہے۔ اس وقت مجھے اپنی یہ رباعی یاد آئی :

مظہر تشویش چشم گوشی نشوی
 سرمایہ جوشی و خروشی نشوی
 باید کہ پائے خود روی تا سر گور
 اے جوہر پاک بار دوشی نشوی^۳

فرماتے ہیں کہ فقیر کو جو محبت جناب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اور آپ نسبت علیہ نقشبندیہ کا سر منشاہ ہیں۔ اگر تقاضائے بشریت کی وجہ سے میری باطنی نسبت پر پردہ پڑ جاتا تو جناب (صدیق اکبر) سے خود بخود رجوع ہو جاتا اور آپ کے التفات سے وہ گدورت دور ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں نے آپ کی شان میں

ایک قصیدہ کہا تو میرے حال پر بہت مہربانی فرمائی۔ ”لواضع“ کے طور پر فرمایا، میں اس ستائش کے لائق نہیں ہوں۔

فرماتے ہیں کہ ہماری نسبت (نسب) جناب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتی ہے اور مجھے آنجناب کی خدمت میں خاص نیاز ہے۔ جسمانی عوارض کے وقت میری توجہ آنجناب کی طرف ہوتی ہے جس سے مجھے شفا ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ میں نے ایک قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے :

فروغ چشم آگاہی امیر المومنین حیدر
ترا نگشت ید اللہی امیر المومنین حیدر

آپ کی خدمت میں عرض کیا تو بہت نوازش فرمائی۔

فرماتے ہیں کہ ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت ایمان کا موجب اور تصدیق و ایقان کا سرمایہ ہے۔ ہمارے لیے تو ان کی محبت کے سوا اور کوئی عمل وسیلہ نجات نہیں اور اپنی زبان مبارک سے یہ شعر پڑھا :

نکرد مظهر ما طاعتی و رفت بخاک
نجات خود بتولائے بوتراب گذاشت

فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معارف کتاب و سنت کے مطابق ہیں۔ اور وہ مقامات کہ جہاں اعتراضات وارد ہوتے ہیں [۵۴]، کے جواب آپ نے خود تحریر فرما دیے ہیں۔ جو اہل انصاف کے نزدیک کافی ہیں۔

بہت سے کلمات جن پر علمائے ظاہر گرفت کرتے ہیں، دیگر اولیائے کرام سے بھی صادر ہوئے ہیں وہ بلا تاویل درست نہیں ہوتے۔ ہر تاویل جو ایسے کلام کی کی جائے وہ غلبہ احوال (سکر) یا الفاظ کا معانی کے بیان کے لیے کفایت نہ کرنا، یا ان باتوں کے اظہار کا حکم الہی ہونا، حضرت مجدد کے کلام سے بھی ثابت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث (دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اوائل حال میں آپ کے بعض معارف پر اعتراضات لکھے۔ لیکن آخر میں ان سے رجوع

گز لیا۔ اور خواجہ حسام الدین^۸ خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہما کو لکھا کہ ”ان ایلم میں میں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھے جو صفائی (رفع شبہات) حاصل ہوئی وہ حد سے متجاوز ہے۔ دراصل بشریت کا پردہ اور جہت کا حجاب درمیان سے اٹھ گیا ہے۔ رعایت طریقہ و انصاف اور حکم عقل جو ان عزیزوں اور بزرگوں کے حق میں برا نہیں ہوتا۔ ذوق، وجدان اور غلبہ کے طور پر کوئی چیز ایسی باطن میں پڑی ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو دلوں کو پھرتی اور احوال کو بدلتی ہے۔ شاید اہل ظاہر دور رہیں۔ میں تو نہیں جانتا کہ حال کیا ہے؟ اور کس طریق پر ہے؟“ انتہا^۹۔

راقم فقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ ان کا قول کہ دراصل پردہ بشریت اور حجاب باقی نہیں رہا سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان اعتراضات کا لکھا جانا نفسانیت کی وجہ سے تھا نہ کہ حق و انصاف کا اظہار، اس لیے ان معترضین کا یہی حال ہوتا ہے جو بلا تامل و تحقیق اعتراضات کرتے ہیں۔ اگر آپ کا کلام انصاف سے پڑھا جائے تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ (عبدالحق) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ”اعتراضات“ کے آخر میں لکھا ہے کہ میں آپ کے بارے میں عالم غیب کی طرف متوجہ تھا کہ آپ کے ان سب معارف و مقامات کی غایت تحریر کیا ہے؟ آیا یہ اصلاً حق ہے یا محض معن سازی ہے؟ تو یہ آید شریفہ میرے باطن پر القا ہوئی۔ و ان یک کاذباً فعلیہ کذبہ^{۱۰} (اگر یہ جھوٹا ہے اس کا جھوٹ اسی پر ہے)۔ انتہا۔ ظاہر ہے کہ اس آیت کا نزول فرعون اور۔ پروکاران فرعون کے رفع شبہات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اثبات حقیقت کے لیے ہوا۔ اس لیے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے انکار سے باز آنا اور ان کے باطن شریف پر مذکورہ آیت کا القا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت شیخ کے اعتراضات رفع ہو چکے تھے^{۱۱}۔

فرماتے ہیں کہ بادشاہ^{۱۲} کی طرف سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو تکلیف پہنچنا بھی آپ کی انبیاء گرام علیہم السلام کی کمال متابعت کی دلیل ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید میں اعتکاف کیا اور حضرت سید المرسلین علیہ افضل الصلوات غار میں خلوت گزین ہوئے۔

(حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کے) مخلصوں نے آپ پر کبھی کبھی

اعتراضات اور شبہات کے رد میں رسائل تالیف کئے ہیں ۱۴ ان رسائل رد شبہات میں سب سے بہترین رسالہ ۱۳ مرزا محمد بیگ ۱۵ [۵۵] بدخشی کا ہے۔ جو مکہ شریفہ میں تالیف ہوا۔ جس پر چاروں مسلک کے مفتیوں کی مواہیر ثبت کروائیں۔

فرماتے ہیں فیض الہی بے انتہا ہے اور ہر ولی کی استعداد کے مطابق اس کا ظہور ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے متاخرین کی حکمت بالغہ کے مطابق کمالات عنایت کیے یہ تمام علوم و فیوض متقدمین سے مروی نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت ثابت ہے۔ اسی طرح اولیا کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ ان مقامات کی وجہ سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو امتیاز حاصل ہے۔ آپ کے طریقہ کے بہت سے مستفید ان درجات و حالات پر فائز ہوئے اور ان علوم و کیفیات کا اقرار کیا۔ جس سے اس مقام کی نسبت کو شک و شبہ نہیں رہا کیوں کہ متواتر خبر صدق و یقین کے لیے مفید ہے۔ جو کوئی ان مقامات پر نہیں پہنچا اس نے انہیں تسلیم نہیں کیا۔ اس لیے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے معذور ہے۔ اعلیٰ کمالات کے لیے کرامات کا ظہور شرط نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان اعلیٰ درجات پر فائز ہونے کے باوجود جن پر کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا، سے بکثرت خرق عادات، شوق و ذوق کی نسبتیں اور جذبہ و استغراق کا ظہور نہیں ہوا۔

کسی نے حضرت میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ان دو بزرگوں حضرت غوث الثقلین اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا یہ دونوں میرے پیر اور رہنما ہیں مجھ پر دونوں رحمت الہی کے بادل کی طرح برستے ہیں۔ میری رہنمائی کے لیے ان میں ایک ہی کافی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ فلک سے زیادہ نزدیک کون ہے۔

فرماتے ہیں حضرت سید (نور محمد بدایونی) کے پیر حضرت حافظ محمد محسن استفادہ کے لیے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے بزرگ ہمارے بزرگوں کا انکار کرتے تھے اب تم انکار کرنے آئے ہو یا اقرار؟ عرض کی اس

انکار کی عذر خواہی کے لیے — پس حافظ صاحب آپ کی صحبت کا التزام کر کے کمال و تکمیل کے مرتبہ کر پہنچے ۔

راقم فقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نبیرہ حضرت شیخ مجد فرخؒ جو کہ کثیر العمل عالم تھے ، حج کے لیے گئے تو مید مجد برزجیؒ نے جو کہ حضرت مجدد کا متشدد منکر تھا ، چاہا کہ مدینہ منورہ سے آپ کے ہمراہ مکہ شریفہ آئے ۔ آپ نے دعا کی کہ الہی میں عجمی ہوں اور وہ عربی اور حرم مبارک میں محادلہ مناسب نہیں ہے تو اس کے شر سے مجھے بچا ۔ آپ کی دعا قبول ہوئی وہ سخت بیمار ہو گیا ۔ آپ نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت کا شرف حاصل کر کے ہندوستان کی طرف رجوع فرمایا اور کشتی میں سوار ہوئے تو اُس وقت وہ صحت یاب اور طاقت ور ہو کر آپ کے تعاقب میں آیا وہ ایک چھوٹی کشتی میں سوار ہوا کہ جہاز میں بیٹھ کر آپ کے ساتھ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے معارف پر بحث کرے ۔ آپ نے دعا [۵۶] کی اللہم اکفیہ بماشت (اے اللہ ! مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھ) کشتی دریا میں غرق ہو گئی اور منکر اولیاء کو اس کی سزا ملی ۱۹ ۔

فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالاحد نے اپنے والد اور چچاؒ سے استفادہ کیا تھا وہ ان دونوں حضرات رحمۃ اللہ علیہم کی نسبتوں کو برابر خیال کرتے تھے اور نسبت سعیدی و معصومی میں فرق نہیں کرتے تھے ، فرماتے تھے کہ میری نظر میں یہ دونوں بزرگ برابر ہیں جیسے امام تسبیح کے ساتھ دو دانے ہوتے ہیں ۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان حضرات کی نسبتوں کا امتیاز کرنے کی صلاحیت بخشی ہے ۔ سعیدی نسبت میں اضمحلال اور بے خودی جو کہ مقام خلت کے لائق ہے بہت ہے اور معصومی نسبت میں ”صفا اور لمعان“ جو کہ مقام محبوبیت کے لیے مناسب ہے ، بے شمار ہے ۔ نسبت سعیدی میں کجالات لبوت اور دیگر مقامات کی زیادہ قوت ہے ۔ نسبت معصومی کی ولایات میں قوت زیادہ ہے — حضرت مجدد کے مخصوص مقامات سے ان دو صاحب زادوں رحمۃ اللہ علیہما کے علاوہ کوئی مشرف نہیں ہوا ۔

فرماتے ہیں کہ ابتداء میں میں طالبوں کو توبہ کی تلقین اس طرح

گھرتا تھا جو کہ توبہ نصوح کی تاکید کی طرح ہوتی تھی۔ ایک شب اپنے حضرت شیخ گو خواب میں دیکھا۔ میرے حال پر عنایات کیں وہاں ایک قوال حاضر تھا اس کو بھی آپ نے توجہ دی تو اس کی عجیب حالت ہوئی اس نے وہ عمل ترک کر دیا اور مزامیر توڑ دیے اور غیر شرعی افعال سے توبہ کی فرمانے لگے کہ توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جب طالب کے باطن پر نسبت غالب آجائے تو وہ اپنا کام خود کرے اس روز سے میں نے توبہ کے سلسلے میں سختی کرنے سے گریز کیا۔ کیوں کہ توبہ مجمل ہی کافی ہے۔ اور توبہ نصوح خاص وقت پر حاصل ہو جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ دانش مندوں کے ایک گروہ نے مجھ سے پوچھا آپ نے طریقہ نقشبندیہ میں کیا فضیلت دیکھ کر دوسرے طریقوں کے مقابلہ میں اسے اختیار کیا۔ میں نے کہا کہ یہ طریقہ کتاب و سنت پر منطبق ہے جس کا قطعی ثبوت ہے اور یہ قطعیت پر منطبق ہے وہ بوی قطعی ہے۔

اس طریقہ کے اشغال سے اتباع سنت کی توفیق ہوتی ہے۔ اور شریعت کے اتباع سے اس طریقہ کے انوار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ شیطان خشک ملا کی صورت میں ظاہر ہوا اور مجھ سے پوچھا کہ آپ کے مزاج میں عشق کی شورش کا غلبہ ہے اور آپ کی طبیعت عاشقانہ اشعار کی طرف راغب ہے تو پھر آپ نے اس بے کیف طریقہ کو جس میں سماع کو دخل نہیں اور آواز جہر (ذکر جہر) سے بھی سروکار نہیں ہے کیوں اختیار کیا؟ میں نے کہا عقیدت اور محبت جناب باری تعالیٰ سبحانہ کی حکمت بالغہ کی مقتضی ہوتی ہے۔ اس نے کہا یہ تو محض مجبوری کی علامت ہوئی۔ مجھے اس کے لاپرواہانہ سوال پر غصہ آیا اور چاہا کہ اس کی داڑھی پکڑ لوں اور ماروں لیکن وہ دفعۃً غائب ہو گیا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت سید (نور محمد بدایونی) کے پیر حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہا ایک رات تہجد کی نماز کے لیے اٹھے تو بالسری کی آواز [۵] ان کے کان میں آئی۔ بے تاب اور بے خود ہو کر گر پڑے جس سے دست مبارک پر چوٹ لگ گئی فرمانے لگے لوگ مجھے بے درد کہتے ہیں بے درد تو وہ ہیں جن پر سماع کی تاثیر نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ کے ایک بزرگ ایک جگہ جا رہے تھے کہ ان کے کان میں سماع کی آواز آئی تاب نہ لاکر بیٹھ گئے اور اس کی شورش کو ضبط کر گئے جس

کی گرمی سے ان کے سر کی کھوپڑی پھٹ گئی۔ انہوں نے کہا کہ جلع مہلک ہے اس لیے اسے حرام قرار دیا گیا ہے ۲۱۔

فرماتے ہیں کہ حضرت سید (نور محمد) کے پیر حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہا کی خانقاہ میں ہر روز چار سو ۲۲ درویش استفادہ کے لیے جمع ہوتے تھے۔ حضرت شیخ ہر ایک کی فرمائش کے مطابق کھانے پکوانے تھے۔ ان تمام لاز و نعم کے باوجود سالکین بلند مقامات پر فائز ہوتے تھے کیوں کہ اس طریقہ کا مدار مرشد کی ہمت اور توجہ پر ہے۔ اس طریقہ کے ایک فرد نے چاہا کہ غذا کم کر دے ان کے پیر نے کہا کہ اس طریقہ کے فیوض حاصل کرنے کے لیے اس قسم کے اعمال کی ضرورت نہیں ہوتی کیوں کہ ہمارے بزرگوں نے اس کام کی بنیاد دوامی وقوفِ قلبی اور مرشد کی صحبت پر رکھی ہے۔ زہد اور شدید مجاہدات کا نتیجہ کرامات اور تصرفات ہیں۔ لیکن مقصد کا حصول تو دوام ذکر، توجہ الی اللہ، اتباع سنت اور انوار و برکات کی کثرت سے ہوتا ہے ظاہر بین عوام کی نظر تو خرق عادات کے ظہور پر ہوتی ہے۔ اور خواص جو حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں ان کا مطمح نظر صرف تصفیہ قلب اور نسبت مع اللہ ہوتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ سعد اللہ کے پیر حضرت محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہا، حضرت غوث الثقلین کی اولاد اجداد میں سے ایک صاحب زادے سے ملنے کے لیے گئے وہ صاحب زادگی اور اپنی ظاہری حشمت کے غرور سے آپ کی تعظیم کے لیے نہ اٹھا۔ آپ کے اصحاب اس کی اس بے ادبی سے ناخوش ہوئے۔ اس نے آپ کی خدمت میں التماس و التجا کی آپ کے صرف ہمت سے اس نے طریقہ نقشبندیہ حاصل کر لیا۔ اور اس کے حالات اچھے ہو گئے۔ اس کے عزیزوں کو یہ طریقہ پسند نہ آیا۔ انہوں نے کہا کہ تم نے اپنے آبا و اجداد کا طریقہ چھوڑ کر دوسروں کا طریقہ اپنا لیا ہے۔ اس نے کہا کہ خدا نہ قادری ہے نہ چشتی۔ جہاں میں نے اپنا مقصد دیکھا وہیں پہنچ گیا۔

فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ تدفین کے لیے سہرند لے گئے، راستے میں اذان کے وقت آپ کے جنازہ سے اذان کا جواب سنا گیا۔

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بے ادب عورت نے حضرت شیخ

عبدالاحد (وحدت) رحمۃ اللہ علیہ کو برا بھلا کہا آپ نے صبر کیا تو معلوم ہوا کہ غیرت النہی اس سے انتقام لینے کے لیے حرکت میں آگئی ہے۔ آپ نے حاضرین میں سے ایک سے فرمایا کہ اس بے ادب کے تھوڑے سید کرو اس نے توقف کیا اچانک وہ عورت گر پڑی اور مر گئی آپ نے اس توقف کرنے والے پر عتاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عورت کا خون تمہاری گردن پر ہے۔ اگر تو میرے حکم پر عمل کرتا تو وہ بے ادب [۵۸] نہ مرقی اور سلامت رہتی۔ حضرت مظہر اس واقعے کے بعد فرمانے لگے مشائخ کے حکم پر بلا توقف عمل کرنا چاہیے۔ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ شاہ گلشن جو کہ حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے، کمال درجہ کے زہد اور ریاضت سے متصف تھے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے سالکوں کے لیے محل رشک ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین روز کے بعد بھوک لگتی تھی شدید بھوک کے وقت درختوں کے پتے، کھیرا اور خربوزے کے چھلکے لے کر انہیں پانی سے پاک کر کے کھا لیتا۔ ایک ہی بوسیدہ گدڑی تیس سال تک آپ نے پہنے رکھی۔ ایک بار حضرت نے روزہ کے افطار کے وقت گرمی کی شدت سے حوض کا پانی طلب فرمایا کسی نے عرض کی کہ یہاں ایک کنواں ہے جس کا پانی ٹھنڈا اور میٹھا ہوتا ہے۔ فرمانے لگے ہم کئی سالوں سے اس مسجد میں سکونت رکھتے ہیں خیال میں یہ کبھی نہیں آیا کہ یہاں کوئی کنواں بھی ہے پیاس کی شدت کے وقت اسی حوض کا پانی پی لیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے دیتاروں کی ایک تھیلی بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم پر حج فرض ہو گیا ہے۔ ایک لمحہ بھی نہ گزرا تھا کہ واپس آکر فرمایا ایک سائل نے سوال کیا تو وہ تھیلی میں نے اسے دے دی۔ اس لیے حج کی فرضیت میرے ذمہ سے اب ساقط ہو گئی ہے۔

ایک بار چاہا کہ زکوٰۃ ادا کریں کیوں کہ ہر فرض النہی کی ادائیگی سے خاص قرب حاصل ہوتا ہے۔ جب زکوٰۃ کا نصاب فراہم ہو گیا تو زکوٰۃ اور نصاب دونوں خدا کی راہ میں دے دیے کیوں کہ جب مقصود حاصل ہو گیا تو مذکورہ دولت کس کام آئے گی؟ فقراء کا خزانہ صرف در خدا ہے، سبحانہ۔

فرماتے ہیں کہ سلسلہ مداریہ ۲۳ کے فقراء کی ایک جماعت رقص و سرود کر رہی تھی کہ اہل تماشا میں سے ایک کو خیال آیا ان بدعتیوں میں بھی کوئی صاحب کمال ہوتا ہوگا۔ ان فقرا میں سے ایک نزدیک آیا اور کہا :

خاکسارانِ جہاں را بہ حقارت منگر
تو چہ دای کہ درین گرد سواری باشد ۲۳

فرماتے ہیں کہ کسی کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ ان صورتوں میں ”معانی حقیقت“ جلوہ گر ہیں۔

فرماتے ہیں کہ نواب مکرم خاں ۲۵ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہلات باطنی کا استفادہ کیا تھا۔ ایک روز ان سے عالم گیر بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی ہے ؟ انہوں نے جواب دیا چار سال وہ عرصہ جو میں نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں بسر کیا ہے یہی میری عمر ہے۔ باقی وہاں آخرت ہے :

اوقات بہاں بود کہ با یار بسر رفت
باقی ہمہ بے حاصل و بے خبری بود ۲۶

فرماتے ہیں کہ نواب مکرم خاں کے کھانے میں اتنے تکلفات ہوتے تھے جو فضول خرچی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ لیکن حضرت خواجہ ۲۷ (محمد معصوم) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کامل احتیاط اور الہائی تقویٰ کے ان کا کھانا کھا لیتے تھے۔

فرماتے تھے کہ ان کے کھانے کی برکات سے اس قدر [۵۹] نور باطن بڑھتا ہے کہ گویا کھانا کھایا ہی نہیں۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کے غلبہ اور الوار نسبت کے ظہور سے ان کی تمام چیزیں منور ہو گئیں (تو انہوں نے بطور شکرانہ) دو گانہ نماز ادا کی :

مثنوی

از محبت مسہا زرین شود از محبت تلخہا شیرین شود
از محبت سرکہ با مل می شود از محبت خار با گل می شود ۲۸

فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے پیر کی خدمت میں عریضہ ۲۹ لکھا کہ آپ کی محبت خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی محبت پر غالب ہے۔ جو میرے لیے شرمندگی کا باعث ہے۔ اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ

کی محبت میں ہی خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ و سلم) کی محبت ہے۔ اور
کلمات اللہ کا جذب جو پیر کے باطن میں ہوتا ہے اسی کا سبب ہوتا ہے ۳۰؛

چون دیدہ عقل آمد احوال معبود تو سرست اول ۳۱

فرماتے ہیں کہ نواب مکرم خان کے انتقال ۳۲ کے وقت حضرت خواجہ
(عبید اللہ) احرار کا متبرک کلاہ ان کے سر پر رکھا گیا۔ انہوں نے نور
فراست سے معلوم کر لیا اور آنکھیں کھول دیں کہ میرے پیر کا متبرک کلاہ
لا یا گیا ہے، اس لیے حضرت خواجہ کی ذات درگاہ الہی میں میرا وسیلہ ہوگی۔
فرماتے ہیں کہ قدیم نقشبندی بزرگوں کی نسبت اور نسبت احمدیہ (مجدد یہ)
کے انوار میں فرق ہے۔ نیز ان کی کیفیات بھی مختلف ہیں۔ توجہ جو پیر
اپنے مستفید کے حال پر کرتا ہے وہ پیر کے پیروں سے کم ظاہر ہوتی ہے۔
کیوں کہ یہاں دونوں (پیر و مرید) کے قرب کے سبب ”معیت“ قوی اور
متحقق ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت شیخ (مجدد عابد)، حضرت سید (نور مجد
بدایونی) اور نواب مکرم خان رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات جو کہ یک جا
واقع ہیں کی زیارت کے لیے گئے۔ دونوں مزاروں پر توجہ کرنے کے بعد فرمایا
دونوں بزرگوں کی نسبت ایک ہی ہے۔ لیکن حضرت سید کے مزار کی
نسبت فقر و ورع نورانیت اور چمک کی وجہ سے ممتاز ہے۔

فرماتے ہیں کہ دو شخصوں نے حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے
طریقہ اخذ کیا، ایک نے طریقہ قادریہ اور دوسرے نے طریقہ نقشبندیہ،
حضرت شیخ فرماتے ہیں حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک
تشریف لائی اور مثالی صورت میں اپنے خاندان کے مرید کے ہمراہ روانہ
ہو گئی اور حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بھی مثالی صورت میں اپنے
طریقہ کے معتقد کے ساتھ روانہ ہوئے۔

فرماتے ہیں جناب الہی میں ہر شیخ طریقت کا توکل ”جبل العتین“ ہے
کیوں کہ یہ مراتب قرب پر فائز ہوتے ہیں۔ مستفید اگر فیض حاصل کر لے
تو زہے سعادت (اس طرح) وہ بھی ان میں سے ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ اس
بشارت میں جس کے لیے یہ اکابر ممتاز ہوتے ہیں شریک ہو گیا۔ اور ان
بزرگوں کی عنایت اس کے شامل حال رہی۔

فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین کی توجہ اپنے طریقہ کے متوسلین کی طرف زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ میری اس طریقہ کے کسی ایسے فرد سے آج تک ملاقات نہیں ہوئی، جس کے حال پر آپ کی توجہ مبذول نہ ہو۔ اسی طرح [۱۰] اپنے طریقہ کے معتقدین پر حضرت خواجہ نقشبند کی توجہ صرف ہوتی ہے۔ مغل صحراؤں میں سوتے وقت اپنے سامان اور گھوڑے حضرت خواجہ کی تحویل میں دے دیتے اور ان کی غیبی مدد ان کے ساتھ ہوتی، اس باب میں اس قدر حکایات ہیں کہ اگر انہیں لکھا جائے تو طوالت ہوگی۔

فرماتے ہیں، حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے مزار کے زائرین پر بہت عنایت فرماتے ہیں۔ اسی طرح شیخ جلال پانی پتی^{۳۳} بہت التفات کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین کی شہود میں استغراق کی شان بہت عالی ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدین (ترک پانی پتی) ماسوا اللہ کے کسی طرف التفات نہیں کرتے راقم فقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے۔ پانی پت سے روانگی کے وقت فقیر نے آنکھوں کو پاؤں بنا لیا اور بڑے ادب کے ساتھ شمس الدین ترک (کے مزار) کی زیارت کے لیے گیا اس کے باوجود انہوں نے کہ ترک ماسوا اللہ کر رکھا ہے، مجھ پر عنایت کی۔ جس کی کیفیات و توجہات شریفہ سے میرا دل اس قدر محظوظ ہوا کہ دہلی تک میں اس کا اثر اپنے اندر محسوس کرتا تھا، اور کئی روز تک میں اس کے اثر سے سرشار رہا۔

فرماتے ہیں کہ ان اکابر کی نسبت کی قوت اور آہرو اس مرتبہ کی ہوتی ہے کہ زبان اس کے بیان سے قاصر ہے۔ بلکہ ان عزیزوں کی باطنی نسبتوں اور قدیم صوفیہ تالیف کے مقابلہ میں کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان سے بہرہ ور نہیں ہو سکے۔ ایک روز آپ نے اپنے اصحاب سمیت حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک پر توجہ کی۔ اور فرمایا سبحان اللہ عجیب اور قوی جذبہ والی نسبت کا ظہور حضرت خواجہ سے ہوا، کیوں نہ ہوتا، حضرت خواجہ تو اس خالدان کے بزرگ ہیں۔ راقم (مصنف کتاب ہذا) کہتا ہے کہ میں اس وقت شرف حضور میں مشرف تھا، حضرت خواجہ کی طرف سے ایسی نسبت وارد ہوئی کہ ہمارے سینے جو خالی تھے اس نسبت کے انوار و کیفیت سے پر ہو گئے، جب مراقبہ سے سر اٹھایا تو

حضرت خواجہ کا التفات ختم ہو چکا تھا اور جو معمور دل تھے وہ خالی اور بے نور ہو گئے۔ یہ انوار اور کیفیات ہمارے باطن پر ان شمس سے ہیں جو ”وسط سماء حقیقت“ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

فرماتے ہیں کہ پانی پت میں امام بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے سرہانے میں نے مراقبہ کیا اور کافی غور و توجہ بھی کی لیکن ان کی نسبت کا اثر ظاہر نہ ہوا لیکن عرصہ دراز کے بعد ان کی نسبت نہایت لطافت سے ظاہر ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان کا سلوک صوفیہ کے مقررہ طریقے کے مطابق نہیں ہے۔ وہ راہِ خدا میں بذریعہ شہادت پہنچے ہیں اور دفعتاً بطریق ”اصطفا“ فائز ہوئے ہیں اور یہی حال ان شہیدوں کا ہوتا ہے جو خدا کی راہ میں دفعتاً جان دے دیتے ہیں الہیں عنایات الہی کے جذبات دفعتاً مقاماتِ قرب پر فائز کر دیتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے لیا طریقہ بیان کیا ہے۔ اور اسرار [۶۱] معرفت کی تحقیق اور علوم کی گہرائی کی خاص طرز رکھتے ہیں۔ ان تمام علوم اور کالات کی وجہ سے وہ علمائے ربانی میں سے ہیں ان کی مثال ان محقق صوفیہ کی سی ہے جو کہ علم ظاہر و باطن کے جامع اور نئے علوم کے موجد ہوں ایسے چند ایک ہی گزرے ہوں گے۔

فرماتے ہیں کہ وہ اولیاء جو خدمتِ (خلق) پر مامور ہوتے ہیں، میں انہیں پہچانتا ہوں اور میری ان سے ملاقات بھی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے کہ اس کا اظہار کیا جائے۔ نادر شاہ ۳۴ کے لشکر کے قطب سے ملاقات ہوئی تھی کسی معاملہ میں لاہور کے قاضی کی مسہر درکار تھی میں نے اس سے کہا وہ ایک پہر کے اندر قاضی کی مسہر لگوا کر لے آیا۔ اور کہا کہ قاضی ایک کام میں مصروف تھا اس لیے میں دیر سے آیا ہوں۔ ورنہ میں گھڑی بھر میں آ جا سکتا ہوں۔ ایک مرتبہ ایک فقیر کی لڑکی کی شادی کے لیے رقم کی ضرورت تھی۔ وہ آدھی رات کے وقت قلعہ کے اندر گیا مجدد شاہ بادشاہ کی بالین سے جو ہر رات کو ہزار روپے کی تھیلی گوشہ نشین مساکین پر خرچ کرنے کے لیے اپنے سرہانے رکھتا تھا وہ تھیلی اٹھا لی بادشاہ کو اس کی خبر ہو گئی اس نے اسے چور سمجھا، فقیر نے کہا میں وہ ہوں جس کے ذریعے تمہاری جان محفوظ رہی بادشاہ نے کہا کچھ اور رقم مانگو اس نے کہا بس یہی کافی ہے۔

فرماتے ہیں کہ وہ خفیہ طور پر ہمارے حلقہ میں آ کر بیٹھتا تھا کسی نے اسے نہیں دیکھا تھا اولیائے عشرت کے لیے شہرت لازم ہے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں لیکن اولیائے عزلت کے لیے خفیہ رہنا لازم ہے تاکہ اسرار ظاہر نہ ہونے پائیں۔ ایک مرتبہ ایک قد آور جوان جس کے ہاتھ میں قیر و کبان تھی حضرت کے سامنے آیا۔ آپ اس کی تعظیم کے لیے اٹھے اور فرمایا تم وہی ہو نا، وہ دیر تک بیٹھا رہا پھر چلا گیا، تو فرمایا کہ یہ جوان ابدال تھا بلکہ سنبل کی حفاظت اس کے ذمہ ہے۔ ہمیں دیکھنے کے لیے ایک ہی جست (یک قدم) میں وہاں سے یہاں آیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بلکہ دہلی کا قطب ایک کشمیری مرد ہے جو فلاں محلے میں رہتا ہے۔ محمد احسان نے عرض کی کہ مجھے اس کا نام و پتہ بتائیں فرمایا کیا تو چاہتا ہے کہ راز فاش ہو جائے؟

ایک مرتبہ ایک سپاہیانہ وضع عزیز آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا اجمیر سے۔ اس وقت مجھے اس کام پر مامور کر کے بھیجا گیا ہے کہ نجیب خان ۳۵ کی لگہبانی کے لیے آپ اپنے اصحاب سے سورہ اخلاص کا ورد کرنے کا حکم دیں۔ پس آپ کے اصحاب نے سورہ اخلاص کا ورد کیا اور نجیب خان کفار کے شر سے محفوظ رہا ۳۶۔

حضرت (میرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ) نے کئی بار فرشتوں اور ارواح طیبہ اور باطن کے الوار کا اپنی ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ ایک مرتبہ میں (شاہ غلام علی مصنف ہذا) آپ کی خدمت میں حاضر تھا، فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ اور یہاں کیوں آئے ہیں۔ میں نے عرض کی یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ فرمانے لگے مگر تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ یہ سچ ہے کہ مغیبات کا کشف ہر ایک کو نہیں ہوتا۔ اور عالم غیب کو دیکھنا طریقہ میں شرط نہیں ہوتا۔ اصل کام تو محض خدا کی طرف دائمی توجہ اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہمارے سب سے زیادہ امید والے اعمال اللہ کی طرف دائمی توجہ [۶۲] اور مشائخ کرام کی محبت کے علاوہ نہیں ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ہر عمل کی کیفیت الگ الگ ہوتی ہے نماز تمام کیفیتوں کی جامع ہوتی ہے۔ کیوں کہ وہ تلاوت، تسبیح، درود اور استغفار و

اذکار کے الوار پر مبنی ہوتی ہے۔ سب سے صحیح اور اصل حالات جو کہ احوال قرن ۲۷ سے مشابہ ہوتے ہیں نماز ہی میں حاصل ہوتے ہیں بشرطیکہ اس کے آداب جیسا کہ چاہیے بجا لائے جائیں۔

راقم (شاہ غلام علی) مسکین عنی اللہ عنہ کہتا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے، باطن کو نماز کی حالت میں عروج ہوتا ہے اور لطائف کو انوار فوق سے حظ حاصل ہوتا ہے۔ مگر ارکان میں اعتدال اور خشوع و خضوع کا ہونا لازم ہے۔

فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت صفائی باطن اور قلب کی قبض رفع کرنے کا موجب ہے۔ ترتیل حروف اور خوش العانی ہونی چاہیے۔ قرآن مجید کی تلاوت متوسط آواز سے کرنی چاہیے اس سے اذواق پیدا ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں باطنی نسبت میں بہت ترقی ہوتی ہے روزہ کی حالت میں غیبت اور جھوٹ سے بچنا واجب ہے ورنہ روزہ کا حاصل فائدہ کشی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اس مہینے کی رضامندی اور روزہ کی ادائیگی کا حق حاصل ہو جائے۔

فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے اس ماہ کو ایک پارسا مرد کی صورت میں دیکھا، اس نے پوچھا کہ کیا تم روزہ داروں سے خوش ہو جاتے ہو؟ اس نے کہا کہ روزے کا حق ضائع کر کے انہوں نے مجھے ناراض کیا ہے۔ مگر حضرت حجتہ اللہ (مجد) نقشبند ۳۸ رحمۃ اللہ علیہ ییاری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے تھے لیکن وہ اس پر نادم تھے ان کا روزہ نہ رکھنے سے نادم ہونا دوسرے لوگوں کی نسبت مجھے زیادہ پسند ہے۔

فرماتے ہیں، اس ماہ مبارک کے انوار و برکات کا ظہور غرہ شعبان سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ گویا اس ماہ کے فیوض کو چاند نے طلوع کیا، لصف شعبان سے ہی ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ وہ چاند بدر تاہاں ہو گیا ہے۔ اور اس ماہ مبارک کے انوار سے جہان منور ہو گیا ہے۔ شب غرہ سے ہی یہ ماہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فیوض الہی کا آفتاب ہادلون کے حجاب سے نکل آیا ہے۔ اس لیے مسلمان رمضان المبارک میں ہر طرف سے جمع ہونے لگتے ہیں اور بڑی عجیب صحبتیں رہتی ہیں تراویح میں قرآن سننے سے نئے حالات وارد ہوتے ہیں۔ کبھی کبھار تراویح کے بعد اصحاب

کے ساتھ مراقبہ کرتے اور صحیح حالات حاصل ہوتے اور جس پر لیلۃ القدر کا احتمال ہوتا تو فرماتے کہ آج رات بہت سی برکات فائض ہوئیں اور بکثرت تجلیات کا ظہور ہوا۔ اس رات آپ بہت سی دعائیں پڑھا کرتے۔ ان حالات کی کیفیات کی تحریر میں گنجائش نہیں ہے۔

فرماتے ہیں کہ شب قدر بدل کر آتی ہے یعنی طاق راتوں میں سے کسی رات کو آتی ہے۔ اس کے لیے ستائیس معین نہیں ہے۔ البتہ اس رات کثرت سے دعا اور نماز (نوافل) ادا کرنے کے سبب لوگوں کا اس رات کو جاگنا معمول بن گیا ہے [۶۳] اس میں بہت ہی برکات پائی جاتی ہیں۔ اور بعض اوقات شب قدر مذکورہ تاریخ میں ہو بھی جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ان ایام کی جمعیت اور حضور سارے سال کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ یہ تجربہ کی بات ہے کہ اگر اس مہینے میں کوئی قصور یا فتور ہو جائے تو اس کا اثر سارا سال رہتا ہے۔ میں (میرزا مظہر) نے اپنے استاد کی زبانی سنا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر یہ ماہ جمعیت و اطاعت میں گزرے تو سارا سال اچھی توفیق اور جمعیت سے محظوظ رہتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہر سال ماہ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے۔ اور اگر کوئی اجازت طریقہ کے مقامات پر پہنچ جاتا اور اسے ان ایام میں اگر خرقد سے سرفراز کرتے تو اسے تاکید کرتے کہ ان ایام میں لوگ حلقہ میں حاضر رہیں۔ تاکہ باطنی ترقیات سے بہرہ ور ہو سکیں۔ رمضان شریف ختم ہونے کے بعد فرماتے کہ روزوں کی برکات سے عزیزوں کی نسبتیں کثیر الانوار اور روشن ہو گئی ہیں افسوس کہ سارا سال رمضان کیوں نہیں رہتا۔ روزہ اگر (سال) میں کسی وقت بھی رکھا جائے اس سے ”صفائی“ حاصل ہوتی ہے اور اس وعدہ کی برکات کہ انا اجزی بہ ۳۹ (اس کی جزا میں دوں گا) سے خالی نہیں ہے لیکن اس میں رمضان شریف کی سی کیفیات نہیں ہوتیں۔ راقم مسکین کہتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے الصوم لی و انا اجزی بہ ۴۰ (روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا بھی میں ہی دوں گا) بعض کے نزدیک اجزی صیفہ مجہول ہے اس صورت میں روزہ کا رویت (باری تعالیٰ) میں کامل دخل ہے۔ فطوبی للصائمین (روزہ داروں کے لیے ہی بہتری ہے)۔

حواشی

- ۱- مجدد الف ثانی : مکتوبات ۱/۲ -
- ۲- حضرت مجدد کا مولہ بالا مکتوب ، حضرت شیخ اکبر ابن عربی کے تصور وحدت الوجود اور اس سلسلے میں حضرت مجدد کے اپنے نظریے کے بیان پر مشتمل ہے ۔ جس کے ابتدائیہ کا یہ آخری فقرہ ہے ۔
- ۳- اے مظہر آنکہ اور کان کے لیے تشویش نہ بن جوش و خروش کا سرمایہ نہ بن ، چاہیے کہ تو اپنے پاؤں سے قبر تک پہنچے ۔ اے جوہر پاک تو کسی کے لیے بوجہ نہ بن ۔
- ۴- حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ چشم آگاہ کی روشنی میں ، پھر تیرے لیے وہ بد اللہ کیوں نہیں ؟
- ۵- مظہر : دیوان ، طبع مصطفائی ، ص ۱۸ -
- (ترجمہ) ہمارے مظہر نے بندگی نہیں کی اور قبر میں چلے گئے ۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ قرار دیا ۔
- ۶- امام ربانی مجدد الف ثانی : مکتوبات ، جلد اول ، مکتوب ۲۰۹ - جلد سوم ، مکتوب نمبر ۸۸ ، ۹۲ ، ۱۲۱ -
- ۷- حضرت شیخ محدث کا ایک پورا مکتوب حضرت مجدد کے معارف پر اعتراضات پر مبنی ہے ، یہ مکتوب معارج الولايت تالیف عبداللہ خویشگی قصوری (سال ۱۰۹۶ھ) میں منقول ہے جسے پروفیسر خلیق احمد نظامی نے حیات شیخ عبدالحق محدث میں نقل کر دیا ہے ، ص ۳۱۲ - ۳۳۳ -
- ۸- خواجہ حسام الدین احمد ، اکبر بادشاہ کے مقرب اور ابوالفضل کے جنوٹی تھے ، بعد میں امارت ترک کر دی اور حضرت خواجہ باقی باللہ

کی خدمت میں شب و روز بسر کر کے ۱۰۴۳ء میں انتقال کیا۔
(نزہۃ الخواطر ۵/۱۲۸ - ۱۲۹ - نسیم احمد فریدی : خواجہ باقی باللہ
لکھنو ۱۹۷۸ء، ص ۹۹ - ۱۱۳)۔

۹۔ شیخ محدث کا یہ مکتوب اخبار الاخیار کے آخر میں شامل ہے۔ اس
سلسلہ کے مخالفین نے حضرت محدث رحمۃ اللہ علیہ کے اس مکتوب کی
اڑ لے کر اپنی آراء کو مؤثر بنانے کی سعی کی ہے۔ لیکن حقیقت یہ
ہے کہ حضرت شیخ نے اپنے اعتراضات سے رجوع کر لیا تھا۔
دونوں حضرات کی اولاد میں بعد میں بہت محبت اور یگانگت پیدا
ہو گئی تھی۔ چنانچہ حضرت خواجہ مجدد یحییٰ بن حضرت مجدد
نے حدیث کی سند حضرت شیخ محدث سے حاصل کی تھی۔
حضرت شیخ محدث کی اولاد میں سے بہت سے افراد حضرت مجدد
کی اولاد سے بیعت ہو کر رشد و ہدایت میں معروف ہوئے۔
حضرت میرزا مظہر سے حضرت شیخ محدث کے کئی صاحب زادگان
منسلک تھے جن کی تفصیل کتاب حاضر کے باب خلقائے حضرت مظہر
میں ملاحظہ کریں۔ نیز ہم نے اپنی کتاب احوال و آثار
عبد اللہ خویشگی (ص ۱۳۵ - ۱۵۰) میں اس روایت رجوع پر مفصل
بحث کی ہے۔

۱۰۔ القرآن، (المومن) ۲۸/۴۰۔

۱۱۔ مولف کتاب حاضر حضرت شاہ غلام علی نے حضرت شیخ کے ان
اعتراضات کے جواب میں مستقل رسالہ تالیف کیا تھا جو رسالہ در
اعتراضات شیخ عبدالحق پر حضرت مجدد کے عنوان سے ان کے
رسائل سبعمہ سیارہ، مطبوعہ ۱۲۸۳ھ اور ان کے مکاتیب شریفہ
میں بھی شامل ہے۔ نیز کئی حضرات نے شیخ محدث کے جواب
میں مستقل رسائل تالیف کیے ہیں دیکھیے مقدمہ ملفوظات شریفہ،
ص ۴۰۔

۱۲۔ نور الدین مجدد جہانگیر بادشاہ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو
سجدہ تعظیمی نہ کرنے کے جرم میں گوالیار کے قلعہ میں قید کیا، اور
آپ وہاں (۱۶۱۹ء - ۱۶۲۱ء) تین سال رہے اس کے بعد کچھ عرصہ

جہانگیر کے ہمراہ اس کے لشکر میں رہ کر تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

۱۳- حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، زندگی ہی میں اعتراضات شروع ہو گئے تھے۔ اور ہر دور میں مخالفین آپ پر اپنے لا یعنی اعتراضات تراشے بغیر نہیں رہ سکے۔ ہم نے بعض ایسے دریافت شدہ خطی رسائل کی نشاندہی کی ہے جو حضرت مجدد کے رد میں لکھے گئے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: احوال و آثار عبداللہ خویشکی، ص ۱۵۹-۱۶۲۔ اسی طرح آپ کے سلسلے کے معتقدین نے ان گنت رسائل ان مخالفین کے جواب میں تالیف کیے، روضۃ القیومیہ کی تالیف (حدود ۱۱۶۳ھ) تک تین سو پینسٹھ رسائل کا شمار ہوا تھا (۳/۳۸ قلمی) ہم نے اپنے ایک مقالہ ”حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں“ (مشمولہ رسالہ نور اسلام، حضرت مجدد نمبر) میں اس موضوع کی ۱۴ کتابوں کی تفصیل دی ہے۔

۱۴- اس رسالہ کا نام عطیۃ الوہاب الفاصلہ بین الخطا والصواب ہے۔ جو عربی میں ۱۰۹۳ھ/۱۶۸۳ء میں تالیف ہوا۔ علیحدہ کتابی صورت میں اور پھر مکتوبات حضرت مجدد کے عربی ترجمہ ”مجد مراد (دفتر سوم) کے حاشیہ پر دو مرتبہ چھپ چکا ہے۔

۱۵- شیخ مجد بیگ مکی کے حالات زندگی زیادہ نہیں ملتے۔ کئی اہم کتابوں کے مولف تھے۔ (ر۔ ک۔ ملحق خلاصۃ السیر، طبع ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، لاہور، ۱۹۷۰ء)۔

۱۶- یہاں انکار اور اقرار سے حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کا وہ اختلاف مراد ہے جس کی تفصیل فصل ہذا (حواشی ۷، ۸، ۹) میں ملاحظہ کریں۔ نیز حضرت حافظ مجد محسن کے حالات کے لیے دیکھیے حواشی فصل سوم کتاب حاضر۔

۱۷- حضرت شیخ مجد فرخ بن حضرت خواجہ مجد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی، معروف عالم اور کثیر التصانیف تھے، علامہ اور مولوی معنوی لقب تھا۔ ستر ہزار حدیثیں متن اور سند کے ساتھ انہیں حفظ تھیں (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ،

حاشیہ ، ص ۲۶ عربی) - حضرت مجدد الف ثانی کے معارف پر کئی کتابیں تالیف کیں اور مخالفین کے رد میں ایک ہر مغز کتاب کشف الغطاء عن اذیان الاغیاء لکھی تھی ، راقم کئی خطی نسخوں سے تقابل کر کے اس کا متن تیار کر رہا ہے ۔

۱۸- دور وسطیٰ میں حضرت مجدد الف ثانی قدم سرہ کے مخالفین میں سب سے نمایاں نام سید محمد بن عبدالرسول برزنجی کا ہے ۔ اس دور کے اکثر مخالفین سلسلہ مجددیہ کا تعلق اسی برزنجی سے تھا اس نے اس موضوع پر بہت سے رسائل لکھے جن میں سے بعض کے خطی نسخوں کی نشاندہی ہم نے احوال و آثار عبداللہ خویشگی میں کی ہے ، (ص ۱۵۹ - ۱۶۳) - عمر رضا کچالہ : معجم المؤلفین ۲۰۸/۹ ، ۱۹۵/۱۰ -

۱۹- یہ روایت مجددی سلسلے کے کئی تذکروں میں ملتی ہے ، دیکھیے روضۃ القیومیہ ، ۲/۷۶ -

۲۰- حضرت خواجہ عبدالاحد وحدت کے والد حضرت خواجہ محمد سعید اور چچا حضرت خواجہ محمد معصوم فرزندان حضرت مجدد الف ثانی مراد ہیں ۔ اور نسبت سعیدی و معصومی انہی حضرات سے منسوب ہے ۔

۲۱- سماع کے بارے میں حضرات صوفیہ کرام میں اختلاف ہے ، نقشبندی مشائخ نے بھی اس موضوع پر مستقل کتابیں تالیف کی ہیں ۔ خود حضرت مظہر کے خلیفہ جلیل القدر حضرت قاضی ثناء اللہ ہانی ہتی کا رسالہ سماع بہت مشہور ، مقبول اور مطبوعہ ہے ۔

۲۲- حضرت مولف (شاہ غلام علی) اپنے رسالہ احوال بزرگان میں خود فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ سیف الدین چودہ سو طلبہ کو وظیفہ (مدد معاش) دیتے تھے ۔ (قلمی ، ورق ۱۷۳ - ۱) -

۲۳- سلسلہ مدارویہ ، شاہ بدیع الدین مدار (ف ۵۸۳۳/۵۱۳۳۰) سے منسوب ہے ۔ سلاطین شرقیہ کے عہدہ میں اسی سلسلے کو عروج حاصل تھا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : اخبارالاکھیار ، ص ۱۵۳ -

Sharqi Sultanate of Jaunpur, pp. 274 - 77.

Sufi Orders in Islam, p. 97.

۲۴۔ خاکسارانِ جہان کو حقارت سے نہ دیکھو ، نبھے کیا معلوم کہ اس گروہ میں کوئی سوار بھی ہو ؟

۲۵۔ نواب مکرم خان کا نام میر محمد اسحاق بن شیخ میر تھا۔ اورنگ زیب عالم گیر کے خاص مقربین میں سے تھا۔ کئی اہم ملکی مسہات میں شریک رہا ، ۱۱۲۹ھ کو انتقال کیا۔ (ملاحظہ ہو مآثر الامراء ، اردو ترجمہ ۳/۵۷۵ - ۵۷۹) حضرت خواجہ محمد معصوم سے اس کے پورے خالوادے کو عقیدت تھی ، اس کا والد ، چچا شیخ منیر ، برادر بزرگ محترم خان (میر ابراہیم) اور برادر خرد شمشیر خان (میر یعقوب) بھی اس سلسلے کے معتقد تھے۔ خود مکرم خان بھائیوں سمیت سرہند شریف میں حضرت خواجہ محمد معصوم کی خدمت میں کئی سال رہا تھا۔ (مقامات معصومیہ ، قلمی ، ص ۸۸۸)۔

۲۶۔ اچھا وقت وہی تھا ، جو یار کی صحبت میں گزرا ، اس کے علاوہ سب بے حاصل اور بے خبری تھی۔

۲۷۔ مقاماتِ مظہری کے دونوں مطبوعہ نسخوں میں یہاں حضرت سید یعنی شیخ نور محمد بدایونی طبع ہو گیا ہے جو سہو کتابت ہے۔

۲۸۔ محبت سے قانبا سونا بن جاتا ہے۔ اور محبت کڑوی چیز کو میٹھا بنا دیتی ہے ، محبت سے سرکہ شراب انگوری بن جاتا ہے۔ اور محبت سے کانٹے پھول ہو جاتے ہیں۔

۲۹۔ مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم دفتر دوم میں مکتوب نمبر ۱۵۳ اور ۱۵۴ ، انہی کے نام ہیں ان میں اگرچہ مکتوب الیہ کا خطاب مکرم خان نہیں لکھا گیا جس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں یہ خطاب حضرت خواجہ محمد معصوم کی وفات کے بعد ملا تھا (مقاماتِ معصومیہ ، قلمی ، ص ۸۸۹)۔

۳۰۔ مکتوب نمبر ۱۵۳ میں فرماتے ہیں :

لوشته بودند محبتی کہ این جانب منسوب است ، فوق محبتی است کہ بجناب قدس او تعالیٰ منسوب است و این اکثر در خوف و خشیت می باشد۔ سعادت آثار آنچه لوشته آید نہ توجیہ دارد . . . توجیہ اول آکہ محبتی کہ بہ

پیر و مرشد است ، وسیلہ محبت حق است جل و علا . . .

(دفتر دوم ، ص ۲۵۱)

۳۱- جب عقل کی آنکھ بھینگی ہو جاتی ہے تو معبود اول تیرا سر ہوتا ہے ۔

۳۲- ۵۱۱۲۹/۵۱۷۱۷ -

۳۳- حالات کے لیے اسی فصل کا حاشیہ نمبر ۲۵ ملاحظہ کریں ۔

۳۴- نادر شاہ کا حملہ ہندوستان (۵۱۱۵۱/۵۱۷۲۹) تفصیل کے لیے دیکھیے

مقدمہ کتاب حاضر ، ص ۳۱ - ۳۴ -

۳۵- نجیب خان سے مراد نجیب الدولہ ہے جو مشہور روہیلہ سردار تھا ۔

۳۶- نجیب الدولہ نے بیسیوں مرتبہ حضرت مظہر سے دعا کی درخواست کی

اور آپ سے اس کے قریبی روابط تھے تفصیل کے لیے کتاب حاضر کا

مقدمہ (ص ۵۷ - ۶۶) مطالعہ کریں ۔

۳۷- احوال قرن ، یعنی ایسے احوال جو ایک دوسرے سے مربوط ہوں اور

ان میں کامل جامعیت پائی جائے ۔

۳۸- حالات کے لیے سابقہ حواشی ملاحظہ کریں ۔

۳۹- بخاری (باب صوم ۲) -

۴۰- ایضاً - لیز دیکھیے مسلم (صیام ۱۶۴) ، لسانی (صیام ۴۱ ، ۴۳) ،

ابن ماجہ (ادب ۵۸) ، موطا (صیام ۵۸) ، مسند احمد بن حنبل ۱/۴۴۶

و بہ بعد ملاحظہ ہو :

المعجم المفہرس ۳/۴۶۰ -

پندرہویں فصل

آپ کے بعض کشف اور کرامات

اللہ تعالیٰ نے عرض اپنے فضل سے آپ کو مقامات الہیہ کا صحیح کشف عنایت فرمایا تھا۔ آپ کی معلومات نفس الامر کے موافق تھیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ارشاد فرماتے تھے کہ تمہاری تمام معلومات اور وجدانیات صحیح ہیں اور ان میں سرمو بھی تفاوت نہیں ہے۔ لہذا آپ کے اصحاب میں سے کسی کو کشف ہوتا تو اپنی میر کے مقامات میں عین دیکھتا، نہیں تو حالات کے ہر مقام میں اسی مقام کے مناسب جیسا کہ حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے، اپنے باطن میں معلوم کرتا۔

فرماتے تھے کہ میرا کشف و وجدان ہمیشہ اپنے پیران کبار کے مطابق ہوتا تھا مگر ایک مرتبہ مجھ سے غلطی ہوئی کہ حضرت شیخ نے ایک بزرگ کے حق میں فرمایا کہ وہ تمہارے وسیلے سے کہالات کو پہنچا ہے۔ میں نے واقع کے خلاف عرض کیا۔ فرمایا تمہارے مشاہدے میں غلطی ہوئی ہے جو کچھ میں نے کہا درست ہے۔ لیکن چند روز کے بعد الہوں نے میرے حال پر عنایت کی اور فرمایا کہ تمہاری دید [۶۴] صحیح تھی ہم سے غلطی ہوئی ہے۔

فرماتے تھے کہ میں مقامات کی بشارت بیان کرنے میں بڑے تامل سے کام لیتا تھا۔ یہاں تک کہ مالک کے باطن میں اس مقام کے انوار واضح طور سے دیکھ لوں۔ اس کے بعد بھی میں الہام کا متوقع رہتا۔ پھر میں اس کے حالات کے تغیرات پر سوال کرتا۔ اگر وہ الہام کے موافق ہوتے اور اس کے باطن میں جدید حالات و کیفیات رونما ہوتے تو میں اسے اس

مقام کی بشارت دیتا کہ تجھے اس مقام سے مناسبت پیدا ہو گئی ہے جو صرف واقفیت کی حد تک ہے ، نہ یہ کہ اسے متقدمین جیسی نسبت حاصل ہوئی ہے تاکہ مساوات لازم نہ آئے۔ اگر تو ہمیشہ ذکر اور مراقبہ کرے اور قضائے الہی کے سامنے اپنی رضامندی پیش کرے گا تو اس مقام کی فتوحات سے فائدہ اٹھانے کا۔

مستفید کو توجہی الی اللہ اور ماسوا اللہ سے قطع تعلق کرنے سے مرشدوں کی صحبت میں اذواق و کیفیات حاصل ہوتی ہیں۔ وہ خلوتوں میں بیٹھ کر اپنے اوقات و وظائف اور عبادات سے تعمیر کر کے مقاماتِ الہیہ میں ترقی کرتے ہیں۔ اگر مبداء فیاض میں تجلی نہیں ہے تو تصور سالکوں کی ہمت کا ہے۔ راقم مسکین کہتا ہے ، قدیم بزرگ مجاہدہ ، تفصیل مقامات اور سلوک سے ولایت کی راہ پر پہنچے ہیں اور ان کا سلوک کئی سالوں کی ریاضات شاقہ کے بعد الٹا کو پہنچا ہے اس لیے ان کے قوی حالات اور ولایت کے آثار اچھے طریقے سے ظاہر ہوئے ہیں۔ لیکن اس طریقہ (نقشبندیہ) جنب اور مرشد کی توجہ سے اجالاً مقامات سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ ان مقامات کے انوار و برکات مناسبت کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس طریقہ کے اصحاب اپنی عمر ذکر اور عبادات میں گزار کر تصفیہ دل اور غیر کی توجہ کا ازالہ اور رذائل سے نفس کا تزکیہ کرتے ہیں تو اطمینان مع کیفیات اور حالات ان کے تقدیر احوال ہوتے ہیں — خرق عادات مجاہدات پر موقوف ہیں نہ کہ یہ قرب اور ولایت کے لیے شرط ہیں۔

فرماتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کہ جس کا شکر ادا کرنے کی بیان قدرت نہیں رکھتا ، وہ یہ ہے کہ مجھے مقاماتِ الہیہ کا کشف ، نفس الامر کے مطابق حاصل ہے اور اس خاندان کے جتنے بزرگ اس وقت طالبوں کے ارشاد میں مصروف ہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ امتیاز بخشا ہے کہ میں اس طریقے کے سالکوں کی نہایات تک تسلیک کر سکتا ہوں۔

بعض افعالوں نے آپ کی بشارات سے انکار کیا۔ آپ نے اپنے نور فراست سے معلوم کر لیا اور فرمایا اگر تم باور نہیں کرتے تو قدمائے دین میں سے ایک کو مقرر کرو تاکہ اس کی روح ظاہر ہو کر ان بشارات کی شہادت دے۔ انہوں نے عرض کی اگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی

تصدیق فرمائیں تو دعویٰ صدق کے نزدیک تر ہو جائے گا۔ آپ نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر فاتحہ پڑھی اور اپنے اصحاب سمیت جناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ اس توجہ میں اہل مراقبہ پر غیبت طاری ہوئی۔ حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ [۶۵] نے ظاہر ہو کر منکروں کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ میرزا کی تمام بشارات صحیح ہیں۔

شاہ عبدالحفیظ^۲، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے مقامات عالیہ پر فائز ہوئے تھے۔ کہتے ہیں، میں نے آپ سے استفادہ کیا ہے مجھ سے فرمایا طاقت حاصل کرنے کے لیے تمہیں ہر مقام کی دوبارہ توجہ دینی ہے پھر تھوڑی دیر کے لیے ولایتِ قلبی کی توجہ کی۔ میں نے امتحان کے طور پر اس مقام کو چھوڑ کر اس مقام سے دوسرے مقام پر توجہ کی۔ میں آپ کے حضور بیٹھا تھا کہ آپ نے مجھے تنبیہ کی کہ میں نے تو تمہیں دل کی طرف متوجہ رہنے کے لیے کہا تھا، تم نے دوسرے مقام کی طرف توجہ کیوں کی؟ اس روز سے مجھے یہ یقین ہو گیا کہ آپ کا کشف بہت صحیح ہے۔

احمد خان زبیری کے خلیفہ شاہ معزالدین اپنے پیر کے حکم سے مقامات کی تصحیح کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے حال پر توجہ کرنے کے بعد فرمایا۔ تمہیں کس مقام کی نسبت حاصل ہے؟ تمہارے پیر نے کون سی بشارت دی ہے۔ اس نے آپ کے کشف کی صحت کا اقرار کیا۔

میر بہادر^۳ نے حضرت شیخ سے طریقہ کے مقامات سیکھے تھے اور آپ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے حضور توجہ کے اصل مقام کو بغرض امتحان چھوڑ کر دوسرے مقام کا مراقبہ کیا تو مجھے منع فرمایا کہ توجہ ہمت کو ہراگندہ نہ کرو اور اسی مقام پر توجہ مرکوز رکھو، تمہیں مقامات سائلہ سے بھی مناسبت ہے۔ لیکن پھر بھی ترقی کے لیے ہمت کرنی چاہیے۔

شیخ محمد احسان^۴ نے حضرت سید (نور محمد) رحمۃ اللہ علیہ کے پیر حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقبہ کیا تو ان کی زبان سے بے اختیار یہ نکلا کہ آپ حضرت میرزا صاحب کی بشارات کی صحت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے اپنے مزار سے باہر آ کر فرمایا،

سب صحیح ہیں -

اس قسم کے بے شمار شواہد آپ کے کشف کی صحت کے بارے میں ہیں آپ کی صحت بشارات کی قوی دلیل سالک کے ہر مقام پر حالات میں تغیر ہے - جو اس طریقہ کے امام حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق ہے - آپ کے اصحاب جس کی وجہ سے ممتاز ہیں - اور اپنے باطن میں (ان) کیفیات کو پاتے ہیں اور اسی طرح کشف کوئی ، کشف قلوب اور کشف قبور کے متعلق بیان کرتے ہیں - واقع کے مطابق ہوتا تھا -

مجد قاسم ۵ کے بھائی نے آپ کے حضور عرض کی کہ مجد قاسم عظیم آباد میں قید ہے - اس مخلص کے لیے توجہ فرمائیں - مختصر خاموشی کے بعد فرمایا ، قید نہیں ہوا ہے - اس کا دلالوں سے کچھ تنازعہ ہو گیا تھا لیکن بخیریت ہے - اس نے اپنے گھر خط ارسال کر دیا ہے ، کل پرسوں تک پہنچ جانے گا -

اسی طرح کا واقعہ ہے کہ غلام مصطفیٰ خان^۶ کی زوجہ [۹۶] (اپنے گھر میں) غائبانہ توجہ کے لیے بیٹھتی تھی وہ آپ کے حضور شریف میں ہر روز اطلاع کے لیے ایک شخص کو بھیجتی تھی - ایک روز وہ شخص اس کی اجازت کے بغیر ہی چلا آیا اور عرض کی کہ وہ آپ کی توجہ سے مستفیض ہونے کے لیے منتظر بیٹھی ہے - آپ نے مختصر سکوت کے بعد فرمایا جھوٹ نہ کہو ، تم اس کی اجازت کے بغیر ہی آ گئے ہو وہ تو ابھی تک سوئی ہوئی ہے - اس نے اپنے قصور کا اعتراف کیا -

ایک روز میں (شاہ غلام علی) آپ کی خدمت میں حاضر تھا ، شیخ غلام حسن^۷ سے توجہ کے بعد فرمایا کہ کیا تو نے کفار کی پوجا کا گھانا (چڑھاوا بتا) کھایا ہے ؟ تیرے باطن سے کفر کی ظلمت ظاہر ہو رہی ہے - انہوں نے کہا ، میں نے ہندو کے ہاتھ سے کچھ چیز کھانی ہے - میرے باطن کی تمام گدورت اسی وجہ سے ہے - مولوی غلام علی الدین^۸ کو رخصت کے وقت فرمایا کہ تمہاری راہ میں دیوار نظر آئی ہے - شاید تم راستے ہی سے واپس آ جاؤ - وہ چند ماہ کے بعد واپس آ گئے -

ملا نسیم^۹ سے رخصت کے وقت فرمایا دوبارہ ملاقات ہوتی نظر نہیں آتی ، چنانچہ ایسا ہی ہوا -

فرماتے تھے کہ اصحاب کے دلوں کے راز مجھے خود ان سے بھی زیادہ معلوم ہیں کہ ان کو کیا خطور درپیش ہیں۔ میں (مصنف کتاب) نے عرض کی کہ حضرت آپ مطلع کیوں نہیں فرماتے؟ فرمانے لگے پردہ داری خدا کا وصف ستاری کا ظل ہے جس سے یہ بات دور ہے۔

ایک دن میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک بے ادب بوڑھا آیا اور کہا کہ میں اس لیے آیا ہوں کہ دیکھوں آیا جان جانان کا طنطنہ رحمانی ہے یا شیطانی؟ آپ اس بات سے ناراض ہوئے۔ میں نے دل میں کہا ناراض ہونا درویشی کے خلاف ہے۔ جس سے آپ نے دل میں برا منایا اور غضب ناک ہو کر فرمایا، دور ہو ہمارا انکار کرتا ہے۔

میر علی اصغر^{۱۰} کہتے ہیں کہ ان ایام میں جب کہ مجھے ابھی داڑھی نہیں آئی تھی ایک دن میں نے آپ کی قدم بوسی کی۔ آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرا سر اٹھا لیا۔ میرے دل میں آیا کہ مجھے بے ریش (سادہ رو جوان) دیکھ کر میرے چہرے پر ہاتھ رکھا ہے۔ میرے اس خیال سے میرے باطن میں کچھ تغیر سا پیدا ہو گیا۔ بارہ سال کے بعد آپ نے میری اس بدظنی کو ظاہر کیا تو مجھے بڑا تعجب ہوا۔ ایک تو دلی راز پر دوسرے آپ کی قوتِ حافظہ پر۔

مجد احسان^{۱۱} کہتے ہیں کہ میں نے اپنے فرزند کا نام تجویز کرنے کے لیے آپ سے کہا اور ساتھ ہی میرے دل میں آیا کہ اگر اس کا نام مجد حسن رکھیں تو یہ میری مرضی کے عین مطابق ہوگا۔ اس خیال کے دل میں آئے ہی فرمایا میں نے تمہارے فرزند کا نام مجد حسن مقرر کیا ہے۔

اسی طرح غلام عسکری خان^{۱۲} کہتے ہیں کہ میرے دل کا حال معلوم کر کے میرے لڑکے کا نام غلام قادر رکھا۔

ایک دن ایک فاحشہ عورت کی قبر کے سرہانے متوجہ ہو کر بیٹھے۔ فرمایا کہ اس کی قبر میں دوزخ کی آگ شعلہ زن ہے۔ اور یہ عورت اس آگ میں کبھی قبر کے سرہانے اور کبھی قبر کے پائیں جاتی ہے۔ مجھے اس کے ایمان میں تردد ہے۔ آپ نے ختم کلمہ طیبہ کا ثواب اس کی روح کو بخشا وہ ایمان لے آئی۔ ختم کلمہ طیبہ کا ثواب بخشنے کے بعد آپ نے فرمایا، الحمد للہ وہ ایمان لے آئی ہے، کلمہ طیبہ نے اپنا [۶۷] کام گھر دیا، اور

عذاب سے نجات مل گئی۔ راقم فقیر (شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ اپنے لیے یا دوسرے کے لیے پڑھے اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

ایک روز ثواب امیر خان ۱۳ کی قبر پر مرتبہ گیا، فرمایا ان کے بخشے جانے کی وجہ ان کی سیادت اور خلقت میں ان کی رسوائی اور طعن ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے خاندان سے نسبت ہی اس دنیا میں شرف کا باعث ہے اور لعن و طعن کرنے والوں کے اعمال کا ثواب مطعون کے ناسہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔

راقم فقیر کہتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت شیخ اکبر محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ مہر پر بیٹھے وعظ کر رہے ہیں۔ اولیاء و انبیاء علیہم السلام بھی وہاں موجود ہیں۔ اس نے کہا آپ کی مجلس میں انبیاء علیہم السلام کا ہونا جائے تعجب ہے۔ فرمایا کہ مجھے اس مرتبہ کا انعام و کرام تمہاری وجہ سے حاصل ہوا ہے یعنی میرے بارے میں تمہاری غیبت اور طعن میرے لیے ثواب اور مسلسل رحمت اللہی کا باعث ہے۔

ایک بے ادب شخص نے آپ کے ان مکشوفات کا الکار کیا اور امتحان کے طور پر کہا کہ یہ قبر میرے ایک دوست کی ہے، اس کا حال معلوم کریں آپ نے سکوت کے بعد فرمایا جھوٹ کیوں بولتے ہو یہ قبر تو ایک عورت کی ہے۔ تیرے دوست کی قبر تو نہیں ہے۔ اس نے عنبر کیا اور کہا کہ میں نے آپ کے کشف کا امتحان لینے کے لیے ایسا کیا ہے۔

ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میرا فلاں رشتے دار جو حال ہی میں فوت ہوا ہے تباہ حال معلوم ہوتا ہے۔ آپ اس کے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا فرمائیں۔ اس میت کے لیے جناب اللہی میں تضرع، استغفار اور ہمت دعا کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ اس کی بخشش ہو گئی، وہ مردہ ایک عزیز کو خواب میں ملا اور کہا کہ حضرت کی دعا سے میری بخشش ہوئی ہے۔

آپ کی دعا اور ہمت سے بہت سے حاجت مندوں کے کام ہوئے ہیں اور قریب مرگ بیماروں کو شفا ملی ہے۔ فرماتے ہیں ہم تو فقیر ہیں ہمیں مقدور مداوا نہیں۔ اپنے پیران کبار کے توصل سے امراض سلب کرتے ہیں

اور عنایتِ الہی سے الہیں شفا مل جاتی ہے ۔

میر علی اصغر کی والدہ بیمار تھی اس کے سلب مرض کے لیے آپ نے توجہ فرمائی تو الہام ہوا کہ ابھی شفا کا وقت نہیں آیا ہے ۔ چند دن کے بعد آپ اپنے در دولت میں تشریف فرما تھے اور بیمار بہت دور تھا اس وقت غیب سے الہام ہوا کہ اس کی صحت کا وقت آ گیا ہے اس کے لیے آپ نے غائبانہ دعا کی تو اُسے فی الفور شفا حاصل ہو گئی ۔

پیر علی^{۱۴} سخت بیمار تھے اور کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا تھا ، اس کے سلب مرض کے لیے توجہ کی تو اُسے صحت ہو گئی — آپ کا ہمسایہ شدت مرض سے جان بلب تھا ۔ آپ نے دعا کی کہ الہی مجھے اس کی موت کا غم برداشت کرنے کی تاب نہیں تو اُسے شفا عطا کر ۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور وہ دو تین روز میں تندرست [۶۸] ہو گیا تو اس کے تیمارداروں کو تعجب ہوا کہ احياء موتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے ۔

راقم مسکین عنہ کہتا ہے کہ قریب مرگ مریضوں کا آپ کی توجہات سے شفا پانا کیوں کر جائے تعجب ہے ۔ جب کہ روحانی امراض سے شفایابی میں بھی آپ کی التفات مستلیم ہے اور آپ کی عنایات سے مردگانِ غفلت کو جاودانی زندگی ملی ہے اور ماسوا سے فنا اور صفات خدا سے بقا حاصل ہوئی ، گویا ”الشیخ یحییٰ و یمیت“ (شیخ زندہ کرتا اور مارتا ہے) کا وصف تو آپ کے ہی شایانِ شان تھا ۔ آپ سنت نبویہ صلی اللہ علیہ و سلم کو زندہ کرنے اور بدعات سینہ کو ختم کرنے والے تھے ۔ آپ دلوں سے برائیاں ختم کرتے اور خوبیوں القا فرماتے تھے ، جزاء اللہ خیر الجزاء ۔

جس وقت غلام مصطفیٰ خان کی موت کا وقت آیا تو اس کی گردن ضعف کی وجہ سے سینے پر لٹک گئی اور ہوش بھی جاتا رہا تو اس کے اقربا نے اس حالت میں اس کی صحت یابی کے لیے آپ سے صرف ہمت کی (درخواست کی) اس کی زائل شدہ طاقت اور کم شدہ حواس عود کر آئے اور مکمل ہوش کے ساتھ باتیں کرنے لگا ۔

عسکری خان کی والدہ شریفہ جو آپ کے طریقہ میں داخل تھیں ایک روز مراقبہ کے بعد انہوں نے آپ کا دامن مبارک تھام لیا کہ جب تک آپ میری لڑکی کے ہاں بھیجے کی پیدائش کی خوش خبری نہیں دیں گے

میں دامن نہیں چھوڑوں گی - حضرت مظہر نے مختصر توقف کے بعد فرمایا
خاطر جمع رکھو - اللہ تعالیٰ تمہاری بیٹی کو فرزند عطا کرے گا -
عنایت الہی سے ایسا ہی ہوا -

راقم کہتا ہے کہ اس فرزند نے آغاز شباب میں طریقہ چشتیہ میں بیعت
کرنا چاہی تو اس کے خواب میں حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تشریف لائے اور فرمایا بیٹا میرے گھر سے کہاں جانے ہو؟ اس کے حال
پر توجہ فرمائی - اس کا دل ڈاگر ہو گیا اور اُسے کیفیت حاصل ہو گئی وہ
آپ کی خدمت میں آیا اور نقشبندیہ طریقے میں بیعت کی -

ایک روز فرمانے لگے کہ ایک بار میں زادِ راہ کے بغیر ہی سفر پر روانہ
ہو گیا - اللہ تعالیٰ پر منزل پر بے گانوں سے ضروری سامان سفر سہیا
فرماتا رہا - اچانک راستے میں شدید بارش شروع ہو گئی اور ہوا بھی سرد
تھی ، ساتھیوں کو تکلیف ہو رہی تھی - میں نے دعا کی ، آہی ہمارے
گردا گرد بارش ہو اور ہم خشک ہی منزل مقصود پر پہنچ جائیں چنانچہ
ایسا ہی ہوا -

آپ کا غصہ اور غیرت تمہار جل سلطانیہ کے قہر کا نمونہ تھا -
فرماتے ہیں کہ شروع میں جن لوگوں نے مجھ سے طریقہ سیکھا تھا ، میں
نے انہیں اپنا نام بتانے سے منع کر دیا تھا تاکہ ہر کسی کے سامنے میرا
نام نہ لیا جائے -

ایک روز حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمد رفیع سے پوچھا
کہ تم نے یہ طریقہ کہاں سے حاصل کیا ہے - [۶۹] اس نے کہا اپنے
بزرگوں سے ، اسے چاہیے تھا کہ آپ کے روپرو فقیر کا نام اپنا مجھے بہت
غیرت آتی اور بہت ناراض ہوا - دیکھا کہ اس طریقے کے تمام مشائخ
حضرت ابو بکر صدیق رضوان اللہ علیہم تک اس سے برگشتہ ہو گئے ہیں ، وہ
دو تین روز کے بعد ہلاک ہو گیا - اسی طرح بعض دوسرے بے ادبوں کو
بھی انہی گستاخیوں کی سزا ملی عفی اللہ عنہ -

فرماتے ہیں میرا مزاج بہت نازک ہے ، اور میرا غضب بہت شدید -
یہ بات ہدایت و ارشاد کے شایانِ شان نہیں - میں نے کئی سال دعا کی تو
اللہ تعالیٰ نے میرے غضب کی تلوار کو کند کیا ، البتہ غضب کی شدت

ختم نہ ہوئی اور جس پر غصہ کرتا ہوں اُسے سزا ضرور ملتی ہے اور اس کی باطنی نسبت تباہ ہو جاتی ہے ۔

فرماتے ہیں کہ ناراض ہوتے ہی اس کی نسبت شہاب ثاقب کی طرح اپنے مقام سے نیچے آ جاتی ہے اور میرے راضی ہوتے ہی اس کی نسبت آتشیں ہوا کی طرح اوپر چڑھ جاتی ہے (بحال ہو جاتی ہے) ۔

آپ کے کشف و کرامات بہت زیادہ ہیں ۔ صرف دو تین نقل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے ، کیوں کہ سب سے عمدہ کرامت اتباع حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں استقامت ہے اور طالبوں کی ہدایت اور انہیں مراتب قرب خدا سبحانہ تک پہنچانا ہے اور حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی کرامات کا ظہور ، سورج سے زیادہ درخشاں اور روز گزشتہ سے زیادہ واضح ہے ۔

حواشی

- ۱- ظہور گراست کے سلسلے میں حضرت کا مکتوب نمبر ۲۱ کتاب حاضر میں فصل نمبر ۱۸ ملاحظہ کریں۔
- ۲- ملاحظہ ہو : باب احوال حضرت شیخ محمد عابد سناسی ، کتاب حاضر۔
- ۳- ملاحظہ ہو : احوال حضرت شیخ محمد عابد سناسی (کتاب ہذا)۔
- ۴- ملاحظہ ہو : فصل ۱۷ ، کتاب ہذا۔
- ۵- میان محمد قاسم کے نام حضرت مظہر کے تین مکاتیب ہیں ، دیکھیے : مجموعہ 'خلیق انجم' مکتوب نمبر ۳۳ ، ۳۵ ، ۳۶۔
- ۶- ملاحظہ ہو : فصل خلفائے حضرت مظہر۔
- ۷- ایضاً۔
- ۸- ایضاً۔
- ۹- حالات کے لیے ملاحظہ ہو : فصل خلفائے حضرت مظہر کتاب حاضر۔
- ۱۰- ایضاً۔
- ۱۱- ایضاً۔
- ۱۲- غلام عسکری خان ، میان محمد احسان کے بھائی ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد اور عبادالملک کے متوسلین میں سے تھے۔ (ملاحظہ ہو حواشی فصل خلفائے حضرت مظہر ، کتاب حاضر)۔
- ۱۳- عمدة الملک امیر خان انجام (ف ۵۱۱۵۹/۵۱۷۳۶) محمد شاہی دور کے اہم عہدے داروں میں سے تھا۔ وہ الہ آباد کا گورنر بھی رہا۔ مغلیہ دور کے سیاسی نشیب و فراز میں وہ ایرانی طبقہ کا نمائندہ تھا۔ (دیکھیے ، مآثر الامراء ۸۳۱/۲ - ۸۳۴ اور عہد محمد شاہ ال

ظہیر الدین ملک ، مطبوعہ علی گڑھ (انگریزی) ، ۱۹۷۷ء ، ص ۱۴۱ ، ۱۸۳ - ۱۸۸ ، ۴۴ بعد - (لیز ملاحظہ ہو : مقدمہ کتاب ہذا ، تحت "امراء کی حالت" ص ۳۰)۔

۱۴- پیر علی ، حضرت مظہر کی زوجہ مردم محل کا متبنی تھا - تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ ، ص ۶۵ و فصل ۱۶ ، کتاب ہذا۔

سولہویں فصل

آپ کے عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف انتقال کی کیفیت

آپ پر اپنے انتقال سے تھوڑا عرصہ پہلے رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات کا شوق غالب آ گیا تھا، اور اس جہاں والوں پر ملال کا اظہار فرمانے لگے تھے۔ ہر وقت اپنے مشہود کے استفراق میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ وظائف و عبادات زیادہ کر دیے تھے۔ ان ایام میں اہل طریقہ کا زیادہ ہجوم رہنے لگا تھا۔ وہ فوج در فوج آ کر اس طریقہ میں داخل ہونے لگے تھے۔ ذکر کے حلقوں اور ”مراقبات مع جمعیت تمام“ کی وجہ سے مخلصوں کی حاضری بڑھ گئی۔ دونوں اوقات میں سو سے زیادہ افراد آپ کی صحبت مبارک میں حاضر ہوتے، اور آپ کی توجہاتِ شریفہ سے بہ کمال تمام الوار و برکات میں ترقی کرتے تھے۔

ملا سیم^۲ کو ان کے وطن رخصت کرتے وقت فرمانے لگے، اب ہماری اور تمہاری ملاقات کا طریقہ معلوم نہیں ہے۔ آپ کے اس کلمہ نے بھی جو آپ کے قرب انتقال پر دال تھا، دلوں پر اثر کیا اور لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

ملا عبدالرزاق^۳ کو لکھتے ہیں کہ میری عمر اب اسی (سال) سے زیادہ ہو گئی ہے۔ (انتقال کا) وقت نزدیک آ پہنچا ہے۔ تمہیں دعائے خیر میں یاد رکھنا چاہیے۔

اسی طرح دوسرے عزیزوں کو بھی ایسی باتیں لکھیں جو اس لاگزیرو واقعے کی خبر دیتی ہیں۔ ایک روز کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے

اظہار کے لیے شکر کرنا لازم ہے [۷۰] فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے دل کی تمام آرزوئیں پوری کی ہیں۔ مجھے حقیقی اسلام سے مشرف کیا، علم کا بہت بڑا حصہ بخشا، نیک عمل کی استقامت کرامت فرمائی، طریقہ کے لوازم یعنی کشف، تصرف اور کرامات عنایت کیے، صلحاء کو حصول فیوض کے لیے میرے پاس بھیجا۔ ان کو مقاماتِ طریقہ پر پہنچا کر اپنی راہ کی ہدایت کے لیے مقرر کیا، دلہا اور اہلِ دنیا سے الگ رکھا، دل میں غیر کی آرزو نہ آنے دی، اور ہاں ایک آرزو باقی ہے اور وہ ظاہری شہادت ہے، جس کا قربِ الہی میں اعلیٰ درجہ ہے۔ میرے بزرگوں میں سے اکثر نے شربتِ شہادت نوش کیا ہے۔ لیکن میں بہت ناتواں ہوں اور ضعفِ غایت درجہ ہے اس وقت جہاد کی قوت میسر نہیں ہے۔ بظاہر اس مرتبے کا حصول دشوار نظر آتا ہے۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو موت کو پسند نہیں کرتا۔ یہ موت ہی ہے جو اللہ سے ملاقات کا موجب ہے۔ یہی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا سبب، دیدارِ اولیاء کا حصول، عزیزوں کے دیدار سے مسرور گرتی ہے۔ میں کبرائے دین کی ارواحِ طیبہ کی زیارت کا مشتاق ہوں۔ حضرت مصطفیٰ اور حضرت خلیل خدا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے دیدار کی سخت آرزو ہے۔

امیر المومنین صدیق اکبر، امام حسن مجتبیٰ، سید الطائفہ حضرت جنید، حضرت خواجہ لتشبند اور حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت سے فیض یاب ہونا چاہتا ہوں۔ میرے دل میں ان اکابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے خاص محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس آرزو کو منصبِ ظہور پر جاوہ گر کر دیا اور آپ کو شہادت کے درجہ پر پہنچا دیا۔ اس طرح ظاہری شہادت باطنی شہادت میں، جسے صوفیہ کی اصطلاح میں مرتبہ فناء فی اللہ کا حصول ہے، میں ضم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجاتِ قرب کو اعلیٰ علیین تک پہنچائے۔

شب چہارِ شنبہ ۷ محرم ۱۱۹۵ ہجری کو کچھ رات گزری تھی کہ چند آدمیوں نے حضرت کے دروازے پر دستک دی۔ خادم نے جا کر عرض کی کہ کچھ لوگ زیارت کے لیے آئے ہیں۔ فرمایا آنے دو۔ لین آدمی اندر آئے ان میں سے ایک ایرانی لڑاد مغل بھی تھا۔ آپ

خواب گاہ سے باہر تشریف لائے اور ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ اس نے پوچھا کہ مرزا جان جانان آپ ہیں؟ فرمایا ہاں دوسرے دونوں نے بھی تائید کی کہ مرزا جان جانان یہی ہیں۔ اس بدبخت نے طبائع کی گولی داغ دی اور گولی آپ کے بائیں طرف دل کے قریب لگی۔ آپ میں ضعف اور بڑھاپے کی لاتوانی کی وجہ سے طاقت نہیں تھی۔ زمین [۱۷] پر گر پڑے۔ لوگوں کو اطلاع ہوئی، جراح کو بلایا گیا۔

صبح لواب نجف خان^۹ نے ایک فرنگی جراح کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ جن بد بختوں نے یہ گناہ کبیرہ کیا ہے معلوم نہیں۔ اگر معلوم ہو جائے تو ان سے ضرور بدلہ لیا جائے گا۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی شفا دینا ہے تو زخم پر صورت میں مندمل ہو جائے گا۔ کسی دوسرے جراح کی حاجت نہیں ہے۔ جو شخص اس امر کا مرتکب ہوا ہے، اگر معلوم بھی ہو جائے تو ہم اُسے معاف کر دیں گے تم بھی اُسے معاف کر دینا^{۱۰}۔ آپ تین روز بقید حیات رہے پر روز ضعف زیادہ ہو جاتا تھا۔ التہائی ضعف کی وجہ سے آپ کی آواز مبارک بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ تیسرے روز جمعہ کے دن فجر کی نماز کے بعد مجھ (مصنف کتاب ہذا) سے پوچھا، مجھ سے گیارہ نمازیں قضا ہوئی ہیں اور میرا تمام بدن خون سے آلودہ ہے۔ سر اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیمار میں سر اٹھانے کی طاقت نہ ہو تو نماز موقوف کر دینی چاہیے۔ وہ اپرو کے اشارے سے بھی ادا نہ کرے۔ تمہیں اس مسئلے کے بارے میں کیا معلوم ہے؟ میں نے عرض کی کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے^{۱۱}۔

نصف دن گزرنے کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دیر تک فاتحہ پڑھتے رہے، چنانچہ حضرت خواجہ نقشبند نے بھی اس حالت میں فاتحہ پڑھی تھی۔ عصر کے وقت میں (مصنف) حاضر تھا۔ فرمایا دن ابھی کتنا باقی ہے۔ میں نے عرض کی کہ ابھی چار گھڑی باقی ہے۔ فرمایا ابھی مغرب دور ہے۔ مغرب کی نماز کے وقت شبِ شنبہ کے دوسرے دن محرم کی دسویں تاریخ تھی دو تین مرتبہ سالس میں شدت پیدا ہوئی اور آپ کی روح مبارک نے عالمِ جاودانی کی طرف انتقال فرمایا^{۱۲}، رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جزاء اللہ عنا خیر الجزاء۔

آپ کی وفات پر بہت سی تاریخیں^{۱۳} کہی گئیں، (ان میں سے) دو تاریخیں

لکھی جاتی ہیں ، پہلی اس آیت شریفہ سے :

أولئك مع الذين الم الله ۱۴ [۵۱۱۹۵]

دوسری حدیث شریفہ کے اس جملے سے جو حضرت حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی زبان مبارک سے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک کے بارے میں صادر ہوا تھا ، وہی آپ کی تاریخ وفات ہے :

عاش حمیداً مات شهيداً ۱۵ [۵۱۱۹۵]

آپ کی وفات کی رات ایک عزیز نے خواب دیکھا کہ نصف قرآن مجید آسمان کی طرف اڑ گیا اور دینِ متین کی برکات میں فتور آ گیا ہے ۔ فقیر راقم (مصنف) کہتا ہے کہ اس خواب کی تعبیر سے آپ کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ فرماتے تھے میرے انتقال کے بعد طریقہ کے مقامات موقوف ہو جائیں گے اور اس خاندان والوں کی نسبت نے اگر نہایت ترقی بھی کی تو وہ فقط ولایات تک پہنچے گی ۔

آپ کے انتقال کو مولہ سال گزر چکے ہیں ۱۶ ۔ مجھے (مصنف) آپ کے مستفیدوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور آپ کے ان اصحاب کے احوال بھی سنے ہیں جو دور و دراز شہروں میں رہتے ہیں ۔ اگر ان کے احوال و کیفیات ، ولایت قلبی تک پہنچ چکے ہیں ، تو یہ غنیمت ہے اور مقاماتِ عالیہ کے احوال ادراک سے دور ہیں ۔ [۷۲] وہاں تک پہنچنا بہت دشوار ہے ۔
واللہ اعلم ۔

ایک اور شخص نے خواب دیکھا کہ گویا آفتاب عالم تاب آسمان کے عین درمیان دوخشاں تھا کہ زمین پر آ رہا اور دنیا کو تاریکی نے اپنی لیٹ میں لے لیا ہے ۔ یہ سچ ہے کہ آپ کا وجودِ مسعود دنیا میں امن اور خلقِ خدا کے لیے بہودی کا باعث تھا ۔

آپ کے انتقال کے بعد کئی قسم کے حوادث کا دروازہ کھل گیا ۔ آپ کی وفات کے بعد کامل تین سال تک قحط کی وبا نے دنیا کو ہلاکت میں ڈالے رکھا ۔ سرسام ، خارش اور چیچک جیسی بیماریاں ہندوستان میں پیدا ہو گئیں جن سے کئی سال تک لوگ بیمار رہے اور دنیا سے عدم کی طرف کوچ کرتے رہے ۔ عالم آشوب جیسے فتنے پیدا ہوئے ۔ نجف خان جو اس امر (شہادت حضرت میرزا مظہر) کا مرتکب تھا اور اس نے

حد کے اجراء میں غفلت برتی تھی، جلد ہی مر گیا اور اس کے ساتھ ہی بھی باہمی مجادلات میں مارے گئے (اب) ان ظالموں کا نشان تک باقی نہیں رہا۔ اگرچہ آپ نے اپنا خون معاف ۱۸ کر دیا تھا۔ لیکن غیرتِ الہی نے اپنے دوستوں کا التقام اور مظلوموں کی داد رسی کی :

فرد

ہیچ قومی را خدا رسوا نہ کرد
تا دل صاحب دلی نامد بدرد ۱۹

بے شک آپ کو (اپنی وفات) کے ناگزیر واقعے کا علم تھا، اسی لیے آپ اپنے دیوان میں خود فرماتے ہیں :

۱۰ لوح تربت من یافتند از غیب تحریری
کہ این مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیری ۲۰

جس رات آپ نے انتقال فرمایا، نصف دن تک بارش ہوتی رہی جو چھ ماہ سے بند تھی، وہ اس قدر برسی کہ ہر طرف آبِ رحمت رواں ہو گیا۔ آپ کے مزار مبارک پر بہت مرتبہ انوارِ برکات فائض ہوئے جن سے زائرین کے دل نورانی ہو گئے، اور آپ کی توجہاتِ روحانی آپ کے مزار شریف سے اقتباسِ انوار کرنے والوں کے شامل حال ہیں۔ وہ اپنے باطن میں ترقی محسوس کرتے ہیں۔

مرزا ابراہیم بیگ ۲۱ جنہوں نے مجھ (مصنف کتاب ہذا) سے مرتبہ قلب کی توجہات لی تھیں وہ آپ کے مزار مقدس کی زیارت کے لیے گئے۔ آپ نے اس کے لطیفہ دماغی پر توجہ کی جس کا اثر تین ماہ تک باقی رہا۔

اصالت خان نے اپنے مختلف خدشات میں باطنی احوال خالص کر دیے، کئی سالوں کے بعد وہ آپ کے مزار مبارک پر آیا، تو توجہ کے لیے التجا کی۔ اور نصف دن سے زیادہ تک آپ کی روح مقدس کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہا۔ اس کے قدیم احوال عود کر آئے کہ گویا اس یا ان میں کوئی فتور تھا ہی نہیں۔

ایک درویش نے کہا کہ آپ کے مزار فائض الانوار کی زیارت سے بہت فوائد حاصل کیے ہیں۔ ایک روز میں (درویش) نے عرض کی میرے

حال پر پوری توجہ فرمائیں۔ میری التماس کو قبولیت کا شرف بخشا۔ میں نے خوب ترقی محسوس کی جب میں زیارت کے بعد لوٹا تو ایک عزیز نے جو کہ [۷۳] باطنی احوال کی اچھی شناخت رکھتا تھا، کہا کہ آج تمہارے احوال میں خاصی ترقی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کیوں نہ ہو حضرت نے میرے حال پر بلیغ توجہات فرمائی ہیں۔ اس طریقہ کے ارباب مقامات پر اس مقام پر جس پر وہ فائز ہیں، آپ کے مبارک مزار کی زیارت سے اپنے باطن کے انوار میں ترقی محسوس کرتے ہیں۔

بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ آپ کے مزار شریف کا فیض ہی باطنوں میں مکمل تاثر ہے، کیوں کہ طریقہ احمدیہ (مجددیہ) کا اس شہر میں کوئی مزار اس قدر بلندی شان اور نسبت کے نفوذ کی قوت رکھنے والا نہیں ہے۔ ایک شخص نے آپ کے مزار مبارک میں قیام کیا۔ ایک رات اس نے جاگنے میں کوتاہی کی، آپ مزار مبارک سے باہر آئے، اُسے بیدار کیا اور فرمایا، کیا تو مجھے مردہ تصور کرتا ہے؟ تیرے مارے احوال مجھے معلوم ہیں، اٹھ کر نماز ادا کر۔

مخلصوں کے حال پر آپ کی بہت التفات تھی۔ قاضی ثناء اللہ نے خواب میں دیکھا (کہ آپ فرماتے ہیں) تم اپنی جگہ قائم رہو، فقیر تمہارے ساتھ ہے۔ انتقال کے بعد کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے۔ ایک عزیز جس کے حال پر آپ عنایت فرماتے تھے، معاش کی فکر میں متردد تھا، اُسے خواب میں فرمایا تم معاش کا غم نہ کرو تمہاری معاش کی تدبیر پہلے سے زیادہ بہتر کروں گا، اور اسی طرح ہوا۔

مولوی نعیم اللہ ۲۲ نے ایک مہم کے لیے سامان سپاہ کیا۔ اُن کے خواب میں ظاہر ہو کر فرمایا اس کا انجام دینا میرے ذمے ہے۔ چنانچہ صبح وہ کام بخوبی انجام پا گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاء۔

آپ کی زوجہ ۲۳ عفت پناہ و عصمت دست گاہ نے بھی آپ سے طریقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ انہیں آپ کی صحبت مبارک سے مرتبہ حضور و آگاہی حاصل تھا اور نساء صالحات کے ارشاد کی انہیں اجازت تھی۔ ان سے دلوں میں گرم تاثیر پیدا ہوتی ۲۴۔ انہوں نے بھی (آپ کے بارے میں) اچھے واقعات و مبشرات دیکھے تھے۔ ایک شب انہوں نے دیکھا کہ

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حال پر نہایت بلوغ
 عنایت فرمائی ہے، جس سے آپ کے باطنی حالات زیادہ ہو گئے۔ دیر تک
 وہاں خوش بو روح کو افزائش بخشتی رہی۔ حضرت مجدد رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ بھی آپ (حضرت مظہر) کے حال پر التفات فرماتے تھے، چنانچہ
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات عالیہ کی برکات آپ اپنے باطن میں
 محسوس کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ انہیں (زوجہ خود کو) سودا ۲۵ کا عارضہ لاحق
 ہو گیا ہے، اور جنون کے غلبہ نے ان کی عقل کو مستور کر دیا ہے۔ مجھ سے
 ان کی موافقت بہت کم ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے باطن میں نمایاں فتور آ گیا
 تھا، اور ان کی باطنی نسبت کی وہ تاثیر اور گرمی خفی ہو گئی تھی۔ لیکن
 میں نے ان کی سودا یا نہ حرکات معاف کر دی ہیں، کیوں کہ دیوانہ معذور
 ہوتا ہے۔ مخلصین بھی میرے پاس اخلاص کی وجہ سے ان کے ساتھ نرمی
 سے پیش آتے، میں نے ان کی مخالفت کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ جس
 سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے کیوں کہ
 ان کا احسان [۷۴] مجھ پر ہے ۲۶۔

حواشی

۱- اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :

موت کا وقت قریب ہے ، عمر استی سے تجاوز کر گئی ہے ۔ ملاقات کی توقع نہیں ۔ (کلماتِ طیبات ۵۱/۵۲)۔

۲- ایک اور مکتوب میں لکھتے ہیں :

اس آخری عمر میں فیض و برکات اس قدر زیادہ ہیں کہ تحریر میں نہیں آسکتے ۔ (خلیقِ انجم : خطوط ۱۶۷/۵۶)۔۔۔۔

فقیر مع توابع پوری کمزوری اور ناتوانی کے ساتھ زندہ ہے اور ابھی تک تقریباً سو آدمیوں کو دونوں وقت توجہ دی جاتی ہے (ایضاً ۱۶۹/۵۷)۔

۳- حالات کے لیے دیکھیے : فصلِ خلفائے حضرت مظہر (کتاب حاضر)۔

۴- ایضاً۔

۵- ایضاً۔

۶- بابا خان کی بغاوت اور اکبر کے حکم سے ان کے قتل کی تفصیل کے لیے دیکھیے ، ضمیمہ دوم (کتاب حاضر)۔

۷- حضرت مظہر نے آخری ایام حیات کے مفصل حالات اپنے ایک مکتوب بنام میاں محمد قاسم میں تحریر کیے ہیں ، ملاحظہ ہو : کلماتِ طیبات مکتوب ۲۵/۲۵۔

۸- قدرت اللہ گوہاموی کا بیان ہے کہ حضرت مظہر تہجد کی نماز کے لیے اٹھے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا (نتائج الافکار ، ص ۲۷۵)۔ گوہاموی کا یہ بیان اس لیے غلط ہے کہ صاحبِ مقاماتِ مظہری اس واقعہ

کے وقت خاتقاہ میں ہی موجود تھے ، گویا چشم دید گواہ ہیں ۔

۹۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ کتاب حاضر ، ص ۱۱۸ - ۱۲۲ ۔

مولوی نعیم اللہ نے لکھا ہے کہ بادشاہ شاہ عالم نے بھی قاتلوں کی تلاش کروائی لیکن پتہ نہ چلا اس نے کہلا بھیجا کہ آپ کچھ سراغ بتائیں تاکہ ان کو تلاش کر کے سزا دی جائے ، حضرت نے جواب دیا کہ فقیر تو شہید راہ خدا ہیں ۔ مرے ہوئے کو مارنے کا قصاص کیسا ، اور اگر اتفاق سے مجرم ہاتھ آجائیں تو انہیں میرے پاس بھیج دیا جائے تاکہ دستورِ طریقت کے مطابق ان سے بدلہ لیا جائے ۔ یعنی انہیں معاف کر دیا جائے (معمولات ، ص ۱۴۰) ۔

۱۰۔ معمولاتِ مظہریہ میں نجف خان کے علاوہ بادشاہ وقت (شاہ عالم ثانی) کے اس عالم میں حضرت مظہر کے ساتھ نامہ و پیام کا ذکر کیا گیا ہے ، کہ بادشاہ نے پر چند مجرموں کا سراغ لگانے کی کوشش کی لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا ، تو کہلا بھیجا کہ اگر آپ کو مجرموں کا پتہ چل جائے تو اطلاع دیں تاکہ تدارک کیا جائے ، آپ نے جواب میں فرمایا :

قصاص تو شریعت میں زندہ لوگوں کے لیے ہوتا ہے ۔
میں تو مردہ لوگوں میں شامل ہوں ۔ اس لیے قصاص
جائز نہیں ہے اور اگر سلطان کو مجرموں کا سراغ مل
جائے تو وہ انہیں میرے پاس بھیج دے تاکہ ان کے
ساتھ طریقت کے مطابق معاملہ روا رکھا جائے یعنی انہیں
معاف کر دیا جائے (ص ۱۴۰) ۔

آفتاب رائے لکھنوی نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ نجف خان کے
ایک رفیق کار نے حضرت مظہر پر یہ حملہ کیا تھا :

”بدست یکی از رفقای . . . نجف خان بہادر مجروح گشتہ“

(تذکرہ ریاض العارفین ، مرتبہ حسام الدین راشدی ،

راولپنڈی ۱۹۸۲ء ، ۲/۲۱۳) ۔

۱۱۔ ہدایہ میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح درج ہوا ہے ۔ (متن ہدایہ ،
شامل فتح القدیر ، مطبوعہ مکرہ ۱/۳۵۹) ۔

۱۲۔ حضرت مظہر کے ایک اور خلیفہ میر عبدالباقی، جن کے حالات آئندہ فصل میں ملاحظہ کریں، اسی سال یعنی ۱۱۹۵ھ میں حضرت سے رخصت لے کر آکر آباد روانہ ہوئے تھے کہ انہیں راہ ہی میں معلوم ہوا کہ حضرت کو کسی رانضی نے طباغچہ سے شہید کر دیا ہے۔ وہ فوراً دہلی پہنچے تو تفصیلات معلوم کر کے اپنی کتاب مال الکمال میں محفوظ کر لیں۔ وہ لکھتے ہیں جب تدفین کا وقت آیا تو مدفن کا فیصا، وارثوں کے اختیار میں تھا اور مریدین کی تجویز کے بغیر ہی آپ کو اپنے مسکن (مقامی کہ بود و باش) ہی میں دفن کر دیا گیا۔ کسی نے بھی صورت حال کو درست کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ آخر قبر کھودی گئی اور وہ سبز چادر جو کفن مبارک پر تھی ہٹا دی گئی اور اس کی جگہ سفید چادر ڈالی گئی۔ (مال الکمال، قلمی، ورق ۴۰ ب)۔

۱۳۔ حضرت مظہر کی ذات مبارک معاصرین میں اس قدر محبوب تھی کہ نامی و گرامی شعراء نے آپ کی وفات پر قطعات تاریخ کہے۔ ان میں مرزا محمد رفیع سودا، سلام اللہ خان اور آزاد بلگرامی (شام غریباں، ص ۳۱۷) کے نام قابل ذکر ہیں۔

۱۴۔ القرآن (النساء) ۶۹/۴ ”اولئک“ میں ہمزہ کے دس عدد بھی شمار کیے گئے ہیں۔

۱۵۔ بہ مادۃ تاریخ اس حدیث ”عش حمیداً و مت شہیداً“ [ابن ماجہ (اباس ۲) و مسند حنبل ۱۸۹/۲] سے ماخوذ ہے۔

۱۶۔ اس فقرے سے مقامات مظہری کا سال تصنیف ۱۲۱۱/۱۷۹۶ء متعین ہوتا ہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے، مقدمہ کتاب حاضر، ص ۱۷۸۔

۱۷۔ ان حوادث کی تفصیل مقدمہ کتاب حاضر میں ملاحظہ کریں۔

۱۸۔ ر۔ ک۔ حواشی فصل ہذا۔

۱۹۔ خدا کسی قوم کو اس وقت تک رسوا نہیں کرتا جب تک وہ کسی صاحب دل کو ناراض نہ کرے۔

۲۰۔ مظہر: دیوان، طبع مصطفائی، ص ۷۷ یعنی میری لوح مزار پر غیب سے یہ تحریر نمایاں ہوئی کہ اس مقتول کا بے گناہی کے سوا

کوئی گناہ نہیں۔

صاحب تذکرہ مسرت افزا نے مولوی جان محمد نائواب کی زبانی یہ واقعہ لکھا ہے کہ:

میرزا صاحب کی وفات کے بعد آپ کے بعض دوستوں نے آپ کا دیوان اس نیت سے کھولا کہ جو شعر نظر آئے اسی کو آپ کے مزار پر کندہ کرایا جائے تو یہی شعر نکلا۔ (عبدالرزاق قریشی: مرزا مظہر اور ان کا اردو کلام، ص ۸۷)۔

آپ کی شہادت ایک سیاسی واقعہ تھا، جس کی تفصیل کتاب حاضر کے مقدمہ میں ملاحظہ کریں، ص ۱۱۸ - ۱۲۲۔

۲۱۔ مولف (حضرت شاہ غلام علی) کے خلفاء کے جو حالات کتاب ہذا میں بطور ضمیمہ شامل ہیں ان میں مرزا رحیم اللہ بیگ عرف محمد درویش عظیم آبادی کا نام بھی ہے۔ ممکن ہے یہاں سہر کتابت سے ابراہیم بیگ طبع ہو گیا ہو۔

۲۲۔ ر۔ ک۔ احوال خلفائے حضرت مظہر۔

۲۷۔ حضرت مظہر کی زوجہ کا نام مردم محل تھا، مکاتیب حضرت مظہر مرتبہ عبدالرزاق قریشی میں متعدد مقامات پر ان کا نام درج ہوا ہے۔

۲۳۔ مولوی نعیم اللہ بھڑائی نے ان کی تاثیر توجہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

از ارباب اجازت و ارشاد و در اوائل حال اجازت در باطن این مستورہ آن قدر تاثیر بودہ کہ اکثر مستورات از گرمی توجہش بسیار بے خود و بے ہوش می شدند، لیکن بہ سبب بے پرواہی و بے اتہامی و عارضہ سودا این نسبت ضعیف شد (بشارات، ورق ۱۶۸، ب)۔

۲۵۔ مردم محل کے اس سودا نے حضرت مظہر کی گھریلو زندگی کو خاصا تلخ بنا دیا تھا۔ جس کا حضرت مظہر نے اپنے خطوط میں خود ذکر فرمایا ہے جس کی وجہ سے حضرت کو تنگ دستی، مقروضی، ”فقیر از دست مردم محل بیان آمدہ، ان کا اور میرا ایک شہر میں رہنا فتنہ کا

باعث ہے، لیکن کبھی کبھی ان کا مزاج اعتدال پر بھی آ جاتا تھا (تفصیل کے لیے دیکھیے، عبدالرزاق قریشی کا مقدمہ مکاتیب حضرت مظہر، ص ۱۲ - ۱۳)۔

۲۶۔ حضرت مظہر اپنے وصیت نامے میں اپنی زوجہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

این مستوره بنا بر عارضه سودا در طول عمر ناسازیها بسیار با فقیر کرده - چنانچه محفی از اعزه نیست، اما من ازاں همه عفو کردم و بمرمت آن کہ او را باخدائے تعالیٰ و رسول او صلی الله علیه وسلم محبتی بلکہ با من ست کہ ہر من ثابت ست، مخلصان مرا پس از من بقدر مقدور بحق وفا دل جوئی او لازم ست -

(وصیت نامہ، محفوظ در معمولات مظہریہ، ص ۱۳۵)

حضرت مظہر کے ایک خلیفہ اخوند ملا نسیم (جن کے حالات اگلے باب میں ملاحظہ کریں) کی خانقاہ واقع نور محل اوج ریاست دیر صوبہ سرحد، میں حضرت مظہر کی کئی یادگاریں محفوظ ہیں۔ ان میں وہ خون آلود کپڑے بھی موجود ہیں جو حضرت مظہر شہادت کے وقت پہنے ہوئے تھے۔ راقم کو ان کی زیارت کا موقع ملا ہے۔ مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب بھی وہاں آگئے تھے۔ انہوں نے وہ فرغل پہن کر دیکھا تھا، لکھتے ہیں :

حضرت مظہر رونی کا فرغل پہنے ہوئے تھے، بائیں طرف دل کے قریب وہ فرغل طینچے کی ضرب سے خون آلودہ ہے اور اس وقت کا متد بھی ہے، جس کے سامنے کے حصے میں دو سوراخ چھوٹے چھوٹے ہیں اور پھلے حصے میں بڑے بڑے سوراخ جلے ہوئے اور خون آلود ہیں۔ وہیں ایک بوٹلی میں وہ دھجیاں بھی ہیں جن سے حضرت کا خون پونچھا گیا تھا۔ . . . یہ فرغل راقم الحروف نے پہن کر دیکھا تھا، جس سے اندازہ ہوا کہ ان کا جسم مبارک راقم الحروف کے بدن کی طرح تھا۔ (لوائح خانقاہ مظہریہ، ص ۲ حاشیہ)

سترہویں فصل

آپ کے بعض خدا شناس خلفاء کا ذکر

آپ کے خلفاء بہت تھے ، ان اوراق میں ان کے احوال تحریر کرنے کی کنجائش نہیں ہے ۔ صرف ایک جماعت (طبقہ) کا حال بیان کرتا ہوں ، لیکن میں ان کے تفصیلی حالات اور واردات سے مطلع نہیں ہوں ۔ اس لیے ان کے وہ حالات مختصراً لکھ رہا ہوں جو آپ کی صحبت مبارک میں آپ سے سننے اور آپ کی بشارات کے مطابق ان کے (نام) و مقامات مجھے معلوم ہیں ۔ اور ان اکابر کی باطنی کیفیات اور انوار میں نے اپنے وجدان سے معلوم کیے ہیں ۔ لیکن ان کے اسمائے مقامات مفصل لکھنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ مختصر ہی کافی ہیں ۔

کسی شخص کے باطنی احوال ، استغراق ، سکر ، ذوق و شوق اور احوال توحید کے ظہور پر منحصر نہیں ہیں ، پھر ان اصحاب کبار رضی اللہ عنہم سے اس قسم کے حالات اور خرق عادات بکثرت مروی نہیں ہیں ۔ گو مقامات قرب میں تمام اولیاء پر سبقت رکھتے ہیں ۔ مگر ان اکابر کے باطنوں پر جو حالات وارد ہوتے تھے ادراک ان کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے ۔ اس طریقے کے اصحاب کے احوال میں مختلف مقامات کی وجہ سے اختلافات ہیں ۔ مگر حصول اطمینان ، رسوخ ملکہ حضور ، نسبت مع اللہ ، تہذیب اخلاق اور اتباع سنت میں سب برابر ہیں ۔ متعارف احوال یعنی سکر ، ذوق و شوق ، استغراق ، بے خودی اور واردات توحید کبراء کی تحقیق کے موافق ہیں اور متوسلین کی معلومات لطیفہ قلب اکی وجہ سے ہیں اور باقی لطائف کے علوم و حالات اور چیز ہیں کہ ان مقامات پر پہنچے بغیر ان کی تصدیق کا تصور نہیں کیا جا سکتا ۔ کیوں کہ وہ لٹی کیفیات

اور قدیم تو مشہور ہی ہیں اور آیت شریفہ ”ولا یحیطون بہ علماً“^۱ (اور ان کا علم ایسے نہیں گہیر سکتا) کا اشارہ بھی الہیں مقامات کی طرف ہے ۔

حضرت میر مسلمان رحمۃ اللہ علیہ :

اس دیار میں وہ صحیح النسب سادات کبار میں سے ہیں ۔ الہوں نے دنیا اور اسباب دنیا سے قطع تعلق کر کے رضائے الہی کی تحصیل میں زندگی بسر کی ۔ ظاہری اور باطنی علوم کی تحصیل میں آپ کے ہم سبق تھے^۲ اور آپ کے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صحبت میں طریقے کے مقامات حاصل کیے اور آپ سے بھی استفادہ کیا ۔ آپ ان کا بہت احترام کرتے تھے ، کیوں کہ پیرانہ کبار کی نظر التفات ان پر تھی ۔ بزرگوں کی زیارت اور استفادہ سے مالکوں کی قدر پیدا ہوتی ہے ۔ ان کے آپس کے روابط راسخ اتحاد^۳ پر مبنی تھے ۔ چنانچہ الہیں لکھتے ہیں کہ [۵۷] قدیم عہد کی یاد سے میرے دل پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے اور مجھے اپنی تنہائی پر رحم آنے لگتا ہے ، جو تحریر میں نہیں لایا جا سکتا :

سقی اللہ وقتنا کنت اخلو بوجہکم
و تغز الہوی فی روضۃ الانس ضاحک
اقننا زمالاً و العیون قریرہ
و اصعبت یوما و الجفون سوافک^۴

خادم سرکار شیخ احمد مصروف کار ہے ۔ اس کا لطیفہ ”قلب ، قالب کی قید سے آزاد ہو چکا ہے ۔ اس مرد کی استعداد ضعیف ہے ، وہ گرتا پڑتا مقصود کی طرف جا رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اُسے منزل مقصود پر پہنچائے ۔ امراض قلب و قالب کا سلب کرنا ہمارے حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول ہے ۔ حق تعالیٰ نے آپ کو بھی یہ قوت اور قدرت عطا کی ہے ، پھر آپ اپنے کو اس امر میں بطور انکسار کیوں معذور خیال کرتے ہیں ؟

فیض اللہ خان ۵ کو اپنے سامنے بٹھا کر ہر روز پانچ سو نفس کے بقدر اس کا مرض سلب کریں ، تاکید ہے ۔ سفر حجاز کا ارادہ مبارک ہو ۔ لیکن اس نیک عمل کے لیے قدرے تامل ہونا چاہیے ۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کا شرعی حق تلف ہو جائے^۶ ۔

میر مسلمان کی رحلت سے آپ کو بہت رنج ہوا۔ چنانچہ میر مبین خان کو لکھتے ہیں :

میر مسلمان کی وفات کی خبر سن کر کیا لکھوں کہ مجھ پر کیا گزری ہے :

یار رفت و ما چو نقش پا بجاک افتادہ ایم
سایہ میگردید کاش این نا رسا افتادگی

الحمد لله ہم بھی سر راہ بیٹھے ہیں ان کی وفات کی کیفیت اور جائے مدفن کے بارے میں لکھو۔ چند نفس جو باقی ہیں، حق تعالیٰ انہیں اپنی رضا میں گزار دے۔

قاضی مولوی ثناء اللہ (ہانی ہتی) :

آپ کے بزرگ ترین اور اولین خلفاء میں سے ہیں ان کا نسب گیارہ واسطوں سے حضرت شیخ جلال کبیر اولیاء چشتی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور حضرت جلال کا نسب جناب امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتهی ہوتا ہے۔

حضرت قاضی (بدۃ علماء ربانی اور مقرب بارگاہ یزدانی ہیں۔ عقلی و نقلی علوم میں انہیں کامل دسترس ہے۔ فقہ اور اصول میں وہ مجتہد کے مرتبہ پر فائز ہیں۔

انہوں نے ایک مبسوط کتاب علم فقہ پر لکھی ہے، جس میں ہر مسئلے کے ماخذ، دلائل اور مذاہب اربعہ میں مجتہدین کے مختارات بیان کیے ہیں، اور ان میں سے جو خود ان کے نزدیک زیادہ صحیح ہیں، انہوں نے انہیں ایک جدا رسالے کی صورت میں تحریر کر کے (رسالہ) ماخذ الاقویٰ نام رکھا ہے۔

علم اصول میں بھی انہوں نے اپنے مختارات لکھے ہیں ۱۲۔ انہوں نے ایک مفصل تفسیر بھی لکھی ہے، جو قدیم مفسرین کے اقوال کے لیے جامع اور (قرآن پاک کی) جدید تاویلات، جو مبداء فیاض نے ان کے لطیفہ روحانی پر القاء کی ہیں، تحریر فرمائی ہیں ۱۳۔

(علم) تصوف پر ان کے رسائل^{۱۳} اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معارف پر تحقیق بھی کی ہے۔

صفائے ذہن ، جودتِ طبع ، قوتِ فکر اور سلامتِ عقل میں وہ زائد الوصف تھے۔ انہوں نے طریقہ حضرت شیخ الشیوخ مجدد عابد قدس سرہ سے حاصل کیا ، [۷۶] اور حضرت کی توجہات سے فنائے قلب کا مرتبہ حاصل ہوا۔ پھر حضرت شیخ کے حکم کے بموجب آپ کی طرف رجوع کیا اور آپ کی اعلیٰ تربیت کی بدولت تمام مقاماتِ احمدیہ پر فائز ہوئے۔ اور بڑی تیزی سے سیر ، شوق اور ”وصول اصل خود“ ، حتیٰ کہ اس طریقہ کا مکمل سلوک پچاس توجہات میں مکمل کر لیا۔

ان کی عمر اٹھارہ سال تھی کہ ظاہری علم اور طریقے کی خلافت حاصل کر کے اشاعتِ علم اور فیضِ باطن پر مامور ہوئے اور ہدایت و ارشاد کو رواج دیا۔ آپ سے ”علم الہدیٰ“ کا لقب پایا۔

(خواب میں) انہوں نے بچپن میں اپنے جد امجد حضرت شیخ جلال ہانی ہتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی تھی ، انہوں نے ان کے حال پر بہت مہربانی فرمائی اور اپنی پیشانی ان کی پیشانی کے ساتھ رگڑی۔ انہی ایام میں انہیں حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت نے آپ کو تازہ کھجوریں عنایت فرمائیں۔

ایک بار انہوں نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا ، انہوں نے بڑی مسرت سے قاضی صاحب کے بارے میں فرمایا :

انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ ۱۵ علیہا السلام

(تمہیں میرے ساتھ وہ نسبت ہے ، جو ہارون کو

حضرت موسیٰ کے ساتھ تھی)

آپ نے اس کی تعبیر اس طرح کی کہ فقیر (حضرت مظہر) کی مثالی صورت میرے جد بزرگوار یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثل ہے ، ان کلمات کا مبشر اس لیے فرمایا ہے کہ شاید اس طریقے کی خلافت تم میں منتقل ہو جائے۔

انہوں نے حضرت میرزا مظہر کی وفات کے بعد ، حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور آپ کی وفات پر تعزیت کے کلمات کہے ، اور انہوں نے اظہار کیا۔

آپ حضرت قاضی کی بہت تعریف اور مدح کرتے اور فرماتے تھے ،
 ”میری نسبت اور ان کی نسبت علو مرتبہ میں مساوی ہیں ۔ لیکن عرض اور
 قوت میں مختلف ، وہ میرے ضمنی ہیں اور میں حضرت شیخ قدس سرہ کا ضمنی
 ہوں ، جو فیض بھی مجھے پہنچا ہے ، وہ اس میں شریک ہیں ۔ ان کا
 دوست و دشمن میرا بھی دوست و دشمن ہے ۔ وہ ظاہری و باطنی کمالات
 کے ”اجتماع“ کی وجہ سے عزیز ترین موجودات میں سے ہیں ۱۶ ۔ میرے دل
 میں ان کی ہیبت ہے ، صلاح و تقویٰ اور دیانت کی وہ مجسم روح ہیں ۔
 شریعت گو مروج اور طریقت گو منور کرنے والے فرشتہ صفت ہیں ۔
 ملائکہ بھی ان کی تعظیم کرتے ہیں“ ۱۷ ۔ التہا (کلام حضرت مظہر) ۔

مجھے (مصنف کتاب ہذا) خود ان کی زبانی سننے کا موقع ملا ہے کہ
 (حضرت مظہر) فرماتے تھے ، کہ اگر قیامت کے دن خدا نے مجھ سے پوچھا
 کہ تم میری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو تو میں عرض کروں گا کہ
 ”ثناء اللہ پانی پتی“ ۔

ایک روز میں (مصنف کتاب ہذا) آپ کی خدمت میں حاضر تھا ، ذکر
 اور مراقبے کا حلقہ منعقد تھا ۔ حضرت قاضی بھی آ گئے ۔ آپ نے دریافت
 فرمایا تم کیا عمل کرتے ہو کہ فرشتوں نے (اس محفل میں) تمہاری تعظیم
 کے لیے جگہ چھوڑ دی ہے ؟ یہ حقیقت ہے کہ میں آپ کے کامل خلفاء
 سے بھی ملا ہوں ۔ یہ تمام فیوض و برکات [۷۷] طریقہ احمدیہ جو کہ ان
 کی ذات میں جمع ہیں ، میں نے کسی میں نہیں دیکھے ۔ اگرچہ ارہابِ قلب
 ان حالات کا ادراک نہیں کر سکتے ۔

اس لیے میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک ان کمالات اور خاصہ
 مجددی میں ان جیسی عالی نسبت والا اس وقت اور کوئی نہیں ہے ۔ آپ کے
 خلفاء میں وہ بوجہ بہت سے فضائل ، دوسروں سے ممتاز ہیں ۔ لیکن آپ کی
 نیابت جو کہ طالبوں کو طریقہ احمدیہ کی غایات سے منسلک کرنے اور
 مقامات کا صحیح کشف ، وجدان ، کیفیات اور درجاتِ قرب اللہی سے
 عبارت ہے ، کسی میں بھی تسلیم نہیں کی گئی ۔ چنانچہ آپ نے ہاربا اس
 امر پر الوسوس کیا کہ میرے اصحاب میں سے کوئی بھی میرا (یہ خصائل
 مذکورہ) قائم مقام نہیں ہے ۔

فقیر راقم (مصنف کتاب) کہتا ہے ، طریقہ کے اختیار کرنے کا اصل

مقصد ”تصفیہ“ قلب از گرفتاری ماسوا“، علم باللہ کا دائمی حصول، خصائل ہد سے دل کا پاک کرنا، تہذیب اخلاق، برکاتِ ذکر، شغلِ کیفیات، حالات و استغراق اور مکر غلباتِ محبت کا حاصل کرنا ہے۔ الحمد للہ کہ یہ باتیں آپ کے خلفاء کی صحبت میں طالبوں کو اس زمانے کے موافق حاصل ہو جاتی ہیں۔ مجھے ان (خلفاء کے) مستفیدین کو دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ وہ حضور، جمعیت مع اذواق قلبی، بلکہ اس سے بھی بالا الوار رکھتے ہیں۔

حضرت قاضی کی ذات ظاہری و باطنی کمالات سے متصف ہے۔ ان کے اوقات اطاعت اور عبادت سے معمور ہیں۔ سو رکعت نماز انہوں نے اپنا وظیفہ مقرر کر رکھا ہے۔ تہجد کی نماز میں ایک منزل قرآن پڑھتے ہیں۔ چونکہ اس زمانے میں متدین علماء کم ہیں۔ اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ قاضی کا منصب اختیار کر کے مقدمات کے صحیح فیصلے کریں اور اس مرتبے کا حق کماحقہ ادا کریں۔ رسوم قضات میں سے کوئی عاقبت لا اندیش رسم آپ سے ظہور میں نہیں آئی ۱۸۔

ایک مرتبہ اس شخص نے جس کے پاس آپ کی سہر ہوتی تھی کسی سے کوئی چیز لی۔ آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُسے سزا دی اور اس نے جو کچھ لیا تھا وہ واپس کروایا۔ جس قسم کے ادائے حق اس منصب کا خاصہ ہے، آپ اس میں مشہور ہیں۔

ان کے نام آپ کے بہت سے مکاتیب ہیں۔ ان میں سے چند فقرے لکھے جا رہے ہیں:

شیخ عین الدین ساکن عظیم آباد ایک نوجوان ہے، جس نے اپنا روزگار ترک کر کے طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ اس رقعہ کے وسیلے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے، اس کے دل کو نور حاصل ہو گیا ہے، قطع مسافت ابھی تک شروع نہیں کی، شکستہ دل آدمی ہے، اس کے حال پر توجہ کریں ۱۹۔ علی رضا خان نے مجھ سے طریقہ سیکھا ہے۔ اس کا ذکر لطائف خمسہ جاری ہو گیا ہے، نفی و اثبات کا عمل شروع ہے۔ وہ تمہارے (حلقے) میں شامل ہونا چاہتا ہے، اس کے لطیفہ قلب پر توجہ کریں کیوں کہ اس لطیفے کا پہلا کام [۷۸] ہی ہے، جو ضروری ہے ۲۰۔ اتنا

ان کے اصحاب میں سے پیر محمد اور سید محمد و گھسیٹا کو آپ کی صحبت حاصل ہوئی ہے ، وہ اس طریقہ کی (مختلف) نسبتوں پر فائز ہیں ۲۱۔

مولوی فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ :

مولوی ثناء اللہ (ہانی پتی مذکور) کے بڑے بھائی تھے اور ظاہری علم میں بہرہ کامل رکھتے تھے۔ انہوں نے طریقہ حضرت شیخ (محمد عابد سناسی) رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا ، اور آپ (حضرت مظہر) کی صحبت سے بھی استفادہ کیا تھا ، آپ کی توجہات شریفہ سے وہ طریقہ کے مقامات پر فائز ہوئے تھے۔ وہ کثیر الذکر اور اللہ تعالیٰ کی طرف دائمی توجہ رکھنے والے تھے۔

ان کی وفات کے بعد مولوی ثناء اللہ بڑے آزرده رہنے لگے تھے وہ ان کے خواب میں آتے اور کہتے کہ بھائی یہ اس قدر غم اور الم گیا ہے ؟

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۲۲

(من لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم)

یہ نص قرآنی ہے۔ اس دنیا (آخرت) میں مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت آسائش اور نعمتیں عطا کی ہیں جو بیان و حساب سے بہت زیادہ ہیں ۲۳۔

مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ :

مولوی ثناء اللہ (ہانی پتی) کے بڑے لڑکے ، اور حضرت مظہر کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں۔ انہوں نے ظاہری علم اپنے والد ماجد اور دیگر علماء سے حاصل کیا ہے۔ تحصیل کے ایام میں ماری رات ہی مطالعہ کتب میں مصروف رہتے تھے ، کھانے پینے کی طرف رجحان بہت کم تھا ، قرآن مجید حفظ تھا۔ علم قراءت و تجوید میں پوری مہارت حاصل تھی۔ ہر روز اکیس سہارے تلاوت کرتے تھے ، انہوں نے طریقہ آپ سے حاصل کیا۔ ذکر اور مراقبہ تو پہلے ہی حاصل تھا۔ ہر روز پختیس ہزار مراقبہ ذکر تہلیل کرتے ، صبح سے ”چاشت بلند“ تک مراقبہ بیٹھتے۔

آپ کی توجہات علیہ ، کثرت ذکر ، مراقبہ مقامات بلند اور واردات حاصل کر کے طریقہ کی اجازت لی ، اور لوگوں کو یقین ذکر ، مراقبہ اور

سلوکِ راہِ مولیٰ میں مشغول ہوئے ، ان کے حال پر آپ بہت عنایت کرتے تھے ، اور ان کی ترقی کے لیے غالباً توجہ کرتے رہتے تھے ، ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :

آج تک تم پر توجہ کرنے میں میں نے لافہ نہیں کیا ، اور نہ ہوگا ۔ تم دن بدن ترقی کر رہے ہو ۔ کہلات رسالت کی تجلیات کا کبھی کبھی ظہور ہوتا ہے ۔ تم صبح و شام مردوں اور عورتوں کا جو حلقہ ارشاد کرتے ہو ، اس سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے ، اور کامل توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں کی فتوحات ارزانی فرمائے گا ۔

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں :

احمد اللہ پر حقیقتِ کعبہ کی توجہ ہوتی ہے ، دو تین روز کے بعد وہ حقیقتِ قرآن میں داخل ہوگا ۔ اٹھا

مولوی احمد اللہ ذکر و عبادات میں کمال جہد سے طریقہ کے تمام اعلیٰ مقامات پر پہنچے اور بہت بلند شان کے مالک ہوئے ۔ ان تمام ظاہری و باطنی کہلات کے باوجود ”الولد سر لایہ“ ان پر صادق آتا ہے ۔ تیس سالہ جوان تھے کہ انتقال کر گئے ان کے والد (قاضی ثناء اللہ) [۷۹] فرماتے ہیں کہ اس فرزند کی موت کا ظاہری سبب میری اس سے والہانہ محبت تھی حق سبحانہ کمال غیرت سے اپنے اولیاء کے دل میں غیر کی محبت کا گزر بھی پسند نہیں کرتا ۔ اس لیے اُسے اس جہاں سے اٹھا لیا اور میرے دل میں غیر کی محبت نہ رہنے دی ۔

وہ بہت بہادر لوگوں میں سے تھے ، انہوں نے کفار سے بارہا جہاد کیا تھا ، اور غازی فی سبیل اللہ کا مرتبہ انہیں حاصل تھا ۔ ایک دفعہ ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے ان کو آ لیا ۔ انہوں نے ان کے خادم سے سامان اور دوسری چیزیں چھین لیں ۔ وہ تنہا اور ہا پیادہ ان کے تعاقب میں گئے اور ان بیس سواروں سے جو شمشیریں اور ڈھالیں بھی رکھتے تھے ، اپنا سامان واپس لے کر ”ان اللہ یحب الرجل الشجاع“ (اللہ تعالیٰ بہادر کو پسند کرتا ہے) ، ثابت کر دیا کہ یہ وصف صرف انہی کا تھا ۲۳ ۔

شیخ صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرزند دوم مولوی ثناء اللہ نے بھی علم حاصل کیا تھا۔ دینی کتب کی تحصیل بھی کی تھی، انہیں طریقہ آپ سے حاصل ہوا۔ جوانی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

مولوی دلیل اللہ ۲۵ فرزند سوم مولوی ثناء اللہ نے علم فقہ پڑھا ہے، فن اصول اور معقول سے بھی مناسبت رکھتے ہیں۔ طریقہ اور مشغل قلبی انہوں نے آپ سے ہی سیکھا ہے، خدا انہیں سلامت رکھے۔

مولوی ثناء اللہ (ہانی پتی) کی بیوی ۲۶ نے بھی آپ (حضرت مظہر) سے باطنی فیوض کا کسب کیا اور احوال فناء و بقا جو صرف اس خاندان کے صاحب نسبت حضرات ہی کو ہوتے ہیں، انہیں بھی حاصل تھے۔ انہوں نے تعلیم طریقہ کی اجازت بھی پائی تھی۔ وظائف، اطاعت، ذکر و مراقبہ جیسے نیک اوقات نے انہیں مقبول بارگاہ بنا دیا ہے۔ آپ اپنے ایک مکتوب میں اس عقیقہ کے بارے میں فرماتے ہیں :

اگر مستورات کو توفیق ہو، اور تم سے توجہ چاہیں تو میری طرف سے اجازت ہے۔ جناب پیران (کے وسیلے) سے قوی امید ہے کہ اس میں تاثیر پیدا ہوگی۔ نیز تمہیں کبھی کبھار توجہ دی جاتی ہے، تو ترقی معلوم ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو ذکر الہی جل شانہ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لیے مقید کر لو۔ ذوی الحقوق کی رعایت اور اچھا اخلاق پیدا کرنا لازم ہے، جو نیک نامی اور کامیابی دارین کا موجب ہے۔^{۲۷}

شیخ محمد مراد :

آپ کے قدیم اصحاب میں سے ہیں۔ انہوں نے آپ سے طریقہ حاصل کیا بیستیس سال تک ہر روز حلقہ ذکر میں حاضر ہوتے رہے اور آپ کی صحبت کی برکت سے طریقہ کے مصطلحہ مقامات پر فائز ہوئے، اور اعلیٰ نسبت حاصل کی۔ آپ کی خدمت میں ان کو ایسی خصوصیت حاصل تھی کہ جس میں دوسرے اصحاب شریک نہیں تھے، آپ کے گھریلو معاملات انہی کے ذمے تھے۔^{۲۸} آپ فرماتے ہیں ہمارے اصحاب میں رفت و نسبت کے اعتبار سے ان

کے مساوی کوئی نہیں ہے۔ آپ کی ذات میں بہت سے کمالات جمع ہیں۔ چونکہ وہ تجارت پیشہ ۲۹ ہیں اس لیے طالب ان کی طرف رجوع نہیں کرتے گویا ایک شیخ کے لیے علم و عقلِ سلیم، کشفِ صریح مع وجدانِ صحیح، شرفِ نسب، ظاہری شوکت، دولتِ فقر اور قناعت بھی ہونی چاہیے۔ اتنا مولوی نعیم اللہ نے لکھا ہے :

[۸۰] کہ وہ مستجاب الدعوة ہیں ۳۰۔ اور اس کا بارہا تجربہ بھی کیا گیا ہے ۳۱، واللہ و اعلم۔

فقیر راقم (مصنف کتاب ہذا) کہتا ہے کہ قبولیت دعا کے لیے باطنی کمالات کا ہونا لازم نہیں ہے۔ اللہ کی عظمت کے سامنے تسلیم کے سوا چارہ کار نہیں۔ قبولیت دعا کے لیے رزقِ حلال، راست گوئی اور اخلاص شرط ہے۔ قبول دعا کے لیے یہ تینوں امور ضروری ہیں۔ میرے (مصنف کتاب ہذا) کے نزدیک ان کی نسبت کے حالات اس قسم کے نہیں جو ہر کسی کے ادراک میں آسکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے ۳۲۔

شیخ عبدالرحمن :

شیخ محمد مراد کے بھائیوں میں سے ہیں، آپ کی توجہات سے عالی احوال حاصل کیے۔ نسبت مع اللہ کے حالات سے مغلوب تھے۔ قاضی ثناء اللہ فرماتے ہیں :

ان کی نسبت کی کیفیات کے ظہور کی وجہ سے الہیں دیکھتے ہی دل تعظیم و تکریم کے لیے بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اذاً رؤا ذکر اللہ ۳۳ (جب ان کی زیارت کی جائے تو خدا یاد آئے) انہی کے وصف حال تھا۔ رحمة اللہ علیہ۔

میر حلیم اللہ گنگوہی رحمة اللہ علیہ :

آپ کے اکابر خلفاء، شیفة جبال اور معرفت افزاء قدیم اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت شیخ (محمد عابد منامی) کی صحبت بھی حاصل کی تھی اور انہیں کے حکم سے انہوں نے آپ (حضرت مظہر رحمة اللہ علیہ) کی خدمت کا التزام، اور طریقہ احمدیہ کا سلوک مکمل کیا۔ حالات

عالیہ و واردات سامیہ حاصل تھے۔ ان کی نسبت میں ایسے سکر کا غلبہ تھا کہ مجددی نسبت کا صحو اور ہوش مندی غالب نہیں آ سکتی تھی۔ وہ محبت الہی کی شراب طہور میں مرشار اور حضور و آگاہی کے ذوق سے مغمور تھے۔ ان کی زبان پر اہل محبت کا تذکرہ رہتا اور عاشقانہ حکایات سے ان کی آنکھیں اشک ریز رہتی تھیں۔ گریہ آپ کے احوال کو آبرو بخشتا تھا۔ شور انگیز نالی ان کے سینے میں سوز پیدا کرتے تھے۔ ان کی صحبت خدا کی محبت کا شوق بخشتی۔ آپ کی جبین سے ”نسبت مع اللہ“ کے انوار چمکتے۔ ان پر استغراق قوی اور طویل بے خودی طاری ہوتی تھی۔ ان میں آپ کی محبت غالب تھی۔ غلبہ محبت کی وجہ سے سلام کی بجائے آپ کو ”قربالت شوم“ (میں تجھ پر قربان) لکھ بھیجا۔

جب اپنے وطن (شہر) سے آپ کی زیات کے لیے چلتے تو راستے کی تکلیف سے تھک جاتے تو آپ کے مناقب کے ذکر سے پھر جوش و ولولہ پیدا ہو جاتا اور بیابان نوردی کے لیے تیار ہو جاتے۔

ایک مرتبہ خواب میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر ان کی قدم بوسی کرنی چاہی، حضرت نے فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ اس میں ہم فقیروں کی سعادت مندی ہے۔ اس سے انہیں بہت مسرت ہوئی اور ان کے حال پر بہت لطف فرمایا۔

ایک شب خواب میں انہوں نے دیکھا کہ سلسلہ چشتیہ کے اکابر مثلاً حضرت شیخ فرید گنج شکر اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما [۸۱] تشریف لائے اور ان کے باطن سے لقشبندی نسبت سلب کر لی، اور اپنے خاندان کی نسبت القا کی۔ ان کے جانے کے بعد لقشبندی بزرگوں مثلاً حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت میرزا مظہر قدس اللہ اسرارہا تشریف لائے اور ان کے باطن سے چشتی نسبت کشید کرنے کے بعد پھر سے ان کا سینہ لقشبندی نسبت سے معمور کر دیا۔ اس سلب اور القا کے عمل سے الہیں اکابر کی زیارت کا شرف حاصل ہو گیا، جس سے ان پر ایک حالت طاری ہوئی، اور ایسا ”اضمحلال“ حاصل ہوا کہ ان میں طاقت بالکل جاتی رہی۔

صبح کے وقت آپ کی خدمت میں آئے، تو سارا واقعہ بیان کیا اور آپ انہیں اپنے پیر حضرت شیخ (محمد عابد سنائی) قدس اللہ سرہ العزیز کے

پاس لے گئے ، فرماتے ہیں واقعہ ہم نے ان کے حال کے بارے میں کسی قسم کا اظہار نہیں کیا ، لیکن حضرت شیخ نے اپنے نور فراست سے معلوم کر لیا اور فرماتے لکھے کہ بزرگوں نے ان کے حال پر تصرف کیا تھا اور اپنی نسبت القا کی تھی ۔ لیکن نقشبندی حضرات پہنچ گئے اور اپنے خالدان کی نسبت الہیں دوبارہ عطا کر دی ۔ انہوں نے طریقہ کے جو مقامات حاصل کیے ہیں صحیح اور بجا ہیں ۔

مختصر یہ کہ ان کی طینت میں گرم جوشی ، استعداد اور آثارِ حرارت اور چشتی نسبت کی حرارت کے اذواق موجود تھے ، کیوں کہ یہ حالات طالبانِ راہ مولئی کے لیے رشک کا باعث ہیں ۔ تمام عمر گرم جوشی محبت میں بسر کی ، اور آپ کی زندگی ہی میں فوت ہوئے ۔

ان کی بیوی نے بھی آپ سے طریقہ حاصل کیا تھا ۔ وہ بھی بادۂ محبتِ خدا سے مرشار تھی ۔ (میر علیم اللہ نے) وفات کے بعد خواب میں آپ کی خدمت میں عرض کی کہ فرشتے مجھے بارگاہِ کبریٰ جل جلالہ میں لے گئے ، میں نے خود کو لامتناہی انوار میں مستغرق پایا ، اور اسی حال میں شاہدِ مقصود کی طرف دوڑا ، جس سے مغفرت اور رحمت کے دروازے مجھ پر کھل گئے ۔ فحمدلہ ثم الحمد للہ ۳۳۔

شیخ مراد اللہ عرف غلام کاکی رحمۃ اللہ علیہ :

حضرت میرزا کے اجل خلفاء میں سے تھے ، علم و عمل میں اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے ۔ وہ اس جماعت میں سے تھے جنہیں حضرت شیخ (مجد عابد) نے تربیت کے لیے آپ کے حوالے کیا تھا ۔ وہ آپ کی تربیت کی برکت سے طریقہ کے اتھانی مقامات حاصل کر کے خلافت یاب ہوئے ۔ اور ملک بنگالہ میں طالبوں کے مرجع و مآب بنے ۔ ان کے کہالات کا شہرہ اس دیار کے دلوں کو مسخر کرتا ۔ ان کے اخلاقِ حسنہ اور صفاتِ کاملہ کی خوش بو دماغوں کو معطر کرتی اور ان سے بہت سے طالبِ سرمایہٴ جمعیت و آگاہی حاصل کر کے مقبول بارگاہِ الہی بنے اور یادِ خدا میں مصروف ہوئے ۔

ان میں سے مجد غوث [۸۲] کے حالات صحیح ہیں ۔ ان کے اصحاب میں سے مجد دانش اور مجد درویش نے آپ سے استفادہ کیا تھا ۔ مجد دانش کی باطنی نسبت آپ کی عنایات سے فتنائے قلب اور فتنائے نفس سے بھی بلندی

پر پہنچ گئی تھی۔ ”حضور و آگاہی، کیفیاتِ استملاک و اضمحلال“ بھی جو کہ فنائے نفس کا خاصہ ہیں، انہیں حاصل ہیں۔

عہدِ درویش کو بکثرت باطنی ترقیات ملی ہیں، اور نسبتِ کمالات سے مشرف ہوئے ہیں۔ شیخ مراد اللہ نے طالبوں کی آسانی کے لیے ہندی (اردو) زبان میں قرآن مجید کی تفسیر ۳۵ لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے منع فرمایا کہ طریقہ کے انوار کی اشاعتِ اخلاص اور مرتبہٴ احسان کا موجب ہے، اپنے اوقات اسی شغل میں صرف کرنے چاہئیں۔ ذکر اور مراقبہ کے علاوہ کوئی عمل نہیں کرنا چاہیے، انہوں نے آپ کے وصال سے پہلے وفات پائی ۳۶۔

حضرت شیخ عہد احسان رحمۃ اللہ علیہ :

آپ کے قدیم اصحاب اور اکمل خلفاء میں سے تھے۔ حضرت حافظ عہد محسن ۳۷ کی اولاد ۳۸ میں سے تھے۔ ان کا نسب شیخ عبدالحق ۳۹ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ ایامِ جوانی کے آغاز میں ان کے عقیدہ میں المخراف اور بظاہر صراطِ مستقیم سے المخراف پیدا ہو گیا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے دودھ چاول تناول کیے اور بقیہ انہیں دے دیا۔ پس انہوں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کر کے واردات حاصل کیں۔ اس راہ میں کمالِ استقامت سے ثابت قدم رہ کر بہت ترقی کی۔ اور طریقہ احمدیہ (مجددیہ) کے انتہائی مقامات پر فائز ہوئے۔ اپنے باطن کو الوار اور آگاہی کا مظہر بنایا۔ ان کی نسبت میں جذبہ اور شورش قوی تھی۔ ولایتِ قلبی کی سیر میں بے تاب اور نالہ ہای بے خودی بہت کرتے تھے۔ باطن کی حرارت شوق اور گرمی طہش کی وجہ سے سردی کے موسم میں بھی انہیں پنہ دار لباس کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

جذباتِ محبت کے غلبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے سننے اور سماع کی آواز کی ان میں تاب نہیں تھی۔ ایک روز آپ کی خدمت میں فریاد لائے اور بے خود ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ تمہاری نسبت میں ذوق و شوق پیدا ہو گیا ہے۔ اگر تم اسی نسبت گرم اور جذبہ و حالاتِ عشق و محبت پر کفایت کرنا چاہتے ہو تو ہماری صحبت ترک کر دو ورنہ اس قسم کی فریاد و نعرہ تمہارے لیے نقصان کا موجب بن سکتے ہیں۔ اس وقت ذکر و مراقبہ میں فرشتوں کا مجمع تھا۔ تمہاری فریاد کی وجہ سے وہ

منتشر ہو گیا۔ اور ان میں سے ایک تمہاری طرف تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا، اگر تم اپنے ہاتھ کا کام میرے حوالے کر دو تو میں ایسی توجہ گروں گا، جس سے تم اس شورش کے مقام سے نکل کر طہانیت [۸۳] میں پہنچ جاؤ گے۔ کیوں کہ نسبت اطمینان، نسبت ”قرن“ کے مشابہ ہے، جو شائبہ ریا سے دور ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ مجھے شورش اور طہانیت سے کوئی غرض نہیں ہے، میرا مقصد تو صرف آپ کی رضا کا حصول ہے۔ آپ نے الہیں (سابقہ مقام سے) پھلانگ (بطور طفرہ) کر بالا مقام پر پہنچا دیا۔ اور وہاں کے احوال پر نائز کر دیا۔ جس سے ان کی بے تابی اطمینان میں بدل گئی۔ لیکن ان کی گرم استعداد کا تقاضا ابھی باقی تھا، کبھی کبھی بے اختیار ہو کر فریاد کر اٹھتے تھے۔ جس سے بے خود ہو جانے۔

ایک دن کسی نے ان کے سامنے کہا کہ مولوی ثناء اللہ منبہلی کا روزینہ مشتبہ مال سے مقرر ہوا ہے۔ کہنے لگے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے سے انوار کی ایسی سبیل آتی ہے جو ان تمام کدورتوں کو بہا کر لے جاتی ہے، اس بات سے انہیں بہت فیض پہنچا، انہوں نے آہ بھری اور بے خود ہو گئے۔ ایک مرتبہ یہ شعر سننے سے :

رقم از میکدہ اما بدعا می خواہم
کہ ازین در لروم لغزش مستان مددی ۴۰

بہت بے تابی پیدا ہوئی۔ محبت کی یہی شورش انہیں مضطرب رکھتی۔ بسا اوقات انہیں عاشقانہ نغمہ بے خود کر دیتا۔ یہ عشق ہی ہے، جو طالبوں کے دلوں کے لیے حیات افزا اور یہ عشق ہی ہے، جو سالکوں کی جانوں کو بقا بخشتا ہے :

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

شعر

گر عشق ترا نیست بہ تحقیق ز تقلید
چاکی بہ گریبان زن و خاکی سر افکن ۴۱
کار ما عشق و بار ما عشق است
حاصل روزگار ما عشق است

شیخ محمد احسان فرماتے ہیں کہ (احمد) شاہ درانی کے ہنگامہ غارت گری ۳۲ میں میں اپنے کوچہ کے دروازہ میں پوری ہمت سے متوجہ ہو کر بیٹھ گیا ، تاکہ غارت گروں میں سے کوئی کوچہ میں داخل نہ ہونے پائے فضل الہی سے ساری رات اس کوچہ میں گھومتا رہا آیا ۔

ایک روز ایک شخص جو درد پہلو میں مبتلا تھا ، ان کی خدمت میں عرض کی کہ اس مرض کے سلب کرنے کے لیے ہمت کریں ، جونہی اس کے کان میں اسم مبارک اللہ پہنچا ، اس نے نعرہ مارا اور درد اسی وقت ختم ہو گیا ۳۳ ۔

وہ فرماتے ہیں ملا رحیم داد ۳۴ کے لشکر کی کفار سے شکست کے وقت میں بھی اس لشکر میں موجود تھا اس قیامت انگیز وقت میں بھی میری نسبت کا کامل غلبہ کے ساتھ ظہور ہو رہا تھا گویا مجھے سردی کی شدت اور قتل و غارت کفار کی خبر ہی نہیں تھی ۔ اور میں مشائخ کرام کی توجہ کی بدولت محفوظ رہا ۔

فرماتے ہیں کہ کسب سلوک کے دنوں میں میں نے سخت فقر و فاقہ اختیار کیا ۔ بے در پے تین فاقوں کو ایک فاقہ خیال کرتا تھا ۔

ایک روز آپ نے میرے احوال پوچھے میں نے اپنی بے سامانی کا ذکر کیا ۔ انہیں افسوس ہوا ، تھوڑا سا [۸۳] آٹا اور کرتہ خاص عنایت کیا ۔ کہتے ہیں کہ اس تبرک شریف کی برکت سے تنگی فراخی سے بدل گئی ۔

بتاتے ہیں کہ میں نے چھ ماہ تک آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کی سعادت حاصل کی ، جس سے اس کثرت سے فیوض حاصل ہوئے کہ کسی ریاضت اور مجاہدہ میں اس قسم کی ترقی میسر نہ آتی ۔

شیخ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ :

شیخ محمد احسان کے بھائی ۳۵ اور آپ کے خاص اصحاب اور زہدہ احباب میں سے ہیں ۔ انہیں آپ کی مزید عنایات کا اختصاص بھی حاصل تھا ۔ انہوں نے طریقہ شریفہ آپ ہی سے حاصل کیا تھا ۔ اور اس خاندان کی نسبت کے مقامات پر پہنچے ۔ یاد الہی میں اپنے اوقات بخوشی بسر کیے ۳۶ ۔

شیخ محمد منیر رحمۃ اللہ علیہ :

حضرت شیخ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ امجاد، اور آپ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، طریقہ علیہ چشتیہ کے اشغال کرتے اور اس نسبت شریفہ کے اذواق و اشواق سے حظ اٹھاتے۔ طریقہ نقشبندیہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اس کی صحبت شریفہ کا التزام کر کے طریقہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر اجازت حاصل کی۔ ان کی نسبت قوی اور حالات بلند تھے۔ اور ہمیشہ گوشہ قناعت و توکل میں یاد خدا میں مصروف رہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ان کی نسبت بہت قوی ہے اگر کوئی قطب وقت ہو تو اُسے بھی ان سے استفادہ کرنا چاہیے۔ سلوک کے (ابتدائی ایام میں) وہ ساری رات مراقبہ کرتے تھے اور کثرت مراقبہ کی وجہ سے ان کا کشف و وجدان صحیح تھا، طالب ان سے رجوع کرتے۔ ارہاب ذکر کا حلقہ خوب جمعیت کے ساتھ منعقد کرتے^{۳۷}۔ لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ اور آپ کے حین حیات ہی میں درد سینہ کے مرض میں انتقال کیا^{۳۸}۔ ان کی موت سے آپ کے دل میں بہت غم و اندوہ ہوا۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ منبہلی کو لکھتے ہیں :

شیخ محمد منیر اکثر یارانِ طریقہ میں ممتاز تھے، انہوں نے ۱۹ ذی الحج کو رحلت کی۔ جس سے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ ہمارے انتقال بھی طبعی عمر کے موافق قریب ہے، اس لیے تسلی ہے^{۳۹}۔

حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے خواجہ عباد اللہ نے شیخ محمد منیر سے طریقہ حاصل کیا، ان کی وفات کے بعد انہوں نے آپ کی صحبت اختیار کی، اور آپ کی توجہات سے بلند مقامات پر پہنچے، اور طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت بھی حاصل ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں۔ ان کی نسبت بہت قوی ہے۔ کئی سال ہوئے ان کی وفات ہو چکی ہے۔

حاجی جمال الدین نے بھی جو کہ شیخ محمد منیر کے اصحاب میں سے تھے، آپ کی صحبت مبارک کی برکت سے نسبت عالیہ کا کسب کیا، اور حرمین شریفین کی زیارت [۸۵] کا شرف حاصل کیا۔ اور یاد مولیٰ میں گوشہ قناعت میں خوش ہیں۔

مولوی قلندر بخش رحمۃ اللہ علیہ :

آپ کے منتخب اصحاب اور برگزیدہ خلفاء میں سے ہیں۔ دینی علوم کے عالم تھے۔ علم معقول کی بھی تحصیل کی تھی، قرآن مجید حفظ تھا۔ انہوں نے طریقہ آپ سے ہی حاصل کیا۔ آپ کی توجہات علیہ سے طریقہ کے انتہائی مقامات پر پہنچے۔ انہیں طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت ہے اور درس علم اور ارشاد و سلوک باطن ان کا شغل۔

علم طب میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ جسمانی اور روحانی دونوں علاج کرتے تھے۔ انہیں آپ کے ساتھ بہت ہی اخلاص تھا، اور آپ کے مصاحب خاص تھے۔ رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے، آپ ان کی اچھی آواز اور ترتیل حروف سے جو کہ ان کی تلاوت کے آداب میں سے تھے، بہت خوش تھے۔

ہر سال آپ کی زیارت کے لیے اپنے وطن ۵۱ (شہر) سے آتے اور انوار حضور کا کسب کرتے یہاں تک کہ (اسی طرح عمل کرتے ہوئے) وفات پائی۔

میر نعیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ :

آپ کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت حاجی مجدد افضل کی صحبت حاصل تھی ۵۲۔ اور حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ شیخ مجدد اعظم ۵۳ کی خدمت بھی کی تھی۔ حضرت مظہر کی صحبت کا التزام کر کے طریقہ احمدی (مجددی) کے مقامات سلوک مکمل کیے تھے اور تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی تھی۔ علم و ادب اور حسن اخلاق سے متصف تھے۔ (ان کے دل میں) آپ کی محبت راسخ تھی، طریقہ کی تعلیم اور علم دین کا درس ان کا شغل تھا، قرآن مجید حفظ تھا۔ علم قراءت و تجوید کی سند قاری عبدالغفور ۵۴ سے لی تھی۔ تراویح میں آپ ان سے قرآن مجید سن کر بہت محظوظ ہوتے تھے ۵۵۔

ایک روز فرمانے لگے کہ میں مولوی قلندر بخش اور سید نعیم اللہ کے تہذیب اخلاق کے سبب ان سے کبھی ناراض نہیں ہوا۔ ایک دن حضرت سید نعیم اللہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے راہ خدا اور رضاء مولیٰ میں جو قدم رکھا ہے وہ ہماری آنکھوں پر رکھو، اگر تم جیسے لوگ اپنے وطنوں سے نہ آئیں تو ہمارا حلقہ مراقبہ بے جمعیت و بے برکت ہو کر رہ جائے، انہوں نے آپ کے حین حیات ہی انتقال کیا ۵۶۔

مولوی ثناء اللہ سنہلی رحمۃ اللہ علیہ :

آپ کے بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ ظاہری علم کی بھی تحصیل کی تھی۔ قرآن اور حدیث کا علم حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ ۵۷۔ طریقہ کی تعلیم آپ کے خلیفہ خواجہ موسیٰ خاں ۵۸ رحمۃ اللہ علیہ سے لی۔ ذکر اور مراقبہ ان کا دائمی شغل ہے۔ اور ان کے حکم سے باطنی کمالات میں آپ سے استفادہ کیا۔ طریقہ کے انتہائی مقامات پر پہنچے۔ اور طریقہ کی تعلیم دینے کی اجازت ملی۔ اور بلکہ [۸۶] سنہل میں درس علوم اور راہِ خدا کی ہدایت و سلوک میں مصروف رہے۔ علم و عمل اور صبر و استقامت سے متصف اور اعلیٰ اخلاق اور اوقاتِ حسنہ کے لیے معروف تھے۔ وہ کہتے ہیں، حدیث و تفسیر کے درس سے نور اور صفا حاصل ہوتا ہے، اور نسبتِ احمدیہ کو طاقت اور ترقی ملتی ہے۔

کہتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ میں نے ایک امیر کا کھانا کھایا، میرے باطنی احوال ضائع ہو گئے، میں نے ہر چند توبہ اور نیاز مندی کی لیکن وہ حالات پیدا نہ ہو سکے، اگرچہ نسبت کی کیفیات ہمیشہ شامل حال رہیں لیکن احوال و ذوق نام کی کوئی چیز نہیں رہی تھی۔ صاحبِ نجات ۵۹ نے کہا ہے کہ ان طائفہ کرام میں سے ایک نے انتہائی پیاس کی حالت میں ایک لشکری (سپاہی) سے پانی پی لیا۔ تو اس کے تمام باطنی حالات تباہ ہو گئے۔ تیس سال گزر گئے ہیں کہ اس کدورت کا اثر اب تک باقی ہے۔“

مولوی ثناء اللہ سنہلی نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و سلم نے ان کے حال پر بہت عنایت فرمائی، ایک روپیہ بومیہ مقرر فرمایا۔ اسی طرح واقعہ ہوا کہ اس خواب کے بعد ایک امیر آدمی نے ان کی ضروریات کے لیے ایک روپیہ روزانہ مقرر کر دیا۔ آپ نے انہیں لکھا ہے :

وہو معکم اینما کنتم ۶۰ (تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) تم وہاں جاؤ اور میری جانشینی کرو، کیوں کہ اس ضلع میں سبجو دار عالم اور صاحبِ نسبت درویش کوئی نہیں ہے، خاطر جمع رکھ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ اور پریشانی کو دل میں جگہ نہ دو اور اپنے اوقاتِ دین کے ظاہری و باطنی منافع کے حصول میں صرف کرو۔ اس پاک ذات نے

تمہیں دولت دی ہے ، یہی اس کا شکر ہے ۔ حضرت جنید نے فرمایا ہے :
 ”الشکر صرف النعمة في مرضيات النعم“ (لعمت کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
 میں صرف کرنا شکر ہے) ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی تنگی وسعت میں بدل
 جائے گی :

مشکلی لیست کہ آساں نہ شود مرد باید کہ ہر آساں نہ شود ۶۱
 اگر غیب سے کوئی چیز (فتوح) میسر آ جائے تو اسے بلا تامل قبول کر
 لینا چاہیے ، کیوں کہ بغیر طلب اور سوال کے جو چیز ملتی ہے وہ توکل کے
 منافی نہیں ہوتی ۔ اگر اس چیز (معاش) پر اعتقاد نہ ہو ۶۲ تو خصوصاً اس زمانہ
 میں توکل تفرقہ دل کے رفع کرنے کا سبب ہے ۔ اور صرف توکل بے جمعیتی
 کا موجب ہے اور یہی ”جمعیت“ تو صوفیہ کا راس الہال ہے ۔

اللہ تعالیٰ سنتِ نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے متبعین اور خالقاہ
 عالی جاہ مجددیہ کے درویشوں کی جمعیت ضائع نہ کرے ۔ تعلیم طریقہ اور
 کتابوں کے درس کے لیے خود کو پابند کر لو ۔ اس عمل میں اپنے اوقات
 صرف کرنا ، دونوں جہالوں کی فتوحات حاصل کرنا ہے ۔ ختم خواجگان اور
 ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلقہ صبح کے بعد ہر روز لازمی طور
 پر کرو ۔ صرف اللہ تعالیٰ سے امید وابستہ رکھو اور غیر سے نا امید
 ہو جاؤ ۔ مرہٹہ کفار کے آشوب کی فکر نہ کرو ، ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے
 [۸۷] دوستوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ۔ اور مجھے حاضر ہی سمجھیے ۶۳ ۔
 اتھا ۔

حاجی مجدد یار نے ان سے طریقہ کی تعلیم حاصل کی ، اور آپ کی توجیہات
 سے الہیں حضور و آگاہی کی نسبت حاصل ہوئی ۔ پھر انہوں نے مولوی
 لیم اللہ کی صحبت اختیار کی ۔

احمد علی نے بھی جو ان کے اصحاب میں سے ہیں آپ سے استفادہ کیا ،
 نسبت قلبی کے جذبات سے مغلوب ہوئے ۔ اور جذبات کی بے تابی سے سونا
 اور گھانا ترک کر دیا ۔ اکثر اوقات بے قرار اور حالاتِ مکر سے سرشار رہنے ،
 آپ کی حسن تربیت سے ہوش میں آئے ۔ اپنے باطن کے معاملہ کو فنائے نفس
 تک پہنچا کر طریقہ کی تعلیم کی اجازت حاصل کی ، اور نسبت مع اللہ کی
 کیفیات میں مدہوش ہوئے ۶۴ ۔

میر عبدالباقی :

آپ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ ظاہری علوم سے بھی بہرہ ور ہیں۔ سالہا سال آپ کی صحبت میں رہ کر کسبِ فیض کیا۔ طریقہ کے انتہائی مقامات کو پہنچے۔ کمالِ علم اور عزت سے آراستہ ہیں۔ اچھے اخلاق سے منصف اور عالم مثال سے پوری مناسبت رکھتے ہیں۔ آپ اپنے دوستوں کے امور مرجوعہ کے استغوارہ کے لیے انہی سے فرمایا کرتے تھے۔ ان کی معلومات واقعہ کے مطابق ہوتیں۔

انہیں پانچ بار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور آنجناب مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات سے ممتاز ہوئے۔ ۶۵۔

خلیفہ محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ :

آپ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ چھوٹی عمر میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ آئے اور آپ سے ایک توجہ لی۔ تحصیلِ علم اور طب کا شغل اختیار کیا۔

کہتے ہیں علم سے حظ وافر حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ کی برکت سے مجھے اپنے راہ کی طلبِ عطا کی، اور میں مقصود کی جستجو میں بے شمار درویشوں کی خدمت میں گیا، کسی جگہ دل کو آرام نہ آیا۔ آخر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور طلب کے لیے مشقتیں کیں، یہاں مقصود مل گیا۔ آپ کی توجہاتِ عالیہ سے طریقہ کے مقامات پر پہنچ کر اجازت و خلافت سے مشرف ہوا۔

خلیفہ صاحبِ تحمل، تمکین اور امور شریعت و طریقت میں استقامتِ راسخ رکھتے تھے۔ طریقہ احمدیہ کے انتہائی مقامات صلوک تک ان کی نسبت قوی تھی۔ ظاہری و باطنی امراض کے علاج کے لیے ممتاز تھے۔ آپ کے حینِ حیات ہی انتقال کیا۔ ۶۶۔

حضرت شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ :

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولادِ اجداد میں سے تھے ۶۷۔ آپ کی توجہات سے اپنے آباء کرام کی نسبت خاصہ سے حظِ وافر حاصل کیا۔ اور کارِ باطن کو کمالات تک پہنچا کر آپ کی اجازت سے ہدایت و ارشادِ راہِ سولی میں مصروف ہو گئے۔ اتباعِ سننِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ احمدیہ پر استقامت رکھتے تھے، [۸۸] ان کی وفات ۶۸ کے بعد سکھ کافروں نے جو سرہند کے متبرک مزارات خراب کر رہے تھے، چاہا کہ ان کی نعش کو قبر سے باہر نکالیں، آپ نے ایک کافر کے سر پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ فی الفور ہلاک ہو گیا۔ اور اس کے سالھی جان کے خطرہ سے بھاگ گئے ۶۹ اس قسم کی کرامت کے ظہور سے کفار مزارات پر دست درازی کرنے سے باز آ گئے ۷۰۔

مولوی عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ :

شاہ بھیک کے بھائیوں ۷۱ میں سے تھے، انہوں نے طریقہ آپ سے حاصل کیا، ان کا نسبتِ باطن کا کام فنائے قلب تک پہنچ چکا تھا۔ ان کے حالات صحیح تھے۔ ظاہری علم کا درس دیتے تھے۔ عین عالم شباب میں انتقال کیا۔

شاہ محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ :

آپ کے قدیم اور برگزیدہ خلفاء میں سے ہیں۔ دس سال تک آپ کی صحبت مبارک میں کسب فیوض کر کے طریقہ کے مقاماتِ سلوک طے کیے۔ اور تعلیمِ طریقہ کی اجازت کے بعد طالبانِ خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔

بہت سے لوگ ان کی توجہات سے ”حضور و آگاہی“ کے مرتبے کو پہنچے، اور آپ کی وضع اور آداب پر استقامت رکھتے ہیں ۷۲۔ آپ نے ایک مکتوب میں الہیں لکھا ہے :

ہم خیریت سے ہیں، تمہیں شریعت اور شغلِ طریقت کی پابندی کا التزام کرنا چاہے۔ لوگوں سے خاکساری اور

بے نفسی سے پیش آؤ، کیوں کہ نفس کا کمال لیستی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی ہستی مسلم — فقراء اور علماء کی صحبت لازم قرار دو، زمانہ کے مکروہات پر صبر کرو کیوں کہ یہ دنیا مومنین کے لیے قید ہے، اور آخرت میں راحت ملنے کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی طریقہ کی طرف رجوع کرے تو اس کی خدمت کرنی چاہیے، تاکہ اس سے خدمت لی جائے۔ مگر غلبہٴ محبت کی وجہ سے اگر وہ خود (خدمت) کرنا چاہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ تم جہاں رہو خدا تمہارے ساتھ ہے، استقامت سے رہو اور پیران طریقہ کی محبت دل میں رکھو۔ والسلام۔

شاہِ رحمت اللہ رحمتہ اللہ علیہ :

آپ کے کامل خلفاء میں سے ہیں، کمالِ درجہ کی محبت اور اخلاص کے لیے مخصوص ہیں، ملکِ سندھ ۷۳۰ سے طلبِ خدا کے لیے نکلے، جہاں کہیں کسی درویش کا سنتے وہیں پہنچ جاتے۔ انہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت بھی حاصل ہوئی ہے۔

آپ کے آستانہ ولایت نشان پر پہنچے، اور چار سال تک آپ کی صحبت مبارک میں کسب فیوض کیا۔ کارِ سلوک کو طریقہ کے انتہائی مقامات تک پہنچا کر اجازت سے سرفراز ہوئے۔ الہیں ایذائے نفس اور معنوی لحاظ سے راحتِ روح جیسے جلالی معاملات زیادہ پسند تھے۔ صبر بلکہ قضائے الہی کے مطابق رضا ان کا شیوہ تھا۔ یادِ خدا کے لیے صبر و قناعت اور ترکِ ماسواہ اللہ پر استقامت رکھتے تھے۔ سردارانِ وقت [۸۹] کی آرزو تھی، کہ وہ روزینہ قبول کریں، لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔

رات کو ان کے گھر ذکرِ خدا کے نور کے چراغ کے سوا، اور دن کو صرف اتباعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا، کوئی خوراک نہیں ہوتی تھی۔ سالہا سال تک وہ عریاں رہے، صرف ایک تہ بند باندھے رکھا۔

ان کی صحبت میں طالبوں کا جم غفیر ہوتا تھا، اور مکمل جمعیت کے

ساتھ حلقہٴ مراقبہ کا العقاد ہوتا تھا۔ دو اشخاص کو ان سے تعلیم طریقہ کی اجازت ملی تھی۔ ان کے اصحاب میں شاہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ ایک احوال رکھتے ہیں۔ انہوں نے مرزا مظفرؒ ۷۴ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی صحبت بھی حاصل کی تھی۔ ان کے بعد با جمعیت حلقہٴ ذکر و مراقبہ یہی گرتے تھے، ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

محمد اکبر نے بھی ان سے طریقہ حاصل کیا ہے، لیز حضرت مرزا مظفر کی صحبت کا فیض حاصل کر کے ترقی کی ہے۔ ہمارے حضرت (مظہر رحمۃ اللہ علیہ) سے بھی توجہات لیں۔ میرے (مصنف کتاب ہذا) کے ساتھ بہت نشست رہتی ہے اور اپنے کم شدہ احوال کی دریافت کرتے ہیں، باطنی نسبت کی طرف توجہ کم ہے۔ وقفہ اللہ سبحانہ و ایہی لمرضاتہ (اللہ تعالیٰ الہیں اور مجھے اپنی رضا کی توفیق عطا فرمائے)۔

محمد شاہ :

انہوں نے حضرت شیخ (محمد عابد) رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ صوفی عبد الرحمنؒ ۷۵ سے طریقہ حاصل کیا، اور آپ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ کی تربیت کی برکت سے وہ طریقہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر طالبانِ حق کو ہدایت کی اجازت سے مشرف ہوئے، اور اپنے مسکن ۷۶ میں با جمعیت حلقہٴ ذکر و مراقبہ میں مصروف ہیں ۷۷۔

میر مبین خان رحمۃ اللہ علیہ :

سادات ۷۸ کبار میں، اور آپ کے عمدہ اصحاب و برگزیدہ احباب میں سے ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔ آپ سے ”طریقہ“ حاصل کر کے انتہائی مقامات پر فائز ہوئے۔ تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کر کے طالبوں کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔

بہت سے طالبوں نے ان کی صحبت کی برکت سے حضور و جمعیت کا کسب کیا۔ الہیں آپ سے بہت محبت تھی، اور آپ کے اوضاع و اطوار کی اتباع کے لیے انہوں نے بڑی کوشش کی ۷۹۔ اس لیے آپ، ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :

میر مبین خدا کے بڑے اولیاء میں سے ہیں اور جان جانان صغیر اولیاء میں سے۔

اس سے زیادہ ان کی تعریف نہیں لکھی جا سکتی ۔

ان کے اصحاب میں سے ، آپ کی عنایات سے پیر مجد ، باطنی نسبت میں لطیفہٴ نفس کی فنا تک پہنچ گیا ، انہیں صحیح کشف کوئی حاصل ہوا ، اور آنے والے دن کے حالات دعویٰ کے ساتھ بیان کرتے تھے ، جو اسی طرح ہوتے تھے ۔ وہ فرشتوں اور روحوں کو ظاہری طور پر دیکھتے تھے ۔ کہتے ہیں ایک دن سردی کے موسم میں میں دریا میں غسل کر رہا تھا کہ اتنے میں بھیڑیے دریا کے کنارے کھڑے ہو گئے ۔ مجھے تیرنا نہیں آتا تھا ، میں نے حضرت میر مبین خان کی طرف توجہ کی ، تو کیا دیکھتا ہوں کہ میر صاحب ہاتھ میں عصا لیے ہوئے آئے اور بھیڑیوں کو وہاں سے مار بھگایا ۔

میر مجد معین خان رحمۃ اللہ علیہ :

[۹۰] میر مبین خان کے بھائی ہیں ، اخلاص و محبت میں آپ کے اصحاب میں سے اکثر پر سبقت لے گئے ۔ تعلیم طریقہ آپ سے ہی لی ۔ طریقہ کی اجازت کے مقام پر فائز ہوئے ۔ اعلیٰ ادب میں مؤدب اور حسن اخلاق سے مہذب تھے ۔ چنانچہ آپ نے جو خط ان کے نام لکھا ہے ، اس میں لکھتے ہیں کہ :

آدمیت کے وہ آداب جن کا ظہور تم سے ہوا ، اس میں دوسروں کو شریک کرنا بڑا ظلم ہے ، اللہ تعالیٰ تمہاری وضع و قطع اس سے بھی بہتر بنائے ۔

آج جب کہ سوال کی دس تاریخ ہے ، میں تمہارے والد ، جو کہ ہزاروں خوبیوں کے مالک تھے ، جو اپنی یاد کے داغ (دل پر) چھوڑ گئے ، کی تعزیت کے لیے آنولہ آیا ہوں ۸۰ ۔ تعزیتی عبارت لکھنا تکلف سے خالی نہیں ۔ کیوں کہ ہم اور وہ ہم عمری کی وجہ سے اس دنیا میں آنے کے وقت چند ہی قدم تقدیم اور تاخیر سے ہم سفر تھے ، اب جب کہ اصلی وطن کو واپس جانے کا وقت آیا ہے ۔ چند ہی نفس کے فاصلے سے ہم قافلہ ہوں گے :

امروز گر از رفتہ حریفان خبری لیست
فردا ست درین ہزم کہ از ما اثری نیست ۸۱

گمزوری اس قدر ہے کہ پہلو کے بل لیٹ کر حلقہ کروانا ہوں۔ اگرچہ زندگی کا اب کوئی لطف نہیں رہا۔ لیکن پھر بھی صوفی کی زندگی غنیمت ہے۔ ایک تو خود اس کے لیے، دوسرے دیگر لوگوں کے لیے بھی۔ تمہاری بیوی کو حق تعالیٰ نے قاعدہ طفرہ سے ولایتِ کبریٰ تک پہنچا دیا ہے۔ وہ انوکھی عقیقہ (بیوی) اچھی استعداد رکھتی ہے۔ عقیدت اور اخلاص کے معاملے میں وہ مردوں کی پیش رو ہے۔ میر مکھو کالات نبوت کے ابتدائی مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ میر مبین خان کو شیخ مقرر کر دیا ہے۔ آج کل صبح و شام خوب حلقہ ہو رہا ہے، اچھی استعداد والے لوگ آگئے ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں فرصت دے کہ اصطلاحی سلوک کی میر مکمل کریں۔ تمہاری جگہ خالی ہے۔ اس آخری عمر کے فیوض و برکات اس قدر ہیں، کہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ الحمد للہ علی نوالہ والصلوة والسلام علی رسولہ و آلہ ۸۲۔

میر علی اصغر عرف میر مکھو رحمۃ اللہ علیہ :

میر مجد مبین خان کے اقربا اور آپ کے برگزیدہ خلفاء میں سے ہیں۔ ظاہری وجاہت اور باطنی حلاوت اور آدابِ کاملہ سے متصف ہیں۔ تعلیم طریقہ آپ سے لی۔ ان کے سلوکِ باطن کا کام اتنا کو پہنچ گیا ہے اور احوالِ مقامات طریقہ پر فائز ہیں۔ نہایت اخلاص کے ساتھ ذکر رابطہ دوام کو پہنچایا، نیز حضرت مظہر کی عالی واردات کے انعکاس سے مستفید و منور تھے۔

بزرگوں نے کہا ہے، حالات و کیفیاتِ الہیہ کے حصول کے لیے محبت شیخ اور ذکر رابطہ ہی مضبوط جڑ ہے، اور یہ طریقہ ذکر اور مراقبہ کے دونوں طریقوں سے بہتر موصل ہے۔ میر صاحب مجمع فیوض الہی اور الوار آکاہی کا مظہر تھے۔ طریقِ باطن کی اجازت [۹۱] الہی حاصل تھی۔ طالبوں کو ذکر اور مراقبہ کی تعلیم دی۔ مرشد آباد میں بہت سے

(لوگ) ان کے مرید ہونے کہ صاحبِ دل حضرات کے ایک مجمع کا العقاد ہو گیا ، رزقِ حلال کے حصول کے لیے تجارت کا پیشہ اپنایا ، لیکن یہ تجارت ان کے وظائف و عبادات سے تعمیر شدہ اوقات میں حائل نہیں تھی ۸۳۔ اور یہ آیت شریفہ :

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله ۸۴

(وہ مرد جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی)

ان کے حال کے مطابق ہے ۔ عرصہ ہوا ان کا انتقال ہو چکا ہے ۸۵۔

محمد حسن عرب رحمۃ اللہ علیہ :

آپ کے قدیمی اصحاب میں سے تھے ، ان کا مجاہدہ قوی تھا ، اور ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے ۔ تائید النہی سے چالیس ہزار مرتبہ لسانی طور پر کلمہ طیبہ اور دس ہزار مرتبہ حبس نفس سے قلبی ۸۶ طور پر نفی و اثبات کرتے ۔ ہزار بار سورۃ اخلاص ، درود اور استغفار ان کا ہر روز کا وظیفہ تھا ۔ یہ آیت شریفہ :

واذكروا الله كثيراً لعلكم تفلحون ۸۷

(اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم مراد کو پہنچو)

ان کے حال کے مطابق ہے ۔ شب بیداری اور دن کو آپ کی ”خدمت گاری“ گرتے تھے ۔ روزہ ، شب بیداری (قیام) اور کثرتِ ذکر سے صبح کشف اور وجدانِ سلیم حاصل ہو گیا ۔ تین سال میں ہی طریقہ احمدیہ کا ملوک مکمل کر کے ”خلافت یاب“ ہوئے ، اور اپنے وطن جا کر طلبہ کا مرجع بنے ۔

آپ فرماتے ہیں کہ ساری زندگی میں صرف ایک ہی طالبِ خدا اور راہِ مولیٰ کا مجاہد میرے پاس آیا ہے ، اور وہ محمد حسن عرب تھا ، اور یہ الفاظ ان کے وصف کے لیے کافی ہیں ۔

محمد قائم کشمیری رحمۃ اللہ علیہ :

خواجہ موسیٰ خان ۸۸ کے اصحاب میں سے تھے ، مقصود حاصل کرنے کے لیے سفر کی بہت تکلیفیں اٹھائیں اور بہت سے درویشوں کے پاس گئے ۔ روزہ اور شب بیداری ان کا دائمی عمل تھا ۔ حضرت خواجہ موسیٰ کے

حکم سے آپ کی خدمت میں آئے ، اور آپ کی حسن تربیت کی بدولت تین سال میں ہی طریقہ کے انتہائی مقامات پر فائز ہو کر تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی ۔

حضرت خواجہ موسیٰ خان کی زیارت کے لیے بخارا گئے ، تو الہیں مرض موت میں مبتلا پایا ۔ ان کی وفات کے بعد خواب دیکھا کہ ہمارے حضرت (مظہر) ان (خواجہ محمد قائم) کے حال پر توجہ فرما رہے ہیں ۔ پس ان کی توجہ کی برکت سے ان کو وہاں (بخارا) میں مقبولیت ہوئی ، اور بہت سے طالبوں نے حصول طریقہ کے لیے ان کی طرف رجوع کیا ۔ لیکن ان کے دل کو وہاں قرار نہ آیا ۔ ایک مرتبہ الہوں نے خواب دیکھا کہ مدینہ منورہ میں ان کا ایک باغ ہے ، اور ہمارے حضرت کی ایک نہر جاری ہے ، اور اس نہر کا پانی اس باغ میں آتا ہے اور درخت و پھول نشو و نما پاتے ہیں ۔ اسی وجہ سے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کا اشتیاق ان پر غالب آیا اور حج کا عزم کیا ۔

کہتے تھے کہ میرے دو لڑکے ہیں ، میں نے منت مانی ہے کہ ان میں ایک کو خانہ خدا کا مجاور [۹۲] اور دوسرے کو مسجد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم بناؤں گا ۔

حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ :

حضرت خواجہ موسیٰ خان کے باروں میں سے تھے ۔ انہی کے حکم سے آپ سے استفادہ کیا ۔ ایک مرتبہ الہیں زبردست قبض کا سامنا کرنا پڑا اور کسی طرح بسط نہیں ہوتا تھا ۔ وہ فنائے نفس کے قریب پہنچ چکے تھے ۔ الہوں نے حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں ، اے میرے بیٹے ! تمہارا اصلی کام تو خطرات سے دل کو پاک اور رذائل سے تزکیہ نفس کرنا ہے اور یہ دولت تو تمہیں حاصل ہے ۔

مدت دراز کے بعد ان سے ایک نمایاں خدمت کا ظہور ہوا ، جس سے آپ ان کے حال پر سہربان ہوئے ، فرماتے لکھے ، اب تمہاری رفع قبض کا وقت آ گیا ہے اور کمال عنایت سے ان کے باطن پر توجہات فرمائیں اور وہ عقدہ جو سال ہا سال سے لاینحل تھا ، آپ کے ایک ہی معرفت افزا اور

دل کشا التفات سے حل ہو گیا اور ان کے تنگ دل میں فیض جاری ہو گیا کیوں کہ ان تنگیوں کا تدارک تو (اس میں مضمحل ہے) :

خدمت ترا بہ کنگرہ کبریا کشد

[تجہ کو خدمت بلندی کے اتھائی مقام پر پہنچا دے گی]

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں مجھے جو کچھ حاصل ہوا (مشائخ کی) خدمت سے ہی حاصل ہوا۔ وقف حاسوں میں میں نے ایسے سے زیادہ درویشوں کی خدمت اور بدن کی مالش کی۔ یہاں تک کہ درویشوں کی رضا کی برکت سے میرا دل آب معرفت سے دھل گیا، اور ماسوا کی طرف توجہ کرنے کی لاپاہکی سے میرا دل صاف کر دیا گیا۔

حافظ مجدد نے وقت کے ایک ایسے شیخ سے علم حدیث کی سند لی جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر تھا، حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک نے آپ کو ان کے حال پر توجہ کرنے سے منع فرما دیا۔ وہ آپ کے حلقہ شریفہ میں آئے، لیکن آپ نے توجہ نہ کی بلکہ فرمانے لگے تم سے میری قدیم صحبت اور خدمت کا حق تو بے شک ثابت ہے لیکن پیران کبار کی مرضی نہیں ہے کہ میں تمہیں توجہ دوں۔ انہی دلوں انہیں جنوں لاحق ہو گیا اور نوبت زنجیروں میں جکڑنے تک پہنچی۔ وہ جوش جنون میں بہ شعر پڑھتے تھے :

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

کہ ہرند از رہ نہاں بجرم قافلہ را ۸۹

اور اسی عارضہ سودا میں انتقال کیا۔ غفر اللہ لہ۔

مولوی لطف الدین رحمۃ اللہ علیہ :

ظاہری علم سے بہرہ ور تھے۔ اس طریقہ کے مشائخ کی صحبت اختیار کی تھی۔ ذکر کا سبق اس خاندان کے ایک بزرگ سے لیا۔ حضرت خواجہ موسیٰ خان کی صحبت کا شرف بھی حاصل تھا، اور سات سال تک ان کی خدمت کا التزام کیا۔ ان کے باطنی سلوک کا کام ان دو مقامات یعنی ”فنائے قلب و فنائے نفس“ کے حالات و واردات تک پہنچا اور حضرت مجدد زہیر کے خلفاء میں سے خواجہ ضیاء اللہ اور شاہ عبدالعدل [۹۴] اور

حضرت شیخ محمد عابد کے خلیفہ شاہ عبدالحفیظ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آئی تھی، اور اپنی نسبت میں قوت حاصل کی۔ ہمارے حضرت کی صحبت بھی اختیار کی اور کئی سال استفادہ کیا اور مقامات عالیہ پر فائز ہوئے۔ طریقہ مجددیہ کے سلوک کے انتہائی مقامات حاصل کیے۔

فنا اور نیستی کا ان پر غلبہ ہو گیا۔ مہذب اور نرم دل تھے۔ آخر عمر میں نسبت باطنی کا ”استہلاک و اضمحلال“ ان پر غالب آ گیا جس نے انہیں بے خود بنا دیا اور (اسی حالت میں) ان کا انتقال ہوا ۹۰۔

مولوی غلام یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ :

اجل اور زیرک عالم اور خوش تقریر فاضل تھے، اعلیٰ صفات سے منصف تھے۔ قرآن مجید حفظ تھا۔ ظاہری علم کے درس میں مصروف رہے۔ علم معقول کی کتب پر مفید حواشی لکھے ہیں ۹۱۔ طبیعت رسا اور ذہن انتہائی ذکی تھا۔ طریقہ قادریہ اس عالی خاندان کے ایک شیخ ۹۲ سے حاصل کیا۔ کئی سال تک باطنی ذکر و شغل میں مصروف رہے اور (اپنی زندگی) صبر و قناعت اور امراء سے استغناء میں بسر کی، جس سے انہوں نے اعلیٰ شان اور وجاہت پیدا کی۔

آپ کے کمالات کے شہرہ نے ان کے دل میں جذبہ پیدا کر دیا اور ملک پورب ۹۳ سے آپ کے آستانہ ولایت نشان پر حاضری کے لیے کمر بستہ ہوئے اور اس قبلہ خدا پرستان کی زیارت کا شرف حاصل کر کے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔ طریقہ کے مقامات سلوک کی تحصیل پر ہمت صرف کی۔ چھ ماہ تک انہیں کوئی کیفیت محسوس نہ ہوئی۔ لیکن باطنی اشغال میں پیش قدم تھے، کیوں کہ اولین توفیق الہی تو اس کی یاد ہے اور جلالت و کیفیات کا ادراک تو اس دوام شغلِ باللہ کا ثمر ہے جو اپنے وقت پر حاصل ہوتا ہے۔ اگر احوال صوفیہ میں سے کوئی چیز دلیا میں نہ مل سکے، تو آخرت جو کہ دار جزاء ہے، ان کیفیات عمل اور اخلاص کا ظہور ہوتا ہے :

تو بندگی چو گدایان بشرط مؤد مکن
کہ خواجہ خود روش بندہ پروری دالد ۹۳

ایک بزرگ نے فرمایا ہے :

التلذذ بالبکاء ثم بالبکاء

(رونے سے لطف الدوز ہونا ہی رونے کی قیمت ہے)

دوسرا قول ہے :

الذت فی الصلوٰۃ شرک

(نماز میں لذت شرک (خفی) ہے)

حکمتِ الہی کسی کو تو اذکار کی کیفیات سے محظوظ کرتی ہے تو کسی کو علم کے اسرار سے سرفراز، کسی کو محض اپنی یاد اور اطاعت کی توفیق سے ممتاز کرتی ہے۔ یہ تینوں درگاہِ خدا کے مقبولوں میں سے ہیں۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے :

منا من علم و منا من جہل

(ہم میں سے بعض نے جان لیا اور بعض نے نہ جانا)

جیسے علم اسرار و حقائق اور مشاہدہ تجلیاتِ الہیہ کا تفصیلی مشاہدہ شاذ و نادر ہوتا ہے، اسی طرح باطنی حالات کی جہالت بھی بہت کم ہوتی ہے۔ اصل کام تو محبت اور رضائے الہی کی توفیق ہے :

اللہم وقفنا لما تحب و ما ترضی

(اے اللہ! ہمیں اپنی پسند اور رضا کی توفیق عطا فرما)

[۹۴] عنایتِ الہی سے ان پر طریقہ کے حالات و کیفیات وارد ہونا شروع ہو گئے۔ لقمبندی نسبت کے جذبات سے فائز ہوئے، پانچ سال ۹۵ تک آپ کی صحبت شریفہ میں رہ کر کسب فیوض کیا۔ تجلی ذات تک سلوک کی دائمی سیر حاصل ہوئی۔ تعلیم طریقہ کی اجازت لے کر سالم اور بامراد اپنے وطن لوئے۔ الہیں وہاں ۹۶ قبولیت حاصل ہو گئی۔ طالبوں کا ان کی طرف رجوع ہونے لگا۔ ظاہری علم کا درس موقوف کر کے باطنی احوال کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔ تنہائی میں توجہ الی اللہ کا مراقبہ کرتے۔ فرماتے تھے، باطنی نسبت کے حالات و غلبات کے ورود کی وجہ سے الہیں فرصت نہیں ملتی تھی۔ لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی۔

ان کے قادری سلسلہ کے شیخ ۹۷ بیمار ہوئے۔ ان کے سلبِ مرض

کے لیے توجہ کی تو شیخ کا مرض ان میں منتقل ہو گیا، اور اسی مرض میں انتقال کر گئے۔ اسی وجہ سے آپ (حضرت مظہر) کے دل میں اس کا دکھ اور غم بیٹھ گیا۔ چنانچہ آپ ایک عزیز کو لکھتے ہیں کہ:

”مولوی غلام بھیلی کی رحلت سے جو زخم لگا ہے اس کے لیے مرہم نہیں ہے، ان کی وفات کے جانکاہ واقعہ سے میرے سینے میں آگ سی لگ گئی ہے، اور زہرہ آب ہو گیا ہے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ صبر کے سوا چارہ ہی کیا ہے، کیوں کہ کل ہمیں بھی یہاں سے جانا ہے ۹۸۔“

مولوی غلام بھیلی نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر ایک رسالہ لکھا تھا ۹۹۔ وہ آپ کی نظر سے بھی گزرا، آپ نے اس کی بڑی تعریف کی۔ آپ (حضرت مظہر) نے اس رسالہ کے ایک ورق پر یہ عبارت لکھی:

نحمد الله و نصلی علی رسولہ، سرگروہ علماي فحول اور جامع معقول و منقول سید غلام بھیلی اوصلہ اللہ الی ما یتمی، جو نسبت اخوت طریقت اس پیچ مدان یعنی جان جانان سے رکھتے ہیں۔ (الہوں نے) میرے ایما پر مسئلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود کے بیان میں ایک مختصر رسالہ لکھ کر مجھے دکھایا۔ حق بات یہ ہے کہ اختصار کے باوجود انہوں نے پورے موضوع کا احاطہ کر لیا ہے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء (خدا انہیں جزائے خیر دے)۔ لیکن مسئلہ تطبیق سے الجھنے کی ضرورت نہیں تھی، کیوں کہ مکشوفین کے درمیان تطبیق کا مسئلہ تکلف سے خالی نہیں ہے۔ لیکن اس سے ایک اچھی مصلحت وابستہ ہے۔ ہی الاصلاح بین الفتن العظیمین رحم اللہ عبداً الصفا و لم یتسف (اس سے دونوں فرقوں کے درمیان مصلحت ہو جائے گی، خدا رحم کرے اس بندے پر جس نے انصاف کیا اور بے انصافی کو روکا) والسلام علی من اتبع الهدی ۱۰۰۔

راقم فقیر (مصنف کتاب ہذا شاہ غلام علی) کہتا ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں تطبیق کرنا محال ہے۔ کیوں کہ دونوں مسئلے الگ الگ

مقام کے مقتضی ہیں۔ لیکن درحقیقت ان دونوں مشارب میں لُزاع نہیں ہے ۱۰۱، اگر کسی نے طریقہ مجددیہ کی علم و وجدان کے ساتھ سیر کی ہو تو اس پر اس کا مفہوم واضح ہے ۱۰۲۔

مولوی غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ :

صحیح النسب سادات میں سے تھے۔ ان کا نسب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ علوم معقول و منقول کے عالم [۹۵] تھے۔ قرآن مجید کے حافظ، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہر، زاہد و عابد، ماسوا اللہ سے متنفر اور مقام توکل پر پہنچے ہوئے تھے۔ طلب خدا کے غلبہ سے واقف و ناواقف کا فرق جاتا رہا تھا۔ اپنے وقت کے مشائخ کی صحبت میسر آئی تھی۔ بزرگوں کی عنایت سے بہرہ ور ہوئے۔ اہل اللہ کے طریقوں کا ذکر و شغل کرتے۔ اذواق قلب کی کیفیت حاصل ہوئی۔ لیکن اس راہ کی انہیں کمال خواہش تھی اس لیے تسلی نہ ہوئی۔

وہ اور مولوی غلام یحییٰ اور مولوی عبدالحق ایک ہی روز آپ کی خدمت میں پہنچے ۱۰۳ اور طریقہ کی طلب کا اظہار کیا۔ آپ نے ان دونوں بزرگوں کو تو قبول کر لیا، لیکن ان سے فرمایا کہ تم میں وجہت معلوم ہو رہی ہے۔ تھوڑا عرصہ طلب فقراء کی کوشش کرو، اس لیے وہ دو سال تک دہلی کے مشائخ، اور جہاں کہیں کسی درویش کا سنتے، پہنچ جاتے۔ لیکن کسی جگہ انہیں تسلی نہ ہوئی۔ آخر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چھ سال آپ کی صحبت شریفہ کا التزام کیا۔ تجلیات صفات و شیونات سے گزر کر دائمی تجلیات ذاتیہ پر فائز ہوئے، اور تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل ہوئی۔

آپ نے جس روز انہیں خرقہ اجازت عطا فرمایا، ان سے فرمانے لگے کہ تمہیں غیب سے کوئی بشارت ملے گی۔ انہوں نے مجھ (مصنف) سے کہا کہ میں نے خواب میں ایک اجل بزرگ کو دیکھا کہ انہوں نے سورۃ والضحیٰ آخر تک مجھ پر پڑھی (میں نے تعبیر یہ کی) کہ ہدایت، ترقیات اور مقام رضا کے حصول کی بشارت ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ان ایام میں جب کہ میں آپ کی خدمت میں آیا،

میں نے دیکھا کہ آپ کے حلقہ ذکر میں حضرت غوث الاعظم آپ کی جگہ بیٹھے ہیں۔ نیز ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین تشریف لائے ہیں، اور آپ نے اپنے حجرہ سے نیاز لا کر حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ اس خاندان میں سلسلہ قادریہ کا فیض بھی شامل ہے، کیوں کہ حضرت غوث الثقلین کا فیض التفات آپ (حضرت مظہر) کی صورت میں متمثل ہو کر دو بار نظر آیا۔

میں نے ایک ثقہ شخص کی زبانی سنا ہے کہ ان (مولوی غلام محی الدین) کے استاد مولوی باب اللہ ۱۰۴ نے حضرت غوث الثقلین کے مزار فائض الانوار کی زیارت کا ارادہ کیا۔ حضرت ان کے خواب میں آئے اور فرمایا میرا فرزند غلام محی الدین تمہارے پاس پڑھتا ہے، اس کی زیارت میری ہی زیارت ہے۔ اس لیے سفر اختیار کرنے کی صعوبت نہ اٹھاؤ۔

مولوی نعیم اللہ (بھڑانچی) نے لکھا ہے کہ :

ایک مرتبہ میں نے ان کا پیراہن تبرکاً پہنا تو مجھے اتنے فیوض و برکات حاصل ہوئے کہ میں کبھی ان حالات پر نہیں پہنچا تھا ۱۰۵۔

مولوی غلام محی الدین اورنگ آباد (میں تھے کہ) فیض کے طالب بہت سے اصحاب ان کے گرد جمع ہو گئے، اور ان کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ وہ وہاں عرصہ دراز تک رہے پھر حج کے لیے چلے گئے انہیں حرمین [۹۶] الشریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جوار خانہ خدا یا مدینہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آوودہ ہیں ۱۰۶۔

مولوی نعیم اللہ بھڑانچی :

آپ کے قابل اعتقاد خلفاء میں سے تھے، علم معقول و منقول کے جامع تھے، تحصیل علم کے دوران چاہا کہ باطنی شغل بھی اختیار کریں تو انہیں خواب میں یہ بشارت ملی کہ اس دولت کے حصول کے لیے شیخ کامل کی ضرورت ہے، اور اس کا وقت ابھی نہیں آیا۔ اس لیے تحصیل علم کے بعد خلیفہ مجدد جمیل سے، جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ کی چار سال صحبت و خدمت کا التزام کرنے سے اس طریقہ کے مقامات علیہ یعنی دائمی تجلیات ذالکہ

پہر فائز ہوئے، اور خرقہ اجازت و خلافت حاصل کیا اور اپنے وطن (جا کر) طالبوں کا مرجع بنے۔

ان کی صحبت میں دلوں کو جمعیت اور حضور حاصل ہوتا ہے۔ طریقہ شریفہ پر کمال استقامت، سنن نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہیں۔ اپنے اوقات صبر و قناعت سے یاد خدا سے معمور کر لیے ہیں۔ آپ ان کے حال پر بہت عنایت کرتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنا حال اس طرح لکھا ہے کہ:

آپ میرے بارے میں فرماتے ہیں، تمہاری چار سالہ صحبت دوسروں کی بارہ سال صحبت کے برابر ہے، تمہاری ہمت کے نور سے ایک دنیا منور ہوگی، اور دونوں جہانوں کی فتوحات اللہ تعالیٰ عنایت کرے گا۔ ۱۰۷
التھا۔

اللہ تعالیٰ انہیں ان کمالات کے ساتھ سلامت رکھے۔

میں (مصنف کتاب) نے سنا ہے کہ ان کے اصحاب میں سے گرامت اللہ ۱۰۸ اور اسد علی بیگ اچھے احوال سے ممتاز ہیں ۱۰۹۔

مولوی کلیم اللہ ہنگالی رحمۃ اللہ علیہ :

آپ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ طریقہ آپ سے ہی حاصل کیا۔ کئی سال ۱۱۰ تک آپ سے باطنی فیض پایا۔ کمالات کی نسبت حاصل کر چکے تو اجازت ملی، اور اپنے وطن ۱۱۱ روانہ ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے آپ کی صحبت سے حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات کے مطالعہ سے محبت اور عقیدہ قوی پیدا ہو گیا۔ حضرت کے کلام شریف (مکتوبات) اور تحقیقات کے انوار سے دل کو دائمی حضوری اور آگاہی ملی۔

ایک مرتبہ مرشد آباد کے قاضی کے ہاں دعوتِ طعام تھی، قاضی کا کھانا کھانے ہی میرے باطن سے حضور اور صفا زائل ہو گئے۔ اور دل پر کدورت چھا گئی۔ جو کسی عمل سے بھی دور نہیں ہوتی تھی۔ درویشوں کی صحبت کا اشتیاق غالب آیا، کہ شاید کسی بزرگ کے التفات کی وجہ سے وہ صفا اور حضور دوبارہ مل جائے۔ چنانچہ میں نے بزرگوں سے رجوع کیا۔ لیکن مجھے کسی جگہ بھی جمعیت اور آگاہی نہ مل سکی۔ (آخر)

آپ کی خدمت میں حاضر ہوا [۹۷] اور صرف آپ کے دیدار فائز الانوار سے ہی میرے دل کو اطمینان حاصل ہو گیا۔ میں نے (پھر سے) طریقہ نقشبندیہ کی آپ سے تعلیم لی۔ اور آپ نے میرے حال پر توجہات فرمائیں۔ پندرہ پندرہ دن تک توجہ کا اثر باطن پر نہیں ہوتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ تمہارے لطائف خوب جاری ہیں لیکن میں ساکن تھا۔ ایک روز میں راستے میں جا رہا تھا کہ اچانک میرا دل حرکت میں آیا۔ اور اسم ذات کی آواز میرے کان میں آئی۔ جس نے مجھے مضطرب کر دیا۔ راقم فقیر (مصنف شاہ غلام علی) نے ان کی حرکت ذکر بہ چشم خود دیکھی ہے۔ حرکت ذکر مبتدی کو بہت خوش کرتی ہے۔ لیکن (اصل) کام تو دوام توجہ بخدا اور ادراک کو ماسواہ اللہ سے خالی کرنا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ مجھ پر ایک ایسی مشکل پڑی جس کا کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے حاجت روائی کے لیے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ختم شروع کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک دریائے زخار ہے، جس میں سخت طوفان ہے، آدھی نے طوفان کی شکل اختیار کر لی ہے۔ میں ایک کاغذی کشتی پانی کے اٹنے رخ بہا کر باہر آنا چاہتا ہوں۔ جس سے مجھے بہت تشویش ہو رہی تھی کہ اس حال میں ساحل تک پہنچنا ممکن نہیں۔

ایک شخص غیب سے آیا اور مجھ سے کہا۔ ڈرو مت! حضرت مجدد کی مدد سے تمہاری کشتی منزل مقصود تک پہنچ جائے گی۔ اسی وقت ہوا تھم گئی اور کشتی بحفاظت تمام ساحل تک پہنچ گئی۔ دو تین روز کے بعد وہ مشکل حل ہو گئی۔ حاجات ہر آری کے لیے میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی جناب میں التجا کرتا ہوں، تو غیب سے خود بخود حل ہو جاتی ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۲۔

میر روح الامین رحمۃ اللہ علیہ :

سو فی ہت کے سادات کبار میں سے تھے ۱۱۳۔ ایک بزرگ سے طریقہ نادریہ حاصل کیا اور باطنی شغل میں مصروف ہو گئے۔ اور سلسلہ شطاریہ کے بعض اذکار بھی ایک بزرگ سے سیکھے، جس سے عجیب واردات حاصل ہوئیں۔

وہ کہتے ہیں اسم ذات کے ذکر کا مجھ پر ایسا غلبہ ہوا کہ میں ہر

جگہ اسم مبارک اللہ کا مشاہدہ کرتا تھا۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ قبلہ کی طرف دیوار میں شکاف پڑ گیا ہے اور قبلہ شریف کا جال لے حجاب نظر آنے لگا۔ (مقدمین) اولیاء کرام کی میں نے اپنی ظاہری آنکھوں سے زیارت کی جس سے حرارت و شوق قلب حاصل ہوا۔ لیکن میرے دل کو اطمینان نہ آسکا۔ یہاں تک کہ میں آپ سے وابستہ ہوا، تو مجھے جمعیت و طہائیت حاصل ہوئی۔ اور جو میری آرزو تھی پوری ہوئی۔ انہوں نے کئی سال آپ سے استفادہ کیا۔ طریقہ کی اجازت کا مقام حاصل ہوا۔ یہاں سے انہوں نے مزید ترقی کی۔ ان کی نسبت گہلات تک پہنچی تھی۔ قوی استقامت رکھتے تھے، آپ فرماتے ہیں :

وہ مجدی المشرب ہیں، ان کی نسبت بھی قوی ہے، عمر کے آخری حصہ میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا، سارا قرآن مجید حفظ نہیں کیا تھا کہ انتقال ہو گیا۔ شرح الصدور^{۱۱۳} میں سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے :

کہ جس کسی نے قرآن مکمل حفظ نہ کیا [۹۸] (اور مر گیا) تو فرشتے اُسے ایک سیب دیتے ہیں، اس کی خوش بو سولگھتے ہی اُسے سارا قرآن یاد ہو جاتا ہے^{۱۱۵}۔

ان کے فرزند میر غلام حسین، جنہوں نے تعلیم طریقہ آپ (حضرت مظهر) سے حاصل کی تھی، انہوں نے خواب میں ایک عزیز کی روح سے پوچھا کہ میرے والد کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ وہ میری ہمسائیگی میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ سیوطی نے اسی کتاب میں مردوں کے قبور میں تلاوت کرنے کے بہت سے واقعات لکھے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے :

گما تعیشون مموتون و گما تموتون تبعثون (جس حال میں تم زندہ رہو گے اسی طرح مرو گے، اور جس حال میں مرو گے اسی طرح اُٹھائے جاؤ گے) اس بیان کے مطابق احتمال ہے کہ وہ بھی قرآن کی تلاوت کرتے ہوں گے مردوں کی یہ تلاوت ان کی (زندگی کی) عادت اور حظ نفس کے مطابق ہے۔ اُس میں کوئی تکلیف نہیں ہے، کیوں کہ تکلیف کا مدار تو دنیا ہے۔ ایک ولی نے کہا ہے، اگر جنت میں نماز نہیں تو اس کی احتیاج نہیں۔ نماز اور مناجات کی لذت کو آخروی لذت سے زیادہ سمجھ کر عبادت کی آرزو کی گئی ہے۔ بہشت میں جو کچھ چاہو گے وہ ملے گا، اللہ کی رضامندی کی دولت مہر آنے کی۔

شاہ عہد شفیع رحمۃ اللہ علیہ :

کسی بزرگ ۱۱۶ سے طریقہ حاصل کیا۔ پھر آپ کی صحبت مبارک کے التزام سے اپنے باطن کا کام بلند مقامات پر پہنچایا۔ اور تجلیات ذاتیہ پر فائز ہوئے، اور اپنا وقت یاد الہی میں بسر کرتے تھے ۱۱۷۔

عہد واصل و عہد حسین :

اس طریقہ (نقشبندیہ) کے ایک بزرگ ۱۱۸ سے ذکر اور مراقبہ کی تعلیم حاصل کی اور ان کی خدمت میں اٹھارہ سال رہ کر انوار جمعیت کا کسب کیا۔ انہیں مکر احوال حاصل ہوا۔ ساری رات بے خودی اور مراقبہ میں گزار دیتے، اپنے پیر کے انتقال کے بعد آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور اس طریقہ کے فیوض حاصل کیے۔

اسی اثنا میں عہد واصل انتقال کر گئے، اور حضرت خواجہ باقی باقہ قدس اللہ سرہ کے جوار میں دفن ہوئے۔ عہد حسین نے کئی سال آپ کی صحبت کا التزام کیا اور خوب ترقی کی۔ اور اچھی کیفیتیں پیدا کر لیں۔ ولایت قلبی کی میر کے دوران عاشقانہ اشعار پڑھتے تھے :

خنجر ناز تو تنہا نہ مرا کشتہ و بس
یعلم اللہ کہ جہاں جملہ قتیل است و قتیل ۱۱۹

کہ دل خوشی سے جہوم الٹتے، اور ذوق حاصل کرتے۔ سلوک کی میر نسبت کمالات تک کی تھی۔ چونکہ نسبت قلبی کے استغراق سے خوگر ہو گئے تھے۔ اس لیے مجددی نسبت کی بیرنگی و لطالت سے چنداں محفوظ نہیں ہوتے تھے۔

ایک روز میں (مصنف کتاب ہذا) نے ان کے حال پر توجہ کی اور الہیں پر مقام کی کیفیات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہر مقام کی کیفیات و حالات مجھے جدا جدا معلوم ہیں۔ لیکن نسبت کمالات میرے ادراک سے باہر ہے۔ میں نے جواب دیا، امام طریقہ حضرت مجدد (الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس نسبت کے حصول کے لیے جہل اور لکارت کا ہوا ضروری قرار دیا ہے جس کا ادراک وجدان و تجلیات ذاتیہ کرنے سے لاصر ہیں۔ وہ تھوڑا عرصہ مزید صبر و جبر سے آپ کی صحبت میں رہے تب ان کی

اس لطافت و بے رنگی میں قوت پیدا ہوئی ، [۹۹] اور اس مقام میں ان کا قدم راسخ ہوا ۔ ان کی شکایت تشکر میں تبدیلی ہو گئی ۔ اور الہی تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل ہوئی ۔ اور اپنے وطن چلے گئے ۱۲۰ ۔

شیخ غلام حسین لہالہسری :

آپ کے پسندیدہ اور ریاضت کرنے والے اصحاب میں سے تھے ۔ پنجاب کے شہر بنالہ میں علم فقہ پڑھا ۔ طریقہ قادریہ شیخ غلام قادر شاہ قادری ۱۲۱ سے حاصل کیا ۔ پھر حضرت مجدد میر ۱۲۲ سے سات سال صحبت رہی ۔ حضرت شیخ الشیوخ مجدد عابد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ صوفی عبدالرحمان ۱۲۳ کی زیارت کی ، اور ان سے توجہات لیں ، سات سال تک جس نفس سے ہر روز پانچ ہزار مرتبہ نفی و اثبات کرتے ۔ اس کثرت ذکر سے جمعیت حاصل کر کے آپ (حضرت مظہر) کی خدمت میں پہنچے ۔ کئی سال تک صحبت مبارک کا التزام کیا اور ، طریقہ کے مراتب سلوک میں آپ کی توجہات علیہ سے ترقی کی ۔ میر و سلوک باطنی نے تجلیات ”اسم الظاہر“ سے گزار کر اپنے باطن کے معاملہ کو تجلیات اسم الباطن تک پہنچایا ۔ لہذا جس نفس اور کیفیات ولایت کی گرمی سے ان کے نفس کی تاثیر بہت گرم ، شوق افزا ، آزاد اور بے تکلف ہو گئی ۔ باطنی حالات کے ادراک کے لیے ان کی وجدانیات صحیح ہیں ۔ رام پور میں افغانوں نے ان سے طریقہ حاصل کیا ، اور ان کی توجہات سے گرمی اور حرارت قلبی کا کسب کیا ۔

میں (مصنف کتاب ہذا) نے ان کے اصحاب کو ان کی صحبت کی کیفیات و برکات سے بہرہ ور پایا اور اس جماعت میں سے دو کو میں نے ممتاز دیکھا ۔

درویشی خدا کا ہو جانے کا نام ہے ، اور سعادت یہی ہے کہ اپنی عمر یاد الہی اور اتباع رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر کی جائے ، اور اسی کو اپنا زندگی کا سرمایہ بنانا چاہیے ، وہ حج کے لیے گئے ، الحمد للہ الہی حرمین الشریفین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ، اور بعافیت واپس آئے ۱۲۴ ۔

مولوی عبدالکریم اور مولوی عبدالحکیم :

آپ کے کمالات کا شہرہ سن کر ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد ملک یورپ ۱۲۵ سے آپ کے حضور پر نور میں پہنچے اور نقشبندی طریقہ حاصل کیا۔ چند سال تک آپ سے ”حضور و آگاہی“ کے انوار کا کسب کیا۔ اور تعلیم طریقہ کی اجازت کا مقام حاصل ہوا۔ اور طالبوں کی رشد و ہدایت کے لیے مامور ہو کر اپنے وطن چلے گئے۔ ان دنوں مولوی عبدالکریم کا انتقال ہو گیا ہے۔

مولوی عبدالحکیم نے گوشہ نشینی اور ترک ماسوا اللہ اختیار، اور یاد اللہ پر قناعت کر لی ہے۔ دوپہر کے وقت تھوڑا سا بے مزہ کھانا کھاتے اور پھر تنہائی میں مراقبہ اور ذکر میں مشغول ہو جاتے۔ اس لیے ان کی نسبت میں بہت قوت پیدا ہو گئی اور ان سے بہت کرامات ظہور میں آئیں۔ ایک امیر ان کے پاس پندرہ ہزار روپیہ بطور ہدیہ لایا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنے زہد کی وجہ سے قبول نہ کیا۔

ایک مرتبہ ایک گورھی نے آپ کے وضو کی تراشیدہ مٹی بدن [۱۰۰] پر ملی اور وضو کا غسلہ شفا جان کر پی لیا۔ اسے چند دن میں شفا ہو گئی۔ اس قسم کی کرامات کے ظہور سے اللہ تعالیٰ قبولیت حاصل ہو گئی اور لوگ ان کے پاس آنے لگے۔ ان کے اوقات، اعمال اور احوال ہم پس ماندگان کے لیے فخر اور دلیری کا مقام ہے۔ ان کا دل ماسوا اللہ سے اچاٹ اور یاد مولیٰ میں مصروف ہو گیا، انہوں نے اپنا دروازہ لوگوں کے لیے بند کر لیا، یہی سعادت دوستانِ خدا کا مقصود ہوتی ہے۔

نواب ارشاد خان :

آپ کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں۔ اعلیٰ اوصاف سے متصف اور آپ کی محبت و اعتقاد میں ان کی شان بلند تھی۔ جو ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی۔ آپ کی محبت اور صحبت کی وجہ سے دنیاوی تغفات کے باوجود اس خاندان کی نسبت کا کسب کیا، اور ارشاد طریقہ کی اجازت حاصل کی۔ آپ کی خدمت لائقہ بجا لائے۔ جس سے انہیں خاص قرب اور معیت حاصل

ہوئی ۱۲۶ - ان کے فرزند ظفر علی خان ۱۲۷ نے بھی تعلیم طریقہ آپ ہی سے لی ہے -

مدت ہوئی باپ بیٹا دونوں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کر چکے ہیں ۱۲۸ -

غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ :

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے تھے - آپ کی اعلیٰ تربیت کی بدولت انہیں خاندان احمدی (مجددی) کی نسبت میں حظ وافر حاصل ہوا - نسبت باطن کے سلوک میں تجلیات ذاتیہ دائمیہ تک پہنچے - انہیں تعلیم طریقہ کی اجازت تھی - چند اشخاص کو یاد اللہی میں مصروف کیا -

وہ پاکیزہ اخلاق سے آراستہ تھے - خلق خدا کی تعظیم کا ان پر غلبہ تھا جو کلمات اللہی کا مظہر ہے - اپنے متوسلین میں سے کسی ادنیٰ کو بھی کبھی لفظ تو (صیغہ واحد حاضر) سے خطاب نہیں کیا - وہ سب سے احترام کے ساتھ پیش آتے تھے - اپنے لوگوں کو تنخواہ دیتے وقت مقررہ اجرت سے زیادہ دیتے تھے -

وہ آپ سے بہت اخلاص رکھتے تھے - آپ کی پسندیدہ خدمات بجا لاتے تھے - جناب اللہی میں انہیں قبولیت حاصل ہوئی - کیونکہ درویشوں کے خادم کو ہی فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں - نعم المال الصالح للرجل الصالح ۱۲۹ (ایک آدمی کے لیے مال حلال بہت اچھا ہے) انہی کا وصف تھا ، آپ ان کی وفات کے بعد ان کے مزار پر تشریف لے گئے اور دیر تک مراقب بیٹھے رہے - سر اٹھا کر فرمایا سبحان اللہ اگر مجھے یقین سے یہ معلوم ہو جائے کہ میری قبر بھی اسی طرح کے الوار اللہی سے معمور ہو گی تو میں (آج ہی) خوشی کا شادیاں اپنے دروازے پر بجاؤں -

اس تمام مغفرت اور رحمت کے ظہور کی وجہ ان کا حسن اخلاص

اخون نور محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ :

علم دین سے بہرہ ور تھے۔ انہوں نے طریقہ اخون فقیر [۱۔۱] سے حاصل کیا۔ اور اسی خاندان کے اذکار کی مشق کرتے رہے، تعلیم طریقہ کی اجازت لی۔ اگرچہ ان کے سینہ میں سوز اور دل میں گداز موجود تھا۔ لیکن ان کے دردِ دل کو تسکین نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں آئے اور نقشبندی طریقہ میں داخل ہوئے۔ اور کئی سال آپ کی صحبت میں فیوض کا کسب کیا۔ طریقہ احمدیہ کے ملوک کا کام اتنا کے قریب پہنچ گیا تو لورانی نسبت حاصل ہوئی، خلوت و گوشہ نشینی میں زندگی بسر کرنے لگے۔

آپ (حضرت مظهر رحمۃ اللہ علیہ) کی وفات کے بعد کہنے لگے کہ آپ کی نیابت ۱۳۰ کا منصب اور طریقہ کی ترویج (کا شرف) مجھے عطا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ اسرار ہا سے اویسی طریقے پر مجھے تازہ نسبت حاصل ہوئی ہے۔

باطنی افاضات کی دولت مغل گھرانہ (یعنی حضرت میرزا مظہر) سے منتقل ہو کر اب افغانوں (اخون نور محمد قندھاری) کے گہر آ کر طالبوں کے احوال کو رونق بخشتی ہے۔ ایک شخص جسے حضرت محمد زبیر اور اس خاندان کے دیگر افراد کی صحبت حاصل تھی، کہتا ہے کہ ان کے الوار و برکات اتنے زیادہ تھے کہ گویا ایک خشک نہر ہے، جو نور کی شعاعوں سے بھر گئی ہے۔

چند اشخاص نے اخذ طریقہ کے لیے ان کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا کہ ان کی صحبت میں بہت سے فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لیے وہ بڑے بڑے دعوے کرتے تھے۔ کہ وہ فیض اور وہ مقامات جو آپ (حضرت مظہر) کی صحبت میں مدت دراز کے بعد جا کر بھی حاصل نہیں ہوتے تھے، میری فوری توجہ سے ہی طالبانِ خدا کو حاصل ہو جاتے ہیں۔

فی الحقیقت وہ طریقہ احمدیہ کے مطابق علم و عمل اور ضبطِ اوقات سے آراستہ تھے، لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ چند ہی دنوں میں انتقال کر گئے۔ غفر اللہ لہ ۱۳۱۔

ملا لسم :

آپ کے اجل خلفاء میں سے ہیں ۱۳۲ - طریقہ احمدیہ کا باطنی سلوک آپ کی توجہات علیہ سے انجام کے قریب پہنچایا - کسب مقامات میں خلافت کے کمالات تک تربیت کی - اور بطریق طفرہ (بلا توقف ، پھلانگ کر) وہاں تک پہنچے جہاں تک خدا نے چاہا - صحیح حالات رکھتے ہیں - ہر سال اپنے وطن سے آپ کی خدمت میں آئے - طریقہ کے انوار حاصل کرتے ۱۳۳ - اخلاص و محبت اور آپ کی اتباع میں راسخ ہیں - آپ کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے -

ایک مرتبہ قے کرنا چاہی لیکن اپنا گلا بند کر لیا اور آپ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا ، اجازت ہو تو قے مگر لوں - آپ کی کمال اتباع کی وجہ سے بارگاہ الہی میں مقبول ہوئے - طالبوں کا ان کی طرف رجوع ہونے لگا اور ان کی توجہ کی برکت سے الہی جمعیت اور حضور حاصل ہوتا ہے -

میں (مصنف کتاب ہذا) نے ایک فقہ شخص کی زبانی سنا ہے کہ ایک بار الہوں نے ایک شخص پر پورے جذبے سے توجہ کی وہ تاب نہ لا سکا - اور دیر تک مضطرب اور بے تاب رہا ، آخر اسی حالت میں انتقال کر گیا -

ان کی کثیر البرکت ذات بہت غنیمت ہے - اپنے اوقات علم کے درس اور طریقہ کی تعلیم میں صرف کرتے ہیں -

ملا عبدالرزاق :

[۱۰۲] علم فقہ اور اصول میں پوری مہارت رکھتے ہیں ۱۳۳ - آپ کی صحبت مبارک کے التزام سے ان کو صحیح حالات حاصل ہیں - اور مدارج قرب الہی میں ترقی کر کے کمالات پر فائز ہوئے - تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کی -

اپنے نیک اوقات ظاہری و باطنی علوم کے افاضہ میں صرف کرتے ہیں ۱۳۵ -

ملا جلیل :

آپ سے وابستہ تھے ، کئی سال تک باطنی انوار کا کسب کیا ۔ باطنی نسبت کو کمال تک پہنچایا ، تعلیم طریقہ کی اجازت بائی ۔ یادِ مولیٰ میں بخوشی وقت گزار رہے ہیں ۔ خدا جسے چاہتا ہے اُسے باطنی طریقہ میں مشغول کر دیتا ہے اور ذکرِ الہی سے اس کا دل زندہ ہو جاتا ہے ۔

ملا ہدایہ رحمتہ اللہ علیہ :

عالم ، ادیب اور صالح مرد تھے ۔ آپ کی صحبت کی برکت سے صاحبِ حضور و آگاہی بن گئے ۔ ملا نور محمد (مذکور) سے چند روز صحبت بھی رہی ۔ پھر اپنے وطن ۱۳۶ چلے گئے ۔ ذکر اور مجاہدہ کی کثرت نے ان کے احوالِ قلبی میں رسوخ پیدا کر لیا تھا ۔ ان کے گرد طالبوں کا ہجوم رہنے لگا ۔ وہ ان کی توجہات سے (مقام) جمعیت و حضور پر فائز ہونے لگے ۔

ان کے انتقال کے بعد ان کے بھائی نے جنہیں ان سے تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل تھی ۔ ذکر کا حلقہ گرم رکھا ۔ اب ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے ۔ انہوں نے ایک بزرگ کو اپنا قائم مقام بنایا تھا ۔ لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔

ملا تیمور :

آپ سے طریقہ حاصل کر کے فنائے قلب کے مقام پر فائز ہوئے ۔ احوال حضور و آگاہی بھی انہیں حاصل ہیں ۔ ملا نور محمد کی صحبت میں رہے ۔ اپنے وطن ۱۳۷ میں سعادتِ ریاضتیں کیں ۔ اور اپنے باطن کی نسبت کی حفاظت کے لیے بڑی کوشش کی اور ان کی نسبت میں ذوق و شوق اور استغراق پیدا ہو گیا ۔ وہ طالبوں کے مرجع بنے ۔ بہت سے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی ۔ کفار نے ان کی باطنی تاثیرات کی گرمی پر شیفتہ ہو کر اسلام قبول کیا ۱۳۸ ۔ اور ان کے التفاتِ شریفہ سے الہیں طریقہ کا مشغل حاصل ہوا ۔ رافضی بھی ان کی صحبت کے جذبے سے متاثر ہو کر اہل منت و جماعت میں شامل ہو کر یادِ خدا میں مصروف ہوئے ۔ طالبوں کو ملا اسم (مذکور) کی صحبت میں جمعیت و طائیت کا حظ نہیں ملتا تھا ، اس لیے

وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے مقصود کو پہنچنے ۱۳۹ -
الحمد لله فالحمد لله -

حضرت مظہر کے اصحاب میں سے 'ملا اولیاء'، 'ملا ابراہیم'، شاہ لطف،
'ملا سیف الدین'، 'ملا خان'، خواجہ محمد عمر، خواجہ یونس، شیخ قطب الدین،
شیخ محمد امین اور شیخ غلام حسین اور دوسرے عزیزوں کو مقامات
قربِ خدا کا امتیاز حاصل ہے۔ انہوں نے ماسوا سے اپنا تعلق منقطع کر لیا
ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم جمیعاً۔

حواشی

۱- القرآن ('طہ') ۱۱۰/۲ -

۲- مولانا نعیم اللہ بھڑانچی نے لکھا ہے :

ایشان و جناب آن حضرت (میرزا مظہر) باہم
آشنا و استاد زادہ ہا و ہم پیر و ہم عمر و ہم سبق و سن
بودند (بشاراتِ مظہریہ ، قلمی ، ورق ۱۸۷ ب) -

۳- روزی حضرت ایشان (میرزا مظہر) می فرمودند کہ مرتبہ اخلاص و
اتحاد و درجہ رسوخ و اعتقاد جناب حضرت میر صاحب با فقیر آن
قدر بہ ظہور می رسید کہ در یاران مخلصان این زمانہ کم تر یافتہ
می شود۔ (ایضاً) ایک مرتبہ ان کی حضرت مظہر سے عرصہ دراز کے
بعد ملاقات ہوئی تو الہوں نے بے اختیار اپنا سر ان کے پاؤں پر
رکھ دیا اور اسے دیر تک سہلانے رہے اور زار و قطار روتے رہے ،
یہ مصرعہ زبان پر تھا :

ع اے بہ قربان سراپائے تو سر تا پائے من

[تیرے سراپا پر میں از سر تا پا قربان ہوں]

(ایضاً ورق ۱۸۷ ب)

۴- (ترجمہ اشعار) اللہ تعالیٰ اس وقت کو شاداب رکھے ، جب تم سے
خلوت میں صحبتیں رہتی تھیں اور ہم محبت کے باغ میں لغاتِ محبت
کایا کرتے تھے ، اس زمانے میں آنکھیں ٹھنڈی تھیں اور اب یہ حال
ہے کہ میری ہلکوں سے خون گر رہا ہے -

۵- حضرت مظہر کے تربیت یافتہ تھے ، بقول شوق : ”تربیت یافتہ مظہر
موصوف است“ (طبقات ۴۷۵) - فیض اللہ خان امید کے والد کا نام
عبد اللہ خان تھا۔ عبد اللہ خان بھی شاعر تھے ، اور مشتاقِ فخلص کرتے

تھے۔ مصحفی نے لکھا ہے کہ عبداللہ خان ولد ابو الحسن خان بن سیف اللہ خان یوسف زئی پٹھان تھے۔ عبداللہ کے والد کا تخلص ”حسن“ اور دادا کا ”سبغی“ تھا، (تذکرہ ہندی، ص ۲۱۹)۔ فیض اللہ خان امید نے قرآنی رسم الخط پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا (شوق، ص ۴۷۵)۔ حضرت مظہر سے بہت محبت تھی۔ ایک خط میں لکھتے ہیں :

فیض اللہ خان کے بارے میں کیا تحریر کروں، تمام دنیا

کے مناقب و محاسن اس جوان میں جمع ہو گئے ہیں۔

(کلماتِ طیبات ۲۶/۴۰)

تفصیل کے لیے دیکھیے : خمخانہ جاوید ۱/۱۲۱ - طبقات الشعراء شوق، ص ۴۷۵ - تذکرہ ہندی، ص ۲۱۹ - مرزا مظہر جان جالان کے خطوط از خلیق انجم - تعلیقات، ص ۲۳۶ - ۲۳۸ -

۶۔ مظہر : کلماتِ طیبات ۲۳/۳۹ -

۷۔ ایضاً ۵۵/۵۳ -

۸۔ قاضی صاحب نے اپنے خود نوشت حالات مولوی نعیم اللہ بھڑانچی کو دے دیے تھے جو انہوں نے من و عن بشاراتِ مظہریہ میں نقل کر لیے، یہ گیارہ واسطے اس طرح ہیں :

فقیر مولوی ثناء اللہ بن حبیب اللہ کہ در خدمتِ حضرت شیخ، نسبت مجددیہ اخذ نموده۔ فقیر کاتب گوید اول کسی را کہ حضرت شیخ (مجدد عابد منامی) بعد اجازت توجہ دادند ایشان بود۔ بن مولوی ہدایت اللہ کہ نسبت چشتیہ از خاندان شیخ عبدالقدوس گنگوہی درخواستہ و حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علوم ظاہر از ایشان استفادہ فرمودند بن عبدالہادی بن شیخ عبدالقدوس بن شیخ خلیل اللہ کہ نسبت چشتیہ از پدر خود شیخ عبدالسمیع یافتہ و مشار الیہ از خلفای شیخ عبدالقدوس بود بہ واسطہ یا بلا واسطہ بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ محفوظ بن خواجہ احمد بن ابراہیم بن مخدوم شیخ جلال الدین

کبیر اولیاء چشتی قدس سرہ (بشاراتِ مظہریہ ، قلمی ،
برٹش میوزیم ، ورق ۱۴۷ ل) -

۹۔ شیخ جلال الدین کبیر اولیاء بن معز الدین بن خواجہ محمود بن
کریم الدین بن خواجہ یعقوب بن جمیل الدین خواجہ عیسیٰ بن
محمد الدین اسماعیل بن خواجہ محمد بن ابوبکر بن خواجہ علی بن شمس الدین
عثمان بن عبداللہ بن عبدالرحمن ثانی بن زین الدین عبدالعزیز سرخسی
بن خواجہ خالد بن خواجہ ولید بن خواجہ عبدالعزیز الکبیر بن
عبدالرحمان الکبیر بن خواجہ عبداللہ ثانی بن خواجہ عبدالعزیز بن
خواجہ عبداللہ کبیر بن خواجہ عمر بن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
(سیر الانطاب ، ص ۲۳۳ - ۲۳۴) -

۱۰۔ رسالہ فقہ در مذاہب اربعہ حضرت مظہر کے ارشاد کے مطابق لکھا
گیا۔ اس کا خطی نسخہ مولانا زید ابوالحسن فاروقی ، دہلی کے
کتب خانہ میں ہے (عبدالرزاق قریشی ، مکاتیب میرزا مظہر ،
ص ۲۳۲) -

۱۱۔ المآخذ الاتویٰ کا قلمی نسخہ بھی مولانا زید صاحب کے پاس ہے -
(ایضاً ، ۲۳۳) -

۱۲۔ رسالہ پنج روزی در اصول فقہ (حضرت مظہر کے ارشاد کے مطابق
لکھا گیا (ایضاً ، ص ۲۳۳) -

۱۳۔ اس کا نام تفسیر مظہری ہے - اس کی دس جلدیں ہیں - عربی متن
اور اردو ترجمہ ، لدوۃ المصنفین ، دہلی سے طبع ہوا -

۱۴۔ اس موضوع پر قاضی صاحب کے دو رسائل ہیں :

(۱) رسالہ احقاق (در رد اعتراضات شیخ عبدالحق محدث بر کلام
حضرت مجدد) - اس کا ایک خود نوشت نسخہ مصنف ، مولانا زید
صاحب کے پاس ہے (تجلیات ربانی ، ص ۱۹ حاشیہ) - دوسرا نسخہ
خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان میں ہے -

(۲) اس موضوع پر ان کا دوسرا رسالہ در جواب شبہات
بر کلام امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بھی بصورت مخطوطہ مولانا زید کے
کتب خانے میں ہے (قریشی ، ص ۲۳۲) -

۱۵۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں :

انت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا بنى بعدى -
ترمذی (مناقب ۲) ، مسند امام حنبل ۱/۱۷۷ و بعد ،
معجم المفهرس ۳۳۵/۶ - مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ
ہو : شرافت نوشاہی ، شریف التواریخ ۱/۳۳۶ - ۳۳۷ -

۱۶۔ نیک و بد شاہ بعینہ ایک و بد فقیر است - خدا می دارلد و وجوہ
شاہ باعتقاد فقیر عزیز ترین موجودات است (مکاتیب میرزا مظہر -
۱۱۷/۱۷۳) -

۱۷۔ کلمات طیبات ۶۳/۷۵ (میں بھی اسی نوعیت کے تعریفی جملے
ملتے ہیں) -

۱۸۔ قاضی ثناء اللہ ہانی پتی کے عہد میں ، ہانی پت میں مرہشوں کا غلبہ
تھا - لیکن اس کے باوجود انہوں نے ہمیشہ قاضی نہایت الصالح
سے فرائض منصبی ادا کیے - ہم عصر تذکرہ نویس جسے ان کی
خدمت میں چالیس روز تک قیام کے دوران مشاہدہ کا موقع ملا ،
رقم طراز ہے :

از برکت وجود شریف ایشان کہ در قصبہ ہانی پت باوجود
غلبہ کفار مرہشہ موجود است - در محاکم دیگر اسلام
بالفعل یافتہ نمی شد ، باین طور آداب خدمت قضاء را
گذاردن کار ہرکس نیست بناہرین انگشت اعراض
بر صفحہ مسند قضا کہ مناقی طریق صوفی گری می نماید
نمرسد و فقیر چہل روز در خدمت و صحبت شریف در
ہانی پت مالدہم ، الفاظ حکم اعلام ایشان بر دلہای خلایق
موثر یافتہ - (نعیم اللہ : بشارات ، ورق ۱۳۷ ب ، ۱۳۸ ج)

حضرت قاضی منصب قضا پر کب فائز ہوئے اور کن کن مقامات
پر انہوں نے یہ فرائض انجام دیے ؟ ان امور کی کوئی اطلاع نہیں
ہے - حضرت مظہر کے بعض خطوط سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ

وہ پانی پت میں قاضی تھے۔ بعض خطوط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نواب نجیب الدولہ اور ملا رحیم داد روہیلہ کے لشکر میں بھی کچھ عرصہ رہے۔ (عبدالرزاق قریشی : مکاتیب میرزا مظہر، ص ۲۲۵)

۱۹۔ مکاتیب میرزا مظہر مرتبہ قریشی، مکتوب نمبر ۱۱۰، ص ۱۶۵۔

۲۰۔ ایضاً مکتوب نمبر ۹، ص ۱۱۔ یہ علی رضا خان، حضرت قاضی صاحب کی خدمت میں پانی پت گئے تھے۔

۲۱۔ حضرت قاضی صاحب کو علوم ظاہری میں کمال حاصل تھا۔ انہوں نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پانی پت کے علماء سے تحصیل علم کے بعد دہلی آ کر حضرت شاہ ولی اللہ سے فقہ اور حدیث میں درس لیا۔ (عبدالحی : لوزیۃ الخواطر ۷/۱۱۳)۔ قاضی صاحب کی وفات یکم رجب ۱۲۲۵ھ/۲ اگست ۱۸۱۰ء کو ہوئی۔ (دبیاچہ مالا بدمنہ، ص ۴۔ بھوالہ قریشی : مکاتیب میرزا مظہر، ص ۲۲۸)۔ قاضی صاحب کثیر التصانیف بزرگ تھے، مولانا زید ابوالحسن فاروقی (دہلی) کو ان کے گھر واقع پانی پت سے ان کی ۳۲ تصانیف کے خطی نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ (ایضاً، ص ۲۳۱ - ۲۳۳) جن میں تفسیر مظہری، رسالہ احقاق، ارشاد الطالبین، مالا بدمنہ، السیف المسلول بہت مشہور اور متداول ہیں۔

۲۲۔ القرآن (بولس) ۶۲/۱۰۔

۲۳۔ لعیم اللہ جہرائی : بشاراتِ مظہریہ، ورق ۱۷۰ (۱)۔

۲۴۔ مظہر : کلماتِ طیبات ۶۶/۸۔

بشاراتِ مظہریہ کے مولف، مولوی احمد اللہ کے انتقال کے وقت پانی پت میں موجود تھے، گویا وہ اس جوان سال کی موت کے منظر کے عینی شاہد ہیں:

فقیر کاتب در ہنگام انتقال ایشان در قصبہ پانی پت
در خدمتِ حضرت (قاضی ثناء اللہ) حاضر بود . . .

(بشاراتِ مظہریہ، ورق ۱۷۱ (۱))

حضرت میرزا مظہر کے بعض مکاتیب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسندِ قضا ان کے حوالے کی گئی تھی اور اس کی سند خود حضرت مظہر نے دہلی سے حاصل کر کے ارسال کی تھی۔ (دیکھیے مکاتیب میرزا مظہر، ص ۱۰۳، ۱۱۳، ۱۱۵ - بہ بعد) ان کا انتقال ۱۱۹۸ھ میں ہوا (لوائح خالقاہِ مظہریہ، ص ۲۳۵)۔

۲۵- قاضی صاحب کے اس فرزند مولوی دلیل اللہ کے ساتھ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی محبت تھی اور آپ ان پر بہت شفقت فرماتے تھے، وہ حضرت مظہر کے منہ بولے بیٹے اور کنار پروردہ تھے۔

مولوی نعیم اللہ لکھتے ہیں :

فرزند خوالدہ و کنار پروردہ حضرت ایشاندہ پر چند از کلمات باطنی کماحقہ بہرہ ندارند لیکن از مناسبت فی الجملہ و اجازت مفیدہ از توجہ آنحضرت خالی (نیست) زیرا کہ نظر توجہ و التفات بحال ایشان بسیار مبذول بودہ کہ زیادہ از فرزندان شفقت و پرورش می فرمودند (بشارات، ورق ۱۷۳ ل)۔ حضرت مظہر کا ایک مکتوب گرامی بھی ان کے نام ہے۔ (مرزا مظہر کے خطوط ۲۱۲/۸۴)

۲۶- قاضی صاحب کی دو بیویاں تھیں۔ عجیبہ خانم اور رابعہ خانم، عجیبہ خانم نے حضرت مظہر سے کسب فیض کیا تھا۔ ان بیویوں کے بطن سے چار لڑکے، احمد اللہ، صبغۃ اللہ، دلیل اللہ اور حجۃ اللہ تھے، اور چار لڑکیاں تھیں (تعلیقاتِ عبدالرزاق قریشی بر مکاتیب میرزا مظہر، ص ۲۳۱)۔

۲۷- مکتوب حضرت مظہر بنام عجیبہ خانم مجموعہ قریشی ۱۳۲/۱۹۲ -

حضرت قاضی ثناء اللہ ہانی پتی اور حضرت مظہر میں بڑے گہرے روابط تھے۔ حضرت مظہر کی سوداگی بیوی مردم محل کی ناز برداری کا ذمہ انہوں نے لے رکھا تھا اور وہ اکثر ہانی پت میں رہتی تھیں۔ حضرت مظہر کے بہت سے مکاتیب ان کے نام ہیں۔

قاضی صاحب ان مکاتیب کو نہایت احتیاط سے ایک خریطہ میں رکھتے تھے۔ مولوی نعیم اللہ کو اس خریطہ کی زیارت اور ان مکاتیب کے مطالعے کا موقع ملا تھا۔ انہوں نے اس خریطہ میں سے چند مکاتیب اپنی کتاب (بشارات) میں شامل کیے ہیں :

حضرت ایشان مکاتیب بسیار . . . بنام حضرت مولانا (قاضی ثناء اللہ) نوشتہ ہودلد و حضرت مولانا آن مکاتیب را در خریطہ باحتیاط نگاہ میداشتند و فقیر از مطالعہ تمام آن مکاتیب مشرف شدہ جزی چند انتخاب نمودہ میداشت

(بشارات ، ورق ۱۵۰ و ۱۵۱)

اس نادر خریطہ میں سے ۱۴۱ مکاتیب حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی (دہلی) کو قاضی صاحب کے مکان پانی پت سے دستیاب ہوئے۔ انہوں نے اپنے خط بنام عبدالرزاق قریشی میں ان مکاتیب کی جس توہیلے میں موجودگی کی اطلاع دی ہے ، اس سے یہی خریطہ مراد ہے۔ یہ ۱۴۱ مکاتیب مجموعہ قریشی کی زینت ہیں ، مجموعہ خلیق انجم میں سات اور مجموعہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان میں بھی ان کے مکاتیب شامل ہیں۔ ان کے ارباب کی وجہ سے بعد میں مجددی حضرات نے ان سے رشتے لاطے کیے۔ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی محترمہ فاروقی مرحومہ کا عقد لواب زادہ لثیق احمد خان انصاری پیرہ قاضی ثناء اللہ سے ہوا۔ جن کی اولاد اب لاہور میں مقیم ہے۔ (زید ابوالحسن : مقامات خیر ، ص ۷۱۴ - ۷۱۷)۔

قاضی صاحب کے دونوں فرزند مولوی احمد اللہ اور مولوی دلہل اللہ قاضی صاحب کے مزار کی چار دیواری کے باہر مدفون ہیں۔ مولانا عبدالعی حسنی اپنے سفر پانی پت ۱۳۱۲ھ کے دوران زیارت کے لیے گئے تھے۔ (دہلی اور اس کے اطراف - دہلی ۱۹۵۸ء ، ص ۸۴)

۲۸- حضرت نے اپنے گھریلو معاملات میں میاں مجد مراد سے مشورہ کرنے کے بارے میں قاضی صاحب کو بھی لکھا ہے :

در مقدمات خالہ فقیر با میاں مجد مراد جیو در مشورہ ، امداد و اعالت لازم دالند۔ (مجموعہ قریشی ۶/۵)۔

۲۹- میاں محمد مراد نے کفش فروشی کا پیشہ اختیار کیا تھا ، مولوی نعیم اللہ لکھتے ہیں :

بہ سبب پیشہ کفش فروشی کسی از من این معنی را اصلاً
باور نخواهد داشت (بشارات ، ورق ۱۷۶ ب) -

۳۰- ایضاً ، ورق ۱۷۷ - (نیز مجموعہ "خلیق انجم" ، ص ۱۳۹) -
۳۱- ایضاً -

۳۲- میاں محمد مراد ، حضرت مظہر کی خانقاہ کے خادم خاص تھے ، انہوں نے خانقاہ کے صوفیہ کی خدمت میں کبھی کوتاہی نہیں کی تھی ، جس کی وجہ سے حضرت مظہر نے انہیں "أم الصوفیہ" کا لقب دیا تھا۔
(ایضاً ، ورق ، ۱۷۵ ، ب ، ۱۷۶ - (۱) -

مقاماتِ مظہری کے مطبوعہ فارسی نسخوں کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے شیخ محمد مراد سے استفادہ کیا تھا (حاشیہ ، ص ۷۹) -

۳۳- ابن ماجہ ، ص ۳۰۳ -

۳۴- ایک مرتبہ مولوی نعیم اللہ بیڑانچی ، حضرت مظہر کے پاؤں دبا رہے تھے کہ میر علیم اللہ گنگوہ سے حاضر خدمت ہوئے ، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ میر صاحب کا مسکن گنگوہ تھا :

فقیر راقم روزی پای مبارک آنحضرت می مالید یک بار
ایشان از گنگوہ تشریف آوردند آنحضرت معانقہ کردند -
با فقیر معانقہ کنالیدند و فرمودند کہ ایشان از یاران
قدیم فقیر (حضرت مظہر) الد و طریقہ از فقیر در
حین حیات حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسب
نمودند . . . (بشارات ، ورق ۱۹۰ (۱) -

مفتی غلام سرور لاہوری نے مولوی علیم اللہ گنگوہی کا سال وفات
۱۲۱۱ھ لکھا ہے (خزینۃ الاصفیاء ۱/۹۸۹ - نزہۃ الخواطر ۲/۳۳۸) -

۳۵- شیخ مراد اللہ نے یہ تفسیر لکھی تھی جو صرف پارہ عم کی تفسیر
ہے ، معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں انہوں نے حضرت مظہر سے اجازت
لے لی تھی ، یا قبل از اجازت مذکورہ حصہ لکھ چکے تھے ، باقی

تفسیر حکماً مکمل نہیں کی۔ اس کا نام ”خدا کی نعمت ہے“، لیکن تفسیر مراد یہ کے نام سے طبع ہو کر مشہور ہوئی اور ۲۴ محرم ۱۱۸۵ھ میں مکمل ہوئی، خاتمہ میں خود وضاحت کرتے ہیں:

- حمد اور شکر کا سجدہ لائق سزاوار ہے پاک پروردگار کے . . . عم سہارے کی تفسیر ہندی زبان میں تمام گروا دی، اور اس عاصی گناہ گار مراد اللہ انصاری سنبھلی قادری نقشبندی حنفی کو یہ خدمت فرما کر توفیق بخش کر اس کے دل میں اپنے کلام کا بیان بخشا . . . اس تفسیر کا نام ”خدا کی نعمت“ مقرر کروایا یہ تفسیر محرم کے مہینہ کی چوبیس تاریخ جمعے کے دن گیارہ سو چوراسی برس ہجری تمام ہو کر پچاسی شروع ہوا تھا جو تمام ہوئی۔

تفسیر مراد یہ بہت مقبول ہوئی اور متعدد مرتبہ پاک و ہند کے مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہے۔ اس وقت دو نسخے مطبع اسماعیلی بمبئی ۱۲۷۱ھ اور مطبع برکتی کلکتہ ۱۲۸۰ھ پیش نظر ہیں عمومی اشاعتوں کی ضخامت تقریباً پانچ سو صفحات ہے۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ ”اردو نثر کے ارتقا میں علماء کا حصہ“ کراچی یونیورسٹی ۱۹۸۰ء ص ۷-۱۲ میں تفسیر مراد یہ کا لسانی تجزیہ کیا ہے۔

۳۶۔ شاہ مراد اللہ کا تعلق سنبھل سے تھا۔ ایک مرتبہ کسی تفریب سے بنگالہ گئے تو وہاں ہزار ہا طالبان خدا نے ان سے طریقہ و تعلم حاصل کی۔ اور وہاں ان سے بہت فیض جاری ہوا۔ سنبھل ہی میں مدفون ہیں۔ بقول مولوی نعیم اللہ:

یک بار بہ تقریبی بہ بنگالہ رفتہ بودند در انجا ہزاراں ہزار عالم از ایشان طریقہ و نام خدا تعلم گرفتہ . . . چنانچہ در انجا سلسلہ فیض ایشان ہنوز جاری ست و ایشان نیز رحلت نمودہ در سنبھل آسودند۔ (بشارات، ورق ۱۹۹ ب، ۲۰۰۔ (۱)۔

۳۷۔ حافظ محمد محسن، شیخ عبدالعق محدث دہلوی کے نواسے تھے (معمولات، ص ۱۸) تفصیل کے لیے دیکھیے فصل پنجم کتاب۔

۳۸- جدید شجروں کے مطابق شیخ محمد احسان ، شیخ محدث کی لڑینہ اولاد میں ظاہر کیے گئے ہیں ، یعنی میاں محمد احسان بن خیر اللہ بن ابو الحیات بن علیم اللہ بن شیخ نور اللہ بن شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق (خلیق احمد نظامی : حیات شیخ عبدالحق ، ص ۲۵۵)۔ مفتی سلام سرور نے شیخ محمد احسان کو حافظ محمد محسن کا فرزند لکھا ہے (خزینۃ الاصفیاء ۱/۶۸۸) جو درست نہیں ، اس بنیاد پر ہم نے اپنی تالیف احوال و آثار عبداللہ خوبشکی میں بلا تحقیق الہیں حافظ محمد محسن کا فرزند لکھ دیا تھا جو جدید حقائق کی روشنی میں غلط ثابت ہوا ہے ، (ص ۱۴۸)۔

۳۹- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ - ۱۵۵۱/۵۱۰۵۲ - ۱۶۴۲)۔
۴۰- ترجمہ : اگرچہ میں مے خانہ سے چلا گیا ہوں لیکن یہ دعا کرتا ہوں کہ اے لغزشِ مستانہ میں اس دروازے سے جانے نہ پاؤں۔

۴۱- (پہلا شعر) حافظ شیرازی : دیوان ، طبع بمبئی ، ص ۱۲ (ترجمہ) وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا دل عشق سے زندہ ہو گیا ہو ، دفتر عالم (لوح محفوظ) پر ہماری زندگی جاوید کی سہر ثبت ہے۔

(ترجمہ شعر ثانی) اگر تجھے عشقِ حقیقی و مجازی حاصل نہیں تو اپنا گریباں بھاڑ لے اور اپنے سر پر خاک ڈال لے۔

۴۲- اس ہنگامہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ کتاب حاضر ، ص خود میاں محمد احسان اپنے ایک مکتوب بنام حضرت مظہر میں لکھتے ہیں کہ احمد شاہ درانی لاہور پہنچ گیا ہے ، وہ سکھوں سے اور مرہٹے جاٹوں سے صلح کر لیں گے۔ پھر شاہ اور مرہٹوں کے درمیان جنگ ہوگی۔ گویا یہ پانی پت کی تیسری جنگ جیسی کیفیت ہے ، (لوائح ، ص ۵۸)۔

۴۳- حضرت میاں محمد احسان احمدی کچھ عرصہ رام پور میں مقیم رہے ہیں ، وہاں کے نواب فیض اللہ خان نے انہیں تین روپے نذر کیے تو وہ یورپ کی طرف روانہ ہو گئے (لوائح ۱۹۱/۲۵۹)۔ میاں محمد احسان ، ملا رحیم داد (ر۔ ک۔ حاشیہ نمبر ۴۴) کے لشکر میں بحیثیت ملازم مختلف مسہات پر اس کے ساتھ رہے ، چنانچہ حملہ سرہند میں بھی وہ اس کے لشکر میں تھے۔ حضرت مظہر نے لکھا ہے کہ ایک ہفتہ ہوا وہ لشکر ملا رحیم داد میں گئے ہیں۔ (مجموعہ قریشی ، ص ۷۱)۔

لواغ ، ص ۱۱۷) وہ مع متعلقین ، فرخ آباد میں بھی مقیم رہے ۔
(لواغ ، ص ۹۵) ۔

حضرت شیخ محدث کی اولاد میں سے چار افراد حضرت مظہر سے منسلک تھے ۔ میاں محمد احسان ، شیخ غلام حسن (کتاب ہذا ، ص ۴۰۰) غلام عسکری خان اور میاں محمدی ۔ ان صاحبزادگان کا ذکر حضرت مظہر کے مکتوبات میں ملتا ہے ، نیز ان کی آپس کی مراسلت سے ان کے رشتے کے بھائی ہونے کا بھی ذکر ہے ۔ غلام عسکری خان نے خود اپنے مکتوب بنام حضرت مظہر ، میں محمد احسان احمدی کو اپنا بھائی لکھا ہے ۔ (لواغ ، ص ۷۹ اور مکتوب حضرت مظہر یعنی مجموعہ خلیق انجم ، ص ۲۱۷) لیکن یہ غالباً ان کا خطاب ہے نام کچھ اور ہوگا ۔ وہ نواب عہد الملک سے وابستہ تھے ، (لواغ ، ص ۸۰) ، میاں محمدی کا نام نورالحق عرف حافظ محمدی بن سعادت اللہ بن سعد الدین بن جبار اللہ بن نور اللہ بن نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث تھا (خلیق احمد نظامی : حیات عبدالحق ، ص ۲۵۵) ۔

حضرت مظہر کے تین مکاتیب میاں محمد احسان کے نام ہیں ۔ (نمبر ۷۲ ، ۷۷ ، ۷۸ مجموعہ خلیق انجم) ۔ خود میاں محمد احسان کے ہاتھ عریضے حضرت مظہر کے نام خاتقاہ اخوند ملا نسیم اوچ (دیر) سے دستیاب ہوئے ہیں ، جسے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے لواغ خاتقاہ مظہریہ میں نقل کیا ہے ، (ص ۵۷ تا ۶۳) ۔

میاں محمد احسان کے ایک فرزند بھی تھے ؛ جن کا نام محمد حسن ، خود حضرت مظہر نے ہی رکھا تھا دیکھیے فصل گرامات حضرت مظہر کتاب حاضر ۔

مولانا زید ابوالحسن فاروق نے میاں محمد احسان از اولاد شیخ محدث اور صاحبزادہ محمد احسان محمدی گو از اولاد حضرت مجدد بتایا ہے اور موخر الذکر کو روضۃ القیومیہ کا مولف لکھا ہے (مکتوب مولانا زید بنام ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ، شامل ”حضرت مجدد ، ایک تحقیقی جائزہ“ ، ص ۸۶ - ۸۷) ، جو محل نظر ہے ۔

۴۴۔ ملا رحیم داد ، ایک روہیلہ سردار تھا اُسے مجدد الدولہ کی سرپرستی حاصل تھی (مجموعہ قریشی ، ص ۲۶۱) ۔ اشارات مظہریہ

(ورق ۱۸۳) میں لشکر اسلام کی کفار کی پھانے کفار سکھوں سے شکست کھانے اور ملا رحیم داد کے شہید ہونے کا تذکرہ ہے۔ اور حضرت مظہر نے اس لشکر میں حضرت مجدد کی اولاد کی شمولیت کا بھی ذکر ہے :

جماعت کثیر از صاحب زادہ ہای سہرلد ہمراہ او (ملا رحیم داد) ہستند، (مجموعہ قریشی، ص ۱۲۴) پھر ایک مکتوب میں اس لشکر کی شکست، ملا رحیم داد کی شہادت اور اولاد حضرت مجدد کے بعض افراد اور خود میاں مجد احسان کے اس معرکہ میں زندہ رہنے کا ذکر کیا ہے: ”دیر روز خبر متوحش شہادت ملا رحیم داد و تباہی لشکر اسلام مشہور است۔ بعض پیرزادہ ہا و میاں مجد احسان جیو و لالہ ہرپرشاد جیو را خدا حافظ باد“ (ایضاً، ص ۱۳۱) تفصیل کے لیے دیکھیے، مقدمہ، کتاب ہذا، ص ۶۷ - ۷۰۔

۴۵- حقیقی بھائی نہیں تھے بلکہ رشتے میں باہم برادر تھے۔ نسب یوں ہے: غلام حسن بن کمال الدین بن صبغۃ اللہ بن سیف الدین بن نور اللہ بن شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث (خلیق احمد نظامی: حیات شیخ عبدالحق، ص ۲۵۵)۔ مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت حافظ مجد محسن کی اولاد میں سے تھے (بشارات، ورق ۲۰۱ ب) جو درست نہیں ہے۔

۴۶- مولوی نعیم اللہ لکھتے ہیں کہ شیخ غلام حسن، حضرت مظہر کے ”کنار پروردہ اور تعلیم و تربیت کردہ“ تھے، انہیں حضرت کے مزاج میں اس قدر دخل تھا کہ باوجود کثرت صحبت کبھی حضرت کی ازک مزاجی کے خلاف ان سے کوئی حرکت سرزد نہ ہوئی۔ خدا انہیں سلامت رکھے۔ اور ان کی رحلت کا داغ مجھے نصیب نہ ہو۔ اسی قسم کی دعا شیخ غلام حسن بھی کیا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ ”داغ رحلت آنحضرت بمن نصیب نکند“ چنانچہ اسی طرح ہوا۔ کہ ان کی وفات اور حضرت مظہر کی وفات اس طرح ہوئی کہ دونوں کو ایک دوسرے کی رحلت کا علم نہ ہوسکا۔ بشارات، ورق ۲۰۲)۔

غلام عسکری خان اور مجددی خان (مذکورہ حاشیہ نمبر ۴۴) بھی اسی

خاندان کے افراد تھے۔ میاں بھدی خان کے بارے میں لکھا ہے کہ لکھنؤ میں رہتے ہیں۔ (ایضاً، ورق ۲۰۲ - ۱) نیز خاندان حضرت شیخ محدث کے بارے میں یہ معاصر اطلاع ہے کہ ”تمام خاندان ایشان (غلام حسن و متعلقان) از خرد و کلان محض و معتقد آحضرت اند“ (ایضاً، ۲۰۲ - ۱) متعلقین حضرت مظہر میں ایک اور غلام حسن کا نام آتا ہے جن کا تعلق صوبہ سرحد سے تھا، یہ ان سے مختلف ہیں (لوائح، ص ۲۱۱)۔

۴۷۔ بقول مولوی نعیم اللہ :

قریب ہفت و ہشتاد کس در حلقہ بہ صحبت شریف ایشان می نشستند۔ (بشارات، ورق ۱۹۱ ب)

۴۸۔ بیرون ترکمان دروازہ دہلی میں مسجد کے صحن میں مدفون ہیں ”در دہلی بیرون ترکمان دروازہ در صحن مسجد آسودند“ (ایضاً، ورق ۱۹۱ ب)۔

۴۹۔ خلیق انجم : مرزا مظہر کے خطوط ۳۰/ص ۱۳۲، فرماتے ہیں کہ انہوں (بھدی منیر) نے کوئی بیٹا چھوڑا نہ خلیفہ (اس لیے) ان کے مریدوں کی تربیت اور پس ماندگان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری قلیں کی گردن پر پڑی ہے (ایضاً، ص ۱۳۲)۔

۵۰۔ نعیم اللہ : بشارات، ورق ۱۹۶ - ۱۔

۵۱۔ ان کا مسکن تھائیسر تھا۔ مولوی نعیم اللہ نے ان کے نام کے ساتھ تھائیسری لکھا ہے۔ (بشارات، ورق ۱۹۶ - ۱)۔ مکھوں نے جب قلعہ تھائیسر پر قبضہ کر لیا تو یہ ان کے ہاتھوں لٹ لٹا کر نواح تھائیسر میں مقیم ہو گئے، حضرت مظہر لکھتے ہیں :

اس زمانے میں دل کو ایک سخت صدمہ پہنچا ہے، پچھلے مہینے کفار مکہ تھائیسر کے قلعہ پر قابض ہو گئے، اور انہوں نے خوب قتل و غارت کیا۔ مولوی قلندر بخش جیو سلمہ ربہ مع بیوی بچوں کے لٹ لٹا کر اور جائیں بھا کر نکل آئے عجیب کیفیت ہوئی۔ اللہ و انا الیہ راجعون بالکل ہی بے سر و سامانی کی وجہ سے اس (تھائیسر) کے

نواح میں مقیم ہیں ، اور ہم تک نہیں پہنچے ۔ اس مصیبت کے علاوہ شرم کی بات یہ ہے کہ ”خصوصیت“ کے باوجود ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکے ، کیوں کہ بے استطاعت ہیں ، خدا اس کی تلافی کرے ۔ (خلیق انجم : مرزا مظہر کے خطوط ، ص ۱۳۴)

مولوی قلندر بخش تھانیسری کے والد کا نام ضیاء الدین حسین تھا ، شیخ ضیاء الدین حسین کے تین خطوط بنام حضرت مظہر ، خانقاہ حضرت اخوند ملا نسیم (اوج ، ریاست دیر) میں محفوظ ہیں جنہیں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے نواح خانقاہ مظہریہ میں نقل کیا ہے (۱۳۵ - ۱۳۸) ان خطوط میں انہوں نے قلندر بخش کو نور چشمی لکھا ہے ، (ص ۱۳۶ ، ۱۳۷) اور تھانیسر کے ہنگاموں کا بھی ذکر کیا ہے ۔ مثلاً ”آمد آمد احمد شاہ ابدالی“ (ص ۱۳۶) اور ”آمد آمد ابدالی خیلے تردد انداختہ“ (ص ۱۳۷ - ۱۳۸) ان خطوط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد یعنی شیخ ضیاء الدین حسین بھی حضرت مظہر سے منسلک تھے ۔

مولوی قلندر بخش کے ایک بیٹے مولوی مراد اللہ فاروقی تھے ۔ جو کم سنی میں والد کے ہمراہ حضرت مظہر کی خدمت میں حاضر ہو کر داخل طریقہ ہوئے ، ان کی جوانی میں ہی حضرت مظہر شہید ہو گئے ، اور تھانیسر سکھوں کے ہاتھوں تباہ ہو گیا ۔ تو مولوی مراد اللہ کسب فیض کے لیے حضرت مولوی نعیم اللہ بھڑائی خلیفہ حضرت مظہر و مولف معمولات مظہریہ کی خدمت میں لکھنؤ چلے گئے ، اور اکتساب طریقہ کے بعد ان کے جانشین بنے ، مولوی مراد اللہ نے ۱۲۴۸ھ میں انتقال کیا (دیباچہ معمولات مظہریہ نوشتہ مولوی ابوالحسن) ۔ مولوی مراد اللہ کے خلفاء میں سے مولوی ابوالحسن بن نور الحسن حسینی نصیر آبادی (ف ۱۲۷۲ھ) مذکور اور مولوی غلام رسول کاپوری قابل ذکر ہیں (لزہۃ الخواطر ۲/۶۹) ۔

۵۲- ان کے ہم نام مولوی نعیم اللہ بھڑائی نے الہیں حضرت حاجی محمد افضل کے کتب خانہ کا ناظم لکھا ہے :

قاری و حافظ و عالم و فاضل و عارف و کامل و متولی کتب خانہ

حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹی شیخ الحدیث آنحضرت (مظہر) و صاحب اجازت و ارشاد بودند (بشارات ورق ۱۹۶ ب) بشارات کے نسخہ برٹش میوزیم میں ان کا نام بعنوان سید علم اللہ سہو کتابت ہے۔ اس کے دوسرے نسخہ میں واضح طور سے ان کا نام میر سید نعیم اللہ ہے (ورق ۱۳۲ ب)۔ مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے ان کی نسبت کلاوٹھی بتائی ہے۔

۵۷- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب حاضر (فصل ششم، استفادہ از حضرت حاجی محمد افضل)۔

۵۸- قاری عبدالرسول کے حالات ہمیں دستیاب نہیں ہو سکے۔

۵۵- حضرت مظہر خود فرماتے ہیں :

سید نعم اللہ قرآن در تراویح می خوانند و ده دوازده کس، ہمہ از یارانِ حلقہ در جماعت حاضر می شوند۔

(مجموعہ قریشی، ص ۲۵)

غالباً میر سید نعیم اللہ، مدرسہ "غازی الدین (دہلی) میں مدرس تھے، حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا قاضی ثناء اللہ کو تاکید کی تھی کہ ان کے احوال مدرسہ مذکور سے معلوم کر کے لکھو۔

(ایضاً، ص ۴۴)

میر نعیم اللہ کا ایک عریضہ بنام حضرت مظہر، لواغ خانقاہ مظہریہ (ص ۱۰۵) میں شامل ہے۔ جس پر ان کی مہر بھی ہے۔

۵۹- میر نعیم اللہ کی وفات کی خبر سن کر حضرت مظہر، مولانا ثناء اللہ پانی پتی کو لکھتے ہیں :

افسوس و ہزار افسوس! رقعہ از گلاوٹھی رسیدہ کہ نعیم اللہ صاحب مشرف بر ہلاک توقع حیات نمائندہ۔

(مجموعہ مکاتیب مرتبہ قریشی ۱۰۱/۱۵۳)

۵۷- بشارات، ورق ۱۸۸ ب۔

۵۸- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب حاضر فصل ششم "استفادہ از حضرت حاجی محمد افضل"، ص ۲۸۷ - ۲۹۲۔

۵۹۔ لفعات سے لفعات الالس مراد ہے جو مولانا عبدالرحمن جاسی کی مشہور کتاب ہے۔ کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔

۶۰۔ القرآن (الحدید) ۴/۵۷۔

۶۱۔ (ترجمہ) کوئی مشکل ایسی نہیں جو حل نہ ہو سکے، اللسان کو چاہے کہ وہ پریشان نہ ہو۔

۶۲۔ یعنی اس مال پر اتنا بھروسا بھی نہ کر لیا جائے کہ اُسے دائمی مقررہ روزی سمجھنے لگے، بلکہ اُسے ایک وقتی امداد خیال کرے تو یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

۶۳۔ خلیق انجم: مرزا مظہر کے خطوط ۱۲۹/۲۸ - ۱۷۰۔

۶۴۔ خوش قسمتی سے بشاراتِ مظہریہ میں مولوی ثناء اللہ سنہلی کا سال وفات ۱۱۹۹ھ محفوظ رہ گیا ہے، لکھا ہے:

ایشان بعد رحلت آنحضرت (مظہر) در ہزار و صد و نود و نہ ہجری رحلت نمودند (ورق ۱۸۹ - ۱)۔

اور انہی مسکن سنہلی ہی میں دفن ہوئے (ایضاً) انہوں نے حضرت مظہر کی مدح میں بہت خوب رباعیات لکھیں (ایضاً) صاحبِ نزمۃ الخواطر نے ان کا سال وفات تیرھویں صدی ہجری قیاس کر کے انہیں ساتویں جلد، (ص ۱۱۵ تراجم علماء تیرھویں صدی) میں شامل کیا ہے، جو درست نہیں۔

ان کے نام حضرت مظہر کے چار خطوط (مجموعہ خلیق انجم نمبر ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱) ہیں، خود مولوی ثناء اللہ سنہلی کے دو عریضے بنام حضرت مظہر، خالقاہ 'ملا اخوند نسیم' میں محفوظ ہیں، جن کی نقل ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے لواخ (۳۶ - ۳۷/۳۷ - ۸۲ - ۸۶) میں محفوظ کر لی ہے۔

۶۵۔ میر عبدالباقی کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے، ہمیں ان کی ایک تصنیف مال الکمال، قلمی، کتب خانہ خالقاہ 'ملا نسیم' (نور محل) اوچ، دہر سے دستیاب ہوئی ہے۔ اس کی ایک فصل میں انہوں نے

اپنے حالات خود لکھے ہیں جن کی تلخیص ذیل میں پیش کی جاتی ہے :

آغاز جوانی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ایک فرد سے اشغالِ طریقہ سیکھے (ورق ۳۸ ب) پھر ایک مرتبہ اتفاق سے قلعہ فیروزی میں حضرت مظہر سے ملاقات ہوئی۔ اور عرصہ کے بعد حضرت کو جامع مسجد شاہ جہانی دہلی میں نماز جمعہ ادا کرتے دیکھا، حضرت اپنی خانقاہ کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے ان سے حصولِ طریقہ کے لیے استدعا کی، جو مراقبہ کے بعد آپ نے قبول کر لی۔ اس وقت میری عمر ۳۴ یا ۳۵ سال تھی۔ اس کے بعد میں حضرت کی خانقاہ میں ہی مقیم ہو گیا۔ پھر مجھے حضرت نے اجازتِ ارشاد دی۔ (۳۹ ب) حضرت جب کبھی پانی پت یا منہل جاتے تو خانقاہ میں مقیم مریدوں کی خدمت میرے سپرد کرتے تھے (۴۰۔ ۹) آخر میں نے حضرت سے رخصت لی اور اکبر آباد کی طرف چل پڑا۔ یہ میری حضرت سے آخری ملاقات تھی کیوں کہ الہ آباد میں ہی مجھے حضرت کی شہادت کی اطلاع مل گئی تھی۔ میں اسی وقت دہلی پہنچا۔ تدفین کا مسئلہ در پیش تھا۔ (ورق ۴۱۔ ۹)۔

مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے لکھا ہے کہ میر عبدالباقی کو نظم و نثر میں کمال حاصل تھا۔ ان کی بے شمار تصانیف ہیں انہوں نے جو مکتوبات اپنے دوستوں کو لکھے تھے ان کے دوستوں نے انہیں کتابی صورت میں یک جا کیا ہے۔ یہ مکاتیب نصاب سے پر ہیں مولف نے ان کے بعض مکاتیب میر اعز الدین کے پاس پانی پت میں درس کے دوران دیکھے تھے، (بشارات، ورق ۱۷۸۔ ۹)۔

میر عبدالباقی حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے ان خلفاء میں سے تھے جنہوں نے مولوی نعیم اللہ بھڑانچی جیسے تذکرہ نویس نے معمولاتِ مظہریہ دکھا کر اطمینان کیا تھا :

سید السادات سید عبدالباقی، این کتاب را با فقرہ معظم

معزز و مکرم ساختند۔ استفادہ بمطالعة ہذہ الرسالة من
اولہ الی آخرہ ، عبدالباقی عاصی غفر اللہ لہ (معمولات ،
ص ۱۴۶)۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میر عبدالباقی حضرت مظہر کی وفات کے بعد
بھی عرصہ تک خانقاہِ حضرت مظہر (دہلی) میں مقیم رہے۔ قاضی
ثناء اللہ پانی پتی نے ان کی خانقاہ میں موجودگی کی اطلاع 'ملا نسیم
کو دی ہے (لواغ ، ص ۲۳۷)۔

ان کی دستیاب ہونے والی کتب میں سے مال الکمال تصوف کے اہم
مسائل پر مشتمل ہے۔ جا بجا حضرت مظہر کے اقوال سے اپنے
بیانات کو مؤثر بنایا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کتاب حضرت مظہر
کے افکار کی تشریح و توضیحات کے سلسلے میں بھی اہم ہے۔ ہمارے
پیش نظر مذکورہ خطی نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا محررہ ہے ، اس
کا سال تصنیف ۱۱۹۵ھ ہے اور کتابت ۱۲۱۷ھ اس کے پہلے ورق
پر بھی مصنف کے دستخط ہیں ، اس کے اول و آخر کے اوراق کا
عکس یہاں دیا جا رہا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے ، ماخذ مقدمہ و
حواشی ، کتاب ہذا)۔

۶۶۔ بشارات مظہریہ و معمولاتِ مظہریہ کے مولف مولوی نعیم اللہ بھڑانچی
کے محسن تھے۔ انہوں نے ان کے بہت سے احساسات کا ذکر کیا ہے :

حقوق ایشان بہ ذمہ فقیر بسیار اند یکی آنکہ ذکر این
طریقہ از خدمت شریف ایشان گرفتہ ، دوم بہ برکت
توجہ ایشان بہ جناب فیض مآب آنحضرت رسیدہ ، سوم
یک بار سخت بیمار بودم از برکتِ دعای و معالجتہ ایشان
بدولت شفا رسیدہ (بشارات ، ورق ۱۹۰ ب)۔

ان کے والد کا نام شیخ محمد رفیع تھا جو حضرت مظہر کے یارانِ
مخصوص میں سے تھے (ایضاً ، ۱۹۱ (ا)۔

خلیفہ محمد جمیل نے حضرت مظہر کی زندگی میں ہی دہلی میں انتقال
کیا۔ اس وقت مولوی نعیم اللہ بھڑانچی بھی موجود تھے ، لکھتے ہیں :
ایشان در حین حیات آنحضرت در حضور فقیر راقم در دہلی

التقال نمودند ، در جوار مقابر بزرگان خود آسودند (بشارات ،
ورق ۱۹۱ ب)

خلیفہ صاحب دہلی سے ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء میں لکھنؤ گئے ، تو
مولوی نعیم اللہ بھڑائی ان کی زیارت کے لیے پہلی مرتبہ حاضر
ہونے تھے (ایضاً ، ورق ۲ - (۱) اسی سال مولوی نعیم اللہ
حضرت مظہر کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے دو ماہ کے بعد واپس
چلے گئے ، پھر دو سال کے بعد ۱۱۸۹ھ میں دوبارہ حضرت مظہر کی
خدمت میں دہلی گئے (ایضاً) اور کامل چار سال تک وہاں رہ کر
(یعنی ۱۱۸۹ + ۴ = ۱۱۹۳ھ) باطنی فیض پایا (معمولات ، ص ۲)
گویا انہی سالوں میں خلیفہ صاحب کا دہلی میں انتقال ہوا تھا ۔

۶۷- حضرت عبدالاحد و عدت کے ذریعہ ان کا شجرہ نسب حضرت
مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ساتھ اس طرح واصل ہوتا ہے ۔ شیخ مجددی
عرف شاہ بھیک بن شیخ مجد زکی بن شیخ مجد ابو حنیف بن شیخ عبدالاحد
وحدت ملقب بہ شاہ گل بن حضرت خواجہ مجد سعید خازن الرحمۃ بن
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم : (ر - ک بہ قاضی ثناء اللہ
ہانی ہتی : رسالہ در احوال اولاد حضرت مجدد ، قلمی مخزونہ کتب خانہ
خانقاہ احمدیہ سعیدیہ ، موسیٰ زئی شریف ، ص ۱۶ - احمد ابوالخیر :
ہدیہ احمدیہ ، مطبوعہ ، ص ۲۰) ۔

شاہ بھیک کی اولاد میں ایک لڑکا شاہ پیر اور چھ لڑکیاں تھیں
(ایضاً) ۔ روضۃ القیومیہ میں ہے : بھیک ہندی زبان میں درپوزہ گو
کہتے ہیں ، چونکہ شیخ مجد زکی کے ہاں اولاد نہیں تھی اس لیے جب
یہ پیدا ہوئے تو انہیں بھیک کہنے لگے ۔ یعنی خدا سے مالکا ہوا ۔
(رکن اول ، ص ۳۰۲) ۔

۶۸- سال و نوات معلوم نہیں ہے قصبہ مالنیر میں رہتے تھے ، وہیں انتقال
ہوا اور ان کی وصیت کے مطابق ان کی لعش کو سرہند لا کر آہائی
قبرستان میں دفن کیا گیا (بشارات ، ورق ۱۹۶ (۱) ۔

۶۹- بشارات ، ورق ۱۹۷ ب ۔

۷۰- سکھوں کے ہاتھوں سرہند تباہ و برباد ہو گیا ، تفصیل کے لیے
ملاحظہ ہو ، مقدمہ کتاب ہذا ، ص ۴۶ - ۵۲ - حضرت شاہ بھیک کا

ایک مکتوب بنام حضرت مظهر، ہمیں بشارات مظہریہ سے دستیاب ہوا ہے، جو یہ ہے:

عربی شریف ایشاں کہ از مالیر بخدمت آنحضرت لوشند۔
 بسم الله الرحمن الرحيم بعرض خدام ذوی الاحترام
 حضرت میرزا صاحب قبلہ مدظلہ العالی فقیر شاہ بھیک
 عنی عنہ میرماند کہ اشتیاق قدم بوسی نہ بدرجہ ایست
 کہ در حیظہ بیان در آید۔ فقیر را اقریت دو ماہ شدہ
 کہ بخیریت در مالیر آمدہ سکونت میدارد و شب و روز ہمین
 فکر دارد کہ صورتی میسر آید کہ حصول (۱۹۸ - ۱)
 دولت قدم بوسی رو دہد، قدری اسبابِ راہ و چندی در
 آنجا حاضر بود میسر شود از سر پا ساختہ بخدمت مستفیض
 شدم دیگر از احوال پر اختلال خود چہ معروض دارد
 کہ ہجوم خطرات بہ حدی رو دادہ کہ کسب کمال یک سو
 اگر دین و اسلام باقی ماند زہی دولت لله و للرسول
 صلی الله علیہ و آلہ وسلم، ہمتی و اعانتی و مددی زیادہ
 چہ عرض نماند (ورق، ۱۹۸ - ۱)۔

مقاماتِ مظہری سے ہی شاہ بھیک کے کابل (افغانستان) میں قیام کا پتہ چلتا ہے۔ [ر۔ ک فصل تاثراتِ صحبت حضرت مظهر]

۲۱۔ حضرت مجدد کی اولاد کے اسباب پر محولہ کتب میں شاہ بھیک کے کسی حقیقی بھائی کا ذکر نہیں ہے، بلکہ انھیں اکلوتا لڑکا بتایا گیا ہے۔ البتہ حضرت عبد الاحد وحدت سرہندی مجددی مذکور کے فرزند چہارم شیخ نور الحق کی اولاد میں سے ایک عبدالحق نامی فرزند کا ذکر اس طرح ملتا ہے، عبدالحق بن معز الحق بن عزیز الحق بن حضرت وحدت مذکور (ہدیہ احمدیہ، ص ۲۷) ہمارا خیال ہے کہ یہی عبدالحق، مولوی عبدالحق (صاحب ترجمہ ہذا) ہیں۔

۲۲۔ بشارات مظہریہ میں ہے کہ ”در تقوی و طہارت پیش قدم یاران طریقہ بودند و در طعام و شراب احتیاط بلیغ می نمودند تا آن کہ

طعام را از دست خود می خوردند و نظافت و لطافت در مزاج بسیار داشتند و تقلید اوضاع آنحضرت در لباس و غذا استعمال آب بغایت می نمودند“ (ورق ۲۰۱ - ۱)۔

یہ مکتوب آپ کے مکاتیب میں موجود ہے۔ مولف نے یہ دو مطور حذف کر دی ہیں :

میاں محمد انور ہرے حالوں بھر تمہارے پاس آرہے ہیں ،
حتی المقدور ان کی خاطر مدارات سے دریغ نہ کرنا۔
جانتے ہو دنیا میں طالب کم ہیں۔ اگر کوئی آئے تو اسے
خدا کا نام سکھاؤ۔ کیوں کہ اس کا بہت اجر ہے۔
(خلیق انجم : مرزا مظہر کے خطوط ۲۲/۲۳۶)۔

۷۷۔ بشارات کے نسخہ انڈیا آفس میں انہیں ٹھٹھنوی لکھا ہوا ہے
(ورق ۱۳۵) رجال سندھ پر جو کتب ہیں ان میں ان کے حالات نہیں
ملتے۔ تحفۃ الکرام میں ایک مخدوم رحمت اللہ نقشبندی کا ذکر ہے
(ص ۸۹) جو ۱۱۳۷ھ میں فوت ہوئے، گویا اس وقت حضرت مظہر
کی عمر تقریباً پچیس برس تھی۔ اس لیے یہ صاحب ترجمہ سے مختلف
شخصیت ہیں۔

دراصل شاہ رحمت اللہ جن کا تعلق حضرت مظہر سے ہے وہ حضرت
کے حین حیات ہی فوت ہو گئے تھے۔ خود حضرت مظہر، قاضی ثناء اللہ
ہانی ہی کو لکھتے ہیں :

شاہ رحمت اللہ جیو بعد دو سال از سہارن پور ہرائے
ملاقات فقیر با دو کس از مریدان خود در دہلی آمدہ
بودند، بعد سے مقام کہ از زیارات مزارات حضرات فارغ
شدند، شب رخصت خواستند، رخصت دادم، صباح آن
روالہ خانہ شدند از موضع مسوری یک گروہ بقصد
یا کہت رفتہ بودند کہ حال متغیر (شد) و یک بار افتادند
و مردند، ان کی لعش کو ان کے داماد جو کہ ہمراہ
آئے تھے دہلی لانے اور جمعہ کے دن میاں محمد منیر کے
پہلو میں دفن کیا۔ (مکاتیب مرزا مظہر، از قریشی
- (۱۱۸/۱۲۳ - ۱۲۵)

اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ شاہ رحمت اللہ ارشاد و تبلیغ کے لیے سہارن پور میں متعین تھے۔ نیز صاحب اولاد تھے ان کا ایک داماد بھی ہمراہ آیا تھا۔

۲۴۔ حالات کے لیے دیکھیے کتاب حاضر، فصل سوم۔

۲۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب حاضر، فصل سوم و ہشتم۔

۲۶۔ بشاراتِ مظہریہ میں ہے کہ ان کا مسکن قصبہ سہسوان ہے :
”در قصبہ سہسوان سکونت دارند“ (ورق ۱۸۵ - ۱)۔

۲۷۔ مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے لکھا ہے کہ وہ اس وقت بہت معمر ہیں ان کے ایک عزیز محمد مکرم نے ان سے ان کی بہت تعریف کی تھی لیکن مولوی نعیم اللہ کو ان سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا؛ بسیار سن . . . از خدمتِ ایشان بمردم فیض میر سد محمد مکرم نام عزیزی از یاران با فقیر مداحی بسیار میکرد کہ ایشان از خوبان روزگار اند و برجادہ شریعت و طریقت بسیار مستقیم لیکن از ایشان با فقیر اتفاق ملاقات نہ شد (ورق ۱۸۵ - ۱)۔

۲۸۔ حضرت مظہر نے میر مبین کے والد کا نام سید حشمت خان لکھا ہے (مرزا مظہر کے خطوط، ص ۱۷۶)۔

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ حشمت خان کسی معاملے میں حضرت مظہر سے سفارش کے طالب تھے۔ حضرت مظہر کے ایک اور مکتوب بنام غلام عسکری خان سے بھی میر مبین کے والدین سے حضرت مظہر کے تعلقِ خاطر کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والدین ایک زمانے میں فرخ آباد میں مقیم تھے۔ (مجموعہ خلیق انجم، ص ۲۱۷) حضرت مظہر کے مکتوب بنام عماد الملک سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میر مبین نے عماد الملک کی سرکار سے توسل اختیار کرنا چاہا تھا (مجموعہ خلیق انجم، ص ۱۷۶)۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی تحقیق کے مطابق میر مبین کا سال وفات ذی قعدہ ۱۱۸۹ھ ہے۔ (لوائح خانقاہ مظہریہ، ۸۷ - ۸۸)۔ میر مبین خان کے چار مکاتیب

بنام حضرت مظہر ، خاتقاہ ملا اخوند نسیم (اوج ، دیر) میں محفوظ ہیں۔ پہلے میں افواج ولایت (افواج درانی) کی دہلی کی طرف آمد آمد کے غلطی کا ذکر ہے۔ دوسرے میں سرداران روہیلہ فیض اللہ خان ، حافظ رحمت خان اور نجیب الدولہ کے متعلق اطلاعات ہیں۔ یہ چاروں مکاتیب ڈاکٹر صاحب نے لوائح ، (ص ۸۹ - ۹۴) میں نقل کیے ہیں۔

۷۹۔ بشارات مظہریہ میں ہے : در تقلید اوضاع و اطوار و عشق و محبت آن حضرت (مظہر) مع اہل و عیال مستغرق بودند (ورق ۱۹۴)۔

۸۰۔ حضرت مظہر کے اس سفر اولہ و سنہل سے مولانا امتیاز علی خان عرشی نے یہ نتائج نکالے ہیں :

(۱) میرزا مظہر علیہ الرحمۃ کا یہ سفر نواب دولدے خان کی حیات میں واقع ہوا تھا۔

(۲) اس زمانے میں چاروں طرف سے فتنہ و فساد دہلی کا رخ گر چکا تھا۔ اس لیے میرزا صاحب دو ماہ کے بعد اپنے متعلقین کی خبر گیری اور حفاظت کے خیال سے دہلی واپس جانا چاہتے تھے۔

(۳) اور ۸ سے ۱۰ سوال تک اولے میں قیام کر کے گیارہویں تاریخ کو سنہل کی طرف سفر کرنے کا قصد تھا۔ دولدے خان کی وفات ۳ محرم ۱۱۸۵ھ / ۱۸ اپریل ۱۷۷۱ء میں ہوئی۔ لہذا میرزا صاحب کا سفر روہیل کھنڈ اس سنہ سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جس فتنے کا میرزا صاحب نے اپنے مکتوب میں حوالہ دیا ہے ، اس سے مرہٹوں کی دلی پر چڑھائی مراد ہے۔ انہوں نے ۱۱۸۳ھ / ۱۷۶۹ء میں بڑے لشکر کی صورت میں دریائے چنبل عبور کر کے دلی کا رخ کیا تھا ، مگر نجیب الدولہ نے فرخ آباد کی تسخیر کی طرف متوجہ کر دیا۔ آغاز ۱۱۸۴ھ میں مرہٹوں اور روہیلوں کی صلاح ہو گئی۔ اسی سال نجیب الدولہ کا انتقال ہوا ، اور مرہٹے دہلی کی طرف بڑھے ، چنانچہ ۱۱۸۵ھ میں ضابطہ خان دہلی چھوڑ گیا ، جس سے مرہٹوں کا اس پر قبضہ ہو گیا۔ اس سے یہ قیاس کرنا بے جا نہیں کہ ۱۱۸۴ھ میں میرزا صاحب اولے یا سنہل میں تھے۔ اسی زمانے میں

مرہٹوں نے فرخ آباد کی مہم سر کی - اس لیے حضرت مظہر کا یہ سفر شوال ۱۱۸۴ھ / جنوری ۱۷۷۱ء میں واقع ہونا چاہیے - اس زمانے میں ان کا یہ لکھنا درست ہے کہ فتنہ دہلی کا قصد کر رہا ہے - (عرشی : دستور الفصاحت ، دیباچہ ص ۶۵ - ۶۷ ملخصاً - ر ، ک مقدمہ مقامات مظہری حاشیہ نمبر ۱۵۴) -

۸۱- آج گزشتہ حریفوں کی کوئی خبر نہیں ہے ، اور کل اس ہزم میں ہارا بھی نشان نہیں ہوگا -

۸۲- خلیق انجم : مرزا مظہر کے خطوط ۵۶/۱۶۷ - ۱۶۸ - اس مکتوب کے اقتباسات میں آخری اقتباس کا تعلق مکتوب کے پہلے حصے سے ہے - متن میں صہوہ کتابت سے ”مساوی کلمات نبوت“ ہو گیا ہے ، لیکن کلمات طیبات میں ”مبادی کلمات نبوت“ درست ہے -

۸۷- ان بحث کی تفصیل کے لیے دیکھیے : کلا بادی ، ابوبکر محمد ؛ التعرف مرتبہ عبدالرحیم محمود ، قاہرہ ، ۱۹۶۰ء ، ص ۲۳ - ۲۴ -

۸۳- القرآن (النور) ۲۴/۳۷ -

۸۵- ان کی صحبت خاصی مؤثر تھی - ان کے مریدین میں سے حافظ ضیاء صاحب استقامت تھے - میر علی اصغر نے ردِ شیعہ میں ایک طویل و متین مکتوب حضرت مظہر کو لکھا - جس وقت یہ مکتوب پہنچا ، مولوی نعیم اللہ بھڑانچی بھی حاضر خدمت تھے - جب حضرت مظہر نے مکتوب پڑھا تو فرمایا ”این عزیز مکتوبی خوب نوشتہ“ - ان کے دو بھائیوں میر عاشوری اور میر جگن بھی حضرت مظہر سے منسلک تھے - ان کے خاندان کی اکثر ”ذکور و الاث“ بھی داخل طریقہ تھیں ، (بشارات ، ورق ۱۸۲ ب)

میر علی اصغر کے دو خطوط بنام حضرت مظہر ، خانقاہ ملا اخوند لسم (اوج ، دیر) میں محفوظ ہیں - دوسرے مکتوب میں نجیب الدولہ کے کوچ کر جانے اور اگلے دن حافظ رحمت خان کے کوچ کرنے کی اطلاع ہے - (لوائح خانقاہ مظہریہ ، ص ۹۴ - ۹۸)

۸۶- متن میں لفظ لساناً کی مناسبت سے جنائاً آیا ہے - جنان بمعنی ”قلب“ استعمال ہوتا ہے -

۸۷- القرآن (الانفال) ۴۵/۸ -

۸۸- خواجہ موسیٰ خان کے حالات فصل سوم اور ہشتم میں ملاحظہ کریں -

۸۹- نقشبندی مشائخ ایسے قافلہ سالار ہیں کہ قافلہ کو پوشیدہ راہ سے حرم میں پہنچا دیتے ہیں -

۹۰- مولوی قطب الدین ۱۲۰۵ھ تک بقید حیات تھے ، جب مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے معمولاتِ مظہریہ مکمل کی تو اسی سنہ میں ان سے اس کتاب پر اپنی رائے لکھوائی ، جو یہ ہے :

برگزیدہ اربابِ یقین حضرت شاہ قطب الدین ابن گوہر بیان از دامان زبان الہام ترجمان افشالدلد کہ ”این نسخہ را بابِ زر باید نوشت بالجملہ این نسخہ قبولِ خاطر جمیع اکابر این طریقہ گردیدہ“ - معمولات ، ص ۱۳۶ - نیز دیکھیے : بشاراتِ مظہریہ ، ورق ۱۸۳ ب -

۹۱- لواء الہدیٰ فی اللیل و الدجی شرح میرزاہد اور حاشیہ علی شرح السلم ، (نزہۃ الخواطر ۶/۲۱۶) ان کے حواشی میں سے ہیں -

۹۲- شیخ بدر عالم بن محمد باقر قدوائی باداموی اودھی (ف ۱۸۰، ۵) سے الہوں نے باطنی فیض پایا جس کا ذکر مولوی نعیم اللہ نے بشارات میں کیا ہے (ورق ۱۹۲ - ۱) -

شیخ بدر عالم کا سلسلہ ”طریقت شیخ پیر محمد لکھنوی تک اس طرح پہنچتا ہے : شیخ بدر عالم ، حافظ سید ابوالقاسم بجنوری ، غلام نقشبند ، میر محمد شفیق ، پیر محمد لکھنوی (مخزن برکت ، ص ۸۸ - ۹۲) -

۹۳- مولوی غلام یحییٰ کا مولد و منشاء قریہ ہاڑہ من بیاضات بہار تھا - (نزہۃ الخواطر ۶/۲۱۵) -

تذکرہ علانے ہند میں ہے ، ان کا مولد و مسکن موضع اکرا متصل نگر نسہ ہے ، جو بہار سے آٹھ کوس کے فاصلے پر ہشنہ و بہار کے درمیان واقع ہے ، (ص ۳۷۱) -

۹۴- نو منکتور کی طرح امید صلہ پر بندی نہ کر - تیرا مالک بندہ پروری کے طریقے سے خوب واقف ہے -

۹۵۔ اس سلسلے کی مختلف تحریرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی غلام یحییٰ مسلسل پانچ سال حضرت مظہر کی خدمت میں نہیں رہے بلکہ مختلف اوقات کے قیام کی مجموعی مدت پانچ سال ہوگی۔ بقول مولوی نعیم اللہ بھڑانجی :

در عرصہ دو لیم سال کسب کمال این طریقہ تا خرّفہ و اجازتِ مطلقہ از آن جناب حاصل نموده باز مراجعت بہ بلدہ لکھنؤ فرمودہ۔ (بشارات، ورق ۱۹۲ - ۱۹۳)

وہ پھر ایک ماہ کے لیے خانقاہ شریف میں مقیم نظر آتے ہیں۔ خود حضرت مظہر، قاضی ثناء اللہ کو لکھتے ہیں :

یارانِ حلقہ، خصوصاً مولوی غلام یحییٰ صاحب کہ بعد یک ماہ قصد وطن دارند و بہ کیالات رسالت رسیدہ اللہ۔ (مجموعہ قریشی، ۳۱/۳)

۹۶۔ حضرت مظہر سے بیعت و خلافت کے بعد ان کا قیام مسجد شیخ محمود قلندر کے قریب خانقاہ شیخ پیر محمد لکھنوی میں تھا۔ (لزہۃ الخواطر ۲۱۶/۶) یہ خانقاہ بتل ساحل گومتی معروف بہ بتل شیخ پیر محمد، لکھنؤ میں ہے۔ (ایضاً ۹۷/۵)

۹۷۔ ان کا نام شیخ پدر عالم ماداموی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے، اسی فصل کا حاشیہ نمبر ۹۲۔

۹۸۔ خلیق انجم: مرزا مظہر کے خطوط نمبر ۲۷، ص ۱۳۶، ۱۵۵/۲۶۔

۹۹۔ اس رسالے کا نام کلمات الحق ہے جو خود حضرت مظہر کی فرمائش پر مولف نے لکھا تھا۔ اس کا سال تصنیف ۱۱۸۳ھ ہے۔ مولف اس رسالے کے دیباچے میں خود وضاحت کرتے ہیں جس سے حضرت مظہر اور مولف کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے، ملاحظہ ہو :

اما بعد محرر این مطالب . . . فقیر غلام یحییٰ کہ از آغاز شباب بعد تحصیل علوم منقول و معقول باچندی از طلبہ علم در مقام لکھنؤ بہ تعلیم و درس مشغول بود ارادۃ اولی ہمت حق طلبی را برو مسلط گردالیدہ و فائدہ

توفیق جناب . . . حضرت مرزا مظہر جان جاناں سلمہ الرحمن رسائید در محروسہ دہلی ملازمت گرامی دریافتہ بہ کسب کلمات طریقہ عالیہ مجددیہ . . . منتزم گردید و نیز روز و شب از خدمت آن مرجع اہل فضل و کمال در باب از مسائل عقلی و نقلی فیوض و برکات تحقیقات جدیدہ و تدقیقات غریبہ میرسید و گاہ بنا بر امثال امر عالی فقیر ہم بعض مقدمات بعرض میرسانید و قبول می افتاد از آن جملہ سخن در مسئلہ توحید وجودی و شہودی نیز می رفت و ذکر اختلاف محققین از متقدمین و متاخرین صوفیہ در آن باب بہ میان آمدہ و اکثر اشارہ تمام ہشارہ بہ تحریر زبده این مطالب و خلاصہ این مآرب بہ فقیر می فرمودند تا حسب الامر آن جناب در منہ ہزار و صد و ہشتاد و چہار ہجری بہ تالیف این رسالہ کہ مشتمل بر تبصرہ و دو مسئلہ و تکملہ مسمی است بہ کلمات الحق موفق شد۔ (ورق ۱ - ۱ ، نسخہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ)۔

کلمات الحق کے اس وقت ہمیں تین خطی نسخوں کا علم ہے۔ دو کتاب خانہ بانکی پور، پٹنہ (نمبر ۱۷۰۲، دوسرا نمبر ۱۷۰۵، فہرست بانکی پور ۱۶/۱۵۳)۔ تیسرا، کتب خانہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)، رسالہ کلمات الحق کے مندرجات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل شاہ ولی اللہ کے رسالہ تطبیق وحدت الوجود و الشہود کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے رسالہ کلمات الحق کا رد دماغ الباطل کے نام سے لکھا ہے، جو مکتبہ نشر و اشاعت، نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ سے ۱۹۷۶ء میں چھپ چکا ہے۔ (ترتیب و تحقیق از عبدالحمید سواتی) مسئلہ وحدت الوجود و الشہود کو اس دور کے مصنفین نے خاصا الجھا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کی دو فعال ترین شخصیتوں یعنی شاہ ولی اللہ اور میرزا مظہر اس معاملے میں خاصی متفکر و متحرک نظر آتی ہیں۔ حضرت مظہر نے اپنے مکاتیب میں بھی اس موضوع پر خاصی جامع و مدلل بحث کی ہے۔ نیز انہوں نے شیخ قمر الدین اورنگ آبادی سے اس موضوع پر بھی ایک رسالہ لکھوایا

جس کا نام مظہر النور (عربی) ہے۔ اس رسالے کی شرح "المظاہر" کے نام سے سید نور الہدیٰ بن قمر الدین اورنگ آبادی نے لکھی تھی۔ (عبدالحی حسنی : الثقافة الاسلامیہ فی الہند، اردو ترجمہ، اعظم گلہ، ص ۲۷۰)۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مقدمہ کتاب حاضر، اس دور کے فکری رجحانات، خصوصاً وحدت الوجود، ص ۱۲۵ - ۱۲۸۔

۱۰۰۔ ڈاکٹر خلیق انجم صاحب نے حضرت مظہر کی اس تقریظ کا اردو ترجمہ مرزا مظہر کے خطوط، ص ۲۲۵ میں شامل کیا ہے، جو مقامات مظہری سے ہی ماخوذ ہے۔ دراصل مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے بشارات مظہریہ میں یہ تقریظ نقل کر لی تھی۔ (ورق ۱۹۳) جسے حضرت شاہ غلام علی نے مقامات میں بھی محفوظ کر لیا۔

۱۰۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مقدمہ کتاب حاضر، ص ۱۲۵ - ۱۲۸۔

۱۰۲۔ غوث علی شاہ قلندر ہانی پتی کا قول ہے کہ :

میاں غلام علی شاہ صاحب کے روبرو اگر کوئی ذکر توحید (وحدت الوجود) کرتا تو اس کو اپنی خانقاہ سے نکلوا دیا کرتے اور فرماتے کہ اس مقام میں آدمی گمراہ ہو جاتا ہے۔ (تذکرہ غوثیہ، ص ۲۷۴)

مولوی غلام یحییٰ بن نجم الدین اپنے عہد کے کبیر عالم تھے۔ انہیں ظاہری علوم پر بھی کامل دسترس تھی، انہوں نے سندیلہ جا کر مروجہ کتب، مدرسہ منصوریہ میں مولانا باب اللہ جونپوری سے پڑھیں اور مدت تک طلبہ کو علم کی روشنی سے بہرہ ور کرتے رہے۔ حافظ قرآن تھے۔ (لزہۃ الخواطر ۶/۲۱۵ - ۲۱۶)۔ مولوی غلام یحییٰ کے سال وفات میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے۔ صاحب لزہۃ الخواطر نے بحوالہ بحر زخار ۵۱۱۸۰ لکھا ہے اور مولوی رحمت علی نے ۵۱۱۲۸، ص ۳۷۱)۔

لیکن ہم عصر مولف نعیم اللہ بھڑانچی نے ۵۱۱۸۶ لکھا ہے :
در حین حیات آنحضرت در سنہ ہزار و صد و ہشتاد و

شش ہجری در محروسہ لکھنو وفات یافتند۔ (بشارات ، ورق ۱۹۳ - ۱)۔ اس سنہ کی تصدیق خود حضرت مظہر کے اس مکتوب سے بھی ہوتی ہے : ”مولوی غلام یحییٰ کی وفات کے داغ کا کوئی مرہم نہیں“۔ (مجموعہ خلیق انجم ۱۳۶/۳۷) مولوی غلام یحییٰ کی خبر (وفات) جانکاہ نے سینے میں آگ لگا دی۔ (ایضاً ، ۱۵۵/۲۶)۔

ان دونوں مکاتیب کا سنہ تحریر ۱۱۸۶ھ ہے۔ جس سے حتمی طور پر ان کا سال وفات ۱۱۸۶ھ ہی قرار پائے گا۔ تکیہ شاہ پیر مجد لکھنوی میں دفن ہوئے۔ (بشارات ، ورق ۱۹۳ - ۱) ، نزہۃ الخواطر ۲۱۶/۶)۔

۱۰۷۔ مولوی غلام محی الدین کا تعلق دکن سے تھا۔ صاحب بشارات مظہریہ لکھتے ہیں کہ وہ حصول فیض کے لیے دکن سے نکلے تھے۔ لیز حضرت مظہر سے حصول فیض و خرقہ کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کے لیے ارکاٹ جانے کی اجازت چاہی ابھی راستے میں ہی تھے کہ انہیں اپنی والدہ کی وفات کی خبر ملی (ورق ۱۹۸ ب) جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے والدین ارکاٹ میں رہتے تھے۔

۱۰۸۔ ”ملا باب اللہ اپنے عہد کے نام ور عالم تھے ان کا اصل مسکن منور پور شمس پور ضلع اعظم گڑھ تھا۔ ان کے استاد مولانا احمد اللہ سندیلوی تھے۔ انہوں نے شرح سلم کا حاشیہ لکھا۔ اور محلہ خواجگی ٹولہ جون پور میں مدرسہ و خانقاہ تعمیر کر کے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ سال وفات معلوم نہیں ہے۔ ان کا مدفن محلہ مذکور متصل مسجد حکیم عبدالغفور ہے۔ (اقبال احمد : تاریخ شیراز ہند جون پور ، مطبوعہ ، جون پور ، ۱۹۶۷ء ص ۷۳۳) مولوی غلام یحییٰ بہاری مذکور انہی کے شاگرد تھے۔

۱۰۵۔ بشارات مظہریہ میں مولوی بھڑانجی نے اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ (ورق ۱۹۸ - ۱)۔

۱۰۶۔ مولوی نعم اللہ بھڑانجی نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر سے حصول فیض کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی زیارت کے لیے ارکاٹ جا رہے تھے کہ راستے ہی میں انہیں والدہ کے انتقال کی خبر ملی تو وہیں سے ارکاٹ جانے کی

بجائے حرمین الشریفین کا رخ کیا۔ (ایضاً، ورق ۱۹۸ ب) زیارت حرمین کے بعد انہوں نے مکہ ہی میں طرح اقامت ڈالی تو بہت سے طالبان حق نے ان سے فیض حاصل کیا۔ الہیں وہاں بہت لیک نامی نصیب ہوئی (ایضاً، ۱۹۸ ب) ان کا سال وفات معلوم نہیں ہو سکا۔ مولوی نعیم اللہ نے لکھا ہے کہ دو سال ہوئے ہیں ان کا انتقال ہو گیا ہے :

دو سال است کہ در آنجا داغ رحلت بر دل مخلصان خود گذاشت (ایضاً، ورق ۱۹۹ - ۱)۔

انہوں نے اس سفر پر جاتے ہوئے ایک عریضہ حضرت مظہر کی خدمت میں روانہ کیا تھا، جو یہ ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم - حضرت میرزا صاحب قبلہ مدظلہ العالی غلام بہ فضل الہی تعالیٰ و بہ طفیل حبیب او صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و توجہ آن قبلہ حقیقی بہ دہلی بہ خیریت رسیدہ و غم و الم کہ از مفارقت خدمت عالی روئداد چہ نویسند لیکن آن حالت صبر نمود و بہ موافق ارشاد عالی حاجی جمال الدین را ازین جا بہ بہانہ رخصت نمود اگرچہ مشاراً الیہ نا خوش شدند و فردا کہ تاریخ پنجم شہر حال است ان شاء اللہ تعالیٰ بہ طرف جے نگر روانہ خواہد شد امید از جناب عالی آن است کہ در حق غلام در ہر امر معین باشند دست ہر مخالفین کوتاہ نیست زیادہ بجز قدم بوس چہ عرض نماید (ایضاً، ورق ۱۹۹ - ۱)۔

۱۰۵۔ رسالہ در خود لوشت حالات نعیم اللہ بھڑائی، قلمی، مخزونہ کتب خانہ اللہیا آفس، لندن۔ ذیل میں اس اہم رسالے کے بعض مندرجات پیش کیے جا رہے ہیں :

نعیم اللہ بن غلام قطب الدین عرف ملک کالی بن ملک غلام محمد بن ملک آدم... الخ۔ حضرت خواجہ عہاد خلیج کی اولاد میں سے تھے، جو بہ نیت جہاد، مسعود سالار غازی کے ماتہ ہندوستان آئے اور شہید ہو گئے، ان کی اولاد

ہندوستان کے مختلف حصوں میں آباد ہو گئی۔ یہ خاندان دراصل علوی نسب اور حنفی مشرب تھا۔ لیکن مختلف زمانوں میں اس خاندان کے افراد کو سلاطین کی طرف سے ملک کا خطاب ملا، جس کی وجہ سے یہ ان کے نام کا جز بن گیا۔ اس خاندان کے افراد موروثی طور پر عالم تھے۔۔۔ مولوی نعیم اللہ کی ولادت ۱۱۵۳ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز سات سال کی عمر میں ہوا اور پھر روشنی بھڑانچھی کے حوالے کیا گیا۔۔۔ ایک سال میں قرآن مجید ختم کیا۔ تحصیل فارسی کے بعد عربی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور ۱۱۷۱ھ میں حاجی فتح علی کے ہمراہ لکھنؤ چلے گئے۔ تو مولوی خلیل سے جو کہ اجل عالم تھے، صرف و نحو پڑھی۔ پھر شاہ جہان پور اور بریلی وغیرہ کی سیاحت کی، بریلی میں دو سال قیام کیا جہاں مولوی شہاب الدین سے تحصیل علم کی۔ پھر مختلف اساتذہ مولوی برکت الہ آبادی اور مولوی سالم کی خدمت میں رہنے کے بعد واپس چلے گئے۔ پھر ۱۱۷۷ھ میں لکھنؤ آ کر تکیہ شاہ مجدد عاقل میں قیام کیا، جہاں مولوی مجدد، مولوی محبوبی، مفتی عبدالرب لکھنوی، شیخ الحدیث حاجی احمد شاگرد شاہ ولی اللہ سے پڑھا، اور ۱۱۸۶ھ میں خدا طلبی کا شوق دامن گیر ہوا، ان ہی ایام میں حضرت مظہر کے خلیفہ اجل شیخ مجدد جمیل لکھنؤ گئے تو مولوی نعیم اللہ نے ان سے ذکر قلبی اور طریقہ مجددیہ کا جذب حاصل کیا۔ اور دہلی آ کر حضرت مظہر کی خدمت میں رہنے لگے۔ چار دن کے بعد رخصت ہوئے۔ پھر ۱۱۸۹ھ میں دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور چار سال تک خاتقاہ حضرت مظہر میں قیام کیا۔ اور اجازت مطلقہ ملی، اور پھر انہوں نے واپس بھڑانچ جا کر شادی کی۔ وہ ۱۲۰۵ھ میں حضرت مظہر کے مزار کی تعمیر کے لیے دہلی گئے۔ پھر ۱۲۰۸ھ میں چوتھی بار دہلی گئے۔ ایک مرتبہ کامل ایک سال تک پانی پت میں حضرت مظہر کی

خدمت میں رہے۔ وہ چالیس روز تک مولوی ثناء اللہ ہانی پتی کی خدمت میں بھی رہے۔

۱۰۸۔ مولوی کرامت اللہ، مولوی نعیم اللہ کے بیٹے تھے ان کے نام کے ساتھ ”لسبت اخوت قبول فرزدی طریقت“ لکھا ہے (معمولات، ص ۵ و الفاس الاکابر، ص ۲)۔

کرامت اللہ کے ساتھ لور محمد گو بھی انہوں نے اپنا بیٹا بتایا ہے (معمولات، ص ۵)، مولوی نعیم اللہ کے ایک داماد بشارت اللہ بھی تھے، ان کا ایک بیٹا مولوی ابوالحسن، مولوی نعیم اللہ کے مزار پر متولی تھا (آئینہ اودہ، ص ۱۳۵)۔ مولوی نعیم اللہ نے اپنے حلقہ ”یاران میں سے ایک مولوی بہاء الدین کا بھی ذکر کیا ہے (بشارات، ورق ۱۸۷ - ۱)۔

۱۰۹۔ مولوی نعیم اللہ کے خلفاء میں سے مولوی محمد حسین متوطن الکن متصل کلکتہ اور مولوی مراد اللہ فاروق تھالیسری (ف ۱۲۳۸) بن مولوی قلندر بخش (مذکور خلیفہ حضرت مظہر) قابل ذکر ہیں۔ مولوی مراد اللہ بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ حضرت مظہر کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، ان کی نو عمری میں حضرت مظہر کی شہادت ہو گئی اور تھانیسری پر سکھوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو مولوی مراد اللہ، مولوی نعیم اللہ سے منسلک ہو کر ان کے خلیفہ و جانشین بنے۔ ان کے خلفاء میں سے مولوی غلام رسول کانپوری اور مولوی ابوالحسن نصیر آبادی قابل ذکر ہیں۔

مولوی نعیم اللہ بھڑائی نے ۱۲۱۸ھ میں وفات پائی (دیباچہ ابوالحسن بر معمولات مظہریہ، ص ۳) ان کا مزار بھڑائی میں متصل آبادی واقع ہے (آئینہ اودہ، ص ۱۳۵)۔

مولوی نعیم اللہ حضرت مظہر کے اولین سوانح نگاروں میں سے ہیں۔ حضرت مظہر سے متعلق جتنی ثقہ روایات اب تک ہمیں دستیاب ہوئی ہیں وہ انہی کی تصانیف کے ذریعے محفوظ ہیں۔ اس باب میں ان کی بشارات مظہریہ، معمولات مظہریہ، رسالہ در احوال خود، مجموعہ مکتوبات حضرت مظہر (مطبوعہ، مطبع فتح الاخبار، کول)، الفاس الاکابر اور الوار الضاہر (در شرح کلمات حضرت مظہر) کا تعلق

حضرت مظہر سے ہے۔ ان کے علاوہ حاشیہ میر زاہد اور حاشیہ ملا جلال، ان کی تالیفات سے ہیں۔

۱۱۰۔ مولوی محمد کلیم کے لیبرے مولوی عبدالرحمن سلہٹی نے سیف الابرار کے خاتمہ پر اپنے اجداد کے حالات لکھے ہیں اس میں مولوی محمد کلیم کی قیام دہلی کی مدت اٹھارہ سال لکھی ہے، (ص ۷۶)۔

۱۱۱۔ ان کا مسکن مرشد آباد تھا۔ ان کے اجداد ہنگالہ میں آ کر مقیم ہو گئے تھے (ایضاً)۔

۱۱۲۔ مولوی محمد کلیم ہنگالی کا نام مقامات مظہری (کتاب حاضر) اور بشارات مظہریہ میں کلیم اللہ لکھا ہوا ہے، جو سہو کتابت معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ معتبر تحریرات میں ان کا نام محمد کلیم ہے۔ خود ان کے لیبرے مولوی عبدالرحمن سلہٹی نے سیف الابرار میں محمد کلیم ہی لکھا ہے (ص ۶۶)، حضرت مظہر کا ایک مکتوب (نمبر ۵۳ مجموعہ خلیق انجم، ص ۱۶۳) میں ان کا نام محمد کلیم ہے اور مکاتیب حضرت مظہر (مجموعہ قریشی) میں بھی کئی مکتوبات میں ان کا ذکر آیا ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کا خیال ہے کہ یہ مکتوبات مولوی محمد کلیم کے قیام دہلی کے دوران لکھے گئے تھے (لوائح، ص ۱۲۰)۔ مکتوب نمبر ۵۳ میں حضرت مظہر انہیں لکھتے ہیں کہ اس وقت اس علاقہ کے لوگوں کی حالت خراب ہے۔ اس مکتوب سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ موای محمد کلیم کے نواب ہنگال قاسم علی خان سے قریبی تعلقات تھے۔ خود مولوی محمد کلیم کا ایک مکتوب بنام حضرت مظہر، خانقاہ ملا نسیم (اوج، دیر) میں محفوظ ہے، جسے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے لوائح میں نقل کیا ہے (ص ۱۲۱)۔

ان کے لیبرے مولوی عبدالرحمن سلہٹی بن محمد ادریس بن محمد محمود بن محمد کلیم جو کہ خود ذی علم بزرگ تھے اور احسن العقائد اور سیف الابرار المسلول علی الفجار (ہزبان فارسی رد مولوی نذیر حسین دہلوی) کے مولف بھی ہیں، سیف الابرار کے خاتمہ پر اپنے اجداد کے جو حالات لکھے ہیں، ان کی تلخیص ذیل میں دی جا رہی ہے؛ باپ کی طرف سے ان کا نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے ملتا ہے۔ ان کے اجداد میں سے عبدالرحیم پہلے بزرگ ہیں جو مدینہ منورہ سے بغداد میں منتقل ہوئے۔ پھر بغداد سے ہرات چلے گئے، ان کا شغل تعلیم و تعلم تھا۔ ان کے اجداد میں سے عبدالکریم کو ہرات سے نکال دیا گیا۔ وہ وہاں سے بنگال (ہندوستان) آ کر مقیم ہو گئے، وہاں انہوں نے نکاح کیا، جس سے ایک فرزند محمد صالح تولد ہوئے تو وہ بیوی بچوں کے ساتھ پھر ہرات گئے، لیکن دوبارہ بنگال آ گئے، محمد صالح کے فرزند ملا محمد رفیع تھے اور ان کے صاحبزادے (صاحب ترجمہ) مولوی محمد کلیم تھے۔ جو محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کے استاد بھی تھے۔ اور ان کے تین بیٹے تھے، اول محمد اسرائیل جو مرشد آباد کے قاضی القضاة اور پھر کلکتہ کے قاضی القضاة مقرر ہوئے، دوسرے ابو سعید محمد محمود، جن کا نواب و ناظم عاقبت محمود خان سے قریبی تعلق تھا، اور تیسرے احمد جو کہ ڈھاگہ میں مفتی تھے۔ (سیف الابرار، مطبوعہ استنبول، ترکی، ۱۹۷۷ء، ص ۶۵-۶۶)۔

۱۱۷۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے مرتبہ مجموعہ مکاتیب حضرت مظہر میں چند مرتبہ میر روح الامین کا ذکر آیا ہے مثلاً میاں روح الامین جیو سمت وطن خود رفتہ (لوائح ۱۳۶)، عریضہ علیحدہ میاں صاحب بہ سبب حاضر نشدن میاں روح الامین جیو مرسل نہ شدہ (ایضاً ص ۱۷۴)، روح الامین عرض تسلیات دارد (ایضاً ص ۲۰۷)۔

۱۱۴۔ شرح الصدور (شرح حال الموتی و القبور)، امام جلال الدین سیوطی کی تالیف ہے، کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

۱۱۵۔ شرح الصدور، طبع مصر، ۱۹۶۰ء، ص ۸۰ کا جو مطبوعہ نسخہ ہمارے پیش نظر ہے، اس میں اس روایت میں سبب دیے جانے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

۱۱۶۔ مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر سے منسلک ہونے سے پہلے شاہ محمد شفیع نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے استفادہ باطنی کیا تھا:

ایشان اول ذکر این طریقہ در خدمت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گرفتند (بشارات، ورق ۲۰۱ - ۲۰۲)

اس لیے ہمارا خیال ہے کہ متن مقامات مظہری میں کسی بزرگ سے شاہ ولی اللہ ہی مراد ہیں۔

۱۱۷۔ حضرت مظہر کے حین حیات ہی مرض فتق میں انتقال ہو گیا تھا اور احاطہ مزار شاہ ولی اللہ، دہلی میں دفن ہوئے جس کا ذکر خود حضرت مظہر نے کیا ہے (مکتوب نمبر ۳۴ کلمات طیبات، بشارات مظہریہ، ورق ۲۰۱ - ۲۰۲)۔

لواغ خانقاہ مظہریہ مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان میں متوسلین حضرت مظہر کی آپس کی مکاتبت میں عبدالرسول بن میاں محمد شفیع ساکن قصبہ بٹالہ (پنجاب) کا نام کئی مرتبہ آیا ہے، ممکن ہے عبدالرسول صاحب ترجمہ کے بیٹے ہوں۔ لیکن یہ محض قیاس ہے۔

۱۱۸۔ ہمارے پیش نظر بشارات مظہریہ کا ایک ایسا قلمی نسخہ (برٹش میوزیم) ہے جس پر جا بجا مصنف مقامات مظہری (حضرت غلام علی) کے حواشی ہیں، متعلقہ حاشیہ پر انہوں نے لکھا ہے:

محمد حسین و محمد واصل از ٹھٹھہ بہ دہلی آمدند و از حضرت
محمد زمان زبیری تا ہژدہ (۱۸) سال استفادہ کردند
اشواق و بے خودی ممتد کہ بعد شب واجب می نشستند
(ورق ۱۸۶ - ۱۸۷)۔

گویا یہ دونوں ٹھٹھوی طالب حق، پہلے خواجہ محمد زمان زبیری سے منسلک ہوئے تھے۔

۱۱۹۔ تیرے خنجر ناز نے تنہا مجھے ہی قتل نہیں کیا۔ اللہ جانتا ہے کہ سارا جہاں قتیل ہے۔

۱۲۰۔ بشارات مظہریہ کے حاشیہ پر ان کا وطن (مسکن) ٹھٹھہ لکھا ہوا ہے "از ٹھٹھہ بہ دہلی آمدند" (ورق ۱۸۶ - ۱۸۷)۔

۱۲۱۔ حضرت غلام قادر شاہ بٹالوی بن حضرت شیخ محمد فاضل الدین بٹالوی، بارہویں صدی ہجری کے پنجاب کی نامور شخصیات میں سے تھے۔ انتقال ۱۱۷۶/۵۱۱۷ء میں ہوا، اپنے والد کے جانشین بنے، پنجاب کے نامور حضرات نے ان سے ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔

کئی کتابوں کے مصنف تھے ، جن میں سے صفاء العرات ، نہایت الکمال اور رمزالعشق زیادہ مشہور ہیں۔ ان میں مثنوی رمزالعشق اردو میں ہے ، اور ادب اردو کے قدیم نمولوں میں خاصی اہمیت رکھتی ہے ، محمود شیرانی : پنجاب میں اردو ، ص ۳۲۳ - ۳۲۸ - شرائف غوثیہ ، قلمی ، (ورق ۱۲۹ ل - ب)۔

۱۲۲- صوفی مجدد میر بھی شیخ محمد عابد سناسی کے خلیفہ تھے دیکھیے : فصل احوال شیخ سناسی ، ص ۳۵۱ -

۱۲۳- ایضاً ، فصل احوال شیخ سناسی -

۱۲۳- مولوی غلام حسین کے بارے میں حضرت مظہر غلام عسکری خان کو لکھتے ہیں :

مواوی غلام حسین نام ایک فاضل جو اخوانِ حلقہ اور یارانِ قدیم میں ہیں۔ قصبہ تھانہ کے رہنے والے ، فاروقی النسب ، نجیب ، اور مہذب ، نجیب الدولہ کے ہاں بہ عنوان فضیلت ملازم ہیں۔ اس سے پہلے انہوں نے اپنی قوم میں شادی کی تھی۔ لیکن ان کے ہاں لڑکا نہیں ہوا اور (بیوی) کی موافقت بھی پسند نہیں آئی بلکہ سکونت وطن سے بھی خوش نہیں۔ فقیر کی صحبت پسند کی اور دہلی میں مستقل قیام کر لیا اور دوسری شادی کا ارادہ کیا۔ . . . (مجموعہ خلیق انجم ۸۹/۲۱۷)۔

۱۲۵- مولوی نعیم اللہ نے ان کا مسکن شہر بردوان بتایا ہے ”در شہر بردوان با جمعیت تمام با طالبانِ حق بسر می برند“ (بشارات ، ورق ۱۸۵ ب) ”بردوان ، بنگال میں ہے ، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

Imperial Gazetteer of India, Oxford, 1909, vol. IX, pp. 89-103.

۱۲۶- حضرت مظہر اور ان کے درمیان نہایت مخلصانہ تعلقات تھے ، انہی کی وجہ سے حضرت مظہر اکثر سنبھل جایا کرتے تھے ، اور انہی کے مکان پر قیام فرماتے تھے (بشارات ، ورق ۲۰۲)۔

۱۲۷- نواب ارشاد خان کے فرزند ظفر علی خان بھی حضرت مظہر سے

بیعت تھے بلکہ حضرت کے خلفائے مجاز میں سے تھے اور حضرت مظہر کے کنار پروردہ تھے۔ بقول مولوی نعیم اللہ :

ایشان نیز از یاران مجاز آنحضرت اند و کنار پروردہ و تعلیم کردہ ایشان باین ہمہ نظر التفات نیز بایشان میداشتند (بشارات ، ورق ۲۰۳) -

نواب ارشاد خان کی وفات کے بعد سرداران بسولی نے ظفر علی خان سے تعلقات بحال رکھے تھے (مکاتیب مظہر ، مجموعہ خلیق انجم ، ص ۱۲۵) حضرت مظہر مولوی ثنا اللہ سنبھلی کو لکھتے ہیں : جو دچھ آپ نے برخوردار ظفر علی خان کے بارے میں لکھا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔۔۔ اس کی انہی خوبیوں نے مجھے اپنا شکار کر رکھا ہے۔ ورنہ مجھ جیسے آزاد انسان کو جسے خود اپنی فکر نہیں کسی دوسرے سے کیا مطالب۔۔۔ مجھے دنیا میں اس سے زیادہ کوئی عزیز نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی ماں باپ کی جگہ اس کی خبر گیری کرنے والے کی بجائے سب کچھ میں ہی ہوں وہ میرے ساتھ ارادت ، فرزندگی و غلامی اور بندگی کے آداب بجا لاتا ہے۔۔۔ اس سے کہیے کہ ہر صبح فقیر کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا گرے۔۔۔ (ایضاً ، ص ۱۷۲ - ۱۷۳) وہ ایسا انمول پیرا ہے جس کی کوئی قیمت نہیں ، فقیر بے وجہ اس کا عاشق نہیں ہے (ایضاً ، ص ۱۳۵) ، حافظ رحمت خان صاحب نے ان کو اپنے ساتھ رکھنے اور روزگار دینے کا وعدہ کیا تھا اس لیے ظفر علی نے پبلی بہت کا قصد کیا ہے (ایضاً ، ص ۱۵۳) وہ اپنے اقرباء کے ساتھ قضیہ کی وجہ سے شجاع الدولہ کے لشکر میں چلا گیا ہے (مجموعہ قریشی ، ص ۱۰۵) نیز دیکھیے لوائح ، ص ۳۳ ، ۳۳ ، ۶۷ ، ۷۰ ، ۷۲ ، ۷۳ - ۷۹ ، ۸۳ ، ۹۳ ، ۱۰۰ ، ۱۶۳ ، ۱۷۶ ، ۱۸۹ ، ۲۰۵ - ان کے نام حضرت مظہر کا ایک مکتوب بھی ہے (مجموعہ خلیق انجم ، ص ۱۵۱) -

۱۲۸- مولوی نعیم اللہ نے لکھا ہے کہ نواب ارشاد خان شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن بعد میں حضرت مظہر کی صحبت سے سارے خاندان سمیت مذہب اہل سنت سے مشرف ہوئے (بشارات ، ورق

۲۰۲ ب) - نواب ارشاد خان کا خطاب اعتضاد الدولہ تھا ، ان کے والد نواب امین الدولہ ، شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کی اولاد میں سے تھے (مکتوب حضرت مظہر نمبر ۴۴ مجموعہ خلیق انجم ، ص ۱۵۳) ، امین الدولہ سنبھل کے شیخ زادوں میں سے تھے ان کی ملازمت کا آغاز جہاندار شاہ کی نوکری سے ہوا اور فرخ میر کے عہد میں یساول مقرر ہوئے۔ عہد شاہ کے عہد میں میر توزک ، پھر منصب چہار ہزاری پھر چہ ہزار ذات ، چہ ہزار سوار کا منصب اور امین الدولہ (لام امین الدین) تین لاکھ روپے کی آمدنی کا مجال سنبھل میں ملا۔ ان کا انتقال ۱۷۳۹ء میں ہوا (حاشیہ عہد ایوب قادری بر مآثر الامراء ، ۱/۳۵۳ بحوالہ تذکرہ الامراء) ، غلام عہد خان اور کرم علی خان ، امین الدولہ کے نبیرے تھے۔ اس خاندان کے آخری نمائندے نواب عاشق حسین خان (ف ۱۹۴۲ء) ، رئیس سنبھل تھے (ایضاً ۱/۳۵۳)۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے تعین (قیاسی) کے مطابق نواب ارشاد خان کا انتقال ۱۳ ربیع الآخر ۱۱۷۶ھ میں ہوا۔ (لوائح ، ص ۳۳)۔

۱۲۹- مشکاة المصابیح ، بہ تحقیق عہد ناصر الدین الالبانی ، طبع دمشق ، ۱۹۶۱ء ، ۲/۳۳۰ ، نمبر ۳۷۵۶۔

۱۳۰- مولوی نعیم اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر کی شہادت کے بعد ’ملا نور عہد نے ’بہ کمال بے ظرفی عرق کبر و افغانیت‘ دعویٰ کیا کہ مجھے حضرت خواجہ عہد معصوم اور حضرت خواجہ نقشبند سے براہ راست فیض پہنچا ہے ، درمیاں کے واسطے نہیں ہیں۔ جب یہ خبر عام ہوئی تو حضرت مظہر نے اُسے خواب میں تنبیہ کی۔ تو اس نے مزار حضرت مظہر پر حاضر ہو کر معافی چاہی لیکن شفا باطنی نہ ہو سکی اور اسی حالت میں انتقال ہو گیا (بشارات ورق ۲۰۴ - ۱)۔

۱۳۱- لوائح خاتما مظہریہ میں شامل مکاتیب میں ’ملا نور عہد‘ نامی ایک شخصیت کا ذکر کئی مرتبہ آیا ہے (ص ۱۵ ، ۱۶ ، ۲۳۲) لیکن حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس سے مراد یہی صاحب ترجمہ ’ملا نور عہد قندھاری‘ ہیں یا کوئی دوسری شخصیت ہیں ،

رقعہ شاہ علی بنام 'ملا نسیم' میں ہے کہ 'ملا نور محمد' کا تپ دق کے مرض میں انتقال ہو گیا ہے (ایضاً ، ۲۴۲)۔

۱۳۲۔ اخوند 'ملا محمد نسیم'، حضرت مظہر کے مخصوص خلفاء میں سے تھے۔ مخدومی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے حضرت مظہر اور اخوند نسیم مع متوسلین کے مابین مکاتبت کو کتابی صورت میں لوائحِ خانقاہِ مظہریہ کے نام سے حیدرآباد، ہندہ سے ۱۹۷۵ء میں شائع کر کے نہ صرف اس خانوادے کو علمی دنیا سے روشناس کروایا ہے بلکہ ایک عظیم الشان علمی ذخیرہ ان کی اس کاوش سے محفوظ ہو گیا ہے۔ راقم محمد اقبال مجددی، ڈاکٹر صاحب کی نشان دہی پر اخوند 'ملا محمد نسیم' کی خانقاہِ واقع موضع اوچ (ریاست دیر، صوبہ سرحد، پاکستان) کی زیارت کے لیے جولائی ۱۹۷۷ء کو گیا۔ وہاں ایک العاری مخطوطات کی اور ایک شوکیں تبرکات سے بہرا ہوا ہے، جس کی معتقدین کو سال میں مقررہ تاریخوں کو زیارت کروائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے نشان دہی فرمائی ہے کہ ان تبرکات میں حضرت میرزا مظہر کا وہ چفہ بھی ہے جس میں ان کی شہادت ہوئی تھی (لوائح، ص ۲) اور سلسلہ مظہریہ کے دو سو ایسے مکتوبات بھی محفوظ ہیں جو اس سلسلے کے متوسلین نے ایک دوسرے کو لکھے تھے۔ ان میں سے اکثر مکتوبات ایسے ہیں جو اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوئے تھے۔ گویا خانقاہِ حضرت مظہر کے ریکارڈ کا ایک بڑا حصہ ہے جو یہاں محفوظ رہ گیا ہے، اور دہلی کے نشیب و فراز سے دور 'پر سکون پہاڑوں (اوج) کے دامن میں اپنی بہار دکھا رہا ہے۔

علم صرف کی ایک قلمی کتاب پر حضرت اخوند محمد نسیم کی یہ تین سہریں ثبت ہیں :

۱۔ لطفِ عزیز الحکیم - برآمد ز باغ محمد نسیم ۱۲۲۳ھ (دو عدد)۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم - ز باغ محمد نسیم - ان سواہیر کے عکس ہم نے کتاب حاضر میں شامل کر دیے ہیں۔

'ملا نسیم' کے نام حضرت مظہر کے سات مکتوبات لوائح میں نقل ہوئے ہیں، (ص ۳۰ - ۳۱)۔

ملا نسیم ، حضرت قاضی ثناء اللہ ہانی ہتی سے بھی منسلک رہے ہیں
 اوچ کے اس مجموعے میں حضرت مظہر کا ایک مکتوب (بنام قاضی
 صاحب) ایسا بھی ہے ، جس میں ملا نسیم کے لیے سفارش کی گئی ہے
 کہ وہ آپ کے پاس آ رہے ہیں ، انہیں توجہ دیں ، (مکتوب نمبر ۱ ،
 لواغ)۔ حضرت کے مکتوب نمبر ۵ بنام ملا نسیم میں ہے کہ
 نجیب خان (نجیب الدولہ) کا لشکر کفار سکھ کے قلع قمع کے لیے آیا تھا۔
 ۱۳۳- بشاراتِ مظہریہ میں ہے ، یہ عزیز باوجود دولت اجازت ارشاد ہر سال
 پشاور (اس وقت اوچ سے قریب ترین مشہور شہر پشاور ہی تھا)
 سے آتے اور حضرت کی صحبت سے مستفید ہونے (ورق - ۱۸۵)۔
 مولوی نعیم اللہ مزید لکھتے ہیں :

دران مملکت (اوچ ، دیر) اعتبار شیخت و اشتہار کشف و
 کرامات بسیار دارد (ایضاً)

اخوند ملا نسیم کا سال وفات ان کے مزار مبارک پر
 ۱۲۳۱ھ کنہ ہے۔ اس وقت صاحب زادہ جمیل احمد
 صاحب سجادہ نشین ہیں۔

۱۳۳- مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے جو ان سے رام پور میں ملے تھے لکھا ہے
 کہ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مظہر میری فقہت کے
 معترف تھے اور اس باب میں الہیں مجھ پر اعتقاد تھا ، اور مجھے اچھا
 فقیہ تسلیم کرتے تھے :

حضرت را بر فقہت من بسیار اعتقاد بودہ پر مسئلہ کہ
 پرسیدلد ، چون جواب آن عرض می کردم می فرمودند کہ
 تو خوب فقیہ هستی۔ (بشارات ، ورق ۱۸۴ ب)۔

۱۳۵- ۱۲۰۵/۱۲۹۰ء تک رام پور میں مقیم تھے ، اور ”تعلیم و تربیت
 طالبان“ میں معروف تھے۔ منہ مذکور میں نعیم اللہ بھڑانچی کی ان سے
 ملاقات ہوئی تھی ، لکھتے ہیں :

ایشان (ملا عبدالرزاق) لیز از منتہیان طریق و اصحاب
 قدیم آنحضرت اند ، حالاً از رام پور نواب فیض اللہ خان
 با طالبان حق اشتغال و سکونت دارند۔ فقیر کاتب بہ
 تقریبی در سال گزشتہ یعنی ہزار و دو صد و پنج ہجری در

پرگنہ رام پور وارد شدہ بود چون شرف التقای خدمت
شریف ایشان دریافتہ از فقیر بسیار خوش شدند و اوصاف و
اخلاق و صحبت ہای عصر آنحضرت یاد فرمودہ - (ایضاً
ورق ۱۸۳ ، ب) -

حضرت مظہر کا ایک مکتوب 'ملا عبدالرزاق کے نام بھی ہے -
(مجموعہ خلیق انجم ۱۶۱/۵۱) مولوی عبدالرزاق پیلی بویت میں بھی
مقیم رہے ہیں (مکتوب حضرت مظہر نمبر ۴۹ ، مجموعہ خلیق انجم ،
ص ۱۵۸) -

مولوی نعیم اللہ بھڑانچی ۱۲۰۵ھ میں ان سے ملے تھے ، جس سے معلوم
ہوتا ہے کہ وہ سنہ مذکور تک بقید حیات تھے - حضرت مظہر کے
متوسلین میں سے عبدالرزاق نام کے دو افراد ہیں ایک صاحب ترجمہ
ہذا ساکن رام پور اور دوسرے ساکن پشاور جن کا ذکر
لوائح خاتقاہ مظہریہ میں شامل مکاتیب میں آیا ہے - ایک مکتوب
(۱۹۲/۲۶۲) میں ان کے نام کے ساتھ پشوری بھی تحریر ہے -

۱۳۶- مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے حضرت مظہر سے منسلک جن تین
شخصیتوں کے رام پور یعنی بلاد ولایت روہیلہ میں مقیم اور مصروف
ارشاد پایا - ان میں 'ملا عبداللہ کا نام بھی ہے - بشارات ، ورق
۱۸۵ (ب) گویا ان کا مسکن رام پور تھا -

۱۳۷- ان کا وطن (مسکن) بھی رام پور تھا - مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے ان
سے ۱۲۰۵ھ میں رام پور میں ملاقات کی تھی . . . "در سال گذشتہ
از فقیر لیز در رام پور ملاقات کردہ بود" (بشارات ، ۱۸۶ - ج) -

۱۳۸- بشارات مظہریہ میں ہے : از دست ایشان بسیار از مشرکان ہنود
بہ نور ایمان رسیدند - ایضاً ۱۸۵ (ب) -

۱۳۹- مولوی نعیم اللہ رام پور میں ان سے ۱۲۰۵ھ میں ملے تھے ، اور اس
سے پہلے انہوں نے اسی سنہ میں 'ملا نور محمد قندھاری سے رام پور میں
اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے - وہ اس موقع پر دو متوسلین یعنی
'ملا تھمور اور 'ملا عبداللہ سے ملاقات کا ذکر کرتے ہیں :
در سال گذشتہ (۱۲۰۵ھ) از فقیر لیز در رام پور ملاقات

گزرده بود، احوال ایشان بغایت بلند لقل می کرد کہ این
 ہر سہ عزیزان در بلاد ولایت روہیلہ بمقام خود ہا شیخ
 وقت و مقتدیٰ زماند خدا ارشاد و ہدایت ایشان تا
 قیامت جاری دارد (ایضاً ۱۸۶ - ۱)۔

گویا 'ملا تیمور کا مسکن بھی رام پور ہی تھا۔

لواغ خالقاہ مظہریہ میں 'ملا تیمر اور 'ملا تیمور دونوں طرح سے
 آتا ہے۔ ان کے نام عبدالعزیز خان کا ایک خط بھی لواغ میں ہے
 (نمبر ۶۳، ص ۲۲۳)۔

انہارہویں فصل

آپ کے بعض وہ مکتوبات جو آپ نے اپنے مخلصین کو لکھے

پہلا مکتوب

[خود نوشت حالات حضرت مظہر]

برخوردار تم نے مکرر التماس [۱.۳] کیا ہے کہ میں اپنا حسب و
نسب لکھوں ، چوں کہ اس میں زیادہ فائدہ نہیں تھا اس لیے غفلت برقی
گئی۔ لیکن چوں کہ اس وقت تمہاری سہجرت حد سے گزر گئی ہے ، اس لیے
مختصر طور پر تحریر کیا جاتا ہے :

حقیقت یہ ہے کہ اس قبیل کے سرمایہ وجود کا آغاز ایک قطرہ آب
اور انجام ایک مشت خاک ہے۔ اس عالم امتحان میں اس خاکسار کا نسب
انہائیس واسطوں سے بتوسط (حضرت) محمد بن حنفیہ ، شیر بیشہ گبریا علی
مرتضیٰ علیہ التحیۃ و الثنا تک پہنچتا ہے۔

میرے اجداد میں سے امیر کمال الدین طائف سے آٹھویں صدی
ہجری میں کسی تقریب سے ترکستان گئے تھے۔ انہوں نے وہاں کے ایک
حاکم کی بیٹی سے جو الوص قاقشالان کا سردار تھا ، شادی کر لی ، اور
تقرب حاصل ہو گیا۔ چوں کہ اس کی تربتہ اولاد نہیں تھی اس لیے اس
علاقے کی حکومت ان (امیر کمال الدین) کی اولاد سے متعلق ہو گئی۔

ہابیوں بادشاہ نے جب ہندوستان کی مملکت سوری افغانوں سے واپس
لی تو وہ اس خاندان کے دو بھائیوں ، محبوب خان اور بابا خان کو جو تین

واسطوں سے امیر کمال الدین کی اولاد سے تھے ، ہمراہ لایا۔ ان دونوں کے حالات عہدِ اکبری کی تواریخ میں ملتے ہیں۔ اور ان بزرگوں کا مادری نسب امیر صاحبقران (تیمور) تک پہنچتا ہے۔ میرا نسب صرف چار واسطوں سے بابا خان پر منہی ہوتا ہے۔ خان مذکور (بابا خان) نے عہدِ اکبری میں بغاوت کی تھی ، جس کے جرم کی سزا میں میرے والد (مرزا جان) کم منصبی کا شکار رہے۔ انہوں نے عمر کا بڑا حصہ اورنگ زیب بادشاہ کی خدمت میں گزارا^۲۔ آخر ترک دنیا کی دولت کا اعزاز و افتخار حاصل ہوا۔ اور انہوں نے طریقہ^۳ قادریہ کے ایک خلیفہ (شاہ عبدالرحمن دہلوی) سے استفادہ کیا اور انہوں نے ۱۱۲۰ ہجری میں وصال فرمایا^۴۔

میری ولادت ۱۱۱۳ھ کو ہوئی ، سولہ سال کی عمر میں یتیم ہو گیا۔ بیس سال کی عمر میں گھر ہمت باللہ کر دیا سے کنارہ کش ہوا اور راہِ فقر میں سعی شروع کر دی۔

(اس وقت کے) مروجہ علوم میں نے والد کی زندگی میں ہی پڑھ لیے تھے۔ حاجی محمد افضل سیالکوٹی^۵ شاگرد شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم مکی کی خدمت کتب حدیث پڑھیں اور حافظ عبدالرسول دہلوی تلمیذ شیخ القراء شیخ عبدالخالق شوقی سے قرآن مجید سنا گیا۔

طریقہ^۶ نقشبندیہ کا ذکر ، خرقہ اور اجازت مطلقہ جناب سید السادات سید نور محمد بدایونی^۷ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو دو واسطوں سے حضرت قیوم ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسلک تھے ، حاصل کی۔ اور ۲۰ عمر کا ایک حصہ ان کی خدمت میں گزارا۔ ان کی وفات کے بعد اس طریقہ (نقشبندیہ) کے متعدد مشائخ سے استفادہ کیا۔

آخر حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد منامی^۸ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کا سلسلہ^۹ طریقت بھی دو واسطوں سے حضرت مجدد [۱۰۴] رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے ، کے آستانہ فیض آشیانہ پر جہہ مائی کی۔ اور خدمت تک ان کی خدمت کر کے طریقہ^{۱۰} قادریہ ، سہروردیہ اور چشتیہ کا خرقہ پورا اجازت حاصل کی۔

اور آج تک جب کہ ۱۱۸۵ ہجری ہے ، ان حضرات کے حکم سے طالبانِ اہلِ تریب میں مشغول ہوں۔ خدا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ و سلم کی رحمت سے خاتمہ بالخیر کرے۔

دوسرا مکتوب

طریقہ 'لقشبندیہ' کے متوسلین کے احوال پر اعتراض کا جواب
جو انتہائی بلند مقامات کے دعوے کرتے ہیں

مخدوما! تم نے دو شبہات لکھے ہیں: اول یہ کہ حضرات سرہند (اولاد و خلفای حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہم) بلند مقامات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن ان کے آثار اولیای متقدمین کی طرح ظاہر نہیں ہوتے۔ دوم یہ کہ وہ اپنے مریدوں کو شاندار بشارات دیتے ہیں لیکن ان کے حالات ان بشارات پر دلالت نہیں کرتے۔ اس طرح تو ان کی نہ صرف ان سے برابری بلکہ ان پر فضیلت لازم آتی ہے جو بعید معلوم ہوتی ہے۔

جواب شبہ اول: جاننا چاہیے کہ اگلے بزرگوں نے بھی (مراتب) فنا کی تحقیق کے باوجود اعلیٰ کمال کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس طبقہ کی کتابیں ۱۰ ان مطالب سے بھری پڑی ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ اس طبقے کی ایک جماعت تو ان امور کے اظہار پر مامور ہے، اور ایک کو غلبہ 'مکر کے باعث معذور قرار دیا گیا ہے۔ پس ان کے معاملے میں ان دونوں احتمالات میں سے کوئی ایک سمجھ لینا چاہیے سوائے ثبوت کے کوئی کمال بنیادی طور پر ختم نہیں ہوا۔ اور مبداء فیاض سے 'بخل اور دریغ ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ان بزرگوں کے حق میں حسن ظن سے کیا چیز مانع ہے؟ آخر یہ صلحای مسلمین میں سے ہیں اور اگر آثار کمال کے ظہور سے استقامت مراد ہے تو یہ فوق کرامت ہے۔ پس اس طریقہ کے قوی اصحاب سے پوری قوت کے ساتھ اس کا اظہار ہوا ہے۔ ضعفاء پر اعتبار نہیں ہے اور اگر آثار (کمال) سے مراد کرامات اور مکاشفات کا ظہور ہے جسے عوام پسند کرتے ہیں تو یہ مقدمات صوفیہ کے نزدیک نہ تو ولایت کے لیے شرط ہیں اور نہ لازم ۱۱۔

یہ مخفی نہیں ہے کہ صحابہ کرام سے جو کہ تمام امت مرحومہ میں افضل ہیں ایسے امور بہت کم ظاہر ہوئے ہیں۔ چونکہ اس طریقہ (لقشبندیہ) کے مجاہدات اور ریاضتیں صحابہ کرام اور تابعین کے مطابق اور کتاب و سنت کے اتباع میں ہیں۔ اس لیے اس طریقہ کے اکابر کا ذوق و وجدان

بھی صحابہ کے مطابق ہے ۱۲۔ فلا تکن من المعتبرین ۱۳۔ (اس تم شک کرنے والوں میں نہ ہوا)۔

شبہ دوم کا جواب یہ ہے کہ اہل کمال کے باطنی آثار معلوم کرنا آسان کام نہیں ہے۔ خاص طور سے اس طریقہ کی نسبت بے کیف معلوم کرنا ہر عمر و زید کے بس کی بات نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ صحیح فراست کے مالک ہیں۔ ان سے یہ بات مخفی نہیں رہتی اور آثار ظاہری میں جس میں کثرتِ طاعت و ریاضت اور افراطِ ذوق و شوق اور تجرید و انقطاع از دنیا شامل ہیں، اہل اخلاص و ریا اور ارباب حق و باطل سب شریک ہیں اور احياناً گناہوں کے سرزد ہو جانے سے معصومین کے سوا کوئی محفوظ [۱۰۵] نہیں ہے ۱۳۔

سچ تو یہ ہے کہ نبوت کا زمانہ دور ہونے اور قیامت کے قریب ہونے کی وجہ سے ظاہری و باطنی امور میں مکمل طور پر ضعف آ گیا ہے۔ لیکن یہ بشارتیں بے حقیقت نہیں ہیں۔ ایسی بشارات سے مشائخ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرید اس مقام سے قدرے بہرہ ور ہوا ہے نہ یہ کہ مشہور اولیاء کی طرح اس مقام میں اس نے قوت اور رفعت حاصل کر لی ہے جس سے مساوات لازم آئے۔ اگر ایک اچھی استعداد والا طالب عمر کا ایک حصہ اس جد و جہد میں صرف کرے اور ان بزرگوں کی دولت (باطنی استعداد) میں شریک بن جائے تو یہ محالات میں سے نہیں ہے:

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید

دیگران ہم بکنند آنچه مسیحا می گردد ۱۵

جاننا چاہیے کہ ان حضرات کی نسبت انعکاسی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے آئینہ میں سورج کی روشنی کا انعکاس، پیر کے الوارِ آئینہ (قلب) مرید پر نقش ہونے کے لیے بہت وقت درکار ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ انعکاس یقین میں بدل جائے اور مرید کمال و تکمیل کے مرتبہ کو پہنچ جائے بعض اوقات مقام کا عکس مرید کے آئینہ باطن میں پڑنے لگتا ہے۔ اور وہ مقام مرتبہ تحقیق تک نہیں پہنچا ہوتا، اور پیر کشفِ دقیق اور نظرِ تحقیق کو کام میں لانے بغیر مرید کو اس مقام کی بشارت دے دیتا ہے۔ اور (پیر سے) جدا ہونے کے بعد وہ نسبت جو بشرطِ محاذات ۱۶ ظاہر ہوئی تھی چھپ جاتی ہے۔ پس اگر آثار ظاہر نہ ہوں تو بڑی بات ہے۔ یہ غلطیاں

خصوصاً اس دور میں بہت رواج پا گئی ہیں۔ کیوں کہ پیروں میں کشتی نسبت بہت کم یاب ہے اور پھر مریدین بھی ضعفِ ہمت کے باعث اجازت ارشاد اور بشارتِ مقام کے لیے بے چین رہتے ہیں۔^{۱۷}

تیسرا مکتوب

صوفیہ کی اصطلاح میں لفظ نسبت کے معنی

تم نے پوچھا تھا کہ صوفیہ کی اصطلاح میں لفظ نسبت کے کیا معنی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ عربی لغت میں لفظ نسبت کا مطلب طرفین کا تعلق ہے، اور صوفیہ کی اصطلاح^{۱۸} میں یہاں وہ تعلق مراد ہے جو خدا اور بندوں کے درمیان ہوتا ہے۔ جسے متکلمین صانع اور مصنوع کے تعلق سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے کوزے کی نسبت گمہار سے ہوتی ہے اور بظاہر کتاب و سنت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

اگر صوفیہ وحدت الوجود کے مائنے والے ہیں تو وہ اس نسبت کی تعبیر کثرت میں وحدت کے ظہور سے کرتے ہیں۔ جیسے موج و حباب کی صورتوں میں پانی کا ظہور۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کثرت ہماری حقیقی وحدت میں کبھی حاوی نہیں ہوتی۔ اس تعبیر کا ما حاصل حق سے خلق کا عینہ اثبات ہے۔ اور اس کے مفہوم کو تاویلات اور تمثیلات کے ساتھ عقلی و شرعی طور پر پیش کرتے ہیں۔

اگر صوفیہ وحدت الشہود سے تعلق رکھتے ہیں تو اس نسبت کو اصل اور ظل کے تعلق سے ثابت کرتے ہیں۔ جیسے سورج سے نکلنے والی شعاع کو سورج سے نسبت ہے۔ یہاں ظل سے مراد تجلی ہے۔ یعنی مرتبہ ثانیہ میں کسی چیز کا ظاہر ہونا اور یہ [۱۰۶] کثرتِ ظلی بھی سورج کی حقیقی وحدت کا مقام نہیں ہو سکتی^{۱۹}۔ پہلی اور دوسری تعبیر میں اتنا فرق ہے کہ ظل کی کوئی اور حقیقت اپنی اصل سے الگ نہیں ہے۔ وہی اصل ہے جس نے مرتبہ ثانی میں ظہور کر کے خود کو ظل ظاہر کیا ہے۔ لیکن ایک کو دوسرے کے مشابہ خیال کرنا درست نہیں، مگر یہ مشابہت

موج اور دریا (کی تشبیہ) میں صحیح ہے۔ اس لیے شہود یہ اس تعبیر کے مطابق اثبات غیریت اس طرح کرتے ہیں کہ توحید وجود حقیقی میں خلل واقع نہ ہو اور کتاب و سنت سے یہ بات آسانی استنباط کی جا سکے۔

پہلی تعریف کے مطابق نسبت کا مفہوم وجودی صوفیہ کی کتابوں ۲۰ سے معلوم کرنا چاہیے۔

شہودی صوفیہ کے نزدیک اس کی تعریف اس طرح ہے کہ حقائق ممکنات علم الہی کے مرتبے میں عدم اور وجود سے مرکب ہیں۔ اس طرح کہ اعدام اضافیہ یعنی عدم العلم جو جہل سے عبارت ہے۔ اور عدم اللذات وغیرہ جسے عجز کہنا چاہیے۔ جن کے علیحدہ علیحدہ مفہوم ہیں۔ اور ان سے مرتبہ الہی کا ثبوت پیدا ہوتا ہے۔ صفات حقیقیہ کے آئینے جو ان عدمات کے مقابل ہیں اور ان صفات کے عکس ان آئینوں میں منعکس ہوتے ہیں اور یہ مخلوط تعینات عالم کے مبادی ہیں۔ ان کے نزدیک اعیان ثابتہ فی العلم، اعدام اضافیہ اور صفات حقیقیہ کے پرتو سے مرکب ہیں۔ اور خارج ظلی کے آئینوں میں جو خارج حقیقی کا ظلی ہے۔ آثار خارجیہ کا مصدر بن گئے ہیں۔ بس ان کے نزدیک اعیان خارجیہ وجود ظلی میں موجود ہیں اور خارج ظلی میں متحقق ہیں، جو وجود حقیقی کے تحقق کا موطن ہے۔ اور دلایا میں جو کچھ موجود ہے اور اس کے توابع سب ظلاً یا انعکاساً خدا کی ذات سے مستفاد ہیں۔ کیونکہ وجود حقیقی کے ساتھ خارج حقیقی میں سوائے خدا کے کوئی چیز موجود نہیں، پس یہی توحید ہے۔

چونکہ عدم شر اور نقص کے پیدا ہونے کا مقام ہے اور وجود خیر اور کمال کا مبداء ہے اور دلایا عدم اور وجود دونوں سے مرکب ہے۔ بلکہ عدم اس کا ذاتی اور وجود عارضی ہے [اور وجود حق بسیط ہے اور خیر محض اور حسن محض ہے وہ عین عالم نہیں ہو سکتا] اس لیے دلایا حسن و قبح کا مجموعہ ہوگی۔ لیکن تمام وجوہ 'حسن خدا کی ذات سے مستفاد ہیں۔ برائی کی تمام اقسام عدم کی طرف سے آتی ہیں۔ جب سالک الہی استعداد کی قوت سے اور جذب مشائخ سے جو جذبہ الہی کا پرتو ہے، میر علمی کے ذریعہ امکان کی ہستی سے وجوب کی بلندی کی طرف سفر کرتا ہے جو ظلمانی اور نورانی حجابوں کے دور ہو جانے سے عبارت ہے اور حدیث کے مطابق خدا اور خلق کے درمیان حائل ہے، تو اس نسبت

عماذات کی برکات جو ظاہر اور مظہر کے درمیان متحقق تھے ، وہ ان پردوں کے ہٹ جانے [۱۰۷] سے جو سالک کے تعین کے آئینہ پر شمس حقیقی کے انوار کے منعکس ہونے میں مانع تھے ، دور ہو جاتے ہیں ، اور انوار کی فراوانی اس آئینہ کو ڈھانپ لیتی ہے ، اس حالت کو ”نسبت فنا“ سے تعبیر کرتے ہیں ۔ اور فنا کے بعد لازم ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر مقام کے مطابق وہی وجود عطا ہو ، جس سے سالک بشریت کے کارخانے اور شریعت کے احکام کو قائم رکھ سکے ۔ اس کو ”نسبت بقائی“ کہتے ہیں ۔ پس اگر سالک تمام ”ظلمانی اور لورانی“ حجابات دور کر کے ”صفات اور شیولات“ کی تجلیات سے گزر کر ”تجلی ذات بحت“ سے مشرف ہو جائے اور زمانہ لبوت باقی ہو تو وہ لبی ہو جاتا ہے اور عصمت کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے جہاں شر کے صادر ہونے کا احتمال باقی نہیں رہتا ، ورنہ امکان سے وجوب کی طرف جتنی مسافت طے کی ہے اس کے مطابق عدم سے جو شر محض ہے دور ہو جاتا ہے ۔ اور ظلمات عدم انوار کے غلبہ سے مضمحل ہو جاتی ہیں اس لیے سالک مصدر خیر بن جاتا ہے ۔ چونکہ احياناً وقوع شر کا احتمال باقی ہے ولی اور نائب نبی ہو جاتا ہے ۔ اور وہ نبی نوع کی تربیت و اصلاح کرتا ہے ۔ اس لیے کہا گیا کہ انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہیں ۲۲ ۔

ظہور نسبت کے یہی معنی ہیں جو اس قوم (صوفیہ) کی اصطلاح ہے ۔ اور مختصراً یہی صوفیہ ، شہودیہ ، مجددیہ کا مشرب ہے ۔ رحمہم اللہ

چوتھا مکتوب

حضور اور حصول علم کا بیان

مخدوما! آپ کا سوال ہے کہ حصول فنا کے بعد دوامی حضوری لازم ہے [لیکن سالک کو] جناب حق تعالیٰ کی طرف سے کبھی غفلت ہوتی ہے ۔ اس کا سبب کیا ہے ؟

جاننا چاہیے کہ اس شبہ کی بنیاد جس اشتباہ پر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ علم دو قسم ۲۳ کا ہے ۔ حضوری اور حصولی ، حضوری تو

نفسِ عالم کو لازم ہے یا اس کا عین ہے - جیسے علم نفس اپنے اور اپنے عوارض کے بارے میں اور حصولی، عقل و حواس کے توسط سے ذہن کے آئینہ میں معلومات کی صورتوں کا حاصل ہونا ہے، اور سالک جو سیر علمی کے ذریعہ امکان کی ہستی سے وجوب کی بلندی تک پہنچتا ہے تو یہ علم اس کے لیے حضوری ہو جاتا ہے حصولی نہیں رہتا - اور جناب الہی سے عارف کے علم حضوری کے تعلق کی کیفیت یہ ہے کہ صوفیہ کے نزدیک اشیاء کا وجود ظلی ہے حقیقی ہیں - یعنی یہ کثرت جو دکھائی دینی ہے حضرت وجود حقیقی کا ہرتو ہے، اور خارج میں وجود واحد کے علاوہ کوئی اور وجود متحقق نہیں ہے، ظلال کا تعدد و تکرر دراصل کثرت شیونات کی وجہ سے ہے اور ظل جب تک اپنی اصل سے غافل ہے اور اپنی ظلیت سے آگاہ نہیں ہے وہ اپنے پندار میں اپنا مستقل وجود سمجھتا ہے - اور گفتگو کے دوران [۱۰۸] لفظ ”میں“ سے اس وجود وہی کی طرف اشارہ کرتا ہے - اور جب صوفیہ کی اصطلاح کے مطابق وہ مسافت (سلوک) طے کر لیتا ہے جو خدا اور مخلوق کے درمیان سے نورانی اور ظلمانی حجاب دور ہونے سے عبارت ہے اور حدیث سے ثابت ہے تو اپنی اصل سے واصل ہو جاتا ہے - اور خود کو واصل کے ہرتو سے زیادہ نہیں پاتا اور اپنے وجود اور اس کے توابع کو اصل سے مستعار سمجھتا ہے - وہ جان لیتا ہے کہ ظل کی حقیقت علیحدہ کچھ نہیں ہے - بلکہ وہی اصل ہے جس نے مرتبہ ثانی میں تعین ظلی کے ساتھ ظہور کیا ہے - اس پر یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ ”میں“ کا مرجع اور مشار الیہ وہی اصل ہے نہ کہ ہرتو اور اس وقت اس کا علم حضوری جو اس تعین ظلی کو لازم تھا، اصل سے متعلق ہو جاتا ہے - اولاً لفظ ”انا“ کا اشارہ اصل کی طرف راجع ہوتا ہے اور چونکہ یہ اصل کے اعتبارات میں سے ایک اعتبار ہے اس لیے پھر وہ ”انا“ ظل کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور جب یہ حالت مستقل طور پر رہتی ہے تو اسے دائمی حضوری کہتے ہیں - اور تحقیق فنا کے بعد اس حضوری کو زوال نہیں ہے - اگر کبھی اس کیفیت میں فتور واقع ہو جائے تو وہ ضعف علم العلم میں ہوتا ہے نہ کہ عین علم حضوری میں ۲۳ -

جب تک عارف کے حواس باقی ہیں علم حصولی عوام الناس کی طرح باقی رہتا ہے - کیونکہ بشری امور کا ظہور اس پر موقوف ہے - اس علم

کو بارگاہ خداوندی میں ہرگز بار نہیں کیوں کہ حواس کا اس بارگاہ میں کوئی دخل نہیں۔

اس اشتباہ کا سبب یہ ہے کہ [سالک] علم العلم کے مغالطہ کو علم حضوری کا فتور سمجھ کر دوام حضور سے منکر ہو جاتا ہے۔ حضرت [عمر] فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اصلی واجہز الجیش“ (میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں) یہاں ان دونوں علوم کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ لشکر کی تیاری کا تعلق حصولی علم سے ہے اور نماز میں حضوری کا ہونا علم حضوری سے متعلق ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آنجناب کی نماز بے حضور نہیں ہو سکتی اور جہاد کی تدبیر تصور اسباب کے بغیر ممکن نہیں۔

پس جب تک دونوں طرح کے علم بیک وقت حاصل نہ ہوں [جو دو عبارتوں کا تداخل ہے] ۲۵] یہ دونوں کام ایک ہی وقت میں ایک شخص سے نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورت میں خلفہ ثانی [حضرت عمر] کے قول کے معنی بھی صحیح نہیں رہتے۔ فافہم [اس پر غور کرو] والسلام۔

پانچواں مکتوب

ان شبہات کے جوابات جو حضرت مجدد قدس سرہ کے کلام پر کیے گئے ہیں

برخوردار! ان شبہات کے متعلق جو بے وقوفوں کے نزدیک حضرت مجدد الف ثانی قیوم ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقالات کرامت آیات پر کیے جاتے ہیں، تمہارے سوالات نظر سے گزرے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ ان اعتراضات کی بنیاد جہالت ہے یا حسد پر۔ انکار کرنے کی رسم بہت پرانی ہے۔ اہل تعصب نے شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ [۱۰۰] اور دوسرے اکابر کی تکفیر میں بہت سے رسالے لکھے ہیں اور حضرت مجدد نے دفع دخل کے طور پر اپنے مکاتیب میں ان تمام شبہات کے جوابات دیے ہیں ۲۶۔ آپ کی اولاد امجاد میں سے حضرت شاہ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک مفصل رسالہ ۲۷ لکھا ہے اور حضرت مولوی فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

”کشف الغطا عن وجه الخطاء“ ۲۸ کے نام سے ایک مختصر رسالہ تالیف کیا ہے۔ ان جناب کے ایک مخلص مولانا محمد بیگ ترکی ثم الہکی نے بھی ایک رسالہ ”عطیۃ الوہاب الفاصلہ بین الخطا والصواب“ ۲۹ کے نام سے لکھا ہے۔ جو بطور سوال و جواب ہے اور محمد ہرزنجی ۲۰ شاگرد شیخ (ابراہیم) کردی ثم المدنی کے رسالہ کے رد میں مرتب کیا ہے اور عرب کے چاروں مذاہب کے علماء کی مہربیں اس پر ثبت کروائی ہیں۔

غیر معروف معارف جب ظاہر ہوتے ہیں تو حسد کا سبب بنتے ہیں اور مادۂ حسد ان معارفِ غیر متعارف کی بنا پر ہے جو آجناب (حضرت مجدد) سے قرونِ اولیٰ میں شیوع پذیر ہوئے۔ مشہود بالخیر قرونِ ثلثہ کے بعد پردہ کموں میں چلا گیا تھا۔ اور آپ (حضرت مجدد) کی طینتِ مطہرہ کی خصوصیت سے ظاہر ہوا۔ کیوں کہ یہ آنحضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طینتِ مقدسہ کا بقیہ تھا۔ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ پہلے ان مقالات کے قائل (فاعل) کی طرف نظر کی جائے، اگر وہ کتاب و سنت کا تابع ہے اور اس کے اکثر اعمال و اقوال میزان شریعت پر موزوں ہیں تو اس کے کلام کے متشابہات کی تاویل اس کے کلام کے محکمات کے موافق کی جائے یا اُسے ڈھکی چھپی باتوں کے جاننے والے یعنی خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ اور اُسے معذور سمجھا جائے۔ کیوں کہ اس قوم (صوفیہ) کو بہت سے عذر ہوتے ہیں۔ کبھی ان کی عبادات حال کے غلبہ میں ان کی سرادات کی مساعدت نہیں کرتیں اور کبھی معلومات کشفی میں وہم اور خیال کے مخلوط ہو جانے سے غلطی ہو جاتی ہے اور اس خطا میں وہ ”اجتہادی خطا“ کی طرح معذور ہیں اور کبھی ان کی اصطلاح کی اطلاع بہتر نہیں ہوتی پس ان امور کے پیش نظر اعتراض ترک کرنا لازم ہے۔ خاص طور پر حضرت مجدد کے کلام کرامت النظام پر اعتراض کرنا بالکل فضول ہے۔ کیوں کہ ان کے طریقے کی بنیاد اتباعِ سنت پر ہے، اور ان کی تصانیف ۳۱ بھی ایسی ہی نصیحتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اس فتنہ کے ہیجان کا بڑا سبب توحیدِ وجودی سے انکار اور توحیدِ شہودی کا ماننا ہے ۳۲ کیوں کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے لے کر آپ کے دور مبارک تک لوگوں کے ذہنوں پر وحدت الوجود کا مسئلہ چھایا ہوا ہے۔ حضرت مجدد کا توحیدِ وجودی سے انکار کرنا علمائے ظاہر کے انکار کی طرح نہیں ہے ۳۳ بلکہ جس مقام سے وحدت الوجود کے ماننے والے

ہات کرتے ہیں۔ آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اُسے تسلیم کرتے [۱۱۰] ہیں ۲۳۔ اتنا ضرور ہے کہ وہ اصلی مقام کو اس سے زیادہ بلند بتاتے ہیں اور غیریت کو جو خدا اور مخلوق کے درمیان ہے اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ وہ وجود حقیقی (جو خارج حقیقی میں متحقق ہے) کی وحدت میں مخل نہ ہو، وحدت الوجود کے ماننے والوں کے خلاف جو خلق اور خالق کے درمیان عینیت ثابت کرتے ہیں۔ وحدت وجود اور شہود کا مسئلہ دیگر خطوط میں علیحدہ لکھا گیا ہے۔ والسلام۔

چھٹا مکتوب

بعض شبہات کا جواب

حمد و صلوة کے بعد فقیر جان جانان کی طرف سے مولوی صاحب ۳۵ مہربان سلمہ الرحمن مطالعہ فرمائیں۔ آپ کا ایک طویل التفات نامہ ملا۔ جس میں حضرت قیوم ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے ”مقالات کرامت سات“ پر شبہات کیے گئے ہیں۔

مخدوما! یہ شبہات صرف اس لیے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی کی اصطلاحات ۳۶ کو اچھی طرح سمجھا نہیں گیا۔ اگر حضرت کے مکتوبات کی تین جلدیں میسر ہوں تو ان کا مطالعہ کریں، اطمینان ہو جائے گا۔ (خاطر جمع ہو جائے گی)۔ تعمیل ارشاد کے طور پر میں چند باتیں لکھتا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ حضرات صوفیہ لفظ وجود کے معنی تین طرح سے کرتے ہیں۔ ایک وجود بمعنی کون (ہونا) اور حصول یعنی حاصل ہونا جو کہ امر التزاعی اور معقول ثانوی ہے، دوسرے وجود منبسط جو پہلے معنی کے التزاع کو متغیر کرنے والا اور صادر اول ہے، یہ جو التزاع معنی اول کے منشا اور ظاہر وجود کا، دونوں وجود ذات باری تعالیٰ سے متاخر ہیں اور ذات ان دونوں وجود سے مصدر آثار نہیں ہو سکتی۔ تیسرا وجود وہ ہے جو اول الاوائل اور مبداء المبادی ہے، اور اس قوم (صوفیہ) کے خیال میں عین ذات ہے، اور ذات اس وجود سے

مصدر آثار ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ذات تعالیٰ خود اپنے آثار کا مصدر ہے۔ جب وجود اور ذات حقیقت میں ایک ہوں تو آثار کے صادر ہونے کو چاہے وجود سے منسوب کرو چاہے ذات سے مطلب ایک ہی ہے۔ پس یہ اختلاف لفظی ہے۔ تسلسل کو یہاں کیا دخل ہے، تسلسل تو اس وقت لازم آتا ہے جب وجود حق تعالیٰ کسی دوسرے موجود سے مستفاد ہوتا اور اس وجود سے مصدر آثار ہوتا اس موحود کا بھی ایسا ہی حال ہوتا ہے، آپ (حضرت مجدد) کا لفظ وجود کائنات خداوندی پر اطلاق کرنا اور حمل بالمواطیات ۳۸ سے ایک دوسرے سے بچنا احتیاط کی وجہ سے ہے، کیوں کہ شرع میں یہ اطلاق کہیں وارد نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات توفیقی ہیں۔

تمہارے دو شبہ جو حقیقت مجددی صلی اللہ علیہ وسلم اور حقیقت مجددی پر حقیقت کعبہ کی فضیلت کے بارے میں ہیں وہ مکتوبات کی تیسری جلد ۳۹ سے رفع ہو جائیں گے۔ ان شبہات کا جواب تو بہت طویل ہوگا ۴۰۔

جو کچھ آپ نے [۱۱۱] حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول :

قدسی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ

(میرا پاؤں تمام اولیاء کی گردن پر ہے)

کے بارے میں لکھا ہے اگر معاصرین سے مخصوص کریں تو ان جناب پر کیا نقصان عاید ہوتا ہے اور ادب کی وجہ سے متقدمین کو مستثنیٰ کرنا لازم ہے۔ کیوں کہ ان میں کچھ حضرت غوث الثقلین کے مشائخ اور اجداد ہیں ۴۱۔ اس حدیث کے مطابق :

لا یدری اولہ خیر ام آخرہ ۴۲

[امت کے بارے میں از خود یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ

(دین پھیلانے میں) اس کا اول بہتر ہے یا آخر]

متاخرین مستثنیٰ ہو جاتے ہیں کیوں کہ تقدیم اور تاخیر نسبی امر ہے۔ اور وہ ہر متاخر کا ایک متاخر ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا متاخر ان سے افضل ہو۔ (کلمات نبوت کے علاوہ دیگر کلمات قطعی طور پر ختم نہیں ہوئے) ۴۳ آپ کے التفات نامہ کے مطابق میں حق

اور باطل میں فرق کرنے پر مامور تھا اور :

الماسور معذور اللہم ارننا الحق حقا و ارننا الباطل باطلا
(جو کسی کام پر مامور ہو معذور ہوتا ہے ، اے خدا تو سچ
کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دکھا) والسلام

ساتواں مکتوب

حمد و صلوات کے بعد قبر جان جانان کی طرف سے مطالعہ فرمائیں ۔
آپ کا التفات نامہ ملا ، جس میں آپ نے دریافت کیا تھا کہ جناب قیوم
ربانی مجدد الف ثانی اور محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
میں سے کس کو الفضیلت حاصل ہے ؟

مخدوما ! فضیلت کی دو قسمیں ہیں ، جزوی اور کلی ۔ ظاہر ہے کہ
آپ کا سوال جزوی فضیلت کے بارے میں نہیں ہے ، اور فضل کلی قرب الہی
کے زیادہ ہونے پر منحصر ہے ۔ اس کا تعلق باطن سے ہے ، اور عقل کو
اس سے کوئی سروکار نہیں ۔ مگر مناقب کی کثرت یا قلت سے مطلب کا سراغ
لگایا جا سکتا ہے ۔ لیکن افادہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور نقل عبارت
ہے کتاب و سنت اور قرن اول کے اجماع سے ، یہ بھی ظاہر ہے کہ دونوں
بزرگوں کے وجود مبارک کتاب و سنت اور اجماع کے ورود سے متاخر ہیں
اور شرع کے یہ تینوں اصول اس سلسلہ میں خاموش ہیں ۔ کشف میں غلطی کا
احتمال ہے ۔ اور مخالف پر حجت نہیں ، اور مریدوں کے اقوال قابل اعتبار نہیں
کیوں کہ مریدوں کو اپنے پیروں سے غلو کی حد تک محبت ہوتی ہے ، اور
ایسا صاحب کشف بھی نظر نہیں آتا ، جو ان دونوں حضرات کے کہالات
کا احاطہ کر سکے اور ان میں سے کسی ایک کی فضیلت کلی کا قطعی فیصلہ
کرے ، اس لیے سلامتی کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اس کو علم الہی
کے سپرد کر دیا جائے اور ایسی فضول باتوں سے اجتناب کیا جائے ، اور
ان دونوں بزرگوں کے فضائل کا قائل ہونا چاہیے ۔ اس باب میں لب کشائی
بے ادبی ہے کیوں کہ یہ مسئلہ دینی ضروریات میں سے نہیں ہے کہ اس
پر بات کرنا لازم ہو ، وہ انتہائی محبت جو ہمیں حضرت مجدد الف ثانی
قدس سرہ سے ہے ، کے سامنے دم مارنا مناسب نہیں ہے ۔ کیوں کہ یہ

بات عقل کی حدوں سے گزر گئی ہے ۴۴ :

ہرگز [۱۱۲] در بیش و کم نمی باید زد
از حد ہروں قدم نمی باید زد
عالم ہمہ مرات جمال ازلی است
می باید دید و دم نمی باید زد ۴۵

آٹھواں مکتوب

ان دو مفہوم کی تطبیق جو حضرت مجدد کے کلام سے معلوم

ہوتے ہیں

مخدوما! آپ نے تحریر کیا ہے کہ حقائق ممکنات کے مسئلہ میں حضرت مجدد کا مکشوف یہ ہے کہ واحدیت کے مرتبہ میں جو خانہ علم الہی میں کالات الہیہ کی تفصیل سے عبارت ہے، ہر صفت کمال کے مقابلے میں اس صفت کے عدم اضافی نے ثبوت اور تمائز پیدا کیا ہے۔ جیسے علم کی صفت کے مقابلہ میں عدم العلم جسے جہل سے تعبیر کیا جاتا ہے ۴۶۔ علی بذالقیاس۔

وہ تمائز کرنے والے اعدام آئینوں کے مقابلے کی وجہ سے ان صفات کے الوار یا پرتو بن گئے ہیں اور تعینات عالم کے مبادی اور ممکنات کے حقائق بن گئے ہیں۔ یہ اعدام ان حقائق کے مواد کی جگہ ہیں اور ان میں عکوس اور ظلال صور حالہ کی جگہ ہیں۔ اسی وجہ سے ممکنات کے اعیان خارجیہ ان حقائق کے مرکز پر مصدر آثار ہوئے ہیں۔ وجود اور عدم دونوں قبول کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے خیر از شر کے مصادر ہوتے ہیں، حضرت مجدد کا مکشوف یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام والصلوة کی تعینات کی مبادی صفات ہیں۔ یہی ظلال مذکورہ کے اصول ہیں۔ اور وجود وجوب رکھتے ہیں۔ اس لیے چاہیے کہ ان حضرات کے حقائق میں عدم داخل نہ ہو حالانکہ یہ حضرات بھی ممکنات میں سے ہیں۔ اور آپ کی تحقیق کے مطابق ممکن کی حقیقت بے خلط عدم نہیں ہوتی۔ تو پھر تطبیق کی وجہ کیا ہے ۴۷؟

مخدوما ! چونکہ علم الہی میں وجودات صفات مقدسہ اور اعدام متاثرہ کے درمیان مقابلہ اور محاذات مقرر ہیں اس لیے جس طرح اعدام آئینہ صفات ہو گئے ہیں ، صفات بھی ان اعدام کے آئینہ ہو گئے ہیں ۔ لیکن یہاں معاملہ الٹا ہے کہ صفات مادے کی جگہ ، اور اعدام صور حالہ کی بجائے ہیں ۔ اس صورت میں جہت عدم حقیقت اور جہت وجود قوی ثابت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے شر کا صدور نہیں ہوتا لیکن ان کا خارجی وجود عدم اور وجود دونوں کو قبول کرتا ہے امکان کا ثبوت دینے کے لیے ان حضرات کے حقائق میں عدم کا اتنا دخل کافی ہے ۔ والسلام ۔

لواں مکتوب

اس قول کی توضیح کہ جب تک صوفی خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے ، کافر فرنگ سے بدتر ہے

آپ نے پوچھا تھا کہ ایک بزرگ ۳۸ کا قول ہے [۱۱۳] کہ جب تک ایک صوفی خود کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے ، کافر فرنگ سے بدتر ہے ۔ یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے ؟ کیوں کہ صوفی مومن ہے ۔ اور کبھی وہ عالم اور متقی بھی ہوتا ہے ۔ صحو اور افاقہ کی حالت میں اپنے اوصاف اور اعراض کا علم بھی رکھتا ہے ۔ ایک ہی نوع کے افراد میں ایک کی دوسرے پر فضیلت کا انحصار انہی لوصاف اور اعراض پر ہے نہ کہ ذات اور حقیقت پر ، اس لیے اس علم کے باوجود کہ کافر فرنگ کفر و معاصی سے متصف ہے اور اس علم کے باوجود کہ صوفی ایمان اور فضائل سے بہرہ ور ہے کس طرح خود کو اس سے بدتر سمجھ سکتا ہے ؟ اور اگر لکھنا ایسا کرتا ہے تو وہ ان فضائل کو اس کے ردائل سے برا سمجھتا ہے ۔

اس عقیدے کی خرابی شرعاً و عقلاً ظاہر ہے ۔

مخدوما ! ہمارے مجددی حضرات کے مذہب میں حقائق ممکنات ، اعدام اضافیہ اور صفات حقیقیہ کے ظلال سے مرگب ہیں ۳۹ ۔ یعنی اعدام نے علم الہی میں اسماہ و صفات کے تقابل کی وجہ سے علم الہی میں ثبوت

پیدا کر دیا ہے۔ اور اسماء و صفات کے انوار کے آئینے بن کر تعینات عالم کے مبادی ہو گئے ہیں، اور خارج ظلی میں کہ ظل خارج حقیقی ہے، خدا کی قدرت سے وجود ظلی میں موجود ہیں۔ اس ترکیب کی وجہ سے آثار خیر و شر کے مصدر ہونے ہیں۔ عدم ذاتی کی وجہ سے کسب شر کرتے ہیں۔ اور وجود ظلی کی وجہ سے کسب خیر۔ یہ پوشیدہ بات نہیں ہے کہ عالم حسن میں جب کوئی شخص سورج کی روشنی سے لبریز آئینہ کو دیکھے تو پہلی مرتبہ اسی روشنی کو دیکھتا ہے نہ کہ آئینہ کو، کیوں کہ آئینہ تو انوار کی کرنوں سے مستور ہو گیا ہے اور ذات پر نگاہ گرے گا تو اس تعین مراقی کو دیکھے گا نہ کہ انوار کو، کیوں کہ اس کی نظر ظاہر پر نہیں ہے۔ پس صوفی کی نظر نیک و بد اشیاء کے ظاہر پر ان مظاہر کے وجود کے سبب جو اس میں ظاہر ہیں اور مصدر خیر و شر ہوتے ہیں، پڑتی ہے۔ اس وجود کی وجہ سے جو اس میں ظاہر ہونے والا ہے، خیر ہوا ہے۔ اور جب خود دیکھتا ہے تو اس کی نظر اپنے عدم ذاتی کی جہت پر پڑتی ہے، جو منشاء شر ہے، خود کو خیر و کمال سے مطلقاً عاری ہانے کا، اور وہ خیر و کمال جو اس نے وجود سے عاریتاً حاصل کیے ہیں ان میں اپنا بن ہانے کا۔ اس لیے مجبوراً خود کو کافر فرنگ اور دوسری اشیاء بد سے کمتر سمجھے گا۔

یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کے کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کامل صوفی کبھی اپنی طرف خیر و کمال کو منسوب نہیں کرتا، بلکہ الہیں مستعار سمجھتا ہے۔ فنائے تام اور مشہود صحیح کے حاصل ہونے کے معنی بھی یہی ہیں، اگر صوفی کی نظر اپنی جہت وجود [۱۱۴] اور اپنے مستعار انوار پر پڑتی ہے اور اس کی جہت مراتیب جو کہ عدم ہے مستور ہو جاتی ہے تو پھر وہ ”انا الشمس“ کا دعویٰ کر دیتا ہے۔ اور حسین بن منصور رحمہ اللہ علیہ کے ”انا الحق“ کہنے کا یہی راز ہے۔ اگرچہ وہ اسے دیکھنے سے معذور تھے، لیکن دیکھنے میں خطا کی، اور مگر کے غلبہ کی وجہ سے جہت عدم اور جہت وجود میں تمیز نہ کر سکے۔ ۵۰۔ اور اس راستے کے بہت سے سالکوں سے ایسی غلطی ہو جاتی ہے۔ سوائے اس شخص کے جسے خدا اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت سے محفوظ رکھے۔

دسواں مکتوب

اس شبہ کا ازالہ کہ ”ایک ولی جو شدید مرض میں مبتلا ہوئے لیکن اس مرض سے شفا کے لیے دعا نہیں کی، جب کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا دفعِ مرض کے لیے دعا کرنے سے ولی کے صبر کی پیغمبر کے صبر پر فضیلت لازم آتی ہے

آپ نے لکھا تھا کہ ایک بزرگ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح ایک بڑی بلا میں گرفتار ہوئے، اور ایک بزرگ ان کی عیادت کے لیے گئے تو پوچھا کہ کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ حال تو ظاہر ہے۔ لیکن ابھی تک میں نے ربہ انی مسنی الضراۓ (اے خدا مجھے تکلیف نے گھیر لیا ہے) نہیں کہا۔ یعنی حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح نہ تنگ آیا اور نہ ہی امان اور پناہ مانگی۔ ایسی صورت میں اس بزرگ کا مقام صبر حضرت ایوب کے مقام صبر سے بلند معلوم ہوتا ہے، چونکہ مقام صبر بہت ارفع ہے۔ اس لیے اس ولی کی حضرت ایوب علیہ السلام پر فضیلت لازم آتی ہے (لیکن یہ بات اجماع کے خلاف ہے ۵۲) اس لیے اس شبہ کا حل لازم ہے۔

جواب: بخدوما! بظاہر یہ شبہ وارد ہوتا ہے، لیکن اگر غور کریں تو اس میں شبہ کی گنجائش نہیں ہے، حضرت ایوب علیہ السلام نے تو لکھا تھا:

ربہ انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین ۵۲

(اے خدا مجھے مصیبت نے گھیر لیا ہے اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے)

لیز یہ بھی کہا تھا:

انی مسنی الشيطان بنصب و عذاب ۵۳

(اے خدا شیطان نے مجھے مصیبت و ایذا میں مبتلا کیا ہے)

بظاہر یہ آیات بے صبری اور بے تابی کی دلیل ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ جو غنی اور دلوں کا جاننے والا ہے، فرماتا ہے:

انا وجدنا صابراً لعم العبد الہ او اب ۵۵

(ہم نے اُسے صابر اور اپنے بندوں میں اچھا پایا وہ بے شک ہماری

طرف بہت رجوع کرنے والا ہے)

اس لیے معلوم ہوا کہ ان کی یہ بے صبری بھی صبر کا ایک لطیفہ ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ان کی بے صبری کے باوجود ان کے صبر کا اقرار نہ کرتا، اس کا راز یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا نفس شریف مدت دراز تک مختلف مصائب مثلاً مال اور اولاد کی ہلاکت، مرض کی شدت، فقر اور لوگوں کی ان سے (اور ان کے ساتھیوں سے ۵۶) نفرت و حقارت پر صابر رہا۔ ۵۷ اور جب نزول رحمت کا وقت قریب آ گیا تو انہیں یہ محسوس ہوا کہ ان مصائب کا حل آہ و زاری پر منحصر ہے۔ اس وقت بے صبری کا اظہار ادب ہے تو آپ مقام صبر سے ترقی کر کے مقام رضا میں پہنچے، جو کہ قرب کے تمام مقامات پر فوقیت رکھتا ہے اور بے صبری کی عار پر صبر کیا، اور آہ و زاری کرنے لگے، اس ادب کے صلہ [۱۱۵] میں ”نعم العبد“ ۵۸ بنے اور ”انہ اواب“ ۵۹ (تحقیق وہ بہاری طرف رجوع کرنے والا ہے) کے منصب کا خلعت ملا۔ کیوں کہ اواب مشتق ہے، اواب سے جس کا مطلب ہے ”رجوع“ یعنی اتنے سال کے صبر کی وجہ سے آپ نے اپنے نفس کی خواہش کی طرف رجوع نہیں کیا، بلکہ خدا کی رضا کی طرف رجوع کیا (کہ اظہار بے صبری اس وقت منظور تھا ۶۰)۔ الحمد للہ خدا نے ان کے صبر کی داد دی اور ظاہری بے صبری کے باوجود ان کے باطن کے حال کو پیش نظر رکھ کر ان کے صبر کا اثبات کیا اور فرمایا:

انا وجدناہ صابراً نعم العبد انہ اواب

(۶۱) نے اے صبر کرنے والوں اور اچھے بندوں میں پایا، بے شک وہ بہاری طرف رجوع کرنے والا ہے)

اور جو کچھ حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نص ایوبی میں فرماتے ہیں کہ غیر سے شکوہ کرنے سے اپنے نفس کو باز رکھنے کا نام صبر ہے تو حضرت ایوب نے کسی غیر سے شکوہ نہیں کیا۔ اپنا حال خدا کے حضور پیش کیا اس لیے صبر ترک نہیں کیا ۶۱۔ اس شبہ کا جواب ابھی مکمل نہیں ہوا، جب اس ولی نے خدا سے آہ و زاری نہیں کی اور دم نہیں مارا تو اس ولی کے صبر کی فضیلت اس نبی کے صبر پر ہنوز باقی ہے۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ ولی کو نبی پر فوقیت نہ ہو، اس لیے چارے ولی نے جو کلمات نبوت کے مذاق سے اور حقیقت عبودیت اور کمال مقام رضا کی خبر نہیں رکھتا، جو کچھ اس نے سکر کے غلبے میں گہا ہے وہ اس سے معذور ہے ۶۲۔ والسلام

گیارہواں مکتوب

ذکر جہر اور ذکر خفی کا بیان ۶۳

حمد و صلوة کے بعد واضح رہے کہ بعض حنفی فقہا نے ذکر جہر کے الکار میں غلو کیا ہے۔ اور اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے ۶۳۔ اور کچھ محدثین نے ثابت کیا ہے کہ ذکر جہر کی شرعی حیثیت ہے اور ذکر جہر کو ذکر خفی پر فضیلت دی ہے ۶۵ (دراصل) دونوں فریق افراط و تفریط کے شکار ہیں۔ اور انصاف سے نہیں کہتے، یہ مقام تحقیق طلب اور محاکمہ چاہتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ لفظ ذکر کا مطلب ہے یاد کرنا۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ اول ذکر لسانی، اس میں قلب کے آگاہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات اعتبار سے ساقط اور غفلت کی اقسام میں سے ہے ۶۶۔ دوسرے ذکر قلبی ۶۷ ہے، جس میں زہاں حرکت نہ کرے، صوفیہ کی اصطلاح میں یہ ذکر خفی ہے۔ صوفیہ کے مراقبات کی بنیاد اسی پر ہے، اور تمام سلاسل تصوف کا یہی معمول ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ کبھی ذات بحت کا حضور مراد ہے جو صفت کے ملاحظہ کے بغیر ہے اور کبھی اس کی صفات کے ملاحظہ سے، یہ دونوں وجوہ اس آیت سے ماخوذ ہیں:

و اذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خیفۃ و دون الجہر من القول
بالغدو والاصال ۶۸

(اور صبح و شام اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور ڈر سے
آواز نکالے بغیر یاد کرو)

دوسرے مذکور کی حضوری چاہتا ہے۔ اس کی نعمتوں اور بخششوں کے منسوبات کو ملاحظہ کر کے موثر پر اثر کے استدلال کا یہ طریقہ ہے۔ شرع کی زبان میں اسے فکر سے تعبیر کرتے ہیں جو یقین کے زیادہ ہونے کے لیے مفید ہے۔ اور کتاب و سنت اس کے فوائد سے بھری پڑی ہے ۶۹۔

ذکر کی تیسری قسم ذکر لسانی ہے جو ذکر قلبی کے ساتھ کیا جائے، [۱۱۶] ذکر کی تمام اقسام میں یہ سب سے مکمل قسم ہے ۷۰، اس کی بھی دو اقسام ہیں۔ ایک یہ کہ ذاکر ذکر میں اسماغ نفس پر اکتفا کرے

اور اسی کو شرع کی زبان میں ذکر خفی کہتے ہیں ۴۱ جو اس آیت سے ماخوذ ہے :

ادعوا ربکم تضرعاً و خفياً اللہ لا یحب المعتدین ۴۲
(اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کرو، بے شک حد سے بڑھنے والے اُسے پسند نہیں)

دوسرا ذکر وہ ہے جو دوسروں کو بھی سنائی دے اُسے شرع میں جہر کہتے ہیں۔ اور خاص موقعوں پر بعض مصلحتوں کی وجہ سے جہر کو خفی پر افضلیت ہے۔ لیکن مطلق افضل نہیں ہے۔ جیسا کہ ”صلوٰۃ جہریہ“ میں اذان اور قرأت جہر سے پڑھنا کیوں کہ اس کا مقصد سوتے ہوئے لوگوں کو بیدار کرنا اور غافلوں کو تنبیہ کرنا ہے ۴۳۔

ذکر خفی میں یہ حکمت ہے کہ نفس عمل سمع اور ریا سے پیدا ہونے والے فساد سے محفوظ رہتا ہے، جو قبول عمل میں مانع ہے۔ ذکر خفی کی ذکر جہر پر فضیلت کتاب و سنت سے ثابت ہے ۴۴۔ بلکہ اس حدیث کے مطابق تو ذکر جہر سے منع کیا گیا ہے ۴۵ :

انکم لا تدعون اصم و لا غائباً ۴۶

(بے شک تم بھرے اور غائب کو نہیں پکارتے)

مخصوص کیفیات کے ساتھ ذکر جہر اور مراقبات اطوار معمولہ ۴۷ کے ساتھ جو دور آخر میں رواج پا گئے ہیں، کتاب و سنت سے ماخوذ نہیں ہیں۔ بلکہ حضرات مشائخ نے الہام اور اعلام کے طور پر اخذ کیے ہیں، ورنہ شرع اس باب میں خاموش ہے۔ یہ دائرہ اباحت میں داخل ہے، اور اس میں فائدہ یقینی ہے ۴۸ اور انکار کرنا ضروری نہیں اور ظاہر ہے کہ جو کتاب و سنت سے ثابت ہو وہ اس سے بہتر ہے جو کتاب و سنت میں نہیں۔ اگرچہ وہ کسی وجہ سے بھی مباح اور مفید ہو۔

شداد بن اوس کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہر سے کلمہ طیبہ کے ذکر کی جو تعلیم دی وہ اوسط درجے کا جہر تھا نہ کہ مروجہ جہر، جیسا کہ اس حدیث کے شروع میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ بند کرنے کا حکم فرمایا، اس کے بعد ذکر کی تعلیم دی جو

مکمل اخفا کی طرف اشارہ کرتی ہے ۷۹۔ گفتگو جہر کے جواز یا عدم جواز کی نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کی فضیلت میں ہے ۸۰۔ ذکر جہر کو مطلقاً ذکر خفی پر فضیلت دینا نصوص سے انکار کرنے کے مترادف ہے اور ذکر جہر کی تمام اقسام کا انکار کرنا بھی ایسا ہی ہے، بعض مواقع پر جہر کی شرعی حیثیت موجود ہے۔ ذکر خفی میں مراقبات معمولہ کا مسنون ہونا ثابت ہے۔ اور اس ذکر جہر کی مشروعیت جو متاخرین میں راجح ہے، فضول ہے، چہ جائے کہ اس کی فضیلت ثابت کی جائے ۸۱ اور دونوں فریقوں میں جو لوگ مجادلہ کرتے ہیں وہ کسی طرح قابل قبول اور لائق التفات نہیں اور افراط و تفریط تو بہت بری ہے۔ اعتدال ہی اچھا ہے، بہتر کلام وہ ہے جو مختصر اور مدلل ہو۔

والسلام علی من اتبع الهدی والزم متابعة المصطفیٰ علیہ التحیة والثناء
(سلاستی ہو اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا اور محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ و سلم کی پیروی کو اپنے لیے لازم کیا)

بارہواں مکتوب

سماع کے باب میں

مخدوما! سماع کے مسئلہ میں [۱۱۷] ائمہ فقہا اور حضرات صوفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سخت اختلاف ہے ۸۲۔ پہلا فرقہ فساد کے دروازے کو بند کرنے کی مصیحت سے کہتا ہے کہ سماع قطعی حرام ہے۔ دوسرا فرقہ غلبہ ذوق کے تقاضے سے اسے مطلقاً حلال بتاتا ہے۔

لیکن انصاف یہ ہے کہ سماع دو قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ کوئی شخص جو فتنہ کا باعث نہ بنے موزوں کلام کو موزوں آواز میں محذور شرعی کی مداخلت کے بغیر گائے اور سننے والوں کو باطن میں اس سے کوئی فساد پیدا ہونے کی بجائے ان کے دل میں خوشی یا حزن پیدا ہو، سماع کی یہ قسم البتہ مباح ہے، کیوں کہ یہ مرکب ہے دو مباح چیزوں یعنی کلام موزوں اور آواز موزوں سے۔ تو پھر یہ کس طرح غیر مباح ہو، نیز قرن اول میں شرعی تقریبات مثلاً نکاح اور ولادت کے مواقع پر اکابر کا معمول رہا

ہے ، اور امت کے اتقیاء و علماء نے کبھی کبھی ایسا کیا ہے ۔ جیسا کہ حدیث کی کتابوں سے ظاہر ہے ۔ لیکن ان بزرگوں سے یہ عمل اتفاقاً ہوا ہے ، انہوں نے اس کا کبھی التزام نہیں کیا ۸۳ ۔

دوسری قسم وہ ہے جسے ”غالی متاخرین“ نے رواج دے کر اتنا گو پہنچا دیا ہے ، اور بہت سے غیر شرعی امور کو ان میں شامل کر دیا ہے ۸۴ ۔ اس قسم کے سماع میں جس قدر غیر مباح امور شامل ہوں گے یہ اسی قدر حرام ہوگا ، اور محرمات کے مباح ہونے کا اعتقاد متفقہ طور پر کفر تک پہنچ جائے گا ۸۵ ۔

ارباب کمال میں سے اگر ایک جماعت ”سماع مباح“ سے رغبت نہیں رکھتی تو یہ ان کے ذوق کی بات ہے نہ کہ شرعی احکام کی ۔ مثلاً شراب پینے والا میٹھی چیز پسند نہیں کرتا اور افیون کھانے والا نمکین چیز سے رغبت نہیں رکھتا ، حالانکہ ان میں سے ایک دوسرے کی نقل کو حرام نہیں کہتا ۔ اسی طرح سلسلہ چشتیہ کے حضرات ۸۶ کی نسبت کا نشہ شراب کے نشے کی طرح ہے وہ سکوت کی بجائے شور و نغامت سے لطف اندوز ہوتے ہیں ۔

طریقہ نقشبندیہ کے بزرگوں کی نسبت افیون کے نشے کی طرح ہے ۔ یہ شور اور ہنگامے کی بجائے سکوت سے محظوظ ہوتے ہیں ۔ پس اس اختلاف کی وجہ ذوق طبع ہے نہ کہ دین و شرع ۔ تمام طریقوں کے اکابر دین و ملت کے تابع ہیں نہ کہ حرص و ہوا کے ، نیز غیر مباح سے اجتناب کرنے کے سلسلہ میں سب متفق ہیں اور دونوں سلسلوں کے جہلا قابل اعتقاد نہیں ۸۷ ۔ افراط و تفریط ممنوع ہے ۔

اس مسئلے کی تفصیل کے لیے امام حجة الاسلام غزالی ۸۸ اور شیخ الشیوخ مہروردی ۸۹ وغیرہ جیسے محققین کی کتابیں دیکھنی چاہئیں ۔

خدا کا شکر ہے کہ بندہ سماع غیر مباح سے قائب اور سماع مباح کو ترک کر چکا ہے ، اباحت و غیر اباحت کے عقیدہ میں کتاب و سنت کا تابع ہے [۱۱۸] ذوق و وجدان کے متعلق اس سے زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے ، اس سلسلہ کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ صحیح احوال اور بلند مقامات کے بزرگوں نے سماع مباح میں اپنی جائیں دی ہیں ۹۰ اور جو علمائے صوفیہ کے مذاق سے واقف ، عقل سلیم اور اچھا ذوق رکھتا ہے وہ

اس تحریر کی قدر جانتا ہے ۹۱ - پس بہترین کلام وہی ہے جو مختصر اور مدلل ہو - والسلام -

تیرھواں مکتوب

مسئلہ جبر و اختیار

مخدوما! جبر و اختیار کے مسئلہ میں علماء نے بہت گچھ کہا ہے ۹۲ - لیکن دل کو ابھی تک تسلی نہیں ہوئی چونکہ بعض دینی مقدمات کو سمجھنے کے لیے عقل کافی نہیں ہے ، ورنہ بندوں کی اصلاح کے لیے وحی کے نزول کی ضرورت نہ ہوتی -

جاننا چاہیے کہ مستقل اختیار اور جبر محض کا دعویٰ کتاب و سنت سے انکار کو لازم کرتا ہے - کیوں کہ بندوں کے اعیان کی طرح ان کے اعمال بھی قرآن (نصِ جلی) کے مطابق خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں ، پھر مکمل اختیار کہاں ہوا ؟ اور مجبور انسان سے مواخذہ کرنا محض ظلم ہے اور عقل و شرع کے مطابق اللہ تعالیٰ جل شانہ سے ظلم ممکن نہیں ، پھر جبر محض کس لیے ؟ یہ ظاہر ہے کہ ہمارے افعال حرکات کی طرح مرتعش نہیں ہوتے ، بلکہ علم ، ارادہ اور قوت کے ساتھ چلتے ہیں - پس یہی اختیار کا حصہ اور فعل اختیاری کا مطلب ہے - لیکن ان تینوں قوتوں کا ظاہر ہونا ہمارے اختیار میں نہیں ہے - پھر جب بھی خدا چاہتا ہے الٰہی دیتا ہے - اور یہی حصہ جبر اور فعل اضطراری کا مطلب ہے - چونکہ اختیار تام اور جبر محض متحقق نہیں ہوا اس لیے یہ امر متوسط ہے - جیسا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب سے ظاہر ہے جو الٰہوں نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو دیا تھا کہ :

لا جبر و لا تفویض ولكن امر بین امرین

(السان نہ تو مجبور محض ہے اور نہ تمام اختیار اسے دیا گیا ہے

بلکہ معاملہ دونوں کے درمیان ہے)

اور شرع میں اس امر متوسط کو لفظ کسب سے تعبیر کرتے ہیں - اور فعلِ عباد کے علاوہ اس لفظ کا اطلاق کہیں اور نہیں کیا جاتا - پس معلوم

ہوا کہ ہمارے افعال جبر و اختیار کا مجموعہ ہیں۔ اور اسی اختیار ضعیف پر تکلیف کا انحصار ہے۔ پس بندوں کے اسی اختیار ضعیف کے باعث ہی رحمت کو غضب پر سبقت دی ہے۔ حالانکہ صفات اللہ میں کوئی صفت دوسری صفت پر سبقت نہیں رکھتی۔ جب خدا کے افعال ہمیشہ علم، ارادہ اور قدرت کی وجہ سے ہیں اور افعال عباد میں ان تین صفات کی مسبوقیت کی وجہ سے ایک طرح افعال خداوندی سے مشابہت رکھتے ہیں، اور حرکات اضطراری جو مجبور محض ہیں مناسبت نہیں رکھتیں۔ اگر محاسبہ ان افعال کی طرف توجہ کرے تو یہ [۱۱۹] انصاف کے منافی نہیں ہے ۹۳۔

طریقہ صوفیہ کے مطابق حصہ اختیار کو اس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک ذرات کائنات میں سے ہر ذرہ میں اپنے تمام کمالات کے ساتھ خدا کا وجود ہے۔ یہ ظہور جزوی نہیں، بلکہ ہر ذرہ میں کل کا ظہور ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کا وجود بسیط حقیقی ہے۔ اس کے حصے نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہتے ہیں :

کل شی فیہ کل شی

(ہر چیز میں ہر چیز ہے)

چونکہ اختیار بھی صفات و شان خدا میں سے ایک صفت اور ایک شان ہے، پس یہ لازم ہوا کہ مظاہر کائنات کے ہر مظہر میں خصوصاً انسان میں جو منصب خلافت سے مشرف ہے کچھ حصہ اختیار کا بھی متحقق ہو، اگرچہ وہ ضعیف ہے، تکلیف اور امر و نہی کی بنیاد اسی پر ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور خیر الوریٰ پر درود و سلام۔

چودھوان مکتوب

آلین کفار ہند کا بیان

آپ نے پوچھا تھا کیا کفار ہند بھی مشرکین عرب کی طرح لے اصل دین رکھتے ہیں یا اس کی کوئی اصل تھی (جو بعد میں) منسوخ ہو گئی۔ اور ان کے پیشروؤں کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے ۹۴؟

تحقیق و انصاف کے ساتھ اجالا ۹۵ لکھا جاتا ہے، جاننا چاہیے کہ

اہل ہند کی قدیم کتابوں ۹۶ سے جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ نوع الساقی کی پیدائش کے آغاز میں رحمت الہی نے ان کی دلہا اور عاقبت کی اصلاح کے لیے ”پید۹۷“ نامی ایک کتاب برہما ۹۸ نام کے ایک فرشتے کے ذریعے بھیجی تھی، جو دنیا کی ایجاد کا وسیلہ ہے، یہ کتاب چار دفتروں پر مشتمل ہے اور احکام امر و نہی اور ماضی و مستقبل کی خبریں اس میں درج ہیں۔ اس کے مجتہدوں نے اس میں سے چھ مذاہب نکالے ہیں۔ اور اصول عقائد کی بنیاد اس پر رکھی ہے۔ اور اسے ”دھرم شاستر“ کا نام دیا ہے یعنی فن ایمانیات جو علم کلام ہی ہے۔ نوع انسانی کو چار فرقوں میں تقسیم کیا ہے اور اس کتاب سے چار مسلک نکالے ہیں۔ ہر فرقہ کے لیے ایک مسلک مقرر کیا ہے۔ اور فروعی اعمال کی بنیاد اس پر رکھی ہے، اسے الہوں نے ”کرم شاستر“ کا نام دیا ہے۔ یعنی فن عملیات، جسے ہم علم فقہ کہتے ہیں۔ چونکہ وہ نسخ احکام کے منکر ہیں ۹۹ اور ہر دور اور زمانے کے اہل دانش کی طبیعتوں کے مطابق تبدیلی لازم ہے۔

دلہا کی طویل عمر کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور ہر حصے کا نام ”جگ“ ۱۰۰ رکھا ہے۔ اور ہر جگ کے لیے چاروں دفتروں سے طریقہ عمل اخذ کیا ہے۔ ان کے متاخرین نے اس میں جو تصرفات کیے ہیں وہ ساقط الاعتبار ہیں۔ ان کے تمام فرقے توحید باری تعالیٰ پر اتفاق رکھتے ہیں ۱۰۱۔ اور دنیا کو مخلوق جانتے ہیں۔ دنیا کے فنا ہونے، نیک و بد اعمال کی جزا، حشر اور حساب کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو علوم عقلی و نقلی، ریاضات، مجاہدات، تحقیق معارف [۱۲۰] اور مکاشفات پر یدِ طولیٰ حاصل ہے۔ (ان کے کتب خانے اب تک محفوظ ہیں اور ان لوگوں میں بت کی رسم الوہیت میں شرک کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت دوسری ہے ۱۰۲) ان کے عقلا نے انسانی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ تحصیل علوم دوسرا حصول معاش اور اولاد، تیسرا اعمال کی صحت اور نفس کی اصلاح اور چوتھا ترک و تجرید میں جو کہ انسانی کمال کی اتھا ہے۔ اور نجات کبریٰ جسے مہامکت کہتے ہیں، اسی پر موقوف ۱۰۳ ہے۔ اس دین کے قواعد و ضوابط میں مکمل نظم و لسن ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ مقبول (پسندیدہ ۱۰۳) دین تھا جو اب منسوخ ہو گیا، اور شرع میں سوائے یہود و نصاریٰ کے دین کے منسوخ ہونے کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں، حالانکہ

ان کے علاوہ بھی بہت سے دین منسوخ ہوئے اور بہت سے پیدا اور ختم بھی ہوئے ۱۰۵۔

جاننا چاہیے کہ آیت کریمہ کے مطابق :

و ان من أمة الا خلا فيها نذیر ۱۰۶

(اور ہر امت میں کوئی نہ کوئی خوفِ خدا دلانے والا ہوا ہے)

دوسری آیت میں ہے :

و لكل أمة رسول ۱۰۷

(اور ہر امت میں ایک رسول ہوا ہے)

اور (بعثت کے بارے میں) دیگر آیات بھی ہیں۔ ممالک ہند میں انبیاء و رسل علیہم السلام بھیجے گئے ہیں۔ جن کے احوال ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، اور ان کے (باقی) آثار سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچ گئے تھے اور رحمتِ عامہ نے اس وسیع مملکت کے انسانی معاملات کو فراموش نہیں کیا ۱۰۸۔ (مشہور ہے ۱۰۹) کہ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے اور ہر قوم پر صرف اپنے پیغمبر کی اطاعت واجب تھی نہ کہ دوسری قوم کے نبی کی۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد جو خاتم المرسلین اور تمام بنی نوع انسان کے لیے نبی ہیں کا مذہب مشرق و مغرب کے تمام ادیان کو منسوخ کرنے والا ہے۔ اور جب تک دنیا قائم ہے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی مجال نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے آج تک ایک ہزار ایک سو اسی سال ۱۱۰ گزرے جس نے اسے قبول نہ کیا وہ کافر ہے لیکن (ظہور اسلام سے) پہلے کے لوگ نہیں۔ اور شرع اس آیت کے حکم کے مطابق :

منہم من قصصنا علیک و منہم من لم نقص علیک ۱۱۱

[(سابقہ رسولوں میں سے) کسی کے حالات تم سے بیان کیے

اور کسی کے حالات بیان نہیں کیے]

اکثر انبیاء کے احوال کے بیان میں خاموش ہے۔ اس لیے ہندوستان کے

النبیاء کے حق میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ نہ تو ہارے لیے ان کی پیروی کرنے والوں کے کفر و ہلاکت کا یقین لازم ہے اور نہ ہی ان کی نجات کا یقین ہارے لیے واجب ہے۔ صرف حسن ظن رکھنا چاہیے ۱۱۲۔ بشرطیکہ تعصب نہ ہو۔ اسی طرح اہل فارس کے حق میں بلکہ ہر ملک والوں کے لیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہیں اور جن کے ہارے میں شرع خاموش ہے، ان کے احکام و آثار معتدل مساک کے مناسب و موافق ہیں، اسی قسم کا عقیدہ رکھنا بہتر ہے۔ کسی کو قطعی دلیل کے بغیر کافر کہنا آسان نہیں سمجھنا چاہیے اور ان کی بت پرستی ۱۱۳ کی حقیقت [۱۲۱] یہ ہے کہ بعض فرشتے جو اللہ کے حکم سے اسی عالم کون و فساد میں تصرف رکھتے ہیں یا بعض کاملوں کی روہیں جو اجسام سے ترک تعلق کے بعد بھی اس دنیا میں تصرف رکھتی ہیں یا بعض زندہ افراد جو ان کے خیال کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام کی طرح زندہ جاوید ہیں، ان کے بت بنا کر ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ اس توجہ کے سبب کچھ مدت کے بعد صاحب صورت سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں اسی کی بنیاد پر دنیا و عاقبت کے تعلق سے اپنی حاجتیں پوری کر لیتے ہیں۔ یہ عمل ذکر رابطہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ جو مسلمان صوفیہ کا معمول ہے کہ اپنے پیر کی صورت کا تصور کرتے ہیں اور اس سے فیض یاب ہوتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے شیخ کا بت نہیں بناتے۔ لیکن اس کا کفار عرب کے عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیوں کہ وہ تو بتوں کو اپنی ذات سے موثر اور متصرف کہتے ہیں۔ اور اللہ کے تصرف کا ”الہ“ نہیں سمجھتے تھے اور انہیں زمین کا خدا جانتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کو آسمان کا۔ جو (الوہیت میں ۱۱۳) شرک ہے۔

ہندوؤں کا سجدہ، سجدہ تھیت ہے نہ کہ عبودیت۔ کیوں کہ ان کے مذہب میں ماں، باپ، پیر اور استاد کو سلام کی بجائے یہی سجدہ کیا جاتا ہے۔ اور اُسے ”ڈلڈوت“ کہتے ہیں۔ نسخہ ۱۱۵ پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا ۱۱۶ والسلام۔

بند رہواں مکتوب

رفع سبابہ کا بیان

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوبات میں سے ایک مکتوب ۱۱۷ میں رفع سبابہ سے منع فرمایا ہے۔ لیکن آپ حضرت مجدد سے اتنی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور رفع سبابہ کو جائز رکھتے ہیں۔ حالانکہ محبت کرنے والے پر محبوب کی اتباع لازم ہے۔

مخدوما! اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت کی پیروی اپنے بندوں پر فرض کی ہے چنانچہ فرماتا ہے:

و ما کان لمومن و لا مومنة اذا قضی اللہ و رسوله
امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم ۱۱۸

(اور کسی مسلمان مرد اور عورت کا یہ کام نہیں ہے کہ
اللہ اور رسول حکم فرمائیں تو وہ اپنے معاملہ میں اپنا
اختیار استعمال کریں)

اور حضرت رسول علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا یومن احدکم حتی یکون هواہ تبعاً لما جئت به ۱۱۹
(تم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا جب تک کہ اس کی خواہش
میرے لئے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کامل ہیں، اپنے طریقہ کی بنیاد کتاب و سنت پر رکھی ہے۔ اور علماء نے رفع سبابہ کے حق میں صحیح احادیث و فقہ حنفیہ کی روایات پر مشتمل رسائل ۱۲۰ تصنیف کیے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت شاہ بیہمی ۱۲۱ رحمۃ اللہ علیہ فرزند اصغر حضرت مجدد نے اس موضوع پر ایک رسالہ ۱۲۲ لکھا ہے اور (انہیں) ایک بھی ایسی حدیث نہیں ملی جس سے رفع سبابہ کی نفی ہوتی ہو۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا رفع سبابہ ترک کرنا اجتہاد کی بنا پر ہے۔ اور وہ سنت جو نسخ نہ ہوئی ہو [۱۲۲] مجتہد کے اجتہاد سے زیادہ مقدم ہے۔ سنت سے انگلی اٹھائے جانے کا ثبوت مل جانے

کے بعد بھی اس وجہ سے ترک کرنا کہ حضرت مجدد نے ترک کیا تھا ، معقول بات نہیں ہے ۔ خود حضرت مجدد ترک سنت میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے ۔ اور حضرت مجدد حنفی مذہب رکھتے تھے ۱۲۳ ۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا :

اذا ثبت الحدیث فهو مذہبی و اترکوا قولي بقول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۴

(جب حدیث ثابت ہو جائے تو میرا مذہب وہی ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی موجودگی میں

میرا قول چھوڑ دو)

اس لیے امید ہے کہ حضرت مجدد اس امر اجتہادی کو ترک کرنے اور صحیح احادیث سے اخذ کرنے پر ناراض نہیں ہوں گے ۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مجدد کو اپنے وسیع علم کے باوجود یہ معلوم نہیں تھا کہ رفع سبابہ کا ثبوت ملتا ہے ؟ تو میں کہتا ہوں کہ آپ کے زمانہ مبارک تک ہندوستان میں وہ کتابیں اور رسائل ۱۲۵ مشہور نہیں ہوئے تھے ۔ اس لیے آپ کی نظر مبارک سے نہیں گزرے ، آپ نے ترک کر دیا ، ورنہ آپ رفع سبابہ پر گز ترک نہ کرتے ۔ کیوں کہ آپ اس امت کے اکابر میں سے سب سے زیادہ متبع سنت تھے اور اگر یہ کہا جائے کہ کشف کے ذریعے آنحضرت علیہ التحیۃ کی رضامندی نہ پا کر آپ نے اسے ترک کر دیا ، تو ہم کہتے ہیں کہ کشف طریقت کے معاملات میں تو معتبر ہو سکتا ہے لیکن احکام شریعت کے لیے حجت نہیں ہے نیز اس خط میں آپ نے کشف کا کوئی دعویٰ نہیں کیا ۱۲۶ ۔ یہ جزوی مخالفت حضرت مجدد کے قاعدہ کلی یعنی اتباع سنت کی ترغیب میں ہے اور عمدہ نتائج کی حامل ہوگی ۱۲۷ ۔ والسلام ۔

مولہوان مکتوب

حدیث کے مطابق عمل کرنا

آپ نے حدیث کے مطابق عمل کرنے اور ایک مسلک سے دوسرے مسلک میں منتقل ہونے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔

مخدوما! حدیث پر عمل کرنے کے سلسلے میں شیخ محمد حیات ۱۲۸ محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ ۱۲۹ لکھا ہے جس کی تلخیص فارسی میں لکھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله

(اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار

ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا)

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه بتعالما جئت به ۱۳۰

(تم میں سے کوئی شخص مومن (کامل) نہیں ہو سکتا

جب تک اس کی خواہش میرے لئے ہوئے دین کے

تابع نہیں ہوتی)

یہ صحیح حدیث ہے، ابوالقاسم بن اسماعیل بن فضل اصفہانی نے کتاب الحجۃ ۱۳۱ میں اس کی روایت کی ہے اور روضة العلماء ۱۳۲ میں درج ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

اتركوا قولي بخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم ۱۳۳

و قول الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مل جائے

تو میرا قول چھوڑ دو اور اسی طرح صحابہ کا قول بھی)

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے :

اذا صح الحديث فهو مذهبي ۱۳۳

(جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے)

پس اگر کسی کو فن حدیث میں سہارت ہو اور ناسخ از منسوخ اور قوی

اور ضعیف کے فرق کو پہچانتا ہو وہ اگر حدیث ثابت پر عمل کرے تو وہ امام صاحب کے مذہب سے خارج نہیں ہو جاتا کیوں کہ امام صاحب کا یہ قول ”اذا ثبت الحدیث فهو مذہبی“ اس سلسلے میں متحقق ہے اور اگر اطلاع [۱۲۳] کے باوجود کوئی حدیث صحیح پر عمل نہ کرے تو اس نے امام صاحب کے اس قول :

اتركوا قولي بخبر رسول

(جب حدیث مل جائے تو میرا قول ترک کر دو)

کی مخالفت کی اور یہ معنی نہیں ہے کہ اس امت کا کوئی عالم بھی تمام احادیث کا احاطہ نہیں کر سکا۔ چنانچہ امام صاحب کا یہ قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں میرا قول ترک کر دو، اس امر کا ثبوت ہے کہ امام صاحب تک بھی تمام حدیثیں نہیں پہنچی تھیں بلکہ ان میں سے بعض رہ گئیں اور کیوں نہ رہ جاتیں کہ خلفائے راشدین جیسے امت میں سب سے بڑے علماء سے بھی جو ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے تھے، بعض حدیثیں فوت ہو گئیں۔

اس بات کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو فن حدیث سے واقف ہو۔ ظاہر ہے کہ امت کے اراد پر پیغمبر کا اتباع واجب ہے لیکن ائمہ میں سے کسی کا اتباع واجب نہیں اور اہل امت کو اختیار ہے کہ وہ جس مجتہد کا مذہب چاہیں اختیار کریں۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حدیث پر عمل کرنے سے حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب سے خارج ہو جاتا ہے اگر اس کے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہو تو وہ لائے ۱۲۵۔

البتہ ان مشہور مذاہب میں سے ایک مسلک سے دوسرے مسلک میں منتقل ہونا تفصیل کا محتاج ہے۔

امام سیوطی نے (اس موضوع پر) رسالہ ”جزیل المواہب فی التعلال العذاہب“ ۱۳۶ تالیف کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے :

ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا جائز ہے۔ امام رافعی نے اس کی تائید کی ہے، اور امام نووی نے بھی اس کا اتباع کیا ہے اور روضہ ۱۳۷ میں لکھتے ہیں کہ مذاہب کی تدوین کے بعد کیا یہ جائز ہے کہ مقلد ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں

مقتل ہو جائے ؟

ہم کہتے ہیں کہ مقلد پر لازم ہے کہ دونوں مذہب کے مجتہدوں کے مطابق طلب علم کرے ، اور جب اُسے یقین ہو جائے کہ دوسرا گروہ زیادہ عالم ہے تو وہ جائز ہے ، بلکہ واجب ہے ۔ اگر اُسے اختیار بھی دے دیں تو بھی جائز ہے ۔ اتنا ۔

مقلد کی بھی کئی حالتیں ہیں ۔ عقل کا محصر بھی چار چیزوں سے خالی نہیں ۔ کیوں کہ مقلد عامی ہے یا عالم ، ان دونوں کے انتقال مذہب کی وجہ دینی ہے یا دنیاوی اس لیے اگر جاہل ہے اور فقہ سے واقف نہیں اور اپنے مذہب کے بارے میں سوائے نام کے کچھ نہیں جانتا اور صرف مال و جاہ کے لیے مذہب بدلتا ہے تو یہ اس کی گھٹیا حرکت ہے ۔ نیز اس کی تبدیلی مذہب محض خلل ہے ۔ اگر وہ عالم اور فقیہ ہے اور دنیا کے لیے مذہب تبدیل کرتا ہے تو یہ زیادہ سخت ہے ۔ گویا کہ وہ مذاہب کے ساتھ مذاق کرتا ہے ، صرف دنیا کی غرض کے لیے یہ ناجائز ہے ۔

اگر اپنے مذہب میں وہ فقیہ ہے اور انتقال مذہب کا سبب دینی ہے اور دوسرے مذہب کو اس کے نزدیک قوی دلائل کے ساتھ ترجیح حاصل ہے تو اس پر انتقال واجب اور ایک روایت کے مطابق جائز ہے ۔ اور اگر وہ فقہ سے واقف نہیں ہے اور اپنے مذہب میں فقہ کے باوجود جاہل رہا اور دوسرے مذہب [۱۲۳] کو اپنے لیے زیادہ آسان اور جملہ مسجہ میں آنے والا خیال کیا اور دوسرے مذہب میں فقہ کی حیثیت حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے تو ایسے شخص کے لیے بھی انتقال واجب ہے ۔ کیوں کہ مذہب میں فقہ جہالت سے بہتر ہے ۔ کیوں کہ کسی ایک مذہب میں مرتبہ فقہ حاصل کرنا تمام مذاہب کے جہل سے بہتر ہے ۔ غالباً جاہل کی عبادت صحیح نہیں ہوتی ۔ اور اگر انتقال کا کوئی دینی یا دنیاوی مقصد نہیں ہے ۔ بلکہ محض عمل کی وجہ سے ہے تو عام کے لیے بھی جائز ہے ۔ لیکن فقیہ کے لیے ممنوع ہے ۔ کیوں کہ اس نے ایک مدت میں اس مذہب کا فقہ حاصل کیا ہے اور اگر اس نے دوسرے مذہب کو اختیار کیا تو اس مذہب کا فقہ حاصل کرنے کے لیے اُسے پھر ایک عمر درکار ہے ۔ اور عمل جو اصل مقصد ہے ، نہیں ہو سکے گا ۔ پس اس کا مذہب تبدیل نہ کرنا ہی سب سے بہتر ہے ۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی غیر حنفی، مذہب میں آئے تو جائز ہے اور حنفی مذہب کا دوسرے میں جائے تو یہ ناجائز ہے، یہ محض تعصب ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں، کیونکہ حقیقت میں تو سب امام برابر ہیں اور اگر حنفی مذہب یا گمی دوسرے مذہب کی تقدیم کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث وارد ہوتی تو اس مذہب کی تقلید امت کے ہر فرد پر واجب ہوتی۔ اور دوسرے مذہب کی تقلید ناجائز ہوتی۔ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔

صاحب جامع الفتویٰ ۱۳۸ نے جو کہ حنفی مذہب میں کہا ہے کہ مرد یا عورت کا مذہب شافعی سے مذہب حنفی میں جانا جائز ہے۔ لیکن یہ انتقال تمام مسائل میں ہونا چاہیے نہ کہ صرف چند مسائل میں، ماضی اور حال کے بہت سے بزرگوں نے مسلک تبدیل کیا ہے اگر یہ ناجائز ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے ۱۳۹۔

جو کوئی اس کے خلاف کہے اس کا قول بے دلیل، ناقابل قبول اور نامعقول ہے۔ ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلامتی ہو۔

سنرہواں مکتوب

صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ

آپ نے لکھا تھا کہ امیر معاویہ بن ابی سفیان اموی صحابی اور ان کے معاونین و تابعین عنی اللہ عنہم و رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے۔

جاننا چاہیے کہ مذہب اہل سنت کے علماء صحابہ کے آپس کے اختلافات کی حسن ظن کی بناء پر تاویل کرتے ہیں جو خیر القرون کے لیے لازم ہے۔ اگر قابل تاویل نہ ہو تو جناب اللہی کے سپرد کرتے ہیں۔ اور طعن و تشنیع کو ممنوع جانتے ہیں کیوں کہ تینوں زمانوں کے علماء، محدثین اور مجتہدین قرب زمان کی وجہ سے ان کے حالات سے پوری طرح واقف تھے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالفین کی خطا کا اقرار کرنے کے باوجود اس جماعت پر طعن ۱۳۰ نہیں کرتے۔ اگر لشکر شام اور

گولہ کے درمیان چند روز کے لیے جنگ اور طعن ہوئی بھی ہو تو وہ محض شدت تعصب کی بنا پر تھی ، نہ اس لیے کہ وہ ایک دوسرے کو [۱۲۵] کافر سمجھتے تھے ۱۳۱۔ اس تعصب کا ذکر معتبر کتب میں موجود ہے۔ اس فتنہ کی ابتداء امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے ہوئی۔

سب سے زیادہ سلامتی کا طریقہ یہی ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ تنازعہ کے وقت وہاں صحابہ کے تین گروہ بن گئے تھے۔ ایک فرقہ خلیفہ برحق حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہو گیا۔ دوسرا امیر شام کے ساتھ اور تیسرا غیر جالب دار (توقف کر گیا) رہا ۱۳۲۔

اس میں شک نہیں کہ اس زمانے کے محدثوں اور مجتہدوں نے ان تینوں فرقوں کے اصحاب سے اخذ حدیث میں مساوی وثوق سے کام لیا ہے اگر ان تینوں فرقوں میں سے کسی ایک کو کافر اور فاسق سمجھتے تو اس فرقے کی روایات کو قبول نہ کرتے اور اپنے اجتہاد و استنباط کی بنیاد اس فرقے پر نہ رکھتے اور اگر اس پر طعن کریں تو ملت دین اسلام برہم ہو جائے ۱۳۳۔ اس لیے ان پر طعن کرنے سے زبان کو روکنا چاہیے۔ اس لیے کہ دینی حکمت اسی میں ہے ۱۳۴۔ اور صحبت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حرمت اس کے علاوہ ہے۔ اور اگر مخالفین یہ کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی اصحاب کا احترام زیادہ لازم ہے تو یہ بھی قبول ہے ، لیکن اہل قرابت کی طرف سے ان کے مخالفین کی واضح تکفیر ثابت نہیں ہے ۱۳۵ جو وحشت و نفرت تنازعہ کے لیے لازم ہے ، اسی طرح خیر القرون والوں سے ایسی غلطی کا سرزد ہونا بہت بعید ہے اور اس میں گھن کا پہلو نمایاں ہے۔ اگرچہ وہ خطا ، خطا اجتہادی ۱۳۶ کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کی محبت تمام افراد امت پر واجب ہے۔ اور اگر استکراہ درمیان نہ ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کی اذیت میں رضامندی لازم آتی ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ بحث مناسب نہیں ہے اس مقام پر مکمل افسوس کے ساتھ خاموشی ہی مناسب ہے ۱۳۷۔

چونکہ شیعہ فرقہ نے مسلک اعتدال سے انحراف کر لیا ہے اور بے اصل روایات پر اعتقاد کرتے ہیں اور ان پاک نفسوں کو اپنے خبیث نفوس کے

مطابق خیال کرتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ صحابہ کرام کی تکفیر کرنے لگے ۱۳۸
جو تواتر حدیث کے مبداء اور کتاب و سنت کے ناقل ہیں اور نہیں سمجھتے
کہ ایسا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) جس پر خدا نے نبوت ختم کر دی
اور اُسے تمام انسانوں کا سردار بنایا اور اس کے دین کو تمام دینوں کا ناسخ
(منسوخ کرنے والا) بنا کر قیامت تک باقی رکھا۔ اور جس کی شان میں
یہ آیت نازل ہوئی ہے :

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین ۱۳۹

(ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا)

وہ جماعت جو عہد نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہی اور
جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تادم حیات جان و مال کے خرچ اور خدمت
کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ترویج شریعت میں
کسی قسم کا دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کیا وہ حضرت پیغمبر (صلی اللہ
علیہ وسلم) کی دستگیری سے کفر کے بہنور سے بھی نہ نکل سکے اور ساحل
نجات تک نہ پہنچ سکے؟ طرفہ یہ ہے کہ یہ لوگ خدا اور رسول کے بارے
میں عجیب حسن ظن رکھتے ہیں۔ اگر خدا نہ خواستہ ایسا ہی ہو [۱۲۶]
جیسا کہ وہ سابقین کے بارے میں گمان کرتے ہیں تو ایسے خدا سے بعد میں
آنے والوں کو رحمت کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ اور ایسے پیغمبر سے
شفاعت کی کیسے امید رکھی جا سکتی ہے؟

سابق پیغمبروں اور ان کی امتوں کے احوال پوشیدہ نہیں ہیں اور اس
قوم کے اولیا کے حالات بھی چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ ہرگز متنے یا دیکھنے
میں نہیں آیا کہ ان بزرگوں میں سے کسی کے انتقال کے بعد اس کے تمام
مخلصین مرتد اور منکر ہو گئے ہوں۔ اور اس کی آل و اولاد سے عداوت
کی ہو۔ ایسی صورت میں پیغمبر کی بعثت سے جس کا مقصد قوم کی اصلاح
ہوتا ہے، کیا فائدہ؟ اس حساب سے تو خیر القرون، شر القرون بن گیا۔
اور خیر الامم، شر الامم ہو گئے ۱۵۰۔ خدا الصاف نصیب کرے۔ والسلام

انہارہواں مکتوب

عقیدہ اہل سنت و جماعت کا اجمالی بیان

بعد حمد و صلوة ، آپ نے لکھا تھا کہ صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں جو شیعہ منی اختلاف ہے اس سے دل کو اطمینان نہیں ملتا۔ ملت کے اعتقاد کی بنیاد حدیث پر ہے اور حدیث میں جھوٹ اور سچ دونوں ہیں۔ مگر متواتر احادیث کہ جن سے استفادہ یقین دلاتا ہے ، بہت کم ملتی ہیں۔ اس لیے اطمینان حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے ؟

مخدوما ! یہ مسئلہ ضروریاتِ دین اور ارکانِ اسلام میں سے نہیں ہے۔ توحید باری تعالیٰ اور نبوت کی تصدیق نجات کے لیے کافی ہے۔ ایمان مجمل ۱۵۱ نجات دلانے والا اور کلمہ طیبہ کی تصدیق اور اقرار (لسانی) کرنے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے اور یہی کافی ہے۔ صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں مجمل حسن ظن رکھنا چاہیے چونکہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ حسن خدمت اور قربِ قرابت رہا تھا اس لیے ان سے محبت لازم ہے۔ بس یہی کافی ہے۔

ان حضرات کے تفصیلی حالات کے لیے تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ ہیجان اور فتنہ کا موجب ہے ۱۵۲۔ کیوں کہ عصمت کا منصب اہل سنت کے مذہب میں حضرات انبیاء علیہم التحیۃ و الثنا کے لیے مخصوص ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ عقیدہ رکھنا ناجائز ہے ، چاہے وہ صدیقین اور اولیاء ہی کیوں نہ ہوں۔ ان میں کبھی کبھی مخالفت ہوتی ہے لیکن جلد ہی دور ہو جاتی ہے اور حد درجہ صاف باطن ہونے کے باعث تصفیہ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ نفوس خبیثہ ان اکابر کو اپنے جیسا قیاس کرتے ہیں ، ان کی آپس کی عداوت و کینہ کو مستقل ثابت کرتے ہیں۔ اس کی فروعاً تلاش کر کے رائی کا پہاڑ بناتے ہیں ، جو ساقط الاعتبار ہے۔

جالنا چاہیے کہ اس طبقے کا انکار کرنے کا [۱۲۷] مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کی تاثیر سے انکار کیا جائے۔ اور پیغمبر کے دنیا میں بھیجے جانے کے فائدے سے انکار کیا جائے۔ ایک رول

میں اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہا تھا کہ ان شکوک کے سہلکات سے مجھے نجات کا راستہ مل جائے تو میرے باطن پر یہ ”عبارت“ وارد ہوئی :

قل آمنت باللہ کما ہو عند نفسہ و برسول اللہ کما ہو عند ربہ و بالہ
و اصحابہ کما ہو عند نبیہم

(تو کہہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا ، جیسے کہ وہ اپنے نزدیک ہے ،
اور رسول اللہ پر جیسے کہ وہ اپنے رب کی بارگاہ میں ہیں اور آپ
صلی اللہ علیہ و سلم کی آل اور اصحاب پر جیسے کہ وہ اپنے نبی
کی بارگاہ میں ہیں)

ظاہر بات ہے کہ یہ مطالب عالی تمام اختلافات سے برتر ہیں۔ یہ امر خدا
کے سپرد کر دینا چاہیے۔ یہ نفس الامر ۱۵۳ کا مرتبہ ہے۔ اس مقام پر
کوئی فرقہ دم مارنے کی مجال نہیں رکھتا ۱۵۳ :

فالحمد لله على نواله و الصلوة و السلام على رسوله محمد و آله
(خدا کا شکر ہے اس کی نعمتوں پر اور اس کے رسول اور آل پر صلوة)

السواں مکتوب

اس حدیث کے بیان میں کہ بارہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے

آپ نے لکھا تھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ ”میرے بعد قریش ۱۵۵ سے بارہ خلفاء ہوں گے“ ۱۵۶
اہل سنت کے نزدیک ان بارہ خلفاء میں سے چار تو وہ ہیں جنہوں نے خلافت
خاصہ حاصل کی۔ اور آٹھ وہ ہیں جنہوں نے خلافت پر تسلط کیا۔ اور کفار
کے ساتھ جہاد اور کلمہ حق کی تبلیغ کی ۱۵۷۔ اور شیعہ بارہ اماموں
سلام اللہ علیہم کو کہتے ہیں ۱۵۸۔ آپ کے خیال میں کون حق بجانب ہے ؟
مخدوما ! اہل سنت حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔ واضح ہو کہ لفظ
خلافت عمومیت کا حامل ہے۔ خلافت ظاہری بھی ہو سکتی ہے اور باطنی
بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے خلفاء کے لیے ظاہری و باطنی دونوں
طرح کی خلافت لازم ہے ۱۵۹۔ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو امر خلافت کو چلانے

ظاہری خلافت کا چلنا قدرت و استطاعت پر موقوف ہے۔ یعنی لفاذ حکم کے لیے خزانہ اور فوج لازم ہے۔ ظاہر ہے کہ چاروں خلفاء کے بعد جنہوں نے تیس سال ۱۶۰ حکومت کی اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے چھ ماہ تک کی۔ ان کے بعد ائمہ اطہار میں سے کوئی کسی وقت بھی اس امر پر قادر نہ ہوا۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کی تعبیر کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے اس بات کی دلیل ہے ۱۶۱۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی بجائے اہل بیت یا بنی ہاشم فرماتے۔ اس لیے دونوں مذاہب میں اس طرح اتفاق کیا جا سکتا ہے کہ دین کی ترویج جو اسباب ظاہر پر موقوف ہے۔ (اور قالب اسلام کی بجائے ہے جو ان کے دم سے ہوئی اور دین کے باطن کی تقویت کہ اسلام کی حقیقت اس قالب کی روح کی بجائے ہے ۱۶۲) جو حضرات ائمہ علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کی وجہ سے ہوئی۔

چنانچہ صوفیہ اہل سنت بارہ اماموں کی قطبیت تسلیم کرنے میں متفق ہیں ۱۶۳۔ چاروں خلفاء اور حضرت امام حسن رضوان اللہ علیہم میں یہ دونوں [۱۲۸] خصائص جمع تھے۔

امیر شام (امیر معاویہ) اور حضرت امام حسن سلام اللہ علیہ کے درمیان صلح کے بعد سے لے کر حضرت امام مہدی صاحب الزمان سے بھی باطنی خلافت کا تعلق ہے۔ نیز صاحب الزمان کی ذات سے بھی ظاہری و باطنی خلافت متحقق ہے ۱۶۴۔ اور دوسرے خلفاء میں بسلسلہ ظاہری خلافت، مجھے بارہ کے عدد کے تعین میں تکلف ہے ۱۶۵۔ والسلام۔

یسواں مکتوب

حضرت عائشہ کی حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملال کی توجیہ

آپ نے لکھا تھا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراض تھیں ۱۶۶۔ اس کے بعد بھی جنگ جمل ۱۶۷ کے واقعہ کو چھوڑ کر جس کے دوسرے اسباب تھے، ناراضی ثابت ہوتی ہے،

جو اشکال سے خالی نہیں کیوں کہ یہ بات حضرت عائشہ سے بہت پہلے معلوم ہوتی ہے کہ وہ حضرت علی سے انحراف کریں ۱۶۸۔ حالانکہ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ زہرا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عزیز تھے ۱۶۹۔

مخدوما! بعض اوقات تنازعہ میں دونوں طرف کے افراد معذور ہوتے ہیں۔ کیوں کہ دونوں حق پر ہوتے ہیں، چنانچہ یہی بات یہاں بھی ہے۔ یہ معنی نہ رہے کہ ”قضیہ“ افک“ ۱۴۰ میں جب حضرت علی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اضطراب کا احساس ہوا تو انہوں نے غلبہ محبت اور مصلحت وقت کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین و تسلی کے لیے ایسے الفاظ کہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل حضرت عائشہ سے پھر جائے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات سنی تو بہت پریشان ہوئیں ۱۴۱۔ اور کیوں نہ ہوتیں، ایسے وقت میں ایسی باتوں سے محبت اپنے محبوب کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ اذیت کی اور کوئی بات نہیں ہوتی۔ اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انحراف ”غیرت محبت“ اور بشری تقاضے کی وجہ سے ہے۔ جس کے بغیر چارہ نہیں۔ یہ (انحراف) کسی دوسری وجہ سے نہیں تھا، جب تک محبت باقی ہے وحشت بھی باقی ہے۔ حضرت علی نے یہ باتیں کسی عداوت کی وجہ سے نہیں کہی تھیں، محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ بلکہ یہ باتیں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے باعث تھیں۔ اور ان سے گریز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے دونوں حق بجانب اور دونوں معذور ہیں بلکہ دونوں کو اجر ملے گا کیوں کہ دونوں کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے ۱۴۲۔

چنانچہ حضرت خیر النساء فاطمہ علیہا التحیة والثنا [۱۲۹] کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراضی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے ۱۴۳۔ یہاں دو شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ترک دلیا کرنے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے معقول جواب سننے کے باوجود ناراض کیوں ہوئیں ۱۴۳۔ دوسرے یہ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسی معمولی بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی مصلحتاً رعایت کیوں نہ کی ۱۴۵؟ اس کا جواب یہ

ہے کہ دلیا میں وراثت کے مال سے بڑھ کر کوئی مال حلال نہیں ہے۔ اس کی طلب ترک دلیا اور تقویٰ کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ متقی حلال مال کی زیادہ قدر جانتا ہے۔ اور جب تک بشریت باقی ہے، ضروریات سے گنوارہ کش نہیں رہ سکتا۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار اس حدیث (پر مبنی تھا) :

نحن معاشر الالبیاء لا نورث

(ہم گروہ البیاء ہیں، ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا)

اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث حضرت نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے منی ہوگی ۱۷۷ اس لیے ان کے حق میں یہ نص قہلمی ہے۔ اور ایسے امور میں مصلحت جائز نہیں ہے۔ اس جواب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تسلی اس وجہ سے نہیں ہوئی ہوگی کہ ورثہ کا یہ ثبوت توریت سے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ حدیث اس وقت تک اتنی مشہور نہیں ہوئی ہوگی کہ حضرت فاطمہ کے لیے حجت بنتی ۱۷۸۔ یا (یہ ناراضی) لازم مزاجی کے باعث ہے جو صاحب زادگی کی وجہ سے لازم ہے ۱۷۹۔ لا تبدیل لخلق اللہ (مخلوق خدا کے لیے کوئی تبدیلی نہیں) کے مصداق کوئی کمال خصوصیات مزاج کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شدید غصہ دم واپس تک زائل نہ ہوا، اور آپ کا ملک الموت کے منہ پر طائفہ مارنے کا قصہ مشہور ہے ۱۸۰۔

اس لیے ایسی صورت میں دونوں معذور ہیں۔ اور دونوں طرف حق ثابت ہوتا ہے۔ اہل سنت کے لیے طرفین کے حق میں حسن ظن رکھنا اور دونوں کو اچھا خیال کرنا واجب ہے ۱۸۱، والسلام علی من اتبع الهدی۔

اکیسواں مکتوب

سنت سنہ کے اتباع کا التزام اور مرتبہ حضور و آگاہی و جمعیت
کے حصول کا بیان

مخدوما! آپ نے جو کچھ اس زمانے کے اُن ضعیف الاعتقاد طالبوں
کے بارے میں لکھا ہے۔ جو درویشوں سے صرف کشف و کرامت کے
طالب ہوتے ہیں۔ اور قرن اول سے ان کو کوئی مناسبت نہیں ہوتی،
معلوم ہوا۔

جاننا چاہیے کہ ان نادان لوگوں کو جو دوسرے مشائخ کی بھی رغبت
رکھتے ہوں مرید کرنا کیا ضروری ۱۸۲ ہے؟ اور عقلمند مخلصین میں سے
جو کوئی امر مذکورہ کا التماس کرے (طلب کرامت) تو اس کی تسلی
اس طرح کرنی چاہیے کہ خدا حکیم حقیقی ہے، اس آیت کریمہ کے مطابق:

قل انکم تصونن الله فاتبعونی یحبکم الله ۱۸۳

(اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو
تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا)

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور رضا کی بنیاد جو کہ تمام طریقوں کے صوفیہ
کا مقصود اصلی ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع [۱۳۰] پر
رکھی ہے۔ خدا نے اس طیب حاذق (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بعض امور
اور منہیات کے ساتھ جو بالکل دوا اور پرہیز کی مثل ہے، اس دنیا میں امت
کی اصلاح کے لیے بھیجا، جو کہ غفلت اور معصیت میں مبتلا تھی۔ جس
کسی نے یہ نسخہ استعمال کیا، اس نے صحت و شفا پائی اور اگر کسی نے
اس کا انکار کیا تو گویا اس نے خود کو ضائع و تلف کر لیا۔ یہ نسخہ
صورت بھی رکھتا ہے اور حقیقت بھی — اس کی صورت تو عام مسلمانوں
کے لیے ہے تا کہ اعتقادات کی درستی کے بعد کتاب و سنت کے مطابق اپنے
عقائد درست کر لیں۔ امر و نہی کا بجا لانا اعضاء کا استعمال کرنا ہے۔ ان
اعمال کی جزا حسی نعمتیں ہیں، نجات بس اسی میں ہے۔

اس نسخہ کی حقیقت خواص کا حصہ ہے۔ اور وہ ہے مذکورہ صورت

کے مطابق رباضات و مجاہدات کے ذریعے قلب کی جلا اور نفس کا تزکیہ ہے، جس کا حاصل تجلیات اور مکاشفات کا ظہور ہے۔ صورت سے مراد ایمان اور اسلام ہے اور حقیقت سے مراد احسان ہے ۱۸۴ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے :

ان تعبد الله کانک تراہ ۱۸۵

(تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے)

بے حقیقت صورت اس دوا کی طرح ہے جو ظاہری جلد کے امراض کے لیے ہو مثلاً ورم جو مالش اور لپ کرنے سے ٹھیک ہو جاتے ہیں اور جو بے فائدہ نہیں ہیں لیکن حقیقت کا بغیر رعایتِ صورت ہونا غیر مفید ہے۔ وہ حقیقت نہیں بلکہ استدراج ۱۸۶ اور مکر الہی ہے۔ ”اعاذنا اللہ منها“ (ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔

حقیقت تنقیہ کی طرح ہے۔ کہ جس پر موادِ فاسدہ کا نکلنا موقوف ہوتا ہے۔ تا کہ مرض کے اعادہ کا احتمال نہ رہے۔ اس مرض سے کابلِ شفا اس وقت تک نہیں ملتی جب تک ان دونوں کو نہ ملایا جائے۔ بیان ہذا سے یہ بات معلوم کرنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج سے صحابہ کرام پر صحت و شفا کے کیا آثار ظاہر ہوئے؟

مخفی نہیں ہے کہ خدا کی محبت کے غلبے اور خود کو اس کی اتباع و رضا جوئی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم، اطاعت میں لذت اور گناہوں سے توبہ کرنے کے بغیر کچھ ظاہر نہیں ہوا۔ ان آثار کے ظاہر ہونے سے دائمی حضوریٰ قلب اور تہذیبِ نفس کا ظہور ہوا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت اور شریعت کے صحیح استعمال سے ظاہر ہوئی تھی۔ اور دورِ آخر کے ذوق و شوق سے متعلق کچھ نہیں کہا۔

صورت و حقیقت کو مکمل طور پر حاصل کرنے کے باوجود کہ اس سے زیادہ حاصل کرنے کا تصور ممکن نہیں، اکثر اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ اس صورت کو محفوظ رکھا جائے، جو کہ حقیقت کی محافظ ہے۔ جس کا فائدہ خواص و عوام دونوں کو پہنچتا ہے۔

ان حضرات نے کشف و کرامت کی طرف کوئی التفات نہیں کیا۔ اور انہوں نے ان امور کو کمال کے لوازم و شرائط نہیں سمجھا، اس لیے

جو مریض (طالب) کامل صحت یعنی نسبت مجددیہ چاہتا ہے ، اس کے لیے لازم ہے کہ اتباع سنت کو تمام ریاضات و مجاہدات سے بہتر سمجھے ۱۸۷۔ اور جو انوار و برکات اس سے ظاہر ہوں انہیں [۱۳۱] تمام فیوضات سے افضل جانے۔ اور عام مشہور اذواق و مواجید کی جمعیت باطن اور دوامِ حضر کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں۔ اور جس عزیز کی صحبت سے یہ امور حاصل ہوں اس کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب خیال کرتے ہوئے اس کی خدمت کو لازم جانے اور اس راہ کا میوہ کھا کر فریفتہ نہ ہوں اگرچہ وہ لذیذ ہی کیوں نہ ہو ۱۸۸۔

بالیسواں مکتوب

بنام شاہ ابوالفتح ۱۸۹ ، طریقہ مجددیہ کے چند درجات کا بیان

مدت کے بعد مخدوم زادہ گرامی کا التفات نامہ سامی ملا۔ جس نے تازہ جان بخشی اور نسبتِ اخلاص کی تجدید و تقویت کا باعث ہوا۔ آپ نے ملوک کے آغاز و انجام کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، ہم نے مطالعہ کیا۔ وہ اطوار و آثار جو آپ میں ظاہر ہو رہے ہیں ان سے بہت سی امیدیں ہیں۔ خصوصاً ان حاصل شدہ امور کو جاننا جو اکثر لوگوں کے غرور کا سبب بنتے ہیں۔ قدر و قیمت جاننا، طلبِ خدا میں ہم جیسے نامراد فقیروں سے مراد چاہنا بھیک کے لیے دست دراز کرنا، وحدت الوجود کے سمندر کے طوفان سے کنارے پر آنا، ہمارے حضرات جن کی ریاضات اتباع سنت اور جو شریعت کے حقائق کے اسرار جاننے والے ہیں کی نسبت کی آرزو رکھنا طہارت، طلب اور علو ہمت کی دلیل ہے، بارک اللہ فی برکاتکم و اعلیٰ درجاتکم (اللہ تعالیٰ تمہاری برکات میں اضافہ اور تمہارے درجات بلند کرے)۔

مخدوما! آپ نے حضرت والد ماجد اور میاں ہمت خان صاحب کے افادات کے ثمرات یعنی وارداتِ غریبہ، احوالِ عجیبہ، امتیلاءِ غیب اور ظہورِ وحدت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ سب لطیفہٴ قلب کے آثار ہیں یہ مقام ممکن ہے۔ اس لطیفہ کی اتنا یہ ہے کہ یہ تنگنائے امکان سے باہر

آ جاتا ہے۔ اور مقدمہ وجوب کی وسعت میں آگر دائرہ ظلال اسما و صفات کی سیر کرتا ہے جو تعینات عالم کے مبادی ہیں اور ظل خاص میں جو تعین امر کا مبداء ہے فانی ہو جاتا ہے اور اسی ظل سے بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ اس قوم (طبقہ صوفیہ) کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے فنائے قلب، اور ولایت صغریٰ جو اولیا کی ولایت ہے اور ولایت ظلی سے جو محلِ سکر ہے، وحدت وجود کے معارف پیدا ہوتے ہیں۔ قلب کے ضمن میں اس مقام پر نفس کو فنا کی ہم رنگی حاصل ہوتی ہے۔ اس ولایت کے حصول کا اثر خدا کی ایسی دائمی حضوری ہے جس میں کبھی غفلت نہیں آتی، کسی اور سے تعلق باقی نہیں رہتا، اس مقام سے اوپر ایک اور مقام ہے جس میں سالک کی سیر اس ظلال کے اصول میں ہوتی ہے جس کا نام اسما و صفات ہے ۱۹۰، اور معاملہ لطیفہ نفس سے متعلق ہو جاتا ہے۔ جو عالم خلق سے ہے۔ جیسا کہ سابقہ مقام میں قلب اور چاروں لطائف سے پڑا تھا جو کہ عالم امر ہیں۔ جن کا عروج مرکز ظلال تک ہے۔ [۱۳۲] یہاں نفس کو حقیقتِ فنا حاصل ہو جاتی ہے اور نفس امارہ نفس مطمئنہ میں بدل جاتا ہے۔ اور مخالف دشمن، موافق دوست بن جاتا ہے۔ اور پھر دعوت و ارشاد کا حق مل جاتا ہے۔ یہ مقام بعدالجمع کی انتہا ہے، اس لیے یہاں تمیز صحیح حاصل کر کے وحدتِ شہودی کا راز جو کہ خلق سے غیرت حق کی خبر دیتا ہے، معلوم ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ان چیزوں کی طرف راغب ہوتا ہے جنہیں خدا پسند کرتا ہے اور ان سے گریز کرتا ہے جن سے خدا ناراض ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ کلفت درمیان سے جاتی رہتی ہے اور عمل بر شریعت اس کی طبیعت کا خاصا بن جاتا ہے۔ کتاب و سنت پر اعتقاد و عمل بلا تامل ہونے لگتا ہے اور (سالک) محتاط ہو جاتا ہے۔ اس مقام کو فنائے نفس اور ولایت کبریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو انبیاء کی ولایت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے امت کے خاص حضرات کو یہ مقام حاصل ہے۔

یہاں سالک کو اسما و صفات کے کالات کی سیر ہوتی ہے جو ”اسم ہواظہر“ سے متعلق ہیں۔ اس ولایت سے اوپر ملائکہ کی ولایت ہے۔ جسے ولایت علیا کہتے ہیں۔ یہاں ”کالات ہواالباطن“ کی سیر ہوتی ہے۔ اس ولایت

کے حاصل کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ تجلی ذات کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے بلند تر نبوت اور رسالت کے کمالات ہیں۔ اس مقام پر حضرت ذات باری تعالیٰ سے اسما و صفات کے الگ ہونے کے عدم جواز کے باوجود تجلی مجرد ذات عارف پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور یہاں پر چاروں عناصر سے جو لطیفہٴ نفس کے اصول ہیں واسطہ پڑتا ہے۔ یعنی ولایت علیا میں خاک کے سوا باقی تین عناصر سے اور کمالات نبوت میں صرف خاک سے، چونکہ ذات عالیہ کے اعتبارات و شیونات بہت زیادہ ہیں اور ان کمالات سے بھی بالاتر مقامات ثابت ہیں جو اپنے اپنے مقام پر مذکور ہیں۔ اس راستے میں سب سے مشکل کام فناء قلب اور فناء نفس حاصل کرنا ہے۔ اور دیگر تمام مراتب کا دار و مدار انہیں دو قسم کے فنا پر ہے۔ مذکورہ مقامات میں سے ہر مقام میں عروج و زوال اور فنا و بقاء ہے۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرات مجددیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تحقیقات کے مطابق اور اکابر متقدمین کے مذاق کے مناسب ہے ۱۹۱۔ لیکن دوسرے مشائخ اس سلسلے میں احتمال رکھتے ہیں جو سالکوں کے لیے ذوق کا باعث ہوتے ہیں۔ اس طرح جذبہ کو سلوک پر تقدم حاصل ہے۔ ہر چند شیخ کے نفس مفید کی تاثیر کو مرید کے باطن میں پورا دخل حاصل ہے لیکن مفید قسم کی استعداد ہونا بھی شرط ہے۔

آپ سے ملاقات کی بہت آرزو ہے۔ خدا ہماری اور آپ کی بخشش کرے، والسلام۔

[عریضہ: شاہ ابو الفتح]:

شاہ ابو الفتح (مکتوب الیہ ہذا) کے مکتوب کی چند سطریں جن میں بعض اشغالِ چشتیہ کے فوائد مندرجہ ہیں، ایک شغل کے بارے میں فرماتے ہیں [۱۳۳] کہ اس شغل میں کثرتِ مشق کے باعث سینہ کی گہرائی سے شہد کی مکھی کی مانند نہایت بسیط آواز محسوس ہوتی۔ جو ہر روز بڑھتی ہی جاتی تھی یہاں تک کہ وہ قلبِ صنوبری کی حرکت پر جو ”ذوالابتداء و الانتہا“ میں ثابت ہے، غالب آگئی۔ اسمِ جلالہ کا حمل درست طور پر اس کی گرفت میں آ گیا۔ آواز مزید بسیط ہو گئی چنانچہ قلب کے شروع سے لے کر اس طرف جہاں روح کا مقام ہے یک لخت ایک مستطیل آواز پیدا ہوئی۔ اس نے سارے سینہ کو اپنی گرفت میں لے لیا،

اس آواز نے کچھ عرصہ بعد اس قدر غلبہ کیا کہ سارے بدن میں سرایت گر گئی۔ حتیٰ کہ توجہ کے وقت ایک بال بھی اس سے خالی نہیں رہتا اور اس قدر مغلوب کر دیتی ہے کہ جبلی اعمال میں بھی توجہ رکھنا خاصا مشکل ہو جاتا ہے اور غیر کا تصور جانا رہتا ہے۔ اور حضرت ذات کی سیر دیر تک اعیان موجودات میں مشہود ہوتی ہے۔ جب اس حالت سے قدرے افادہ ہوتا ہے تو عجیب حالات اور انوکھے مکاشفات ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر اس حالت میں کسی کی قبر پر توجہ کرے تو صاحبِ قبر کا حال منکشف ہو جاتا ہے۔ اور اگر مستقبل کے حالات کے بارے میں جستجو کرے تو بلا کم و کاست معلوم کر لیتا ہے۔ اگر کسی ایسے آدمی کی طرف توجہ کرے جو صاحب استعداد ہو تو وہ اپنے دل میں تاثرات حرارت محسوس کرتا ہے۔ اس سے پہلے روح کا ذکر قدرے میسر تھا، اب وہ بھی اس آواز کے ساتھ مل گیا ہے۔ اب ذکر قلب اور روح میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے :

مرج البحرین يلتقيان ۱۹۲

(اس نے دو سمندر بہائے جو دیکھنے میں ملے ہوئے معلوم ہوئے)

ٹیسواں مکتوب

مسئلہ توحید وجودی کا بیان

برخوردار تمہاری التماس پر وحدتِ وجود کا مسئلہ لکھا ہے۔

جاننا چاہیے کہ کتاب مراتب سے ۱۹۲ کی شرح ۱۹۳ میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے علم قدیم میں کلی و جزئی حقائق جانتا ہے۔ کسی چیز کے علم سے اس شے کا وجود علم میں لازم آتا ہے۔ اس لیے چاہیے کہ تمام موجود اشیا علمِ ازلی میں موجود ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اس بات کے قائل ہیں کہ ”ہر چیز کا وجود علم میں ثابت ہے“۔ اس مرتبہ علم میں جس کا نام صوفیہ کی اصطلاح میں باطن وجود ہے، وجودات اشیا کو زمانے کے اعتبار سے قدیم و تاخیر حاصل نہیں، اس کے خلاف وجود خارجی میں قدیم و تاخیر بدیہی ہے۔ کیونکہ وجود علمی وجود خارجی سے الگ

شے ہے۔ اور چاہیے کہ اس سے مقدم رہے۔ جیسا کہ اصل کو فرع اور اور ظل والی چیز کو ظل پر تقدم حاصل ہوتا ہے۔ وجود علمی سے خارجی اشیاء کے وجود میں آنے کی کیفیت یہ ہے کہ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی ایسی صورت کو صور علمیہ سے وجود میں لائے جسے وجود منبسط کہتے ہیں اور جسے صوفیہ کی اصطلاح میں ظاہری وجود کہا جاتا ہے۔ اور اس صورت کے آثار مطلوبہ کو اس صورت سے [۱۲۴] ظاہر کرے تو اس صورت اور اس وجود کے نور کے درمیان ایسا رشتہ پیدا کر دیتا ہے جو ذہن میں تو معلوم ہوتا ہے لیکن از روئے کیفیت معلوم نہیں ہوتا، وجود منبسط کا آئینہ اس صورت کے عکس سے منقش کرتا ہے، وہ اس طرح کہ نقش اطلاق وجود برہم نہ ہو:

و لله المثل الاعلیٰ ۱۹۵

(اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے)

جیسا کہ دیکھنے والے کا عکس آئینہ کے سامنے آ کر آئینہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے آئینہ کا نور زائل نہیں ہوتا اور عقل (سلیم) رکھنے والا غور کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ صورت مرئیہ جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں یعنی شکل، رنگ اور مرائیت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں پر نہ دخول ہے اور نہ ارتسام۔ اگرچہ بظاہر اور عوام کی سمجھ کے مطابق صورت مرئیہ اور صفت مرئیہ یکساں ہیں۔ جو مرآت ہوتا ہے۔ در حقیقت صورت اور مرآت آئینہ میں سے ہر ایک، ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں۔ تعدب آئینہ صورت سے ظاہر ہوتا ہے۔ مولانا جامی مرآتب ص ۱۹۶ میں فرماتے ہیں کہ اگر وجود کو مرآت سمجھیں تو اس میں بظاہر صور علمیہ کے آثار و احکام پائے جاتے ہیں (نہ کہ وہ صور بہ نفسہا) ۱۹۶:

لان الاعیان الثابتة فی العلم ماثمت راحة الوجود فی الخارج ۱۹۷

(اس لیے کہ اعیان ثابتہ جو حضرت علم میں ہیں الہوں نے خارج میں وجود کی بو تک نہیں سونگھی)

اگر صور علمیہ کو مرآت قرار دیں تو اس میں اسماء و صفات کی تجلیات اور حضرت وجود کے شیونات ہیں نہ کہ وجود بعینہ ۱۹۸۔ چنانچہ مرآت

کوئی خزانہ علم کی طرح ہے جو منقوش صفحے کی مانند ہے۔ اور وجود منبسط صیقل شدہ آئینہ کی جگہ اس کے مقابل ہے۔ اس صفحہ میں سے لہ کوئی نقش باہر آتا ہے اور لہ کوئی صورت مرآت وجود میں آتی ہے۔ کیوں کہ مرتبہ علم سے صورت علمیہ کے خروج سے جہالت لازم آتی ہے۔ اور مرآت وجود میں دخول صورت سے قیام حادث قدیم ہوتا ہے اور یہ دونوں محال ہیں۔ اس لیے باطن وجود اور ظاہر وجود کے درمیان طرفین کے آثار و احکام کے عکس میں سے ایک طلسم ہے جو صوفیہ کی اصطلاح میں وہم اور دائرہ امکان کہلاتا ہے کیوں کہ اس میں پانچ مشہور تنزلات میں سے تین تنزلات امکانیہ پائے جاتے ہیں ۱۹۹۔ یعنی تنزل روحی، مثالی اور جسدی۔ چنانچہ مرتبہ علم واجبی میں دو تنزل وجوبی ہیں۔ یعنی وحدت و واحدیت جو عبارت ہیں مرتبہ علم میں خدا کے شیونات ۲۰۰ صفات کو اجالا اور تفصیلاً ملاحظہ کرنے سے۔ کہتے ہیں کہ خارج میں وجود واحد کے علاوہ کسی شے کی تحقیق اور اس کا ثبوت نہیں اور کثرت مرتبہ علم وہم میں موجود ہے۔ حکمت بالغہ نے اس (مرتبہ) وہم کو تقویت ۲۰۱ دی ہے اور اس پر آثار ابدی کی بنیاد رکھی ہے۔ لہ کہ اس وہم پر جو رفع وہم کے بعد اٹھ جاتا ہے۔ اس مرتبہ پر اطلاق وہم سے اس قوم کی مراد یہ ہے کہ اس کثرت کی کوئی اور حقیقت نہیں۔ تمام وجود واحد اس مرآت [۱۲۵] وجود منبسط میں تجلیات کثرت میں متجلی کر گیا ہے اور تجلیات کی کثرت کا منشا کثر شیونات ہے۔ جو حضرت وجود میں موجود ہیں۔ اور مرتبہ علم میں منکشف ہوتے ہیں۔ جیسے بیج سے کوئی پودا اگتا ہے۔ اس طرح حقائق ممکنات بن جاتے ہیں۔ اور حقائق کا عکس جب مرآت وجود میں منبسط ہوا تو عالم کہلایا۔ چونکہ اشیا کے وہمی وجود کی اور کوئی حقیقت نہیں بلکہ وہ وجود علمی کا عکس ہے۔ اور نفس الامر میں تمام وجود علمی کے ساتھ موجود ہے۔ مرتبہ علم سے نہیں نکلی ہیں۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور علم صفات الہیہ میں سے ایک صفت ہے۔ اور وجودی صوفیہ کے نزدیک صفات عین ذات ہے اس لیے اس تقریر کے مطابق اشیا کا وجود عین وجود حق ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر (ابن عربی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

ان شت قلت حق (و ان شت قلت خلق ۲۰۲)
 (اگر تم چاہو تو اے (ہستی - کون) حق کہو اور اگر تم چاہو تو خلق کہو)
 ثابت ہوا کہ خارج میں وجود واحد کے سوا کچھ نہیں۔ یہی وحدت الوجود
 کے معنی ہیں۔ اور یہی ان حضرات کا مکشوف اور مشہود ہے ۲۰۳۔

چولیسواں مکتوب ۲۰۳

حضرت شیخ عبد الاحد لبرہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
 کے مریدین کے نام

جو قیوم ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے طریقہ سے منسلک ہونے سے مخصوص ہے۔

اس کا مختصر بیان اس طرح ہے کہ انسان دس اجزا سے مرکب ہے ۲۰۵
 جسے لطائفِ عشرہ کا نام دیا گیا ہے۔ ان میں سے پانچ عالمِ خلق سے ہیں
 اور وہ نفس اور عناصر اربعہ ہیں۔ اور پانچ عالمِ امر سے ہیں۔ یعنی وہ
 عالم جو جسمانی اوصاف اور لوازم سے پاک اور مبرا ہے اور وہ قلب، روح
 سر، خفی اور اخفی ہے۔ حق تعالیٰ نے انسانی ہیکل تخلیق کرنے کے بعد
 جو کہ عالمِ خلق کے اجزا سے مرتب اور مرکب ہوا ہے، عالمِ امر کے
 خمسہ سے ہر ایک کو جو عرش کے اوپر لامکانی سے موصوف ہے، انسانی
 جسم میں مناسب مقام پر رکھ کر تعلق بخشا تاکہ انسان خلق اور امر کا
 جامع ہو جائے۔ اور اسمِ صغیر کا مستحق ہو جائے۔

اس لیے پہلے اس لطیفہ میں مشغول کرتے ہیں جو ہائیں ہستان کے
 نیچے گوشت کے لوتھڑے کے نیچے ہے جسے قلبِ صنوبری ۲۰۶ کہتے ہیں۔
 اور اس شغل کا طریقہ یہ ہے کہ سالک کو قلبِ صنوبری کی طرف متوجہ
 ہونا چاہیے، اے اس لوتھڑے کو حجرہ کی طرح سمجھنا چاہیے۔ جس سے
 اس لطیفے کا تعلق ہے۔ اور اسمِ مبارک ”اللہ“ اس پر جاری ہوتا ہے۔
 اس وقت وہ سانس کو زیرِ ناف روکے اور زبان کو تالو سے لگائے اور تمام
 حواس کو یک سو کر کے قلبِ صنوبری کی طرف توجہ کرے۔ [۱۴۶] اور

اسم مذکور کو ”یچونی“ اور ”یچگونہ“ ۲۰۷ کی صفت سے ملحوظ رکھے صرف صورت قلب اور نفس اللہ کا تصور کرے اور کوئی صفت مثلاً سمیع ، بصیر ، حاضر اور ناظر کا تصور نہ کرے اور سانس کو اس وقت تک روکے جب تک حضور میں خلل اور فتور نہ آجائے ، اس طریقے پر ہمیشہ عمل کرے ، جس سے یٹھتے اٹھتے ، کھاتے پیتے ، بولتے یا سوتے وقت اس کا تصور باقی رہے۔ اگر اس (عمل) کی نگاہ داشت میں پوری کوشش کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حرارت ، گرمی ، شوق اور ذوق حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے آثار و انوار مرتب ہونے لگتے ہیں۔ قلبی نور کا زرد رنگ مقرر کیا گیا ہے۔ اس عمل میں فنا اور غیبت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس غیبت کے دوران اس پر اس کی استعداد کے مطابق کچھ کشف بھی ہوتا ہے۔ اس لطیفے کی کشائش کا کمال یہ ہے کہ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے فعل میں فنا ہو جاتا ہے اور پھر اسی فعل سے باقی رہتا ہے۔ پس اس وقت سالک خود کو مسلوب الفعل اور بے کار محسوس کرتا ہے اور اپنے تمام افعال کو حق تعالیٰ کے افعال تصور کرتا ہے۔ اس کا معلوم اور مشہود فقط حق جل علاہ رہ جاتا ہے۔ اور ”ماسوا“ کے علاوہ سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے۔ اور یہ فراموشی کسی کو تو مدت دراز تک اور کسی کو تمام عمر رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اُسے یاد دلانے کی کوشش کی جائے تو بھی اُسے یاد نہیں آتا۔ سالک اس وقت دائرہ ولایت میں داخل ہوتا ہے۔ اس مرتبے کو تجلی فعلی اور فنائے قلب کہتے ہیں ۲۰۸۔ اس لطیفے کی ولایت حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے ، جو بھی ”آدمی المشرب“ ہوتا ہے اُسے اسی لطیفہ کے ذریعے وصال ایزدی میسر آتا ہے۔ اس کی سیر تمام لطائف پر نہیں ہوگی۔ مگر مرشد کامل کی ہمت و کشش سے (تمام لطائف کی سیر ممکن ہے)۔

اس کے بعد لطیفہٴ روح کا شغل کیا جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس کا تعلق دائیں ہستان کے لیچے ہے۔ یہ لطیفہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جل شانہ کی صفات میں سے فنا و بقا سے مشرف ہوتا ہے۔ اس سیر میں سالک اپنی صفات کو اپنے سے مسلوب پاتا ہے۔ اور اُسے حق تعالیٰ سے منسوب کرتا ہے۔ خواہ سمع خواہ بصر اور تمام صفات کو اس طرح سمجھتا ہے کہ خود حق تعالیٰ ہی سنتا اور دیکھتا ہے اور اس کی اپنی نہ کوئی سمع ہے نہ بصر۔ اس حالت کے حصول کو تجلیٴ صفات سے تعبیر کرتے ہیں ۲۰۹۔

اس لطیفے کا نور سرخ ہے۔ اس لطیفے کی ولایت حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے۔ اس لیے جو بھی ابراہیمی المشرب ہوگا وہ لطیفہ قلب طے کرنے کے بعد وصالِ خداوندی حاصل کرے گا۔

اس کے بعد لطیفہ سر ۲۱۰ کا شغل ہوتا ہے جس کا تعلق سینہ اور قلب کے وسط سے ہے۔ [۱۳۷] اس لطیفے کو شیونات ذاتیہ کی تجلیات سے فنا و بقا حاصل ہوتی ہے ۲۱۱۔ اس لطیفے کا نور سفید ہے۔ اس لطیفے کی ولایت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے، اور موسیٰ المشرب سابقہ لطائف طے کرنے کے بعد واصل بحق ہوگا۔

پھر لطیفہ خفی کا شغل کیا جاتا ہے۔ جس کا تعلق روح اور وسط سینہ کے مابین سے ہے۔ اس لطیفے کی فنا صفات سلبیہ میں ہے۔ اس لطیفے کا سیاہ نور متعین کیا گیا ہے، اس لطیفے کی ولایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے۔ اس لطیفے کا مالک جو عیسوی مشرب ہوگا وہ سابقہ درجات طے کرنے کے بعد اس لطیفہ کے ذریعے بارگاہِ الہی میں پہنچتا ہے۔

من بعد لطیفہ اخفی کا شغل ہوتا ہے جس کا تعلق وسط سینہ سے ہے، اس لطیفے کی فنا مرتبہ برزخیہ میں مرتبہ تنزیہ اور مرتبہ احدیت مجردہ میں ہے۔ اس لطیفہ کے نور کو ”نور سبز“ فرمایا ہے۔ اس لطیفہ کی ولایت حضرت افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم و آلہ و اصحابہ افضل الصلوٰۃ اکملہا و اکملہا کے زیر قدم ہے جو بھی مجددی المشرب ہوگا، اسی لطیفہ کے وسیلہ سے بارگاہِ قدس و تعالیٰ میں واصل ہوتا ہے۔ سابقہ مراتب طے کرنے کے بعد لطیفہ قلب کو ظلال صفات کی تجلی سے حصہ ملتا ہے۔ اور دائرہ ظلال ولایت صغریٰ جو کہ اولیا کی ولایت ہے، کی سیر ہوتی ہے۔ اور لطیفہ نفس تجلی صفات سے بہرہ ور ہے۔ دائرہ صفات ولایت کبریٰ جو کہ انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے، کی سیر ہوتی ہے۔ عناصر اربعہ میں سے تین عنصروں کو سوائے خاک کے تجلی صفات کے باعتبار ”اسم الباطن“ سے حصہ ملتا ہے۔ چنانچہ نفس کو اسم الظاہر کے اعتبار سے تجلی صفات سے حصہ حاصل ہے۔

اس دائرہ ولایت علیا کی سیر ولایت ملائکہ کی سیر ہے۔ اور عنصر خاک تجلی ذات سے بہرہ ور ہے، کیوں کہ یہ کالات نبوت ہیں۔

کمال لطائف عشرہ کے حصول اور فنا کے بعد قلبی وجدانی ہیئت پر پڑتی ہے۔ جب لطائف خمسہ عالم امر سے فارغ ہو جاتے ہیں اور معاملہ لطائف عالم خالق سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اور وہ نفس اور عناصر اربعہ ہیں۔ پہلے نفس مطمئنہ حاصل ہوتا ہے پھر رضا سے مشرف ہوتا ہے اور پھر اسلام حقیقی حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد عناصر اربعہ کے اصولوں کی سیر ہوتی ہے۔ اس کے بعد کلمات نبوت، قرآن کے حروف مقطعات کا کشف، متشابہات و کلمات رسالت اور کلمات اولوالعزم حاصل ہوتے ہیں [۱۳۸]۔

جاننا چاہیے کہ فناء لطائف حاصل کرنے کے لیے نفی و اثبات کا ذکر کرنا چاہیے۔ اس طرح کہ سابقہ طریقہ کے مطابق سانس روک کر لفظ ”لا“ کو ناف سے کھینچ کر دماغ تک جو کہ لطیفہٴ نفس کا مقام ہے، پہنچاتے ہیں اور ”الہ“ کو دائیں طرف لا کر ”الا اللہ“ کی ضرب قلب پر ایسے طریقے سے لگاتے ہیں کہ اس کا گزر لطائف پر ہوتا ہے جو سینے میں موجود ہوتے ہیں۔ اور مشاہدہ کرتے ہیں کہ ذات بیچوں کے سوا کوئی مقصود اور معبود نہیں ہے۔ اسے ”باز گشت“ کہتے ہیں۔ جب ایک ہی سانس میں ذکر کی تعداد اکیس ہو جائے تو ہر روز اتنا ہی کرے۔ یہاں تک کہ ایک ہزار مرتبہ روزانہ ضرب لگائے۔ لیکن اسے مقررہ شرائط کے مطابق کیا جائے، پھر فنا کا پھل مل جائے گا ۲۱۲۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان ما گر نرسیدیم تو شاید برسی ۲۱۴

راقم فقیر (شاہ غلام علی) عنہ کہتا ہے کہ اس طریقے کے متاخرین نے سالکوں کی عدم فرصت کے باعث حرکت ذکر کے القا کے بعد لطائف عشرہ میں جو ترکیب میں سات ہیں، لطیفہٴ نفس کی تہذیب کے بعد لطیفہٴ قلب کی تہذیب اختیار کی ہے۔ کیوں کہ ان دونوں لطیفوں کی سیر کے ضمن میں عالم امر کے لطائف اربعہ کو بھی فنا، بقا، عروج اور صعود اپنے اصول سے حاصل ہوتی ہے اور بتدریج اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ اسم ذات کے ذکر میں سانس روکنا حضرت ایشاں (میرزا مظہر) اور آپ کے اصحاب سے نہیں سنا حرکت قلبی بھی چنداں لازم نہیں۔ مقصود تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے۔ اس (مکتوب) میں چونکہ بہت فوائد تھے، اس لیے تبرکاً نقل کیا گیا ہے ۲۱۳۔

فالحمد لله كما يحب ربنا و يرضى و صلى الله على سيدنا
محمد و على آله و اصحابه و بارک و سلم۔

حواشی

- ۱۔ تاریخ اکبری از عارف قندھاری ، اکبر نامہ اور آئین اکبری میں ان مہات کی تفصیل موجود ہے نیز دیگر کتب کے حوالوں کے لیے ملاحظہ ہو : ضمیمہ ”اجداد حضرت مظہر“۔
- ۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : ضمیمہ ”دوم“ ”اجداد حضرت مظہر“ و فصل چہارم در نسب و ولادت حضرت مظہر (کتاب ہذا ، ص ۲۵۹ - ۲۷۹)۔
- ۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فصل ذکر نسب و ولادت حضرت مظہر۔
- ۴۔ ایضاً۔
- ۵۔ ملاحظہ ہو : فصل حضرت مظہر کا حاجی محمد افضل سے استفادہ (کتاب حاضر ، ص ۲۸۷ - ۲۹۲)۔
- ۶۔ ملاحظہ ہو : فصل پنجم ، حضرت مظہر کا حضرت مید نور محمد سے استفادہ۔
- ۷۔ یعنی حضرت خواجہ سیف الدین و حضرت خواجہ محمد معصوم۔
- ۸۔ دیکھیے فصل ہشتم ، حضرت مظہر کا شیخ محمد اابد سناسی سے استفادہ۔
- ۹۔ یعنی حضرت شیخ عبدالاحد ملقب بہ شاہ گل ، متخلص بہ وحدت اور حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد۔
- ۱۰۔ حضرات نقشبندیہ کی بنیادی کتب خاص طور سے حضرات سرہند کے مجموعہ ہای مکاتیب ان بشارات و مکاشفات سے مملو ہیں خود حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا مستقل رسالہ مکاشفات غیبیہ موجود ہے۔ نیز اکابر نقشبندی مشائخ کی تصانیف میں بھی مکاشفات پائے جاتے ہیں۔

۱۱- تفصیل کے لیے اسی فصل میں مکتوب نمبر ۲۱ ملاحظہ کریں۔
۱۲- ایضاً۔

۱۳- القرآن (آل عمران) ۶۰/۳۔

۱۴- عصمت صرف البیائے کرام کا خاصہ ہے۔ عصمت البیاء پر علماء نے مستقل رسائل لکھے ہیں۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں:

البیاء علیہم السلام جو کہ گناہوں سے معصوم و پاک
ہیں اور ان حضرات سے گناہ کے صادر ہونے کا امکان
بھی سلب کر لیا گیا ہے۔ (مکتوبات ۲/۴۴)

۱۵- ترجمہ: فیض روح القدس (حضرت جبریل علیہ السلام) اگر پھر مدد
کریے تو بعد والے بھی وہ کر دکھائیں جو حضرت مسیح علیہ السلام
نے کیا۔

۱۶- یعنی پیر کی موجودگی شرط ہے۔

۱۷- ملاحظہ ہو: مقدمہ کتاب ہذا "صوفیہ کی حالت"، ص ۱۰۹-۱۱۲۔
۱۸- رشحات میں ہے:

گاہی نسبت گویند و ازان طریقہ و کیفیت مخصوصہ و
معہودہ این طائفہ علیہ خواہند و گاہی صفت غالب و
ملکہ نفس کشی ارادہ کنند و گاہی بار گویند گرانی و
نسبتی خواہند (ص ۱۱۶)۔

احمد طاہری عراقی نے رسالہ قدسیہ کے تعلیقات میں اس اصطلاح پر
بحث کرتے ہوئے صوفیہ کے اقوال یک جا کر دیے ہیں (ملاحظہ
ہو: قدسیہ مولف حضرت خواجہ مجد پارسا مرتبہ احمد طاہری عراقی،
تہران ۱۹۷۵ء)، (ص ۱۱۸-۱۲۰)۔

۱۹- کلمات طیبات میں شامل اس مکتوب کے الفاظ جہاں اس طرح درج
ہوئے ہیں:

این کثرت وجودات ظلی نخل وحدت وجود حقیقی اصل
نمی تواند شد، ص ۱۵۔

۲۰- وجودی صوفیہ نے اپنی کتب میں اس موضوع پر مفصل بحث کی

ہے۔ حضرت شیخ ابن عربی کا مستقل رسالہ ”نسب الخرقی“ موجود ہے، جو انہوں نے دمشق میں ۵۶۳۳ میں تصنیف کیا (مقالہ)۔
 محمد تقی دانش پڑوہ: ”خرقہ ہزار بیخنی“ شامل Wisdom of Persia،
 تہران ۱۹۷۱ء، ص ۱۳۹۔ نیز ملاحظہ ہو: اصطلاحات صوفیہ از
 عبدالرزاق کاشانی، اصطلاحات صوفیہ از فخرالدین عراقی، لطائف اشرفی
 (فصل اصطلاحات صوفیہ)۔

۲۱۔ کلمات طہیبت، (ص ۱۵) میں یہ فقرہ موجود ہے ”وجود حق بسیط
 و خیر و حسن محض است و عین عالم نمی تواند شد“ جو
 مقامات مظہری کے مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے۔

۲۲۔ شہودی صوفیہ نے اس باب میں جو بحثیں کی ہیں ان کی تفصیل
 کے لیے ملاحظہ ہو:

پارما، خواجہ: رسالہ ”قدسیہ مرتبہ احمد طاہری عراقی، مطبوعہ
 تہران و مرتبہ ملک محمد اقبال، مطبوعہ راولپنڈی۔

ایضاً: تحقیقات (فصل اصطلاحات صوفیہ)، فقیر اللہ علوی شکارپوری:
 مکتوبات نمبر ۹/۱ - ۱۰، ۲۷/۲، ۲۹۷/۷، ۶۵/۶۔

محمد الف ثانی، حضرت: مکتوبات ۱/۱۸۷۔

ولی اللہ، شاہ: شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل، مطبوعہ
 مطبع احمدی، فصل ہفتم، ص ۶۸۔

فقیر اللہ علوی شکارپوری: مکتوبات ۱/۳، ثناء اللہ ہانی ہتی، قاضی:
 ارشاد الطالبین، ص ۱۲۔

شاہ غلام علی دہلوی: ایضاح الطریقہ، ۶۱۔

۲۳۔ صوفیہ کرام نے علم کو اصطلاح کے طور پر بیان کرتے ہوئے اس
 کی کئی اقسام بتائی ہیں۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں:

کلابادی، ابوبکر محمد: التعرف لمذہب اہل التصوف، قاہرہ
 ۱۹۶۰ء، ص ۸۶ - ۸۹۔

الصباری، خواجہ عبداللہ پروی: منازل السائرین مرتبہ روان فرہادی،
 کابل ۱۳۵۵ ش، ص ۱۷۰، ۳۹۳ - ۳۹۵۔

سہروردی : مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ (ترجمہ فارسی) لولکشور ، باب دوم بیان علوم ، ص ۳۳ - ۵۳ -

قشیری ، امام ابوالقاسم : رسالہ تشریح شرح از خواجہ گیسو دراز ، دکن ۱۳۶۱ء ، ص ۳۷۱ -

ہجویری ، علی بن عثمان ، گنج بخش لاہوری : کشف المحجوب ، ص ۱۹ -

فقیر اللہ علوی شکارپوری : مکتوبات ۷/۷۶ -

۲۴- مفتی محمد باقر نے کنز الہدایات میں مکتوبات اور رسائل حضرت مجدد اور مکتوبات معصومیہ کے ملخص مندرجات کی روشنی میں ان امور پر بحث کی ہے۔ (کنز الہدایات ، مطبوعہ امرتسر ، ۸۲ - ۹۵)۔
نیز نجم الفنی رام پوری نے علم حضوری و حصولی کے تحت مختلف اقوال صوفیہ یک جا کر دیے ہیں ، ملاحظہ ہو : تذکرۃ السلوک ، مراد آباد ۱۷۱۸ء ، ص ۷۹ - ۸۰ -

۲۵- کلمات طیبات ، ص ۱۷ میں منقول اس مکتوب میں یہ جملہ ”کہ تداخل عبادتین مت“ مقامات مظہری میں شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔

۲۶- امام ربانی مجدد الف ثانی : مکتوبات ، جلد اول مکتوب نمبر ۲۰۹ ، جلد سوم مکتوب نمبر ۸۸ ، ۹۲ ، ۱۲۱ -

۲۷- رسالہ حضرت شیخ محمد یحییٰ کے وجود کا ہمیں علم نہیں ہے۔

۲۸- یہ رسالہ ہم نے کئی نسخوں کی مدد سے ایڈٹ کیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہوا۔

۲۹- عطیۃ الوہاب ۵۱۰۹۳/۱۶۸۳ء میں تالیف ہوا۔ علیحدہ کتابی صورت میں اور پھر مکتوبات حضرت مجدد کے عربی ترجمہ شیخ محمد مراد (دفتر سوم) کے حاشیہ پر دو مرتبہ چھپ چکا ہے۔

۳۰- ہرزنجی نے اس سلسلے کے رد میں کئی کتابیں لکھی تھیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : احوال و آثار خویشگی ، ص ۱۵۹ - ۱۶۱ -

۳۱- حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تصانیف میں سے مکتوبات ،

اثبات النبوت ، رد روافض ، رسالہ تہلیلہ ، مبداء و معاد ، معارف لدنیہ اور چہل حدیث دریافت ہو کر شائع ہو چکی ہیں ۔

۳۲- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : وحدت الوجود قالیف ملا عبدالعلی بحر العلوم ترجمہ و حواشی مولانا زید ابو الحسن فاروقی دہلی ، ۱۹۷۱ء و مقدمہ کتاب حاضر ، ص ۱۲۵ - ۱۲۸ -

۳۳- ایضاً ۔

۳۴- ایضاً ۔

۳۵- ”مولوی صاحب مہربان سلمہ الرحمن“ سے حضرت مظہر کے خلیفہ اجل حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مراد ہیں ۔ حضرت مظہر کے مکتوبات کا جو مجموعہ جناب عبدالرزاق قریشی مرحوم نے شائع کیا تھا ۔ اس میں اکثر مکاتیب میں انہیں اسی طرح مخاطب کیا گیا ہے ۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو باب ”خلفائے حضرت مظہر“ (کتاب حاضر ، ص ۳۹۰ - ۳۹۴) ۔

۳۶- اکثر معترضین کے رسائل سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے آپ کی اصطلاحات تصوف کو گناہ نہیں سمجھا ، حضرت مجدد کے نبیرہ مولانا محمد فرخ مجددی نے اصطلاحاتِ صوفیہ پر ایک ضخیم کتاب لکھی تھی جو اس کمی کو پورا کرتی ہے ۔ ملاحظہ ہو ہدیہ مجددیہ مولف مولانا وکیل احمد سکندر پوری ۔

۳۷- تفصیل کے لیے دیکھیے فصل ہذا کے حواشی نمبر ۱۹۳ ص ۲۰۲ ۔

۳۸- ایک شے کے لیے دوسری شے کا حکم یا اس حکم کا منشاء اگر یہ ثبوت الفاظ (ذو) یا (لہ) یا (فی) کے ذریعہ ہو تو حمل استتاق ہے اور اگر یہ ثبوت بلا واسطہ ہو تو حمل مواطاۃ ہے ۔ (دستور العلماء ۵۷/۲ ، مصطلحات علوم و فنون عربیہ ، ص ۱۳۸) ۔

۳۹- مجدد الف ثانی ، حضرت : مکتوبات ۱۲۴/۳ ۔

ایضاً : مبداء و معاد نمبر ۴۸ ، بدر الدین سرہندی حضرات القدس ۱۲۶/۲ ۔

شاہ غلام علی دہلوی : رسائل سبعہ سیارہ ، ص ۵۰ ۔

محمد امین بدخشی : المفاضلہ بین الانسان والکعبہ (سال ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۸ء) قلمی ، مخزونہ کتب خانہ اسلامیہ کالج ، پشاور ۔

۳۰۔ اس موضوع پر ہم نے احوال و آثار عبداللہ خویشکی میں مفصل بحث کی ہے ، ملاحظہ ہو : ص ۱۵۰ - ۱۵۳ ۔

۳۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فصل ہذا مکتوب نمبر ۷ ۔

۳۲۔ ترمذی (کتاب الامثال ، باب ۶ ، نمبر ۲۸۶۹) ۱۵۲/۵ ۔

۳۳۔ کلمات طیبات ، ص ۱۹ میں منقول اس مکتوب کا یہ فقرہ ”و کمالی غیر از کلمات نبوت بالاصالة ختم نہ شدہ است“ مقامات مظہری (مطبوعہ لسخہ) میں نقل ہونے سے رہ گیا ہے ۔

۳۴۔ صوفیہ کرام نے ائمہ صوفیہ کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے سے منع کیا ہے ۔ مشائخ کے اکثر تذکروں میں اس قسم کے اثرات ملتے ہیں ، لیکن ہر جگہ تفضیل کی نفی کی گئی ہے ۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کا قیاس معتقدین کے مابین اس وقت پیدا ہوا ہو گا جب حضرت مجدد کے مکتوبات میں بعض ایسے نکات قارئین کی نظر سے گزرے جن میں آپ نے حضرت شیخ کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے ۔ مثلاً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کا قول ہے :

قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ

(میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اس کی توضیح یوں کی ہے کہ ”جاننا چاہیے کہ یہ حکم صرف اُس وقت کے اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے ، اولیائے متقدمین و متاخرین اس حکم سے خارج ہیں (مکتوبات ۱/۲۹۳) غور کریں تو اس توضیح سے کسی طرح بھی بے ادبی کا پہلو نمایاں نہیں ہوتا حضرت مجدد کے علاوہ یہی رائے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی بھی ہے (دیباچہ شرح فتوح الغیب) نیز شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام نے بھی ایسا ہی لکھا ہے (سیرت غوث اعظم ، ص ۱۰۰ - ۱۰۲)۔ حضرت مجدد نے کئی مقامات

پر آپ کے فضائل و مناقب تحریر کیے ہیں۔ لکھا ہے ائمہ اثنا عشر کے بعد مقام قطبیت حضرت غوث اعظم کو عطا ہوا اور تا ابن دم تمام واصیلین کو انہی کے ذریعے فیض پہنچتا ہے اور شیخ مجدد آپ کے نائب ہیں (مکتوبات ۱۲۲/۳) حضرت مجدد اپنے یوم وصال تک حضرت غوث الثقلین کا احترام اسی طرح کرتے رہے انتہائی ضعف اور مرض میں آپ عالم رویا میں ملے اور فرمایا کہ میرے اس شعر:

افلت شمس... الخ اور ہمارے قول قدمی ہنہ... الخ

کی شرح لکھو ان شاء اللہ صحت ہو جائے گی (بدرالدین سرہندی؛ وصال احمدی، ص ۱۲-۱۴) مزید تفصیل کے لیے حضرت مظہر کے معاصر بزرگ شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری کا طویل مکتوب ملاحظہ ہو۔ (مکتوبات ۲۰۲/۳۹-۲۲۱)۔

۳۵- (ترجمہ) کمی اور بیشی کی طرف ہرگز توجہ نہیں دینی چاہیے اور حد سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہیے۔ تمام کائنات جہاں ازلی کا آئینہ ہے۔ اسے دیکھنا چاہیے اور دم مارنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

۳۶- حضرت مجدد لکھتے ہیں ”باوجود اس تمیز بے چونی اور وسعت بے کیفی کے اس کے اسما و صفات خالصہ علم واجبی میں تفصیل اور تمائز پیدا کر کے منعکس ہوئے۔ ہر اسم اور صفت متمیزہ کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور نقیض ہے عدم میں علم کا مقابل عدم علم ہے، جس کو جہل کہتے ہیں، اور قدرت کا عدم قدرت ہے جس کو عجز کہتے ہیں، یہی کیفیت تمام صفات کی ہے ان مقابلات عدمیہ نے بھی واجبی میں تفصیل اور تمیز پیدا کی ہے اور وہ اپنے مقابل اسما و صفات کے لیے آئینے بنے۔ اسما و صفات واجبی کا ان پر عکس پڑا۔ اس فقیر کے نزدیک عدمی آئینوں پر جو عکس پڑا ہے وہ حقائق ممکنات ہے“۔ (مکتوبات ۱۲۲/۳)۔ رسالہ وحدت الوجود، حواشی مولانا زید)۔

۳۷- وحدت الوجود اور شہود میں الطباق ثابت کرنے کا سلسلہ حضرت مظہر کے زمانے میں خاصا زوروں پر تھا جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں وضاحت کی ہے کہ دونوں مکاتب فکر اس کشنی اختلاف کو

خلاف کا رنگ دے کر ایک دوسرے کی تکفیر کرنے پر اتر آئے تھے ، حضرت مظہر کے قریب العہد عارف حضرت شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری (ف ۱۳۱/۵۱۷۱۸) نے اس تکفیر کی شورش سے متاثر ہو کر ایک کتاب ”صلح الفریقین فی منع تکفیر موحدین“ تالیف کی تھی ۔ (ر۔ ک بہ مقالہ ”راقم در نور اسلام اولیائے نقشبند نمبر ۱۹۷۹ء ص ۷۹ - ۸۳) حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی اس میدان میں آ کر دونوں نظریات کو منطبق کرنے کی کوشش کی ۔ حضرت مظہر اس انطباق کو تسلیم نہیں کرتے تھے چنانچہ انہوں نے مولانا غلام یحییٰ بہاری سے فرمائش کی وہ اس موضوع پر ایک رسالہ لکھیں انہوں نے کلمات الحق کے نام سے انطباق کی نفی میں ایک رسالہ لکھا ۔ اسی طرح حضرت مظہر کی فرمائش پر رسالہ مظہر النور لکھا گیا ۔ اول الذکر رسالہ کے رد میں حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی نے ضخیم رسالہ دمع الباطل کے نام سے تالیف کر ڈالا جس میں حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریہ ”انطباق کی پر زور تائید کی ۔ گویا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ دونوں فریق اس نظریہ کے معاملہ میں (علاوہ علماء مذکورہ) افراط و تفریط کا شکار ہو گئے تھے ، یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کے جانشینوں نے اپنی خانقاہوں میں اس مسئلہ پر بحث کی ممانعت کر دی تھی ۔ خانوادہ مجددیہ کے عالم افراد ابھی تک اپنے اسلاف کے نظریہ کے مطابق ایسے لفظی اختلاف نہیں سمجھتے بلکہ واضح قسم کا کشفی اختلاف ثابت کرتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو :

زید ابوالحسن فاروقی : رسالہ وحدت الوجود از علامہ بحر العلوم ۔ بحث خاتمہ ، ص ۱۳۰ - ۱۳۶ نیز تحقیقی بحث کے لیے دیکھیے ، مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی ۱۵۸/۳۶ - ۱۹۵ -

۳۸۔ یہ قول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ، ایک روز آپ کی محفل میں ایک صالح شخص برہان پور سے آیا اور سوال کیا کہ شیخ محمد فضل اللہ نے دریافت کیا ہے کہ آپ نے اپنے مکتوب (۱۱/۱) میں لکھا ہے کہ میرا مرتبہ ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ سے بلند ہے ؟ اس کے جواب میں حضرت مجدد نے کہا کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جمیع فضائل کے باوجود خلفاء ثلاثہ پر فضیلت نہیں دیتا تو اپنے کو ان سے افضل

کیوں کر لکھ سکتا ہوں؟ بلکہ معرفتِ حق اس شخص پر حرام ہے جو خود کو کافر فرنگ سے بہتر سمجھتا ہو:

”معرفتِ خدا نے ہر آنکس حرام کہ خود را از کافر فرنگ بہتر داند“
(حضرات القدس ۲/۸۸)۔

۴۹۔ کتاب ہذا کے حواشی میں مختلف مقامات پر ان حقائق کی تفصیلات درج ہیں۔ نیز مولانا محمد باقر لاہوری نے اس باب میں حضرت مجدد کے معارف بیان کیے ہیں (کنز الہدایات، آخری حصہ)۔

۵۰۔ شیخ منصور حلاج کے مکاشفات کو صوفیہ نے بحث کا موضوع بنایا ہے۔ مستقل کتابیں اور مسائل تصوف پر عمومی بحث کے دوران ”شیخ حلاج“ کا ذکر مکرر آیا ہے۔

احوال و مراجع کے لیے دیکھیے، بروکلان: تاریخ الادب العربی ترجمہ سید یعقوب بکر۔ قاہرہ ۱۹۷۷ء، ۲/۶۶ - ۶۹۔

۵۱۔ القرآن (الانبیاء) ۲۱/۸۳۔

۵۲۔ قوسین میں دیا گیا جملہ مقاماتِ مظہری میں نہیں ہے جب کہ کلماتِ طیبات (ص ۲۱) میں شامل اس مکتوب میں موجود ہے۔

۵۳۔ القرآن (الانبیاء) ۲۱/۸۳۔

۵۴۔ القرآن، (ص) ۴۸/۴۱۔

۵۵۔ القرآن (ص) ۲۸/۴۴۔

۵۶۔ قوسین میں درج فقرہ مقاماتِ مظہری میں منقول اس مکتوب میں نہیں ہے جب کہ کلماتِ طیبات، ص ۲۲ میں پایا جاتا ہے۔

۵۷۔ قصص الانبیاء کے موضوع پر تالیف ہونے والی کتب میں حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے درج ہے۔ ہمارے پیش نظر امام ثعلبی کی کتاب العرائس (مطبوعہ مصر ۱۳۱۵ھ، ص ۸۶ - ۹۳) ہے۔

۵۸۔ اس مقام کی تشریح اسی مکتوب کے حواشی میں ملاحظہ کریں۔

۵۹۔ ایضاً۔

۶۰۔ قوسین میں منقول فقرہ مقاماتِ مظہری میں نہیں ہے بلکہ کلماتِ طبیات میں مندرج اس مکتوب سے لیا گیا ہے ، ص ۲۲ -

۶۱۔ حضرت محی الدین ابن عربی کے اس قول کی تفصیل کے لیے دیکھیے ؛
فصوص الحکم شرح ملا جامی (فص حکمة غیبیة فی کلمة ایوبیة)
مطبوعہ فیروز پور ، ۱۹۰۷ء ، ص ۳۶۳ -

۶۲۔ کسی ولی کا نبی کے مرتبے کو پہنچنا تو درکنار ولی کی ولایت نبی کی انتہائی اتباع پر مبنی ہے ۔ اس باب میں حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات اور رسائل میں خوب دلائل سے بحث کی ہے ، ایک مقام ملاحظہ ہو :

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے لیچے رہتا ہے جو تمام پیغمبروں سے کم درجے کا ہے ۔
(مکتوبات ۱/۲۳۸) -

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے :

سلمی ، عبدالرحمن : طبقات الصوفیہ مرتبہ نور الدین شریبہ ، مصر ، ۱۹۵۳ء ، ص ۳۲ ، ۳۳ ، ۳۷ ، ۵۹ ، ۶۶ ، ۹۴ ، ۱۰۳ ، ۱۰۶ ، ۱۱۳ ، بعد (اشاریہ اصطلاحات ، ۵۵۸) -

انصاری ، عبداللہ ، خواجہ ، پروی : طبقات الصوفیہ مرتبہ حبیبی ، کابل ، ۱۳۴۱ ش ، ص ۳ ، ۱۴ ، ۶۴ (اشاریہ اصطلاحات ، ص ۷۰۸) -

فقیر اللہ علوی شکار پوری : قطب الارشاد ، کوئٹہ ، ۱۳۹۷ء ، ص ۱۰۵ - ۱۰۹ (فائدہ ، فضل الولی علی النبی) -

سجادی ، سید جعفر : فرہنگ لغات و اصطلاحات و تعبیرات عرفانی ، تہران ، ۱۳۵۳ ش ، ص ۲۹۷ - ۲۹۸ -

۶۳۔ حضرت مولانا غلام نبی للہی ، خلیفہ حضرت غلام محی الدین قصوری ، خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی ، خلیفہ حضرت مظہر نے اس مکتوب کی ایک نہایت عمدہ شرح لکھی ہے جو ”القول القوی فی ذکر النبی و الجلی“ کے نام سے مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۰۱ء میں چھپی تھی ۔ اس کے آخر میں اس وقت کے جید علماء کی

تصدیقی تقریظیں موجود ہیں (یعنی مولوی غلام مرتضیٰ بیربلوی ،
محمد محبوب عالم ، مولوی غلام دستگیر قصوری ، خلیفہ حمید الدین
قاضی لاہور ، مولوی عبداللہ ٹونکی ، مولوی نور احمد لاہوری ،
مولوی عبدالعزیز بن مولوی غلام محی الدین بگیوالہ ، شیخ احمد
دریگانی ، غلام رسول چووی)۔ ہم نے حواشی میں اس شرح سے
استفادہ کیا ہے ۔

۶۴۔ کئی حنفی فقہاء نے اس مسئلے پر اظہار خیال کیا ہے ۔ قاضی خان
نے اپنے فتاویٰ (باب غسل و میت) میں لکھا ہے کہ ذکر بالجہر
مکروہ ہے ۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ذکر باجہر مولفہ مولانا
غلام رسول سعیدی ، مکتبہ قادریہ ، لاہور ، ۱۹۷۷ء ، ص ۱۶۳ ۔

۶۵۔ ذکر جہر کی ذکر خفی پر فضیلت کے سلسلے میں صوفیہ نے کئی
رسائل لکھے ہیں ۔ ملاحظہ ہو :

محمد عالم صدیقی علوی : لمحات من لفحات القدس ، تاش کند ،
۱۳۲۷ء ، ص ۱ - ۲۴ (مقصد اول) ۔

۶۶۔ شارح مکتوب ہذا نے المرقات شرح المشکوٰۃ کے حوالے سے
لکھا ہے :

وما الذکر باللسان و القلب لاه فهو قليل الجدوى ، ۳ ۔

۶۷۔ ذکر قلبی کی تین قسمیں ہیں ۔ دو کا ذکر متن میں ہے ۔ تیسری
قسم وہ ہے جب ”وقت امتثال امر حق تعالیٰ و تجنب ازہی او
سبحانہ“ (ایضاً ، ص ۳) ۔

۶۸۔ القرآن (الاعراف) ۲/۵ ۔

۶۹۔ امام بیہقی کے حوالے سے شارح نے اس کی وضاحت کی ہے (ایضاً ،
ص ۳ - ۴) ۔

۷۰۔ ذکر کی اس قسم کے کامل ترین ہونے سے سابق الذکر قسم پر جو
فکری ذکر سے متعلق ہے ، تفوق لازم نہیں آتا کیوں کہ
”فکر معرفت حق“ سے عبارت ہے اور اگلیت ”عبادت تامہ“ کے
حصول سے متعلق ہے ۔ (ایضاً ، ص ۴) :-

۷۱۔ تفسیر مدارک اور تفسیر رؤفی میں اس قسم کی واضح تشریح کی گئی ہے۔ (ایضاً، ص ۴)۔

۷۲۔ القرآن (الاعراف) ۵۵/۷۔

۷۳۔ فتح القدیر میں اس کی توضیحات ملاحظہ ہوں۔

۷۴۔ شارح مکتوب ہذا نے اس نکتے کی وضاحت کے لیے مدارک، جلالین، ملا علی قاری (بسلسلہ شرح حدیث) اور امام نووی کے حوالے دیے ہیں، (ص ۵)۔

۷۵۔ یعنی یک ضربی، دو ضربی، تین ضربی، چار ضربی اور نفی و اثبات وغیرہ (ایضاً، ص ۵)۔

۷۶۔ بخاری (مغازی ۳۸)، مسلم (ذکر ۴۴)، دارسی (ولر ۶۶) ترمذی (دعوات ۵۷)۔ المعجم المفہرس ۳/۱۵۱۔

بخاری و مسلم میں اس حدیث میں ”لا“ کی بجائے ”لیس“ ہے لیکن اشعة اللغات (۱۷۸/۲) میں ”لا“ ہی ہے۔

۷۷۔ یعنی مراقبہ حضور و معیت، مراقبہ اقریبیت و محبت عامہ وغیرہ (شرح مکتوب ہذا، ص ۵)۔

۷۸۔ مثلاً دنیا سے سرد دلی، اللہ تعالیٰ کے شوق کا ظہور، وجدان لذت در بدن . . . (ایضاً)۔

۷۹۔ اس مضمون کی حدیث معروف کتب حدیث میں ملتی ہے۔ لیکن دروازہ بند کرنے کا ذکر کسی روایت میں ہمیں نہیں مل سکا۔

۸۰۔ یہ بات صرف زبان کو حرکت میں لانے بغیر قلب اور حضور قلب کے ساتھ ذکر لسانی سے متعلق ہے۔ (شرح مکتوب ہذا، ص ۶)۔

۸۱۔ شارح مکتوب ہذا نے امام مالک، امام احمد بن حنبل، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ کی اسناد کی روشنی میں اس کی تشریح کی ہے، (ص ۶-۷)۔

نیز حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے ذکر جہر سے منع فرماتے ہوئے اسے بدعت قرار دیا ہے۔ (مکتوبات ۱/۲۴۱)۔

ذکر کے بارے میں مختص روایات گو مولانا غلام رسول سعیدی نے اپنے رسالہ ذکر بالجہر ، طبع ہزارہ ، ۱۹۷۱ء میں یک جا کر دیا ہے ۔

۸۴- مسئلہ سماع میں فقہا و صوفیہ کے اختلاف پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں چند نام ملاحظہ ہوں :

(i) ابن تیمیہ : رسالہ السماع و الرقص ۔

(ii) ابن جوزی : تلبیس ابلیس ، طبع بیروت ، ص ۲۲۲ - ۲۵۹ ۔

(iii) فرع الاسماع باختلاف احوال المشائخ و اقوالہم فی السماع ۔ یہ شیخ عبدالعق محدث دہلوی کا رسالہ ہے جو اخبار الاخبار کے حاشیہ (ص ۵۱ - ۷۶) پر چھپ چکا ہے ۔

(iv) عبدالغنی نابلسی : ابضاح الدلالات فی جواز سماع لآلات ۔

۸۴- ایضاً ۔

۸۴- سماع کی شرائط کو رفتہ رفتہ نظر انداز کیا جانے لگا یہاں تک کہ سماع کی روح ختم ہو گئی ، حضرت مظہر کے معاصر چشتی بزرگ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (ف ۱۱۱۴۲) نے اپنے دور کے سماع گو مجموعہ ”ہائے ہوئے سماع“ قرار دیا ہے ۔ اس لیے انہوں نے اسے گم کرنے کی تلقین کی ہے ، ملاحظہ ہو :

نظامی ، خلیق احمد : تاریخ مشائخ چشت ، ص ۳۰۶ ، ۳۱۷ - ۳۱۹ ۔

۸۵- حضرت مجدد نے سماع پر تنقید کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے ”نماز کی حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے صوفیہ کی کثیر جماعت نے اپنی قلبی بے چینی کا علاج سماع و نغمہ اور وجد و تواجد میں تلاش کیا ہے اس لیے رقص و سرود کو انہوں نے اپنا مسلک بنا لیا ہے ، (مکتوبات ۱/۲۶۱) سماع و رقص فی الحقیقت لہو و لعب میں داخل ہے ۔۔۔ اس زمانے کے خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کا جہان بنا کر رقص و سرود کو اپنا دین بنا لیا ہے ، اور اسی کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے ۔ (ایضاً ۳/۳۴) ۔

۸۶- چشتی صوفیہ میں سے حضرت خواجہ گیسو دراز (ف ۵۸۲۵) نے سماع پر تحقیقی اور وجدانی بحث کی ہے جس سے اس ذوق کی خوب

وضاحت ہو جاتی ہے ملاحظہ ہو :

- (ترجمہ و شرح آداب المریدین معروف بہ خاتمہ ، ص ۲۰ - ۴۷) -
- ۸۷- تفصیل کے لیے فصل پنجا ، مکتوب ۱۲ کے حواشی ملاحظہ کریں -
- ۸۸- امام غزالی نے احیاء علوم الدین (۲۳۶/۱ - ۲۶۹) مطبوعہ مصر اور کیمیائے سعادت ، ص ۱۷۱ میں سماع پر مفصل بحث کی ہے -
- ۸۹- شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں سماع پر بحث کی ہے ، ملاحظہ ہو ، عوارف (حاشیہ احیاء علوم الدین ۲۲۲/۲) اور فارسی ترجمہ "عوارف (مصباح الہدایہ ، مطبوعہ لولکشوز ۱۸۷۵ء ، ص ۱۳۱) - نیز شیخ ابونجیب سہروردی نے بھی آداب المریدین میں مسئلہ سماع پر گفتگو کی ہے - دیکھیے ترجمہ و شرح آداب المریدین معروف بہ خاتمہ ، ص ۲۰ - ۴۷ -
- ۹۰- ذوقِ سماع کی عملی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : مجالس العشاق از سلطان حسین اور نغمہ عشاق از محمد نور اللہ اعظم پوری - وغیرہ
- ۹۱- علماء و صوفیہ نے سماع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں اور تصوف کی ہر معتبر کتاب میں اس موضوع پر اظہار خیال کیا گیا ہے ، ان مختصر حواشی میں ان کا احاطہ ممکن نہیں ہے سابقہ حواشی میں محولہ کتب کے علاوہ پہلی نظر میں یہ مآخذ ذہن میں آتے ہیں : کشف المحجوب (باب احکام سماع) ، رسالہ "تشریح" ، معروف کتب سلسلہ چشتیہ ، شیخ ابو عبدالرحمن سلمی (ف ۱۸۱۸ء) کا "رسالہ السماع" (ر - ک - مقدمہ طبقات الصوفیہ سلمی ، ص ۳۰) رسالہ سماع از قاضی ثناء اللہ پانی پتی - مولانا فخرالدین زرادنی کا رسالہ اصول السماع ، مطبوعہ دہلی ۱۳۱۱ھ - جلال الدین ہانی مرحوم نے "سماع" پر علماء و صوفیہ کے مختلف اقوال نہایت خوش اسلوبی سے مصباح الہدایہ کے حواشی میں یکجا کر دیے ہیں - ملاحظہ ہو : مصباح الہدایہ ، طبع تہران ۱۳۲۲خ ، ص ۱۷۹ - ۱۸۶ -
- ۹۲- اس موضوع پر مختلف آراء کے لیے ملاحظہ ہو :

محمد شرف الدین بالتقایا : "جبریہ" مقالہ مشمولہ اردو

دائرۃ معارف اسلامیہ ۱/۲ - ۱۰۱ - ۱۰۲ -

Montgomery Watt : جہم بن صفوان - ایضاً ۵۵۸/۷ - ۵۵۹ -
ایضاً - جہمیہ - ایضاً ، ۵۵۹/۷ - ۵۶۰ -

محمد ابو زہرہ : حیات امام احمد بن حنبل ، اردو ترجمہ ، مطبوعہ
لاہور ، ۱۹۶۱ -

نجیم الفنی رام پوری : تذکرۃ السلوک ، ص ۸۴ -

۹۳- قضا و قدر کے مباحث کے دوران حضرت مجدد نے اس موضوع پر
بعض نکات بیان کیے ہیں - ملاحظہ ہو : مکتوبات ۲۸۹/۱ ، ۶۷/۲ ،
وغیرہ -

۹۴- مذہبی مبالغہ روی اور روا داری کے نام پر تحقیق کرنے والوں نے
حضرت مظہر کے اس مکتوب پر خوب حاشیے چڑھائے ہیں ، ہم نے
کتاب ہذا کے مقدمہ ، ص ۱۲۸ - ۱۳۵ میں ان امور پر بحث کی ہے -

۹۵- جدید دور میں ہندو مت پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں تفصیل
کے لیے ملاحظہ ہو :

**Radhakrishnan : "Hinduism", Cultural History of
India, Ed. by Basham, Oxford, 1975, pp. 60 - 82.**

۹۶- اہل ہند کی قدیم مذہبی کتابوں کی تفصیل اور تلخیص عقائد کے لیے
دیکھیے ، البیرونی کی کتاب الہند جلد اول ، ص ۱۶۳ - ۱۷۸ (اردو
ترجمہ) و انگریزی ترجمہ زخاؤ - لیز اس موضوع پر کئی کتابیں
انگریزی میں ملتی ہیں ، دیکھیے :

**Radhakrishnan : The Philosophy of the Upanisads,
London, 1935.**

۹۷- ابو ریحان البیرونی کی تحقیقات کے مطابق ہندو "ہید" کو اللہ کا
کلام کہتے ہیں جو برہما کے منہ سے نکلا ہے . . . ہید (ہید) کے
معنی ہیں اس چیز کو جان لینا جو معلوم نہ ہو (کتاب الہند
- (۱۶۴/۱)

۹۸- برہما کا ذکر کئی مقامات پر کتاب الہند اور دوسری مستند
کتابوں میں آیا ہے -

۹۹- البیرونی کے بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو اگرچہ نسخ احکام کے قائل نہ بھی ہوں وہ اس تفسیر کو خلاف عقل نہیں سمجھتے تھے (کتاب الہند ۱/۱۳۶)۔

۱۰۰- کتاب الہند میں ہے - دب (دیو) کے سال سے ایک ہزار دو سو سال ایک جگ ہے جس کا نام "تش" ہے ، اس کا دو گونہ دوا ہے - سہ گونہ تربت اور چار گونہ کریت ہے ان سب کا مجموعہ بارہ ہزار سال بھی چتر جگ یعنی چار جگ ہے - (۸۶/۲) جگوں کے خواص اور تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الہند ، جلد دوم ، ص ۸۱ ، ۸۶ - ۱۰۲ -

۱۰۱- البیرونی نے ہندوؤں کی مختلف کتابوں سے اللہ تعالیٰ کی نسبت ان کے اعتقادات کے بارے میں پورا باب مرتب کیا ہے ، دیکھیے : کتاب الہند ۱/۲۴ - ۳۰ ، جزا و سزا کا بیان باب ششم ، ص ۶۶ جلد اول میں ہے -

۱۰۲- تومین میں مرقوم عبارت مقامات مظہری میں منقول اس مکتوب میں نہیں ہے بلکہ کلمات طیبات ، ص ۲۶ سے لی گئی ہے -

۱۰۳- نجات کے بارے میں ہندوؤں کے بیانات کو البیرونی نے یکجا کیا ہے (کتاب الہند ۱/۷۸ بہ بعد) -

۱۰۴- مقامات مظہری مطبوعہ مجتہائی ، ص ۱۰۰ میں جہاں "معلوم شد کہ دین ہر لہی بودہ است" ہے لیکن پیش نظر متن مطبوعہ مطبع احمدی دہلی میں مرتبی کی بجائے "مرضی" ہے -

۱۰۵- فرید مان پوحنہ نے مقامات کے اس جملہ کو بشارات مظہریہ سے مختلف بتایا ہے ، ان کے پیش نظر مقامات کا نسخہ مطبوعہ مجتہائی (ص ۱۰۰) ہے - لیکن ہمارے پیش نظر نسخہ مقامات مطبوعہ مطبع احمدی میں یہ عبارت بہت واضح ہے - یعنی "مرضی بود" - دیکھیے :

Yohnan Friedmann : *Medieval Muslim Views of Indian Religions*, J. A. O. S. Vol. 95. No. 2, p. 219, f. note No. 50.

۱۰۶۔ القرآن (فاطر) ۲۴/۲۵ -

۱۰۷۔ ایضاً : (یونس) ۴۷/۱۰ -

۱۰۸۔ حضرت مجدد نے اس باب میں اپنا یہ مکاشفہ بیان کیا ہے :

زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ (بعثت) سے دور دکھائی دیتی ہے ، معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور صالح جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے ، اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں اگر ان شہروں کو کوئی متعین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے . . . لیکن ان پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت ہی کم ہے - (مکتوبات ۲۵۹/۱) -

۱۰۹۔ قوسین کے الفاظ کلمات طیبات ، ص ۲۷ سے منقول ہیں -

۱۱۰۔ ان الفاظ سے حضرت مظهر کے اس مکتوب کا سال تحریر ۱۱۸۰ھ متعین ہوتا ہے -

۱۱۱۔ القرآن (المومن) ۷۸/۴۰ -

۱۱۲۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں :

زمین ہند میں گاؤں اور شہروں کی تباہی کے بہت آثار پائے جاتے ہیں ، یہ لوگ اگرچہ ہلاک ہو گئے . . . (پیغمبروں کی تکذیب کے باعث) لیکن وہ دعوت کا کلمہ ہم عصروں کے درمیان باقی رہا (مکتوبات ۲۵۹/۱) . . . اگر ہند میں انبیاء مبعوث نہ ہوئے ہوں اور ان کی زبان میں ان کو دعوت بھی نہ کی ہو تو پھر ان کا حکم بھی شاہقی جیل کا حکم ہوگا کہ باوجود سرکشی اور دعویٰ الوہیت کے دوزخ میں نہ جائیں گے اور ہمیشہ کے عذاب میں نہ رہیں گے اس بات کو بھی نہ تو عقل سلیم پسند کرتی ہے اور نہ کشف صحیح اس کی شہادت دیتا ہے ، کیوں کہ ہم ان میں سے بعض سرکش مردودوں کو جہنم کے وسط میں دیکھتے ہیں (ایضاً) -

۱۱۴۔ البیرونی نے ہندوؤں کی بت پرستی کے دلچسپ حقائق بیان کیے ہیں ، ملاحظہ ہو : کتاب الہند ۱/۱۳۲ - ۱۳۳ - ۱۳۴ -

۱۱۵۔ کلمات طبیات ، ص ۲۷ اضافی لفظ ۔

۱۱۵۔ تناسخ ، یعنی روح کا قالب بدلنا ، ایک جسم سے دوسرے جسم میں بلا تخلل زمان در آنا ، اس تعلق اور ذاتی عشق کی بنا پر جو روح اور جسم میں ایک دوسرے کے لیے ودیعت ہے ۔ ہندو نظریہ کے مطابق جو نفس ناقص رہ جاتے ہیں ، وہ تو ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہو جاتے ہیں ۔ لیکن جو نفوس کامل ہو جاتے ہیں اور ان کے تمام کلمات قوت سے فعل میں آ جاتے ہیں ۔ اس کے بعد دیگر ابدان میں جانے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہ علائق جسانیہ سے چھٹکارا پا کر عالمِ قدس میں جا ملتے ہیں ۔ جو نفوس تکمیل نہیں کر پاتے وہ بدنِ انسانی سے دوسرے انسانی بدن میں بقیہ کمال کی تحصیل کے لیے منتقل ہو جاتے ہیں ۔ یہ انتقال انسانی ، حیوان اور نباتات کی جانب بھی ہوتا ہے ۔ (دستور العلماء ۱/۳۵۳ ، مصطلحات علوم و فنون عربیہ ، ص ۱۰۳ - ۱۰۴) ۔

۱۱۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے : مقدمہ "کتاب ہذا ، بعنوان "حضرتِ مظهر اور ہندومت" ص ۱۲۸ - ۱۳۵ ۔ یہاں حضرتِ مظهر کی مراد یہ ہے کہ صرف تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے ہی ہندوؤں کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ ان کے کفر کے بارے میں دیگر دلائل بھی قابل توجہ ہیں ۔ حضرت مجدد ، تناسخ کے بارے میں لکھتے ہیں :

یہ بات (تناسخ) کفر ہے ، ان چیزوں کا انکار ہے جو دین سے بہ تواتر ثابت ہیں ۔ جب بالآخر تمام نفوس اپنی حدِ کمال کو پہنچ جاتے ہیں تو دوزخ کس کے لیے ہے اور مزا کسے ملے گی ؟ یہ دوزخ اور آخرت کے عذاب کا انکار . . . یہ عقیدہ فلاسفہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیوں کہ وہ تناسخ کا رد کرتے ہیں . . . اس فقیر کے نزدیک روح کے منتقل ہونے کا قول تناسخ کے قول سے بھی گرا ہوا ہے . . . روح کے منتقل ہونے میں پہلے جسم کی موت اور دوسرے جسم کی زلدگی ہے ، تو پہلے

بدن کو برزخ کے احکام کے حصول سے چارہ نہیں ہوگا۔ اور قبر کے عذاب و ثواب سے مفر نہ ہوگا، اور دوسرے بدن کو جب دوسری زندگی کا اثبات کرتے ہیں تو اس کے حق میں حشر دنیا میں ہی ثابت ہو گیا۔ . . . افسوس ہزار افسوس کہ اس قسم کے جھوٹے لوگ اپنے آپ کو شیخی کی مسند کے لائق سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کے مقتدا بنے ہوئے ہیں (مکتوبات ۵۸/۲) ، ملخصاً۔

- ۱۱۷۔ مجدد الف ثانی ، حضرت : مکتوبات ۳۱۲/۱ -
 ۱۱۸۔ القرآن (الاحزاب) ۳۶/۳۳ -
 ۱۱۹۔ اشعة اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ از شیخ عبدالحق ۱۳۱/۱ -
 ۱۲۰۔ علماء نے رفع سبابہ کے اثبات اور نفی میں بہت سے رسائل لکھے ہیں ، چند نام ملاحظہ ہوں :

(۱) علی قاری مِلا : تزیین العبارة فی تحسین الاشارة (قلمی نسخہ بالکی پور نمبر ۱۶۲۲) -

(۲) برزنجی ، سید : الاشارة المصبحة علی مانعی الاشارة بالمسبحة -

(۳) رسالہ شیخ ابن عابدین (علامی شامی) مطبوعہ -

حضرت مجدد قدس سرہ کے معاصر بزرگ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی رفع سبابہ کے اثبات میں اپنی تالیفات میں بحث کی ہے ملاحظہ ہو : شرح سفر السعادة ، فارسی ، ص ۸۱ اردو ترجمہ ، ص ۷۱ - ۷۲ اور شرح مشکوٰۃ - حضرت مظہر کے معاصر عالم و عارف حضرت شاہ فقیر اللہ علوی شکارپوری (ف ۱۱۹۵ھ) نے اثبات رفع سبابہ میں ایک نہایت جامع مکتوب تحریر کیا ہے - (مکتوبات ۳۸ - ۳/۴) -

۱۲۱۔ حضرت شیخ محمد یحییٰ (۱۰۲۷ - ۱۱۰۹۸/۱۶۱۸ - ۱۶۸۶) نے اپنے برادران بزرگ سے تحصیل علم کی اور حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کے بھی تلمیذ رشید تھے ، حدیث کی سند شیخ محدث سے ہی لی تھی (روضۃ القیومیہ ۳۱۱/۱) - ارشاد سلوک کے علاوہ درس و تدریس سے

گہرا لگاؤ تھا ، مدرسہ مرہند کی روح و رواں تھی ۔ (حضرات القدس ۲/۲۹۵) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : زبدة المقامات ، ص ۳۲۴ ، عمدۃ المقامات ، ص ۲۴۲ - انساب الانجاب ، ص ۱۰۵ - ہدیہ احمدیہ ، ص ۸۶ -

۱۲۲- رسالہ حضرت مجدد یحییٰ در اثبات رفع سبابہ کا ذکر تذکرہ نویسوں نے نہیں کیا ۔ مکتوبات حضرت مجدد کے عربی مترجم شیخ محمد مراد مکی نے اس رسالہ اور رسالہ شیخ محمد سعید کے بارے میں لکھا ہے کہ ہمارے مشائخ نے ان کا ذکر کیا ہے لیکن ہماری نظر سے نہیں گزرے (عربی ترجمہ ۱/۳۱۲) ، شیخ محسن ترہٹی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ شاہ مجدد یحییٰ نے اس رسالہ میں اپنے والد اور برادر بزرگ سے اختلاف کیا ہے ۔ (الیانع الجنی ، ص ۶۷ ، نزہۃ الخواطر ۵/۴۳۵) حضرت شاہ سراج احمد مجددی رام پوری (ف ۱۲۳۰ھ) نے شرح ترمذی میں اس سے استفادہ کیا ہے (بحوالہ رسالہ نفی رفع سبابہ از مولانا محمد حسن جان (ف ۱۳۶۵ھ) قلمی بخط مصنف در کتابخانہ مولانا محمد ہاشم جان مرحوم ٹنڈو سائیں داد ، سندھ) جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شاہ مجدد یحییٰ کا رسالہ رفع سبابہ رام پور میں خاندان حضرت مجدد کے افراد کے پاس موجود ہوگا ۔

مجددی حضرات کے مابین مسئلہ رفع سبابہ میں علمی اختلاف رہا ہے ۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے لے کر مولانا محمد حسن جان مذکور تک اس موضوع پر ان حضرات نے رسائل لکھے ہیں ۔ سب سے پہلے حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد نے رفع سبابہ کی نفی میں ایک رسالہ حضرت مجدد کی زندگی میں لکھا جس کا ذکر خود حضرت مجدد نے فرمایا ہے (مکتوبات ۱/۳۱۲) نیز زبدة المقامات ، ص ۳۱۰ ، حضرات القدس ۲/۲۳۵ ، روضۃ القیومیہ ۱/۲۸۸ میں بھی اس رسالہ کا ذکر ہے ۔

پھر حضرت شاہ مجدد یحییٰ نے اس رسالہ کے جواب میں اثبات رفع سبابہ کے موضوع پر رسالہ مذکورہ لکھا (الیانع الجنی ، ص ۶۷) اس کے بعد شاہ محمد فرخ بن حضرت خواجہ محمد سعید نے نفی رفع سبابہ میں ایک رسالہ لکھا (الیانع الجنی ، ص ۶۷)

مولانا سراج احمد مجددی نے شرح ترمذی میں وضاحت کی ہے کہ حضرت شاہ مجدد فرخ کا رسالہ بھی حضرت شاہ یحییٰ کے جواب میں تالیف ہوا ہے (بحوالہ رسالہ مذکورہ مولانا مجدد حسن جان، ورق، ۳۸-۱)۔ اس کے بعد اس خانوادہ کے مشہور مصنف اور عظیم فارسی شاعر حضرت شیخ عبدالاحد وحدت معروف بہ شاہ گل (ف ۱۲۶ھ) نے ”منع رفع سبابہ“ پر ایک رسالہ تالیف کیا (عمدة المقامات، ص ۲۴۶)۔ اس خاندان کا آخری رسالہ حضرت خواجہ مجدد حسن جان مرحوم کا ہے جو انھوں نے میر علی نواز شکارپوری (ف ۱۹۲ھ) کے رسالہ بشارہ لاہل الاشارہ، مطبوعہ لاہور، ۱۴۲۳ھ (در رد مکتوب حضرت مجدد ۱/۳۱۲) کے جواب میں ایک ضخیم اور تقطیع کلاں میں رسالہ لکھا جس کے ڈیڑھ سو صفحات ہیں (سال تالیف ۱۳۳۲ھ)۔ یہ رسالہ بخط مصنف مولانا مجدد ہاشم جان مرحوم کے کتب خانہ ٹنڈو سائیں داد، سندھ میں موجود ہے۔

یہ وضاحت کرنا لازم ہے کہ اس عظیم خانوادہ کا یہ آپس کا اختلاف محض فقہی و علمی تھا مخالفت کا رنگ اس میں مطلق نہیں ہے۔

۱۲۷- حضرت مجدد کے مکتوبات سے آپ کا حنفی مسلک ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۱۲۴- اس کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مکتوب نمبر ۱۶ کے حواشی (فصل ہذا)۔

۱۲۵- اسلامی ہندوستان میں علم حدیث کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی مولفہ خلیق احمد نظامی (مقدمہ)۔ اور

M. Ishaq: *India's Contribution to the study of Hadith Literature*, Dacca, 1955.

۱۲۶- حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، سرمو خلاف شرع امر سے بھی بہت نفرت کرتے تھے ایک مکتوب میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ وہ کشف جو شریعت کے خلاف ہو مردود ہے:

”کشف ہرچہ مخالف شریعت است مردود است“ (مکتوبات ۴۳/۱)۔

۱۲۷- چونکہ حضرت مجدد غایت درجہ تابع سنت بزرگ تھے۔ چونکہ اس وقت آپ کو اثباتِ رفع سبابہ میں واضح دلائل نہیں مل سکے اس لیے آپ کمال احتیاط کے طور پر بعض اوقات رفع سبابہ فرمایا کرتے تھے، معاصر ماخذ زبده المقامات میں ہے:

در بعضی نوافل احتیاطاً و احتیالاً سنت ادا فرمودہ اند (ص ۲۰۹)۔

۱۲۸- شیخ محمد حیات سندھی ثم مدنی بن ملا بھلاریہ (ف ۱۱۶۳) عالم، محدث اور نامور علماء کے استاد تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن کے نام تذکروں میں ملتے ہیں، ان میں ”تحفة الانام فی العمل بحديث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام“ اور ”الایقاف علی سبب الاختلاف“ اس مکتوب کے موضوع سے متعلق ہیں، شیخ سندھی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو:

سبحة المرجان، ص ۹۵ - ۹۶، مآثر الکرام، ص ۱۳۳ - ۱۳۷،
الیانع الجنی، ص ۳۳، اتحاف النبلا، ص ۳۰۳ - ۳۰۴،
نزہۃ الخواطر ۲/۶، معجم المؤلفین ۲۷۵/۹، تذکرہ علمائے
ہند، ص ۳۳۷، مقالات الشعراء ص ۳۵۶۔

India's Contribution to the study of Hadith Literature, p. 239.

۱۲۹- اس رسالہ کا نام ”تحفة الانام فی العمل بحديث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام“ ہے۔ اس کا خطی نسخہ کتب خانہ مدرسہ مجددیہ، جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے، اس کے ناشر و مترجم نے لکھا ہے کہ وہ مجموعہ جواہر الاصول کے ساتھ مجلد ہے لیکن کتب خانہ کی فہرست میں اس مجموعہ کے تحت وضاحت نہیں کی گئی، جواہر الاصول کا نمبر ۲۲۵ ہے (فہرست مدرسہ مجددیہ، ص ۸۶)، محمد عبدالجلیل سامرودی نے تحفة الانام کے اسی نسخہ کو مع اردو ترجمہ، سامرود (سورت ضلع گجرات) سے ۱۳۵۷ھ میں شائع کر دیا تھا۔ شیخ سندھی کا اس موضوع پر ایک اور رسالہ الايقاف علی سبب الاختلاف بھی اسی اشاعت کے ساتھ بطور ضمیمہ چھپا ہے۔ نیز اس رسالہ

کو مکتبہ سلفیہ لاہور نے ۱۹۵۹ء میں مجد حسین بٹالوی کے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا تھا۔

۱۳۰۔ اشعة اللمعات ۱/۱۳۱ میں بھی یہ حدیث پائی جاتی ہے۔

۱۳۱۔ کتاب الحجۃ کے وجود کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہے۔

۱۳۲۔ روضة العلماء، ابی علی حسین بن یحییٰ بخاری حنفی کی تالیف ہے۔

(ملاحظہ ہو: کشف الظنون، ۱/۹۲۸)، بروکلمان ۸۳/۴ (عربی ترجمہ

از سید یعقوب بکر)، روضة العلماء کا ایک خطی نسخہ، کتب خانہ

سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد، سندھ میں موجود ہے (تعلیقات عبدالرشید

نعمانی پر ”دراسات اللیب“، ص ۱۶۰ حاشیہ)۔ مقامات مظہری کی

گیارہویں فصل میں ہے حضرت مظہر فرماتے تھے، ”ہم نے اپنے

اوقات اور اعمال سنت حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور

روایت فقہ کے مطابق درست کر لیے ہیں جو کوئی ہمیں خلاف شرع

عمل کرنے دیکھے اس پر وہ ہمیں منع کرے“ (ص ۳۱۸)۔

۱۳۳۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے اس قول پر کئی اصحاب نے بحث کی ہے۔

ملاحظہ ہو:

دراسات اللیب تالیف ملا معین سندھی مرتبہ عبدالرشید نعمانی،

حیدرآباد، سندھ، ۱۹۵۷ء، ص ۱۶۰۔

۱۳۴۔ شامی علامہ (ابن عابدین) رد المحتار علی الدر المختار، طبع ترکی،

۵۱۳۰ء، جلد اول، ص ۶۳۔

۱۳۵۔ یہی سوال حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی خدمت میں بطور

استفتاء بھیجا گیا تھا، جس کے جواب میں آپ نے مستقل رسالہ

”الفضل المویہی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذہبی“ تالیف کیا

اس رسالے کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت مظہر کی عمل حدیث

سے مراد یہ ہے کہ جو اس کا اہل ہو اسے عمل کی اجازت بلکہ

ضرورت ہے (ص ۱۶) یعنی صرف مجتہد فی المذہب ہی قول امام کو

ترک کر سکتا ہے (ص ۲۰) تفصیل کے لیے دیکھیے رسالہ مذکورہ

مطبوعہ لاہور ۱۳۲۵ھ۔ ان امور پر حضرت مظہر کے معاصر

حضرت شاہ ولی اللہ نے تفصیلی بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو :

کشاف ترجمہ انصاف از مولانا محمد احسن نانوتوی - دہلی ،
- ۱۹۰۹ -

۱۳۶- جزیل المواہب کے کسی خطی یا مطبوعہ نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے۔ البتہ حاجی خلیفہ نے اس رسالہ کا ذکر کیا ہے۔ (کشف الظنون، طبع بالتقایا، ۱/۵۹۰) جہاں اس کا نام قدرے مختلف ہے یعنی ”جزیل المواہب فی اختلاف المذاہب“۔

۱۳۷- روضۃ الطالبین و عمدۃ المفتین، امام بیہقی بن شرف بن مرئی النووی الدمشقی الشافعی (ف ۵۶۷) کی فقہ شافعی پر مشہور کتاب ہے۔ (ر۔ ک۔ معجم المؤلفین ۱۳/۲۰۲ - ۲۰۷ - معجم المطبوعات، ص ۱۸۷۸ - ہدایۃ العارفین ۲/۵۲۳ - ۵۲۵)۔

۱۳۸- اسے عام طور پر جامع الفتاویٰ کہا جاتا ہے۔ یہ امام ناصر الدین ابی القاسم محمد بن یوسف سمرقندی حنفی متوفی ۵۵۶ھ کی تصنیف ہے۔ (ملاحظہ ہو کشف الظنون ۱/۵۶۵، مفید المفتی، ص ۲۸)۔

۱۳۹- امام شعرانی نے المیزان میں اور شاہ ولی اللہ نے الانصاف میں ان امور پر مفصل بحث کی ہے، جس سے اس مکتوب کی اصل روح کا پتہ چل جاتا ہے۔

۱۴۰- صحابہ کرام پر طعن کے باطل ہونے کے سلسلے میں بہترین دلائل حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے سیف المسلول میں دیے ہیں، (ص ۲۷۲ - ۳۸۷)۔

۱۴۱- اس نزاع نے حضرت امیر معاویہ کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈالا، بلکہ یہ جنگ ان کی ایک اجتہادی خطا تھی۔ دلائل و براہین کے لیے ملاحظہ ہو: سیف المسلول، ص ۳۷۵ - ۳۷۶۔

۱۴۲- شاہ معین الدین لدوی نے مستند کتب تاریخ کے حوالے سے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: تاریخ اسلام، طبع دارالمصنفین ۱۹۶۶ء، جلد اول، ص ۳۲۵ - ۳۳۱۔

۱۳۴- حضرت مجدد وضاحت فرماتے ہیں :

کم و بیش آدھے صحابہ کرام ان کے ساتھ اس معاملے میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت امیر (علی) کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتقاد اٹھ جاتا ہے جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ (مکتوبات ۲۵۱/۱)

۱۳۴- صحابہ کے مابین جو تنازعات ہوئے ہیں انہیں ایک عمل پر محمول کرنا چاہیے، تعصب سے دور رہنا چاہیے کیوں کہ وہ تاویل اور اجتہاد پر مبنی تھے۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ (مکتوبات حضرت مجدد ۲۵۱/۱)

۱۳۵- حضرت مجدد نے اس باب میں اہل سنت کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :

حضرت علی کے خلاف لڑنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی کی طرف تھا۔ لیکن چونکہ یہ خطا، خطائے اجتہادی تھی اس لیے ملامت سے دور ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔۔۔ حضرت علی کی خلافت کے زمانے میں حضرت معاویہ خلافت کے حق دار نہیں تھے۔۔۔ (مکتوبات ۲۵۱/۱)

۱۳۶- خطائے اجتہادی سے مراد یہ ہے کہ ایک عالم صالح و متقی اپنی پوری کوشش حق بات کی تلاش میں صرف کر دیتا ہے لیکن اس کی رسائی حق تک نہیں ہوتی بلکہ وہ غلط نتیجے تک پہنچتا ہے۔ (دستور العلماء، ۲/۸۹)

۱۳۷- حدیث میں آیا ہے :

میرے اصحاب کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔۔۔ جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو زبان گو روکو۔۔۔ میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو اپنے تیر کا لشاہ نہ بناؤ۔ (مکتوبات حضرت مجدد ۲۵۱/۱)

- ۱۴۸- تفصیل کے لیے دیکھیے ، شاہ عبدالعزیز : تحفہ اثنا عشریہ -
قاضی ثناء اللہ پانی پتی : السیف المسلول -
- ۱۴۹- القرآن (الانبیاء) ۲۱/۱۰۷ -
- ۱۵۰- ان موضوعات کی تفصیل کے لیے دیکھیے :
- (۱) مجدد الف ثانی ، حضرت : رد روافض ، مطبوعہ ، مکتوبات
۲۵۲/۱ ، ۲۰۷ -
- (۲) شاہ ولی اللہ محدث : ازالۃ الخفاء ، مطبوعہ -
- (۳) شاہ عبدالعزیز محدث : تحفہ اثنا عشریہ ، مطبوعہ -
- (۴) ایضاً : فضائل صحابہ مرتبہ مجدد ایوب قادری ، لاہور -
- (۵) قاضی ثناء اللہ پانی پتی : السیف المسلول ، مطبوعہ -
- ۱۵۱- یعنی اجالی طور پر یہ ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم لائے ہیں وہ برحق ہے -
- ۱۵۲- یہ مسلمہ امر ہے کہ دینی عقاید پر دنیا کے کسی علم اور نظریات
کو ترجیح حاصل نہیں ہے - یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مروجہ
اکثر کتب تاریخ نبی عباس کے عہد میں لکھی گئیں ان میں متضاد
واقعات اس کثرت سے شامل کر دیے گئے کہ ”تاریخ اسلام“ محض
جنگ اور جدال اور قتل و غارت کی داستان بن کر رہ گئی - اس لیے
ان کے مطالعہ سے ہیجان پیدا ہونا فطری امر ہے -
- ۱۵۳- ملاحظہ ہو : ضمیمہ نرہنگ اصطلاحات تصوف - (کتاب ہذا)
- ۱۵۴- تفصیل کے لیے سابقہ مکتوب کے حواشی ملاحظہ کریں -
- ۱۵۵- امام سیوطی نے مستند کتب حدیث کی روشنی میں خلافت کے قریش
سے تعلق کے بارے میں مفصل بحث کی ہے - (تاریخ الخلفاء ،
ص ۱۳ - ۱۵ ، عربی ، مطبوعہ نور مجدد کراچی ۱۹۵۹ء) -
- ۱۵۶- امام سیوطی نے ہی احادیث حسن کی بنیاد پر خلفاء قریش کی تعداد
بارہ متعین کی ہے (ایضاً ، ص ۱۵ - ۱۶) -
- ۱۵۷- تاریخ الخلفاء میں بارہ خلفاء کی تفصیل بھی دی ہے ، (ص ۱۶) -

۱۵۸۔ خلافتِ امامیہ کی مفصل بحث قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے السیف المسلول میں لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو: ترجمہ از محمد رفیق اثری مطبوعہ ملتان ۱۹۷۹ء، ص ۱۹۷-۲۰۰، مقالہ سوم۔

۱۵۹۔ تفصیل اگلے حواشی میں آ رہی ہے۔

۱۶۰۔ امام سیوطی نے اس مدتِ خلافت کی احادیثِ حسن سے وضاحت کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۵)

۱۶۱۔ اس باب میں امام سیوطی کے دلائل کا حوالہ سابقہ حواشی میں ملاحظہ کریں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ”دوام العیش فی الاممہ من قریش“ کے نام سے اس موضوع پر مستقل رسالہ تالیف کیا ہے۔ مطبوعہ بصورت عکس، لاہور، ۱۹۸۰ء۔

۱۶۲۔ قوسین میں مندرج فقرہ کلماتِ طبیات (ص ۲۳) میں منقول اس مکتوب سے لیا گیا ہے کیوں کہ یہ مقامات مظہری میں موجود نہیں ہے۔

۱۶۳۔ صوفیہ کرام میں سے حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری (ف ۸۲۲/۵۱۳۲۰) نے ائمہ کرام کی قطبیت کے اثبات میں سب سے زیادہ قوی دلائل دیے ہیں۔ ملاحظہ ہو: فصل الخطاب، مطبوعہ تاشقند، ۱۳۳۱ھ، ص ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۹۵۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا بھی ائمہ کرام کی قطبیت پر ایک مکتوب ملتا ہے۔ (مکتوبات ۱۳۲/۳)

۱۶۴۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے مستند کتب کے حوالے سے امام سہدی کے بارے میں حقائق کی عقدہ کشائی کی ہے۔ ملاحظہ ہو: السیف المسلول، ص ۵۲۳-۵۲۸۔

۱۶۵۔ تفصیل کے لیے اس مکتوب پر سابقہ حواشی ملاحظہ کریں۔

۱۶۶۔ علامہ سید سلیمان لدوی نے ایک بلند پایہ تحقیقی کتاب سیرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) تالیف کی ہے۔ ملاحظہ ہو، ص ۱۳۴-۱۳۷۔

۱۶۷۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور خونِ حضرت عثمان کا بدلہ لینے کے لیے جنگِ جمل ہوئی تھی، یہ واقعہ ۵۲۶ھ/۶۵۹ء میں پیش آیا۔ (ایضاً، ص ۱۲۸ بہ بعد)۔

- ۱۶۸- تفصیل بعد کے حواشی میں ملاحظہ ہو ۔
- ۱۶۹- مولانا سید سلیمان لدوی نے کتب حدیث کے حوالے سے لکھا ہے ؛
- ”ایک شخص نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب کون تھا ، بولیں ”فاطمہ“ پھر عرض کی مردوں میں فرمایا ان کے شوہر بہت نماز گزار اور بہت روزہ دار تھے ۔

(سیرت عائشہ ، ص ۱۷۸)

- ۱۷۰- ”انک“ کا لفظی مطلب ہے تہمت لگانا اس سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگائی گئی وہ تہمت ہے جسے منافقین کی بدولت شہرت ملی ۔ قاعدہ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سفر درپیش ہوتا تھا تو ازواج مطہرات میں سے ایک ہم رکاب ہوتیں ۔ سفر مریسیع (نزد نجد) میں حضرت عائشہ ہمراہ تھیں ۔ سفر پر جاتے وقت انہوں نے اپنی بہن اسما کا ایک ہار ہاریہ لے کر پہن لیا ۔ ایک جگہ قافلہ نے پڑاؤ کیا تو حضرت عائشہ رفع حاجت کے لیے گئیں تو ہار گلے سے گر گیا ، نو عمری اور سفر کی نا تجربہ کاری کی وجہ سے وہ کسی کو اطلاع دے بغیر ہار ڈھونڈنے چلی گئیں ۔ جب ہار لے کر لوٹیں تو قافلہ جا چکا تھا ۔ مجبوراً حضرت عائشہ وہیں رک گئیں ۔ اور بعد میں آنے والے حفاظتی دھتے کے ہمراہ آئیں تو منافقین نے اسے کٹی رنگ دیے ۔ اچھی خاصی شورش برپا ہو گئی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق فرمائی تو حضرت عائشہ بے قصور ثابت ہوئیں ۔ (سیرت عائشہ ملخصاً ، ص ۷۳ - ۸۵) ۔

- ۱۷۱- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب فرمایا ۔ تو حضرت علی نے عرض کیا ”دنیا میں عورتوں کی کمی نہیں (یعنی اگر لوگوں کے کہنے کی پروا ہو تو طلاق دے دیجیے اور خادمہ سے پوچھ لیجیے وہ سچ سچ بتا دے گی“ (سید سلیمان لدوی : سیرت عائشہ ، ص ۷۸) ۔

- ۱۷۲- مولانا سید سلیمان لدوی کی تحقیق کے مطابق بعض کور باطنوں نے حضرت عائشہ کی جنگ جمل میں شرکت کو واقعہ ”انک کی وجہ

قرار دیا ہے۔ لیکن اس جنگ کے ایک ایک واقعہ کی تفصیل ہمارے سامنے ہے، جو اس کی تردید کرتی ہے۔ حضرت عائشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے اختلاف کو بنو امیہ نے اپنے مقاصد کے لیے ہوا دی تھی، مستند قدیم کتب تاریخ میں ہے کہ جنگ کے بعد دونوں نے مجمع عام میں اس جنگ کو غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے ایک دوسرے کے مناقب بیان کیے (ایضاً، ص ۱۳۵ - ۱۳۸) جنگ کے خاتمہ پر حضرت علی کا حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا واقعہ بھی قدیم کتب تاریخ سے ثابت ہے (تاریخ اسلام از شاہ معین الدین لدوی ۱/۳۲۳)۔

۱۴۴۔ مکتوب کے اس حصے کا تعلق فدک کے اس واقعہ سے ہے کہ خیبر کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا۔ ان میں سے ۱۸ حصے اپنے لیے مخصوص کیے۔ وہاں سے واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے لیے وہاں محیضہ بن مسعود انصاری کو بھیجا اہل فدک نے صلح کر لی اور نصف زمین معاہدہ میں دینے کا وعدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا۔ اس وقت سے یہ زمین آپ کے لیے مخصوص ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ و حضرت عباس، حضرت ابوہریر کی خدمت میں آئے اور خیبر و فدک کی زمینوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حصہ تھا اس کا بحیثیت وارث مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں حضرت ابوہریر نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے، ”کہ ہارا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ جو کچھ ہم چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا“۔ اس کے بعد حضرت ابوہریر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح کرتے تھے میں اسی طرح کروں گا۔ حضرت فاطمہ یہ سن کر کبیلہ خاطر واپس چلی گئیں اور جب تک زلہ رہیں حضرت ابوہریر سے کلام نہیں کیا۔ (صحیح بخاری کتاب الفرائض بحوالہ صدیق اکبر مولفہ سعید احمد اکبر آبادی ص ۳۰۹ - ۳۱۰ ملخصاً)۔

۱۴۵۔ مسند امام احمد بن حنبل میں واضح روایت موجود ہے کہ

حضرت ابوبکر صدیق کی زبان سے حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سننے کے بعد حضرت فاطمہ نے کہا ”تو پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہے آپ اس کو زیادہ جانتے ہیں“ (صدیق اکبر مولفہ سعید احمد اکبر آبادی، ص ۱۵) ملخصاً۔

۱۷۵- مسند مذکورہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے فدک کو سابقہ حالت میں قرار دینے کے بعد فرمایا ”جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار مجھ کو اس سے زیادہ عزیز ہیں کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کروں“۔ مزید فرمایا میں نے سنا ہے کہ نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود میں ان سب کی سرپرستی کروں گا جن کی سرپرستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اور ان سب پر خرچ کروں گا جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے۔ (ایضاً، ص ۱۴)۔

۱۷۶- یہ حدیث مشکوٰۃ شریف، مسلم (۹۱/۲) اور مسند حنبلی ۴۶۳/۲ میں ان الفاظ میں مروی ہے: لا نورث ما ترکنا صدقۃ۔

۱۷۷- ملاحظہ ہو اس فصل کا حاشیہ نمبر ۱۷۴۔

۱۷۸- اول تو خود حضرت ابوبکر کا کسی حدیث کو روایت کرنا اس کی صحت کی سب سے بڑی دلیل ہے اور پھر اس کی روایت میں حضرت ابوبکر تنہا نہیں تھے بلکہ ازواج مطہرات، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت عمر فاروق، حضرت عبدالرحمن بن عوف، طلحہ بن عبد اللہ، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ یہ سب حدیث کی صحت کے گواہ تھے (صدیق اکبر، ص ۱۵) اس لیے حضرت فاطمہ کا اس حدیث کی صحت سے انکار کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۱۷۹- ملاحظہ ہو سابقہ حواشی۔

۱۸۰- اشعة اللمعات ۲۵۲/۴ - ۲۵۳ (کتاب الفتن باب بداء الخلق و ذکر الایماء)۔

۱۸۱- حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تعلقات کو مخالفین نے اس رنگ سے ہوا دے کر حقائق کو مسخ کر دیا ہے۔

فدک کی حیثیت حضرت عمر فاروق کے عہد مبارک میں بھی وہی رہی جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق کے زمانے میں تھی (مسند امام احمد بن حنبل بحوالہ صدیق اکبر، ص ۱۲۰) ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کے عہد میں بھی فدک مسلمانوں کے لیے صدقہ ہی تھا۔ (صدیق اکبر، ص ۱۱۹)

۱۸۲- حضرت مجدد نے لکھا ہے ”خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری اور استعدادِ تقلیدی کے کم ہونے کی علامت ہے۔ (مکتوبات ۱۰۷/۱) خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں ہے۔ (ایضاً، ۹۲/۲)۔

۱۸۳- القرآن (ال عمران) ۳۱/۳ -

۱۸۴- اتباع کے درجات کی تفصیل کے لیے دیکھیے، مکتوبات حضرت مجدد - ۵۳/۲

۱۸۵- فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر ۱۱۴/۱ (باب ۳۷)۔

۱۸۶- استدراج کا لفظ یہاں مقامات مظہری میں نہیں ہے بلکہ کلمات طیبات، ص ۴۵ میں منقول اس مکتوب میں موجود ہے۔ استدراج بمعنی مکر (فرہنگ معارف اسلامی)۔ استدراج کی وضاحت کے لیے دیکھیے، مکتوبات حضرت مجدد ۹۲/۲، دستور العلماء ۸۶/۱۔

۱۸۷- حضرت مجدد نے اتباع سنت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

جی وجہ ہے کہ احکام شرعی میں سے ایک حکم کا بجا لانا لسانی خواہشوں کو دور کرنے کے لیے ان ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو خود کیے جائیں کئی درجہ بہتر ہے۔ . . . (مکتوبات ۵۲/۱)۔

۱۸۸- صوفیہ کے تمام سلاسل کی بنیاد اتباع سنت پر ہے۔ اور انہوں نے اپنی تصانیف میں ایسے حصول قرب کا سب سے اہم ذریعہ قرار دیا

ہے۔ حضرت مظہر کا تعلق جس سلسلہ سے ہے یعنی نقشبندیہ طریقہ میں اتباع سنت پر بہت زور دیا گیا ہے، حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اب اس کے سوا اور کوئی آرزو باقی نہیں رہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے (مکتوبات ۱/۳۷) سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند اور دوستوں کو کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ سنت سنیہ کی تابعداری کی جائے (۲/۲۳، ۱۹) مزید تفصیل ان مکتوبات میں ملاحظہ ہو ۱/۲۷۸، ۲/۱۹، ۲۳، ۵۳، ۴۱/۷ وغیرہ۔

حضرت خواجہ مجدد معصوم نے بھی اپنے مکتوبات میں اتباع سنت پر بہت زور دیا ہے۔ مولانا مجدد صدیق کو لکھتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو ایک متروکہ سنت کو زندہ کرے اسے شہیدوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (مکتوبات معصومیہ، ۱/۲۲۸، حسنات الحرمین کا مقدمہ)۔

۱۸۹۔ شاہ ابوالفتح کے نام حضرت مظہر کے اس کے علاوہ بھی مکتوبات ملتے ہیں دیکھیے کلمات طیبات مکتوب نمبر ۴۳ - ۴۴، معمولات مظہریہ میں مکتوب نمبر ۴۳ اور ڈاکٹر خلیق انجم نے مکتوب نمبر ۴۴ انہیں کے نام درج کیے ہیں (ص، ۱۵۳) نیز لوائح خالقاہ مظہریہ میں شامل مکتوبات میں کئی مقامات پر ان کا نام آیا ہے ملاحظہ ہو: ص ۷۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۰، ۱۸۳، ۱۹۲، ۱۹۳۔

۱۹۰۔ لطائف کی مزید تفصیل حضرت مظہر کے مکتوب نمبر ۲۴ فصل ہذا میں ملاحظہ کریں۔ مکتوب نمبر ۴۴ بھی قابل توجہ ہے۔

۱۹۱۔ حضرات مجددیہ کے بیانات کی تفصیل مولانا مجدد باقر لاہوری نے کنزالہدایات میں دی ہے۔ اور مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے مناہج السیر و مدارج الخیر میں بطریق احسن ان مقامات کو سمجھانے کی سعی کی ہے۔

۱۹۲۔ القرآن (الرحمن) ۱۹/۵۵۔

۱۹۳۔ (رسالہ) مراتب متہ، مولانا جامی سے منسوب ہے۔ اسی مکتوب

میں خود حضرت مظہر نے اس رسالہ کو حضرت جاسی کی تصنیف بتایا ہے۔ لیکن اس کے جتنے خطی نسخے راقم کی نظر سے گزرے ہیں، کسی کے متن میں بھی مولف کا نام درج نہیں ہے۔ اسی قسم کے مطالب مولانا کی معروف تصنیف نقد النصوص میں پائے جاتے ہیں ممکن ہے کسی نے بعد میں یک جا کر کے مراتب ستہ نام دے دیا ہو۔ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے رسائل نقشبندیہ کا جو مجموعہ ”ملفوظات“ کے نام سے حیدرآباد سے ۱۹۵۹ء میں طبع کرایا تھا، میں یہ رسالہ بھی شامل ہے۔

۱۹۴- مراتب ستہ کی شرح کے کسی خطی نسخے کا ہمیں تا حال علم نہیں ہے۔

۱۹۵- القرآن (النحل) ۶۰/۱۶ -

۱۹۶- قوسین میں درج فقرہ مقامات مظہری میں ہے لیکن کلمات طیبات، ص ۳۸ میں منقول اس خط میں موجود نہیں۔

۱۹۷- اگر وجود حق سبحانہ و تعالیٰ مرات اعتبار کئی ظاہر در وی احکام و آثار اعیان است نہ اعیان فانہا ما شئت رایحۃ الوجود . . . -

(مراتب ستہ، قلمی، ورق ۱۸۰ ب)

۱۹۸- اگر اعیان را مرات اعتبار کئی ظاہر در وی اسماء و صفات و شیون و تجلیات وجود است نہ وجود من حیث۔ (ایضاً)

۱۹۹- ایضاً۔

۲۰۰- ”شیونات“ جمع الجمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد ”شان“ ہے اور شیون

اس کی جمع ہے، شان کے معنی حال اور امر کے ہیں۔ حضرت مجدد لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی شیونات اس کی ذات کی فرع ہیں اور اس

کی صفات شیونات پر متفرع ہیں۔ اور اس کے اسماء جیسے

خالق اور رازق صفات پر متفرع ہیں اور اس کے افعال

اسماء پر متفرع ہیں اور تمام موجودات افعال کے نتائج اور

ان پر متفرع ہیں (معارف لدلیہ، تفصیل کے لیے ملاحظہ

ہو، رسالہ وحدت الوجود از بحر العلوم حواشی مولانا

زید ابوالحسن، مطبوعہ دہلی، ۱۹۷۱ء، ص ۲۹-۳۰)۔

صفات اور شیوہات میں بڑا فرق ہے جو کہ پیر اولیائے ہدی المشرب کے بعض افراد کے کسی پر ظاہر نہیں ہوتے۔ (مکتوبات حضرت مجدد ۲۸۷/۱)۔

۲۰۱۔ مقامات مظہری میں یہاں ”اتفاق دادہ“ ہے جو بے معنی ہے لیکن کلمات طیبات، ص ۳۸ میں ”اتفاق دادہ“ ہے، جو درست ہے۔

۲۰۲۔ قوسین میں منقول فقرہ کلمات طیبات، ص ۳۹ سے ماخوذ ہے۔ شیخ اکبر نے فصیح ہودیہ (شرح فصوص از جامی، ص ۲۷۰) میں ایک مقام پر فرمایا ہے :

و اذا كان الحق وقاية للعبد بوجه و العبد وقاية للحق بوجه للحق قل في الكون ما شئت ان شئت قلت هو الخلق و ان شئت قلت هو الحق و ان شئت قلت هو الحق الخلق و ان شئت قلت لاحق من كل وجه . . . و ان شئت قلت الحيرة في ذلك۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم چاہو تو اسے (کون۔ ہستی) خلق کہو (یہ اعتبار ظاہر) اور اگر چاہو تو اسے حق کہو (خلق میں ظہور حق کے پیش نظر)۔

۲۰۳۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود دو ایسے متضاد کشفی نظریات ہیں جن پر صوفیہ نے بہت کچھ لکھا ہے۔ مولانا زید ابوالحسن فاروقی نے ”ملا عبدالعلی بحر العلوم کے رسالہ وحدۃ الوجود کے حواشی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات اور رسائل میں سے وہ تمام عبارات ملخصاً نقل کر دی ہیں جن کا تعلق وحدت الشہود سے ہے، اس طرح ان دونوں مکاتب فکر کا تقابلی مطالعہ آسان ہو گیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

جامی، نورالدین عبدالرحمن : رسالہ مراتب متہ، قلمی۔

مجدد بن فضل اللہ برہانپوری : تحفہ مرحلہ، قلمی۔

مجدد عزالدین مغربی : جام جہاں نما، طبع حیدرآباد دکن ۱۳۱۷ھ۔

ابراہیم شطاری : شرح جام جہاں نما (باسم آئینہ حقائق نما

مکتوبات شاہ فقیر اللہ ۱۳۹/۴۲ ، ۲۳۳/۵۲ - ۲۳۶ ، ۲۳۶/۵۲ - ۲۳۹ ، ۲۹۷/۷۲ -

لیز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی مستقل کتاب الطاف القدس مطبوعہ -
اور شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل ، فصل ششم ، مکتوبات حضرت
خواجہ محمد معصوم سرہندی ۸۳/۲ ، کنز الہدایات ، ص ۱۵ ملاحظہ
کریں ۔

۲۰۶ - اصطلاح قلب کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : فرہنگ اصطلاحات
نصوف ، ضمیمہ چہارم ، کتاب ہذا ۔
حضرت خواجہ محمد ہارسا فرماتے ہیں :

چون نسبتی میان او و میان این قطعہ لحم صنوبری ہست
پس توجہ بدین لحم صنوبری باید نمود . . . الخ
تحقیقات ، ص ۳۶۲ -

۲۰۷ - حضرت مجدد نے لکھا ہے :

عالم۔ امر کا رخ بے چونی اور اس کی توجہ بے چگونگی
کی طرف ہے ۔ مکتوبات ۳۳/۱ -

محمد باقر لاہوری : کنز الہدایات ، ص ۱۳ -

محمد معصوم سرہندی : مکتوبات معصومیہ ۱۱۳/۲ ، ۱۱۳ -

جامی ، نور الدین عبدالرحمن : (رسالہ) طریقہ خواجگان مرتبہ
عبدالحمی حبیبی ، کابل ۱۳۳۴ ش ، ص ۱۳ -

و مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری ، ضمیمہ کنز الہدایات ، امرتسر
- ۵۱۴۳۵ -

۲۰۸ - حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد نے اسے منازل وصول میں
سے پہلی منزل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے :

چندان مداومت بہ ذکر قلبی نمایند کہ حضور ملکہ دل
شود و صفت لازمہ او گردد و القطار تام دل را از
ماسوای حاصل شود و لسان ما دون او تعالی نمایند
بجدے کہ اگر بتکلف ماسوای بہ یاد او نہ یادش لیاید

این حالت معبر بہ فنائے قلبی است و منزل اول ست ال
منازل وصول - (مکتوبات معصومیہ ۱۰/۳)

نیز حضرت مجدد نے فنا و بقا کی بحث میں اس منزل کا
ذکر فرمایا ہے - (مکتوبات ۸۲/۱)

۲۰۹ - مجدد الف ثانی ، حضرت : مکتوبات ۱۹۶/۱ -

۲۱۰ - مجدد پارسا ، خواجہ : تحقیقات ، ص ۴۶۳ -

۲۱۱ - حضرت مجدد وضاحت فرماتے ہیں :

جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں ، وہ کل سات
قدم ہے جس طرح انسان کے سات لطیفے ہیں . . . تیسرے
قدم میں تجلیاتِ ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے - (مکتوبات
۵۸/۱ ، ۷۵/۳)

۲۱۲ - حضرت خواجہ مجدد معصوم بن حضرت مجدد نے دو مفصل مکتوبات
میں ان لطائف و اشغال کے طریقے بیان کیے ہیں ، ملاحظہ ہو :
مکتوبات معصومیہ ۱۱۳/۲ ، ۱۱۳ -

نیز مولانا مجدد باقر لاہوری نے کنز الہدایات (ص ۱۳ - ۱۴) میں
ان مکتوبات کی بنیاد پر قابل توجہ امور سے بحث کی ہے -
کنز الہدایات پر مولانا نور احمد امرتسری کے حواشی بھی واپس کا
کام دے رہے ہیں -

چونکہ یہ مکتوب حضرت شیخ عبدالاحد وحدت معروف بہ شاہ گل
(ف ۱۱۲۶) بن حضرت خواجہ مجدد سعید بن حضرت مجدد کے مریدین
کے نام ہے اور انہیں ”لطائف“ سے خاص تعلق تھا - اس لیے
حضرت وحدت کے اس موضوع پر رسائل بھی ملاحظہ کریں :

(۱) ”رسالہ در بیان لطائف خمسہ و اصول آنها“ مشمولہ رسالہ
در حالات شیخ مجدد عابد ، قلمی -

(۲) رسالہ ”لطائف“ مشمولہ ریاض مرزا بیدل قلمی برٹش میوزیم
نمبر 16802 add. -

۲۱۳- (ترجمہ) ہم نے گنج مقصود کی نشان دہی کر دی۔ ہم اگر اس تک ہرگز نہیں پہنچ سکے تو شاید اُسے ہالے۔

۲۱۴- اس موضوع پر مولف کتاب ہذا حضرت شاہ غلام علی کا مستقل رسالہ موجود ہے۔ جس میں الہوب نے اپنے استدلال دیے ہیں۔
ملاحظہ ہو: مقدمہ "ملفوظات شریفہ"، (ص ۱۴)۔

ضمیمہ اول

حالاتِ حضرت شاہ غلام علی دہلوی

مؤلفِ مقاماتِ مظہری

نوشتہ

مولانا شاہ عبدالغنی مجددی

تحقیق و تعلق

محمد الیال مجددی

حضرت شاہ عبدالغنی

[ضمیمہ ہذا کے مولف، مشہور عالم، محدث اور شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالغنی بن حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہا کی ولادت شب شنبہ ۲۵ شعبان ۱۲۳۳ھ/۱۹ جون ۱۸۱۹ء کو دلی میں ہوئی "مظاہر حلیم" تاریخی نام ہے اور یہ شنبہ ۷ محرم ۱۲۹۶ھ/۳۱ دسمبر ۱۸۷۸ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حفظ قرآن مجید کے بعد مولانا حبیب اللہ ملتانی^۱ سے اور باطنی فیض اپنے والد سے پایا، ۱۲۳۹ھ/۱۸۳۳ء میں اپنے والد کے ساتھ حج کے لیے گئے۔ حرمین الشریفین میں شیخ محمد عابد سندھی (ف ۱۲۵۷ھ) اور شیخ اسمعیل رومی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ اور پھر دلی آ کر حضرت شاہ محمد اسحاق سے حدیث شریف کی کتابیں پڑھیں۔ والد کی وفات (۱۲۵۰ھ) کے بعد آپ نے اپنے برادر عزیز حضرت شاہ احمد سعید اور مرزا عبدالغفور خورجوی^۲ سے راہ سلوک آخر تک طے کیا۔ اوائل ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں آپ نے حضرت شاہ احمد سعید کے ہمراہ حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کی۔ اور وہیں مقیم ہو کر درس حدیث میں مشغول ہو گئے جہاں دور دراز سے اہل فضل و کمال آپ کے حلقہ میں آ کر شامل ہونے لگے۔ آپ کو بہت مقبولیت ہوئی۔ اور "مسند وقت" کہلانے۔ علماء نے آپ کی اسناد حدیث کو

- ۱۔ حالات کے لیے ضمیمہ ہذا کا حاشیہ نمبر ۱۵۷ ملاحظہ ہو۔
- ۲۔ تفصیلی حالات ضمیمہ ہذا (ص ۶۱۲) میں دیکھیے۔

کتابی شکل میں جمع کیا چنانچہ ”الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی“ کے نام سے شیخ محسنی قرہی نے اور مولانا عبدالستار صدیقی مہاجر مکہ نے ”المورد الہنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی“ عربی میں تالیف کیں۔

حضرت شاہ عبدالغنی کی تصانیف یہ ہیں۔ ”انجیح الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ“، ”تبریز المکنونات فی تخریج احادیث المکتوبات (حضرت مجدد الف ثانی)“، ”محفہ تیموریہ“، ”شفاء السائل“، اردو ترجمہ نصاب الاحتساب، ”القول السنی فی الذب عن الشیخ عبدالغنی“ [جواب رد شفاء السائل] از مولانا زید ابوالحسن فاروق اور مکتوبات جامع حافظ محمد یعقوب مجددی اور ضمیمہ ہذا [در حالات حضرت شاہ غلام علی دہلوی]۔ مقامات مظہری کے اولین ناشر عبدالرحمن خان (مالک مطبع احمدی دہلی) ۱۲۶۹/۱۸۵۲ء میں جب کہ یہ کتاب زیر طبع تھی حضرت شاہ عبدالغنی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ضمیمہ ہذا لکھنے کی درخواست کی گویا ۱۲۶۹ء میں یہ ضمیمہ تالیف ہوا۔ یہ ضمیمہ زیادہ تر حضرت شاہ رؤف احمد رافت کی تالیف جواہر علویہ کا خلاصہ ہی ہے لیکن بعض مقامات پر قابل قدر اضافات بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کی نشاندہی ہم نے حواشی میں کر دی ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مقامات خیر: ص ۷۳ - ۸۱ - مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۵ - ذکر السعیدیہ، ص ۳۲ - ۳۵ - مجد البال مجددی]

ہوالغنی

بنا حضرت علیؑ

ضمیمہ در حالات حضرت

شاہ غلام علی دہلوی

[۱۳۹] حمد و صلوة کے بعد خود بینی اور خود ہستی میں گرفتار درویش دلربا عبد الغنی مجددی^۱ عرض کرتا ہے کہ ان دنوں^۲ معدن الغیرت والایمان برادر طریقت عبدالرحمن خان^۳ کی حسن سعی سے یہ رسالہ^۴ در حالات و مقامات حضرت شمس الدین حبیب اللہ جناب مرزا مظہر جان جاتان شہید رحمۃ اللہ علیہ چھپ رہا ہے جس کے مولف حضرت قطب فلک الارشاد غوث الاقطاب و الاوتاد مظہر کالات خفی و جلی مرشدنا شاہ عبداللہ المشہر بہ شاہ غلام علی^۵ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اخفائے احوال اور الکمار جو ان کے مزاج شریف میں بہت زیادہ تھا، انہوں نے حضرت شہید (مظہر) کے دیگر خلفاء کا تو ذکر کیا ہے لیکن اپنا حال لکھنا بہت ضروری تھا، تحریر نہیں فرمایا ہے، اور یہ امر بڑا عجیب ہوگا کہ ایسے عظیم الشان خلیفہ کا ذکر اس رسالہ میں نہ ہو۔ لہذا میں نے ان کا مختصر حال شریف مع خلفاء انہی چھا شاہ رؤف احمد مرحوم^۶ کی تالیف جواہر علویہ^۷ سے منتخب کر کے اور جو معلومات میرے علم میں ہیں مختصراً لکھ دیا ہے اور شاہ صاحب (غلام علی) کی تالیف (رسالہ مذکورہ) بھی ایک گہرے مستند

کا قطرہ ہے :

گر آن جملہ را سعدی الشا کند مگر دقتری دیگر املا کند
یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ (حضرت شاہ غلام علی دہلوی) کا ارشاد
آپ کی زندگی میں ہی اس حد تک (پھیل گیا) تھا کہ گزشتہ مشائخ میں
سے چند ایک کا اگر ہو تو بعید نہیں۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے خلفاء اقصائے روم اور شام سے حدِ چین
تک اور پھر مشرق سے مغرب تک پہنچ چکے تھے^۸ یہ سچ ہے کہ :
مشک [۱۴۰] آنست کہ خود بوید نہ آئکہ عطار بگوید^۹۔

امتخارہ مسلولہ کے بعد میں نے (ایسا) خواب دیکھا جو اس (ضمیمہ ہذا)
کی تحریر پر حسنِ دال تھا پس اسے (لکھنا) شروع کر دیا۔
و هوالمستعان۔

فصل

ذکر ولادت شریف [حضرت شاہ غلام علی دہلوی]

آپ کی ولادت شریف ۱۱۵۸ ہجری^{۱۰} کو نصیبہ پٹالہ ضلع پنجاب
میں ہوئی۔ آپ کی تاریخِ ولادت ”مظہر جود“^{۱۱} سے برآمد ہوتی ہے۔ آپ کا
لسبِ شریف حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے
والد بزرگوار شاہ عبداللطیف^{۱۲} صاحبِ مرتاض و مجاہدہ تھے۔ وہ اہلے
ہوئے کریلیے کھانے اور صحرا میں جا کر ذکر جہر کرتے تھے۔ ان کے
پر شاہ ناصر الدین قادری^{۱۳} تھے۔ شاہ عبداللطیف اور ان کے پر کا مزار
حضرتِ دہلی میں جیش پورہ عقب عیدگاہ مجذ شاہی میں واقع ہے^{۱۴}۔ انہیں
چشتی اور شطاری نسبت کا بھی کچھ حصہ ملا تھا۔ وہ چالیس روز تک
مطلق نہیں سوئے اور رات کو بہت کم کھاتے تھے۔ غرورِ نفس (کے خطرہ
سے) وہ روزے کی لیت بھی نہیں کرتے تھے۔

آپ (حضرت شاہ صاحب) کی ولادت سے پہلے انہوں نے خواب میں
حضرت اسد اللہ الغالب (علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھا کہ فرماتے ہیں

اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا (چنانچہ) آپ کی ولادت کے بعد علی نام رکھا گیا۔ جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو خود کو ادباً غلام علی کہلوا یا۔

آپ کی والدہ شریفہ نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جو فرماتے تھے کہ اپنے بیٹے کا نام عبدالقادر رکھنا راقم (شاہ عبدالغنی) کہتا ہے کہ شاید وہ بزرگ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔ آپ (حضرت شاہ صاحب) کے چچا نے جو ایک بزرگ تھے اور جنہوں نے ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے آپ کا نام عبداللہ رکھا ۱۵۔

آپ کے والد نے اپنے پر سے آپ کو بیعت کروانے کے لیے جوگہ خضر علیہ السلام کے صحبت یافتہ تھے، آپ کو وطن (بٹالہ) سے (دہلی میں) طلب کیا۔ لیکن قضائے الہی سے وہ بزرگ (مرشدِ والد) اسی رات جس شب آپ (دہلی) پہنچے یعنی گیارہ رجب ۱۶ کو انہوں نے انتقال فرمایا۔ آپ کے والد ماجد فرمانے لگے، میں نے تو تمہیں (ان سے) بیعت کے لیے طلب کیا تھا لیکن خدا کی مرضی یہ نہیں تھی اب تم جہاں اپنا فائدہ دیکھو وہیں اخذِ طریقہ کرو۔ ان دنوں دہلی میں جو حضرات متعین تھے آپ نے ان کی صحبت اختیار کی ان میں حضرت ضیاء اللہ اور شاہ عبدالعدل یہ دونوں حضرت خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ تھے اور خواجہ میر درد بن خواجہ ناصر، مولوی فخرالدین، شاہ تانو اور شاہ غلام سادات چشتی ۱۷ اور دیگر اعزہ کی صحبت میں رہے۔

۱۱۸۰ھ میں ۱۸ جب کہ آپ کی عمر بائیس سال تھی آپ حضرت شہید (میرزا مظہر) کی خالقاہ شریفہ میں پہنچے۔ یہ (شعر) آپ کے حسب حال ہے:

از برای سجدہ عشق آستانی یاقم
سر زمینی بود منظور آسانی یاقم

[۱۳۱] بیعت کے لیے درخواست کی۔ فرمانے لگے جہاں ذوق و شوق پاؤ وہاں بیعت کرو۔ یہاں تو بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہوگا۔ آپ نے عرض کی مجھے یہی منظور ہے۔ حضرت نے فرمایا تو مبارک ہو۔ پس آپ کو بیعت کر لیا ۱۹۔ آپ نے اپنے احوال میں خود لکھا ہے کہ مجھے جب

علم حدیث اور تفسیر سے مناسبت پیدا ہو گئی تو میں نے حضرت شہید کے ہاتھ پر سلسلہٴ قادریہ میں بیعت کی لیکن طریقہٴ نقشبندیہ مجددیہ میں تلقین فرماتے ۲۰۔

پندرہ سال تک آپ کے ذکر و مراقبہ کے حلقہ میں شرکت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد مجھے آپ نے اجازت مطلقہ سے نوازا۔ مجھے اس ارادت کے شروع میں فکر تھی کہ وہ شغل جو میں نے طریقہٴ نقشبندیہ میں کیا ہے حضرت غوث الاعظم کی اس میں رضامندی ہے یا نہیں؟ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین ایک مکان میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اس کے جوار میں ایک دوسرے مکان میں حضرت شاہ نقشبند بھی تشریف فرما ہیں۔ میں نے حضرت شاہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو فرمانے لگے خدا کی مرضی یہی ہے، جاؤ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ۲۱۔

ابتداء میں مجھے معاش کی بہت تنگی تھی جو کچھ تھا وہ بھی چھوڑ کر توکل اختیار کر لیا۔ ایک پرانا بوری بستر اور اینٹ کا سرہانہ بنا لیا۔ ایک مرتبہ شدت ضعف سے میں نے ایک حجرہ میں (داخل ہو کر دروازہ) بند کر لیا کہ یہی میری قبر ہے۔ اُس ذات پاک نے کسی کے ہاتھ فتوح بھیجی ۲۲۔

اب پچاس سال سے میں اسی گوشہٴ قناعت میں بیٹھا ہوں۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے دروازہ بند کر لیا کہ اگر میں مروں گا تو اسی حجرہ میں۔ آخر اللہ کی مدد پہنچی ایک شخص آیا اور کہا کہ دروازہ کھولیں، آپ نے نہ کھولا۔ اس نے پھر کہا مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ کھولو۔ آپ نے پھر بھی نہ کھولا وہ کچھ روپے (بخریہ) شکاف الدر پھینک کر چلا گیا۔ پس اسی دن سے فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔

اس کے بعد صدہا علماء و صلحاء (دور دراز) کے ممالک سے آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ ان میں سے بعض تو آنحضرت سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں حکم دینے سے خدمت میں پہنچے۔ مثلاً مولانا خالد روسی، شیخ احمد گردی اور سید اسماعیل مدنی اور بعض نے بزرگوں کے تشویق

دلانے سے بیعت کی۔ مثلاً مولانا جان مہد ۲۳ اور بعض نے آپ کو خواب میں دیکھ کر۔

ان میں سے کم و بیش دو سو تو آپ کی خانقاہ شریف میں رہتے تھے، جن کی آپ بطریق احسن کفالت کرتے تھے۔ اس کمال (فضل) کے باوجود (طبیعت میں) انکسار حد سے زیادہ تھا۔

ایک روز فرمانے لگے کہ ایک کتا میرے گھر آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ الہی! میں کون ہوں کہ تیرے دوستوں کا وسیلہ بنوں۔ تو اس مخلوق کے صدقے مجھ پر رحم فرما اور اسی طرح اگر کوئی طلب (حق) کے لیے آتا ہے تو میں اُسے تقرب کے لیے وسیلہ بناتا ہوں۔

آپ کا عمل اکثر [۱۴۲] حدیث شریف کے مطابق ہوتا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث کے فرزندوں میں سے کسی سے علم حدیث کی سند^{۲۳} لی تھی اور اپنے مرشد سے بھی (حدیث کی سند حاصل کی تھی) قرآن مجید حفظ تھا، لیکن لوگ اس بات سے آگاہ نہیں تھے۔ آپ بہت کم سوتے تھے۔ اگر تہجد کے وقت لوگوں کو خواب غفلت میں پاتے تو انہیں بیدار کرتے تھے۔ اور خود تہجد کی نماز پڑھتے اور پھر مراقبہ اور تلاوت کلام اللہ شریف میں مشغول ہو جاتے اور روزانہ دس سپارے پڑھتے مگر ضعف کی حالت میں کم کر دیتے تھے۔

صبح کی نماز اول وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کر کے اشراق تک حلقہ و مراقبہ ہوتا۔ لوگوں کی کثرت کے سبب حلقہ ایک سے زیادہ مرتبہ کرتے۔ چلے لوگ چلے جاتے اور ان کی جگہ دوسرے بیٹھتے۔ اس کے بعد طالبوں کو حدیث اور تفسیر کا درس دیتے، جو کوئی بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتا اُسے تھوڑا وقت دے کر رخصت کر دیتے اور معذرت کرتے کہ فقیر ان دنوں فکرگور میں مصروف ہے اور اُسے مٹھائی یا تحفہ بھی دیتے۔

ایک مرتبہ نواب محمد میر خان^{۲۵} جو کہ حضرت غوث الاعظم کی اولاد اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہما کے نواسے تھے اور آپ اسی بزرگی کی وجہ سے ان کی بہت عزت کرتے تھے، وہ آکر تھوڑی دیر بیٹھتے تو آپ عذر فرما کر رخصت کر دیتے۔ غلبہ محبت کی وجہ سے ان کا دل

اٹھنے کو نہ چاہتا تو آپ اپنے خادم سے فرماتے کہ مکان کی چابیاں لا کر ثواب صاحب کی نذر کرو کیوں کہ وہ تو اٹھتے نہیں ہم مکان ان کی نذر کر کے خود ہی چلے جاتے ہیں (یہ سن کر وہ) فی الفور اُٹھ جاتے۔

زوال کے قریب تھوڑا سا کھانا کھاتے۔ اسراء کے گھروں کا سکف کھانا جو آپ کے لیے اکثر آتا تھا، خود بھی نہ کھاتے بلکہ اسے طالبوں کے لیے بھی مکروہ خیال فرماتے۔ مگر اپنے ہمسایوں اور اس شہر میں اگر کوئی نو وارد ہوتا تو ان میں تقسیم کر دیتے۔ اور کبھی دیگوں کو کھلا چھوڑ دیتے کہ جو چاہے کھانا لے جائے۔ البتہ اگر کوئی نقد رقم بھیجتا اور اس پر کوئی شبہ نہ ہوتا تو سال گزرنے سے پہلے اس میں سے چالیسواں حصہ نکال لیتے جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بشرط وجود نصاب زکوٰۃ جائز ہے۔ کیوں کہ فرض کا صدقہ نقلی صدقہ سے زیادہ ثواب کا موجب ہے، پھر اپنے پیروں خصوصاً حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز کے لیے حلوا وغیرہ تیار کروا کر فقراء میں تقسیم کرتے، اور اپنے والد کی نیاز بھی دیتے۔

وہ قرض بھی ادا کرتے جو خانقاہ کے فقراء پر خرچ ہوتا، جو کوئی بھی حاجت مند آتا اسے [۱۴۳] رقم دے دیتے اور کبھی کوئی شخص بغیر اطلاع کے بھی لے جاتا تو (اسے لیتے ہوئے) دیکھنے کے باوجود آپ اپنا منہ دوسری طرف کر لیتے (بطور چشم پوشی)۔

بعض لوگ آپ کی کتابیں (چرا کر) لے جاتے اور وہی بیچنے کے لیے آپ کے پاس لے آتے تو آپ اس کتاب کی تعریف فرماتے اور اس کی قیمت دے دیتے۔ اگر اشارتاً کوئی کہتا کہ حضرت یہ کتاب تو آپ ہی کے کتب خانے کی ہے اور اس پر سہر (علامت) بھی موجود ہے تو ناراض ہو کر منع فرماتے اور کہتے کہ صاحب ایک کاتب کئی کتابیں لکھتا ہے۔

آمدن ہر سر۔ مطالب آپ (دوپہر کا) کھانا کھا کر قبول فرماتے اور پھر دینی کتب مثلاً نفحات ۲۶ (الانس) اور آداب المریدین ۲۷ وغیرہا کا مطالعہ اور ضروری تحریرات میں مشغول ہو جاتے۔ نماز ادا کرنے کے بعد تفسیر و حدیث کا درس دیتے۔ عصر کی نماز پڑھتے اور پھر حدیث اور تصوف کی کتابیں پڑھاتے مثلاً مکتوبات امام ربانی، عوارف (المعارف) اور رسالہ قشیریہ، اسی طرح شام تک حلقہ ذکر اور توجہ میں مشغول

راتے۔ شام کی نماز کے بعد خاص مریدوں کو توجہ دیتے، کہاں کہاں گھر
 عشا کی نماز پڑھتے۔ رات اکثر بیٹھ کر ذکر اور مراقبہ میں گزار
 دیتے۔ اگر لہند کا زیادہ غلبہ ہوتا تو مصلے پر ہی دائیں کروٹ لیٹ
 جاتے۔ کبھی چارپائی پر بھی سوتے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ کبھی آپ
 نے پاؤں بھی دراز کیے ہوں، اکثر احتیاط کے طور پر اس حالت میں جو
 حضرت سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور اولیاء کرام مثلاً
 حضرت غوث الاعظم سے ثابت ہے۔ مراقبہ میں بیٹھتے۔ اور غایت درجہ حیا
 کی وجہ سے پاؤں بہت کم پھیلاتے تھے۔ یہاں تک کہ وفات بھی اسی حالت
 میں ہوئی ۲۸۔ فتوح (نذر و نیاز) فقراء میں تقسیم کر دیتے۔ خود موٹا
 (کھردرا۔ کھدر نما) لباس پہننے کی عادت تھی ۲۹۔ اگر کوئی نفیس لباس
 بھیجتا تو اُسے بیچ کر کئی کپڑے خریدتے اور انہیں صدقہ میں دے دیتے
 اور اسی طرح دوسری چیزوں کے بارے میں بھی کرتے بہ نسبت ایک
 کے اگر زیادہ لوگ چن لیں تو بہتر ہے اور اکثر حضرت سرور صلی اللہ
 علیہ و سلم کی بھی یہی عادت مبارک تھی کہ موٹا لباس زیب تن فرماتے۔
 چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے
 کہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی چادر مبارک موٹی اور تہ بند شریف بوسیدہ
 تھا نیز فرمایا کہ اسی لباس میں آپ صلی اللہ علیہ و سلم کی روح اقدس نے
 پرواز فرمائی۔

آپ (حضرت شاہ غلام علی) اعلیٰ درجے کے معنی تھے۔ یہ (سغاوت)
 خفیہ طور پر کرنا بہت پسند تھا۔ حلقہ کے وقت بھی لوگوں کو دیتے
 تھے۔ آنجناب پر حیا اس قدر غالب تھی کہ لوگوں کی شکل دیکھنا تو
 درکنار کبھی اپنی شکل بھی آئینہ میں نہیں دیکھی تھی۔

آپ مومنوں پر اس قدر شفقت فرماتے تھے کہ اکثر رات کو (ان کے
 حق میں) دعا کرتے تھے۔

حکیم قدرت اللہ خان جو کہ آپ کا ہمسایہ تھا اور اکثر آپ کی غیبت
 میں [۱۴۴] اپنا وقت صرف کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی وجہ سے قید
 ہو گیا۔ آپ نے اُس کی رہائی کے لیے کون سی کوشش نہیں فرمائی۔

دیا کا ذکر آپ کی مجلس شریف میں نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی اسراء
 یا فقراء کا ذکر ہوتا، گویا یہ سفیان ثوری ۳۰ کی مجلس تھی۔ اگر کوئی

غیبت کرتا تو فرماتے واقعی برائی مجھ میں ہی ہے۔ کسی نے شاہ عالم ۴۱ بادشاہ کی برائی (غیبت) بیان کی، آپ روزے سے تھے فرمایا افسوس کہ روزہ جاتا رہا۔ کسی نے عرض کی کہ حضرت آپ نے کسی کی غیبت تو نہیں کی۔ فرمایا صاحب اگرچہ میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں نے سنا ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا برابر ہوتے ہیں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر آپ کا شیوہ شریف تھا۔ بادشاہ کا سخت احتساب کرتے تھے اور اس باب میں آپ کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا تھا۔ وہ مکتوب جس میں آپ نے اکبر شاہ ۳۲ (ثانی) پر احتساب کیا ہے وہ آپ کے (مجموعہ) مکتوبات ۳۳ شریف میں موجود ہے۔

سید اسمعیل مدنی ۳۳ آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے آپ ہی کے حکم کے مطابق جامع مسجد (دہلی) میں موجود آثار نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی (زیارت کے لیے) گئے اور وہیں آکر کہا کہ اگرچہ وہاں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات محسوس ہوتی ہیں لیکن وہاں کفر کی ظلمت بھی موجود ہے۔ اس کی تحقیق کروائی گئی تو وہاں بعض اکابر کی تصاویر کی موجودگی کا علم ہوا۔ آپ نے اس سلسلے میں بادشاہ کو لکھا تو وہ تصویریں وہاں سے باہر نکالی گئیں ۴۵۔

بندیل کھنڈ کا رئیس، نواب شمشیر بہادر ۳۶ ایک مرتبہ انگریزی ٹوپی پہنے آپ کی خدمت میں آیا، آپ طیش میں آ گئے اور اسے منع کرنے لگے۔ اس نے عرض کی کہ اگر یہی احتساب ہے تو پھر نہیں آؤں گا۔ آپ نے فرمایا خدا تمہیں ہمارے ہاں نہ لائے۔ وہ مغلوب الغضب ہو کر اٹھا اور صفہٴ دالان کی سیڑھیوں تک گیا ہوگا کہ اپنا کلاہ خادم کو دے کر پھر حاضر خدمت ہوا اور بیعت کی ۴۷۔ بعض کو آپ نرمی سے منع فرما دیتے کیوں کہ احتساب پہلے پہل سہل ہونا چاہیے۔

میر اکبر علی کہتے ہیں کہ میرے چچا نے داڑھی نہیں رکھی ہوتی تھی، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھا اور نرمی سے فرمایا کہ عجب ہے کہ میر صاحب کی داڑھی نہیں ہے، پھر خندہ پیشانی سے فرمایا کہ (اسلام میں) جو کچھ ہے وہ آپ ہی کے خاندان سے ہے۔ ہم تو آپ کے کاشتے ہیں۔ الغرض وہ چلا گیا اور پھر کبھی داڑھی نہ منڈوائی۔

آپ کا ترک و تہرید اس مرتبہ کا تھا کہ بادشاہِ وقت اور دوسرے امراء یہ مہمانا کرتے رہے کہ وہ آپ کی خانقاہ کے خرچ کے لیے کچھ معین کریں۔ لیکن آپ کی زبان پر اکثر یہی قطعہ رہتا ۳۸ :

خاک نشینی است سلیمانیم لیسک بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش کہنہ نشد خلعت عربانیم ۳۹
نواب امیر خان ۳۰ والی ٹونک [۱۳۵] و سروج نے بھی یہی آرزو کی تو آپ نے شاہ رؤف احمد صاحب سے یہ لکھنے کے لیے فرمایا :

ما آبروی فقر و قناعت نمی بریم
بامیر خان بگوی کہ روزی مقدر است ۳۱

آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہماری جاگیر تو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں :

و فی السماء رزقکم و ما توعدون ۳۲

(اور آسمان میں تمہارے لیے رزق ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے)

اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دینی و دنیاوی مہمات سرانجام دیتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ خانقاہ کے اخراجات غیب سے پورے ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے ان چار چیزوں کا ہونا لازم ہے۔ شکستہ ہاتھ، شکستہ پاؤں، صحیح دین اور درست یقین۔

آخری عمر میں آپ کو ضعف بہت زیادہ ہو گیا تھا، لیکن جب یہ شعر پڑھتے تو اسی شدید ضعف میں ہی اٹھ کر بیٹھ جاتے اور پوری قوت سے (طالبوں پر) توجہ کرتے، شعر حافظ :

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتوان شدم
ہرگہ کہ یاد روی تو کردم جواں شدم ۳۳

آپ کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کا مرتبہ حاصل تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیتے بے تاب ہو جاتے۔

ایک مرتبہ خادم قدم شریف سے پانی کا تبرک لایا اور کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ پر سایہ ہو، یہ بات سنتے ہی آپ بے تاب ہو گئے اور امّہ خادم کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ فرمایا کہ میری

غیبت کرنا تو فرمانے واقعی برائی مجہ میں ہی ہے۔ کسی نے شاہ عالم ۴۱ بادشاہ کی برائی (غیبت) بیان کی، آپ روزے سے تھے فرمایا افسوس کہ روزہ جاتا رہا۔ کسی نے عرض کی کہ حضرت آپ نے کسی کی غیبت تو نہیں کی۔ فرمایا صاحب اگرچہ میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں نے سنا ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا برابر ہوتے ہیں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر آپ کا شیوہ شریف تھا۔ بادشاہ کا سخت احتساب کرتے تھے اور اس باب میں آپ کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا تھا۔ وہ مکتوب جس میں آپ نے اکبر شاہ ۴۲ (ثانی) پر احتساب کیا ہے وہ آپ کے (مجموعہ) مکتوبات ۴۳ شریف میں موجود ہے۔

مید اسمعیل مدنی ۴۴ آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے آپ ہی کے حکم کے مطابق جامع مسجد (دہلی) میں موجود آثار نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی (زیارت کے لیے) گئے اور واپس آکر کہا کہ اگرچہ وہاں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات محسوس ہوتی ہیں لیکن وہاں کفر کی ظلمت بھی موجود ہے۔ اس کی تحقیق کروائی گئی تو وہاں بعض اکابر کی تصاویر کی موجودگی کا علم ہوا۔ آپ نے اس سلسلے میں بادشاہ کو لکھا تو وہ تصویریں وہاں سے باہر نکالی گئیں ۴۵۔

بندیل کھنڈ کا رئیس، نواب شمشیر بہادر ۴۶ ایک مرتبہ انگریزی ٹوپی پہنے آپ کی خدمت میں آیا، آپ طیش میں آ گئے اور ایسے منع کرنے لگے۔ اس نے عرض کی کہ اگر یہی احتساب ہے تو پھر نہیں آؤں گا۔ آپ نے فرمایا خدا تمہیں ہمارے ہاں نہ لائے۔ وہ مغلوب الغضب ہو کر اٹھا اور صفہٴ دالان کی سیڑھیوں تک گیا ہوگا کہ اپنا کلاہ خادم کو دے کر پھر حاضر خدمت ہوا اور بیعت کی ۴۷۔ بعض کو آپ نرمی سے منع فرما دیتے کیوں کہ احتساب پہلے پہل سہل ہونا چاہیے۔

میر اکبر علی کہتے ہیں کہ میرے چچا نے داڑھی نہیں رکھی ہوتی تھی، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھا اور نرمی سے فرمایا کہ عجب ہے کہ میر صاحب کی داڑھی نہیں ہے، پھر خندہ پیشانی سے فرمایا کہ (اسلام میں) جو کچھ ہے وہ آپ ہی کے خاندان سے ہے۔ تم تو آپ کے کاشتے ہیں۔ الغرض وہ چلا گیا اور پھر کبھی داڑھی نہ منڈوائی۔

آپ کا ترک و تہرید اس مرتبہ کا تھا کہ بادشاہ وقت اور دوسرے امراء یہ سمنا کرتے رہے کہ وہ آپ کی خانقاہ کے خرچ کے لیے کچھ معین کریں۔ لیکن آپ کی زبان پر اکثر یہی قطعہ رہتا ۳۸ :

خاک نشینی است سلیمانیم نیک بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش کہنہ شد خلعت عربانیم ۳۹

نواب امیر خان ۳۰ والی ٹونک [۱۳۵] و سرویج نے بھی یہی آرزو کی تو آپ نے شاہ رؤف احمد صاحب سے یہ لکھنے کے لیے فرمایا :

ما آبروی فقر و قناعت نمی بریم
بامیر خان بگوی کہ روزی مقدر است ۴۱

آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہماری جاگیر تو اللہ تعالیٰ کے وعدے میں ہے :

و فی السماء رزقکم و ما توعدون ۴۲

(اور آسمان میں تمہارے لیے رزق ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے)

اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دینی و دنیاوی مسہمت سرانجام دیتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ خانقاہ کے اخراجات غیب سے پورے ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے ان چار چیزوں کا ہونا لازم ہے۔ شکستہ ہاتھ، شکستہ پاؤں، صحیح دین اور درست یقین۔

آخری عمر میں آپ کو ضعف بہت زیادہ ہو گیا تھا، لیکن جب یہ شعر پڑھتے تو اسی شدید ضعف میں ہی اٹھ کر بیٹھ جاتے اور پوری قوت سے (طالبوں پر) توجہ کرتے، شعر حافظ :

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم
ہرگہ کہ یاد روی تو کردم جواں شدم ۴۳

آپ کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کا مرتبہ حاصل تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیتے بے تاب ہو جاتے۔

ایک مرتبہ خادم قدم شریف سے پانی کا تبرک لایا اور کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ پر سایہ ہو، یہ بات سنتے ہی آپ بے تاب ہو گئے اور اسم خادم کی پیشانی پر ہوسہ دیا۔ فرمایا کہ میری

ہستی ہی کیا ہے کہ مجھ پر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ماہ مبارک ہو؟ اور اس خادم پر بہت نوازش فرمائی۔

مرضِ موت کے وقت ترمذی شریف آپ کے سینہ مبارک پر تھی۔ اگر حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کا پتہ چلتا تو اس کے مطابق عمل کرتے۔ بکری کے شانے کا گوشت منگوانے اور اُسے ہکاتے گیوں کہ وہ مسنون ہے۔ آپ کو قرآن شریف کا نہایت ذوق تھا۔ اوایں اور تہجد کی نماز میں میرے (مولف ضمیمہ ہذا) والد (حضرت شاہ ابو سعید مجددی) سے ختم قرآن مجید سنتے اور گبھی غلبہ شوق سے زیادہ سنتے اور بے تاب ہو کر فرماتے ہں کرو مجھ میں (بے تاب ہونے کی) زیادہ طاقت نہیں ہے۔ اور اکثر درد انگیز اشعار سنتے تھے جس سے آپ کو وجد آ جاتا تھا۔ لیکن چونکہ استقامت کا پہاڑ تھے اس لیے ضبط کر لیتے۔

ابوالحسن نوری عو رقص تھے اور سید الطائفہ جنید بیٹھے تھے ،
نوری نے فرمایا :

انما يستجيب الذين يسمعون ۴۴

(مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں)

حضرت جنید نے کہا :

و تری الجبال تمسبها جامدة و هي تمر من السحاب ۴۵

(اور تو پہاڑوں کو دیکھ کر خیال کرے گا کہ وہ منجمد ہیں لیکن وہ چلتے ہوں گے بادلوں کی طرح)

حضرت جنید نہایت مستقیم تھے۔

راقم (شاہ عبدالغنی مجددی) کہتا ہے کہ طریقہ مجددیہ میں گبھی نسبتِ چشتیہ کا بھی ظہور ہوتا ہے جو کہ حضرت مجدد (قدس سرہ) کے والد ماجد سے وراثتاً تھی ۴۶۔

بزرگمال ممکن کے باوجود گبھی اچانک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ

سے بھی حالتِ ذوق و شوق منقول ہے :

خوبی و شکل و شائل حرکات و سکنات
انچہ خوباں ہمہ دارلد تو تنہا داری ۴۷

صیغان اللہ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی :

ع ہر چہ استاد ازل [۱۴۶] گفت بگو می گوئم ۴۸

آپ کی طبیعت اس قدر نازک تھی کہ اگر کوئی دور تمباکو کا دھواں چھوڑتا (حقہ پیتا) تو آپ ناراض ہو جاتے اور مکان کو دھونی دیتے۔ فرماتے کہ افغانوں نے ہاری مسجد کو پلاس دانہ ۴۹ بنا دیا ہے۔

میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے۔ آپ کے مکان شریف سے اچانک خود بخود خوش بو آنے لگتی تھی۔ اُس وقت آپ دوسروں کو باہر بھیج دیتے۔ کیوں کہ اس وقت حضرت رسالت صلوات اللہ علیہ و سلم اور دیگر پیروں کی روح کا ظہور ہوتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہا کی صورتیں دیکھی ہیں۔

ایک مرتبہ میرا ایک پہلو تشل ہو گیا تو میں نے حضرت مجدد قدس سرہ کی روح سے مدد چاہی اسی وقت آپ کی صورت شریف کو میں نے ہوا میں معلق دیکھا تو ساری بیماری سلب ہو گئی۔

فرماتے ہیں کہ حلقہ اکابر چشتیہ جو کہ ذوقِ محبت میں سرشار ہیں اور سماع و سرود ان کے دلوں میں رنگا رنگ کے شوق پیدا کرتا اور چہرہ یار سے پردہ ہٹاتا ہے اور ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کا حلقہ بھی بادہ نوش محبت سے سرشار ہے۔ لیکن اس کے متوسلین کے قلوب کو حدیث اور درود اذواق بخشنے ہیں :

ع آن ایشاند من چنیم یا رب ۵۰

اسی طرح جب اسم مبارک زبان پر آتا تو آہ آہ کہتے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور کبھی دونوں ہاتھ کشادہ کرنے اور ملاتے کہ گویا کسی کو آغوش میں لینے ہیں اور مولوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھتے :

موسیا آداب داناں دیگر اند موختہ جان و رواناں دیگر اندا ۵۱

فصل

ملفوظات ۵۲ حضرت شاہ غلام علی دہلوی

آپ فرماتے ہیں - (لفظ) فقیر میں ”ف“ سے مراد فاقہ ، ”قاف“ سے قناعت ، ”ی“ سے یادِ الہی اور ”رے“ سے ریاضت ہے - جو الہیں بجا لانے تو اُسے ”ف“ سے فضلِ خدا ، ”قاف“ سے قربِ مولیٰ ، ”ی“ سے یاری اور ”رے“ سے رحمت حاصل ہوتی ہے - نہیں تو ”ف“ سے فضیحت ، ”قاف“ سے قہر ، ”ی“ سے یاس اور ”رے“ سے رسوائی ملتی ہے ۵۳ -

فرماتے ہیں کہ ذوق و شوق اور کشف و کرامات کا طالب ، خدا کا طالب نہیں ہوتا ۵۴ - راقم (شاہ عبدالغنی مجددی) کہتا ہے بقول حافظ :

شرم ما باد ازین خرقہ آلودہ خود
گر بدین فضل و کرم نام کرامات بریم ۵۵

[مجھے اس لیے آلودہ خرقہ پر شرم آتی ہے - اگر اس فضل و کرم کو کرامات کا نام دیں]

یہ بھی حافظ ہی کا شعر ہے :

با خرابات نشینان ز کرامات ملاف
پر سخن جای ۵۶ و ہر نکتہ مکانی دارد

[دیر نشینوں کے سامنے کرامات بیان نہیں کرنی چاہئیں کیوں کہ ہر بات اور ہر نکتہ کا ایک موقع ہوتا ہے]

فرماتے ہیں کہ کہالات میں عربیانی^۵ وصل ہوتی ہے اور اس مقام میں سالک کے نصیب میں نا اُمیدی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ہوتا - پر چند وصول ہوتا ہے لیکن حصول نہیں ہوتا -

فرماتے ہیں کہ طالب کو عبادات کی کیفیات پر الگ الگ دھیان دینا چاہیے کہ نماز سے کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے ، تلاوت سے کس نسبت کا ظہور ہوتا ہے ، درس حدیث اور زبانی شغلِ تہلیل [۱۴۷] سے کیا ذوق حاصل ہوتا ہے - یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ مشکوک لقمہ سے ظلمت میں کتنا اضافہ ہوا ، اسی طرح دوسرے گناہوں ۵۷ (کا بھی خیال رکھو) -

فرماتے ہیں کہ ولایت میں خطرات مضر ہوتے ہیں لیکن کھالاتِ نبوت میں مضر نہیں۔ امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

اجهر الجيش و الا في الصلوة
(نماز کے دوران لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں)

آفتاب کا مشاہدہ خطراتِ قلب میں ممانع نہیں ہوتا ۵۸۔

فرماتے ہیں کہ کھانے میں ایک تو رضائے نفس ہے دوسرے حقِ نفس، رضائے نفس کی غذا بہت لطیف اور حقِ نفس یہ ہے کہ فرائض و سنن کی ادائیگی کے لیے بقدر توانائی کھانا کھایا جائے ۵۹۔

فرماتے ہیں کہ طریقہٴ نقشبندیہ چار چیزوں سے عبارت ہے یعنی بے خطرگی، دوام حضور، جذبیت اور واردات ۶۰۔

فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم جمیع کھالات کے جامع تھے۔ ان کھالات کا ظہور مختلف زمانوں میں افرادِ اُمت کی استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ وہ کھالات جن کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے بدن فیض مخزن سے ہوا یعنی بھوکا رہنا، جہاد اور عبادت کرنے کا فیض صحابہٴ کرام میں جلوہ گر ہوا۔ وہ کھالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے قلبِ مبارک کے کھالات یعنی استغراق، بے خودی، ذوق، شوق، آہ، نعرہ اور اسرارِ توحید حضرت بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے اولیائے اُمت تک پہنچے۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ و سلم کے لطیفہٴ نفس کے کھالات جو نسبتِ باطن میں اضحلال و استہلاک سے عبارت ہیں، حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے زمانے سے اکابر نقشبندیہ پر ہویا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ و سلم کا کمال حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے زمانے سے مکشوف ہوا ۶۱۔

فرماتے ہیں کہ جس طرح طلب حلال مومنوں پر فرض ہے اسی طرح ترکِ حلال بھی عارفوں پر فرض ہے ۶۲۔ راقم کہتا ہے کہ حدیث کا عمل عزیمت پر ہونا ہے۔

فرماتے ہیں کہ جو خواہشات کا طالب ہو وہ خدا کا بندہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اے عزیز جب تک تو کسی چیز کے خیال میں ہے تو اسی

چیز کا غلام رہے گا ۶۳۔

فرماتے ہیں کہ بھوک کی رات درویشوں کے لیے شبِ معراج ہے ۶۴۔
فرماتے ہیں کہ صوفی کو دنیا و آخرت پس پشت ڈال کر مولیٰ کی طرف
متوجہ ہو جانا چاہیے ۶۵۔ بقول مولانا روم :

ملتِ عشق ز ملتہا جداست
عاشقان را مذہب و ملت خداست ۶۶

فرماتے ہیں کہ دعا کے وقت انوار فائض ہوتے ہیں (لیکن) اجابت
(دعا) کے اثر کی برکات کا فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ
اگر دونوں ہاتھ بوجھل محسوس ہوں تو یہ قبولیت دعا کی علامت ہے۔
لیکن میں (حضرت شاہ غلام علی) کہتا ہوں کہ اگر (دعا کے بعد) الشرح
صدر حاصل ہو جائے تو یہ قبولیت کی نشانی ہے ۶۷۔

فرماتے ہیں کہ بیعت تین قسم کی ہوتی ہے۔ [۱۳۸] اول بولنے
توسلہ پیرانِ کبار، دوم گناہوں سے توبہ اور سوم (باطنی) نسبت حاصل
کرنے کے لیے ۶۸۔

فرماتے ہیں کہ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ نامرد، مرد،
جوان مرد اور فرد۔ ان میں سے دنیا کے طالب نامرد، طالب آخرت مرد،
طالب آخرت و مولیٰ جوان مرد اور طالب مولیٰ فرد ہوتے ہیں ۶۹۔

فرماتے ہیں کہ خطرہ بھی چار قسم کا ہے۔ شیطانی، نفسانی، ملکی اور
حقانی۔ ان میں (خطرہ) شیطانی بائیں طرف سے، نفسانی اوپر سے یعنی دماغ
سے، ملکی دائیں طرف سے اور حقانی فوق الفوق سے آتا ہے ۷۰۔

فرماتے ہیں کہ نبوت کے سوا تمام وہ کمالات جو ایک انسان میں ممکن
ہو سکتے ہیں، کا ظہور حضرت مجدد (قدس سرہ) میں ہوا ۷۱:

رباعی

ہر لطافت کہ نہاں بود پس پردہ غیب
ہمہ در صورتِ خوب تو عیان ساختہ الد
ہرچہ بر صغیر اندیشہ گشد کلکِ خیال
شکل مطبوع تو زیبا تر ازاں ساختہ الد ۷۲

marfat.com

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا اویسی ہونا چاہے تو — نماز عشاء کے بعد اپنے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر کہے :

یا رسول بایعتک علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و اقام
الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ و صوم رمضان و حج البیت ان
استطعت الیہ سبیلاً

(یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم میں پانچ چیزوں پر آپ سے بیعت ہوتا ہوں (۱) کلمہ (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) بشرط استطاعت حج)

چند راتیں وہ یہ عمل کرے۔ اگر وہ کسی بزرگ کا اویسی بننا چاہے تو وہ خلوت میں بیٹھ کر دو گانہ نفل اس کے لیے پڑھے اور اس بزرگ کی روح کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔

فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے مجھے ایسا ادراک عطا کیا ہے کہ میرا بدن قلب کا حکم رکھتا ہے۔ چاروں طرف سے جو لوگ آتے ہیں مجھے ان کی نسبت معلوم ہو جاتی ہے۔^{۷۳}

فرماتے ہیں کہ تین کتابیں بے نظیر ہیں قرآن شریف، صحیح بخاری اور مشنوی مولوی روم۔^{۷۴}

فرماتے ہیں کہ اولیاء تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ارباب کشف، ارباب ادراک اور ارباب جہل۔^{۷۵}

فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد قلم سرہ جیسے کالات شاید ہی کسی نے حاصل کیے ہوں اگر حضرت تمام وجودی اولیاء پر توجہ فرمائیں تو وہ شاہراہ شہود پر آجائیں۔

فرماتے ہیں کہ سعدی شیرازی سہروردی طریقہ میں عقل مند آدمی تھے الہوں نے دو ہی نکتوں میں سارا تصوف بیان کر دیا ہے :

سرا پیر دانائے مرشد شہاب دو اندرز فرمود بر روی آب
یکی آنکہ بر خویش خود بین مباش دگر آنکہ بر غیر بد بین مباش۔^{۷۶}

فرماتے ہیں کہ جو کوئی ہم سے ملاقات (بیعت) رکھتا ہے (اُسے چاہیے کہ) وہ ہم جیسا لباس پہنے اور ہم جیسے اطوار اختیار کرے:

رباعی

یا مرو با یار ازرق پیرہن یا بکش بر خانماں انگشت نیل
یا مکن با پلبانان دوستی یا بنا کن خانہ در خورد پیل ۷۷

فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے [۱۴۹] لیکن خاصاں کی ارواح میں فرشتے کو اختیار نہیں ہوتا:

در کوی تو عاشقان چناں جان بدہند
کانجبا ملک الموت لہ گنجہد ہرگز ۷۸

واقم (شاہ عبدالغنی) کہتا ہے کہ شاید:

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا ۷۹

(اللہ جالوں کو فوت کرتا ہے جب اُن کی موت کا وقت ہو)

اور

قل یتوفکم ملک الموت ۸۰

(تم فرماؤ کہ تمہیں موت کا فرشتہ موت دیتا ہے)

کا اشارہ اسی طرف ہو۔ واللہ اعلم۔

فرماتے ہیں کہ درویشوں کی معاش وہی ہے جسے شیخ ابن یمن گبروی ۸۱ نے ان الفاظ میں نظم کیا ہے:

نان جوین و خرقہ پشمین و آب شور
میبارہ کلام و حدیث پیمبری
ہم نسخہ دو چار ز علمی کہ نافع است
در دین نہ لغو ہو علی و ژاژ عنصری
تاریک کلبہ کہ پی روشنی آن
بے ہودہ منی نبرد شمع خاوری
با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو
در پیش چشم ہمت شان ملک منجری

این آن سعادت است کہ حسرت برد براں
جو پائے تختِ قیصر و ملک مکندری ۸۲

لیز مولانا جہاں کے یہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے :

رباعی

لنگی زیر لنگی بالا فی غم دزدنی غم کالا
کزک بوریا و پوستکی دلکی پر ز درد دوستکی
این قدر بس بود جہاں را عاشق رند لا ابالی را ۸۳

راقم کہتا ہے کہ حافظ رحمتہ اللہ علیہ کے یہ اشعار بھی آپ کے
حسب حال ہیں :

دو ہار زیرک و از باجرہ کہن دومی
فراختی و کتابی و گوشہ چمنی
من این مقام بہ دنیا و آخرت ندہم
اگرچہ در ہم افتند ہر دم انجمنی
ہر آنکہ کنج قناعت بہ گنج دنیا داد
فروخت یوسف مصری بہ کمترین ثمنی ۸۴

فرماتے ہیں کہ لورانی عقل وہ ہوتی ہے جو ہلا واسطہ مقصود پر دلالت
کرے اور ظلماتی وہ ہے جو مرشد کے راہ دکھانے پر راہ راست پر آئے۔
فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہیے کہ ایک لمحہ بھی یاد مطلوب
سے غافل نہ رہے :

این شربت عاشقی مت خسرو بے خون جگر چشید نتوان ۸۵
فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ اور یہی اصل
کناہانِ کفر ہے :

اہل دنیا کافران مطلق الد
روز و شب در بق بق و در زق زق الد ۸۶

فرماتے ہیں کہ عین زوال اس بات کا نام ہے کہ مالک "انا" نہ کہہ
سکے۔ چنانچہ خواجہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے انا الحق
کہنا آسان ہے لیکن انا کو زائل کرنا مشکل ہے ۸۷۔

(حکیم) سنائی کے اس شعر کے یہ معنی آپ نے بیان فرمائے:

بہر چہ از دوست دامانی چہ کفران حرف چہ ایمان
بہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آن نقش چہ زیبا

[یعنی ہر وہ چیز جو تجھے دوست سے دور کر دے اس میں کفر و ایمان کا امتیاز نہیں۔ ہر وہ بات جو تجھے محبوب کے وصال سے روک دے اس میں اچھائی اور برائی کا امتیاز نہیں]

سالک کا دل ابتداء میں نوافل پر آمادہ نہیں ہوتا بلکہ فرائض و سنن موکلہ پر اکتفا کرتا ہے ۸۸۔

فرماتے ہیں کہ طریقہ مجددیہ میں چار فیض ہیں یعنی نسبتِ نقشبندی، قادری، چشتی اور سہروردی لیکن اس پر پہلی نسبت (نقشبندیہ) غالب ہے ۸۹۔

فرماتے ہیں کہ طریقت میں کفر یہ ہے کہ امتیاز اٹھ جائے [۱۵۰] اور ذاتِ حق کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئے۔ منصور حلاج کہتے ہیں:

کفرت بدین اللہ و الکفر واجب لدی و عند المسلمین
قیبح ۹۰۔

فرماتے ہیں کہ جو مخدوم بتنا چاہے وہ مرشد کی خدمت کرے:

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ۹۱

[جس نے خدمت کی وہ مخدوم ہو گیا]

فرماتے ہیں کہ اب تو میں بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن اس سے پہلے قلعہ جہاں آباد کی جامع مسجد کے حوض کا کڑوا پانی پی کر کلام مجید کے دس سیہارے پڑھتا اور دس ہزار مرتبہ ذکر نفی و اثبات کرتا۔ میری باطنی نسبت اس قدر قوی تھی کہ ساری مسجد نور سے بھر جاتی اور اسی طرح میں جس کوچہ سے گزرتا (وہ بھی منور ہو جاتا) اگر میں کسی کے مزار پر جاتا تو اس کی نسبت ہست ہو جاتی (لیکن) میں بھی خود کو ہست کر دیتا اور اس بزرگ (صاحبِ مزار) کی تواضع کرتا ۹۲۔

فرماتے ہیں:

ز ناتوانی خود، این قدر خبر دارم

کہ از رخس نتوانم کہ دیدہ بر دارم ۹۳

فصل

آپ کے مکاشفات اور الہامات ۹۳

آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں بے تابی (کے عالم میں) میں نے (سر پر) خاک ڈال لی۔ چونکہ یہ امر شرع میں اچھا نہیں ہے اس لیے (میرے باطن میں) ظلمت پیدا ہو گئی۔ (اسی اثنا میں) میں نے خواب میں میری روح اللہ ۹۵ کو جو کہ حضرت شہید (میرزا مظہر) کے مخلص تھے، دیکھا کہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے انتظار میں تشریف فرما ہیں۔ میں نہایت شوق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معانقہ فرمایا۔ معانقہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شکل شریف میں رہے اس کے بعد سید میر کلال ۹۶ رحمۃ اللہ علیہ کی شکل اختیار کر لی۔

ایک روز میں عشاء کی نماز پڑھے بغیر ہی سو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور منع فرمایا اور (اس فعل کی) مذمت بیان فرمائی۔

ایک بار خواب میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

سن رأی قد رأی الحق ۹۷

(جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی حدیث ہے؟ فرمایا ہاں۔

(میرا معمول تھا) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پر ہمیشہ تسبیح و تمجید پڑھا کرتا تھا۔ لیکن ایک مرتبہ مجھ سے یہ عمل نہ ہو سکا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی شکل میں جو شائل ترمذی میں مذکور ہے، تشریف لائے اور شکایت فرمائی۔

ایک مرتبہ مجھ پر دوزخ کی آگ کے خوف کا شدید غلبہ ہوا تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جو ہم سے محبت رکھتا ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

ایک بار میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو فرمایا کہ تیرا نام عبداللہ اور عبدالصمیمین ہے ۔

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میرے چہرے کا گوشت دو انگلیوں کے برابر حضرت سلطان المشائخ ۹۸ کے چہرہ مبارک کا سا ہو گیا ہے جو بد نما معلوم نہیں ہوتا ہے ۔

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضرت سلطان المشائخ کا پیرہن لایا اور کہا کہ وہ تیرے پیر ہیں میں نے جواب دیا کہ میرے پیر تو مرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۔ اس نے چند مرتبہ یہی تکرار کی ۔ آخر کہا کہ سلطان المشائخ آپ کے پیر صحبت ہیں ۔

ایک مرتبہ حضرت مجدد قدس سرہ تشریف لائے [۱۵۱] اور فرمایا کہ تو میرا خلیفہ ہے ۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نقشبند ۹۹ تشریف لائے اور میرے پیراہن میں داخل ہو گئے ۔

ایک روز ایک بزرگ آئے اور میرے پاس بیٹھ گئے ۔ میں نے نام پوچھا تو فرمایا کہ ”بیہا الدین“ ۔

ایک بار ایک شخص ایک خلعت لایا اور کہا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو عنایت کیا ہے مولانا خالد ۱۰۰ نے عرض کی کہ یہ خلعت قطبیت ہوگا ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے انکسار کے طور پر اس مقام کا نام لے لیا ۔

ایک روز میں حضرت خواجہ باقی باللہ ۱۰۱ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا اور توجہ کی درخواست کی ۔ حضرت مزار سے باہر آئے توجہ فرمائی ۔ دوپہر کا وقت تھا اس لیے میں جلدی اٹھ کھڑا ہوا پھر حسرت ہی رہی کہ جلدی کیوں کی ؟ (اس توجہ کی ایسی) کیفیت تھی جو بیان سے باہر ہے ۔

ایک روز حضرت خواجہ قطب الدین ۱۰۲ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا میں نے کہا ”شی اللہ شی اللہ“ (اللہ کے لیے کچھ دیجیے، اللہ کے لیے کچھ دیجیے) میں نے پانی سے بھرا ہوا ایک حوض دیکھا جس کے کنارے سے پانی باہر آ رہا تھا (اس وقت) القا ہوا کہ تیرا سینہ

نسبتِ مجددیہ سے ہر ہے اس میں مزید گنجائش نہیں ہے ۔

ایک روز میں سلطان المشائخ کے مزار پر گیا میں نے توجہ کی درخواست کی ، فرمایا تمہیں کہلاتِ احمدی حاصل ہیں میں نے عرض کی انہی نسبت بھی عطا کریں ۔ انہوں نے توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ ان کا چہرہ میری طرح ہو گیا ہے اور میرا چہرہ ان کی مانند ، میں اس سے بہت معظوظ ہوا ۔

ایک مرتبہ میں حضرت خواجہ محمد زبیر ۱۰۳ رحمة الله عليه کے عرس پر حاضر ہوا حضرت خواجہ تشریف لانے اور فرمایا کہ عبادت کثرت سے کیا کرو اس راہ (طریقت) میں عبادت کرنی چاہیے تاکہ درِ تصرف کھل جائے ۔ میں نے عرض کی کہ آپ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے فرمایا (صرف) بکثرت عبادت سے ۔

ایک بار میرا مکان معطر ہو گیا ۔ اوپر نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر پر (ایک) معطر اور منور روح جلوہ نما ہے اور اس کے گرد آنتاب کی سی شعاعیں ہیں ۔ میں حیران ہوا کہ یہ کیا (ماجرا) ہے ؟ پھر خیال آیا کہ یہ آن سرور صلی الله عليه وسلم کی روح مبارک ہے یا حضرت غوث الاعظم رضی الله عنه کی روح ہے ۔

ایک مرتبہ اہل خانقاہ کے درمیان لفظی نزاع ہوا حضرت مجدد الف ثانی رضی الله عنه تشریف لانے اور فرمایا کہ جو کوئی جھگڑا کرے اُسے خانقاہ سے نکال دو ۔

ایک مرتبہ میرے مکان میں میدۃ النساء ۱۰۳ رضی الله عنها تشریف لائیں فرمایا کہ میں تمہارے لیے زندہ ہوں ۔

ایک مرتبہ میں نے مشکوک کھانا کھا لیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت شہید (میرزا مظہر) نے الٹی کی ہے اور فرمایا کہ ہر جگہ کا کھانا نہیں کھانا چاہیے ۔

ایک مرتبہ الہام ہوا کہ منصبِ قیومیت تمہیں عطا کیا گیا ہے ۔

ایک روز الہام ہوا کہ تجھ سے ایک نیا طریقہ جاری ہوگا ۔

ایک روز میں نے اپنے مکان کی کشادگی کے لیے عرض کی تو الہام ہوا کہ تو اہل و عیال نہیں رکھتا پھر کیا ضرورت ہے ؟

ایک روز میں نے ہمسائے کا مکان طلب کیا تو الہام ہوا کہ تم نے ہمسائے کو کیوں تکلیف پہنچائی اور اسے مکان سے باہر نکالا۔

ایک روز میں حرمین الشریفین کی زیارت [۱۵۲] کا قصد کر کے نیم قدم اٹھا تو یہ الہام ہوا کہ تیرا یہیں رہنا بہتر ہے۔

ایک روز میں نے کہا ”یا شیخ عبدالقادر شیناً للہ“ تو الہام ہوا کہ کہو ”یا ارحم الراحمین شیناً للہ“۔

ایک روز الہام ہوا کہ حضرت سلطان المشائخ نے اپنے خلفاء دکن بھیجے تھے تم اپنے خلفاء کابل اور بخارا بھیجو۔ اللہ تعالیٰ کا کلام صوت اور لحن سے مبرا ہے۔ میں نے تین بار سنا ایک مرتبہ مدرسہ میں، دو مرتبہ سکونتی مکان میں جس میں کہ ان دنوں مقیم ہوں یعنی خانقاہ شریف۔

ایک رات میں نے کہا ”یا رسول اللہ“! آواز آئی ”لیک یا عبد صالح“۔

فصل

آپ کی چند کرامات ۱۰۵

سالکان راہِ الٰہی اور طالبانِ فیض نامتناہی سے مخفی نہیں ہے کہ خدا کی محبت اور اتباع سید انبیاء علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام جیسی کوئی کرامت اور خرق عادت نہیں ہے اور یہ دونوں امر آپ کے ”وجود باجود“ میں ہدرجہ کمال پائے جاتے تھے۔ سب سے بڑی کرامت اور سب سے افضل خرق عادت تو طالبوں کے باطنوں پر تصرف اور ان کے سینوں میں حضرت سبحانہ کے فیض و برکات کا القا کرنا ہے اور یہ امور آپ سے اس قدر ظہور پذیر ہوئے کہ ان کی تحریر کے لیے دفاتر درکار ہیں۔

ہزاروں ارادت مندوں کے دل ذاکر کیے اور سیکڑوں جذبات و وارداتِ الٰہیہ کو پہنچے۔ اور بہت سے لوگوں کو مقامات و حالاتِ عالیہ پر فائز کیا۔ لیکن کائنات میں تصرف اور غیب کی خبریں نفسِ امر کے مطابق الہام ہوئیں اور آپ کی دعا سے حل مشکلات اور حاجت برآری کے اس قدر واقعات ہوئے کہ لوگوں کے اکثر کام آپ کی دعا سے ہو گئے۔

اور بہت سے عقدے نکل ہوئے اور جیسا فرمایا ویسا بارہا ہوا۔ حقیقت اس کے مصداق ہے :

مطلق آن آواز خود از شہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود ۱۰۶

آپ کا کلام کرامت نظام سراسر الہام ، خوارق اولیاء اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ہر تو (تھا) بہت سے لوگ خواب میں آپ کا دیدار کر کے شرف یاب ہوئے اور طریقہ اخذ کیا۔ اور عالی مقامات پر پہنچے اور اپنے وطنوں کو روانہ ہوئے۔ طالبوں کی کثرت کے باوجود ہر ایک کو توجہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچاتے اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچاتے۔ توجہ کی قوت سے برسوں کا کام تھوڑے ہی دنوں میں کر دیتے۔ اکثر فاسق و فاجر آپ کی توجہ شریف سے تائب ہو کر راہ راست پر آئے اور کئی کفار آپ کی معمولی سی توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

کرامت : ایک محبوب شکل اور مرغوب صورت ہندو لڑکا برہمن زادہ آپ کی مجلس شریف میں آیا۔ تمام اہل محفل کی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں۔ آپ نے اس پر نظر عنایت [۱۵۲] ڈالی اسی وقت اس نے زنار کفر اتار کر خلعت ایمان پہنا اور فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور حسن گو نور اسلام سے چلا دے کر اٹھا :

بنشین بہ گدایان در دوست کہ ہر کس
بنشست باہن طائفہ شاہی شد برخاست ۱۰۷

کرامت : مولوی کرامت اللہ ۱۰۸ جو کہ آپ کے خادم تھے ایک روز ان کے پہلو میں شدید درد ہوا آپ نے اپنا دست مبارک وہاں رکھ کر بہت فرمائی تو اسی وقت (درد) رفع ہو گیا۔

کرامت : ایک مرتبہ چلتی ہوئی کشتی پر توجہ کی تو وہ رک گئی۔

کرامت : میاں احمد یار ۱۰۹ جو کہ آپ کے اجل اصحاب میں سے تھے ، کہتے ہیں کہ میں تجارت کے لیے گیا ہوا تھا۔ اٹانے راہ میں صحرا میں میں نے دیکھا کہ آپ تشریف لانے ہیں اور گاڑی (بہل) کے قریب کھڑے ہیں فرمایا کہ گاڑی کو تیز کرو اور دوڑاؤ اور اس قافلہ سے جدا ہو جاؤ

کیوں کہ ڈاکو آگئے ہیں اور اس قافلے کو لوٹنا چاہتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ غائب ہو گئے۔ میں نے گاڑی کو دوڑایا اور قافلہ سے جدا ہو گیا۔ قضائے الہی سے سارا قافلہ ڈاکوؤں نے غارت کر دیا اور میں بخیر و خوبی منزل مقصود کو پہنچ گیا۔

کرامت : میاں زلف شاہ جو کہ آپ کے مخلصوں میں سے تھے، کہتے ہیں جب میں اوائل حال میں آپ کی خدمت میں آیا تو صحرا میں راستہ گھو بیٹھا اچانک ایک بزرگ نمودار ہوئے اور مجھے راستہ دکھایا میں نے کہا آپ کون ہیں؟ فرمایا تم جس کے پاس بیعت ہونے کے لیے جا رہے ہو میں وہی ہوں۔ دو مرتبہ میرے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا۔

کرامت : نیز میاں احمد ہار سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں آپ کے ہمراہ ایک صالحہ جو کہ آپ کی مرید تھی، کے ہاں تعزیت کے لیے گیا، کیوں کہ اس کی بڑی لڑکی فوت ہو گئی تھی۔ آپ نے اس ضعیفہ (بڑھیا) سے خطاب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس دختر کے نعم البدل لڑکا عطا کرے گا۔ اس عمر رسیدہ عورت نے گستاخانہ کہا کہ حضرت اب تو میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں اولاد پیدا ہونا عقل کے خلاف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قادر ہے۔ اس کے بعد آپ اور میں اس کے گھر سے باہر آ گئے اور ایک مسجد میں جو اس بوڑھی کے گھر کے سامنے ہی تھی آپ تشریف لے گئے، وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور اس عورت کے ہاں پیدائشی فرزند کی دعا کی اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں نے اس کی اولاد کے لیے جناب الہی میں عرض کی ہے [۱۵۴] قبولیت دعا کا اثر ظاہر ہوگا (اور) ان شاء اللہ اس کے ہاں فرزند ہی تولد ہوگا۔ اس کے بعد آپ کے فرمانے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسے لڑکا عنایت فرمایا اور جوان ہوا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

کرامت : ایک عورت آئی اور ایک بیمار کی شفاء کے لیے عرض کی آپ نے اُسے دسترخوان سے تبرک دیا جو نان اور کباب تھا، جب وہ گھر آئی تو وہ حلوہ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ (جس سے) معلوم ہوا کہ بیمار کا وقت اجل آپہنچا ہے۔ چنانچہ اسی طرح واقعہ ہوا۔

کرامت : میر اکبر علی ۱۱۰ صاحب جو کہ آپ کے مخلص لیاضتوں

میں سے ہیں ، الھوں نے اپنے عزیزوں کی ایک عورت کی بیماری کے بارے میں عرض کی ۔ چونکہ انھوں نے بار بار سوال کیا تھا آپ نے فرمایا اکبر علی اس کی زندگی پندرہ روز سے زیادہ معلوم نہیں ہوتی اور تقدیر الہی سے وہ پندرہویں روز وفات پا گئی لیکن بیماری کے دنوں میں میر صاحب موصوف (اکبر علی) اس عورت کو توجہ دیتے رہے جب آپ اس عورت کے جنازہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ اکبر علی شاید تم اسے توجہ دیتے رہے ہو اسی لیے اس میں برکات معلوم ہوتی ہیں ۔

کرامت : آپ کی خانقاہ کے قریب ایک رافضی کا مکان تھا ۔ آپ کی خانقاہ کی تنگی کے لیے اس مکان کی ضرورت تھی وہ عورت جس کی ملکیت میں وہ مکان تھا آپ نے اس سے مکان کی خواہش کی اس عورت نے انکار کر دیا ۔ آخر ایک بار آپ نے حکیم شریف خان کو جو کہ دہلی کے معززین میں سے تھے ، اس عورت کو سمجھانے کے لیے بھیجا ۔ کہ اگر تمہیں اس کی فروخت میں کچھ عار ہے تو ہم اس کی قیمت خفیہ طور پر بھیج دیتے ہیں ۔ تم اسے بطور نذر پیش کر دو اس بد بخت نے جو اہل اللہ سے عداوت رکھتی تھی حکیم موصوف کا قول قبول نہ کیا بلکہ اس نے آپ کے بارے میں یہودہ بکا ۔ کیونکہ بزرگوں کو گالیاں (سب و شتم) اس فرقہ ملعونہ کی عادت ہے ۔ حکیم صاحب وہاں سے چلے آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حال بیان کیا ۔ آپ نے چہرہ مبارک آسمان کی طرف کر کے عرض کی کہ صاحب اس کا کلام (آپ نے) سن لیا ہے ۔ اب میں اس وقت تک اس کا مکان نہیں لوں گا جب تک وہ خود آ کر التجا نہ کرے ۔ تقدیر الہی سے اس کے خاندان پر (بے در پے) موت وارد ہوئی ابھی ایک بچہ باقی تھا جب وہ بھی بیمار پڑ گیا تو وہ پھر سمجھ گئی کہ یہ میرے اس برے عمل کا نتیجہ ہے وہ اس بچہ کو لائی اور اس مکان کی بھی پیش کش کی ۔

کرامت : حکیم رکن الدین کو بادشاہ سے وزارت کا منصب حاصل ہوا تو آپ نے حکیم سے ایک عزیز کی سفارش کی تو اس نے اس امر پر توجہ نہ کی جس سے آپ کو ملال ہوا ۔ وہ چند روز کے بعد معزول کر دیا گیا پھر وہ گبھی اس منصب پر فائز نہ ہو سکا ۔

کرامت : آپ دہلی کے صوبہ (دار) شاہ نظام الدین ۱۱۱ سے ناراض ہوئے تو وہ بھی معزول ہو گیا ۔

[۱۵۵] کرامت : ایک بار آپ کے چند خلفاء بہت دور سے آئے۔ وہ راستے ہی میں کہنے لگے، کہ حضرت کا معمول ہے کہ قدم ہوسی کے وقت آپ تبرک عنایت کرتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ مجھے اس مرتبہ مصلیٰ کی خواہش ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں کلاہ چاہتا ہوں۔ تیسرے نے بھی کسی چیز کی طلب (کا خیال کیا) جب وہ حضور پر نور میں پہنچے۔ تو ہر ایک کو اس کی تمنا کے مطابق عنایت کیا اور اس قسم کے اکثر واقعات آپ سے ظہور پذیر ہوئے۔ بارہا آپ کا کلام دلی تمناؤں کے مطابق ہوتا۔

کرامت : ایک روز حکیم نامدار خان کی عیادت کے لیے گئے و حکیم مذکور نزع کی حالت میں تھے ان کی آنکھیں بند اور بے ہوش پڑے تھے۔ ان کے اقربا نے آپ سے سلب مرض کے لیے درخواست کی۔ آپ ایک لمحہ متوجہ رہے پھر انہیں فی الفور ہوش آ گیا۔ اور آنکھیں کھول دیں آپ سے بہت سی باتیں کیں۔ جو نبی آپ نے ان کے گھر سے قدم باہر نکالا اسی وقت جان دے دی۔

کرامت : ایک شخص بخارا سے براہِ دیارِ کابل ہندوستان آ رہا تھا کہ دریائے اٹک عبور کرتے وقت اس کا اونٹ مع سامان تجارت پانی میں غرق ہو گیا۔ اس نے کہا اگر میرا اونٹ مع اسباب زندہ باہر آ جائے تو میں آپ کی نیاز دوں گا۔ اللہ سبحانہ کے حکم سے وہ دریا سے باہر آ گیا جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو واقعہ خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے نیاز دے دی ہے؟ اس نے کہا ہاں دے دی۔

کرامت : میاں احمد یار صاحب کے چچا کو رقم لہنے (کے جرم میں) بادشاہ نے گرفتار کر لیا۔ میاں احمد یار آپ کی خدمت میں رونے ہوئے آئے۔ آنجناب نے فرمایا کہ تم چند لوگ جمع ہو کر قلعہ میں جاؤ اور اے رہا کر کے لے آؤ۔ میاں موصوف نے کہا کہ قلعہ کے دروازے پر تو چوکی اور سپاہیوں کی پلٹن حفاظت کے لیے متعین ہے اس لیے ہم کیسے لا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا مطلب؟ تم میرے کہنے پر جاؤ، وہ گئے۔ دروازے کے نگہبانوں اور سپاہیوں کی پلٹن میں سے کسی نے انہیں نہ دیکھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور کہاں جا رہے ہیں؟ آخر اے قہد خانہ سے زندہ لے آئے کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔

کرامت : مولوی فضل امام ۱۱۲ کا لڑکا بہت علیل تھا ، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور اُسے کچھ پلایا ہے جب صبح ہوئی تو اُسے سنا ہوگئی ۔ وہ آپ کی خدمت میں بطور نیاز رقم لائے تو فرمایا کہ یہ بہاری رات کی عنایت کا شکرانہ ہے ؟

کرامت : ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرا لڑکا دو ماہ سے کم ہے ۔ آپ توجہ فرمائیں کہ وہ آجائے ۔ فرمایا کہ تیرا لڑکا تو تیرے گھر میں ہے ۔ وہ دل میں حیران ہوا [۱۵۶] کہ میں تو ابھی گھر سے آ رہا ہوں لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ وہ گھر میں ہے وہ آپ کے فرمانے کے مطابق گھر گیا اور دیکھا کہ لڑکا واقعی گھر میں بیٹھا ہوا ہے ۔

کرامت : ایک عورت آپ کے پاس آئی اور عرض کی کہ میرا لڑکا فوج میں نوکر تھا اُس کی نوکری جاتی رہی ہے اس نے تمام لباس ترک کر کے لنگوٹی پن لی ہے اور دین و شریعت سے ہٹ کر ملنگ ہو گیا ہے اور بھنگ پیتا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھو وہ بیٹھ گئی ۔ جس سے اس کے تمام لطائف ذکر جاری ہو گئے ۔ اس کے بعد اس کے لڑکے کے حال پر توجہ کی وہ فرقہ ملائیت کو چھوڑ کر راہِ راست پر آ گیا ۔

کرامت : غریب اللہ سقہ جو کہ آپ کی ہمسائیگی میں سکونت پذیر تھا ایک روز بیماری کی شدت سے نزع کی حالت ہو گئی ۔ رات کے آخری حصہ میں اس کے رشتہ دار آپ کو اس کے پاس لے گئے ۔ آپ نے توجہ فرمائی اُسے عنایت الہی سے صحت کامل نصیب ہوئی ۔

کرامت : مولوی کرامت اللہ صاحب فرماتے ہیں ان ایام میں جب کہ میں آپ کے پاس تھا میں نے بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کیا ۔ ایک مرتبہ فجر کی نماز کے بعد جو کہ مراقبہ اور ذکر کا وقت تھا میں بغل میں کتاب دہائے پڑھنے کے ارادے سے جا رہا تھا ۔ آپ کی نظر شریف مجھ پر پڑ گئی ۔ ناراض ہو کر فرمایا بیٹھ اور (ذکر میں) مشغول ہو جا ۔ میں چونکہ گستاخ تھا ہولا کہ میں تو اس لیے آیا تھا کہ کچھ بغیر محنت کے مل جائے ورنہ محنت کرنے سے تو ہر جگہ مل ہی جاتا ہے فرمایا میں تمہیں بحق بہاء الدین بغیر محنت کے ہی دوں گا ، بیٹھ جاؤ ۔ اسی وقت توجہ

دی میرے ہوش جاتے رہے کہ گویا میرا دل سینہ سے نکل گیا ہے۔ ملت کے بعد مجھے ہوش آیا۔ حضرت حلقہ سے فارغ ہو چکے اور مجھ پر دھوپ آگئی تھی اور آپ کے خاص اصحاب مثلاً شاہ ابو سعید صاحب حاضر تھے۔ میں شرمندہ ہوا فرمایا کہ کیا ہوا تھا۔ میں نے عرض کی نیند کا غلبہ ہو گیا تھا، آپ تبسم فرمانے لگے۔

فصل

آپ کی وفات کا حال ۱۱۳

آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو تھی۔ لیکن فرماتے تھے کہ حضرت پیر و مرشد قدس سرہ کی شہادت سے لوگوں پر کس قدر مصائب نازل ہوئے۔ تین سال تک بہت بڑا قحط مسلط رہا ہوا جس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں اور لوگوں نے ایک دوسرے کو جو قتل کیا وہ حیطہ تحریر سے باہر اور کسی پر مخفی نہیں ہے۔ اس لیے میں اپنی شہادت سے ڈرتا ہوں۔ راقم (شاہ عبدالغنی) کہتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے :

لزوال الدنيا اھون عند الله من قتل نفس مؤمن

او گما قال صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱۳

(تحقیق دنیا کا زائل ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مؤمن کے قتل سے زیادہ ہلکا ہے)

جمل، صفیں، حرہ اور کربلا کی کئی سو سالہ جنگیں اور پھر بنی امیہ اور بنی ہاشم کے مابین لڑائیوں کا بڑا سبب [۱۵۷] امیرالمومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہی تھا۔

حضرت شاہ غلام علی کو آخر (عمر) میں ہوامیر اور خارش کے امراض لاحق ہو گئے تھے ان ایام میں میرے والد (شاہ ابو سعید) بلدہ لکھنؤ میں تھے اس تھوڑی مدت میں آپ نے بہت سے خطوط الہیں لکھے۔ تقدیر یہی تھی کہ میرے بعد میرے قائم مقام وہی ہوں ۱۱۵۔ ان شاء اللہ اپنے والد علیہ الرحمۃ کے ذکر میں ایک دو مکتوب نقل کروں گا۔ غرض الہوں نے

مراستمی کے عالم میں اپنے اہل و عیال کو لکھنوی میں چھوڑا اور آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ میری آرزو تو یہ تھی کہ تم سے ملنے وقت میں بہت روؤں لیکن نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مجھ میں رونے کی طاقت نہیں رہی۔ اور ان کے حال پر بہت عنایت فرمائی۔

آپ کی دائمی عادت یہ تھی کہ مشکوک مرض کے وقت وصیت نامہ تحریر فرماتے اور زبانی بھی تاکید کرتے کہ دوام ذکر، شغلِ نسبت، اخلاقِ حسنہ، مل کر رہنا، قضائے الہی پر چون و چرا کیے بغیر (رضا) ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ طریقہ اتحاد، فقر و قناعت، تسلیم و رضا اور توکل سے بافراغت رہنا:

و من اصدق من الله حدیثاً ۱۱۶
(اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی)

لیز فرماتے تھے کہ میرا جنازہ آثار شریف نبویہ [صلی اللہ علیہ وسلم] جو کہ جامع مسجد (دہلی) میں ہے، لے جائیں۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شفاعت کے لیے عرض کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ نماز (جنازہ) جامع مسجد میں پڑھی گئی، آثار شریفہ کے پاس لے گئے۔ وہ تبرکات جو آپ کے پاس تھے ان کے بارے میں فرمایا کہ الہیں گربت کے سرہانے چھوٹے گنبد میں رکھیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازے کے آگے فاتحہ، کلمہ طیبہ اور دیگر آیات شریفہ کا پڑھنا بے ادبی ہے (اس لیے) یہ دو اشعار پڑھے جائیں:

مفلسانیم آسده در کوی تو شی تہ از جہال روی تو
دست بکشا جانب زنبیل ما آفریں بردست و بر پہلوی تو ۱۱۷

میں بھی یہی کہتا ہوں کہ میرے جنازے پر یہی اشعار پڑھے جائیں
لیز دو عربی اشعار بھی خوش الحانی سے پڑھیں:

وقلت علی الکریم بغیر زاد من الحسنات و القلب السلیم
فعمل الزاد اتبع کشتی اذا کانت الوفود علی الکریم ۱۱۸

شنبہ کے دن مولوی کراست اللہ صاحب سے فرمایا کہ میں صاحب کو جلد بلاؤ یعنی شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کو (طلب فرمایا) بہت دقت کے ساتھ اپنا یہ مفہوم ادا کر سکے۔ مولوی صاحب جلدی گئے اور میرے والد صاحب کو بلا لائے جب وہ دروازے میں داخل ہوئے تو ان کی طرف توجہ فرمائی اور اسی حال میں ۲۲ صفر بعد اشراق ہیئت احتیاء ۱۱۹ [۱۵۸] میں ۱۲۳۰ ہجری گو عین مشاہدہ حق کے استغراق میں اس دار پُر ملال سے انتقال فرمایا۔

اس وحشت انگیز خبر کو سن کر ہزارہا لوگ جمع ہو گئے اور نماز (جنازہ) جامع مسجد جا کر پڑھی اس نماز کی امامت حضرت شاہ ابو سعید صاحب نے کی۔ خانقاہ شریف میں حضرت شہید (میرزا مظہر) کے دائیں جانب دفن کیا گیا۔ اب اس احاطہ میں تین ۱۲۰ مرقد ہیں۔

کیونکہ حضرت شاہ ابو سعید علیہ الرحمۃ جب حج بیت اللہ سے واپس آ رہے تھے تو ٹونک میں آ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا جنازہ بھی وہاں سے لا کر آپ کے پہلو میں دفن کیا گیا، اس وقت ان کا مزار درمیان میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

آپ (حضرت شاہ غلام علی) کی تاریخ وفات ”نور اللہ منجمد“ [۱۲۳۰ھ] اور اس مصراع فارسی (سے برآمد ہوتی ہے) :

”جاں بحق نقشبند ثانی داد“ [۱۲۳۰ھ]

لیز شاہ رؤف احمد صاحب نے (اس موقع پر) نہایت زیبا رباعی کہی ہے :

چوں جناب شاہ عبداللہ قیوم زمان
ز این جہاں فرمود رحلت سوئے جناب کریم
مال او با حال او جسم چو اے رافت ز دل
گفت ”فی روح و ربان و جنات النعم“

[۱۲۳۰ھ]

آپ کے چند خلفاء کا تذکرہ

[مولانا شاہ ابو سعید مجددی]

جامع کبالات رب حمید حافظ الشرع و القرآن المعجید مرشدنا و مولانا حضرت شاہ ابو سعید ۱۲۱ بن حضرت صفی القدر بن حضرت عزیز القدر بن حضرت محمد عیسیٰ بن حضرت سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم ، کی ولادت شریف دوم ذی قعدہ ۱۱۹۶ ہجری کو بلدہ مصطفیٰ آباد عرف رام پور میں ہوئی ۔

ابتدائی عمر سے ہی ان کا حال صلاح ماثورہ پر رہا ۔ فرماتے ہیں کہ اوائل عمر میں اتفاقاً میاں ضیاء النبی ۱۲۲ صاحب جو کہ میرے اقارب میں سے تھے ، کے ساتھ بلدہ لکھنؤ سے گزر ہوا ۔ میں ایک مکان میں فروکش تھا ۔ نماز کے لیے مسجد آنے جانے وقت راستے میں ایک درویش بھی (ملتا) تھا وہ اکثر ننگا رہتا ۔ لیکن میرے آنے جانے کے وقت وہ ستر ڈھانپ لیتا تھا کسی نے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے ؟ کہ توجب بھی انہیں (شاہ ابو سعید) کو دیکھتا ہے ستر ڈھانپ لیتا ہے ۔ اس نے کہا کہ وہ وقت بھی آئے گا جب انہیں ایک ایسا منصب حاصل ہوگا کہ وہ اپنے اقارب کے مرجع بنیں گے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا اس نے کہا ۔

دس سال ۱۲۳ کی عمر میں تقریباً (سارا) قرآن مجید حفظ کر لیا ۔ اس کے بعد قاری نسیم علیہ الرحمۃ سے تجوید سیکھی ۔ اور قرآن خوانی کے حسن ترتیل میں قاریوں کے لیے رونق افزا ہوئے ۔ جو کوئی بھی آپ سے قرآن سنا محو ہو جاتا ۔

فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن اچھا پڑھنے کے سلسلے میں اپنے اوپر اعتماد نہیں تھا ۔ آخر بعض عربوں نے حرم محترم میں مجھ سے قرآن سنا اور تعریف کی [۱۵۹] کیوں کہ مجھے اہل عجم کی تفسیر پر مطلق اعتماد نہیں تھا ۔

الغرض قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد علوم عقلیہ و لقلیہ میں جہرہ حاصل کیا ۔ اکثر درسی کتب مفتی شرف الدین ۱۲۳ اور بعض (کتب) شاہ ولی اللہ محدث کے فرزند حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث ۱۲۵

سے پڑھیں۔ فرماتے ہیں کہ قاضی (مبارک) شرح مسلم انہی سے پڑھی ہے۔ لیز صحیح مسلم کی سند بھی انہی سے لی اور انہی مرشد (حضرت شاہ غلام علی)، انہی ماموں حضرت سراج احمد ۱۲۶ بن حضرت مجدد مرشد ۱۲۷ اور حضرت شاہ عبدالعزیز ۱۲۸ سے بھی علم حدیث پڑھا۔

تحصیل علم کے دوران ہی خدا طلبی کی ارادت پیدا ہو گئی۔ پہلے اپنے والد ماجد ہی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ وہ اپنے آباء و اجداد کے طریقہ پر عامل تھے، ان پر ترک دنیا اور قطع تعلق کا غلبہ تھا۔ یہاں تک کہ لو اب نصر اللہ خان ۱۲۹ نے آرزو کی کہ بخشی گیری کا عہدہ قبول کر لیں لیکن قبول نہ کیا اور اپنے اشغال و اوراد میں ہمیشہ مصروف رہے۔ انہیں علم حدیث کا بھی ذوق تھا، فاسق اور فاجر لوگوں سے ہمیشہ روگردانی کرتے تھے۔ ان (حضرت شاہ صفی القدر ۱۳۰) کی وفات دوشنبہ ۹ شعبان ۱۲۷۶ ہجری کو بلدہ لکھنؤ میں ہوئی ان کی تاریخ وفات "فاز رضوان المودود" ہے۔ سید احمد ۱۳۱ صاحب اور مولوی اسمعیل ۱۳۲ شہید اور دوسرے عزیزوں نے خود ان کی تجہیز و تکفین کی۔ راستے میں کسی نے چھپر (عریض) جلا رکھا تھا ان کی لعش شریف کو آگ کے اوپر سے لے کر گزر گئے کسی کو گزند نہ پہنچی۔

الغرض آثار شوق مشتعل تھی، اپنے والد کی صحبت اور ان کی اجازت سے حضرت شاہ درگاہی ۱۳۳ کی خدمت میں پہنچا۔ جو کہ دو واسطوں سے حضرت خواجہ مجدد زبیر ۱۳۳ قدم اللہ سرہ سے بیعت تھے، انہیں الٹھائی استغراق حاصل تھا صرف نماز کے وقت لوگ انہیں آگاہ کرتے (تو ہوش آتا) اور ان میں اس قدر گرمی تھی کہ اگر ایک وقت میں سو لوگوں پر توجہ کریں تو وہ بے ہوش ہو جائیں۔

ایک بار نماز کی حالت میں شوق الٹھائی سے ان کا بدن حرکت میں آیا تو سب سے پہلے امام، تمام مقتدی اور پھر سارے محلے پر وجد طاری ہو گیا اور وہ (سب) رقص کرنے لگے۔

حضرت شاہ درگاہی مادر زاد ولی تھے۔ تخت ہزارہ ضلع پنجاب میں ۱۱۶۲ ہجری ۱۳۵ کو پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ ولادت "معدن فیض حق" ۱۳۶ سے برآمد ہوتی ہے۔

انہیں بیہوش میں یہ جذبہ میسر آیا تھا اور وطن سے نکل کر صحرا میں گشت کرتے رہے۔ جب سن تمیز کو پہنچے تو قدرے افاقہ حاصل ہوا تو کسی سے قرآن شریف کے ایک جز کا چوتھا حصہ پڑھا۔ اور نماز صحیح کی پھر مغلوب الحال ہو گئے اور درختوں کے پتوں پر قناعت کرنے لگے۔ مگر نماز کے وقت [۱۶۰] انہیں افاقہ ہو جاتا۔ پھر بے ہوش ہو جاتے، آخر بلدہ بدایوں کے صحرا میں سلطان التارکین ۱۳۷ کے مزار پر پہنچے۔

طریقہ قادریہ میں حافظ جمال اللہ ۱۳۸ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ امراء سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔ اگر سونے وقت کوئی ان کی چادر میں روپیہ باندھ جاتا تو انہیں نجاست کی بو آتی۔ پھر جا کر اسے دریا میں اس طریقہ سے ڈال دیتے تھے کہ اسے ہاتھ نہ لگے۔

کرامت : ان کے ایک مخلص کو شیر کا سامنا کرنا پڑا۔ اس نے انہیں یاد کیا انہوں نے شیر کو طائفہ مار کر بھگا دیا۔

کرامت : نواب احمد یار خان ۱۳۹ کی بیوی بانجھ تھی انہوں نے دعا کی تو تقریباً بیس لڑکے پیدا ہوئے۔

کرامت : ایک مرتبہ ایک بنیا آیا اور قدموں پر گر پڑا۔ اس نے کہا میں نے خود دیکھا ہے کہ جب مکان کا دروازہ گرا تو انہوں (شاہ درگاہی) نے اُسے اٹھا کر دوسری طرف کر دیا جس سے میں بچ گیا۔

کرامت : ایک شخص سے کہا کہ تیرا مکان جل جائے۔ چنانچہ وہ جل گیا۔

حضرت شاہ درگاہی کی تاریخ وفات ”مات قطب الوری عن امر اللہ“ ۱۳۰۰ (سے برآمد ہوتی ہے) ان کا مزار بلدہ رام پور میں واقع ہے۔ ۱۳۱

الغرض شاہ مذکور اُن کے حال پر بہت عنایت کرتے تھے۔ اور چند ہی دنوں میں اجازت و خلافت دے دی ان میں کمال درجے کی شورش پیدا ہو گئی اور بہت سے مرید جمع ہو گئے اور حلقہ میں بے ہوشی اور وجہ بہت ہوتا۔ آپس اور بلند لغزے پیدا ہوتے۔ چونکہ مجددی نسبت میں یہ امور ممنوع ہیں اور اس نسبت کو رقص سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام کی اتباع میں کمال افسردگی و آسودگی میں عمر بسر کرتے ہیں ان کا سماع قرآن، نماز ان کا حضور اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر

ان کا شیوہ ہے۔ حضرت شہید (میرزا مظہر) علیہ الرحمۃ اسی نہج کے تھے۔ نیز انہوں (شاہ ابو سعید) نے حضرت (شاہ غلام علی) کو رام پور میں دیکھا تھا جب کہ دہلی میں شاہ نظام الدین ۱۳۲ کی صوبہ داری تھی اور آپ شاہ نظام الدین سے ناراض ہو کر دہلی سے رام پور چلے گئے تھے۔ ۱۳۳

حضرت شاہ ابو سعید آپ کے پاس دہلی پہنچے ان ایام میں دہلی اہل علم و صلاح سے بھری ہوئی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز، رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر علیہم الرحمۃ بھی زندہ تھے۔ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی بھی زندہ تھے۔ انہوں نے خدا طلبی کے سلسلہ میں ایک مکتوب بھی قاضی صاحب کو لکھا جس کا انہوں نے بہت تعظیم سے جواب دیا۔ اور یہی مشورہ دیا کہ حضرت شاہ غلام علی سے بہتر کوئی نہیں ہے تو شاہ صاحب آپ کی خدمت میں پہنچے [۱۶۱] اور مقبول درگاہ ہوئے ان دنوں حضرت شاہ درگاہی بھی زندہ تھے۔

فرماتے ہیں کہ اگر حضرت شاہ غلام علی جیسا مرشد نہ ملتا تو مجھے پہلے مرشد کی طرف سے بہت خوف تھا۔ لیکن حضرت نے میری اس طرح حمایت کی کہ مجھے کوئی ضرر نہ پہنچا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اگر طالب کسی دوسرے کے پاس اپنی ہدایت محسوس کرے تو پہلے مرشد کا انکار کیے بغیر دوسرے کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

ان (شاہ ابو سعید) میں اپنے پہلے پیر (شاہ درگاہی) کی محبت راسخ تھی۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت شاہ غلام علی کی مجلس میں حضرت شاہ ابو سعید کی موجودگی میں شاہ درگاہی کی اس خیال سے غیبت کی۔ کہ وہ شاہ درگاہی کے منکر ہو کر اس مجلس میں آئے گئے ہیں، الہیں اس بات پر غصہ آیا اور اُسے طمانچہ دے مارا، آپ بھی اس پر ناراض ہوئے کہ تو ہمارے طریقہ کے بزرگوں کی غیبت کرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ پہلے تو شاہ درگاہی کو مجھ سے گدورت تھی لیکن جب میں آخری بار (قریب وفات شاہ درگاہی) رام پور گیا تو وہ زائل ہو چکی تھی۔ فالحمد لله علی ذلک۔

فرماتے ہیں کہ بعض دوستوں کی استدعا پر میں (شاہ ابو سعید) نے راہ سلوک پر ایک رسالہ ۱۳۳ لکھا اور حضرت شاہ غلام علی کی خدمت

میں لے گیا۔ آپ نے اس کی بہت تعریف کی اور رسالے کے آخر میں چند سطور رسالے کی تعریف میں لکھیں۔ جو اس رسالے کے آخر میں درج ہیں ۱۳۵ وہ رسالہ ان دنوں طریقہ مظہریہ مجددیہ کا گویا دستور العمل ہے۔ ہر ملک میں جہاں بھی اس طریقہ کا فیض یافتہ پہنچا ہے۔ اس کے پاس یہ رسالہ موجود ہے۔ مکہ معظمہ میں بعض بزرگوں نے اس رسالے کا عربی ترجمہ ۱۳۶ کیا ہے۔ اور عرب میں بھی مروج ہے اور یہ بھی غالب گمان ہے کہ بلدہ روم میں اس کا ترکی ترجمہ ۱۳۷ بھی ہو چکا ہے۔

کرامت : میاں عظیم اللہ صاحب سے منقول ہے کہ میں نواب محمد امیر خان ۱۳۸ کے ہاں نوکر تھا کہ انہوں نے کسی شخص کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا (لیکن) اتفاق سے میں گھر میں نہیں تھا۔ اور نہ ہی گھر آنے کے بعد میرے گھر والوں نے مجھے اطلاع دی۔ آپ نے دوسرے کو بھیجا میں حاضر خدمت ہوا تو غصے سے فرمایا کہ میں نے تمہیں طلب کیا تھا تم کیوں نہیں آئے؟ اگر تمہارا نواب طلب کرتا تو چلا جاتا ہے۔ میں نے عذر کیا کہ مجھے ہرگز اطلاع نہیں ملی کہ آپ نے مجھے طلب فرمایا ہے۔ الغرض اس دن سے مجھے روزانہ حاضری کا حکم ہوا۔ اور توجہات میں بڑے عجائب و غرائب کا مشاہدہ کیا۔ جب تک رات کو نچلے مقام کے وصول کا مجھے یقین نہ ہو جاتا مقام فوق کی گبھی توجہ نہ دیتے۔ جب مجھے یقیناً ”وصول“ حاصل ہو جاتا تو صبح دوسرے مقام کی توجہ دیتے، یہ دائمی عمل تھا۔ اگر نوکری پر جانے سے گھر میں ہی دیر ہو جاتی اور میں گھر سے (اس ارادے سے) نکلتا کہ جلدی [۱۶۲] نوکری پر چلا جاؤں اور آج ان کی خدمت میں نہ جاؤں لیکن جب میں اس جگہ پہنچتا جہاں سے یہ راستہ خانقاہ کو جاتا ہے تو وہاں محسوس ہوتا کہ کوئی مجھے کھینچ رہا ہے۔ اور میں چار و ناچار آپ کی خدمت میں پہنچ جاتا اور یہ آپ کا بڑا تصرف تھا۔

کرامت : ایک مرتبہ رام پور سے منبھل جا رہے تھے۔ پہلی منزل میں دریا کے کنارے پہنچے تو نماز عشاء کا وقت دریا میں ہی آ گیا لیکن ملاح نہیں تھا۔ آپ سوار تھے، کشتی کا مالک مشرک تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کشتی دریا میں ڈال دو۔ اس نے آپ کی ہیبت سے ایسے دریا میں ڈال دیا۔ اللہ کی عنایت سے دریا میں سے صحیح و سالم گزر گئے۔ وہ مشرک آپ کی یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

کرامت : مرزا طہماس نے قلعہ میں (آپ کی) دعوت کی ، بہت سے شہزادے جمع ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے کسی بزرگ کی کرامت نہیں دیکھی۔ آپ نے نعرہ مارا تو سب گر پڑے اور معتقد ہو گئے۔

کرامت : حکیم فرخ حسین نے جو کہ حضرت شاہ غلام علی کے مصاحبوں میں سے تھا ، آپ کی شان کے خلاف بات کی۔ انہیں بہت غصہ آیا۔ فرمایا کہ اس کی سزا تمہیں ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس پر نہمت لگی اور وہ خفیہ طور پر فرار ہو گیا۔

کرامت : آپ کی وفات کے بعد آپ کا ایک قدیم مرید شیخ احمد بخش دہلی میں آپ کے مزار کی زیارت کے لیے حاضر ہوا ، اُسے خواب میں فرمایا کہ وہ نیک ناسی کا کاغذ جو تم نے فرنگی سے لیا ہے اور تمہاری گٹھڑی میں ہے اُسے پھاڑ ڈالو کیوں کہ یہ اسلام کے لیے مناسب نہیں۔ شیخ مذکور نے کہا کہ مجھے ہرگز یاد نہیں تھا کہ وہ سند میرے ہمراہ ہے۔ جب تلاش کی تو وہ سند وہیں سے برآمد ہوئی جس کی نشان دہی حضرت نے کی تھی ، میں نے اُسے اسی وقت پھاڑ دیا۔ اور کافروں کی محبت میرے دل سے نکل گئی۔ فالحمد لله علی ذلک۔

کرامت : میان مجد اصغر صاحب سے منقول ہے کہ میری نماز تہجد بعض اوقات فوت ہو جاتی تھی۔ ایک بار میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی تو فرمایا کہ ہمارے خادم سے کہہ دو کہ تہجد کے وقت (تمہارے ہارے میں) مجھے یاد کروا دیا کرے۔ میں تمہیں اٹھا دیا کروں گا۔ میں تو صرف اتنا ہی ذمہ لے سکتا ہوں باقی تمہارے اختیار میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا کہ گویا کوئی مجھے اٹھا دیتا تھا۔

کرامت : سفر حجاز مقدس کے سلسلے میں جب آپ بلذہ عورت میں پہنچے وہاں ایک مسجد میں بوعلی خان نام کا ایک امیر جو کہ زمرہ قراء میں داخل تھا اور تہہ بند بالذہ مسجد میں بیٹھا کرتا تھا۔ جب اس نے آپ (کے آنے کی) خبر سنی تو اس نے مسجد میں آنا بند کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ نہایت لیازمنندی سے حاضر خدمت ہوا اور سو روپے نذر کیا۔ مجھے (راقم شاہ عبدالغنی) اور حضرت کو اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی کو بیعت کروایا جس سے لوگوں کو تعجب ہوا کہ اس شخص نے تو کمال انحراف سے مسجد میں آنا ہی ترک کر دیا تھا لیکن (اب اسے) کیا ہوا

ہے کہ نذر [۱۶۲] پیش کر رہا ہے بلکہ وہ آپ کے واسطے الاعتقاد مخلصوں میں سے ہو گیا۔

کرامت : جب ہم بمبئی پہنچے تو جہاز کا کرایہ ادا کیا۔ بعض دوسرے لوگ بھی آپ کی صحبت غنیمت جانتے ہوئے اسی جہاز پر سوار ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس جہاز پر بیٹھنا مصنعت کے مطابق معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے کرایہ واپس لے لیا۔ کیوں کہ اس قسم کا وعدہ ملاح سے پہلے ہی کر لیا گیا تھا۔ آخر آپ دوسرے جہاز میں سوار ہوئے پہلا جہاز حج کے بعد وہاں پہنچا۔ اور دوسرا جہاز حج کے موقع پر — اور حاجیوں کا پہلا جہاز ایک سال تک راہ میں ہی رکا رہا۔

جب آپ (شاہ غلام علی) کو آخری مرض (مرض الموت) لاحق ہوا تو میرے حضرت والد (شاہ ابو سعید) لکھنؤ میں تھے۔ ان کی طلبی کے لیے آپ نے انہیں مسلسل خطوط لکھے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کو اپنا جانشین بنائیں۔ ان میں سے ایک مکتوب (یہاں) نقل کیا جا رہا ہے اور دوسرا مختصر مکتوب جو آپ نے طریقہ کے فوائد پر لکھا ہے طالبوں کے فائدے کے لیے ضمناً یہاں درج کروں گا۔ آپ کے دوسرے مکتوبات جو (صرف) آپ (شاہ ابو سعید) ہی کے نام ہیں انہیں جمع کرنا پوری کتاب کا مقتضی ہے۔

مکتوب اول :

بخدمت شریف صاحبزادہ عالی نسب والا حسب حضرت شاہ ابو سعید صاحب سلمکم ربکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ان ایام میں مجھے خارش، ضعف اور شدتِ تنفس کے امراض لاحق ہیں۔ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی۔ اس کے علاوہ کمر کا درد بھی ایسا ظاہر ہوا ہے کہ بیٹھ کر نماز ادا کرنا محال ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ان دونوں اشخاص کا آپ کے پاس پکے بعد دیگرے ہونا لازم ہے۔ پس ان دنوں امراض کی شدت حد سے بڑھ چکی ہے۔ کہ بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی اور ستہ ضروریہ (کی ادائیگی میں) انتہائی مستی آ گئی ہے اس لیے اس وقت تمہارا آنا بہت مناسب ہے۔ بہت جلد آ جائیں۔

مولوی بشارت صاحب اپنے اہل خانہ کی بیمار داری کے لیے رخصت لے گئے ہیں۔ ان کے آنے کا علم نہیں۔ اس سے پیشتر تمہاری طلب کے لیے میں متواتر خطوط مع تبرکات جدیدہ روانہ کر چکا ہوں۔

تعجب ہے کہ تم یہاں آنے کا قصد نہیں کر رہے۔ ظاہراً مجھے اب صحت ملنا محال ہے۔ اور افسوس ہے کہ تم نے اس قدر دیر کر دی ہے :

ع خوبان درین معاملہ تاخیر می کنند ۱۳۹

میں دیکھتا ہوں کہ اس خاندانِ عالی شان کے مقامات کا آخری منصب تمہیں سے متعلق ہے اس سے پہلے بھی میں نے پہلی بیماری کے دوران دیکھا تھا کہ تم میری چارپائی پر بیٹھے ہو اور قیوسیت تمہیں عطا ہوئی ہے۔ ان عجیب و غریب توجہات کے لیے تمہارے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس خط کے ملتے ہی تم اکیلے یہاں چلے آؤ اور برخوردار احمد سعید کو [۱۶۴] وہاں اپنی جگہ پر چھوڑ آؤ اور دعائے حسن خاتمہ، درود و استغفار ختم کلمہ طیبہ و قرآن مجید، ختم پیران کبار، لقائے جانفزا، اور اتباع حبیب مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مدد فرمائیں۔ والسلام۔

مکتوب ثانی :

بعد حمد و صلوة معلوم ہونا چاہیے کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے طریقہ علیہ میں مقامات و اصطلاحات مقرر ہیں۔ اور ہر درجہ میں جو کیفیات و حالات و انوار و اسرار پیش آتے ہیں ان (اصطلاحات) کو جانے بغیر طریقہ اختیار کرنا بے کار ہے۔ عمر کیوں ضائع کی جائے۔ اگر توبہ سے رضا تک مقاماتِ عشرہ باطن میں نہ ہو تو اس طریقہ کا کیا فائدہ؟ لطائفِ عالم اسیر کی سیر میں کیفیات بہت ہوتی ہیں لطیفہ قلبی کی سیر میں مریض احادیثِ صرفہ کے بعد مراقبہ معیت دیکھتا ہے جس سے بے خودی، استغراق، قطع تعلقات اور قطع آرزو حاصل ہوتا ہے۔ لطیفہ نفس کی سیر میں مراقبہ اقریت اور محبت معمول ہے۔ جس سے استہلاک و اضمحلال اور فناؤ انا وغیرہ حاصل ہوتی ہے۔ لطائفِ عالم خلق کی سیر میں عنصرِ خاک کے سوا عناصرِ ثلاثہ کا فیض ملتا ہے اور (مانند) تجلیاتِ سمی الباطن، ملاء اعلیٰ علیہم السلام اور لطیفہ قلبیہ کی تہذیب حاصل ہوتی ہے۔ کالاتِ ثلاثہ میں پیرنگی اور نسبتِ باطن کی لطافت (پیدا ہوتی ہے)۔ حقائقِ سبعہ میں وسعتِ انوار، ہدایت، حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی زیارت اور محبتِ ذاتیہ کے اذواق کا حصول ثابت ہے :

ع تا یار گرا خواہد میلش بکہ باشد

[محبوب کس کو چاہتا ہے اور اس کی طبیعت کس طرف مائل ہے]

کہ سلطان خریدار پر بندہ ایست
کہ در زیر پر ژلدہ زلدہ ایست ۱۵۰

اس طریقہ کا سالک اگر اس قسم کے علوم و معارف کا ادراک کر سکے
تو مبارک ہے ورنہ (اس نے) غرور اور خودی کا کسب کیا ہے۔ پس اس
کے لیے ہلاکت ہے۔

جس کی صحبت سے اس قسم کے حالات (مذکورہ) حاصل ہوں وہ بہتر
ہے ورنہ طریقہ بدنام ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے مشائخ کو ندامت آتی ہے
یہ عجیب مرید ہیں جو طریقہ کو بدنام کرتے اور خود کو پیر کہلواتے ہیں:

ہداهم اللہ سبحانہ الی رضائہ و اشتیاق لقائہ امین

(اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا اور ملاقات کے شوق کی ہدایت فرمائے)

الحمد لله حضرت مولوی بشارت اللہ ۱۵۱ صاحب اور حضرت حافظ
ابو سعید صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ نے اشاعتِ طریقہ میں ان مقامات
سے مناسبت پیدا کر لی ہے نیز اللہ تعالیٰ دوسرے عزیزوں کو بھی
استقامت، اتباع سنت، محبتِ مشائخ، ترک اور گوشہ نشینی، غیر سے
ناامیدی اور خدا سبحانہ و تعالیٰ سے امید کی توفیق عطا فرمائے، ان کو،
میرے تمام دوستوں کو اور مجھ خاک افتادہ اور عمر برباد کیے ہوئے بوڑھے
کو یہ حالات عطا فرمائے۔

[۱۶۵] میں بڑی ندامت سے یہ لکھ رہا ہوں کہ مرشدوں کے
اجازت ناموں کی تحریر میں پر دو لفظ لکھیں۔ (اسی لیے) میں کہتا ہوں
کہ ان کا ہاتھ جو میرے ہاتھ سے پتر ہے (وہ) میرا ہی ہاتھ ہے۔ ان
کی بیعت کرنا میری ہی بیعت ہے جو سعادت اور نجات کا قوی ترین ذریعہ ہے،
اللہ تعالیٰ (اس صورت میں) مبارک کرے کہ اگر وہ (مرشد و طالب)
اہلِ دنیا سے روگردانی اور در حق پر، شکستہ پا ہو کر وعدہ کریم مطلق
جل سلطانہ صدق (دل) سے بیٹھے، وہ میرے طریقے کے ارکان ہیں اور
میری سالہا سال کی توجہ کا حاصل ہے:

اللهم وقتی و ایامی لرضاتک و مرضات حبیبک صلی اللہ علیہ وسلم
و اجعل آخرتنا خیرا من الاولی۔ آمین۔ آمین۔ آمین

(اے اللہ! مجھے اور انہیں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
کی رضا کی توفیق عطا فرما اور ہماری آخرت کو پہلے سے بہتر بنا۔ آمین)

دولوں مکاتیب کی عبارت یہاں ختم ہو جاتی ہے۔

الغرض حضرت شاہ ابو سعید آپ کے حکم سے آپ کے جانشین بنے۔ تقریباً ۱۵۲ لو سال تک طالبوں کو ہدایت فرماتے رہے۔ تلخی و سختی، فقر و فاقہ جو کہ اس طریقہ ائیکہ کا مرغوب شیوہ ہے، کا خوب لطف اٹھایا۔ جس کا بیان تفصیل طلب ہے۔

جب ۱۲۴۹ھ میں انہوں نے حرمین الشریفین کا عزم کیا تو اہل دہلی کو اس سے بہت رنج ہوا۔ اپنے صاحبزادے حضرت شاہ احمد سعید ۱۵۲ سلمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ ہر شہر والے ان کی تشریف آوری کو غنیمت جانتے اور بسر و چشم حاضر ہوتے۔ (سفر حرمین الشریفین کے دوران) ماہ رمضان شریف بمبئی میں ہی آیا اور وہیں تراویح میں آپ نے پورا قرآن شریف ختم کیا۔ شوال میں جہاز کو سوار ہوئے ذی الحج کی ابتداء میں آپ جلد پہنچ گئے۔

اس وقت کے شیخ الحرم مولانا محمد جان علیہ الرحمۃ و الغفران جن کا ذکر ان (شاہ ابو سعید) کے خلفاء میں ان شاہ اللہ تعالیٰ آئے گا، ان کے استقبال کے لیے آئے۔ ماہ مذکورہ کی دو یا تین تاریخ کو بلدہ حرام (مکہ معظمہ) میں داخل ہوئے۔ اہل حرمین (جن میں) قاضی، مفتی، امراء اور علماء (بھی شامل ہیں) نہایت تعظیم سے پیش آئے۔

شیخ عبداللہ السراج، شیخ عمر مفتی شافعیہ، مفتی سید عبداللہ، میر غنی حنفی، ان کے چچا شیخ یحییٰ حنفی اور شیخ محمد عابد سندھی ۱۵۳ اور دوسرے عزیز ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔

اسی ماہ مبارک اور بلدہ حرام میں انہیں اسہال اور بخار کا مرض لاحق ہوا۔ عین مرض اور بے ہوشی کے عالم میں مدینہ منورہ (کی زیارت) کے شوق کا حد سے زیادہ غلبہ ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا تو مدینہ منورہ کا عزم کیا۔ ربیع الاول کے مولد شریف کے دنوں میں آپ وہیں تھے۔ کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام آپ کے مکان کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور یہ کہ امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا باقی سب پیادہ ہیں [۱۶۶] اور حضرت عمر گھوڑے پر سوار — کسی نے اس کی تعبیر یہ کی کہ شاید امیرالمومنین رضی اللہ عنہ کو یہ امتیاز اس لیے دیا گیا کہ آپ (شاہ ابو سعید) ان کی

اولاد میں سے ہیں -

آپ کے طالبوں کے حلقے میں اس قدر (ہجوم ہوتا) کہ مکان بھر جاتا - شیخ الحرم نے دعوت دی اور کہا کہ یہ دعوت جناب السرور صلی اللہ علیہ و سلم کی طرف سے ہے -

مدینہ منورہ میں آپ کی بیماری میں اس قدر کمی آ گئی تھی کہ تقریباً آدھا کوس پیدل چل سکتے تھے - زیارتِ حرمین الشریفین سے فراغت کے بعد اپنے وطن کی طرف رجوع کیا - مرض روز بروز بڑھتا گیا - رمضان کا پہلا روزہ رکھا کہ اگر نقصان نہ ہوا تو باقی سارے روزے رکھیں گے - اس روزہ سے شدتِ (مرض) بڑھ گئی تو فدیہ کا حکم دیا - فرماتے ہیں کہ اگرچہ مریض اور مسافر کے لیے فدیہ لازم نہیں لیکن طبیعت چاہتی ہے کہ فدیہ دیا جائے -

بائیس رمضان کو بلدہ ٹونک میں داخل ہوئے ، نواب وزیرالدولہ ۱۵۵ نے بہت تعظیم و تکریم کی - عید کے دن سے سکراتِ موت کا آغاز ہوا - اس نالائق (راقم شاہ عبدالغنی) کو وصیت دلیپذیر فرمائی کہ اتباع سنت لازم ہے ، اور اہل دنیا سے اجتناب کرنا - فرمایا کہ اگر اہل دنیا کے در پر جاؤ گے تو ذلیل و خوار ہو گے - نہیں تو وہ گتوں کی طرح تیرے دروازے پر لوٹیں گے -

نیز فرمایا کہ وہ اشغال و اوراد جو مجھے ملے ہیں میں تمہیں بلکہ عبدالغنی ۱۵۶ کو بھی ان کی اجازت دیتا ہوں - دریافت فرمایا کہ اب کون سی نماز کا وقت ہے ؟ مولوی حبیب اللہ ۱۵۷ صاحب نے عرض کی کہ حضرت آپ جو نماز بھی چاہیں پڑھ سکتے ہیں فرمایا کہ آج کی ساری رات میں نے نماز میں بسر کی ہے - ظہر کی نماز کے بعد حافظ کو حکم دیا کہ وہ تین بار سورہ یٰسین کی قراءت کرے - تیسری مرتبہ سن کر فرمایا - بس کرو اب وقت کم ہے - فرمایا آج نواب ہمارے گھر نہ آئے - اس سے پہلے کوئی اہل دنیا آیا تھا فرماتے ہیں کہ امراء کی آمد و رفت سے ظلمت پیدا ہوتی ہے -

ظہر اور عصر کے درمیان عیدالفطر کے دن بروز شنبہ انتقال کیا [اس کے بعد] نواب (وزیرالدولہ) اور اہل شہر حاضر ہوئے - مولوی حبیب اللہ صاحب اور دیگر اہل قافلہ غسل کے متکفل ہوئے - شہر کے قاضی

مولوی خلیل الرحمن ۱۵۸ نے نماز جنازہ کی امامت کی۔ آپ کا تابوت شریف دہلی منتقل کیا گیا۔ چالیس روز کے بعد نعش مبارک صندوق سے نکال کر لحد میں رکھی گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی غسل دیا گیا ہے۔ گوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ وہ روئی جو (نعش مبارک کے) نیچے تھی بہت خوشبو دے رہی تھی۔ جسے لوگ بطور تبرک لے گئے۔ حضرت شاہ غلام علی کی قربت کے قریب دفن کیا گیا۔ لوگوں نے وفات کی بہت سی تاریخیں کہیں (ان میں سے) ایک عربی اور دوسری فارسی کی نقل کی جاتی ہیں :

ینور اللہ مضجعہ [۵۱۲۵۰]

مولوی خلیل احمد ۱۵۹ صاحب نے فارسی تاریخ اس طرح کہی :

امام و مرشد ما شاہ ابو سعید سعید
[۱۶۷] بروز عید چو شد واصل جناب خدا
دل شکستہ و مغموم گفت تاریخش
”ستون محکم دین نبی فتادہ زہا“ ۱۶۰
[۵۱۲۵۰]

حضرت شاہ احمد سعید صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ (شاہ ابو سعید) کے فرزند اکبر ہیں۔ ان کی ولادت ۵۱۲۱۷ میں ہوئی۔ تاریخ ولادت ”مظہر یزدان“ (سے برآمد ہوتی ہے) اپنے والد ماجد کی تربیت سے قرآن شریف حفظ کیا۔ عقلی علوم مولوی فضل امام ۱۶۱ اور مفتی شرف الدین ۱۶۲ وغیرہا سے پڑھے۔

حدیث شریف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ مثلاً رشید الدین خان ۱۶۳ وغیرہ سے پڑھی۔ طریقہ مجددیہ کا سلوک حضرت شاہ غلام علی اور اپنے والد سے حاصل کیا۔ اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ لوگوں کو ظاہری و باطنی علم سے بہرہ ور کیا۔

حضرت (شاہ غلام علی) نے اپنے رسالہ ۱۶۳ میں ان (شاہ احمد سعید) کا حال اس طرح لکھا ہے : ”حضرت ابو سعید کے فرزند احمد سعید علم و عمل اور حفظ قرآن مجید اور نسبت شریفہ کے احوال میں اپنے والد ماجد کے قریب ہیں“ ۱۶۵۔ انتہی کلام الشریف۔

نیز حضرت (شاہ غلام علی) اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :
 اللہ تعالیٰ تم چاروں کو سلامت رکھے - محبت کے روابط قربت سے بہتر
 ہیں - حضرت ابو سعید اسعدہم اللہ سبحانہ ، احمد سعید جعلہ اللہ تعالیٰ
 محموداً ، رؤف احمد راف اللہ بہ اور بشارت اللہ جعلہ اللہ مبشر القبولہ -
 اللہ تعالیٰ ان چار بزرگوں کی عمر میں برکت عطا کرے اور انہیں طریقہ
 کی ترویج کا سوجب بنائے - اور ان کی امثال زیادہ کرے - آمین ۱۶۶ - اتھا

حضرت شاہ احمد سعید حضرتین (شاہ غلام علی و شاہ ابو سعید) کی
 وفات کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے - اور طالبان حق ہندوستان (سے)
 خراسان (تک) ان کی خدمت میں آئے - اپنے حوصلوں کے مطابق فوائد
 حاصل کیے - ان کے خلفاء قندھار اور غزنی میں بہت شہرت یافتہ ۱۶۷ ہیں -
 سلمہ اللہ تعالیٰ و اہلہ و جعل اخرتہ خیر من اولاہ -

کاتب ۱۶۸ (شاہ عبدالغنی) ان (شاہ ابو سعید) کا دوسرا لڑکا
 ہے ۱۶۹ -

حافظ عبدالغنی

حضرت شاہ ابو سعید کے تیسرے صاحبزادے ہیں - فقہ و حدیث سے
 مناسبت پیدا کر کے اخلاق حمیدہ سے متصف ہیں - سلمہ اللہ تعالیٰ - ان کی
 تاریخ ولادت "ضیاء الرحمن" ۱۷۰ (سے برآمد ہوتی ہے) -

[حضرت شاہ ابو سعید کے چند خلفاء کے حالات] :

مولوی محمد شریف

رام پور میں تحصیل علم کر کے خدمت میں حاضر ہوئے ان کے حال پر
 بہت عنایت فرمائی سلوک کے مقامات طے کر کے خلافت حاصل کی اور رخصت
 ہوئے ضلع پنجاب اور کشمیر میں بہت مشہور ہیں - بہت سے لوگوں نے ان
 سے فوائد حاصل کیے - ہوشیار پور میں فوت ہوئے ان کا تابوت سرہند
 منتقل کیا گیا - حضرت خواجہ محمد معصوم کے روضہ کے قریب دفن [۱۶۸]
 کیے گئے ۱۷۱ -

ملا خدا بردی ترکستانی

حضرت شاہ غلام علی کے حین حیات ، شاہ ابو سعید سے لکھنو میں

تعلیم سلوک حاصل کی - ان سے بلغار ۱۴۲ وغیرہ کے لوگوں نے بہت فوائد حاصل کیے ۱۴۳ -

ملا علاء الدین

حضرت شاہ ابو سعید سے تعلیم طریقہ حاصل کی اور پشاور چلے گئے - وہاں کے حاکم کو ان سے اخلاص پیدا ہو گیا - لیکن (انہوں نے) اس کی طرف توجہ نہ کی - لوگوں کو ان سے بہت فوائد حاصل ہوئے ۱۴۳ -

شاہ سعد اللہ صاحب

حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں پہنچ کر سلوک شروع کیا اس کے بعد شاہ ابو سعید سے توجہات لیں - پھر اجازت و خلانت لے کر حرمین الشریفین چلے گئے - وہاں سے شرف اندوز ہو کر حیدر آباد دکن میں مقیم ہو گئے ۱۴۵ - ارشاد میں کامل تھے - وہاں (دکن) کا ہر چھوٹا بڑا اخلاص سے پیش آیا - ان کی خانقاہ میں ایک سو پچاس طلبہ و وظیفہ خوار ہیں - حضرتین (شاہ غلام علی و شاہ ابو سعید) کا عرس بڑے تکلف سے کرتے ہیں - دنیا سے قطع تعلق اور سخاوت بے حد کرتے ہیں ۱۴۶ -

ملا عبدالکریم ترکستانی

حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں آئے ، نسبت حاصل کی اس کے بعد شاہ ابو سعید سے توجہات لیں - اجازت لے کر رخصت ہوئے - شہر سبز میں ان کا طریقہ خوب مروج ہے - ہزارہا طلبہ ان کے حلقہ بگوش ہوئے - عظیم خانقاہ ، دیہات [زمین متعلق بہ خانقاہ] اور لنگر خانہ بھی ہے - شہر کا والی (امیر) ان کا بہت مخلص ہے ۱۴۷ -

ملا غلام محمد

ضلع اٹک سے آئے اور حضرت شاہ غلام علی کے حین حیات شاہ ابو سعید سے نسبت حاصل کی اور وطن (جاگر) لوگوں کو نفع پہنچانے لگے (پھر) حرمین الشریفین چلے گئے - وہاں سے مشرف ہو کر (وطن آئے ہوئے) راستے میں وفات پائی ۱۴۸ -

حضرت مرزا عبدالغفور خورجوی

ایام جوانی سے ہی حضرت شاہ غلام علی کی خدمت شریف میں حاضر

رہنے لگے اور بہت ہی عنایات حاصل کیں۔ ان کی توجہ شریف سلب امراض میں اکسیر تھی۔ آپ مریض اکثر انہیں کی خدمت میں بھیجتے تھے ۱۷۹۔ کبھی ایک ہی توجہ میں مرض سلب کر لیتے، ایک شخص جو آپ کے طریقہ میں داخل ہوا فرمایا کہ ان کے پاس جاؤ تاکہ لطائف جاری ہو جائیں۔ ایک ہی توجہ میں اس کے لطائف جاری کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے دیکھتے ہی معلوم کر لیا۔ ان کے مریدوں کو کشف حاصل تھا۔ اور عجائب و غرائب بیان کرتے تھے۔ انہیں روحوں سے ملاقات کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ ان کی لڑکی نے بیان کیا کہ چوری شدہ مال فلاں جگہ موجود ہے۔ ان کے بعض خلفاء ترکستان میں بہت مشہور ہیں۔ ”شیخ زمن“ سے ان کی تاریخ وفات نکلتی ہے سلخ شوال یا غرة ذیقعدہ کو بلده خورجہ ۱۸۰ میں وفات پائی۔ فرماتے تھے کہ حضرت کے اکثر مریدوں کو (جن میں) میاں مجد اصغر ۱۸۱ اور میاں احمد یار ۱۸۲ (کے علاوہ) غالباً مولوی مجد جان ۱۸۳ نے بھی توجہات [۱۶۹] مجھ سے لی ہیں ۱۸۳۔

حضرت شاہ رؤف احمد علیہ الرحمۃ

(میرے) حضرت والد (شاہ ابو سعید) کے خالہ زاد بھائی ہیں پہلے پہل میرے والد کے ہمراہ حضرت شاہ درگاہی کی خدمت میں گئے۔ جب انہوں نے حضرت شاہ غلام علی کی طرف رجوع کیا تو انہوں (شاہ رؤف احمد) نے بھی اس کا اتباع کیا۔ اور خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت کی بے شمار عنایات کا مشاہدہ کیا۔

(حضرت شاہ رؤف احمد)، [حضرت شاہ غلام علی] کے ملفوظات ۱۸۵، مکتوبات ۱۸۶ اور مقامات ۱۸۷ کے جامع ہیں۔ نیز فقہ وغیرہ پر دیگر تصانیف بھی ہیں ۱۸۸۔ ان کے ہندی اور فارسی کے اشعار ۱۸۹ بھی (خاصی) شہرت رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت [نسب] حضرت شیخ مجد یحییٰ علیہ الرحمۃ کے توسط سے حضرت مجدد قلم سرہ تک پہنچتی ہے ۱۹۰۔ (شیخ مجد یحییٰ) حضرت مجدد کے فرزند اصغر تھے۔

خلافت حاصل کرنے کے بعد (شاہ رؤف احمد) بلده بھوپال چلے گئے۔ وہاں انہیں قبول عام حاصل ہوا۔ امراء و فقرا ان کے حلقہ میں حاضر ہونے، میرے والد ماجد کی وفات کے ایک یا دو سال ۱۹۱ بعد تک

ہندوستان میں رہے پھر حرمین الشریفین (کے سفر کا) قصد کیا۔ یلملم میں سمندر (جہاز) میں ہی وفات ۱۹۲۲ ہائی اور بیر علی کے قریب جس کا لقب یلملم ہے، دفن کیے گئے۔

حضرت شاہ خطیب احمد مرحوم

حضرت شاہ رؤف احمد کے فرزند، اخلاقِ حمیدہ سے متصف تھے۔ حلیم اور معنی تھے اور ظلم کو برداشت کرنا ان کا شیوہ تھا۔ اپنے والد سے نسبت کا کسب کیا۔ سفر حج میں والد کے ہمراہ تھے۔ والد کی وفات کے بعد اپنے آباء کرام کی مجلس کو رونق بخشی۔ بلدہ بھوپال میں ماہ جادی الاخریٰ ۱۲۶۶ھ کو وفات پائی۔ ”ہو اذا لمن المقربین“ سے تاریخ وفات (نکلتی ہے) جب قبر میں اتارا گیا تو انہوں نے آنکھیں کھول لیں ۱۹۳۲ رحمة الله عليه۔

شاہ عبدالرحمن مجددی جالندھری

ان کی نسبت (اور نسب) حضرت شیخ سیف الدین کے واسطہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمة الله علیہا کے ساتھ ملحق ہوتا ہے ۱۹۳۳۔ ان کے والد شاہ سیف الرحمن ۱۹۵۵، حضرت شہید (مرزا مظہر) کے مرید تھے۔ انہوں (شاہ عبدالرحمن) نے حضرت (شاہ غلام علی) سے بیعت اور کسب نسبت کی تھی۔ تہذیب اخلاق میں بے نظیر تھے۔ پنجاب کے لوگ ان کے اخلاق پر شیفتہ ہیں۔ بہت سے مرید بھی تھے۔ ایک بار حج کے لیے بھی گئے تھے۔ وطن واپس آئے پھر (حج) کے اشتیاق کا غلبہ ہوا اور حرمین الشریفین چلے گئے۔ واپس آنے وقت سندھ ۱۹۶۵ پہنچ کر [راہ میں] ۱۲۵۸ھ میں وفات پائی ۱۹۷۷۔

مولوی بشارت اللہ صاحب

پہلے اپنے خسر حضرت مولانا نعیم اللہ بھڑانچی ۱۹۸۸ سے بیعت کی۔ اس کے بعد (غالباً بعد وفات مولانا مذکور) حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کی ان کے حال پر خاص عنایت تھی۔ جو آپ کے مکتوبات ۱۹۹۹ سے عیاں ہے۔ نیز لکھتے ہیں [۱۷۰]:

مولوی صاحب (بشارت اللہ) میرے اصحاب میں ممتاز ہیں علم ظاہری میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت (نسب)

حضرت شیخ بڈھن پڑاچی ۲۰۰ رحمة الله عليه تک
پہنچی ہے ۲۰۱ -

مولوی کرم الله محدث

ان کے والد ۲۰۲ مشرف بہ اسلام ہوئے جو مولوی فخرالدین ۲۰۳ کے
مرید تھے۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی انہیں (مولانا
عبدالله) کے لیے تصنیف ۲۰۳ کی ہے۔ مولوی کرم الله اب (شاہ غلام علی)
کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور اجازت حاصل کی۔ اکثر
اہل دہلی با واسطہ یا بلا واسطہ فن قرأت اور وجوہات سببہ میں ان کے
شاگرد ہیں۔ حرمین الشریفین کے راستے میں ہی جب کہ انہوں نے دوسری
مرتبہ (سفر حج) کیا تھا، وفات پائی ۲۰۵۔

حضرت مولانا خالد شہرزوری کردی رحمة الله عليه

مشہور عالم تھے ہر فن میں عجیب استعداد رکھتے تھے۔ حدیث
کی پچاس کتابوں کی سند حاصل کی۔ ہندوستان کے علماء میں سے صرف
حضرت شاہ عبدالعزیز کی تعریف کرتے تھے ۲۰۶۔

حضرت شاہ غلام علی ان کے اشعار کو عارف جامی کے (کلام) سے
مناسبت دیتے تھے۔ انہوں نے آپ کی مدح میں جو عربی و فارسی قصائد ۲۰۷
لکھے وہ خسرو اور جامی کی ان منظومات سے کسی طرح کم نہیں ہیں جو
انہوں نے سلطان المشائخ اور خواجہ احرار (رحمة الله علیہا) کی مدح
میں لکھی ہیں۔

تحصیلِ علوم کے بعد کسی مدرسے میں درس کا شغل اختیار کیا۔
خدا طلبی کا جذبہ دل میں موجود تھا۔ اتفاق سے مرزا رحیم الله بیگ ۲۰۸
کی جو کہ جہاں گشت تھے ان سے ملاقات ہو گئی۔ ان سے (کامل) مرشہ
کی غیر موجودگی کی شکایت کی۔ مرزا صاحب (رحیم الله بیگ) کی رہنمائی
پر حضرت دہلی پہنچے ۲۰۹۔ اور حضرت شاہ غلام علی کی خدمت میں
نو ماہ تک رہے۔

جو لوگ حضرت شاہ غلام علی کے بارے میں بدگوئی کرتے وہ
مولانا خالد کو خنزیر کی صورت میں نظر آتے جس سے ان کا اعتقاد اور بڑھ
گیا۔ (خانقاہ کے لیے) پانی مہیا کرنے کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ (حضرت

کے حلقہ میں) جوتوں کی قطار کے پیچھے اور گردن جھکا کر بیٹھا کرتے تھے۔

حضرت ان پر بہت عنایت مبذول کرتے تھے۔ ان عنایات کے بعد الہیں خلافت سے بہرہ ور کیا۔ (روانگی کے وقت) انہیں حضرت شیخ محمد عابدؒ کے مزار تک وداع کرنے گئے، اور خدا کے سپرد کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت نے رخصت کے وقت انہیں اس (اپنے) دیار کی قطبیت عنایت کی تھی۔ یہاں سے جا کر انہوں نے بہت ریاضتیں کی۔ وہاں خلق کا اتنا ہجوم ہو جاتا کہ گویا سلطنت انہی سے متعلق ہے۔ ان کے خلفاء (اور پھر) خلفاء کے خلفاء ہزار ہا تھے ۲۱۱ - [۱، ۱] جب مولانا حضرت غوث الثقلین کی روح کی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت خواجہ نقشبند کو دیکھتے کہ فرماتے ہیں کہ ہماری طرف توجہ کرو۔ شاید کسی نے لکھا ہے کہ ان کا گھوڑا بھی مشتبہ چارہ نہیں کھاتا تھا۔ الغرض ان سے بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔ اتنی عزت تو وہاں کے رئیسوں کی بھی نہیں تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد کے والی سے ناراض ہو کر اُسے اپنی مجلس سے نکال دیا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے ان کا نام لیا تو بے ہوش ہو گئے۔

شیخ عبدالوہاب جو ان کے خلیفہ، صاحب کرامت اور مرجع خلائق تھے، ان سے منحرف ہو گئے۔ ان کی نسبت سلب ہو گئی اور لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو گئے۔ یہاں تک کہ میرے والد (حضرت شاہ ابو سعید) جب حج کے لیے گئے تو وہ ہزار عجز و انکسار پیش آئے اور حضرت نے توجہات از سر نو دیں۔ میں نے سنا ہے اس کے بعد انہیں پھر مقبولیت حاصل ہو گئی۔ چند سالوں کے بعد انہوں نے وفات پائی۔

مولانا مرحوم (خالد کردی) نے اپنے اکثر مریدوں کو میرے والد ماجد کی اطاعت کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان کے جو مرید عرب سے آتے وہ کہتے کہ مولانا آپ (حضرت شاہ ابو سعید) کو مقدم سمجھتے ہیں۔ وہ مکتوب جو مولانا نے میرے والد کے نام لکھا ہے وہ یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

مکتوب :

مرکز دائرہ غربت و مہجوری خالد کردی شہر زوری، عالی مخدومی جناب ابی سعید مجددی معصومی کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اگرچہ

آپ کے آباء و اجداد کرام کے جو فیوض حضرت قبلہ عالم روحی فدائے
(حضرت شاہ غلام علی) کی ہمت سے، جو اس مقصر اور گم نام کو ملے ہیں
وہ احاطہ تحریر اور حوصلہ تقریر سے خارج ہے۔ لیکن :

بفحوائی ما لا یدرک کلمہ لا یترک کلمہ

(اس قول کے مطابق کہ جو چیز پوری حاصل نہ کی جا سکے اسے
بالکل چھوڑنا بھی نہ چاہیے)

شکرگزاری کے طور پر آپ کے حضور عرض کرتا ہوں کہ تمام مملکت روم،
عربستان، دیار حجاز، عراق اور قلم رو عجم کے ممالک اور تمام کردستان
یک قلم طریقہ علیہ (مجددیہ) کے جذبات و تاثیرات سے مرشار اور حضرت
امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس اللہ سرہ السامی کی مدح سرائی محافل،
مجالس، مساجد اور مدارس میں شب و روز اس طرح زبان زدِ خاص و
عام ہے کہ گویا کسی صدی میں دنیا کے اور کسی ملک میں اس زمزمہ
کی نظیر نہ دیکھی گئی اور نہ ہی سنی ہے اور نہ فلک نے ایسی
رغبت اور اجتماع دیکھا ہے ۲۱۲۔ چونکہ حضرت صاحب قبلہ (شاہ غلام علی)
کی بہت رغبت اس مہجور مسکین کے دل میں تھی اس لیے گستاخی کرنے
ہوئے آنجناب اور تمام احباب کی فرحت افزائی ہے۔ ہر چند اس قسم کے
امور کا اظہار گستاخی اور خود بینی ہے [۱۷۲] میں اس سے شرمندہ ہوں۔
لیکن دوستوں کی رعایت کو مقدم جانتے ہوئے بے ادبی ہوئی ہے۔ ورنہ
ان امور کو تحریر میں لانا بجا نالائق سے بعید از قیاس تھا۔

أسیدوار ہوں کہ آپ (حضرت سے) عندالملاقات یا بذریعہ مکتوب
جیسا کہ آپ کی عادت کریمہ ہے اس مسکین و ذلیل کے ذکر جمیل بہ حضور
حضرت ہافر و سعادت حضرت صاحب قبلہ کونین (شاہ غلام علی) سے
کوٹاہی نہیں فرمائیں گے۔ اور کسی تقریب سے ہمیں اس آستانہ میں جو
خوش قسمت اور صادقین کے لیے مخصوص ہے، یاد فرمائیں گے ۲۱۳۔ اور
خود بھی کبھی کبھی (اپنی) نیم نگاہی سے ہم بے نواؤں کے دل سے سیاہی
کا زلگ دور فرمائیں گے۔ اور کیا لکھوں مہین منعم (اللہ تعالیٰ) آپ
کو اپنی پناہ اور پیرانِ کرام کی ہمت کا ضمنی بنائے۔ ہمتہ۔ اتھا

لیز وہ عربی قصیدہ جو مولانا خالد نے حضرت شاہ غلام علی کی
مدح (حق) میں لکھا ہے وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین اس سے

حظ وافر حاصل کر سکیں ۲۱۳۔

[۱۷۸] حضرت شاہ غلام علی (کی وفات) کے بعد مولانا خالد ایک یا دو سال زندہ رہے۔ (وہاں) طاعون میں درجہ شہادت پایا ۲۱۵۔ کہتے ہیں کہ اپنے بعد انہوں نے چار اشخاص کو یکے بعد دیگرے (بہ تعاقب) اپنا جانشین نامزد کیا کہ میرے بعد فلاں اور فلاں کے بعد فلاں ہو۔ ان چاروں اشخاص نے اسی طاعون میں یکے بعد دیگرے وفات پائی۔ ان دنوں شیخ عبداللہ ۲۱۶ سلمہ اللہ تعالیٰ (جو کہ) نہایت ”مرد“ بزرگ منے گئے ہیں ان کے قائم مقام ہیں۔

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غزوہ موتہ میں بہ تعاقب تین صحابہ کرام یعنی رضی زید بن حارثہ، جعفر طیار [۱۷۹] اور عبداللہ بن رواحہ کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ تینوں بزرگ اسی غزوہ میں شہید ہو گئے۔ ان کے بعد خالد بن ولید نے بہ حکم ”علم“ تھاما اور فتح ہوئی اور سیف اللہ خطاب پایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۲۱۷۔

مولوی عبدالرحمن شاہجہان پوری سلمہ اللہ تعالیٰ

بہت سے بزرگوں کے پاس گئے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ آخر حضرت عماد غلام علی کی خدمت میں آئے۔ سلوک کے بعد خلعت خلافت پایا۔ اہل دنیا سے عجب قسم کی محبت اور بے تعلقی رکھتے ہیں کہ ان کی طرف سے کسی قسم کا التفات نہیں ہے۔ فرخ آباد کے نواب ۲۱۸ نے کتنی آرزوئیں کیں اور حاضر ہوا لیکن ان کی طرف سے کسی قسم کے التفات کا اظہار نہ ہوا۔ ان سے اجازت یافتہ حضرات کی نسبت قوی اور کشف صحیح ہے۔ ضلع فرخ آباد اور شاہجہان پور میں ان کا طریقہ بہت مروج ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں طالبوں کے سر پر قائم رکھے۔

میر طالب علی مشہر بہ مولوی عبدالغفار

ظاہری علم پڑھ کر آپ (حضرت شاہ غلام علی) سے نسبت قلبی کا کسب کیا۔ پھر حرمین الشریفین چلے گئے۔ (ان کے طریقہ کو) ملک یمن کے بلکہ زید میں رواج ہوا۔ کہتے ہیں کہ وہ اس ملک کے قاضی بھی تھے ۲۱۹۔ اللہ اعلم۔

سید اسمعیل مدنی علیہ الرحمہ

پہلے مولانا خالد سے بیعت ہو کر نقشبندی نسبت حاصل کی۔ ایک روز

خواب میں حضرت سرور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ دہلی جاؤ اور شاہ غلام علی سے نسبت مجددی کا کسب کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حاضر خدمت ہوئے۔ اجازت و خلافت حاصل کی۔ اور وطن چلے گئے۔ ان کا کشف و وجدان صحیح تھا۔ ان کے آثار نبویہ کی زیارت کے لیے جانے اور وہاں (تصاویر کی موجودگی سے) ظلمت کے ادراک کرنے کا ذکر گزر چکا ہے ۲۲۰۔

مرزا رحیم اللہ بیگ مسمی بہ محمد درویش عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

روزگار ترک کر کے حضرت کی خدمت میں آئے اور نسبت حاصل کی۔ اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ سیاح گدڑی پن کر حضرت خواجہ نقشبند (کے مزار) کی زیارت کے لیے گئے۔ اکثر اسلامی شہر (و ممالک) مثلاً روم، شام، حجاز، عراق، مغرب، ماوراء النہر، خراسان اور ہندوستان کی سیر کی تھی اور کہتے تھے کہ شاہ غلام علی جیسا شیخ میں نے (کہیں) نہیں دیکھا۔ والدین سے حقوق معاف کروا لیے تھے۔ [۱۸۰] امر معروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں انہیں کوئی خوف نہیں تھا۔ ”والی ہرات شہزادہ کامران ان کے مخلصوں میں سے تھا۔ اس کا سخت اور بے باک الفاظ میں احتساب فرماتے تھے۔ اسی طرح ترکستان کا والی بھی ان کا معتقد ہو گیا تھا۔ شرعی امور (میں احتساب کی وجہ سے) ہر جگہ سے ناراض ہو کر چلے آئے۔ قہقند کے بادشاہ سے بھی جو کہ ان کا بہت مخلص تھا، رنجیدہ ہو گئے۔ آخر شہر سبز میں فرار ملا۔ وہاں کے حاکم نے ایک بڑا کاؤں ان کی نذر کیا اور وہاں سے اپنی حکومت اٹھا لی۔ آخری عمر میں نکاح کیا اور ہر آنے جانے والے کی خدمت اپنے ذمہ لی اس لیے وہ مقام آستانہ بن گیا۔ شافعی مذہب اختیار کیا۔ اس لیے بخارا وغیرہ میں ان کا لقب شافعی ہے۔ شہر سبز کے والی سے بعض حکام دشمنی رکھتے تھے۔ انہیں (مرزا رحیم اللہ بیگ) کو خفیہ طور پر قتل کر دیا اس طرح انہوں نے شربت شہادت پیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون“ ۲۲۱۔

حضرت اخوند شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

علم حاصل کر کے حضرت کی آستانہ بوسی سے مشرک ہوئے۔ نسبت کے کسب کی اجازت ملی۔ حضرت اخوند آپ کی خدمت میں تمام ظاہری علوم بھول گئے۔ فرماتے ہیں کہ میرا حال یہ ہو گیا تھا کہ مجھے علم نحو

کی آسان ترکیب بھی مشکل نظر آتی تھی۔ پھر میں نے علم ظاہر کی طرف رجوع کیا۔ ایسا نہ ہو کہ تلف ہو جائے۔ پھر ہزاروں طلبہ کو علم سے بہرہ ور کیا اور اپنے شاگردوں کو وہ تقویٰ اور اچھے کاموں کا حکم دیتے تھے۔ ان کی مجلس میں اگر کوئی دوسرے طالب علم کی غیبت کرتا تو وہ اُسے جرمانہ کرتے۔ آخر میں بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ کتابیں فروخت کر دیں اور درس و تدریس ترک کر دیا۔ اور انہیں گویا تلاوت قرآن شریف اور فرض نماز کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا ۲۲۲۔

آخر ہندوستان کی سکونت کو جو کہ دارالحرب ۲۲۳ ہو چکا تھا مکروہ خیال کرتے ہوئے عین بیماری کی حالت میں ہجرت کی نیت سے حرمین الشریفین کی طرف روانہ ہوئے (لیکن) بلادہ ملتان میں پہنچ کر وفات پائی۔

مولانا محمد جان شیخ الحرم رحمۃ اللہ علیہ

علم حاصل کرنے کے بعد آپ (شاہ غلام علی) کی خدمت میں آئے۔ اور بہت ریاضت کی۔ حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار کی زیارت کے لیے جاتے تھے جو (وہاں سے) سات کوس کے فاصلے پر تھا۔ رات وہاں عبادت میں مشغول رہتے، صبح [۱۸۱] وہاں سے حضرت کے لیے ایک گھڑا پانی لاتے (کیوں کہ) وہاں کا پانی نہایت زود ہضم ہوتا ہے۔ ایک خادم سے منقول ہے کہ میرا لڑکا قریب مرگ تھا۔ میں رات کو اُسے حضرت قطب الاقطاب (خواجہ قطب الدین) کی درگاہ میں لایا۔ مولانا مراقبہ میں تھے، میں بچہ ان کے پاس لے گیا۔ دعا اور سلب مرض کے لیے درخواست کی۔ انہوں نے اس کا مرض سلب کر لیا۔ اُسے شفا ہو گئی۔ ایک اور شخص سے منقول ہے کہ میں ایک عورت کی محبت میں ایسا گرفتار ہوا کہ قریب تھا کہ زنا کا مرتکب ہو جاتا۔ میں نے ان سے عرض کی اور کہا کہ اب زنا کے سوا چارہ نہیں رہا اگر میں اس کا مرتکب ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کا نام لوں گا کہ انہوں نے میرے حال پر توجہ نہیں کی۔ انہوں نے مجھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی تعلیم دی۔ میں نے کہا سبحان اللہ میں تو ہمیشہ یہی پڑھتا ہوں۔ انہوں نے کہا اب میرے کہنے پر پڑھو۔ میں نے پڑھا تو گویا میرے اور اس عورت کے مابین سکندری دیوار کھڑی ہو گئی اور دو تین سال تک مجھ میں

قوتِ شہوت پیدا نہ ہوئی۔

”مولانا جان محمد، حضرت سے خلافت و رخصت لے کر حرم محترم چلے گئے۔ شروع میں بہت تکلیفیں اٹھائیں آخر فتوح کا سلسلہ شروع ہوا۔ سلاطین ان کی طرف رجوع کرنے لگے۔ ان کے خلفاء استنبول تک اور روم کے ضاموں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سلطانِ روم کی طرف سے مشاہرہ مقرر ہوا سلطان (مذکور) کی والدہ ان کے معتقدین میں سے تھی۔ خانقاہ بنائی تھی اور مسافروں کی خدمت کرتے یہاں تک کہ حدود سنہ ۱۲۶۶ ہجری کو عین مکہ معظمہ میں فوت ہوئے“ ۲۲۳۔

سید احمد کردی

بغداد میں مولانا خالد سے طریقہ اخذ کیا۔ پھر آسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دہلی آ کر حضرت (شاہ غلام علی) سے طریقہ مجددیہ کا کسب کیا۔ راستے میں بیمار ہو گئے تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفایابی کے لیے درود شریف کی تعلیم فرمائی تو انہیں شفا ہو گئی۔

سید عبداللہ مغربی

انہوں نے بھی پہلے مولانا خالد علیہ الرحمۃ سے اخذ فیض کیا اور پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اجازت حاصل کی ۲۲۵۔

’ملا پر محمد

سلوک (کی تعلیم) حضرت کی خدمت میں رہ کر حاصل کی انہیں عجیب قسم کا استغراق حاصل تھا۔ حضرت شہید (میرزا مظہر) کے مزار پر بیٹھتے، کہتے ہیں کہ ساری رات (اس طرح) گزر جاتی اور اگر بارش بھی آ جاتی تو انہیں اس کی پروا نہ ہوتی۔ ضلع کشمیر میں انہیں بہت شہرت حاصل ہے ۲۲۶۔

’ملا گل محمد علیہ الرحمۃ

غزنی سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نسبت کا کسب کیا۔ خلافت سے مشرف ہوئے۔ ولایت کے لوگوں کو بہت فوائد پہنچائے ان میں سے چند ایک کو اجازت بھی دی ہے۔ حج کے لیے گئے اور فوت ہو گئے ۲۲۷۔

مولوی ہراتی المشہور بہ مولوی جان محمد علیہ الرحمۃ

حضرت سے کسب فیض کر کے خلافت سے ممتاز ہوئے وہاں کے لوگ ان کی بہت سی کرامات بیان کرتے ہیں۔ قندھار کے ہزاروں لوگوں کو ہدایت دی ۲۲۸۔

مولانا محمد عظیم علیہ الرحمۃ

عجیب مہذب الاخلاق مرد تھے گویا اخلاق حمیدہ ان کی جبلت تھی۔ حضرت کی اجارت سے مشرف ہوئے۔ آپ (شاہ غلام علی) کی وفات کے بعد حرمین الشریفین چلے گئے۔ اور (وہیں) انتقال کیا ۲۲۹۔

مولوی نور محمد علیہ الرحمۃ

بہت ریاضتوں کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ اشغال اور مراقبات میں مصروف رہ کر اجازت حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ حضرت فرماتے تھے کہ چار اشخاص میرے خاندان کے لیے قابل فخر ہیں یعنی مولوی شیر محمد، مولوی محمد جان، مولوی محمد عظیم اور مولوی نور محمد۔ یہ چاروں ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے اور یہ چاروں ہی متبحر عالم تھے ۲۳۰۔

مرزا مراد بیگ علیہ الرحمۃ

کہتے ہیں کہ حضرت ان کے کمال زہد کی وجہ سے انہیں جنید وقت کہا کرتے تھے۔ ان کی نسبت قوی تھی۔ لوگوں کو ان سے عظیم کیفیات حاصل ہوئیں۔ حضرت سے اجازت یافتہ تھے۔ حضرت کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ حضرت شہید (مرزا مظہر) کے ہاتھوں میں دفن ہوئے۔

محمد منور امام مسجد اکبر آبادی

آپ کے خلفاء میں سے قوی نسبت رکھتے تھے اور فیوض حاصل کیے تھے۔

سہاں محمد اصغر صاحب

نہایت قوی نسبت کے مالک تھے۔ حضرت کے حکم سے میرے والد (شاہ ابو سعید) کی خدمت میں بیٹھتے اور میرے والد کی ان پر بہت عنایت

تھی خالقاہ شریف کا نظم و نسق انہی کے ذمہ ہے۔ لوگوں کو ان کی توجہات سے بہت حظ ملتا ہے۔ پہلے حرمین الشریفین کے سفر سے واپس آئے اور وہ پھر میرے والد ماجد کے ہمراہ بھی گئے۔ پھر دہلی آ گئے۔ ۱۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ اسی خالقاہ میں دفن ہیں۔

میر نقی علی

آپ سے نسبت حاصل کر کے لکھنو [۱۸۳] چلے گئے۔

میاں احمد یار علیہ الرحمۃ

سوداگر تھے۔ تمام نسبت مجددی، حضرت سے حاصل کی تھی ان کی قبر بھی خالقاہ (حضرت مظہر) میں ہے۔

میاں قمرالدین

سلسلہ قادریہ کے بزرگوں میں سے تھے اور پہلے طریقہ مجددیہ کے منکر تھے۔ (پھر) پشاور سے آپ کی خدمت میں آ کر حلقہ بگوش ہوئے اور اجازت لے کر چلے گئے۔

محمد شیر خان

افغانوں کی ولایت سے آئے نسبت کا کسب کیا اور چلے گئے۔

شیخ جلیل الرحمن علیہ الرحمۃ

حضرت کے خاص خادم تھے۔ قوی نسبت کے مالک تھے حضرت کی ان پر خاص عنایت تھی۔ ایک شخص نے حلقہ ذکر میں جب کہ وہ حضرت کے روبرو بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن پر تلوار ماری تو وہ آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور فوراً شہید ہو گئے۔ حضرت کے مرض کے آخری ایام میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اس شہید کی قبر بھی حضرت شہید (میرزا مظہر) کی قبر کے پائیں میں ہے ۲۳۱۔ اللہ اعلم۔

ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا سبحان ربك رب العزت
عالمين و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين۔

[بادداشتِ ناشر]

الحمد لله و المنۃ - تکملہ مولفہ و مرتبہ مولانا و بالفضل اولینا
فخر الافاضل مجد الامائل ہادی مراحل مقصود مورد مراحم رب ودود
مجمع الحسنات منبع البرکات واقف علوم خفی و جلی - یعنی مولانا مولوی
شاہ عبدالغنی محدث دہلوی نقشبندی مجددی دامت فیوضہم و افاض اللہ
علینا برکاتہم :

بزار ہار ہشویم زبان ز مشک و کلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال ہے ادبی است

بتاریخ ۸ ذیقعدہ ۱۲۶۹ ہجری کو مطبع احمدی میں طبع ہوا۔

حواشی

- ۱- حالات کے لیے دیکھیے ، کتاب ہذا ، ص ۵۶۷ - ۵۶۸ -
- ۲- ان دنوں سے مراد کتاب حاضر مقاماتِ مظہری کا سال طباعت ۱۲۶۹ھ ہے۔ گویا یہ ضمیمہ حضرت شاہ عبدالغنی نے ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۲ء میں تالیف کیا۔
- ۳- مولوی عبدالرحمن خان ، مطبع احمدی ، دہلی (محلہ شاہدرہ) کے مالک تھے۔ تصوف کی نادر و بلند پایہ کتابیں اپنے اسی مطبع سے شائع کی تھیں۔ مقاماتِ مظہری پہلی مرتبہ انہی کے مطبع سے طبع ہوئی۔ انہوں نے یہ مطبع ۱۸۳۸ء میں قائم کیا تھا (مجد اشرف نقوی ، اختر شہنشاہی ، لکھنؤ ، ۱۸۸۸ء ، ص ۱۶)۔
- ۴- رسالہ سے مراد مقاماتِ مظہری ہے۔
- ۵- حضرت شاہ غلام علی کے مزید حالات کے لیے ضمیمہ ہذا کے علاوہ مقدمہ کتاب حاضر (ص ۱۶۱ - ۱۸۳) بھی ملاحظہ کریں۔
- ۶- حالات کے لیے دیکھیے یہی ضمیمہ ، فصل احوال خلفاء (ص ۶۱۳)۔
- ۷- جواہر علویہ۔ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی کی تالیف ہے جو حدود ۱۲۳۴ھ - ۱۲۳۰ھ میں مکمل ہوئی۔ یہ کتاب حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے حالات کے لیے ناگزیر ماخذ ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ابتدائی نقشبندی مشائخ کے مختصر حالات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ کتاب کے کل دس ابواب ہیں۔ یہ کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ فقط ایک غیر مربوط ما اردو ترجمہ ۱۹۱۹ء میں ملک فضل الدین نے لاہور سے شائع کیا تھا۔ مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے اس کا جوہر (در احوال حضرت مجدد) ، کنز الہدایات کے ماتہ شائع کیا تھا۔ اسی جوہر کا عربی ترجمہ

مجدد مراد منزلی نے کیا جو انہی کے عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد کے حواشی پر حال ہی میں ترکی سے دوبارہ چھپ گیا ہے۔

۸۔ آپ کے معتقدین کا حلقہ امن قدر وسیع تھا کہ وصال سے نو سال قبل ۱۲۳۱ھ میں جب کہ حضرت شاہ رؤف احمد مجددی نے آپ کے ملفوظات جمع کیے تو اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلام کے طالبانِ حق آپ کے حلقہ ہگوش تھے۔ سمرقند، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار، کابل وغیرہ میں آپ کے خلفاء سرگرم عمل تھے (درالمعارف، ص ۶۵)۔

۹۔ یعنی مشک وہ ہے جو اپنے آپ کو خود ظاہر کرے نہ کہ عطار بتائے۔

۱۰۔ آپ کے سال ولادت میں اختلاف ہے، شاہ رؤف احمد نے جواہر علویہ، ص ۱۳۹۔ اور درالمعارف، ص ۱۵۳ میں ۱۱۵۶ھ لکھا ہے۔ یعنی جس کتاب (جواہر علویہ) کا یہ ضمیمہ ملخص ہے اسی میں منہ ولادت ۱۱۵۶ھ ہے لہذا ہم اسی منہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

۱۱۔ ”مظہر جود“ سے ۱۱۵۸ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ مادہ تاریخ محل نظر ہے۔

۱۲۔ شاہ عبداللطیف کبرائے عصر میں سے تھے۔ بٹالہ (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ اور تنہا اپنے پیر و مرشد (شاہ ناصر الدین) کی خدمت کے لیے دہلی میں رہتے تھے (جواہر علویہ، ص ۱۴۰)۔ حضرت شاہ فاضل الدین قادری بٹالوی سے بھی رشتہ داری تھی۔ (ارشاد المسترشدین، ص ۱۸ - ۱۴۴)۔

۱۳۔ شاہ ناصر الدین قادری، دہلی کے نامور مشائخ میں سے تھے۔ ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۱ھ کو انتقال کیا (درالمعارف، ص ۹۷۔ مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۱۵)۔

۱۴۔ اس مقام کا نام اب شہیدی پورہ عقب عیدگاہ پنجابیاں ہے۔ (مزارات اولیائے دہلی، ص ۱۱)۔

۱۵۔ آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام ”فقیر عبداللہ عرف غلام علی“ لکھتے ہیں (ایضاح الطریقہ، ص ۲)۔

۱۶۔ روزِ شنبہ ۱۱ رجب (درالمعارف ، ص ۹۷) ۱۱۱۷۳/۱۱۷۶۱
(جواہر علویہ ، ص ۱۳۰)۔

۱۷۔ ان حضرات کے حالات کے لیے دیکھیے مقدمہ کتاب حاضر ،
ص ۱۱۶ - ۱۶۲ -

۱۸۔ ۱۱۸۰ھ اس وقت تسلیم کیا جائے گا جب کہ آپ کی ولادت ۱۱۵۸ھ
مائی جائے لیکن ہم نے حاشیہ نمبر ۱۰ میں ۱۱۵۶ھ سالِ ولادت
درست ثابت کیا ہے اس اعتبار سے یہاں ۱۱۷۸ھ ہونا چاہیے۔

۱۹۔ رافت ، رؤف احمد مجددی : جواہر علویہ ، اردو ترجمہ ، مطبوعہ
لاہور ، ۱۹۱۹ء ، ص ۱۳۱ -

۲۰۔ ایضاً۔

۲۱۔ ایضاً۔

۲۲۔ رافت : جواہر علویہ ، ص ۱۳۱ -

۲۳۔ ان مستفیدین کے حالات کے لیے دیکھیے فصل ”خلفاء“ ضمیمہ ہذا۔

۲۴۔ آپ نے علم حدیث حضرت شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ محدث سے
پڑھا اور سند لی تھی۔ (نزہۃ الخواطر ۷/۳۵۶ - درالمعارف ،
ص ۷۵ - ۷۶)۔

۲۵۔ نواب محمد میر خان حضرت خواجہ باقی باللہ کی دختری اولاد سے تھے
شجرہ اس طرح ہے :

نواب محمد میر خان بن شاہ نظام الدین بن امت الباقی بیگم
بنت خواجہ علی پسر بن خواجہ خسرو بن حضرت خواجہ
باقی باللہ (ماخوذ از شجرہ اولاد شامل مکتوبات حضرت
خواجہ باقی باللہ ، اردو ترجمہ طبع لاہور - ص - ن)۔
نواب میر خان کے خاندان میں سے سید الہدیٰ خواجہ
احمد حسنی قادری ، عالم گیر ثانی کے عہد میں ہندوستان
آئے ، حضرت خواجہ باقی باللہ کی پڑھوتی امت الباقی
سے ان کا نکاح ہوا۔ جن سے نظام الدین اور سید محمد ، دو
فرزند متولد ہوئے ، نظام الدین کے فرزند محمد میر خان ،
اکبر شاہ ثانی کے عہد میں معروف تھے۔ خاندانی

تذکروں میں اعظم الدولہ معین الملک تہور جنگ جیسے
ان کے خطاب بتائے گئے ہیں - (ابراہیم بیگ مرزا :
تذکرہ غمگین ، ص ۸ - ۱۳) ان کے والد شاہ نظام الدین
کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو : حاشیہ نمبر ۱۴۲ ،
ضمیمہ ہذا -

۲۶ - نفعات الانس تالیف مولانا عبدالرحمن جامی -

۲۷ - آداب المریدین ، حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر
سہروردی کی تالیف ہے ، صوفیہ میں یہ کتاب بہت ہی مقبول اور
متداول ہے ، اس کی کئی شرحیں لکھی جا چکی ہیں -

۲۸ - رافت : جواہر علویہ ، ص ۱۴۳ - ۱۴۴ -

۲۹ - ایضاً -

۳۰ - امام سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی (ف ۵۱۹/۵۷۷) کی
تفسیر القرآن مرتبہ عرشی ، مطبوعہ رام پور کا مقدمہ ملاحظہ کریں -

۳۱ - شاہ عالم کا ذکر مقدمہ کتاب حاضر میں کیا جا چکا ہے -

۳۲ - مجد اکبر شاہ ثانی (۱۸۰۶ - ۱۸۳۷) بن شاہ عالم ثانی -

۳۳ - شاہ غلام علی : مکاتیب شریفہ مرتبہ شاہ رؤف احمد مجددی ،
مکتوب ۶۰ ، ص ۴۴ -

۳۴ - دیکھیے فصل خلفای حضرت شاہ غلام علی (ضمیمہ ہذا) -

۳۵ - رافت ، رؤف احمد : جواہر علویہ ، ص ۱۴۱ - ۱۴۲ -

۳۶ - لواب شمشیر خان بہادر آپ کے مخلصین میں شامل تھا ، چنانچہ
ان مکاتیب میں اس کے نام ایک مکتوب (۱۰۴/۱۴۶ - ۱۴۸) بھی
قابل مطالعہ ہے -

۳۷ - ایضاً -

۳۸ - رافت : جواہر علویہ ، ص ۱۴۶ -

۳۹ - ہاری خاک نشینی ہی بادشاہت ہے - اور مجھے بادشاہت عطا کرنے
والا بہت ہی قادر و کریم ہے ، چالیس سال ہو گئے ہیں مجھے لباس
پہنے ہوئے جو ابھی تک ہوسیدہ نہیں ہوا -

۴۰۔ نواب امیر خان (متولد ۱۸۲۵/۵۱۷۸/۵۱۷۸ متوفی ۱۸۴۴) مسالوں کے دور زوال میں اہم کردار کے مالک تھے۔ بعض ریاستی سہات میں سرگرم عمل رہے۔ ٹونک کے والی کی حیثیت سے ان کا نام خاصی شہرت رکھتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے :
ابوالحسن علی ندوی : سیرت سید احمد شہید ۱/۱۰۰-۱۰۱۔

Buckland : *Dictionary of Indian Biography*, p. 12.

۴۱۔ ہم فقر و قناعت کی آہ کو آج نہیں آنے دیں گے۔ امیر خان سے کہہ دو روزی مقرر ہے۔

۴۲۔ القرآن (الذریٰۃ) ۲۲/۵۱۔

۴۳۔ اگرچہ ہم بوڑھے، دل شکستہ اور ضعیف ہو چکے ہیں۔ مگر جب بھی یار کے چہرے کا تصور کرتے ہیں تو جوان ہو جاتے ہیں۔

۴۴۔ القرآن (الانعام) ۳۶/۹۔

۴۵۔ ایضاً، (النحل) ۸۸/۲۷۔

۴۶۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ چشتی سلسلے میں حضرت شیخ رکن الدین بن حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ممتاز خلیفہ تھے۔

۴۷۔ خصائص و عادات اور صورت و سیرت کی خوبیاں جو دوسرے محبوبوں میں پائی جاتی ہیں، تم ان کے جامع ہو۔

۴۸۔ استادِ ازل جو کچھ کہتا ہے، کہہ۔ میں کہہ دیتا ہوں۔

۴۹۔ ہلاس (ہندی، مولث) ناس نسوار، ہلاس دانی (مولث) نسوار رکھنے کا چھوٹا ظرف (جامع اللغات ۳/۸۶۱)۔

۵۰۔ الہی! وہ کیسے عظیم لوگ تھے اور میں کیا ہوں۔

۵۱۔ اے موسیٰ علیہ السلام سالکوں کے آداب اور یہی اور مجاہدین کے آداب اور۔

۵۲۔ حضرت شاہ غلام علی کے ملفوظات کے دو مجموعے منظرعام پر آچکے ہیں ایک بہت مشہور مجموعہ درالمعارف ہے جس کے جامع حضرت شاہ رؤف احمد مجددی تھے۔ دوسرا مجموعہ ملفوظات شریفہ جامع

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری ہے جو ہمارے مقدمہ اور حواشی کے ساتھ لاہور سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ رؤف احمد نے آپ کے بعض ملفوظات جواہر علویہ میں بھی شامل کیے ہیں وہ تقریباً وہی ہیں جو درالمعارف میں آچکے تھے۔

۵۳۔ رافت ، رؤف احمد : جواہر علویہ ، ص ۱۳۸ - ۱۳۹ ۔
۵۴۔ ایضاً ۔

۵۵۔ حافظ : دیوان ، ص ۱۷۴ میں یہ شعر اس طرح ہے :

شرم می آید از خرقہ آلودہ خویش
کہ بدین فضل و ہنر نام کرامات بریم

۵۶۔ دیوان حافظ ، ص ۱۰۱ طبع بمبئی۔ لیکن متن مقاماتِ مظہری میں یہاں ”جای“ کی بجائے ”وقتی“ ہے۔

۵۷۔ رافت : ایضاً ، ص ۱۳۹ ۔

۵۸۔ ایضاً ۔

۵۹۔ ایضاً ۔

۶۰۔ ایضاً ۔

۶۱۔ ایضاً ، ص ۱۵۰ - ۱۵۱ ۔

۶۲۔ ایضاً ۔

۶۳۔ ایضاً ۔

۶۴۔ ایضاً ۔

۶۵۔ ایضاً ۔

۶۶۔ (ترجمہ) عشق کی ملت تمام ملکوں سے جدا ہے۔ عاشقوں کا مذہب و ملت رضائے خدا ہے۔

۶۷۔ رافت : ایضاً ، ص ۱۵۱ ۔

۶۸۔ ایضاً ۔

۶۹۔ ایضاً ۔

۷۰۔ ایضاً۔

۷۱۔ ایضاً۔

۷۲۔ جو چیزیں لطافت و حسن کے پردہ غیب میں چھپی ہوئی تھیں وہ تمام و کمال تیری اچھی صورت میں عیاں کر دی گئی ہیں۔ جو کچھ صفحہ فکر پر خیال کے قلم نے تصویر بنائی ہے تیری پسندیدہ صورت اس سے بھی زیبا تر ہے۔

۷۳۔ رافت : ایضاً ، ص ۱۵۲۔

۷۴۔ ایضاً۔

۷۵۔ ایضاً۔

۷۶۔ سعدی کے یہ اشعار اکثر تذکروں میں اس طرح پائے جاتے ہیں :

مرا شیخ دانای مرشد شہاب
دو اندرز فرمود بر روی آب
یکی آنکہ در جمع بد بین مباش
دگر آنکہ در نفس خود بین مباش

(ترجمہ) میرے پیر و مرشد شیخ شہاب الدین سہروردی نے جب کہ وہ گشتی میں سوار تھے ، دو نصیحتیں فرمائیں ، ایک یہ کہ خود بینی ترک کر دو ، دوم یہ کہ دوسرے کو برا مت سمجھو۔

۷۷۔ یا نبلی قمیص والے دوست کے ساتھ نہ جا یا اپنے خاندان پر نیل کی آنکلی بھیر دے۔ یا ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی نہ کر یا اپنے گھر کو اس طرح بنا کہ ہاتھی اس میں جا سکے۔

۷۸۔ عاشق تیری کلی میں اس طرح جان دے دیتے ہیں کہ وہاں موت کے فرشتہ کو اپنا فریضہ ادا نہیں کرنا پڑتا۔

۷۹۔ القرآن (الامر) ۳۹/۴۲۔

۸۰۔ ایضاً ، (مجددہ) ۳۲/۱۱۔

۸۱۔ شیخ ابن یمن فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ ان کا دیوان ایران سے طبع ہو چکا ہے۔

۸۲- ایک مسلمان کے لیے کھانے پینے ، خوراک ، پوشاک اور قرآن پاک اور حدیث کے ساتھ چند نفع بخش علمی کتابوں کی ضرورت ہے ۔
نہ کہ ہو علی سینا کی لغویات اور عنصری کی فضولیات ۔

۸۳- ایک چادر نیچے ایک اوپر یہ ہے میرے تن کا لباس ، اس لیے نہ چور کا غم ہے اور نہ ڈاکہ کا خطرہ ۔ حلقہ احباب ، بوریا ، پوستین اور گدڑی جو دوستوں کے درد سے پر ہو ، عاشق وند لا ابالی یعنی جالی کے لیے یہی کافی ہے ۔

۸۴- دیوانِ حافظ طبع بمبئی ، ص ۲۳۹ ۔

(ترجمہ) دو عقل مند دوست اور کثیر مقدار میں پرانی شراب ہو ، فراغت ، کتاب اور گوشہ چمن ہو تو میں اس کو دنیا و آخرت کے بدلے میں نہیں دوں گا ۔ اگرچہ بہت سے لوگ تقاضا کریں تو پھر بھی میں یہ مقام نہیں دوں گا ۔ جس شخص نے گوشہ قناعت کو دیا کے خزانے کے عوض دے دیا گویا اس نے یوسف مصری کو کھوئے داموں پر دیا ۔

۸۵- اے خسرو شربتِ عاشقی خونِ جگر کی آمیزش کے بغیر نہیں پیا جاتا ۔

۸۶- محض دنیا کے طالب مطلقاً کافر ہیں ۔ اور وہ رات دن ہی ہی کرتے ہیں ۔

۸۷- رافت : جواہر علویہ ، ص ۱۵۳ ۔

۸۸- ایضاً ۔

۸۹- ایضاً ، ص ۱۵۵ ۔

۹۰- ایضاً ۔

(ترجمہ) میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور یہ انکار میرے لادینک واجب ہے ۔ جب کہ مسلمانوں کے لادینک معیوب ہے ۔

۹۱- ایضاً ، ص ۱۵۶ ۔

۹۲- ایضاً : رافت ۔

۹۴۔ ایضاً۔

(ترجمہ) میں اپنی کمزوری کو اس قدر بیان کر سکتا ہوں کہ بار کے چہرہ سے اپنی آنکھیں بھی نہیں ہٹا سکتا۔

۹۴۔ یہ فصل جواہر علویہ کے جوہر پنجم و ششم سے ملخصاً ماخوذ ہے ، ص ۱۵۷ - ۱۶۱ -

۹۵۔ حضرت میرزا مظہر کے خلفاء میں میر روح اللہ کا نام نہیں ملتا البتہ میر روح الامین کا ذکر آتا ہے۔ (مقامات مظہری ، ص ۴۲۲) ممکن ہے یہاں سہو کتابت سے روح الامین کی بجائے روح اللہ لکھا گیا ہو۔

۹۶۔ حضرت سید امیر کلال رحمة اللہ علیہ (ف ۵۷۷۲/۵۱۳۷۰) اکابر مشائخ نقشبندیہ میں سے تھے۔

۹۷۔ مشکوٰۃ شریف (باب رویا) ، ص ۳۹۴ ، طبع سعیدی ، کراچی۔

۹۸۔ سلطان المشائخ یعنی حضرت نظام الدین اولیاء (ف ۵۷۲۵)۔

۹۹۔ حضرت خواجہ نقشبند یعنی خواجہ بہاء الدین نقشبند (ف ۵۷۹۱)۔

۱۰۰۔ مولانا خالد کردی روسی کے حالات ضخیمہ ہذا میں فصلِ خلفاء میں ملاحظہ کریں۔

۱۰۱۔ حضرت خواجہ باقی باللہ (ف ۵۱۰۶۲)۔

۱۰۲۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکي (ف ۵۶۳۳)۔

۱۰۳۔ حضرت خواجہ محمد زبیر کے حالات مقامات مظہری کی فصل ششم ، حاشیہ نمبر ۲ - ۳ میں ملاحظہ کریں۔

۱۰۴۔ سیدۃ النساء یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۱۰۵۔ یہ فصل جواہر علویہ کے جوہر ہفتم سے ملخصاً ماخوذ ہے ، ص ۱۶۱ - ۱۶۵ -

۱۰۶۔ اولیاء اللہ کا کہنا ، اللہ کا کہنا ہے۔ اگرچہ وہ بات اللہ کے بندے کے منہ سے نکلتی ہے۔

۱۰۷۔ در دوست کے منگتوں میں شامل ہو جا ، جو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہے ، وہ بادشاہ بن کر اٹھتا ہے۔

۱۰۸۔ مولوی کرامت اللہ کے حالات ہمیں معلوم نہیں ہو سکے۔

۱۰۹۔ میان احمد یار کے احوال ضمیمہ ہذا فصل خلفاء میں ملاحظہ کریں۔

۱۱۰۔ میر اکبر علی کے حالات ہمیں معلوم نہیں ہو سکے۔

۱۱۱۔ شاہ نظام الدین کے حالات کے لیے دیکھیے ضمیمہ ہذا، حاشیہ نمبر ۱۳۲ اور ۲۵۔

۱۱۲۔ مولانا فضل امام خیر آبادی (ف ۵۱۲۴۴/۵۱۸۲۹) نامور عالم، مصنف اور مدرس تھے۔ حضرت شاہ غلام علی کے زمانے کے مقبول ترین مدرسین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔

ملاحظہ ہو: تذکرہ علماۓ ہند، ص ۴۷۶ - ۴۷۸۔

۱۱۳۔ یہ فصل جواہر علویہ کے جوہر نم، ص ۲۳۶ - ۲۳۸ سے ملخصاً ماخوذ ہے۔

۱۱۴۔ ابن ماجہ، ص ۱۸۸ (طبع نور محمد، کراچی) میں یہ روایت قدرے مختلف ہے۔ یعنی:

لزوال الدنيا اھون علی الله من قتل مومن بغير حق۔ گویا
متن مقامات مظہری میں ”علی اللہ“ کی بجائے ”عند اللہ“، ”مومن“
کی بجائے ”نفس مومن“ اور ”بغير حق“ تو موجود ہی نہیں ہے۔

۱۱۵۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ ہذا فصل خلفاء۔

۱۱۶۔ القرآن (النساء) ۸۷/۴۔

۱۱۷۔ (ترجمہ) ہم مفلس تیری گلی میں آئے ہیں۔ اللہ کے لیے اپنے چہرہ
الور کی کچھ خیرات دیجیے۔ ہماری کشکول کی طرف دست گرم
بڑھائیے، آپ کے دست عطا اور سخاوت پر آفرین۔

۱۱۸۔ (ترجمہ) میں قلب سلیم کے ساتھ صاحبِ لطف و کرم کے پاس گیا
کہ نیکیوں کے زاد سے میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ جب کسی
کے پاس جانا ہو تو اپنے ساتھ کچھ لے کر جانا بہت بری بات ہے۔

۱۱۹۔ ”احتیاء“ کا مطلب ہے اکڑوں بیٹھنا، یعنی پاؤں کے بل بیٹھنا۔
چونکہ حضرت شاہ غلام علی گو ”دائمی حضور“ کا مرتبہ حاصل تھا،

اس لیے ادب سے پاؤں نہیں پھیلاتے تھے اور اسی حالت میں وصال ہوا تھا۔

۱۲۰۔ احاطہ سے مراد وہ خاص چبوترہ ہے جہاں اب ان چار بزرگوں کے مزارات ہیں :

- (۱) حضرت میرزا مظہر۔
- (۲) حضرت شاہ غلام علی دہلوی (مولف مقامات مظہری)۔
- (۳) حضرت شاہ ابو سعید۔
- (۴) حضرت شاہ ابوالخیر مجددی۔ (دیکھیے، تازہ ترین عکس مزارات، شامل کتاب ہذا)۔

۱۲۱۔ حضرت شاہ ابو سعید کا اسم گرامی زکی القدر تھا (مقامات خیر، ص ۷۰)۔

۱۲۲۔ موای ضیاء النبی بن عنایت النبی، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے۔ ولادت سرہند میں ۱۱۶۸ھ/۱۷۵۳ء۔ ۱۱۷۰ھ/۱۷۵۶ء کے درمیان ہوئی۔ سکھوں کے تیسرے حملہ سرہند کے وقت اپنے شیخ مجد ارشد کے ہمراہ رام پور چلے گئے اور وہیں زہد و ورع میں زندگی گزار دی۔ ۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو: علم و عمل از عبدالقادر، ص ۷۹، ۸۳، ۸۶، ۸۷ بعد جلد اول۔ تذکرہ کاملان رام پور از شوق، ص ۱۷۷ - ۱۷۸)۔

۱۲۱۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ میں عمر گیارہ سال تحریر ہے، ص ۵۹۔

۱۲۳۔ مفتی شرف الدین حنفی رام پوری (ف ۱۲۶۸ھ) اس دور میں رام پور کے مشہور ترین علماء و مدرسین میں سے تھے۔ نامور علماء نے ان سے تحصیل علم کی (لزہمة الخواطر ۷/۲۰۷ - ۲۰۸)۔

۱۲۵۔ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (ف ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۷ء)۔

۱۲۶۔ حضرت شاہ سراج احمد مجددی (ولادت ۱۱۷۶ھ - وفات ۱۲۳۰ھ) علم حدیث پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ خاندان مجددیہ کے الساب پر ایک کتاب سیر المرشدین تالیف کی تھی، کثیرالتصانیف عالم تھے۔ کتاب خانہ رضا، رام پور، ہندوستان میں شرح جامع ترمذی

کا ان کے ہاتھ کالکھا ہوا نسخہ موجود ہے۔ (عرشی : لہرست
مخطوطات عربی کتاب خالہ رضا ۱/۴۳۶)۔

ملاحظہ ہو : تذکرہ کاملان رام پور ، ص ۱۳۷ - ۱۳۹۔

۱۲۷۔ مولانا محمد مرشد بن مولانا محمد ارشد بن علامہ فرخ شاہ بن خواجہ
محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم۔ (ولادت ۱۱۱۷ھ
وفات ۱۲۰۱ھ)۔ ۱۱۷۷ھ میں سرہند پر سکھوں کے تیسرے حملہ
کے دوران سرہند سے ہجرت کی اور رام پور (ہندوستان) میں سکونت
اختیار کر لی۔ علوم عقلی و نقلی میں کاسل ، محدث و مفسر تھے۔
(تذکرہ کاملان رام پور ، ص ۳۸۸ - ۳۹۱)۔

۱۲۸۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ر۔ ک مقدسہ کتاب ہذا ، ص ۱۱۷-۱۱۸۔

۱۲۹۔ نواب نصیر اللہ خان بن نواب عبداللہ خان (۱۱۶۱ - ۱۲۲۵ھ/
۱۷۴۷ - ۱۸۱۰ء) رئیس اوجھانی ، نواب فیض اللہ خان کے
خاص ساتھی تھے۔ شاعر بھی تھے ، سلطان تخلص تھا۔ (علم و عمل
- ۶۸/۱)۔

۱۳۰۔ حضرت شاہ محمد صفی القدر بن حضرت عزیز القدر ، مناقب احمدیہ و
مقامات سعیدیہ ، ص ۵۹ میں ان کی تاریخ وفات ۲۵ شعبان درج ہے۔

۱۳۱۔ (وفات ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء)۔

۱۳۲۔ ایضاً۔

۱۳۳۔ شیخ فیض بخش درگاہی نقشبندی۔ ولادت تحت ہزارہ پنجاب میں ہوئی۔
بداہوں میں شیخ جمال اللہ رام پوری سے بیعت ہو کر سلوک کا کسب
کیا۔ حضرت شاہ رؤف احمد مجددی نے بھی اوائل حال میں ان
سے استفادہ کیا۔ (جواہر علویہ ، ص ۲۷۱)۔ شاہ درگاہی کا انتقال
رام پور میں ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء کو ہوا۔ (نزہۃ الخواطر ۷/۱۶۵ ،
رشحات عنبریہ حواشی)۔

۱۳۴۔ ملاحظہ ہو : حواشی مقامات مظہری ، ص ۲۹۱۔

۱۳۵۔ جواہر علویہ ، ص ۲۷۲۔ نزہۃ الخواطر ۷/۱۶۶ میں سال وفات
۱۱۶۰ھ ہے جو زیادہ معتبر ہے۔

- ۱۷۶- "معدن فیض حق" سے ۱۱۶۲ھ برآمد ہوتے ہیں۔
- ۱۷۷- جواہر علویہ، ص ۲۷۲ میں یہ لقب سلطان العارفین لکھا ہوا ہے۔ جو درست ہے کیوں کہ سلطان التارکین تو خود شاہ درگاہی کا لقب تھا۔ ایضاً، ص ۲۷۲۔
- ۱۷۸- سید حافظ جہاں اللہ، سید قطب الدین محمد اشرف حسین (مولف وہب زبیر) بن عنایت اللہ کے جانشین تھے۔ وفات رام پور میں ۳ صفر ۱۲۰۹ھ کو ہوئی، کثیر الارشاد تھے۔ رام پور میں دفن ہیں۔ (جواہر علویہ، ص ۲۷۲-۲۷۷-مسالک السالکین ۱/۳۲۹-۳۳۵)۔
- ۱۷۹- نواب احمد یار خان بن نواب محمد یار خان (علم و عمل ۱/۵۳)۔
- ۱۸۰- اس سے ۱۲۲۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ یعنی شاہ درگاہی کا سال وفات ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ھ ہے۔
- ۱۸۱- محمد مظہر مجددی: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۰۔ ایضاً، رشحاتِ عنبریہ، ص ۴۱ (تعلیقات)۔
- ۱۸۲- شاہ نظام الدین، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد اور حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی کی دختری اولاد میں سے تھے۔ (شجرہ کے لیے ملاحظہ ہو: ضمیمہ ہذا حاشیہ نمبر ۲۵ جہاں ان کے ایک فرزند نواب میر خان کا ذکر بھی کیا گیا ہے)۔
- مشہور مرہٹہ سردار سندھیا (۱۷۵۹-۱۷۹۳ء) نے الہیہ اگست ۱۷۸۹ء کو دہلی میں اپنا گورنر مقرر کیا۔ بادشاہ شاہ عالم ثانی ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ سندھیا نے ایک مرتبہ پہلے بھی الہیہ سیاسی مقاصد کے لیے اپنا نمائندہ بنا کر دربار میں بھیجا تھا۔ سندھیا بخوبی جانتا تھا کہ شاہ جی (شاہ نظام الدین) کی مؤثر شخصیت سندھیا کے دہلی میں عمل دخل کے بارے میں نہ صرف رائے عامہ کو ہموار کرے گی بلکہ وہ جانتا تھا کہ بادشاہ اس قسم کے مقدس لوگوں کا بہت ہی احترام کرتا ہے۔ معاصر دستاویزات میں بادشاہ کی عقیدت مندی کے بکثرت حوالے ملتے ہیں۔ گویا مرہٹوں کے ساتھ ان کے سیاسی تعلقات تھے۔ مرہٹہ ریکارڈز میں ان کا ذکر مرہٹہ

ایجنٹ کی حیثیت سے بھی آیا ہے۔ ملاحظہ ہو :

Poona Residency Correspondence, vol. I, (Mahadji Sindhia and North Indian affairs, 1785—1797), ed. by J N. Sarkar, Bombay, 1936 (بامداد اشاریہ) vol. II, (Malet's Embassy 1786—1797) ed. by Sardesai, No. 209. Michael Edwards : King of the World, pp. 215, 216, 220 . . .

ان کے علاوہ جادو ناتھ سرکار نے اپنے ایک خط میں شاہ نظام الدین کے حالات کے ماخذ کی ایک طویل فہرست دی ہے۔ دیکھیے ، ابراہیم بیگ ، مرزا : تذکرہ غمگین ، مطبوعہ گوالیار ، ۱۳۳۸ھ ، ص ۱۲۲ ، ۱۰ - ۱۳ -

۱۳۷- ہمارے خیال میں حضرت شاہ غلام علی کی ان سے ناراضگی کا سبب یہی ہوگا کہ وہ اپنے مشائخ کے قاعدہ کے خلاف اس پر آشوب دور میں مسلمانوں کی دتمن طاقت مرہٹوں کی نہ صرف حمایت کر رہے تھے ، بلکہ دہلی پر سندھیا کے قبضہ کے لیے راستہ ہموار کرنے میں مصروف تھے ۔

۱۳۳- یہاں رسالہ سے مراد ہدایت الطالبین ہے ۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ چھپ چکا ہے ۔ متعدد خطی نسخے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں ، مولانا نور احمد امرتسری مرحوم نے نہایت اہتمام سے اس کا متن مرتب فرمایا اور مع اردو ترجمہ امرتسر سے ۱۳۳۳ھ میں شائع کیا ۔

۱۳۵- ان تعریفی سطور کا مفہوم یہ ہے :

فقیر عبداللہ عرف غلام علی نے اس رسالے کا مطالعہ کیا ، اور اس کے مندرجات سے بہت ہی مسرور و محظوظ ہوا صاحب رسالہ کے حق میں دعائے خیر کی ، اس رسالہ میں جو کچھ انہوں نے درج کیا ہے ، وہ تمام حضرت مجدد کے علوم و معارف کے موافق ہے ، اس ناچیز بندہ کا تذکرہ اس رسالہ میں ضروری نہیں تھا ، ہاں البتہ نعمت کا اظہار اور منعم کا شکر تو واجب و لازم ہے ۔

۱۴۶۔ مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ میں بھی یہی عبارت ہے :
بعضی از بزرگان در مکہ معظمہ آن را عربی لہز کردہ
اند ، ص ۶۳ -

لیکن مترجم کا لام درج نہیں کیا گیا ۔

۱۴۷۔ ہدایت الطالبین کے ترکی ترجمہ کے بارے میں ہمیں تفصیلات معلوم
نہیں ہو سکیں ۔

۱۴۸۔ نواب امیر خان کے حالات حاشیہ نمبر ۴۰ میں ملاحظہ کریں ۔

۱۴۹۔ معشوق اس معاملے میں تاخیر کیا کرتے ہیں ۔

۱۵۰۔ سلطان پر غلام کا خریدار نہیں ہوتا اور نہ ہر گدڑی والا بزرگ
ہوتا ہے ۔

۱۵۱۔ مولوی بشارت اللہ کے حالات اسی فصل میں ملاحظہ کریں ۔

۱۵۲۔ مولانا زید ابوالحسن فاروقی کی تحقیق کے مطابق حضرت شاہ ابوسعید
نو سال آبن ماہ مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے ۔ مقامات خیر ،
ص ۵۷ ۔

۱۵۳۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو : فصل خلفائے حضرت شاہ غلام علی
ضمیمہ ہذا ۔

۱۵۴۔ شیخ محمد عابد سندھی (ف ۱۲۵۷/۱۸۳۱ء) دیار عرب میں خاصی
شہرت کے مالک تھے شیخ الاسلام لقب اسی دیار متبرک کی
یادگار ہے ۔ ملاحظہ ہو :

(۱) البائع الجنی ، ص ۶۱ ، ۶۰ ، ۶۹ -

(۲) لزمت الخواطر ۷/۳۳۶ - ۳۳۹ -

(۳) تذکرہ علمائے ہند ، ص ۳۳۹ -

۱۵۵۔ نواب وزیر الدولہ بن امیر خان (ر۔ ک بان) اکبر شاہ ثانی کے عہد
میں ٹولک کے نواب تھے ۔ ان کی ولادت ۱۲۲۲/۱۸۰۷ء ، سنہ
لشینی ۱۲۵۰/۱۸۳۳ء اور وفات ۱۲۸۱/۱۸۶۳ء میں ہوئی ۔
ذی علم اور پابند شرع تھے ، ضخیم کتاب ”وصایا الوزير علی الطریقہ
النذیر و البشیر“ (طبع ٹولک ۱۲۸۵ء) انہی کی تصنیف ہے ۔

(ملاحظہ ہو: کاروانِ ایمان و عزیمت از ابوالحسن علی لدوی، لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۱۲۶ - ۱۳۰)۔

۱۵۶- شاہ عبدالغنی، حضرت شاہ ابو سعید کے تیسرے فرزند تھے، ولادت بمقام لکھنؤ ۱۲۳۹ھ (تاریخی نام فضل الرحمن) میں ہوئی اور ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ ملاحظہ ہو: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۶۔ مقامات خیر، ص ۸۱-۸۲۔

۱۵۷- مولوی حبیب اللہ ملتانی، حضرت شاہ احمد سعید کے خلفاء میں سے تھے، علوم معقول و منقول کے جامع، اولاد حضرت مجدد کے استاد، حضرت شاہ ابو سعید سے طریقہ کی تعلیم پائی اور حضرت شاہ ابو سعید کے ہمراہ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۲۲۔ ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، ص ۴۶ - ۴۴)۔

۱۵۸- قاضی خلیل الرحمن رام پوری بن عرفان بن عمران بن عبدالعظیم، ولادت رام پور میں ہوئی۔ ٹولک میں عرصہ تک قیام رہا نواب امیر خان اور وزیر الدولہ کے عہد میں ٹولک کے قاضی تھے۔ سال وفات معلوم نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو علم و عمل ۱/۷۰۔ نزہۃ الخواطر ۲/۱۶۰ - ۱۶۱۔

۱۵۹- ”مولوی خلیل احمد مجددی کہ از مقربان آجیناب بودند و بحضور والدی (شاہ احمد سعید) کمال خصوصیت داشتند“۔ (مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۴)

۱۶۰- متن میں ”فتاد“ ہے اگر پورے مصرعہ کے اعداد جمع کیے جائیں تو پانچ عدد کی کمی رہتی ہے۔ یعنی ۱۲۴۵ برآمد ہوتے ہیں۔ اور اگر اسے ”فتادہ“ پڑھا جائے تو صحیح سال وفات یعنی ۱۲۵۰ نکل آتا ہے۔ اس تصحیح سے شعر کے وزن میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۱۶۱- مولانا فضل خیر آبادی کے حالات کے لیے حاشیہ نمبر ۱۱۲ ملاحظہ کریں۔

۱۶۲- حالات کے لیے دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۲۴۔

۱۶۴- مولانا رشید الدین خان دہلوی (ف ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۷ء) بن امین الدین ، علم کلام میں دسترس تھی ، ہیبت و ہندسہ میں کمال حاصل تھا ۔ کئی اہم علمی کتابوں کے مصنف تھے ملاحظہ ہو : علم و عمل ۱/۲۵۱-۲۵۲ ، تذکرہ علمائے ہند ، ص ۱۹۱ ۔ نزہۃ الخواطر ۷/۱۷۷-۱۷۸ ۔ بشیر الدین احمد : واقعات دارالحکومت دہلی ۲/۳۰۹-۳۱۰ ۔

۱۶۳- جہاں رسالہ سے مراد حضرت شاہ غلام علی کی تالیف کالاتِ مظہریہ ہے ۔ جو حدود ۱۲۴۷ھ/۱۸۲۱ء میں لکھی گئی ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : مقدمہ کتاب حاضر ، ص ۱۷۷-۱۷۸ ۔

۱۶۵- ”حضرت احمد سعید فرزند حضرت ابو سعید بہ علم و عمل و حفظ قرآن مجید و احوالِ نسبتِ شریفہ قریب است بوالدِ ماجد خود“ (مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ“ ، ص ۷۴) ۔

۱۶۶- مجد مظہر مجددی : مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ ، ص ۵۴-۵۵ ۔

۱۶۷- حضرت شاہ احمد سعید کے خلفاء کے ناموں کے ساتھ وطنی نسبتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً پورے عالم اسلام سے ان کا رابطہ تھا ۔ حضرت شاہ مجد مظہر نے خلفاء کی تعداد اسی بتائی ہے ، (مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ ، ص ۲۱۴-۲۳۸) ۔

۱۶۸- حضرت شاہ عبدالغنی مجددی کے حالاتِ ضمیمہ ہذا کے ابتدائیہ میں ملاحظہ کریں ۔

۱۶۹- حضرت شاہ احمد سعید کا انتقال ۱۲۷۷ھ/۱۸۷۰ء کو مدینہ منورہ میں ہوا ، ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں ، حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہوئے اور ۱۸۵۸ء کو وہاں حاضر ہوئے ۔ (رشحاتِ عنبریہ ، ص ۱۴) ۔

۱۷۰- جہاں سہو ہوا ہے حافظ عبدالغنی کا تاریخی نام فضل الرحمن تھا جس سے ۱۲۴۹ھ برآمد ہوتے ہیں ۔ (مقاماتِ خیر ، ص ۸۲) ، ان کی ولادت ۱۷ ربیع الآخری سنہ مذکور کو بمقام لکھنو ہوئی اور ۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی ۔ ان کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں یعنی مجد (مصباح الغنی)

اور ابراہیم - باقی نام معلوم نہیں ہو سکے - مقاماتِ خیر ،
ص ۸۱ - ۸۲) -

۱۷۱- حضرت شاہ مجدد مظہر مجددی نے بعض نکات کا اضافہ کیا ہے - مثلاً
حضرت شاہ ابو سعید کے اجل خلفاء میں سے تھے - بعض طلاب کو
خلافت بھی دی تھی - اور حضرت شاہ احمد سعید سے بھی فیض
پایا - مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ ، ص ۶۷ - ۶۸ -

۱۷۲- یاقوت حموی نے بلغار کا تفصیلی تعارف کروایا ہے معجم البلدان
- ۳۸۵/۱ - ۳۸۸ -

۱۷۳- مناقب احمدیہ و مقاماتِ سعیدیہ ، ص ۶۸ -

۱۷۴- ایضاً -

۱۷۵- شاہ سعد اللہ براہ کرلول ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء میں حیدرآباد دکن
پہنچے (احوال العارفین ، ص ۷) -

۱۷۶- حضرت شیخ سعد اللہ کا مولد موضع اچڑی ، علاقہ ہگلی (پنجاب)
ہے - قوم تاجیک سے تھے (ایضاً ، ص ۴) - اپنے پر بھائی مولوی
اخوند شیر مجد سے تحصیل علم کی (ص ۶) ۱۲۴۵ھ میں حیدرآباد
دکن پہنچے وہاں دو سال قیام کے بعد گولکنڈہ چلے گئے (ص ۸)
بخارا ، کابل ، قندھار اور پشاور وغیرہ سے علماء و فضلاء ان کی
خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے ، ڈیڑھ دو سو کا مجمع اہل حق
ان کے ہاں ہوتا تھا (ص ۹) ، نواب افضل الدولہ مغرت مکان
انہی کے معتقد تھے (ص ۱۷) - حضرت شاہ سعد اللہ کا وصال
۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۰ھ میں ہوا ، (ص ۱۷) - ان کے خلفاء کے
نام یہ ہیں مولوی مجد عثمان پشوری ، میر اشرف علی حیدرآبادی ،
مولوی عبدالرحیم حیدرآبادی ، مولوی مجد عبدالقوی برادر مولوی
عبدالرحیم مذکور ، مولوی مجد سعید ، مولوی مجد حسین بخاری ، مولوی
مجد فضل اللہ عرف فیض اللہ ، مولوی مجد حسن ، مولوی فضل علی ،
میر رفعت علی لبیرہ نواب فتح الدولہ ، پیر عبدالوہاب ، مولوی
اسماعیل بخاری ، مولوی لیاز مجد بدخشانی ، حکیم میر آصف علی ، مولوی
مجد لواز ، مولوی مجد سعید الدین حسین (مصنف مناظرہ طریقت ،

مطبوعہ) ، مولوی محمد نعیم المعروف بہ مسکین شاہ ۔ [ماخوذ از احوال العارفین از محمد قطب الدین و محمد خلیل الرحمن ، مطبوعہ دکن ۱۳۱۷ھ] شاہ سعد اللہ دولوں پاؤں سے معذور تھے ، ان کے مزار پر گنبد ہے جو افضل الدولہ مذکور کے استاد محمد حسین مذکور نے تعمیر کرایا ۔ (مکتوب جناب محمد اکبر الدین صدیقی بنام محمد اقبال مجددی مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۷۸ء) ۔

۱۷۷- مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ، ص ۶۸ ۔

۱۷۸- ایضاً ۔

۱۷۹- حضرت شاہ غلام علی ، میر متقی (مرسید احمد خان کے والد) کے خاندان میں جب بھی کوئی بیمار ہوتا تو سلب مرض کے لیے مرزا عبدالغفور کو بھیجا کرتے تھے ۔ لکھا ہے ”جب میر متقی اور ان کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو مرزا غفور بیگ صاحب خورجوی کو . . . سلب مرض کے لیے ان کے مکان پر بھیجتے اور وہ ہمیشہ جب تک کہ بیمار کو صحت نہ ہوتی برابر آتے تھے ۔

(حالی ، الطاف حسین : حیات جاوید ، کاپور ، ۱۹۰۱ء ، ص ۱۸) ۔

۱۸۰- متن میں ان کی نسبت خورجوی تحریر ہے جو سہو کتابت ہے یا اس کا قدیم تلفظ تھا ۔ ان ایام میں یہ نسبت خورجوی مستعمل ہے جس سے مراد ہے قصبہ خورجہ کا باشندہ ۔ قصبہ خورجہ بلند شہر سے بجانب جنوب دس میل ، علی گڑھ سے بطرف شمال تیس میل اور دہلی سے جنوب مشرق میں پچاس میل کے فاصلے پر ہے ۔

(Storey : *Persian Literature*, vol. I, part I, p. 756).

Imperial Gazetteer of India, vol. XV, pp. 296 - 97,

vol. III, p. 245.

۱۸۱- احوال کے لیے ملاحظہ ہو ، ضمیمہ حاضر فصل ہذا ۔

۱۸۲- ایضاً ۔

۱۸۳- ایضاً ۔

۱۸۴- مرزا عبدالغفور نے حضرت میرزا مظہر جان جاناں سے بھی کسب سلوک کیا تھا (حیات جاوید ، ص ۱۸) ۔

۱۸۵- ملفوظات سے مراد درالمعارف ہے جو ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء کے سخنان پر مشتمل ہے۔ درالمعارف دہلی، ملتان اور ترکی سے چھپ چکی ہے (مقدمہ کتاب ہذا، ص ۱۷۶)۔

۱۸۶- یہ مجموعہ مکاتیب ۱۲۳۱ھ میں مرتب ہوا "مظہر عجائب" سے سال ترتیب برآمد ہوتا ہے جو مکاتیب شریفہ کے نام سے مدراس (ہندوستان)، لاہور اور ترکی سے شائع ہو چکا ہے۔ (مقدمہ کتاب ہذا، ص ۱۷۵)۔

۱۸۷- مقامات حضرت شاہ غلام علی سے مراد جواہر علویہ ہے۔ جو دیگر نقشبندی مشائخ کے مجمل حالات کے علاوہ حضرت شاہ غلام علی کے مفصل مقامات، سخنان، ملفوظات وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔ متن فارسی ابھی تک طبع نہیں ہوا فقط اردو ترجمہ لاہور سے ۱۹۱۹ء میں چھپا تھا۔ ر۔ ک حاشیہ نمبر ۷

۱۸۸- فقہ میں ان کے کئی رسائل ہیں ان میں سے ارکان الاسلام مطبع نظامی کالہور (اردو) طبع ہو چکا ہے۔ تفسیر رؤف کے علاوہ ایک رسالہ تفسیر تبارک الذی کا خطی نسخہ کتب خانہ رضا، رام پور میں ہے (عرشی: فہرست مخطوطات اردو، ص ۲۲)۔

۱۸۹- اردو و فارسی میں حضرت رافت کی کئی اہم منظوم تصانیف موجود ہیں۔ شعراء کے تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو خوب سراہا ہے۔ بقول نساخ فارسی میں ایک دیوان اور ریختہ میں چھ دیوان اور ہر فن میں ان کے ایک دو رسالے یادگار ہیں، جمیع اصناف سخن پر قادر تھے۔ (سخن شعراء، ص ۱۸۷)

۱۹۰- یعنی شاہ رؤف احمد بن شاہ شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین بن زین العابدین ابن خواجہ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم۔

۱۹۱- وفات حضرت شاہ ابو سعید مجددی، ۱۲۵۰ھ مراد ہے۔

۱۹۲- حضرت شاہ رؤف احمد کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ آپ کے شاگرد عبدالغفور نساخ نے ۱۲۴۹ھ لکھا ہے۔ (سخن شعراء، ص ۱۷۷)۔

شاہ رؤف احمد ، عالم ، مفسر ، فقیہ ، مدرس ، شاعر اور
کثیر التصانیف تھے ۔ ملاحظہ ہو : اردو ادب میں بھوپال کا حصہ
مولفہ سلیم حامد رضوی ۔ جواہر علویہ (خود نوشت حالات) ،
ص ۲۳۴ - ۳۰۹ - سخن شعراء ، ص ۱۸۷ - تذکرہ کاملان رام پور ،
ص ۱۳۳ - ۱۳۷ - نزہۃ الخواطر ۱/۷ - مناقب احمدیہ و مقامات
سعیدیہ ، ص ۵۳ - یلملم کے محل وقوع کے لیے دیکھیے ، معجم البلدان ،
۳۳۱/۵ -

۱۹۳ - شاہ خطیب احمد کی ولادت ۱۲۲۴ھ میں بمقام بھوپال ہوئی ، ان
کے دو بیٹے محمد ابوالبرکات (ف ۱۲۸۶ھ) ، عبداللہ عرف ابو احمد -
انہی کی اولاد میں سے حافظ عبداللہ عرف حضرت ابو احمد اپنی
آہائی خاتماہ بھوپال میں سجادہ نشین تھے (انساب الانجاب ، ص ۱۱۳) -
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : خزینۃ الاصفیاء ۱/۷۰۷ - ۷۰۸ -
نزہۃ الخواطر ۱/۱۵۹ - ابوالحسن علی ندوی : صحبتے با اہل دل -

۱۹۴ - یعنی شاہ عبد الرحمن بن شاہ سیف الرحمن بن شیخ کلمۃ اللہ بن خواجہ
سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی
قدس اسرارہم - (ہدیہ احمدیہ ، ص ۸۳ - انساب الانجاب ، ص ۴۱)

۱۹۵ - حضرت شاہ سیف الرحمن ۱۱۶۶ - ۱۲۵۱ھ (ایضاً) -

۱۹۶ - سندھ ، پاکستان کا بلدہ اکھوڑہ مراد ہے جو ان دنوں خیبرپور ، سندھ
میں کھوڑہ کے نام سے مشہور ہے - (انساب الانجاب ، ص ۴۱)

۱۹۷ - حضرت شاہ عبد الرحمن کی ولادت ۱۱۹۴ھ میں ہوئی (ایضاً ،
ص ۱۳) - ہدیہ احمدیہ ، ص ۸۳) - علوم عقلی و نقلی ، فقہ و حدیث
تفسیر اور تصوف کے جامع تھے - جالندھر (پنجاب) میں
صاحب ارشاد تھے جہاں ان کے بکثرت مریدین تھے ، انہیں دواہ
جالندھر میں قبول عام حاصل تھا - (خزینۃ الاصفیاء ۱/۷۰۴)
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :

(۱) رافت ، رؤف احمد : جواہر علویہ ، ص ۲۳۸ -

(۲) غلام سرور ، مفتی : خزینۃ الاصفیاء ۱/۷۰۴ -

(۳) احمد مکی : ہدیہ احمدیہ ، ص ۸۳ -

(۴) محمد حسن جان مجددی : انساب الانجاب ، ص ۴۱ -

۱۹۸۔ حالات کے لیے ملاحظہ ہو فصل خلفائے حضرت مظہر -
(مقاماتِ مظہری، ص ۳۲۰ - ۳۲۱)

۱۹۹۔ حضرت شاہ غلام علی کے دو مکاتیب ان کے نام ہیں۔ مکتوب نمبر ۸ اور ۱۰۵ اور آپ کا ایک مکتوب (نمبر ۳۲) ان کی والدہ محترمہ کے نام بھی ہے۔ (مکاتیب شریفہ، ص ۳۶، ۷۰، ۱۳۸)

۲۰۰۔ شیخ بڈھن، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید تھے۔ پٹانچ میں مولانا نعیم اللہ مذکور کے مزار کے قریب دفن ہیں۔ (آئینہ اودھ، ص ۱۳۵)

۲۰۱۔ مولوی بشارت اللہ کے ایک صاحبزادے ابوالحسن، آئینہ اودھ کی تالیف ۱۳۰۵ھ کے وقت بقیہ حیات اور مولوی نعیم اللہ مذکور کے مزار کے متولی تھے۔ (ایضاً، ص ۱۳۵)

۲۰۲۔ مولوی کرم اللہ کے والد کا نام عبداللہ تھا (نزہۃ الخواطر ۷/۳۹۳)۔

۲۰۳۔ مولوی فخر الدین سے مراد غالباً حضرت فخر جہاں شاہ فخر الدین دہلوی (ف ۱۱۹۹ھ) ہیں۔

۲۰۴۔ مولوی کرم اللہ کے سال وفات میں اختلاف ہے۔ حدائق العنقیہ اور تذکرہ علماے ہند میں ۱۲۵۸ھ لکھا ہے جو بے سند ہے۔ نزہۃ الخواطر (۷/۳۹۳) نے بحوالہ حدیقۃ الاحمدیہ ۱۲۵۲ھ دیا ہے جسے ہم نے ترجیح دی ہے۔

ان کی ولادت و پرورش دہلی میں ہوئی علوم ظاہری کی تحصیل حضرت شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ سے کی اور شاہ رفیع الدین سے بھی تلمذ تھا۔ ۳۳ سال کی عمر میں حج سے واپس آ کر خلق کثیر کو فیض یاب کیا۔ سورت میں دفن ہیں۔ (نزہۃ الخواطر ۷/۳۹۳)

۲۰۵۔ مولوی کرم اللہ کے والد مولانا عبداللہ بھی ذی علم اور اس درجہ کی شخصیت کے مالک تھے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی کے دیباچہ میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں :

”۱۲۰۸ھ میں فخرالصلت والدین شیخ مصدق الدین عبداللہ کے جنب شوق کے نتیجہ میں نے سورہ فاتحہ

اور اخیر کے دو پاروں کی تفسیر املا کرائی اور الہوں نے قلم بند کیا۔ (تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند ۱/۶۱) ہم نے ملفوظات شریفہ کے حواشی، (ص ۱۰۰) میں خود مولوی کرم اللہ کو اس تفسیر کا محرک لکھ دیا ہے، جو صریحاً غلط ہے۔

۲۰۶۔ مولانا خالد نے حضرت شاہ عبدالعزیز سے صحاح ستہ کی اجازت بھی لی تھی۔ (محمد بن عبداللہ: البہجۃ السنیہ، ص ۸۲)

۲۰۷۔ بعض قصائد ضمیمہ ہذا کی اسی فصل میں شامل ہیں نیز مولانا خالد کا فارسی دیوان ترکی سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۲۰۸۔ حالات کے لیے اسی فصل کا صفحہ ۶۱۹ ملاحظہ کریں۔

۲۰۹۔ مولانا خالد ۱۲۲۴ھ میں درس و تدریس ترک کر کے وطن سے روانہ ہوئے اور ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء میں دہلی پہنچے۔ (البہجۃ السنیہ، ص ۸۰)۔

۲۱۰۔ حضرت شیخ محمد عابد سناسی کے حالات مقامات مظہری، (ص ۲۴۸ - ۲۵۲) میں ملاحظہ کریں۔

۲۱۱۔ ۱۲۳۱ھ تک مولانا خالد کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ تھی اور عالم اسلام کے ایک ہزار متبحر عالم ان سے فیض یاب ہو چکے تھے۔ (درالمعارف، ص ۶۵)

۲۱۲۔ مولانا خالد کے قیام بغداد (۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء) کے دوران ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ایک ہزار صاحب تصنیف علماء ان کے حلقہ ہگوش ہو کر ہمہ وقت سامنے کھڑے رہتے تھے۔ (عریضہ مولانا خالد مشمولہ درالمعارف، ص ۷۰)۔

ایک اور عریضے میں مولانا کہتے ہیں ایک ہزار متبحر عالم داخل طریقہ ہو کر میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور ایک لاکھ "مردمان" مجھ سے بیعت ہو چکے ہیں۔ (ایضاً، ص ۱۰۸)

۲۱۳۔ مولانا خالد اور حضرت شاہ غلام علی کے مابین مراسلت بھی تھی حضرت شاہ غلام علی کے ان کے نام تین مکاتیب ملتے ہیں۔ (مکاتیب شریفہ نمبر ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰)

۲۵۱- حضرت شاہ غلام علی کے لاتعداد خلفاء تھے۔ اگرچہ مولف
 ضمیمہ ہذا نے جواہر علویہ میں شامل خلفاء کی فہرست میں ان
 حضرات مولوی عبدالرحمن شاہ جہاں پوری، سید احمد کردی،
 محمد منور، میاں اصغر، میاں قمرالدین پشاوری اور محمد شیر خان کے
 ناموں کا اضافہ کیا ہے لیکن ان کے علاوہ بھی تذکروں میں کئی
 ایسے اصحاب کے اہماء ملتے ہیں جو حضرت شاہ غلام علی سے
 فیض یافتہ تھے اور عرب و عجم میں مصروف تلقین و ارشاد تھے۔
 مولانا سید ابوالقاسم ہسوی (ف ۱۲۶۶ھ) مولف مآثر الابرار اور ان
 کے لڑکے شاہ عبدالسلام ہسوی، حضرت شاہ احمد سعید کے خلیفہ
 تھے (پشت نامہ ہسوی، ص ۹، نزہۃ الطواغر ۱۹/۲) ہم نے اپنی
 زہر تالیف کتاب احوال و افکار حضرت مظہر میں ان کی فہرست
 دی ہے۔

ضمیمہ جات

مرتبہ

مجد اقبال مجددی

- ضمیمہ دوم : آبا و اجدادِ حضرتِ مظہر
سوم : حضرتِ مظہر کے معاصرِ ملاطینِ مغلیہ
چہارم : فرہنگ اصطلاحاتِ تصوفِ شاملِ مقاماتِ مظہری

ضمیمہ دوم

اجدادِ حضرتِ مظہر :

حضرتِ مظہر نے اپنے مختصر حالات زندگی ایک مکتوب میں لکھے تھے جو مقاماتِ مظہری میں شامل ہے۔ ان میں سے امیرِ بجنون خان قاقشال اور بابا خان قاقشال جو دونوں بھائی اور مغلیہ حکومت کے معزز عہدیدار تھے، کے حالات قدرے تفصیل سے لکھے جا رہے ہیں۔ حضرتِ مظہر بابا خان کی اولاد میں سے تھے۔

امیرِ بجنون خان قاقشال :

امیرِ بجنون خان، علوی سادات میں سے تھے چونکہ آٹھویں صدی ہجری میں اس خاندان کے ایک فرد کا سلسلہ ازدواج ترکستان کے قبیلہ قاقشلان سے ہو گیا تھا اور یہ اس علاقے کے حاکم بھی بن گئے تھے؟ اس لیے اس کے بعد انہیں ”خانِ قاقشال“ کہا جانے لگا۔

جب ہایوں بادشاہ اپنی گھوٹی ہوئی سلطنت شاہ ایران کی مدد سے واپس لینے کے لیے ہندوستان آیا تو ان دونوں بھائیوں (بجنون اور بابا خان) کو ہمراہ ہندوستان لے آیا۔ والدہ کی طرف سے ان بھائیوں کا سلسلہ نسب امیر تیمور پر ختم ہو جاتا ہے۔

ہایوں کی وفات کے بعد اکبر کے زمانے میں اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔ عارف قندھاری نے بجنون خان کو عمدۃ الامراء لکھا ہے :

عمدۃ الامراء فی الدورانِ بجنون خان کہ ہمراہ نواب
خان خانان در بکسر بود

ہابیوں کے عہد میں نارنول کی جاگیرداری پر مقرر ہوئے، اکبر کے عہد میں مالک پور کی جاگیر ملی۔ خان زمان کی بغاوت فرو کرنے کے دوران وہ اکبر بادشاہ کے ہمراہ تھے۔ اور ”شائستہ خدمات“ انجام دیں۔ چودھویں سال جلوس اکبر (۱۵۶۸ء) میں شاہی حکم کے مطابق وہ کالنجر کے قلعہ کے محاصرہ پر مقرر ہوئے، اس فتح کے بعد وہاں کی حکومت بھی مجنون خان کو سونپ دی گئی۔ سترھویں سال جلوس اکبری (۱۵۷۱ء) میں وہ گورکھپور کی فتح کے لیے خان خانان کے ہمراہ بھیجے گئے۔

۱۵۷۵/۸۹۸۲ء میں تسخیر بنگال کے دوران وہ خان خانان کے ساتھ تھے۔ مجنون خان نے علاقہ گھوڑا گھاٹ ۵ (بنگال) میں بہت لڑائیاں لڑیں اور بہادری دکھائی۔ حدود ۱۵۷۶/۸۹۸۳ء میں مجنون کا انتقال ہوا۔ طبقات اکبری میں ہے کہ ان کا منصب پانچ ہزاری تھا اور مائٹرا مرہا میں ہے کہ تین ہزاری اور پانچ ہزار سوار ان کے ملازم تھے ۶۔

مجنون خان کا لڑکا جباری بیگ تھا جس کی شادی سلیمان خان منگل کی لڑکی سے ہوئی تھی ۷۔ جباری خان کے ایک پوتے محمد براری امی بن محمد جمشید بن جباری خان بن مجنون خان کی ایک کتاب عقول عشرہ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے کتب خانہ (حیدرآباد، سندھ) میں موجود ہے ۸۔ مجنون خان کے حالات اور سہیات کا تذکرہ عہد اکبری کی دیگر کتب تاریخ میں بھی ملتا ہے ۹۔

بابا خان :

انہی بھائی مجنون خان کی طرح بابا خان بھی عہد اکبری کی سہیات میں پیش پیش رہے۔ حتیٰ کہ اکبر بادشاہ کے ہمراہ بعض معرکوں میں شرکت بھی کی ۱۰۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ گھوڑا گھاٹ (شہابی بنگال) قاشالوں کو جاگیر میں دیا گیا تھا۔ اور بھائی کے انتقال کے بعد اس خالوادہ کے کارکن بابا خان ہی تھے۔ جب گھوڑوں کو داغنے کا قانون رائج ہوا تو پیش کاروں نے لالچ اور ہوس کا مظاہرہ کیا، چنانچہ بابا خان نے بنگالہ کے صوبیدار مظفر خان سے کہا کہ میں ستر ہزار روپے

بطور لذرکار پردازوں کو دے چکا ہوں اور ابھی تک سو سواروں کے داغ نہیں ہوا ہے ، اس نے اس کا کوئی تدارک نہیں کیا ۔

جب چوہیسویں سالِ جلوسِ اکبری میں اسی وجہ سے معصوم خان کابلی نے بہار کے چند جاگیرداروں کے ساتھ مل کر بغاوت کی تو بابا خان نے بھی ، جو پہلے سے موقع کی تلاش میں تھے ، ہنگالہ کے کچھ جاگیرداروں کے ہمراہ آگے بڑھ کر بغاوت کا اظہار کیا ۔ باغیوں نے بہت تباہی مچائی ۔ اگلے سال باغیوں نے مظفر خان مذکور کو قتل کر ڈالا اور پورے علاقہ پر ان کا قبضہ ہو گیا ۔ علاقے آپس میں تقسیم ہوئے ، عہدے اور خطاب بھی تجویز کیے گئے بابا خان نے ”خان خانان“ اپنا خطاب مقرر کر کے صوبہ ہنگالہ کی حکومت خود سنبھال لی — اور اسی سال سرطان کی بیماری میں انتقال کیا ۱۱ ۔ لیکن مولوی نعیم اللہ بھڑانچی نے بابا خان کی بغاوت کا یہ سبب بتایا ہے کہ چونکہ اکبر نے اپنے پچیسویں سال جلوس میں دین و اسلام سے انحراف کیا تھا اس لیے بابا خان نے بغاوت کر دی ۱۲ ۔ ان کا یہ بیان کتب تاریخ کی روشنی میں صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا ۱۳ ۔

اس بغاوت کے جرم میں اس خاندان کے لیے اعلیٰ مناصب کے دروازے بند ہو گئے ۱۴ ، لیکن یہاں یہ سمجھنا غلط فہمی ہوگی کہ انہیں سرکاری ملازمت ہی نہیں ملتی تھی ، بعض تذکرہ نویسوں مثلاً خوش گو کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے ۱۵ ۔ خود حضرت مظہر کا بیان ہے کہ ”سلاطین گورکانیہ کی خدمت و رفاقت اس خاندان کا شعار تھا ۱۶“ ۔ بقول مولوی نعیم اللہ بھڑانچی ، حضرت مظہر کے پردادا میرزا محمد امان کی شادی اکبر بادشاہ کی لڑکی سے ہوئی تھی ۱۷ صاحب مقاماتِ مظہری نے اسی لیے امیر عبدالسبحان کو دو واسطوں سے اکبر کا نواسہ بتایا ہے ۱۸ ۔ اس طرح مرزا عبدالسبحان بھی شاہی منصب پر فائز تھے ۔ خود حضرت مظہر کے والد اورنگ زیب کے منصب دار تھے ۱۹ ۔

خواشی

۱- مقاماتِ مظہری فصل مکاتیب (مکتوب اول، ص ۴۷۴) و فصل چہارم در سلسلہٴ نسب، ص ۲۵۹ - ۲۷۹ -

۲- یہ ترکستان کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ بقول بلوخیان :

“Name of a Turkish Clan, Like the Uzbaks.”
Ain-i-Akbari, vol. I, p. 399, f. n.

فرشتہ نے اس قبیلے کا نام خاکشال لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو :
تاریخ فرشتہ کا انگریزی ترجمہ

Briggs : History of the Rise of the Muhammadan Power in India, Lahore, 1977, vol. VI, p. 585.

۷- مظہر : مکتوب اول شامل مقاماتِ مظہری۔ لیکن خوشگو نے ”سفینہٴ خوشگو“ میں لکھا ہے کہ حضرت مظہر بنون خان کی اولاد سے تھے۔ حضرت مظہر کے اپنے بیان کی موجودگی میں خوشگو کی تحریر کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ (قریشی : میرزا مظہر، ص ۲۷)۔

۸- قندھاری، حاجی محمد عارف : تاریخ اکبری مرتبہ امتیاز علی عرشی، رام پور، ۱۹۶۲ء، ص ۸۶ -

۵- تفصیل کے لیے دیکھیے غلام حسین سلیم : ریاض السلاطین، مطبوعہ ایشیائیٹک سوسائٹی آف بنگال، ۱۹۸۰ء، ص ۴۷، ۵۶، ۲۱۸، ۲۲۹ -

۶- مصباح الدولہ : مائراامراء ترجمہ محمد ایوب قادری، لاہور، ۱۹۷۰ء، ص ۱۷۹/۵ - ۱۹۲ -

۷- ایضاً، ۱۸۱/۴ -

- ۸- سراج احمد خان : مکتوبات امام ربانی کی دینی اور معاشرتی اہمیت -
حیدر آباد ، سندھ ، ۱۹۷۷ء ، ص ۳۶۷ -
- ۹- ملاحظہ ہو : اکبر نامہ ۱۳۱/۳ - طبقات اکبری ۴۴/۲ آئین اکبری
۲۸۱/۱ انگریزی ترجمہ بلوخان ۳۳۹/۱ (بامداد اشاریہ) -
تاریخ اکبری از عارف قندھاری (بامداد اشاریہ) منتخب التواریخ ۹۵/۲ -
۱۰ بعد (و انگریزی ترجمہ بامداد اشاریہ) - مآثر لامراء ۱۷۹/۳ - ۱۸۲ -
ذخیرۃ الخوانین ۲۱۸/۱ - تذکرہ ہایوں و اکبر (بامداد اشاریہ) -
ایلیٹ : تاریخ ہند ، جلد پنجم ، ص ۲۹۷ - ۲۹۸ (بامداد اشاریہ) ،
صحتہ : اکبر دی گریٹ ، ص ۷۲ -
- ۱۰- ابوالفضل : اکبر نامہ ، جلد سوم ، کلکتہ (بامداد اشاریہ) ، لیز
مآثر لامراء ۳۸۹/۱ -
- ۱۱- ضمیمہ الدولہ : مآثر لامراء ۳۸۹/۱ - ۳۹۰ (اُردو ترجمہ) -
تذکرہ ہایوں و اکبر ص ۲۹۳ ، ۳۳۱ ، تاریخ اکبری ، ص ۱۸۹ - ۱۹۴
(تعلیقات ، ص ۴۶۵) - منتخب التواریخ ۲۸۰/۲ (و انگریزی ترجمہ ،
جلد دوم ، بامداد اشاریہ) اور آئین اکبری جلد اول انگریزی ترجمہ
بلوخان (نوٹ نوٹ ، ص ۳۹۹) - جباری خان بن مجنون خان نے بھی
۹۹۰ (۲۷ جلوس اکبری) میں صوبہ بہار میں بغاوت کی اور
حاجی پور پر تصرف کر لیا - (اکبر نامہ ۳۸۳/۳) لیکن جلد ہی
گرفتار کر لیا گیا - ۵۱۰۰۲ (۳۹ سال جلوس اکبر) میں اسے رہائی
ہوئی اور نوازشات بھی کی گئیں (ایضاً ۶۵۰/۳) -
- ۱۲- نعیم اللہ بھڑانچی : بشاراتِ مظہریہ ، ورق ۱۶ ب -
- ۱۳- قریشی : میرزا مظہر اور ان کا کلام ، ص ۲۵ -
- ۱۴- مظہر : مکاتیب ، مکتوب شامل مقاماتِ مظہری ، ص ۴۷۴ -
- ۱۵- خوشگو : سفینہٴ خوشگو ، ص ۳۰۱ -
- ۱۶- بھڑانچی : معمولات ، ص ۱۴ -
- ۱۷- ایضاً -
- ۱۸- مقاماتِ مظہری ، ص ۲۵۹ -
- ۱۹- مقاماتِ مظہری فصل چہارم کے حواشی میں والد حضرت مظہر
کے مفصل حالات ص ۲۶۰ ، ۲۷۱ ، ۲۷۳ ملاحظہ ہوں -

ضمیمہ سوم

حضرت مظہر کے معاصر سلاطین مغلیہ

- حضرت مظہر کی ولادت ۱۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء اور وفات ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۰ء میں ہوئی تھی۔ اس دور میں حسب ذیل سلاطین مغلیہ تخت نشین ہوئے:
- (۱) اورنگ زیب عالمگیر ۱۰۶۸ - ۱۱۱۸ھ/۱۶۵۸ - ۱۷۰۷ء
 - (۲) بہادر شاہ اول ۱۱۱۸ - ۱۱۲۳ھ/۱۷۰۷ - ۱۷۱۲ء
 - (۳) جہاندار شاہ (معزالدین) ۱۱۲۳ - ۱۱۲۵ھ/۱۷۱۲ - ۱۷۱۴ء
 - (۴) فرخ سیر ۱۱۲۵ - ۱۱۴۱ھ/۱۷۱۳ - ۱۷۱۹ء
 - (۵) نکوسیر ۱۱۴۱ھ/۱۷۱۹ء
 - (۶) رفیع الدرجات ۱۱۴۱ھ/۱۷۱۹ء [سوا تین ماہ]
 - (۷) محمد شاہ ۱۱۴۱ - ۱۱۶۱ھ/۱۷۱۹ - ۱۷۳۸ء
 - (۸) احمد شاہ ۱۱۶۱ - ۱۱۶۷ھ/۱۷۳۸ - ۱۷۵۳ء
 - (۹) عالمگیر ثانی ۱۱۶۷ - ۱۱۷۴ھ/۱۷۵۳ - ۱۷۵۹ء
 - (۱۰) شاہ عالم ثانی ۱۱۷۴ - ۱۲۲۱ھ/۱۷۵۹ - ۱۸۰۶ء

ضمیمہ چہارم

اصطلاحات تصوف شامل مقامات مظہری

مخلفات :

- اس فرہنگ کی تیاری کے لیے مفصلہ ذیل کتابیں پیش نظر رہی ہیں :
- اجمیری = مصطلحات علوم و فنون عربیہ از محی الدین غازی
اجمیری ، کراچی ، ۱۹۷۸ء
- دستور = دستور العلماء از قاضی عبدالنبی احمد لکری ، بیروت ،
۱۹۷۵ء (۴ جلد)۔
- دفاعیات = رسالہ شکوی الغریب از ابن القضاة ہمدانی ، ترجمہ
قاسم انصاری ، تہران ، ۱۳۹۵ ش۔
- رسالہ قدسیہ = قدسیہ [ملفوظات حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند] از
خواجہ محمد ہارما بخاری ، مرتبہ احمد طاہری عراقی ، تہران ،
۱۹۷۰ء ، و مرتبہ ملک محمد اقبال ، راولپنڈی ۔
- و۔ ک = رجوع کنید بان ۔
- مٹینکاس = فرہنگ فارسی بہ انگریزی ، طبع لاہور ، ۱۹۸۱ء
- سجادی = فرہنگ لغات و اصطلاحات و تعبیرات عرفانی ال
جعفر سجادی ، تہران ، ۱۳۵۴ ش

نوٹ : اس فہرست میں شامل بعض کتابوں کی تفصیل ”ماخذ مقدمہ و حواشی“
میں ملاحظہ کریں ۔

- سردلبران = سردلبران [اصطلاحات تصوف] از سید محمد ذوق، کراچی،
۱۳۰۰ھ
- شرح منازل = شرح منازل السائرین از عبدالرزاق کاشانی، تہران،
۱۴۱۵ھ
- صراح = صراح از جمال القرشی (لغت عربی بفارسی)، نولکشور،
لکھنؤ، ۱۸۹۸ھ
- کاشانی = اصطلاحات الصوفیہ مرتبہ سپرنگر، لاہور، ۱۹۷۳ھ
- کشاف تہالوی = کشاف الاصطلاحات الفنون از محمد علی تہانوی، بیروت،
خیاط، ۱۹۶۶ھ
- لسان العرب = لسان العرب از ابن منظور تکملہ اصطلاحات علمیہ از
مجلس محققین، بیروت۔ [اس کی جلد چہارم بطور تکملہ
ہے یہ جلد اصطلاحات کی ایک دائرۃ المعارف ہے]۔
- متن = بعض ایسے الفاظ جن کے معانی مروجہ کتب اصطلاحات
میں نہیں مل سکے۔ ہم نے مقامات مظہری کے "متن" سے
ان کا مفہوم اخذ کیا ہے۔
- مکتوبات = مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی مرتبہ مولانا نور احمد
امرٹسری، طبع عکسی، استانبول، ۱۹۷۷ھ
- منہی = منہی الارب (لغت عربی بفارسی) از عبدالرحیم صبی پوری،
چار جلد، لاہور، ۱۹۲۵ھ
- لفائس = لفائس الفنون فی عرایس العیون از شمس الدین آملی،
ترتیب و تلخیص بہروز ثروتیان، تبریز، ۱۹۷۳ھ

فرہنگ اصطلاحات

الف

آدمی المشرب - تجلی فعلی (ر - ک بان) اور فنائے قلب کا عمل - اس لطیفہ کی ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہے - (مکتوبات حضرت مظہر ۲۴)

ابراہیمی المشرب - اس میں مالک اپنی صفات کو مسلوب پاتا ہے اور حق تعالیٰ سے منسوب کرتا ہے - اس حالت کو تجلی صفات کہتے ہیں - اس لطیفہ کی ولایت زیر قدم حضرت ابراہیم ہے - (مکتوبات حضرت مظہر ۲۴)

الصال بے کیف - محبوب اور محب کے وصال اور فنائے محب کے بعد مشاہدہ - یہاں الصال شہودی مراد ہے - (شرح منازل السائرین ۲۰۶)

اثباتِ خیریت - نفی حق و اثباتِ غیر - (رسالہ قدسیہ ، طبع ملک اقبال ۱۴۹)

اثر - اسماء و صفات کے جہاں و کمال کے مظاہر - (سر دلبران ۴۲)

احادیثِ صریحہ - مرتبہ لا تعین ، مرتبہ سلب صفات ، خالص ذات ، وجود بحت ، اول لا نہایت ، آخر لا ہدایت - (سجادی : فرہنگ لغات و تعبیرات عرفانی ۱۷ ، سر دلبران ۲۰۰ ، ۲۴۹ ، ۲۴۷ ، ۲۴۹)

- احسان** - وہ مقام ہے جس میں بندہ خدا کے اسما و صفات کے آثار دیکھتا ہے۔ (سر دلبران ۴۲)
- احوالِ تازہ** - مواہب فائضہ بندے پر رب کی طرف سے یا بہ جزائے اعمال نیک بہ سبب تزکیہٴ نفس و تصفیہٴ قلب یا محض امتنان۔
- اذواق** - وہ حالت جو کلام محبوب من کر طالب میں پیدا ہوتی ہے۔ مشاہدہٴ حق کا پہلا اثر ذوق ہے۔ صوفیہ نے درجہٴ اول کے شہود کو ذوقی کا نام دیا ہے۔ (سر دلبران ۱۷۰، سجادی ۲۲۳)
- اربابِ کشف** - وہ اصحاب جو مشاہدہٴ حق اور اس کی تجلی میں تکرار نہیں کرتے۔ (سجادی ۳۳)
- اربابِ جہل** - طالبوں کی وہ قسم جو طلب میں مردہ دل اور ادراک حقائق سے عاری ہو۔ (ر۔ ک جہل)
- استغراق** - ذکر حق میں حصول فنا کا نام۔ (سجادی ۳۷ - ۳۸)
- استہلاک** - ہر وقت مشاہدہٴ جمال الہی میں ڈوبے رہنا، اپنی ذات کو ذاتِ حق میں مستہلک پانا۔ (لسان العرب ۸۲۱/۴)
- امتیلائی غیب** - (ر۔ ک غیبت)
- اسرارِ توحید** - وحدانیت کا علم مع اقسام توحید۔ (سجادی ۱۴۱، لسان العرب ۸۸۹/۳)
- اسما و صفات** - اسم اس لفظ کو کہتے ہیں، جس سے حق تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا جائے اور وہ اشارہ اس کی ذات سے ہو یا صفت سے۔ (سجادی ۴۱ - سر دلبران ۴۷)
- اسما و صفات** - اسامی و صفات
- اسما و صفات** - اسامی و صفات
- اسم صغیر** - انسان کا خلق اور امر کا جامع ہو کر اس اسم کا مستحق ہونا۔

- اسم الظاہر - ظہور حق کو اسم الظاہر سے تعبیر کرتے ہیں -
(از اسم ذات)
- اھرائ خواطر - دلوں کے بھید جاننا ، کشف قلوب - (سجادی ۳۹۱)
- اصطفاء - ایک مقام سے دفعتاً دوسرے مقام پر فائز ہونا ،
منتخب کر لینا - (سجادی ۴۷)
- الصحلل - فنا ہونا ، نیستی ، وارفتگی - (لسان العرب ۵۴۶/۲)
- اھدام - اعیانِ ثابتہ جو علم حق تعالیٰ میں تو موجود ہیں
لیکن خارجاً معدوم ہیں -
(سر دلبران ۲۵۳ ، شینگاس ، فارسی ۷۴)
- اھدام اھالیہ - جن پر آثار و احکام کا تحقق ہو - جو فیضانِ وجود
کے بعد وجود کا صالح ہو - (اجمیری ۱۹۹)
- اعیان ثابتہ فی العلم - حقائق ممکنات جو علم حق تعالیٰ میں ہیں -
(قول سید شریف - دستور ۱۳۸/۱)
- اعیانِ خارجیہ - موداتِ ذہنی کے مقابلے میں موجوداتِ خارجی مراد
ہیں اور صورِ علمیہ جو کہ اعیانِ ثابتہ ہیں ر - کہ
اعیانِ ثابتہ (فرہنگ معارف اسلامی از سجادی ۲۵۰) -
- الافہ کالات - متاہت کا ایک درجہ جو صرف محبت سے متعلق ہے -
حالتِ صحو -
- القاء - وارداتِ ربانی سے عبارت ہے - (سجادی ۵۶)
- امر التزاحی - وجود بمعنی کون اور حصول بھی ہے جسے امر
انتزاعی کہتے ہیں -
(دستور ۱۴۳/۱ - ۱۴۴ - سر دلبران ۷۶)
- امکان - موصوف کے لیے کسی صفت کی نسبت کا غیر ضروری
ہونا - (اجمیری ۵۹ - ۶۰ ، دستور ۱۶۴/۱)
- اا - اشارہ ہے مرتبہ وحدت اور حقیقتِ ہدی کی طرف
کہ ہرزخ اور جامع ہے - اس کو علم مجمل اور تعین
اول بھی کہتے ہیں - (سر دلبران ۷۸)

- انا الشمس - صوفی کی نظر اپنی جہت اور اپنے انوار مستعار پر پڑے تو وہ انا الشمس کا دعویٰ کرتا ہے ۔
- انوار جمعیت - ہمت کو مجتمع کرنا اور اپنی توجہ سونے حق کرنے سے جو انوار حاصل ہوں ۔ (سجادی ۱۵۷ ، ۷۱)
- اول الاوائل - مفہوماً لاہوت ہی اول الاوائل ہے ۔ (عبقات)
- اولیائے عزلت - ایسے افراد جنہوں نے القطار از ماسوا کر لیا ہو ۔ اولیائے مستور ، (سر دلبران ۱۷۳)
- اولیائے عشرت - اولیائے ظاہر ۔ حالت شعور میں لذتِ حق حاصل ہونا ۔ (سر دلبران ۱۷۳ ، ۲۵۴)
- اولاد - رجال اللہ کی بارہ اقسام میں سے ایک قسم ۔ اولاد چار ہوتے ہیں ۔ (سر دلبران ۱۷۵)

ب

- ہازگشت - طالبِ بوقت ذکر اپنے دل میں یہ دعا کرے ”اللہی میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے ۔۔۔“ مشائخ نقشبندیہ کی شرائط میں سے چھٹی شرط ہے ۔ (رسالہ قلمیہ ، طبع عراق)
- باطن وجود - ”ہر چیز کا وجود علم میں ثابت ہے“ ۔ اس مرتبہ کو صوفیہ کی اصطلاح میں باطن وجود کہتے ہیں ۔
- بسط - وارداتِ قلبی کے بند ہو جانے کو قبض اور کھل جانے کو بسط کہتے ہیں ۔ (لفائس ۲۱۹)
- بسیط حقیقی - وجود خداوندی ۔ (اجمیری ۷۷ ، دستور ۱/۴۴۸)
- بعد الجمع - نفس کو حقیقتِ فنا ملنے کے بعد اُسے دعوت و ارشاد کا حق مل جاتا ہے اس مقام کو بعد الجمع کہتے ہیں ۔ (سر دلبران ۱۲۸ ، سجادی ۱۵۶)

- بے خطرگی - خطرہ ، ایک قسم کا خطاب ہے جو ضمیر پر وارد ہوتا ہے ۔ بے خطرگی ایسا مقام ہے جب طالب کو نفس مطمئنہ حاصل ہو جائے تو وہ ان خطرات شیطانی سے محفوظ ہو جاتا ہے ۔
(سر دلبران ۱۵۶ ، سجادی ۱۹۴ ، دفاعیات ۹۰)
- بے خودی - مرحلہ " فنا - حالت " سکر - (سجادی ۱۵۸)
- بے رنگی - وحدانیت کا ظہور (متن)
- بیعت مع السام - اپنی جان و مال کو خدا یعنی مالکِ حقیقی کے حوالے کر دینا ۔ احکامِ شرع کی پیروی کے لیے کسی رہنا کے ساتھ پابندی احکام کا عہد کرنا ۔ اس کی اقسام کا متن میں ذکر کیا گیا ہے ۔

ت

- تجلی - ذات و اسماء و صفات و افعال الہی کا کسی پر پڑنے کا نام تجلی ہے ۔ اس کی بہت سی اقسام ہیں ۔
(لقائیں ۶۴)
- تجلی العال - اللہ تعالیٰ صفات افعالی اور صفات ربوبیت سے مالک پر ظاہر ہوتا ہے ۔ تجلی افعالی کے وقت بندہ افعال کی نسبت اپنی طرف نہیں کر سکتا ۔
- تجلی ذات - جب ذات کی تجلی مالک پر ہوتی ہے تو مالک فانی مطلق ہو کر اپنے علم و شعور سے بے تعلق ہو جاتا ہے ، تجلی ذاتی میں اس فنائیت عہد کے بعد بقائے حق سے باقی ہونے کو بقا باللہ کہتے ہیں ۔
- تجلی ذات بہت - بہت کہتے ہیں خالص کو تجلی ذات (ر ۔ ک ہاں) کی تعریف کے پیش نظر اسے فنائیت خاصا کہہ سکتے ہیں ۔

تجلی صفاتی - اس میں مالک حق تعالیٰ کو اُسہاتِ صفات میں متجلی پاتا ہے۔

تجلی صوری - رویت الہی۔

تجلی فعلی - اس میں مالک صفاتِ فعلیہ ربوبیہ میں سے کسی صفت کے ساتھ حق تعالیٰ کو متجلی پاتا ہے۔ اس میں بندے سے قول و فعل و ارادہ سلب ہو جاتا ہے اور وہ ہر چیز میں قدرت کو دیکھتا ہے۔

(سجادی ۱۱۸ ، لفائس ۶۴ ، اجمیری ۸۶)

تنزلات - وجود نے مرتبہ وراء الوراہ سے جن منازل سے علی الترتیب نزول فرما کر کائنات میں گلشن آرائی کی الہیں تنزلات سے موسوم کرتے ہیں۔ جملہ تنزلات شہود میں واقع ہوئے ہیں۔ (سر دلبران ۲۴۲ ، اجمیری ۱۰۴) مقامات مظہری میں کئی مقامات پر تنزل وجوبی ، روحی ، مثالی اور جسدی استعمال ہوا ہے۔

تنزیہ - ذاتِ حق تعالیٰ کا صفاتِ نقص یا صفاتِ ممکنات سے پاک و منزہ ہونا۔ (اجمیری ۱۰۴ ، سجادی ۱۳۶)

تعدد و تکرر - دراصل کثرت شیونات کی وجہ سے ہے۔ ملاحظہ ہو ”شیونات“۔

تعبین - حق تعالیٰ کا اپنی ذات کو پانا۔

(سر دلبران ۱۲۰ ، سجادی ۱۳۰ ، لفائس ۷۳ ،

دستور ۴۲۵/۱)

تعبین امر - وہ عالم جو کہ موجدِ امر سے دفعتاً بے مادہ و مدت کے موجود ہو گیا ، عالم امر ہے۔ (سر دلبران ۲۵۱)

تمکن و ثبات - وہ مقام ہے جس میں مالک مغلوب الحال نہیں ہوتا ، تلوین کا متضاد ہے۔ (لفائس ۷۹)

توجہ - تمام ماسویٰ اللہ سے روگردان ہو کر حق تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونا۔ (سر دلبران ۱۲۲ ، سجادی ۱۴۱)

ج

- جمعیت قلبی - ہمت کو مجتمع کر کے اپنی توجہ سوئے حق کرنا اور
دل کو ماسوی سے کنڈن کرنا - (سجادی ۱۵۷)
- جہل - ”مرگِ دل“ کو صوفیہ گناہتاً جہل سے تعبیر کرتے
ہیں - خواہ سالک نے سالہا سال تک علم حاصل
کیا ہو - (سجادی ۱۶۱ ، اجمیری ۱۱۷)

ح

- حبس نفس - ذکر کے دوران سانس روکنا - (متن)
- حبس المتین - احکام اللہی کی پیروی (قرآن و حدیث) -
- حسن - کلمات ذاتِ احدیت - (سجادی ۱۷۲)
- حسن معطر - حسن کامل ، حسن لازوال ، خالص کلماتِ ذاتِ احدیت -
(ر - ک حسن)
- حصولِ جمعیت - ر - ک جمعیت -
- حضور - قلب کا خلق سے غافل ہو کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں
حاضر ہونا - مقامِ وحدت ، صاحبِ لمح کہتے ہیں کہ
حضور سے مراد حضورِ قلب ہے -
(سر دلبراں ۱۳۳ ، ۱۷۲ ، سجادی ۱۷۴)
- حق - صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں - چنانچہ
”حقِ بسیط“ اسی طرح اصطلاحاً مستعمل ہے -
(سجادی ۱۷۵)
- حقِ نفس - فرائض کی ادائیگی کے لیے بقدر توانائی کھانا کھانا -
(متن)

حقائق - وہ علم ہے جس سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو، حقائق کی کئی اقسام ہیں جن میں حقائقِ سبعہ کا ذکر مقاماتِ مظہری میں شامل ضمیمہٴ شاہ عبدالغنی میں کیا گیا ہے۔

حقائق ممکنات یا حقائق کونی - اعیانِ ممکنات اور کثرتِ حقیقی کو کہتے ہیں۔ (سر دلبران)

حقیقت الحقائق - مراد ذاتِ احدیت ہے۔ ”حقیقتہ کل شیء هو الحق“۔ (سجادی، سر دلبران)

حقیقتِ ہدی - حقیقتِ السانی کی اصل حقیقتِ ہدی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات (۱۲۴/۳) میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔

حقیقتِ حال - طالب کے احوال و واردات (ر۔ ک ہاں) میں بعض اوقات خاص لمعات میں ”غلبہٴ احوال“ سے افانہ ہوتا ہے۔ خصوصاً نماز کے اوقات میں ایسی حالت کو جو غیر استقراری ہو، حقیقتِ حال کہتے ہیں۔ (متن)

خ

خلت - دوستی، مراد ہے حق تعالیٰ کا بندہ کا دوست بننا، خصوصاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرف اشارہ۔ (مکتوباتِ حضرت مجدد میں کئی مقامات پر تشریح)

خیرِ محض - فلاسفہ وجود کو ”خیرِ محض“ تصور کرتے ہیں۔ اور وہ وجودِ صوریہ کے نزدیک ذاتِ مطلق اور مقام جمع الجمع احدیت مطلقہ ہے۔ (سجادی)

- ان دوائر کی تفصیل سے صوفیہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ملاحظہ ہو: سر دلبران ۳۰۰
- دائرة صفات کبریٰ
 - دائرة ظلال و ولایت صغریٰ
 - دائرة ظلال اسما و صفات
 - دائرة ولایت
 - دائرة ولایت علیاء
 - دائمی حضور - ر - ک حضور - حضور میں دوام حاصل ہوا -
 - دائمی حضوری - ایضاً -

- ذکر - اللہ کی یاد - یاد الہی میں جمیع غیر اللہ کو دل سے فراموش کر کے حضور قلب کے ساتھ قرب و معیت حق تعالیٰ کا انکشاف حاصل کرنے کی کوشش کو ذکر کہتے ہیں۔ صوفیہ نے اس کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں۔ (ر۔ ک مکتوب حضرت مظہر نمبر ۱۱ شامل مقامات مظہری)
- چنانچہ ذکر خفی، ذکر جلی، ذکر رابطہ، ذکر قلبی، ذکر لسانی کے معانی اس کتاب میں متعدد مرتبہ بیان ہوئے ہیں۔

- رہط ظلمت - صوفیہ اضافی موجودات کو ظل قرار دیتے ہیں۔ یہ اضافی موجودات اعیان ممکنہ ہیں۔ جو درحقیقت معدومات ہیں۔ لیکن وجود حقیقی کے نور اور فیضان

کے طفیل ان کی ظلیت عدسیت ، ظلی وجود اختیار کر گئی ہے ۔

(دستور ۲/۲۸۷ ، اجیری ۱۹۲)

ربودگی - شیفتگی - (متن)

ربا - محبت خدا میں کسی حالت میں بھی فرق نہ ڈالنا ، خوشی ، غم اور تکلیف میں رضائے الہی پر شاکر رہنا ۔ (متن - سر دلبرائ ۱۷۸)

رویت - کسی چیز کو آنکھ سے دیکھنا کہ بصیرت سے معلوم کرنا ۔ رویتِ حق و لقاء خدا ۔

(لفائس ۱۴۶ ، سجادی ۲۳۹)

رویت الہی - ر - ک تجلی صوری -

ز

زوال عین - عین سے مراد عین ثابت ہے جو کہ عالم کے اس آئینہ کو کہتے ہیں جو علم حق تعالیٰ میں قبلہ تخلیق عالم موجود تھا اور اب بھی ہے ۔ اسے مقام واحدیت بھی کہتے ہیں ۔ (سجادی ۳۴۷ ، لفائس ۲۰۵)

س

سکر - بے خودی ، تعطل عقل جو مشاہدہ جہال معشوق حقیقی کا نتیجہ ہو ۔ یہ وہ حالت ہے جو غیبت سے تقویت پاتی ہے ۔

(سر دلبرائ ۱۹۸ ، لفائس ۱۶۰ ، سجادی ۲۶۷)

سیر علمی - سیر کا مطلب ہے مالک کا ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک فعل سے دوسرے فعل، ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہونا۔ (متن مکتوب ۴) ر۔ ک علم۔

ھ

ھرط عبادات - مقاماتِ سلوک کے لیے مرشد کی موجودگی لازم ہے۔ (متن)

شہود - رویتِ حق بحق شہود۔ حق تعالیٰ کا اس طرح مشاہدہ کہ مالک مراتب تعینات عبور کر کے توحید عیانی کے مقام میں پہنچ جائے۔ غیریت گو دوز گرے۔ (سر دلبران ۲۳۸، مکتوبات حضرت مجدد، نفاہی ۱۷۶)

شہودہ - نظریہٴ وحدت الشہود (ر۔ ک ہان) گو ماننے والے۔

شیونات - مراتب علم میں تعیناتِ وجود حق۔ شیونات الہی خاص ذات الہی کی قسم ہیں۔ اور صفات الہی ان شیونات کی فرع ہیں۔ . . .

(معارف لدلیہ از حضرت مجدد)

ص

صانع - افعالِ الہی کے مراتب میں سے تیسرا مرتبہ صنعت ہے۔ جس کا مطلب ہے کسی چیز کو پیدا کرنا۔ اسمِ صانع۔ بندے اور خدا کے درمیان مشترکہ طور پر مستعمل ہے۔ جب بندہ کوئی چیز بنائے گا تو اسے خالق نہیں کہا جائے گا بلکہ صانع ہوگا۔

(سر دلبران ۶۲)

- وجود منبسط - (ر - ک ہاں)

صادر اول

- مکر (ر - ک ہاں) کا متضاد ہے - عارف کا غیبت سے احساس کی جانب واپس آنا -

صحو

- پاکیزگی ، خلوص ، دل کو خطراتِ اغیار سے پاک کرنا - (سر دلبراں ۱۳۹)

صفا

واجبِ تعالیٰ کی چار صفتیں ہیں : اول صفتِ سلبی - دوم صفتِ ثبوتی حقیقی محض - سوم صفتِ حقیقی مضاف - چہارم صفتِ اضافی محض - صفتِ سلبی جیسے کہیں کہ اللہ بشر نہیں ، شجر نہیں - جسم نہیں - صفتِ ثبوتی حقیقی محض ، جیسے واجبِ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے پائندہ ہے ذات کا عالم ہے - صفتِ حقیقی مضاف جیسے خدا موجودات کی پیدائش پر قادر ہے - صفتِ اضافی محض ، مانند وصفِ علیت جو معلولیت کے مقابل ہے - اللہ پر اطلاق ہوتا ہے - صفتِ اصطلاح میں ظہور ذات حق گو کہتے ہیں - (صوفیہ کے ہاں صفات کی مختلف اقسام ہیں - (تفصیل کے لیے دیکھیے ، سجادہ ۳۰۵ ، تفائس ۱۸۱ ، سر دلبراں ۱۱۳)

صفات حقیقہ

صفات سلبیہ

صفت مرئیہ

- اسماء الہی جن صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں ، انہیں مظاہر اسماء کہتے ہیں - وہ صورتیں جن میں اسمائے الہی علمِ الہی میں ظاہر ہوتے ہیں ، اعیان ثابتہ اور صور علمی کے نام سے موسوم ہیں - (سر دلبراں ۵۱)

صور علمیہ

ط

- سلسلہ تصوف میں سے سلسلہ نقشبندیہ کی وہ شاخ جس کو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے ترقی دی اور انہی کے نام سے طریقہ یا سلسلہ احمدیہ کہلاتا ہے اسے سلسلہ مجددیہ بھی کہتے ہیں - (متن)

طریقہ احمدیہ

- ظہور - ادنیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچنا - (صراح)
- ظاہریت - سالک کے قلب و نفس کا حق تعالیٰ کے ساتھ سکون و قرار پانا - (سر دلبراں ۲۴۵)

ظ

- ظل - جملہ ظہورات و تعینات - وجودِ اضافی جو اعیان ممکنات و تعینات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے -
(سر دلبراں ۲۴۷ ، سجادی ۳۲۲)
- ظلمانی عقل - وہ عقل جو راہنما کی مدد سے راہِ راست پر آئے -
(متن)

ظلمانی و نورانی حجاب - حجاب کا مطلب ہے ہر وہ چیز جو بندہ کو حق سے مستحجب کرے -

سالک کو سب سے پہلے حجابِ ظلمانی کو دور کرنا ہوتا ہے جو گناہ اور لذاتِ طبعی سے عبارت ہیں - پھر اُسے حجابِ نورانی کو دفع کرنا پڑتا ہے جو علومِ رسمیہ سے مکلف ہوتے ہیں -

[سجادی ۱۶۶ ، (ر - ک حجاب)]

ع

- عالم ارواح - اس سے مراد عالم ملکوت ہے ، عالم ملکوت کی فرع عالم محسوس ہے ، عالمِ ارواح بمقابلہ عالم محسوس ، ذوقِ شہود میں ظاہر تر اور زیادہ قوی ہے - اس میں معانی محسوس صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں -
(سر دلبراں ۱۴۴ ، سجادی ۴۲۷ ، نفائس ۱۹۱)

عالم امر - وہ عالم جو بلا مدت و مادہ حق تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آیا ۔

(سر دلبران ۲۵۱ ، اس کا نام عالم امر بھی ہے ۔
سجادی ۴۲۷)

عالم خلق - عالم شہادت ، وہ عالم جو مادہ سے پیدا کیا گیا ۔
(سجادی ۴۲۷)

عالم مثال - یہ عالم برزخ ہے ۔ درمیان عالم ملکوت اور عالم ناسوت کے ۔ اس کا نام عالم مثال اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ عالم جسمانی کی صورتوں پر مشتمل ہے ۔
(سجادی ۴۲۸)

عبودیت - خروج از اختیار ۔ عبودیت کی نہایت حریت ہے ۔
(سجادی ۴۲۹)

عدم - معدوم ، ناپید ، سلب محض ، نفی محض ۔
(اجمیری ۱۹۸)

عدم اضافی - یہ وجود کی ضد نہیں ہے ۔ (سجادی ۴۴۰)

عدم القدرت - عجز ۔ ر ۔ ک عدم ۔

عدم العلم - جہل ۔ ر ۔ ک عدم ۔

عدم محض - وجود کا تنقیض ہے ۔ جیسے کہ شریک باری تعالیٰ ۔
(متن)

عروج - اجسام سے احدیت تک پہنچنا ۔ سالک اپنے جسم کو عموماً کر کے عالم مثال میں اور عالم مثال کو گم کرنے کے بعد عالم ارواح میں ، اسی طرح عالم اعیان میں اور وہاں سے وحدت میں اور وحدت سے احدیت میں ۔
(سر دلبران ۲۰۰ - ۲۰۱)

علم - کسی چیز کو کماحقہ جاننا ، حیات جس طرح ذات کے اقرب اوصاف میں سے ہے اسی طرح علم بھی حیات کے اقرب اوصاف میں سے ہے ۔ مولانا نے اس کی

(باطنی علوم) بہت سی السام بتائی ہیں۔ ان میں سے بعض قسموں پر حضرت مظهر نے اپنے مکتوب (نمبر ۴ شامل مقاماتِ مظہری) میں بحث کی ہے۔ جیسے علم حصولی، علم حضوری، علم ازلی وغیرہ۔

عناصر اربعہ - صوفیہ نے چار عناصر کو ”چہار نفس“ سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی آتش کو نفس امارہ، ہوا کو نفس لوامہ، پانی کو نفس ملہمہ اور خاک کو نفس مطمئنہ سے۔ (سجادی)

عیسوی المشرب - لطیفہ خنی کا شغل جس کی ولایت حضرت عیسیٰ کے زیر قدم ہے اس لطیفہ کا مالک عیسوی المشرب ہوگا۔ (مکتوب حضرت مظهر نمبر ۲۴ شامل مقاماتِ مظہری)

عین - ذات حق تعالیٰ کے ساتھ اتحاد، ہستی حق میں گم ہونا، مالک کا ذات حق میں محو ہو جانا۔ (سجادی)

عینیت و اتحاد - وصال پانا، مقام بقا میں پہنچنا۔ (ر۔ ک عین)

غ

غلبہ - وہ حالتِ مغلوبی جس میں سالک کے لیے سبب کا ملاحظہ اور ادب کی رعایت ناممکن ہو۔ (سر دلبراں ۲۷۱، سجادی ۳۵۰)

غیبت - اپنے نفس سے اور خلق سے غائب اور حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر رہنا کبھی مقام کثرت کو اور کبھی اللہ سے محبوب اور خلق کے سامنے حاضر ہونے کو غیبت کہتے ہیں۔ (سجادی ۳۵۲)

غیرت

- شرم کرنا - یہ دو طرح سے ہے ایک خلق سے اور دوسری حق سے -

(سجادی ۲۵۴ ، سر دلبران ۲۶۵ ، ۲۷۳)

غیرت از خلق - سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو اور کسی کی حق تلفی نہ کرے - (سر دلبران ۲۷۳)

ف

فنا

- فنائیت عدم شعور کو کہتے ہیں - ذات احد میں اس درجہ استغراق کہ اپنا بھی ہوش نہ رہے - اس کے کئی مدارج بیان کیے گئے ہیں -

فنائے العالی

- اپنے افعال اور خلق کے افعال کو افعالِ حق میں فنا کر دینا - اسی طرح دیگر اقسام فنائے صفاقی ، فنائے ذاتی ، فنائے قلب (ر - ک بہ قلب) فنا و بقا - (ر - ک بہ بقا - سر دلبران ۲۷۷ ، سجادی ۳۶۶ ، فنائے ۲۱۶)

ق

قبض

- وارداتِ قلبی کے بند ہو جانے کو قبض کہتے ہیں - (نیز ر - ک بہ بسط)

قلب

- قلب ایک جوہر نورانی ہے جو مادہ سے مجرد اور روح اور نفس انسانی کے ماہین ایک درمیانی چیز ہے - (سر دلبران ، سجادی نے اس سے متعلق بہت سے اقوال نقل کیے ہیں ، ص ۳۸۰ - ۳۸۲)

قلب صنوبری

- گوشت کا لوتھڑا ، صنوبری یا مخروطی شکل کا ہائیں ہستان کے نیچے اس کا نور زرد ہے سرسوں کے پھول جیسا - (متن)

تباہت

- مالوفاتِ طبع کے معدوم ہونے کی صورت میں سکونِ قلب کا ہونا۔ (سر دلبراں ۲۸۳، سجادی ۳۸۳)

ک

کثرتِ ظلی

- مخلوقات اور کثرتِ ظہورِ اسماء۔

کسب

- بندہ کی قدرت اور اس کے ارادہ کے تعلق سے عبارت ہے جس کے کرنے کی ایسے قدرت حاصل ہو۔ اس میں عموماً کسبِ خیر اور کسبِ شر کی انواع کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ (سجادی ۳۹۰)

کشف

- امورِ غیبی اور معانیِ حقیقی پر سے حجابات (ر۔ ک بان) کا اٹھنا اور حقیقت ورائے حجاب پر وجوداً اور شہوداً اطلاع پانا کشف ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں کشفِ صوری اور کشفِ معنوی۔

(سجادی ۳۹۰، سر دلبراں)

کشفِ کونی

- کشفِ صوری میں وہ معاملات جو خواب میں پیش آتے ہیں وہ بیداری میں بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ کشفِ صوری کی وہ قسم جس سے مغیباتِ دلیوی پر اطلاع یابی ہوتی ہے۔ ایسے کشفِ کونی کہتے ہیں۔ (ر۔ ک بہ کشف)

کمال

- صفات اور آثارِ مادہ سے منزہ ہونے کا نام کمال ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں : اول کمالِ ذاتی جس کا تعلق ظہورِ حق تعالیٰ سے ہے۔ دوم کمالِ اسمائی ظہورِ حق کا بنفسِ خود اور شہودِ ذاتِ خود سے تعلق ہے۔ (کشافِ تھالوی، سجادی)۔ چنانچہ صوفیہ کے بان کالاتِ الہیہ، کالاتِ اولوالعزم، کالاتِ ثلاثہ وغیرہ کا استعمال اسی ضمن میں آیا ہے۔

ل

لطاقف - جسم السانی کے مختلف مواضع جن پر فیوض و الوار و برکتِ الہی کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اس کی صوفیہ نے عموماً چھ اقسام گزوائی ہیں لیکن حضرات مجددیہ نے بتایا ہے کہ انسان دس لطائف سے مرکب ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے، مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۴ شامل مقامات مظہری)

لطیفہ - اشارہ دقیق جو باسانی سمجھ نہ آسکے۔ مختلف واردات کا نزول اس کی مختلف اقسام جیسے لطیفہ دماغی، لطیفہ روح، سر، خفی، اخفی، نفس، سر کی تشریحات مذکورہ بالا مکتوب میں درج ہیں۔ (ر۔ ک لطائف)

م

مبداء - جائے ظہور، سالک کی ابتداء چونکہ اسانے کئی کونی (ر۔ ک بآن) کی راہ سے ہوتی ہے۔ اس لیے اسے مبداء کہتے ہیں صوفیہ نے مبداء و معاد کے موضوع پر مستقل رسائل تالیف کیے ہیں۔ چنانچہ مقامات مظہری میں مبداء فیاض اور مبداء المبادی کا استعمال بھی ہوا ہے۔

معدی المشرب - لطیفہ اخفی (ر۔ ک بآن) کا شغل جس کی ولایت حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے۔ اس لیے اسے سالک کو معدی المشرب کہتے ہیں۔ (ر۔ ک مکتوب نمبر ۲۴ شامل مقامات مظہری)

محویت - منہی کا وہ مقام محویت کہلاتا ہے جہاں پہنچ کر کشف و گرامات بند ہو جاتے ہیں اور لذت حضوری سے ابھی سیری نہیں ہوتی۔ (سر دلبران)

مرات - علم الہی کو کہتے ہیں۔

- مرآتِ کونی - وجود (ر - ک بآن) مضاف وحدانی سے عبارت ہے ، کیوں کہ تمام اکوان ، اوصاف ، مظاہر اور احکام کا اس میں ظہور ہوتا ہے - (سجادی ۴۲۳)
- مرآت الوجود - تعینات شیون (ر - ک بآن) باطنی سے عبارت ہے - (ر - ک بہ وجود)
- مراتبہ - دل کی ماسوی سے نگہبانی ، مراقبہ ، لفظ ترقب سے لیا گیا ہے جس کے معنی انتظار کے ہیں - یعنی انتظار فیضِ الہی - مراقبہ میں دو شرائط ہیں : اول ملاحظہ ذاتِ احدیت ، دوم اپنا دل - (شاہ غلام علی : ملفوظاتِ شریفہ ، ص ۷۴ ، سجادی ۴۲۴)
- مرتبہ - جس پر اشیا کا ترتب ہو سکے -
- مراتب - جمع مرتبہ کی -
- مرج البحرین يلتقيان - وجوب (ر - ک - بآن) اور امکان کے دونوں دریا ملتے ہیں - مگر یہ برزخ ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہیں ہونے دیتا -
- محنی - حیرت اور ولولہ جو مالکِ صاحبِ شہود کو جال دوست میں پیدا ہو - (سر دلبراں ۲۰۵ ، سجادی ۴۲۲)
- مشہود - ر - ک بہ شہود -
- معنوم - ر - ک بہ صالح -
- مقام رضا - ر - ک بہ رضا -
- مقام - جب حال دائمی ہو جاتا ہے اور مالک کا ملکہ واضح ہو جائے تو اُسے مقام کہتے ہیں - (سجادی ۴۴۴)
- ملکہ - اعمال کا پختہ ہونا ، ایک اعمال کا عادی ہونا - (سر دلبراں ۲۰۷)
- ملکہِ حضوری - ر - ک بہ حضور اور حضوری -

مواجید - وہ حالات جو صوفیہ پر بطریق کشف و وجد ظاہر ہوں - (سجادی ۲۵۵)

موسیٰ المشرب - لطیفہ سر کا شغل - جس کی ولایت زیر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے اس لیے ایسے سالک کو موسیٰ المشرب کہتے ہیں -

(ر - ک مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۴ شامل مقامات مظہری)

ن

نصبت - وہ تعلق جو خدا اور بندہ کے درمیان ہوتا ہے - صوفیہ نے اس کی کئی اقسام بیان کی ہیں - چنانچہ نسبت بقائی، نسبت محاذات اور نسبت فنا کی تفصیلات حضرت مظہر کے مکتوب نمبر ۴ (شامل مقامات مظہری) میں ملاحظہ کریں -

نفس - بدن سے تعلق اور بدن کی تدبیر کی جہت سے اسے نفس کہتے ہیں - (سر دلبراں ۳۲۳، سجادی ۴۶۷)

نفس امارہ - جب نفس حیوانی کا قوت روحانی پر غلبہ ہو جائے تو اسے نفس امارہ کہتے ہیں -

(سر دلبراں، سجادی، مقامات مذکور)

نفس الامر - بعض صوفیہ کے نزدیک عقل اول یہی ہے - (سجادی) عمل اعیان ثابتہ (ر - ک بان) اور صور علیہ (ر - ک بان) سے بھی اس کی تعبیر کی گئی ہے -

نفس مطمئنہ - نفس کا خود کو برے اعمال پر ملامت کرتے رہنے کے عمل کو نفس لوامہ کہتے ہیں - جب قلبی الوار نفس میں قوت حیوانی پر غالب آجاتے ہیں تو اس سے نفس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے جسے نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے - (سجادی ۴۷۱)

نفی و اثبات - توحید کی دو جہتیں ہیں - نفی اور اثبات - کلمہ طیبہ ان کا مرکب ہے - نفی سے ذات باری تعالیٰ ان اوصاف ناقص سے منزہ ہے ، انہی اوصاف ناقصہ سے جن کی نفی کی جاتی ہے - اور ان اسبابِ حسنہ سے جن کو اس نے خود اپنی شان میں بیان کیا ہے اس کا اثبات کیا جاتا ہے - لیکن حقیقت خداوند تعالیٰ نفی اور اثبات دونوں سے منزہ ہے -

(سر دلبران ۳۲۷ ، سجادى ۳۷۱)

لورانی عقل - جو بلا واسطہ مقصود پر دلالت کرے -
(لیزر - ک بہ ظلمانی عقل)

لور منبسط - وہ نور جس کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہو - (متن)
لیستی - لیستی کے مقابلہ میں ہستی ، ہستی کی تعبیر تحقق اور یافت سے کی جاتی ہے - کیوں کہ ہستی ہی پائی جاتی ہے ، لیستی کے لیے نہ یافت ہے نہ تحقق -

(سجادى ۳۷۵)



واردات - قسم معانی میں سے جو چیز بلا کوشش دل پر صادر ہو ، خواطرِ محمودہ - وہ بات جو بندہ بغیر آواز کے ہی سمجھ جائے - (واحد ، وارد ، سر دلبران ۳۴۱)

وجوب - ذات واجب تعالیٰ کا اپنے وجود کا مقتضی ہونا -
کبھی وجوب سے حق تعالیٰ مراد لیتے ہیں -

(سر دلبران ۳۵۷)

وجود - ہستی ، ذاتِ بحت (ر - ک بان) ہستی مطلق ، واحدیت ، ذات کا وہ مرتبہ جہاں صفات طلب ہوں -
صوفیہ نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس اصطلاح کی تعبیرات کی ہیں - (سر دلبران ۳۴۱ ، سجادى ۳۸۱)

وجود مبسوط عام - یہ ظل و سایہ وجود ہے - رحمت واسعہ حق وجود خارجی اور وجود ذہنی ظل اسی سایہ کا ظل ہیں -
(سجادی ۴۸۲ بحوالہ شرح فصوص داؤد قیصری)

وجود خارجی - احکام ممکنات جو کہ دراصل معدومات سے ہیں اسم نور سے ظاہر ہوئے - اس لیے اس ظہور کو وجود اضافی اور وجود خارجی کہتے ہیں -

(اجمیری ۲۸۴ ، سر دلبراں ۲۴۱)

وحدت الوجود - ر - ک یہ مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۳ (شامل مقامات مظہری) -

وحدت الشہود - ر - ک یہ مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۴ (شامل مقامات مظہری)

وصل - محبوب سے ملنا جو ہجر کے بعد کی لذت ہے - وداع اور وصل صوفیہ کے نزدیک دونوں ہی لذت ہیں -
(سجادی ۴۸۷ ، سر دلبراں ۴۴۴)

ولوں للہی - ذاکر کا حق تعالیٰ سے واقف و آگاہ رہنا -
(دستور ۴/۶۳ ، سجادی ۴۹۲)

ولایت - وہ مقام ہے جس میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ تصرفات عطا ہوتے ہیں جن سے طلب الہی کی استعداد رکھنے والوں پر اثرات ڈالے جاتے ہیں اور سالکان طریقت کو مقامات قرب تک پہنچایا جاتا ہے ولایت کی مختلف اقسام کے لیے ملاحظہ ہو :

(سر دلبراں ۴۱۶ - ۴۱۷)

ولایت علیا - ملائکہ کی ولایت -

ولایت صغریٰ - جب ذکر کثیر اتہا کو پہنچتا ہے تو ولایت صغریٰ
یعنی وحدت الوجود کی ابتداء ہوتی ہے -

(معیار السلوک ۱۰۸)

اس ولایت کا مقام لطیفہ قلب ہے -

(سر دلبران ۳۱۸)

ولایت کبریٰ - سالک کا انانیت کبریٰ میں فنا ہو کر بقا حاصل کرنا
ہی ولایت کبریٰ ہے -

تنزلاتِ وجود (ر - ک بان) کا وہ مرتبہ جس میں
اجسامِ عالم کو کشادہ کیا جاتا ہے - یہ مرتبہ
عینی نہیں بلکہ عنقا ہے - یہ عقل اول کے بعد چوتھا
مرتبہ ہے - (سر دلبران ۳۳۶ ، سجادی ۳۹۵)

ہجوم - کسی چیز کا دل پر قوت کے ساتھ وارد ہونا - اس
میں کوشش کو دخل نہیں ہوتا - (سر دلبران ۳۳۶)

مآخذ
(مقدمہ و حواشی)

مآخذ

(مقدمہ و حواشی)

مخطوطات :

- ۱- امام بخش لاہوری : مرآة الغوریہ [در حالات مشائخ پنجاب خصوصاً رجال نوشاہیہ] سال ۱۱۹۰ھ/۱۷۷۷ء ، روٹوگراف ، مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی ، ساہن پال ، گجرات ۔
- ۲- امام الدین کھوٹکی : مقاماتِ طیبین [سال ۱۱۳۰ھ] ، مخزنہ کتب خانہ خاتقاہ مولانا غلام نبی للہی ، للہ شریف ، ضلع جہلم ۔ [دور حاضر میں اس لادر مخطوطہ سے پہلی مرتبہ استفادہ کیا گیا ہے]۔
- ۳- ثناء اللہ پانی پتی ، قاضی : رسالہ در احوال اولاد حضرت مجدد الف ثانی ، مخزنہ کتب خانہ خاتقاہ احمدیہ سعیدیہ ، موسیٰ زئی شریف ، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان ۔
- ۴- جامی ، مولانا عبدالرحمن : مراتب ستہ ، مخزنہ کتب خانہ مولوی شمس الدین مرحوم ، تاجر کتب نادریہ ، لاہور ۔
- ۵- شرافت ، شریف احمد نوشاہی : شریف التواریخ ، جلد سوم ، حصہ دوم و چہارم ، مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی (مؤلف خود) ۔
- ۶- ایضاً : تاریخ عباسی ۔ مملوکہ مؤلف خود سید شرافت ۔
- ۷- ایضاً : انوار السیادت فی آثار السعادت ، (مملوکہ ایضاً) ۔
- ۸- ایضاً : سیادت علویہ ، (مملوکہ ایضاً) ۔

- ۹- صداقت ، مجد ماہ گنجاہی : ثواقب المناقب ، مملوکہ مولانا سید شرافت نوشاہی - نیز اورینٹل کالج میگزین (فروری ، مئی ، اگست ۱۹۶۰ء اور فروری ۱۹۶۱ء) میں با اہتمام ڈاکٹر وحید قریشی اس کا کچھ حصہ طبع ہوا تھا ۔
- ۱۰- صفر احمد معصومی : مقامات معصومیہ [احوال حضرت خواجہ مجد معصوم سرہندی] ، مرتبہ مجد اقبال مجددی ۔
- ۱۱- عبدالباقی ، میر : مال الکمال [مسائل تصوف مع معارف حضرت مظهر] مخزونہ خالقاہ ملا نسیم نور محل ، دہر (ریاست اوچ) [سلسلہ مظہریہ کی تاریخ میں اس ماخذ سے پہلی بار استفادہ کیا گیا ہے] ۔
- ۱۲- غلام علی دہلوی ، شاہ : احوال بزرگان (رسالہ در . . .) مملوکہ جناب جی معین الدین ، لاہور ۔
- ۱۳- غلام یحییٰ بہاری : کلمات الحق [رد نظریہ انطباق وحدت الوجود و الشہود] بسال ۱۸۳۵ء - مخزونہ کتب خانہ خالقاہ احمدیہ سعیدیہ ، موسیٰ زئی شریف ، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان ۔
- ۱۴- مجد امین بدخشی : المفاضلہ بین الانسان و الکعبہ ، مخزونہ کتب خانہ اسلامیہ کالج ، پشاور ۔
- ۱۵- مجد ایوب قادری : اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ [شہابی ہندوستان میں ۱۸۵۷ء تک] مقالہ برائے حصول درجہ ڈاکٹری ، کراچی یونیورسٹی ، کراچی ، ۱۹۸۰ء ۔
- ۱۶- مجد بن فضل اللہ برہالپوری : تفسیر مرسلہ ، مخزونہ کتب خانہ مولوی شمس الدین مرحوم ، تاجر کتب نادرہ ، لاہور ۔
- ۱۷- مجد حسن جان مجددی سندھی : رسالہ در نفی رفع سبابہ ، بخط مصنف ، مخزونہ کتب خانہ مولانا مجد ہاشم جان مرحوم ، ٹٹو سائین داد ، سندھ ۔
- ۱۸- مجد صالح کنجاہی : سلسلۃ الاولیاء ، بخط مصنف - مملوکہ ڈاکٹر قریشی احمد حسین احمد ، گجرات ، پاکستان ۔
- ۱۹- مجد میرن جان اجملی نقشبندی : خازن الشعراء ، مخزونہ کتب خانہ الذاہب آفس ، نمبر I.O.3899 - روٹوگراف ، مملوکہ جناب مشفق خواجہ ، کراچی ۔

۲۰۔ موسیٰ خان دہ بیدی : نوادر المعارف ، مملوکہ ملا حاجی عبدالغنی قندھاری ، تاجر کتب ، قندھار ، افغانستان - [اس ماخذ سے پہلی مرتبہ استفادہ کیا جا رہا ہے]۔

۲۱۔ نعیم اللہ بھڑانچی : بشارات مظہریہ - برٹش میوزیم نمبر 220 of. (مخطوطاتِ فارسی) - مائیکروفلم ، مملوکہ محمد اقبال مجددی -

۲۲۔ ایضاً : رسالہ در احوال خود (مولوی نعیم اللہ بھڑانچی) ، مخزولہ کتب خانہ انڈیا آفس ، لندن - [سلسلہ مظہریہ کی تاریخ میں اس ماخذ سے پہلی بار استفادہ کیا جا رہا ہے]۔

۲۳۔ وحدت سرہندی ، عبدالاحد : لطائف (رسالہ) ، مشمولہ ، بیاض۔ مرزا عبدالقادر بیدل ، مخزولہ برٹش میوزیم لندن ، نمبر 12 - 23 - B. M. Ms. Add. No. 16802, ff.

مطبوعات عربی :

۲۴۔ آزاد ہلگرامی ، غلام علی : سبحة المرجان فی آثار ہندوستان ، بمبئی ، ۱۳۰۳ھ -

۲۵۔ ابن العربی ، محی الدین (شیخ الاکبر) : رسائل ابن العربی ، تحت ادارہ دائرۃ المعارف المثنیہ ، حیدرآباد دکن ، ۱۹۳۸ء ، طبع جدید ، دار احیاء التراث العربی ، لبنان ، بیروت -

۲۶۔ احمد نگری ، عبدالنبی : دستور العلماء (جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون) ، ۳ جلدیں ، بیروت ، ۱۹۷۵ء -

۲۷۔ بروکلان ، کارل : تاریخ الادب العربی ، ترجمہ از عبدالعلیم النجار و یعقوب بکر (چو حصے) ، قاہرہ ، دارالمعارف ، ۱۹۶۸ - ۱۹۷۷ء -

۲۸۔ بغدادی ، اسماعیل پاشا : ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون مرتبہ محمد شرف الدین بالتقایا - بغداد ، مکتبہ المثنی ، (طبع عکسی) -

۲۹۔ ایضاً : ہدیۃ العارفین (اسماء المؤلفین و آثار المصنفین) ، بغداد ، مکتبہ المثنی -

۳۰۔ البيروني ، ابو ريحان محمد بن احمد : تحقيق ما للهند ، حيدر آباد دکن ، ۱۹۵۷ء -

۳۱۔ ثعلبي ، امام : كتاب العرائس ، مصر ، ۱۳۱۵ھ -

۳۲۔ ثناء الله پانی پتی ، قاضي : تفسير مظہری ، دہلی ، اشاعت العلوم ، دس جلدیں -

۳۳۔ جامی ، عبدالرحمن : شرح قصص الحكم ، فیروز پور ، ۱۹۰۷ء -

۳۴۔ حاجی خلیفہ ، مصطفیٰ : كشف الظنون عن اسامي الكتب و الفنون - مرتبہ محمد شرف الدین بالتقایا ، بغداد ، مکتبہ المثنی ، (طبع عکسی از ترکی ایڈیشن) -

۳۵۔ سرکیس ، یوسف لیان : معجم المطبوعات العربیہ و المعربہ - مصر ، ۱۹۲۸ء (طبع جدید ، بغداد ، مکتبہ المثنی) -

۳۶۔ السلمي ، عبدالرحمن : طبقات الصوفیہ ، مرتبہ نور الدین شریبہ ، مصر ، ۱۹۵۳ء -

۳۷۔ سہروردی ، شہاب الدین : عوارف المعارف - مطبوعہ ہر حافیہ احیاء العلوم ، مصر ، ۱۳۵۲ھ -

۳۸۔ سیوطی ، امام جلال الدین : شرح الصدور ، مصر ، ۱۹۶۰ء -

۳۹۔ ایضاً : تاریخ الخلفاء ، طبع کراچی ، نور محمد ، تاجر کتب ، ۱۹۵۹ء -

۴۰۔ شامی ، علامہ : سل الحسام الہندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی ، مشمولہ رسائل ابن عابدین ، لاہور ، سہیل اکیڈمی ، ۱۹۸۰ء -

۴۱۔ عبدالحی حسنی : الثقافة الاسلامیہ فی الہند ، دمشق ، مجمع علمی ، ۱۹۵۸ء -

۴۲۔ ایضاً : نزہۃ الخواطر ، ۸ جلد ، حيدر آباد دکن ، دائرۃ المعارف عثمانیہ ، ۱۹۶۲ - ۱۹۷۰ء -

۴۳۔ عبدالرزاق کاشی سمرقندی : اصطلاحات الصوفیہ ، مرتبہ اشپرنگر ، لاہور ، ۱۹۷۳ء (طبع عکسی) -

- ۴۴- علی نواز شکارپوری ، میر : بشارہ لاہل الاشارة ، لاہور ، ۱۳۲۳ھ -
- ۴۵- غزالی ، امام : احیاء علوم الدین ، ۴ جلد ، مصر ، ۱۳۵۲ھ -
- ۴۶- فقیر اللہ علوی شکارپوری : قطب الارشاد ، کوئٹہ ، ۱۳۹۷ھ -
- ۴۷- قزانی ، محمد مراد مکی : نقائس السانحات فی تزییل الباقیات الصالحات (معروف بہ تکملہ رشحات) ، بکر ، ترکی (س - ن) -
- ۴۸- قشیری ، امام ابوالقاسم : رسالہ قشیریہ ، مصر ، ۱۹۵۹ھ -
- ۴۹- کتانی ، عبدالحی القاسمی : فہرست الفہارس - قاس ، مغرب ، جلد اول ، ۱۳۳۶ھ ، دوم ۱۳۳۷ھ -
- ۵۰- کچالہ ، عمر رضا : معجم المؤلفین (۱۵ جلدیں) ، بغداد ، مکتبۃ المثنی ، (طبع عکسی جدید) -
- ۵۱- الکلاباذی ، ابوبکر محمد : التعرف لمذہب اہل التصوف ، مرتبہ عبدالحلیم محمود ، قاہرہ ، ۱۹۶۰ھ -
- ۵۲- کلم اللہ جہان آبادی ، شاہ : تلک عشرہ کاملہ مع اردو ترجمہ ، دہلی ، (س - ن) -
- ۵۳- محبی ، محمد بن فضل اللہ : خلاصۃ الاثر ، ۴ جلد ، بیروت ، (طبع عکسی) -
- ۵۴- محسن قرہی : الیانع الجنی ، دیوبند ، ۱۳۴۹ھ (بر حاشیہ) کشف الاستار عن رجال معانی الآثار -
- ۵۵- محمد حیات سندھی : تحفۃ الانام فی العمل بحديث النبی علیہ السلام ، مرتبہ و مترجمہ محمد عبدالجلیل سامرودی ، سامرود ، سورت ، ۱۳۵۷ھ -
- ۵۶- محمد بن عبداللہ خانی خالدی : البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ الخالدیہ ، مصر ، ۱۳۱۹ھ -
- ۵۷- محمد بیگ برہانپوری : عطیۃ الوباب الفاصلہ بین الخطاء و الصواب (طبع بر حاشیہ عربی ترجمہ مکتوبات حضرت مجدد مترجمہ محمد مراد قزانی ، جلد سوم) ، ترکی ، (مطبوعہ عکسی از طبع مکہ ، ۱۳۱۷ھ) -
- ۵۸- ایضاً : ملحق خلاصۃ السیر ، مرتبہ ظہور احمد اظہر ، لاہور ، ۱۹۷۰ھ -

○ - مجد مراد مکی = قزانی ، مجد مراد مکی -

۵۹- مجد مظہر مجددی مہاجر مدنی : المناقب الاحمدیہ و المقامات السعیدیہ ،
قزانی ، ۱۸۹۶ء -

۶۰- ایضاً : رشحات عنبریہ ، مرتبہ مجد اقبال مجددی ، استنبول ،
۱۹۵۹ء -

۶۱- مرادی ، مجد خلیل : سلک الدرر ، بغداد ، مکتبۃ المثنی ، (طبع عکسی
جدید) -

۶۲- لہانی ، یوسف بن اسمعیل : جامع کرامات الاولیاء ، مصر ، ۱۳۲۹ء -

۶۳- نورالدین ، ابی الحسن شطنوفی : بیجۃ الاسرار و معدن الانوار ،
مصر ، ۱۳۰۳ء -

۶۴- ولی اللہ ، شاہ : اتحاف النبیہ ، مرتبہ عطاء اللہ حنیف ، لاہور ، ۱۹۶۹ء -

۶۵- ونسنک : المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی ، لائیڈن ، بریل ،
۱۹۳۶ - ۱۹۶۹ء (سات جلد) -

۶۶- یاقوت الحموی : معجم البلدان ، (۵ جلد) ، بیروت ، (طبع عکسی
از اشاعت قدیم) -

مطبوعات فارسی :

۶۷- آزاد بلگرامی ، غلام علی : مآثر الکرام ، لاہور ، مکتبہ احیاء العلوم
الشرقیہ ، ۱۹۷۱ء -

۶۸- ایضاً : سرو آزاد ، مرتبہ عبداللہ خان و عبدالحق ، حیدر آباد دکن ،
کتب خالہ آصفیہ ، ۱۹۱۳ء -

۶۹- ایضاً : خزانہ عامرہ ، نولکشور ، ۱۸۷۱ء -

۷۰- ابو سعید مجددی : ہدایت الطالبین ، مرتبہ و مترجمہ نور احمد
امرتسری ، امرتسر ، ۱۳۳۳ء -

۷۱- ابو طالب لندنی : تفضیح الغافلین ، مرتبہ عابد رضا بیدار ، رام پور ،
۱۹۶۵ء -

- ۷۲- ابو طاہر سمرقندی : سمریہ (احوال مدفونین سمرقند) ، مرتبہ
ایرج افشار ، تہران ، ۱۳۴۳ خ -
- ۷۳- ابو الفضل ، علامی : آئین اکبری ، ۴ جلد کلکتہ ، ۱۸۶۷ء -
۱۸۷۷ء - و انگریزی ترجمہ از بلوخیان ، جلد اول ، طبع عکسی ،
لاہور ، ۱۹۷۵ء -
- ۷۴- ایضاً : اکبر نامہ ، جلد سوم ، طبع ، کلکتہ ، ایشیاٹک سوسائٹی آف
بنگال ، ۱۸۸۶ء -
- ۷۵- ابن طوفان : تذکرہ شعراء ، مرتبہ قاضی عبدالودود ، پتہ ، ۱۹۵۴ء -
- ۷۶- احمد مکی ، ابوالخیر : ہدیہ احمدیہ [الساب اولاد حضرت
محمد الف ثانی] ، کانپور ، ۱۳۱۳ھ -
- ۷۷- احمد سعید مجددی : اربع انہار [اشغال و معارف سلسلہ نقشبندیہ] ،
دہلی ، ۱۸۹۳ء -
- ۷۸- ایضاً : اثبات المولد و القیام ، (عربی و فارسی) مرتبہ محمد اقبال مجددی
[عکس مبنی بر خود نوشت نسخہ مصنف] - طبع ترکی ، ۱۹۷۹ء -
- ۷۹- ایضاً : مکتوبات ، جامع حضرت حاجی دوست محمد قندھاری ، مرتبہ
غلام مصطفیٰ خان ، کراچی ، ۱۳۷۳ھ ، (تحفہ زواریہ) -
- ۸۰- اخلاص ، کشن چند : ہمیشہ بہار ، [تذکرہ شعرائی فارسی] ، مرتبہ
وحید قریشی ، کراچی ، ۱۹۷۴ء -
- ۸۱- اشرف جہانگیر سنائی : لطائف اشرفی ، جامع نظام غریب یمنی ،
دہلی ، نصرۃ المطابع ، ۱۲۹۵ھ -
- ۸۲- ایضاً : مکتوبات اشرفیہ ، جامع عبدالرزاق گچھوچھوی ، لکھنؤ ،
مطبع دہدہ احمدی ، ۱۳۰۹ھ -
- ۸۳- اکبر حسینی بن خواجہ گیسودراز : تبصرۃ الاصطلاحات الصوفیہ ،
مرتبہ سید عطاء حسین ، کبیرگہ ، ۱۳۶۵ھ -
- ۸۴- الہدیہ چشتی : سیرالاقطاب [تراجم مشائخ سلسلہ چشتیہ صابریہ]
لکھنؤ ، لولکشور ، ۱۹۱۳ء -

- ۸۵- امداد علی قلندر : انوارِ مجد ، حیدر آباد دکن ، ۱۹۱۹ء -
- ۸۶- امیر احمد ، ابوالحسن : تذکرہ مسرت افزاء ، مرتبہ قاضی عبدالودود ، مشمولہ رسالہ معاصر ، پٹنہ ، ۱۹۵۴ء -
- ۸۷- انصاری پروی ، عبداللہ : منازل السائرين [مختلف شروح و اقوال انصاری سے تقابلاً] ، مرتبہ روان فرہادی ، کابل ، ۱۳۵۵ خ -
- ۸۸- ایضاً : طبقات الصوفیہ ، مرتبہ عبداللہ حبیبی ، کابل ، ۱۳۴۱ خ -
- ۸۹- ایمان ، رحم علی خان : منتخب اللطائف ، (تذکرہ شعرا) مرتبہ امیر حسن عابدی و مجد رضا جلالی ثانی ، تہران ، ۱۳۳۹ خ -
- ۹۰- بایزیدیات : تذکرہ ہایوں و اکبر ، مرتبہ ہدایت حسین ، کلکتہ ، ۱۹۴۱ء -
- ۹۱- بدایونی ، ملا عبدالقادر : منتخب التواریخ ، ۳ جلد ، کلکتہ ، ایشیاٹک سوسائٹی ، ۱۸۶۸ - ۱۸۶۹ء -
- ۹۲- بدر الدین سرہندی : حضرات القدس ، دفتر دوم ، مرتبہ محبوب الہی ، لاہور ، ۱۹۷۱ء -
- ۹۳- ثنا اللہ پانی پتی ، قاضی : ارشاد الطالبین ، دہلی ، مطبع مجتہائی ، ۱۹۱۵ء -
- ۹۴- ایضاً : رسالہ در مسئلہ سماع ، دہلی ، مطبع مجتہائی -
- ۹۵- جامی ، عبدالرحمن : نفعات الانس ، لکھنؤ ، ۱۳۱۷ء -
- ۹۶- ایضاً : سر رشتہ طریقہ خواجگان (نقشبندیہ) باہتمام عبداللہ حبیبی ، کابل ، ۱۹۶۴ء -
- ۹۷- جلال الدین لہانسیری : ارشاد الطالبین ، مرتبہ نور احمد امرتسری ، امرتسر ، ۱۳۲۷ء -
- ۹۸- حاکم ، عبدالحکیم لاہوری : تذکرہ مردم دیدہ ، مرتبہ سید عبداللہ ، لاہور ، ۱۹۶۱ء -
- ۹۹- حجت اللہ ، مجد نقشبند ثانی : وسیلۃ القبول الی اللہ والرسول [مجموعہ مکتوبات خواجہ مجد نقشبند ثانی] ، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان ، حیدر آباد سندھ ، ۱۹۶۳ء -

- ۱۰۰- حمید اورنگ آبادی ، خواجہ خان : گلشن گفتار [تذکرہ شعراء] ،
مرتبہ سید محمد ، حیدر آباد دکن ، ۱۳۳۹ھ -
- ۱۰۱- خانی خان ، محمد ہاشم : منتخب اللباب ، جلد دوم ، حصہ دوم ،
کلکتہ ، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ، ۱۸۷۳ھ -
- ۱۰۲- خوشگو ، بندر این داس : سفینہ خوش گو [تذکرہ شعراء فارسی]
مرتبہ عطاء الرحمن کاکوی ، پٹنہ ، ۱۹۵۹ھ -
- ۱۰۳- داراشکوہ : سر اکبر (ترجمہ اوپنیشد) ، مرتبہ تارا چند و محمد رضا
جلالی نائینی ، تہران ، ۱۹۶۱ھ -
- ۱۰۴- ایضاً : بہکود گیتا ، طبع نائینی ، تہران ، ۱۹۸۰ھ -
- ۱۰۵- ایضاً : سکینۃ الاولیاء [در حالات حضرت میان میر لاهوری] ، مرتبہ
تارا چند و جلالی نائینی ، تہران ، ۱۹۶۵ھ -
- ۱۰۶- ایضاً : سفینۃ الاولیاء ، مطبوعہ نولکشور ، ۱۹۰۰ھ -
- ۱۰۷- دانش پڑوہ ، محمد تقی : ”خرقہ ہزار میخی“ - مقالہ ، شامل مجموعہ
سخن رالیا و مقالہ با دربارہ فلسفہ و عرفان اسلامی ، باہتمام
سہدی محقق و ہرمان لندلت ، تہران ، ۱۳۳۹خ (وزڈم آف پرشیا سیریز)
- ۱۰۸- ایضاً : فہرست نسخہ ہای خطی دانش گاہ ، تہران ، جلد ۱۳ ،
دانشگاہ تہران -
- ۱۰۹- درد ، خواجہ میر : رسائل اربعہ درد ، بھوپال ، ۱۳۱۰ھ -
- ۱۱۰- درگاہ ، نواب ذوالقدر جنگ : مرتع دہلی بامقدمہ حکیم سید مظفر حسین ،
حیدر آباد دکن (س - ن) -
- ۱۱۱- دوست محمد قندھاری ، حاجی : مکتوبات ، جامع محمد عادل کاکڑی ،
ملتان ، ۱۳۸۳ھ -
- ۱۱۲- رافت ، رون احمد مجددی : درالمعارف [ملفوظات حضرت
شاہ غلام علی دہلوی] ، استنبول ، ۱۹۷۳ھ -
- ۱۱۳- رحمن علی ، مولوی : تذکرہ علای ہند ، لکھنؤ ، نولکشور ،
۱۹۱۳ھ -

- ۱۱۳- رضا شیبانی (مرتب) : "حدیثِ نادر شاہی" [مجموعہ پانچ مختصر معاصر اور غیر مطبوعہ رسائل دربارہ نادر شاہ یعنی مشتمل بر رسالہ احوال نادر شاہ ، حادثہ نادر شاہی ، فتح نامہ نادر شاہ ، نامہ ہای منظوم احمد شاہ درانی و نادر شاہ بہ یکدیگر ، رسالہ واقعہ خرابی نادر شاہ] ، ایران ، انتشارات دانشگاہ ملی ، ۲۵۳۶ ش -
- ۱۱۵- رفعت جنگ ، محمد بدرالدین خان : شجرہ آصفیہ ، مرتبہ حکیم سید شمس اللہ قادری ، حیدرآباد دکن ، ۱۹۳۸ء -
- ۱۱۶- رفیع الدین دہلوی : دمع الباطل [در رد کلمات الحق تالیف مولانا غلام یحییٰ بہاری] ، مرتبہ عبدالحمید سواتی ، گوجرانوالہ ، ۱۹۷۶ء -
- ۱۱۷- سجادی ، سید جعفر : فرهنگ لغات و اصطلاحات و تعبیرات عرفانی ، تهران ، ۱۳۵۴ خ -
- ۱۱۸- سرور ، میر محمد خان بہادر : عمدہ منتخبہ (تذکرہ شعراء) ، مرتبہ خواجہ احمد فاروقی ، دہلی یونیورسٹی ، ۱۹۶۱ء -
- ۱۱۹- سلیم ، غلام حسین : ریاض السلاطین ، کلکتہ ، ایشیائیک سوسائٹی آف بنگال ، ۱۸۹۱ء -
- ۱۲۰- سیف الدین مجددی سرہندی ، خواجہ : مکتوبات سیفیہ ، طبع ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان - کراچی (س - ن) -
- ۱۲۱- شفیق ، لوجھی لرائف : شام غریبان (تذکرہ شعراء) ، مرتبہ محمد اکبر الدین صدیقی ، کراچی ، ۱۹۷۷ء -
- ۱۲۲- شورش ، میر غلام حسین : تذکرہ شوق (شامل دو تذکرے) مرتبہ کلیم الدین احمد ، پٹنہ ، ۱۹۵۹ء -
- ۱۲۳- شوق ، قدرت اللہ : طبقات الشعراء ، مرتبہ نثار احمد فاروقی ، لاہور ، ۱۹۶۸ء -
- ۱۲۴- شیفتہ ، غلام مصطفیٰ خان : گلشن بے خار ، مطبع نواکشور ، ۱۸۷۳ء -
- ۱۲۵- صبا ، محمد مظفر حسین : رول روشن (تذکرہ شعراء) ، تهران ، ۱۳۴۳ خ -

- ۱۲۶۔ طباطبائی، غلام حسین : میر المتاخرین ، کلکتہ ، ۱۲۳۸ھ/۱۸۴۲ء۔
- ۱۲۷۔ ظہور حسن : ارشاد المسترشدين ، آگرہ ، مطبع اکبری ، ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء۔
- ۱۲۸۔ عبدالحق محدث دہلوی : اخبار الاخيار ، میرٹھ ، ۱۲۷۸ھ و طبع مجتہائی۔
- ۱۲۹۔ ايضاً : شرح سفر السعادت ، لکھنؤ ، ۱۹۰۳ء۔
- ۱۳۰۔ ايضاً : قرع الاسماع باختلاف احوال المشائخ و اقوالهم في السماع - طبع ہر حاشیہ اخبار الاخيار ، اشاعت مجتہائی (دہلی)۔
- ۱۳۱۔ عبدالرحمن سلہٹی : سيف الابرار ، استنبول ، ۱۹۷۷ء۔
- ۱۳۲۔ عبدالعزيز دہلوی ، شاہ : تحفہ اثنا عشریہ ، طبع ۱۲۶۹ھ۔
- ۱۳۳۔ عشقی : تذکرہ عشقی ، مرتبہ کلیم الدین احمد ، (شامل دو تذکرے) ، پٹنہ ، ۱۹۵۹ء۔
- ۱۳۴۔ علی اکبر لکھنوی : فوائد عثمانیہ [ملفوظات ، مکتوبات و معمولات حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی] ، ملتان ، ۱۳۸۳ھ۔
- ۱۳۵۔ غجدوانی ، خواجہ عبدالخالق : وصایا - مشمولہ مجموعہ وصایا ، مرتبہ نواب صدیق حسن خان - بہوپال۔
- ۱۳۶۔ غلام سرور لاہوری ، مفتی : خزینۃ الاصفیاء ، لکھنؤ ، مطبع نمر ہند ، ۱۸۷۷ء۔
- ۱۳۷۔ غلام علی دہلوی (مؤلف مقامات مظہری) : ایضاح الطریقہ ، لاہور ، ۱۳۷۶ھ۔
- ۱۳۸۔ ايضاً : مکالمہ شریفہ ، جامع شاہ روف احمد رافت مجددی ، لاہور ، ۱۳۷۱ھ۔
- ۱۳۹۔ ايضاً : رسائل سبہ سيارہ ، مطبع علوی ، ۱۲۸۳ھ۔
- ۱۴۰۔ غلام مصطفیٰ خان ، ڈاکٹر (مرتب) : لوايح خانقاہ مظہریہ ، [مجموعہ مکالمات حضرت مظہر و مراسلت ماہین حضرات سلسلہ] ، حیدر آباد سندھ ، ۱۹۷۵ء۔
- ۱۴۱۔ غلام لہی لہی : القول القوی فی ذکر الخفی و الجلی ، لاہور ، مطبع مہدی ، ۱۳۰۱ھ [شرح مکتوب حضرت مظہر نمبر ۱۱ در ذکر خفی و جلی]۔

- ۱۴۲- غلام محی الدین قصوری : ملفوظات شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی ، تحقیق و تعلیق محمد اقبال مجددی ، ترجمہ اقبال احمد فاروقی ، مع متن ، لاہور ۱۹۷۸ء -
- ۱۴۳- فراقی ، کنور پریم کشور : وقائع عالم شاہی ، مرتبہ امتیاز علی خان عرشی ، رام پور ، کتاب خانہ رضا ، ۱۹۳۹ء -
- ۱۴۴- فرید بکری : ذخیرۃ الخوالین ، مرتبہ معین الحق ، ۳ جلد - کراچی ، ۱۹۶۸ء - ۱۹۷۰ء -
- ۱۴۵- فضل اللہ مجددی قندھاری : عمدۃ المقامات [حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ] ، لنڈو سائیں داد ، سندھ ، ۱۳۵۵ء -
- ۱۴۶- قائم چالڈ پوری : مخزن نکات ، مرتبہ اقتداء حسن ، لاہور ، ۱۹۶۶ء -
- ۱۴۷- قانع ، میر علی شیر : مقالات الشعراء [تراجم شعرائ سندھ] ، مرتبہ حسام الدین راشدی ، حیدر آباد سندھ ، سندھی ادبی بورڈ ، ۱۹۵۷ء -
- ۱۴۸- ایضاً : تہفہ الکرام ، طبع بمبئی ، ۱۳۰۴ء ، و جلد سوم حصہ اول ، مرتبہ حسام الدین راشدی ، حیدر آباد سندھ ، سندھی ادبی بورڈ ، ۱۹۷۱ء -
- ۱۴۹- قشیری ، امام ابوالقاسم : رسالہ قشیریہ ، شرح از خواجہ گیسو دراز ، گلبرگہ ، ۱۳۶۱ء -
- ۱۵۰- کاشانی ، عزالدین محمود بن علی : مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ ، مرتبہ جلال الدین بہائی ، تہران ، ۱۳۲۲ خ -
- ۱۵۱- کاشفی ، فخرالدین علی : رشحات عین العیات ، مطبع نولکشور ، ۱۹۱۲ء -
- ۱۵۲- کامور خان ، محمد ہادی : تذکرۃ السلاطین چغتای ، مرتبہ مظفر عالم ، بمبئی ، ۱۹۸۰ء -
- ۱۵۳- گردیزی ، فتح علی حسینی : تذکرہ ریختہ گویان ، مرتبہ عبدالحق ، اورنگ آباد ، ۱۹۳۳ء -
- ۱۵۴- قاسم ، قدرت اللہ : مجموعہ لغز ، مرتبہ حافظ محمود شیرانی ، طبع لاہور ، دانشگاہ پنجاب ، ۱۹۳۳ء -

- ۱۵۵- قمرالدین نقشبندی اورنگ آبادی : نورالطہور ، حیدر آباد دکن ، مطبع الصاریہ ، (س - ن) -
- ۱۵۶- قندھاری ، حاجی محمد عارف : تاریخ اکبری ، مرتبین اظہر علی ، حاجی معین الدین ، امتیاز علی عرشی ، رام پور ، ۱۹۶۲ء -
- - قندھاری ، دوست محمد حاجی = دوست محمد قندھاری ، حاجی -
- ۱۵۷- گوپاموی ، قدرت اللہ : نتائج الافکار ، بمبئی ، ۱۳۳۶ خ -
- ۱۵۸- گیسو دراز ، محمد حسینی : خاتمہ (ترجمہ و شرح آداب المریدین) ، گلبرگہ ، ۱۳۵۷ء -
- ۱۵۹- لاری ، ملا عبدالغفور : تکملہٴ نفعات الانس ، کابل ، ۱۳۴۳ خ -
- ۱۶۰- مبتلا ، مردان علی خان : گلشنِ سخن ، مرتبہ مسعود حسن رضوی ، ادیب ، علی گڑھ ، ۱۹۶۵ء -
- ۱۶۱- مجدد الف ثانی ، شیخ احمد سرہندی : مکتوبات ، تین جلد ، مصحح نور احمد امرتسری ، کراچی ، ۱۳۹۲ء -
- ۱۶۲- ایضاً : مکاشفاتِ عینیہ مجددیہ ، طابع غلام مصطفیٰ خان ، کراچی ، ۱۹۶۵ء -
- ۱۶۳- ایضاً : معارف لدنیہ ، بجنور ، ۱۳۵۱ء -
- ۱۶۴- ایضاً : مبداء و معاد ، لاہور ، ۱۳۷۶ء -
- ۱۶۵- ایضاً : ردّ روافض ، مرتبہ غلام مصطفیٰ خان ، استنبول ، ۱۹۷۷ء -
- ۱۶۶- ایضاً : رسالہٴ تہلیلہ ، مرتب غلام مصطفیٰ خان ، کراچی ، (س - ن) -
- ۱۶۷- ایضاً : اثبات النبوة ، مرتب غلام مصطفیٰ خان ، استنبول ، ۱۹۷۳ء -
- ۱۶۸- محب اللہ الہ آبادی : تسویہ ، مع شرح از حضرات قلندریہ ، طبع ، خانقاہ کاکوری -
- ۱۶۹- محمد اعظم دیدہ مری : تاریخ کشمیر اعظمی ، مقبوضہ کشمیر ، ۱۳۵۵ء -
- ۱۷۰- محمد اکرم براسوی : اقتباس الانور (حالاتِ مشائخ چشتیہ) صاہریہ ، لاہور ، ۱۸۹۵ء -

- ۱۷۱- محمد باقر لاہوری ، مفتی : کنز الہدایات ، مرتبہ نور احمد امرتسری ، امرتسر ، ۱۳۳۵ھ -
- ۱۷۲- محمد ہارما بخاری ، خواجہ : فصل الخطاب ، تاشقند ، ۱۳۳۱ھ -
- ۱۷۳- ایضاً : تحقیقات (تحفۃ السالکین) ، دہلی ، افغانی دارالکتب ، ۱۳۹۱ھ -
- ۱۷۴- ایضاً : رسالہ قدسیہ (ملفوظات حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری) ، مرتبہ احمد طاہری عراقی ، تہران ، ۱۹۷۵ء و طبع دیگر ، مرتبہ ملک محمد اقبال ، اسلام آباد ، مرکز تحقیقات فارسی ، ۱۹۷۵ء -
- ۱۷۵- محمد حسن جان مجددی : انساب الانجاب (الساب اولاد حضرت مجدد) ، ننگو سائیں داد ، سندھ ، ۱۳۳۰ھ -
- ۱۷۶- محمد حسین مراد آبادی : انوار العارفین ، بریلی ، ۱۳۲۹ھ -
- ۱۷۷- محمد عالم صدیقی علوی : لمحات من نفحات القدس (حالات مشائخ نقشبندیہ) ، تاشقند ، ۱۳۲۷ھ -
- ۱۷۸- شاہ محمد غوث لاہوری (ف ۱۱۵۳ھ) : ”رسالہ در کسب سلوک و بیان معرفت“ ، پشاور ، ۱۳۸۳ھ -
- ۱۷۹- محمد مظہر مجددی : مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ ، دہلی ، اکمل المطابع ، ۱۳۸۳ھ -
- ۱۸۰- محمد معصوم سرہندی بن حضرت مجدد : مکتوبات ، مرتبہ جلد اول و دوم غلام مصطفیٰ خان و مرتب جلد سوم نور احمد امرتسری ، حیدر آباد سندھ ، ۱۹۷۶ء -
- ۱۸۱- ایضاً : حسنات الحرمین (ملفوظات و مکاشفات حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی) ، جامع خواجہ عبیداللہ ، مرتبہ محمد اقبال مجددی ، موسیٰ زئی ، پاکستان ، ۱۹۸۱ء -
- ۱۸۲- محمد نظام الدین قادری : عقیدۃ الطالبین (در حالات شاہ رحمت اللہ نقشبندی ، ف ۱۱۹۵ھ) ، حیدر آباد دکن ، ۱۳۲۵ھ -
- ۱۸۳- محمد ہاشم کشمی : زبدة المقامات ، نولکشور ، ۱۳۰۷ھ -
- ۱۸۴- محمود : ملفوظات نقشبندیہ (ملفوظات بابا شاہ مسافر اورنگ آبادی ، ف ۱۱۲۶ھ) ، اورنگ آباد ، ۱۳۵۲ھ -

۱۸۵- مست ، ذوالفقار علی : ریاض الوفاق ، تلخیص از عبدالرسول خیام پور ،
لبریز ، ۱۳۳۳ خ -

۱۸۶- مصحفی : تذکرہ ہندی ، مرتبہ عبدالحق ، اورنگ آباد ، ۱۹۳۳ء -

۱۸۷- ایضاً : ریاض الفصحاء ، مرتبہ عبدالحق ، اورنگ آباد ، ۱۹۳۳ء -

۱۸۸- ایضاً : عقدِ ثریا ، مرتبہ عبدالحق ، کراچی ، ۱۹۷۸ء -

۱۸۹- مظہر جان جانان شہید : دیوان مع خریطہ جواہر ، کالپور ، مطبع
مصطفائی ، ۱۲۷۰ھ -

۱۹۰- ایضاً : رقعات کرامت سعادت شمس الدین حبیب اللہ مظہر ،
کول ، مطبع فتح الاخبار ، ۱۲۷۱ھ -

۱۹۱- ایضاً : مکاتیب میرزا مظہر ، مرتبہ عبدالرزاق قریشی ، بمبئی ،
۱۹۶۶ء -

۱۹۲- ایضاً : مکاتیب (شامل کلمات طیبات) ، دہلی ، مجتہائی ، ۱۳۰۹ھ -

۱۹۳- ایضاً : لواغِ خانقاہِ مظہریہ [مجموعہ مکتوبات حضرت مظہر و
مکاتیب مابین حضرات سلسلہ] ، ر - ک ، نمبر ۱۳۰ -

۱۹۴- میر تقی میر : نکات الشعراء ، اورنگ آباد ، ۱۹۳۵ء -

۱۹۵- نامعلوم : تاریخ عالمگیر ثانی ، مرتب علی عباس حسینی ، (حصہ اول
بطور مقالہ شامل جرنل پنجاب یونیورسٹی ہسٹاریکل سوسائٹی ،
لاہور ، جلد ۱۹ ، جنوری - اپریل ۱۹۶۶ء) -

۱۹۶- نامعلوم : جنگ نامہ احمد شاہ درانی ، (درانی کے پہلے حملہ لاہور
کی روداد ، منظوم فارسی) ، مرتبہ محمد اقبال مجددی ، شامل مجلہ تحقیق ،
پنجاب یونیورسٹی ، لاہور ، ج ۲ - ش ۲ -

۱۹۷- نظام الدین سہالوی : مناقب رزاقیہ (در حالات شاہ عبدالرزاق بانسوی)
لکھنؤ ، ۱۳۱۳ھ -

۱۹۸- نظام الدین احمد بخشی : طبقات اکبری ، کلکتہ ، ایشیائک سوسائٹی ،
۱۹۱۳ - ۱۹۳۱ء ، جلد ۳ -

- ۱۹۹- نظام ، عہد الملک غازی الدین خان : مناقبِ فخریہ (حالات و ملفوظات حضرت شاہ فخر دہلوی) ، دہلی ، مطبع احمدی ، ۱۳۱۵ھ۔
- ۲۰۰- نظامی ، خلیق احمد : شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ، (فارسی مع اردو ترجمہ) ، دہلی ، ندوۃ المصنفین ، ۱۹۶۹ھ۔
- ۲۰۱- نعیم اللہ بھڑانچی : انقاس الاکابر و انوار الضائر ، لکھنؤ ، مطبع اسدی ، ۱۲۹۱ھ۔
- ۲۰۲- ایضاً : معمولاتِ مظہریہ ، کانپور ، مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ و طبع دوم ، ۱۲۸۳ھ ، لاہور ، مطبع مجددی ۔
- ۲۰۳- نور الدین حسین فخری : فخرالطالبین [حالات و ملفوظات شاہ فخر جہاں دہلوی] ، دہلی ، ۱۳۱۵ھ۔
- ۲۰۴- نور مجدد ، قاضی : جنگ نامہ [درانی کے ساتویں حملہ ہند کے واقعات] مرتبہ گنڈا سنگھ ، امرتسر ، ۱۹۳۹ھ۔
- ۲۰۵- وارد ، محمد شفیع تہرانی : تاریخ نادر شاہی (نادر نامہ) ، مرتبہ رضا شعبانی ، تہران ، ۱۳۳۹ خ۔
- ۲۰۶- وحدت ، عبدالاحد : گاشنِ وحدت (مکتوبات حضرت وحدت) جامع شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری ، مرتبہ عبداللہ جان فاروق ، کراچی ، ۱۹۶۶ھ۔
- ۲۰۷- وکیل احمد سکندر پوری : ہدیہ مجددیہ (رد اعتراضات حضرت شیخ عبدالحق بر حضرت مجدد) ، دہلی ، مطبع مجتہبی ، ۱۳۰۹ھ۔
- ۲۰۸- ایضاً : الوار احمدیہ ، دہلی ، مجتہبی ، ۱۳۰۹ھ۔
- ۲۰۹- وکیلی ، عزیز الدین فوفلزی : تیمور شاہ درانی ، طبع دوم ، دو جلد ، کابل ، ۱۳۳۶ خ۔
- ۲۱۰- ولی اللہ دہلوی ، شاہ : الطاف القدس ، مرتبہ عبدالحمید سواتی ، گوجرانوالہ ، ۱۹۶۳ھ ، و اردو ترجمہ فاروق القادری ، لاہور ، ۱۹۷۵ھ۔
- ۲۱۱- ایضاً : الفاس العارفین ، دہلی ، مجتہبی ، ۱۳۳۵ھ۔

- ۲۱۲- ہندی ، بہگوان داس : سفینہ ہندی (تذکرہ شعرائے فارسی) ، مرتبہ
عطاء الرحمن کاکوی ، پشہ ، ۱۹۵۸ء -
- ۲۱۷- یکتا ، احمد علی : دستور الفصاحت ، مرتب امتیاز علی خان عرشی ،
رام پور ، ۱۹۴۳ء -

مطبوعاتِ اردو :

- ۲۱۳- آزاد ، محمد حسین : آب حیات ، طبع لاہور -
- ۲۱۵- ابوالحسن ، سید : آئینہ اودھ ، کانیپور ، مطبع نظامی ، ۱۳۰۵ھ -
- ۲۱۶- ابوالحسن علی لدوی : سیرت سید احمد شہید ، جلد اول ، طبع لاہور ،
(س - ن) -
- ۲۱۷- ایضاً : تذکرہ شاہ فضل رحمت گنج مراد آبادی ، لکھنؤ ،
لدوۃ العلماء ، ۱۳۷۷ھ -
- ۲۱۸- ایضاً : تاریخ دعوت و عزیمت ، جلد چہارم (حالات و کالات حضرت
محمد الف ثانی) ، کراچی ، ۱۹۸۰ء -
- ۲۱۹- ابوالبیان ، محمد داؤد امرتسری : سیرت غوث الاعظم ، موسیٰ زئی ،
ضلع ڈبرہ اساعیل خان ، ۱۹۷۹ء -
- ۲۲۰- ابو زہرہ مصری : حیات امام احمد بن حنبل ، اردو ترجمہ، رئیس احمد
جعفری ، لاہور ، ۱۹۶۱ء -
- ۲۲۱- احمد خان ، سرسید : آثار العنابد ، دہلی ، ۱۹۶۵ء -
- ۲۲۲- احمد رضا خان بریلوی : حرمت سجدہ تعظیمی ، لاہور ، ۱۹۷۷ء -
- ۲۲۳- ایضاً : الفضل الموبہی فی معنی اذا صح الحدیث فهو منہبی ، لاہور ،
۱۳۲۵ھ -
- ۲۲۴- ادیب ، مسعود حسن رضوی : آب حیات کا تنقیدی مطالعہ ، لکھنؤ ،
۱۹۶۴ء -
- ۲۲۵- اقبال احمد : تاریخ شیراز ہند جونہور ، جونہور ، ۱۹۶۷ء -

- ۲۲۶- اکبر شاہ خان نجیب آبادی : "جنگ پانی پت" مقالہ مشمولہ رسالہ عبرت ، نجیب آباد ، مئی ۱۹۱۶ء۔
- ۲۲۷- اگرام چغتائی ، مجدد : "فتوحاتِ مکہ" مقالہ ، مشمولہ ، رسالہ "معاصر" لاہور ، شمارہ اول ، ۱۹۲۹ء۔
- ۲۲۸- الطاف علی بریلوی : حیات حافظ رحمت خان ، گراچی ، ۱۹۶۳ء۔
- - انجم = خلیق انجم ۔
- ۲۲۹- بحر العلوم ، ملا عبدالعلی : وحدت الوجود (رسالہ) ، ترجمہ و حواشی زید ابوالحسن فاروقی ، دہلی ، ۱۹۲۱ء۔
- ۲۳۰- البیرونی ، ابو ریحان : کتاب الہند ، اردو ترجمہ از اصغر علی ، دہلی ، (دو جلد) ، ۱۹۳۱ء - ۱۹۳۲ء۔
- ۲۳۱- پولیر : شاہ عالم ثانی کے عہد کا دہلی دربار ترجمہ از نصیب اختر ، گراچی ، ۱۹۶۷ء۔
- ۲۳۲- تابان ، عبدالحی : دیوان تابان ، مرتبہ عبدالحق ، اورنگ آباد ، ۱۹۷۵ء۔
- ۲۳۳- ثناء اللہ پانی پتی ، قاضی : السیف المسلول ، اردو ترجمہ از مجد رفیق اثری ، ملتان ، ۱۹۷۹ء۔
- ۲۳۴- جہلمی ، فقیر مجد : حدائق الحنفیہ ، مطبع نولکشور ، ۱۹۰۶ء۔
- ۲۳۵- حالی ، الطاف حسین : حیات جاوید ، کانپور ، ۱۹۰۱ء۔
- ۲۳۶- خباز ، ملا حسین کشمیری : ہشت شرائط خواجگانِ نقشبندیہ ، لاہور ، (س - ن) اردو ترجمہ۔
- ۲۳۷- خلیق انجم : مرزا مظہر جان جالان کے خطوط ، دہلی ، مکتبہ برہان ، ۱۹۶۲ء۔
- ۲۳۸- ایضاً : مرزا مجد رفیع سودا ، علی گڑھ ، ۱۹۶۶ء۔
- - خلیق احمد نظامی = نظامی ، خلیق احمد۔
- ۲۳۹- خورشید حسن بجنوری : مخزن برکت (حالات شیخ پیر مجد لکھنوی ف ۱۰۸۵) ، لکھنؤ ، ۱۷۰۹ء۔

- ۲۴۰- درد، خواجہ میر: دیوانِ درد (اردو)، مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی، لاہور، ۱۹۶۲ء۔
- ۲۴۱- ذکاء اللہ دہلوی: تاریخ ہندوستان، جلد نہم، علی گڑھ، ۱۹۱۹ء۔
- ۲۴۲- ذوالفقار، غلام حسین: اردو شاعری کا سہاسی اور سہاجی پس منظر، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۶ء۔
- ۲۴۳- ذوق، سید محمد شاہ: سر دلبران (اصطلاحات تصوف)، کراچی، ۱۹۸۰ء۔
- ۲۴۴- رافت، رؤف احمد مجددی: جواہر علویہ (حالات مشائخ نقشبندیہ خصوصاً حضرت شاہ غلام علی دہلوی)، لاہور، ۱۹۱۹ء۔
- ۲۴۵- رحمن علی، مولوی: تذکرہ علمائے ہند، ترجمہ و تحقیق محمد ایوب قادری، کراچی، ۱۹۶۱ء۔
- ۲۴۶- رفیع الدین مراد آبادی: سفر نامہ حجاز، ترجمہ از نسیم احمد فریدی، لکھنؤ، مکتبہ الفرقان، ۱۳۸۰ھ۔
- ۲۴۷- زید، ابوالحسن فاروقی: حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، دہلی، ۱۹۷۷ء۔
- ۲۴۸- ایضاً: مقامات خیر (حالات حضرت شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی)، دہلی، ۱۳۹۲ھ۔
- ۲۴۹- سراج احمد خان: ”مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کی دینی و معاشرتی اہمیت“، حیدرآباد سندھ، ۱۹۷۷ء۔
- ۲۵۰- سعید احمد اکبر آبادی: صدیق اکبر، دہلی، ندوۃ المصنفین، ۱۹۵۷ء۔
- ۲۵۱- سلیمان ندوی، سید: سیرت عائشہ، اعظم گڑھ، ۱۹۵۳ء۔
- ۲۵۲- شبلی نعمانی: مقالات شبلی، جلد پنجم، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۹۵۵ء۔
- ۲۵۳- ایضاً: سفر نامہ روم و مصر و شام، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ۱۹۳۰ء۔

- ۲۵۳- شبیر شاہ : انوار محی الدین (در حالات حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری) ، لائل پور ، ۱۹۶۶ء -
- ۲۵۵- شوقی ، احمد علی رام پوری : تذکرہ کاملان رام پور ، دہلی ، ۱۹۲۹ء -
- ۲۵۶- شیرانی ، حافظ محمود خان : پنجاب میں اردو ، لاہور ، (س - ن) -
- ۲۵۷- صباح الدین عبدالرحمن : ”ہندوستان کے سلاطین ، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر“ ، اعظم گڑھ ، دارالمصنفین ، ۱۹۶۳ء -
- ۲۵۸- مصمصام الدولہ شاہ نواز خان : مآثر الامراء ، ترجمہ از محمد ایوب قادری ، تین جلد ، لاہور ، ۱۹۶۸ء - ۱۹۷۰ء -
- ۲۵۹- ضیاء ، محمد یعقوب : اکمل التاریخ ، (رجال و اعیانِ ہدایوں) ، ہدایوں ، مطبع قادری ، ۱۳۳۳ھ -
- ۲۶۰- طرب ، رحیم الدین احمد دہلوی : مخزنِ حقیقت (حالات حضرت مظہر) دہلی ، رضوی پریس ، ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء -
- ۲۶۱- عبادت ہریلوی : مرزا مظہر جان جاناں ، مقالہ مشمولہ اور ہتھل کالج میگزین ، اگست ، ۱۹۵۹ء -
- ۲۶۲- عبدالاول جونپوری : مفید المفتی ، لکھنؤ ، مطبع آسی ، ۱۳۲۶ھ -
- ۲۶۳- عبدالحق : ”اردو شاعری میں ایہام گوئی“ ، مقالہ مشمولہ ، ”مجموعہ تحقیقاتِ علمیہ“ جامعہ عثمانیہ ، حیدرآباد دکن ، جلد دوم ، ۱۹۳۳ء -
- ۲۶۴- عبدالحی حسنی : اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں (الثقافة الاسلامیہ فی الہند کا ترجمہ) ، مترجم ابوالعرفان لدوی ، اعظم گڑھ ، دارالمصنفین ، ۱۹۷۰ء -
- ۲۶۵- ایضاً : دہلی اور اس کے اطراف ، دہلی ، ۱۹۵۸ء -
- ۲۶۶- عبدالستار ، قاضی : اردو شاعری میں قنوطیت ، (۱۹۵۸ء) علی گڑھ ، (س - ن) -

- ۲۶۷۔ عبدالعزیز دہلوی ، شاہ : فیصلہ شاہ صاحب دہلوی (در بارہ وحدت الوجود) ترجمہ از مشتاق احمد انیسٹروی ، (مع متن) ، حیدر آباد دکن ، (س - ن) ۔
- ۲۶۸۔ ایضاً : ملفوظاتِ عزیز ، ترجمہ محمد علی لطفی ، کراچی ، ایجوکیشنل پبلشرز ، ۱۹۶۰ء ۔
- ۲۶۹۔ عبدالقادر رام پوری : علم و عمل ، ترجمہ معین الدین افضل گڑھی ، مرتبہ محمد ایوب قادری ، کراچی ، ۱۹۶۱ء ۔
- ۲۷۰۔ غلام سرور لاہوری ، مفتی : حدیثہ الاولیاء (حالات اولیائے پنجاب) تحقیق و حواشی محمد اقبال مجددی ، لاہور ، ۱۹۷۶ء ۔
- ۲۷۱۔ غلام مصطفیٰ خان : حضرت مجدد الف ثانی ۔ ایک تحقیقی جائزہ ، حیدر آباد سندھ ، ۱۹۶۵ء ۔
- ۲۷۲۔ فریدی ، محمد عالم : مزارات اولیائے دہلی ، طبع دوم ، دہلی ، ۱۳۴۶ھ ۔
- ۲۷۳۔ فریدی ، نسیم احمد امر وہوی : تجلیات ربانی ، تلخیص مکتوبات امام ربانی ، موسیٰ زئی ، ضلع ڈبرہ اسماعیل خان ، ۱۹۷۸ء ۔
- ۲۷۴۔ ایضاً : خواجہ باقی باللہ اور صاحب زادگان و خلفاء ، لکھنؤ ، مکتبہ الفرقان ، ۱۹۷۸ء ۔
- ۲۷۵۔ قدیر احمد : خواجہ میر درد (ذکر و فکر) ، دہلی ، ۱۹۶۴ء ۔
- ۲۷۶۔ قریشی ، عبدالرزاق : میرزا مظہر جان جاناں اور ان کا اردو کلام ، بمبئی ، ۱۹۶۱ء ، طبع ثانی ، اعظم گڑھ ، دار المصنفین ، ۱۹۷۹ء ؛
- ۲۷۷۔ ایضاً : ”بشاراتِ مظہریہ“ ، تعارفی مقالہ ، مشمولہ معارف ، اعظم گڑھ ، دار المصنفین ، مئی ۱۹۶۸ء ۔
- ۲۷۸۔ قمر ، نصر اللہ خان خویشکی : گلشن ہمیشہ بہار (تذکرہ شعراء) ، مرتبہ اسلم فرخی ، کراچی ، ۱۹۶۷ء ۔
- ۲۷۹۔ کریم الدین : طبقات الشعراء ، (طبقتہ سوم) مرتبہ عطاء الرحمن کاکوی ، پٹنہ ، ۱۹۶۷ء ۔

- ۲۸۰- گین ، ایچ - جی : مادھو جی سندھیا ، ترجمہ از محمد عبدالسلام ،
جامعہ عثمانیہ ، حیدر آباد دکن ، ۱۹۲۳ء -
- ۲۸۱- گل حسن : تذکرہ غوثیہ (حالات و ملفوظات سید غوث علی شاہ
قلندر پانی پتی) ، لاہور ، (س - ن) -
- ۲۸۲- لطف ، میرزا علی : گلشن ہند ، مرتبہ شبلی نعمانی و عبدالحق ،
حیدر آباد دکن ، ۱۹۰۶ء -
- ۲۸۳- محمد احسان ، کمال الدین ابوالفیض : روضۃ القیومیہ (حالات مشائخ
نقشبندیہ مجددیہ) ، لاہور ، ۱۳۳۵ھ -
- ۲۸۴- محمد اسلم پسروری : فرحت الناظرین (باب تراجم اعیان) ترجمہ از
محمد ایوب قادری ، کراچی ، ۱۹۷۲ء -
- ۲۸۵- محمد اشرف نقوی : اختر شہنشاہی (مطالع و اخبارات ہند کی تاریخ) ،
لکھنؤ ، ۱۸۸۸ء -
- ۲۸۶- محمد اقبال ، علامہ ڈاکٹر : مکتوبات اقبال ، مرتبہ نذیر لہازی ،
لاہور ، ۱۹۵۷ء -
- ۲۸۷- محمد اقبال مجددی : احوال و آثار عبداللہ خویشکی تصوری ، لاہور ،
۱۹۷۲ء -
- ۲۸۸- ایضاً : ”حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں“ ،
مقالہ مشمولہ ، نور اسلام ، حضرت مجدد نمبر ، شرق پور -
- ۲۸۹- ایضاً : شیخ محمد مراد ٹنگ نقشبندی کشمیری ، مقالہ مشمولہ ،
نور اسلام ”اولیائے نقشبند نمبر“ ، شرقپور ، ۱۹۷۹ء -
- ۲۹۰- محمد اکرام ، شیخ : رودِ کوثر ، لاہور ، ۱۹۷۰ء -
- ۲۹۱- محمد ایوب قادری : جنگ آزادی ۱۸۵۷ء ، کراچی ، ۱۹۷۶ء -
- ۲۹۲- محمد حسن ، خلیفہ ، سید : تاریخ پٹیالہ ، امرتسر ، ۱۸۷۸ء -
- ۲۹۳- محمد حیات سندھی : الایقاف علی سبب الاختلاف ، مع ترجمہ محمد حسین
بٹالوی ، لاہور ، ۱۹۵۹ء -

- ۲۹۴- محمد ظفرالدین : تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند ، جلد دوم ، ۱۹۷۳ء -
- ۲۹۵- محمد عمر : ”ہندو تہذیب اور مسلمان“ ، مقالہ مشمولہ ، برہان ، دہلی ، لدوۃ المصنفین ، ۱۹۶۸ تا ۱۹۷۰ء (بالاقساط) -
- ۲۹۶- ایضاً : ”میر کا سیاسی و سماجی ماحول“ ، مقالہ مشمولہ ، برہان ، ۱۹۶۳ تا ۱۹۷۰ء (بالاقساط) -
- ۲۹۷- محمد قطب الدین و محمد خلیل الرحمن : احوال العارفين (حالات شاہ سعداللہ نقشبندی) ، حیدرآباد دکن ، ۱۳۱۷ھ -
- ۲۹۸- محمد محبوب جنیدی : حیاتِ آصف (نظام الملک آصف جاہ اول) ، حیدرآباد دکن ، ۱۳۶۵ھ -
- ۲۹۹- محمد معصوم رام پوری : ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین ، رام پور ، مطبع مظہر العلوم ، ۱۳۰۸ھ -
- ۳۰۰- محمد معظم عباسی ، خلیفہ : جنگ نامہ آصف الدولہ و نواب رام پور (۱۷۹۳ء) ، مرتبہ محمد ایوب قادری ، کراچی ، ۱۹۸۰ء -
- ۳۰۱- مراد اللہ عرف غلام کاکي : تفسیر مرادینہ ، بمبئی ، ۱۳۷۱ھ -
- ۳۰۲- معین الدین ندوی ، شاہ : تاریخ اسلام ، جلد اول ، اعظم گڑھ ، دارالمصنفین ، ۱۹۶۶ء -
- ۳۰۳- ملکا پوری ، عبدالجبار : محبوب الزمن (تذکرہ شعرائی دکن) ، حیدرآباد دکن ، ۱۳۲۹ھ -
- ۳۰۴- مناظر احسن کیلانی : ”حضرت شاہ ولی اللہ“ ، مقالہ مشمولہ الفرقان ، شاہ ولی اللہ نمبر ، لکھنؤ ، ۱۹۳۱ء -
- ۳۰۵- منظور الحق صدیقی : مآثر الاجداد ، لاہور ، ۱۹۶۳ء -
- ۳۰۶- ناصر ، سعادت خان : تذکرہ خوش معرکہ زیبا ، مرتبہ مشفق خواجہ ، جلد ۲ ، لاہور ، ۱۹۷۰ء -
- ۳۰۷- نجم الغنی رام پوری : تذکرۃ السلوک ، مراد آباد ، ۱۳۱۸ھ -
- ۳۰۸- نساخ ، عبدالغفور : سخن شعراء ، نولکشور ، ۱۳۹۱ھ -

○ - نسیم احمد فریدی = فریدی ، نسیم احمد امرہوی -

۳۰۹ - نظامی ، خلیق احمد : تاریخ مشائخ چشت ، جلد چہارم ، (طبع عکسی لاہور ۱۹۷۵ء) ، جلد اول ، طبع دہلی ، ۱۹۸۰ء -

۳۱۰ - ایضاً : حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، دہلی ، ۱۹۵۳ء -

۳۱۱ - ایضاً : تاریخی مقالات ، دہلی ، ۱۹۶۶ء -

۳۱۲ - ایضاً : اوراقِ مصور (عہدِ وسطیٰ کی دہلی) ، دہلی ، دہلی یونیورسٹی ، ۱۹۷۲ء -

۳۱۴ - وحید اختر : میر درد (تصوف و شاعری) ، علی گڑھ ، ۱۹۷۱ء -

۳۱۳ - وحید ، واحد علی : پشت نامہ ہنسوہ ، بہرائچ ، ۱۹۲۹ء -

۳۱۵ - ولی اللہ محدث دہلوی ، شاہ : انصاف ترجمہ باسم "کشاف" از محمد احسن نائوتوی ، دہلی ، ۱۹۰۹ء -

۳۱۶ - ایضاً : شفاء العلیل ، ترجمہ قول الجمیل ، مطبع احمدی ، (س - ن) -

۳۱۷ - ولی اللہ فرخ آبادی : عہد ہنگش ، ترجمہ شریف الزمان شریف ، مرتبہ محمد ایوب قادری ، کراچی ، ۱۹۶۵ء -

مطبوعاتِ انگریزی :

Arshi, Intiaz Ali : *Catalogue of the Arabic Manuscripts in Raza Library Rampur, Rampur, 6 vols.* 1963 - 1977.

Basham, A. L. (ed.) : *Cultural History of India*, Oxford, 1975.

Briggs, J. : *History of the Rise of the Mahomedan Power in India*, 4 vols. Lahore, 1977, (reprint).

Bernier, F. : *Travels in the Mughal Empire*, London, 1891, -۳۲۱

Buckland, C.E. : *Dictionary of Indian Biography*, Lahore, Al-Biruni, 1975, (reprint). -۳۲۲

- Calendar of Persian Correspondence**, x vols. Calcutta, -۳۲۴
Delhi, 1911 - 59.
- Cambridge History of India**, vol. v. (ed.) Dodwell, -۳۲۴
Cambridge, 1929.
- Chandra, Satish** : *Parties and Politics at the Mughal Court*, -۳۲۵
(1707—1740), Aligarh, 1959.
- Chatterji, Nandalal** : *Mir Qasim*, Allahabad, 1935. -۳۲۶
- Datta, K.** : *Allypore and his Times*, Calcutta, 1939. -۳۲۷
- Dodwell, H.** : *Dupleix and Clive*, London, 1920. -۳۲۸
- Duff, J.** : *History of the Marhathas*, Calcutta, 1912. -۳۲۹
- Eaton, Richard, M.** : *Sufis of Bijapur*, Princeton, Univer- -۳۳۰
sity Press, 1978.
- Edwards, Michael** : *King of the World*, (Life and Times of -۳۳۱
Shah Alam), London, 1970.
- Elliot and Dowson** : *History of India as told by its own* -۳۳۲
Historians, 8 vols., Lahore, 1976,
(reprint).
- Ethé, H.** : *Catalogue of Persian Manuscripts in the Library* -۳۳۳
of India Office, 2 vols., Oxford, London, 1903 - 37.
- Fakhri, Nuruddin Hussain** : *An Account of Najibuddaulah*, -۳۳۴
(trans.) Sh. Abdur Rashid,
Aligarh, 1952.
- Forrest, G.** : *Life of Lord Clive*, London, 1918. -۳۳۵
- Franklin, W.** : *The History of the Reign of Shah Aurum*, -۳۳۶
London, 1798.
- Friedmann, Yohanan** : *Shaykh Ahmad Sirhindi*, (An out- -۳۳۷
line of his Thought and a Study
of his image in the eyes of
Posterity), McGill University,
Montreal, 1971.

- Friedmann, Y. : *Medieval Muslim Views of Indian Religions*, -۳۳۸
Journal of American Oriental Society,
vol. 95, No. 2, (1975).
- Fauja Singh (ed.) : *Sirhind Through the Ages*, Panjabi -۳۳۹
University, Patiala, 1972.
- Ganda Singh : *Banda Singh Bahadur (Life of)*, Amritsar -۳۴۰
1935.
- Ganda Singh : *Ahmad Shah Durrani*, Quetta, 1977, -۳۴۱
(reprint).
- Ganda Singh : *Sirhind in the Eighteenth Century*, -۳۴۲
(*Sirhind Through the Ages*, pp. 91 - 114).
- Ghulam Mustafa Khan : *Persian Literature in Indo-Pak.*, -۳۴۳
Lahore, 1972.
- Gupta, H.R. : *Later Mughal History of the Punjab*, Lahore, -۳۴۴
1976, (reprint).
- Gupta, H. R. : *Marathas and Panipat*, Panjabi University, -۳۴۵
Chandigarh, 1961.
- Habib, Irfan : *The Agrarian System of Mughal India*, -۳۴۶
Bombay, 1963.
- Imperial Gazetteer of India*, (new ed.) Oxford, (25 vols.), -۳۴۷
1909.
- Irvine, W. : *Later Mughals*, (ed. by) J.N. Sarkar, Calcutta, -۳۴۸
1922.
- Kashi Raj : *An Account of the Last Battle of Panipat*, -۳۴۹
(tr.) J. Brown, (ed. by) Rawilson, Bombay,
1926.
- Keene, H. G. : *Sindhia (Madhoji Patel)*, Oxford, 1916. -۳۵۰
- Khushwant Singh : *History of the Sikhs (1469 - 1974)*, -۳۵۱
Oxford, University Press (Branch
Delhi), 1977.

- Kirpal Singh** : *Life of Maharaja Ala Singh of Patiala*, -۳۵۲
Amritsar, 1954.
- Rieu, Charles** : *Catalogue of the Persian Manuscripts in the* -۳۵۳
British Museum, 3 vols., London, 1879 - 1895.
- Lockhart, L.** : *Nadir Shah*, Al-Irfan, Lahore, 1976, (reprint). -۳۵۴
- Malik, Zahir Uddin** : *The Reign of Muhammad Shah*, -۳۵۵
Aligarh, 1977.
- Malik, Z.U.** : *Kkan-i-Dauran*, Aligarh, 1973. -۳۵۶
- Muhammad Yasin** : *A Social History of Islamic India*, -۳۵۷
Lucknow, 1958.
- Muhammad Isbaq** : *India's Contribution to the Study of* -۳۵۸
Hadith Literature, Dacca University,
1955.
- Muhammad Saeed** : *The Sharqi Sultanate of Jaunpur*, -۳۵۹
Karachi, 1972.
- Muhammad Mujeeb** : *The Indian Muslims*, London, 1967. -۳۶۰
- Nijjar, B. S.** : *Panjab Under the Later Mughals*, Lahore, -۳۶۱
1980, (reprint).
- Nizami, K. A.** : *Naqshbandi Influence on Mughal Rulers and* -۳۶۲
Politics, Islamic Culture, Hyderabad,
Deccan, vol. xxxix, No. 1, January, 1965.
- Poona Residency Correspondence**, vol. I, ed. J. N. -۳۶۳
Sarkar, vol. II, ed. Sardesai, Bombay, 1936.
- Pearson, J. D.** : *Index Islamicus*, (1906 - 1975), Mansell, -۳۶۴
London, 1974 - 1976.
- Qureshi, I.H.** : *Ullema in Politics*, Karachi, 1974. -۳۶۵
- Radhakrishnan** : *The Philosophy of the Upanisads*, London, -۳۶۶
1935.
- Rizvi, S.A.A.** : *Shah Wali-Allah and His Times*, Australia, -۳۶۷
1980.

Sarkar, J. N. : *History of Aurangzeb*, 5 vols., Calcutta, -۳۶۸
1912 - 24.

Sarkar, J. N. : *Fall of the Mughal Empire*, 4 vols., Calcutta -۳۶۹
1932 - 50.

Schimmel, Annemarie : *Pain and Grace* (A study of Mystical -۳۷۰
Writers, Kh. Mir Dard and Sh.
Abdul Latif of Bait), Leiden : E.J.
Brill, 1976.

Srivastava, A. L. : (A) *Shuja-ud Daulah*, vol. I, Calcutta, -۳۷۱
1939, vol. II, Lahore, 1945.

(B) *Marathas and Najibuddaulah*, -۳۷۲
Islamic Culture, Deccan, January,
1946.

Sorley, H. T. : *Shah Abdul Latif of Bhit*, Oxford Uni- -۳۷۳
versity Press. Karachi, 1966.

Storey, C. A. : *Persian Literature*, vol. I, 1970, (Part I), -۳۷۴
vol. I, (Part II), 1972, Luzac and Co.,
London, (reprint).

Spear, Percival : *Twilight of the Mughals*, Oxford Univer- -۳۷۵
sity Press, 1973.

Trimingham, J. S. : *The Sufi Orders in Islam*, Oxford -۳۷۶
University Press, 1971.

Trotter, L. J. : *Warren Hastings*, London, 1910. -۳۷۷

Yusuf Hussain Khan : *Glimpses of Medieval Indian Culture*, -۳۷۸
Bombay, 1962.

اشاریہ

- ۱- رجال
- ۲- القوام ، قبائل ، جماعتیں ، فرقے ، سلاسل
- ۳- اماکن
- ۴- کتب
- ۵- مطابع و ناشرین

الف

ابوبکر صدیق ، امیر المومنین ۱۶۹ ،
 ۲۳۶ ، ۲۳۸ ، ۲۶۰ ، ۲۹۹ ،
 ۳۰۰ ، ۳۰۷ ، ۳۳۳ ، ۳۷۲ ،
 ۳۷۷ ، ۵۱۲ ، ۵۲۳ ، ۵۳۵ ،
 ۵۵۳ ، ۵۵۵ ، ۵۵۶ ،
 ابوالبیان ، مجد داؤد ۷۰۳
 ابو احمد چشتی ۲۳۸
 ابو احمد عبدالله ۶۳۵
 ابوالحسن خان ۴۳۳
 ابوالحسن خرقانی ۲۳۶
 ابوالحسن ، سید ۷۰۳
 ابوالحسن ، قرشی ۲۳۷
 ابوالحسن (متولی مزار نعیم اللہ
 جڑانچی) ۴۶۳
 ابوالحسن (مؤلف آئینہ اودھ) ۴۴۵
 ابوالحسن علی ندوی ۱۸۵ ، ۲۰۴ ،
 ۲۱۳ ، ۶۲۹ ، ۶۴۰ ، ۶۴۵ ،
 ۷۰۳
 ابوالحسن لصیر آبادی ۴۶۳
 ابوالحیات ۴۴۱
 ابوالخیر مجددی ، شاہ ، دہلوی
 ۱۵۸ ، ۱۶۰ ، ۱۶۷ ، ۱۶۸ ،
 ۲۱۶ ، ۲۱۹ ، ۳۳۸ ، ۶۳۵ ،
 ۷۰۵
 ابوالخیر ، مجد بن احمد ۱۳۳ ،
 ۲۱۳
 ابوالعرفان ندوی ۷۰۶
 ابوالفتح (مکتوب الیہ حضرت مظہر
 نیز دیکھیے فتح خان) ۸۲ ،

ابراہیم علیہ السلام ۲۶۲ ، ۵۲۴
 ابراہیم ادہم ۲۳۸
 ابراہیم بن مخدوم جلال ۴۳۳
 ابراہیم بن خواجہ عبدالغنی ۶۴۲
 ابراہیم بیگ مرزا = مرزا ،
 ابراہیم بیگ
 ابراہیم چکنی پشوری ۳۵
 ابراہیم شطاری ۵۵۹
 ابراہیم عطوہ عوض ۲۵۸
 ابراہیم کردی ۴۸۳
 ابراہیم ، ملا ۴۳۱
 ابن تیمیہ ۵۳۸
 ابن جوزی ۵۳۸
 ابن حجر ۲۳۳ ، ۲۸۵ ، ۵۵۶
 ابن طوفان (مؤلف تذکرہ شعراء)
 ۶۹۳
 ابن عابدین = شامی ، علامہ
 ابن عربی ، محی الدین شیخ اکبر
 ۱۷ ، ۳۳۵ ، ۳۵۹ ، ۳۷۰ ،
 ۳۸۲ ، ۳۸۴ ، ۳۹۱ ، ۵۱۲ ،
 ۵۲۸ ، ۶۸۹
 ابن منظور (مؤلف لسان العرب)
 ۶۶۰
 ابن یمن ۵۸۳ ، ۶۳۱
 ابو اسحاق چشتی شامی ۲۳۸
 ابوبکر ، خواجہ ۴۴۴
 ابوبکر شبلی ۲۳۷

ابو علی رودباری ۲۳۹
 ابو علی فارمدی ۲۳۶ ، ۲۳۷
 ابو علی کاتب ۲۳۹
 ابو محمد چشتی ۲۳۸ ، ۲۳۹
 ابو النجیب = «سهروردی»
 ابو النجیب
 ابو یوسف چشتی ۲۳۸ ، ۲۳۹
 ابی الحسین بن یحییٰ بخاری ۵۳۸
 ابی صالح موسیٰ جنگی دوست ۲۳۰
 ابی عبدالله بن یحییٰ ۲۳۰
 اثری ، محمد رفیق ۵۵۲ ، ۷۰۳
 اجملی ، محمد میرن جان (مؤلف
 خازن الشعراء) ۶۸۸
 اجمیری ، محی الدین غازی ۶۵۹ -
 ۶۸۲
 اجنبی ، میر ۱۳۹
 احرار ، خواجہ عبیداللہ ۱۴۹
 ۱۷۱ ، ۲۳۱ ، ۲۳۳ ، ۲۳۶
 ۲۵۲ ، ۲۵۷ ، ۳۱۵ ، ۶۱۵
 احمد ، حاجی (شیخ الحدیث) ۳۶۲
 احمد بن حنبل ، امام ۳۳۳ ، ۵۳۷
 احمد اللہ بن قاضی ثناء اللہ پانی پتی
 ۱۳۶ ، ۳۹۳ - ۳۹۶ ، ۳۳۶
 ۳۳۸ ، ۳۳۷
 احمد اللہ سندیلوی ۳۶۰
 احمد بخش ، شیخ ۶۰۳
 احمد ہریلوی ، سید ۶۰۰
 احمد بغدادی ، سید ۱۷۵

۸۷ ، ۵۱۶ ، ۵۵۷ ، ۶۱۸
 ابو الفرج طرطوسی ۲۴۷
 ابو الفضل علامی ۲۵۹ ، ۶۹۳
 ابو القاسم اصفہانی ۵۰۳
 ابو القاسم بجنوری ، سید ۳۵۶
 ابو القاسم خان (برادر مجدالدولہ)
 ۷۳ ، ۷۳
 ابو القاسم گرگانی ۲۳۷
 ابو القاسم ہسوی ۹۵۰
 ابو حنیفہ ، امام اعظم ۵۰۲ ،
 ۵۰۴ ، ۵۰۳ ، ۵۳۸ ، ۵۷۳
 ابو زہرہ مصری ۵۳۰ ، ۵۵۵ ،
 ۷۰۳
 ابو سعید حسنی ، شاہ ۲۳۰
 ابو سعید مجددی دہلوی ۱۳۰ ،
 ۱۵۸ ، ۱۶۰ ، ۱۶۳ ، ۱۶۵ ،
 ۱۷۶ ، ۱۷۵ ، ۱۷۶ ، ۲۱۸ ،
 ۲۱۳ ، ۲۳۳ ، ۳۸۵ ، ۵۶۷ ،
 ۵۷۸ ، ۵۹۶ ، ۵۹۸ ، ۵۹۹ -
 ۶۱۰ ، ۶۱۱ ، ۶۱۳ ، ۶۱۶ ،
 ۶۲۲ ، ۶۳۵ ، ۶۳۱ ، ۶۳۲ ،
 ۶۳۳ ، ۶۹۲
 ابو سعید محمد محمود ۳۶۵
 ابو سعید مخرمی ۲۳۷
 ابو سفیان ۵۰۶
 ابو صالح خان ۲۸۹
 ابو صالح ، سید ۲۳۸
 ابو طالب لندنی ۱۹۹ ، ۶۹۲
 ابو طاہر سمرقندی ۲۵۷ ، ۶۹۳
 ابو عثمان مغربی ۲۳۷ ، ۲۳۹

احمد فاروقی ۲۱۵ ، ۶۹۶
 احمد فاروقی سرہندی =
 مجدد الف ثانی
 احمد ، قریشی احمد حسین ۶۸۸
 احمد کردی ، سید ۵۷۲ ، ۶۲۱ ، ۶۵۰
 احمد ، مفتی ڈھا کہ ۳۶۵
 احمد مراد آبادی ۱۳۳
 احمد مکی ، ابوالغیر ۲۸۶ ، ۳۵۰
 ۶۳۵ ، ۶۹۳
 احمد لکری ، عبدالنبی ۶۵۹
 ۶۸۹
 احمد یار ، میان ۵۹۱ ، ۵۹۲
 ۵۹۳ ، ۶۱۳ ، ۶۲۳ ، ۶۳۳
 احمد یار خان ، نواب ۶۰۱
 ۶۳۷
 اختر امرتسری ۱۷
 اخلاص ، گشن چند ۶۹۳
 ادریس ، قاضی ۳۶ ، ۳۹
 ادیب ، مسعود حسن رضوی ۱۳۵
 ۱۳۶ ، ۲۱۱ ، ۶۹۹ ، ۷۰۳
 ارجن (سکو گرو) ۳۷
 ارشاد خان ، نواب ۶۰ ، ۶۵
 ۶۶ ، ۸۲ ، ۸۶ ، ۹۱ ، ۹۷
 ۹۸ ، ۳۲۶ - ۳۲۷ ، ۳۶۷
 ۳۶۹
 ارون ، ولیم ۱۸۶ ، ۲۰۱
 اسد اللہ مجددی سرہندی ، میر
 ۳۰۵ ، ۵۱

احمد چشتی قادری ، سید الہدی
 ۶۲۷
 احمد حسین خان امر وہوی ۲۲۰
 احمد خان ہنگش ۸۲ ، ۸۳
 احمد خان زبیری ۳۶۷
 احمد خان ، سرسید ۱۶۳ ، ۲۱۸
 ۷۰۳ ، ۶۳۳
 احمد بن ابراہیم ۳۳۳
 احمد بن سید جلال الدین =
 مخدوم اعظم کاسانی
 احمد شاہ بن محمد شاہ بادشاہ ۲۸
 ۵۷ ، ۷۰ ، ۷۳ ، ۸۱ ، ۶۵۸
 احمد بن محمد یمنی ۳۳۶
 احمد دریکانی ، شیخ ۵۳۶
 احمد رضا بریلوی ۱۱۲ ، ۶۰۶
 ۵۳۸ ، ۵۵۲ ، ۷۰۳
 احمد سعید مجددی مہاجر مدنی
 ۱۳۰ ، ۱۶۰ ، ۱۶۶ ، ۱۶۷
 ۱۷۵ ، ۱۷۷ ، ۲۱۶ ، ۲۱۸
 ۲۱۹ ، ۲۲۱ ، ۲۳۳ ، ۲۸۵
 ۵۶۷ ، ۶۰۶ ، ۶۱۰ ، ۶۱۱
 ۶۳۰ ، ۶۳۱ ، ۶۹۳
 احمد ، شیخ ۳۸۹
 احمد طاہری عراقی ۲۳۳ ، ۲۳۷
 ۲۳۹ ، ۲۴۰ ، ۵۲۷ ، ۵۲۸
 ۶۵۹ ، ۷۰۰
 احمد عبدالحق ردولوی ۲۳۸
 ۲۹۷
 احمد علی (مرید مولوی ثناء اللہ
 منہلی) ۳۰۶

اعتاد الدولہ قمر الدین خان ، ۲۱۶
 اعزالدین ، میر ۳۳۸
 اعظم الدولہ = ابوالقاسم خان
 اعظم الدولہ = محمد میر خان ، نواب
 اعظم خان بن فدوی خان ۱۰۲ ،
 ۱۰۳
 افراسیاب خان ۷۰ ، ۷۱
 افضل الدولہ ، افضل خان ، نواب
 ۶۳ ، ۶۶ - ۶۷ ، ۱۲۰
 افضل الدولہ مغرت مکان ۶۳۲
 اقبال ، علامہ محمد اقبال ۷۰۸
 اقبال احمد جونپوری ۴۶۰ ، ۷۰۳
 اقبالی احمد فاروقی ۲۲۲ ، ۶۹۸
 اقبال سجستانی ۳۳۶
 اکبر بادشاہ ۱۰۶ ، ۲۱۰ ، ۲۵۹
 ۲۷۱ ، ۲۷۲ ، ۳۵۹ ، ۴۸۷
 ۶۵۳ ، ۶۵۴ ، ۶۵۵
 اکبر شاہ ثانی ، بادشاہ ۵۷۶
 ۶۲۷ ، ۶۲۸ ، ۶۲۹
 اکبر حسینی ، سید ۶۹۳
 اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۱۹۳ ،
 ۷۰۳
 اکبر علی ، میر ۵۷۶ ، ۵۹۲ ،
 ۶۳۳
 اکرام چغتائی ۱۷ ، ۵۶۰ ، ۷۰۳
 الطاف علی بریلوی = بریلوی ،
 الطاف علی
 الہدیہ چشتی ۶۹۳

اسد خان ، وزیر ۲۵۹ ، ۲۷۱
 اسد علی بیگ (مرید مولوی نعیم اللہ
 بہرائچی) ۳۲۱
 اسد نظامی ۲۲۳
 اسد ہار خان ۷۵
 اسفرائی ، نورالدین ۳۳۶
 اسلم خان ، سید (گورنر لاہور) ۳۸
 اسلم فرخی ۷۰۷
 اسماعیل بخاری ۶۳۲
 اسماعیل دہلوی ۶۰۰
 اسماعیل مولوی ۵۶۷
 اسماعیل مدنی ، سید ۱۷۲ ، ۵۷۲ ،
 ۵۷۶ ، ۶۱۸
 اشپرتگر ۶۶۰ ، ۶۹۰
 اشرف الاتقیاء = محمد شریف
 اشرف جہانگیر سمنانی ۶۹۳
 اشرف علی ، میر حیدر آبادی ۶۳۲
 اشرف علی خان ۲۷۷
 اصالت خان ۳۸۰
 اصیہانی ، حافظ ابونعیم ۳۳۱
 اصغر علی (مترجم کتاب الہند)
 ۷۰۳
 اصغر ، میان (مرید حضرت شاہ
 غلام علی) ۶۵۰
 اصمعی ۳۳۶
 اظہر ، ظہور احمد ۳۶۱ ، ۶۹۱
 اظہر علی ۶۹۹
 اعتضاد الدولہ = ارشاد خان ، نواب
 اعتاد الدولہ = امین الدین ،
 امین الدولہ

النصاری ، خواجہ عبداللہ پروی

۶۵ ، ۳۶۹ ، ۵۲۸ ، ۵۳۵ ،

۶۹۳

اوحید الدین کرمانی ۳۶۳

اورنگ زیب عالمگیر ۲۱ ، ۲۲ ،

۲۶ ، ۲۷ ، ۳۱ ، ۹۲ ، ۱۰۷ ،

۱۲۶ ، ۲۰۶ ، ۲۵۳ ، ۲۷۱ ،

۲۷۲ ، ۲۷۳ ، ۲۷۴ ، ۳۷۵ ،

۶۵۸

اولیاء ، ملا ۳۲۱

اویس قرنی ۳۳۳

اہلیہ فیروز جنگ ۵۶

ایڈورڈز ، مائیکل ۱۸۶ ، ۲۳۸ ،

ایزد بخش (چودھری پانی پت) ۳۳

ایلیٹ ۶۵۷

ایمان ، رحم علی خان ۶۹۳

اینی میری شمل = شمل ، اینی میری

ایوب علیہ السلام ۳۹۰ ، ۳۹۱

ب

باب اللہ جولہوری ۳۲۰ ، ۳۵۹ ،

۳۶۰

بابا خان قاشال ۲۷۰ ، ۲۷۱ ،

۲۷۲ ، ۳۸۳ ، ۳۷۳ ، ۳۷۵ ،

۶۵۳ - ۶۵۵

بابا سلطان ، شاہ ۲۷۰

باقی باللہ دہلوی ، خواجہ ۱۶۸ ،

۱۷۱ ، ۲۳۱ ، ۲۳۲ ، ۲۳۶ ،

۳۳۶ ، ۳۵۹ ، ۳۶۰ ، ۳۷۳

النبی بخش ۱۳۰

ام الصوفیہ = مجد مراد ، عیان

امام الدین کھوتکی ۲۳۰ ، ۲۸۷

امام بخش لاہوری ۲۷۲ ، ۲۸۷

امۃ الباقی ۶۲۵

امتیاز محل = لال کنور

امداد علی قلندر ۵۶۰ ، ۶۹۳

امید ، فیض اللہ خان ۳۳۳

امیر احمد ابو الحسن ۶۹۳

امیر خان ، نواب (والی ٹولک)

۱۶۳ ، ۵۷۷ ، ۶۲۹ ، ۶۳۹ ،

۶۳۰

امیر خان = انجام ، عمدۃ الملک

امیر الامراء = نجف خان

امیر الغزاة = نجیب الدولہ

امیر کلال ۲۳۶ ، ۶۳۳

امیر ککو ۵۹

امین اللہ علوی ۲۰۷

امین الدولہ ، امین الدین خان ،

نواب ۶۵ ، ۹۲ ، ۱۷۵ ،

۳۶۹

امین الدین خان دہلوی ۶۳۱

امین الدین ، سید ۱۷۵

التظام الدولہ ۷۳ ، ۸۱ ، ۸۲ ،

۳۲۱

انجام ، عمدۃ الملک امیر خان

۳۷۰ ، ۳۷۳

انشاء ، انشاء اللہ خان ۱۰۶

بریاں ، غلام احمد ۲۷۳
 بربرہ (لوندی) ۲۶۵ ، ۲۷۸
 بریلوی ، الطاف علی ، سید ۱۹۱ ،
 ۱۹۳ ، ۱۹۴ ، ۲۰۴
 بشارت اللہ بڑانچی ۱۷۵ ، ۳۶۴ ،
 ۶۰۵ ، ۶۰۷ ، ۶۱۱ ، ۶۱۴ ،
 ۶۳۶ ، ۶۴۹
 بشیرالدین احمد دہلوی ۶۴۱
 بغدادی ، اسماعیل پاشا ۱۵۳ ،
 ۶۸۹ ، ۲۱۴
 بک لینڈ ۲۱۸ ، ۲۶۹
 بلاس رائے ، راجہ ۱۱۱
 بلوخان ۶۵۷ ، ۶۹۴
 بندہ سنگھ ۳۱ ، ۳۸ ، ۱۹۱
 بو علی سینا ۵۸۴ ، ۶۷۲
 بو علی خان ۶۰۴
 بہادر شاہ بن اورنگ زیب ۹۲ ،
 ۶۵۸ ، ۹۳
 بہاءالدین نقشبند بخاری ، خواجہ
 ۱۱۶ ، ۱۷۱ ، ۱۷۲ ، ۲۳۴ ،
 ۲۳۶ ، ۲۳۱ ، ۲۳۷ ، ۳۳۰ ،
 ۳۳۷ ، ۳۵۳ ، ۳۵۴ ، ۳۷۷ ،
 ۳۷۸ ، ۳۰۴ ، ۳۱۴ ، ۳۲۸ ،
 ۳۶۹ ، ۳۷۳ ، ۵۷۲ ، ۵۷۵ ،
 ۵۷۹ ، ۵۸۱ ، ۵۸۸ ، ۵۹۵ ،
 ۵۹۷ ، ۶۱۶ ، ۶۱۹ ، ۶۳۳ ،
 ۶۵۹ ، ۷۰۰
 بہاءالدین (مرید مولوی نعیم اللہ
 بڑانچی) ۳۶۴

۵۷۳ ، ۵۸۸ ، ۶۲۷ ، ۶۳۳ ،
 ۶۳۷
 ہایزید بسطامی ۲۳۶
 ہایزید بیات ۶۹۴
 جے سنگھ ۴۰
 بحر العلوم ، ملا عبدالعلی ۱۲۷ ،
 ۳۲۵ ، ۵۴۰ ، ۵۵۸ ، ۵۵۹ ،
 ۷۰۴
 بدایونی ، ملا عبدالقادر ۶۹۴
 بدخشی = محمد امین بدخشی
 بدخشی = ملا شاہ بدخشی
 بدرالدین پانی پتی ، امام ۳۵۵
 بدرالدین سرہندی ۵۴۰ ، ۵۴۲ ،
 ۶۹۲
 بدر عالم ساداموی ۳۵۶ ، ۳۵۷
 بدن سنگھ جاٹ ۹۴
 بدیع الدین مدار = مدار ،
 بدیع الدین ، شاہ
 بدھن بڑانچی ۶۱۵ ، ۶۴۶
 ہراری خان امی ۶۵۴
 برجز (مترجم تاریخ فرشتہ) ۱۹۲ ،
 ۶۵۶
 برکت اللہ الہ آبادی ۴۶۲
 برزنجی ، سید محمد ۴۴۸ ، ۴۶۲ ،
 ۴۸۳ ، ۵۲۹ ، ۵۴۴
 برنیر (سیاح) ۱۲۶ ، ۲۰۹
 بروکلان ، کارل ۵۲۴ ، ۵۴۸ ،
 ۶۸۹
 برہما ۴۹۸ ، ۵۴۰

پھلاریہ (ملا سندھی) ۵۳۷

ت

تابان ، عبدالحی ۱۳۸ ، ۷۰۳

تارا چند ، ۲۱۰ ، ۶۹۵

تقی بھگتیا ، ۱۰۵

تیسر ، ملا ۳۷۳

تیمور ، ملا ۲۷۱ ، ۳۳۰ ، ۳۷۲

۳۷۳

تیمور ، امیر (بادشاہ) ۳۷۵

ث

ثعلبی ، امام ۵۳۳ ، ۶۹۰

ثناء اللہ پانی پتی ، قاضی ۲۳ ، ۳۳

۵۰ ، ۵۲ ، ۵۶ ، ۵۷ ، ۶۰

۶۳ ، ۶۶ ، ۶۸ ، ۷۱ ، ۷۲

۷۳ ، ۸۵ ، ۸۶ ، ۸۷ ، ۸۹

۹۱ ، ۱۰۳ ، ۱۰۵ ، ۱۱۹

۱۳۳ ، ۱۴۸ ، ۱۴۹ ، ۱۴۲

۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۱۵۷ ، ۱۵۸

۱۵۹ ، ۱۶۰ ، ۱۸۱ ، ۲۹۷

۳۶۲ ، ۳۷۱ ، ۳۸۱ ، ۳۹۰

۳۹۳ ، ۳۹۷ ، ۴۲۲ ، ۴۳۳

۴۳۸ ، ۴۳۵ ، ۴۳۶ ، ۴۴۶

۴۴۹ ، ۴۵۰ ، ۴۵۲ ، ۴۵۷

۴۶۳ ، ۴۸۳ ، ۵۲۸ ، ۵۳۰

۵۳۹ ، ۵۴۹ ، ۵۵۱ ، ۵۵۲

۶۰۲ ، ۶۸۷ ، ۶۹۰ ، ۶۹۳

۷۰۳

بہادر ، میر ۲۵۲ ، ۳۶۷

بہروز ثروتیان ، ۶۶

بہرائچی = نعم اللہ بہرائچی

بہلول جالندھری ، شیخ ۳۶

بھیک سرہندی ، شاہ ۵۱ ، ۳۱۱

۳۰۸ ، ۳۵۰ ، ۳۵۱

بیان ، احسن اللہ ۱۵۵

بہدار ، عابد رضا ۶۹۲

بیدل ، مرزا عبدالقادر ۶۸۹

البیرونی ، ابوریحان ، ۵۳ ، ۵۳۱

۵۳۳ ، ۶۹۰ ، ۷۰۳

بیشم ، اے ، ایل ، ۵۳۰

بیہتی ، امام ۵۳۶

پ

پاشا بیگم ۲۲۰

پرتاب سنگھ بن مادھو سنگھ ۷۲

پولیر ۵۳ ، ۶۷ ، ۷۲ ، ۱۸۶

۱۹۲ ، ۱۹۶ ، ۷۰۳

پیر علی ، میان (متبئی زوجہ حضرت

مظہر) ۶۵ ، ۸۸ ، ۱۳۶

۳۷۵ ، ۳۷۱

پیر محمد (مرید قاضی ثناء اللہ پانی

پتی) ۳۹۳ ، ۴۱۱

پیر محمد ، ملا (مرید شاہ غلام علی)

۶۲۱

پیر محمد سچیار نوشہروی ۲۷۳

پیر محمد کشمیری ۱۷۵

پیر محمد لکھنوی ۴۵۶ ، ۷۰۳

۲۹۷ ، ۲۵۴ ، ۳۹۰ ، ۳۹۱ ،
 ۳۳۳ ، ۳۳۳
 جلال الدین تھانیسری ، ۵۶ ، ۶۹۴
 جلال دین ، ملک ، ۱۴۰
 جلیل الرحمن ، ۶۲۳
 جلیل ، ملا ، ۴۳
 جمال الدین ، حاجی ، ۴۰۳
 جمال اللہ رام پوری ، حافظ ، ۶۳۶ ،
 ۶۳۷
 جہالی دہلوی ، ۵۸۵
 جمیل الدین ، ۴۳۴
 جمیل احمد (سجادہ نشین درگاہ
 نور محل اوچ ، دیر) ، ۴۷۱
 جنید بغدادی ، ۲۳۷ ، ۲۶۸ ، ۳۴۰ ،
 ۳۷۷ ، ۴۴۳ ، ۵۷۸
 جنیدی ، محمد محبوب ، ۳۲۱ ، ۷۰۹
 جوانمرد = جمال الدین ، امیر
 جہاندار شاہ ، ۲۶ ، ۲۷ ، ۹۳ ، ۴۶۹ ،
 ۶۵۸
 جہانگیر بادشاہ ، ۴۶ ، ۴۷ ، ۴۸ ،
 ۱۰۷ ، ۳۶۰
 جہانگیر ، مرزا ، ۱۷۵
 جہلمی ، فقیر محمد ، ۷۰۴
 جواہر سنگھ ، ۵۸
 جین پیراگی ، ۱۱۱

ج

چربٹ سنگھ ، ۱۸۹
 چغتائی ، اگرام = اگرام چغتائی

ثناء اللہ دہلوی ، میان ، ۳۶
 ثناء اللہ منبہلی ، ۴۲ ، ۵۲ ، ۲۵۸ ،
 ۳۰۶ ، ۴۰۱ ، ۴۰۳ ، ۴۰۵ ،
 ۴۰۶ ، ۴۴۷ ، ۴۶۸

ج

جادو ناتھ = سرکار ،
 جادو ناتھ
 جار اللہ ، ۴۴۲
 جامی ، عبدالرحمن ، ۲۳۶ ، ۴۴۷ ،
 ۴۶۴ ، ۵۲۰ ، ۵۵۷ ، ۵۵۸ ،
 ۵۵۹ ، ۵۶۱ ، ۶۱۵ ، ۶۲۸ ،
 ۶۸۷ ، ۶۹۰ ، ۶۹۳
 جان محمد ، مولانا ، ۵۷۳
 جان محمد پراگی ، مولوی ، ۶۲۲
 جانی ، مرزا جان (والد حضرت مظہر)
 ۲۶۰ - ۲۶۳ ، ۲۷۰ ، ۲۷۱ ،
 ۲۷۳ ، ۲۷۴ ، ۳۰۸ ، ۳۷۵ ،
 ۶۵۷ ، ۶۵۵
 جباری خان ، ۶۵۴ ، ۶۵۳
 جبریل علیہ السلام ، ۵۲۷
 جٹا قوال ، ۱۱۲
 جعفر صادق ، امام ، ۲۳۶ ، ۲۷۷ ،
 ۲۳۸
 جعفر بن محمد صادق ، ۲۴۰
 جعفر طیار ، ۶۱۸
 جکن ، میر ، ۴۵۵
 جلال الدین پانی پتی ، ۲۳۸ ، ۲۹۵

چندر ، ستیش ۱۸۵۰

ح

حاجی خلیفہ ، مصطفیٰ ۱۳۱

۶۹۰ ، ۵۳۹

حاجی سلطان تھالیسری ۲۱۰

حافظ شیرازی ۲۶۳ ، ۲۸۵ ، ۵۷۷

۵۸۰ ، ۵۸۵

حاکم لاہوری ، عبدالحکیم ۲۰۹

۶۹۳

حالی ، الطاف حسین ۶۵۳ ، ۷۰۳

حبیب اللہ = مظہر جانِ جانان

شہید

حبیب اللہ شیخ ۳۳۳

حبیب اللہ ملتانی ۵۶۷ ، ۶۰۹

۶۳۰

حبیب عجمی ، خواجہ ۲۳۷ ، ۲۳۹

حبیبی ، عبدالحمی ۲۳۳ ، ۵۳۵

۵۶۱ ، ۶۹۶

حجۃ اللہ ، محمد نقشبند ثانی سرہندی

۲۳۳ ، ۲۵۳ ، ۲۸۷ ، ۲۵۷

۶۹۳ ، ۴۳۷

حذیفہ مرعشی ۲۳۸

حزین ، محمد باقر ۱۵۵

حسام الدولہ حسام الدین خان ۷۰

۸۹ - ۳۳۶ ، ۳۵۹

حسرت ، ہیبت قلی خان ۱۵۵

حسن ، امام ۲۳۷ ، ۲۳۸ ، ۳۲۳

۴۷۷ ، ۵۱۱

حسن بصری ، خواجہ ۲۳۷ ، ۲۳۸

۲۳۹ ، ۴۹۶

حسن ، سید = رسول نما ، سید حسن

حسن شاہ ، بٹانوی ۱۶۱

حسن ، عبداللہ خان ۳۳۳

حسن مثنیٰ ۲۳۸ ، ۴۳۰

حسین ، امام ۱۲۲ ، ۲۳۸

۵۳۰

حسین علی ، سید ۵۴

حسین نصر ۵۶۰

حسینی (مؤلف تذکرہ حسینی) ۲۸۵

حشمت خان ، سید = شہسوار جنگ

حشمت خان ، روہیلہ ۱۹۳

حضرات خواجگان ۳۲۹

حضرات سرہند ۴۷۶ ، ۵۲۶

حضرت سید = نور محمد بدایونی

حلاج ، شیخ منصور ۵۲۳ ، ۵۸۶

حلمی ، حسین ایشیق ۱۷۵

حنبل = احمد بن حنبل ، امام

حمید ، خواجہ خان اورنگ آبادی

۶۹۵

حمید الدین ، خلیفہ لاہوری ۵۳۶

حنیف = عطاء اللہ حنیف بھوجپانی

خ

خادم حسین ، نواب = شوکت جنگ

خازن الرحمۃ = محمد سعید سرہندی

خواجہ

خالد ، خواجہ ۶۱۸

خلیل احمد مجددی ۶۱۰ ، ۶۳۰
 خلیل الرحمن ، قاضی ٹونک ۶۱۰
 خلیل الرحمن رام پوری ۶۳۰
 خلیل (استاد مولوی لعیب اللہ بہرائچی)
 ۳۶۲

خواجگی اسکنی ۲۳۶

خورشید حسن بجنوری ۷۰۳
 خوش گو ، بندر این داس ۱۵۱
 ۲۱۳ ، ۲۱۵ ، ۲۴۴ ، ۲۸۵
 ۶۵۵ ، ۶۵۶ ، ۶۵۷ ، ۶۹۵
 خوشونت سنگھ ۳۷ ، ۶۷ ، ۱۹۰
 ۱۹۶

خیام پور ، عبدالرسول ۷۰۱

خیر اللہ دہلوی ۳۳۱

خیر التاہین = اویس قرنی ، خواجہ

د

دارا شکوہ ۱۰۷ ، ۱۲۵ ، ۱۲۶
 ۱۳۰ ، ۱۳۳ ، ۲۰۹ ، ۲۹۵
 دامانی = محمد عثمان دامانی ، خواجہ
 دانش پڑوہ ، محمد تقی ۲۲۰ ، ۵۲۸
 ۶۹۵

داؤد خان ۱۹۳

داؤد طائی ، خواجہ ۲۳۷ ، ۲۳۹

داؤد مورث ۲۳۸

داؤدی ، خلیل الرحمن ۲۰۷
 ۷۰۵

دختر شاہ احمد سعید مجددی ۱۶۷

خالد بن ولید ۳۳۳

خالد کردی روسی ۱۶۵ ، ۱۶۸
 ۱۶۹ ، ۱۷۱ ، ۱۷۵ ، ۲۱۸
 ۲۲۰ ، ۵۷۲ ، ۵۸۸ ، ۶۱۵
 ۶۱۸ ، ۶۲۱ ، ۶۲۳ ، ۶۳۷
 ۶۳۸

خان خانان ، عبدالرحیم ۶۵۳

خان زمان ۶۵۳

خانم قاضی ثناء اللہ ، پانی پتی ۱۳۵

خجاز ، ملا حسین ۲۳۵ ، ۷۰۳

خداوردی ترکستانی ۶۱۱

خسرو ، امیر ۶۳۲

خسرو ، خواجہ ۶۲۷

خضر علیہ السلام ۳۱۹ ، ۵۰۰

خطیب احمد مجددی ۶۱۳

خلجی ، سلطان علاء الدین ۱۰۰

خلد مکانی = اورنگ زیب

خلیق احمد نظامی = نظامی ،

خلیق احمد

خلیق انجم ۹۲ ، ۱۳۸ ، ۱۴۱
 ۱۴۷ ، ۱۵۰ ، ۱۸۹ ، ۱۹۲
 ۱۹۳ ، ۱۹۸ ، ۲۰۸
 ۲۱۰ ، ۲۱۱ ، ۲۱۲ ، ۲۱۳
 ۲۱۳ ، ۲۸۳ ، ۲۷۵ ، ۳۳۳
 ۳۳۸ ، ۳۳۷ ، ۳۳۷ ، ۳۵۲
 ۳۵۵ ، ۳۵۷ ، ۳۵۹ ، ۳۶۳
 ۳۷۲ ، ۵۵۷ ، ۷۰۳

خلیل اللہ = ابراہیم علیہ السلام

خلیل اللہ ، شیخ ۳۷۷

درانی ، احمد شاہ (بادشاہ افغانستان)

۲۳ ، ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۵ - ۳۱ ،
 ۳۳ ، ۳۵ ، ۳۹ ، ۵۱ ، ۵۳ ،
 (۵۵ ، ۶۱ ، ۶۳ ، ۸۱ ، ۹۱)
 ۹۳ ، ۹۶ ، ۹۷ ، ۱۱۳ ، ۱۱۶ ،
 ۱۳۷ ، ۱۵۰ ، ۲۰۸ ، ۳۰۲ ،
 ۳۳۱ ، ۳۳۵ ، ۳۵۳

درد ، خواجہ میر ۱۱۳ ، ۱۱۶ ،
 ۱۱۷ ، ۱۶۲ ، ۳۰۷ ، ۳۱۱ ،
 ۵۷۱ ، ۶۹۵ ، ۷۰۵

دردمند ، محمد فقیہ ۱۵۵
 درگاہ ، درگاہ قلی خان ۱۰۱ ،
 ۱۰۲ ، ۱۸۷ ، ۲۰۳ ، ۲۰۵ ،
 ۶۹۵

درگاہی ، شاہ ۶۰۰ ، ۶۰۱ ، ۶۰۲ ،
 ۶۱۳ ، ۶۳۶

درویش محمد ، ۲۳۶ ، ۲۵۲ ،
 دلیل اللہ بن قاضی ثناء اللہ پانی پتی
 ۱۳۶ ، ۳۹۶ ، ۳۳۷ ، ۳۳۸ ،
 دوست محمد قندھاری ، خواجہ ۱۶۰ ،
 ۱۶۶ ، ۱۶۷ ، ۱۷۳ ، ۲۱۶ ،
 ۲۱۸ ، ۶۹۵

دولدے خان ۵۹ ، ۶۰ ، ۶۶ ،
 ۸۷ ، ۱۲۰ ، ۱۹۳ - ۱۹۳ ،
 ۳۵۳

ذ

ذکاء اللہ دہلوی ۷۰۵
 ذوالفقار ، غلام حسین ۷۰۵
 ذوق ، سید محمد ۶۶ ، ۷۰۵

ر

رابعہ خانم (زوجہ قاضی ثناء اللہ
 پانی پتی) ۳۳۷
 راجای جے پور ۷۲
 رادھا کرشن ۵۳۰
 راس المجاہدین = نجیب الدولہ

راشدی ، حسام الدین ۳۸۳ ، ۶۹۸ ،
 رافت ، رؤف احمد مجددی ۱۶۳ ،
 ۱۷۵ ، ۱۷۶ ، ۱۸۳ ، ۲۱۷ ،
 ۲۱۸ ، ۲۱۹ ، ۲۲۱ ، ۲۲۳ ،
 ۲۵۳ ، ۲۵۸ ، ۵۶۸ ، ۵۶۹ ،
 ۵۷۷ ، ۵۹۸ ، ۶۱۱ ، ۶۱۳ -
 ۶۱۴ ، ۶۲۵ ، ۶۲۶ ، ۶۲۸ ،
 ۶۳۰ ، ۶۳۱ ، ۶۳۶ ، ۶۳۷ ،
 ۶۳۵ ، ۶۹۷ ، ۶۹۵ ، ۷۰۵

رام چندر ۲۸۸ ، ۲۸۹ ، ۲۹۱ ،
 رام چندر کنیش ۶۵
 رحمن علی (مولف تذکرہ علیی ،
 ہند) ۳۰۸ ، ۳۵۹ ، ۶۹۵ ،
 ۷۰۵

رحمت اللہ (خلیفہ حضرت مظہر)
 ۳۰۹
 رحمت اللہ لاہوری ۳۶
 رحمت اللہ نقشبندی سندھی ۳۵۲ ،
 ۳۵۳

رحمت اللہ نقشبندی ۷۰۰
 رحمت خان ، چودھری ۱۸۹
 رحمت خان ، حافظ ۵۰ ، ۵۷ ،
 ۵۹ ، ۸۲ ، ۱۲۰ ، ۱۹۳ ،
 ۱۹۳ ، ۳۵۳ ، ۳۵۵ ، ۳۶۸

روح اللہ ۶۳۳
 روح اللہ ، میر ۵۸۷
 روح الامین ، میر ۴۲۲ - ۴۲۳ ،
 ۶۳۳ ، ۴۶۵
 رؤف احمد رافت = رافت ، رؤف احمد
 مجددی

ز

زالر ، محمد فاخر دہلوی ۳۰۸
 زبیر بن عوام ۵۵۵
 زبیری = احمد خان زبیری
 زخاؤ ۵۴۰
 زرادہی ، نخرالدین ۵۴۹
 زکی القدر = ابو سعید مجددی
 زلف شاہ ، چان (سرید شاہ
 غلام علی) ۵۹۲
 زمان شاہ ۲۴
 زوجہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۳۹۶
 زید ، ابوالحسن فاروقی ۱۳ ، ۱۶ ،
 ۱۳۳ ، ۱۳۵ ، ۱۵۸ ، ۱۶۰ ،
 ۱۶۸ ، ۱۷۷ ، ۱۷۸ ، ۲۱۱ ،
 ۲۱۵ ، ۲۱۸ ، ۲۱۹ ، ۲۲۲ ،
 ۳۳۵ ، ۳۳۴ ، ۳۳۶ ، ۳۳۸ ،
 ۳۳۲ ، ۵۴۰ ، ۵۴۳ ، ۵۵۷ ،
 ۵۶۸ ، ۶۳۹ ، ۷۰۳ ، ۷۰۵
 زین الدین عبدالعزیز سرخسی ۴۳۳
 زین العابدین ، امام ۲۳۷ ، ۲۳۸ ،
 ۶۳۳
 زید بن حارثہ ۶۱۸

رحیم اللہ بیگ ، مرزا ۶۱۵ ، ۶۱۹
 رحیم بیگ = محمد درویش
 رحیم بخش (سجادہ نشین درگاہ
 حضرت مظہر) ۱۶۰ ، ۱۶۷
 رحیم خان خاندزادہ ۶۳ ، ۶۷
 رحیم داد (روہیلہ سردار) ۵۰ ،
 ۶۷ - ۷۰ ، ۸۶ ، ۱۱۰ ،
 ۱۹۱ ، ۲۰۸ ، ۳۰۲ ، ۳۳۶ ،
 ۳۳۱ ، ۳۳۲ ، ۳۳۳
 رستم شاہ ، خواجہ ۲۷۰
 رسول بخش کنگوہی ، سیان ۱۷۵
 رسول نما ، مید حن ۲۳۷ ، ۲۵۹
 رشید الدین خان ۶۱۰ ، ۶۳۱
 رضا شعبانی = شعبانی ، رضا
 رضوی ، اطہر عباس ۲۱۰
 رضوی = سلیم حامد رضوی
 رضی الدین مجددی ۶۳۳
 رفعت جنگ محمد بدرالدین ۶۹۸
 رفعت علی ، میر ۶۳۲
 رفیع الدین محدث دہلوی ۱۱۸ ،
 ۱۲۷ ، ۳۳۹ ، ۵۳۳ ، ۵۶۰ ،
 ۵۹۹ ، ۶۰۳ ، ۶۳۵ ، ۶۳۶ ،
 ۶۹۶
 رفیع الدرجات ۶۵۸
 رفیع الدین مراد آبادی ۷۰۵
 رکن الدین ، حکیم ۵۹۳
 رکن الدین ، خواجہ ۲۳۸
 رکن الدین ، شیخ ۶۲۹
 روان فرہادی ۶۹۳

سعادت علی خان ۲۳
 سعادت اللہ ، حافظ ۲۲۸ ، ۲۳۶ - ۲۳۸
 ، ۲۵۶ ، ۲۹۲ - ۲۹۷ ، ۳۰۱
 ، ۳۰۵ ، ۳۵۰ ، ۳۷۲ ، ۶۱۲
 ۶۳۲
 سعادت اللہ حیدر آبادی ۶۳۲ ، ۶۳۳
 سعادت اللہ خان ۱۹۹
 سعادت اللہ وزیر آبادی ۲۰۷
 سعد الدین ۳۳۲
 سعد بن ابی وقاص ۵۵۵
 سعدی شیرازی ۲۳۲ ، ۲۳۵ ،
 ۵۸۳ ، ۶۳۱
 سعید احمد اکبر آبادی ۵۵۳ ،
 ۵۵۵ ، ۷۰۵
 سعید اللہ جان ۲۰۷
 سعید الدین حسین ۶۳۲
 سعیدی ، غلام رحول ۵۶۶ ، ۵۲۸
 سفیان ثوری ۵۷۵ ، ۶۲۸
 سکندر پوری = وکیل احمد
 سلام اللہ خان ۳۸۵
 سلطان التارکین = درگاہی شاہ
 سلطان المشائخ = نظام الدین اولیاء
 سلطان = نصر اللہ خان ، نواب
 سلطان فارسی ۲۳۶
 سلمی ، ابو عبدالرحمن ۳۳۱ ،
 ۵۳۵ ، ۵۴۹ ، ۶۹۰
 سلیم حامد رضوی ۶۳۵
 سلیم ، غلام حسین (مؤلف)
 ریاض السلاطین ۱۹۹ ، ۶۵۶ ،
 ۶۹۶
 سلیمان صفوی ، شاہ ۸۸

سالم بصری ، شیخ ۲۳۳
 سالم ، مولوی ۳۶۲
 سالم ، شیخ ۲۵۳
 سالم بن عبداللہ ۲۵۳
 سبقی ، سیف اللہ خان یوسف زئی
 ۳۳۳
 سٹوری ، سی - اے ۶۳۳
 سٹینگاس ۶۵۹
 سجادی ، سید جعفر ۵۳۵ ، ۶۵۹ ،
 ۶۸۳ ، ۶۹۶
 سراج احمد خان ۶۵۷ ، ۷۰۵
 سراج احمد مجددی رام پوری ۵۳۵ ،
 ۵۳۶ ، ۶۰۰ ، ۶۳۵
 سراج الدین احمد ۲۱۹
 سر بلند خان ۱۸۹
 سرخوش ۲۸۵
 سردار خان (خالسامان و بخشی)
 ۸۳
 سر ڈسائی ۱۸۸ ، ۶۳۸
 سرفراز علی ، شیخ (سردار ، پوری)
 ۲۷۷
 سرکار ، جادو ناتھ ۵۸ ، ۷۷ ،
 ۱۸۵ ، ۱۸۸ ، ۱۸۹ ، ۶۳۸
 سرگیس ، یوسف لیان ۶۹۰
 سرور ، احمد خان بہادر ۱۵۶ ،
 ۲۱۵ ، ۶۹۶
 سری منطی ، خواجہ ۲۳۷ ، ۲۳۸
 سعادت اللہ ۳۳۲

۶۹۰ ، ۵۵۲ ، ۵۵۱ ، ۵۰۴

ش

- شامی ، علامہ ، ۵۴۴ ، ۵۴۸ ، ۶۹۰ ،
 شامی (ہندو مرید شاہ آل محمد) ۱۱۱ ،
 شاہ جہاں بادشاہ ۹۷ ، ۱۲۵ ،
 شاہ پیر ۴۵۰ ،
 شاہ عالم ثانی (بادشاہ) ۲۵ ، ۲۸ ،
 ۳۷ ، ۳۸ ، ۳۹ ، ۵۳ ، ۶۲ ،
 ۶۳ ، ۷۲ ، ۸۸ ، ۱۱۸ ، ۳۸۳ ،
 ۵۷۶ ، ۶۲۸ ، ۶۳۷ ، ۶۵۸ ،
 شاہ علی = پیر علی ، شاہ
 شاہ گل = وحدت سرہندی
 شاہ نقشبند = بہاء الدین ، خواجہ
 شاہ نواز خان (حیات اللہ) ۴۰ ،
 شبلی ، شیخ ۳۴۰ ،
 شبلی نعمانی ۱۳۲ ، ۲۲۰ ، ۶۴۸ ،
 ۷۰۵
 شبیر شاہ قصوری ۷۰۶ ،
 شجاع دل خان ۷۱ ،
 شجاع الدولہ ۴۶۸ ،
 شجاع بن شاہ جہاں ۱۲۶ ،
 شرافت نوشاہی ، شریف احمد ۱۶ ،
 ۲۰۳ ، ۲۴۰ ، ۲۷۳ ، ۴۳۵ ،
 ۶۸۸ ، ۶۸۷ ،
 شرف الدین ، امام ۶۱۰ ،
 شرف الدین حنفی رام پوری ۵۹۹ ،
 ۶۳۵
 شرف الدین ، سید ۲۳۷ ،
 شرف ، عبدالحکیم قادری ۱۶

سلیان لدوی ۵۵۲ ، ۵۵۳ ، ۵۵۴

۷۰۵

- سمتو ، وی - اے ۶۵۷ ،
 سمنانی ، علاوالدولہ ۳۳۵ ، ۳۳۹ ،
 سنائی ، حکیم ۵۸۶ ،
 سندھیا (مرہٹہ سردار) ۶۳۷ ،
 سواتی ، عبدالحمید ۲۱۰ ، ۲۸۵ ،
 ۳۵۸ ، ۵۶۰ ، ۶۹۶ ،
 سودا ، مرزا محمد رفیع ۱۸۵ ، ۳۸۵ ،
 سورج مل جاٹ ۷۴ ، ۷۸ ،
 سہروردی ، ابوالنجیب ۵۳۹ ، ۶۲۸ ،
 سہروردی ، شہاب الدین ، خواجہ
 ۱۷۱ ، ۳۹۵ ، ۵۲۹ ، ۵۳۹ ،
 ۵۸۳ ، ۶۳۱ ، ۶۹۰ ،
 سہروردی ، شیخ اشراق شہاب الدین
 ۵۶۰ ،
 سینلا دیوی ۱۰۵ ،
 سید الصوفیہ = سعد اللہ ، حافظ
 سیدۃ النساء = فاطمہ زہرا
 سیف الدین سرہندی ، خواجہ ۱۳۳ ،
 ۲۱۸ ، ۲۳۶ ، ۲۴۱ - ۲۵۳ ،
 ۳۲۹ ، ۳۵۰ ، ۳۶۲ ، ۴۴۳ ،
 ۵۲۶ ، ۵۹۹ ، ۶۱۳ ، ۶۹۶ ،
 سیف الدین ، ملا ۴۳۱ ،
 سیف الرحمن مجددی ۱۷۵ ، ۶۱۳ ،
 سیفی ، عبدالعزیز ، حکیم ۱۷۵ ،
 ۲۲۱ ، ۲۲۰ ،
 سینا = بو علی سینا
 سیوطی ، حافظ ، امام ۲۷۸ ، ۴۲۳ ،

شوق ، رام پوری ۶۳۵
 شوق ، احمد علی رام پوری ۷۰۶
 شوق ، قدرت اللہ ۳۳۲ ، ۶۹۶
 شہاب الدین ، مولوی ۳۶۲
 شہرزوری = خالد کردی رومی
 شہسوار جنگ سید حشمت خان
 ۶۳ ، ۸۱ ، ۳۵۳
 شیبانی ، عبدالرحمن ۲۷۹
 شیخ احمد سرہندی = مجدد الف ثانی
 شیخ اشراق = سہروردی ،
 شہاب الدین
 شیخ اکبر = ابن عربی
 شیخ الشیوخ = مجد عابد سناسی
 شیخ العرب = علی کثیری
 شیرانی = محمود شیرانی ، حافظ
 شیر مجد ، اخولد ۶۱۹ ، ۶۳۲
 شیفتہ ۲۷۱ ، ۲۷۲ ، ۶۹۶
 شیو ناتھ (دیوان) ۳۳ ، ۱۷۹

ص

صابر کلیری ، مخدوم ۱۷۱ ، ۲۳۸
 صاحب الزمان = مہدی ، امام
 صائین الدین ترکہ ۵۶۰
 صباح الدین عبدالرحمن ۷۰۶
 صبغۃ اللہ بن قاضی ثناء اللہ ہانی ہی
 ۱۳۶ ، ۲۳۸ ، ۲۹۵ ، ۲۹۶ ،
 ۳۳۷ ، ۳۳۷ ، ۳۵۶

شریبہ ، نورالدین ۳۳۱ ، ۵۳۵ ،
 ۶۹۰
 شریف خان ، حکیم ۵۹۳
 شطنوقی ، نورالدین ۶۹۲
 شعبانی ، رضا ۱۸۶ ، ۱۸۷ ، ۱۹۲ ،
 ۲۰۱ ، ۲۰۳ ، ۶۹۶
 شعرائی ، امام عبدالوہاب ۵۳۹
 شعور احمد مجددی رام پوری ۶۳۳
 شفیق ، لوجھی ٹرائن ۶۹۶
 شکر اللہ ٹھٹھوی ، شیخ ۳۶
 شمس الدین = مظہر جان جاناں شہید
 شمس الدین (تاجر کتب لاہور) ۱۵ ،
 ۱۳۳
 شمس الدین ترک ۲۳۸ ، ۲۹۷ ،
 ۳۵۳
 شمس الدین صحرائی ۲۳۷
 شمس الدین عارف ۲۳۷
 شمس الدین عثمان ۳۳۳
 شمس الدین فقیر (مصاحب عابد الملک)
 ۷۵
 شمس ، میر ۱۰۵
 شمشیر بہادر ، نواب ۱۶۴ ، ۱۷۵ ،
 ۲۳۸
 شمشیر خان ، قاضی ۱۷۵
 شمشیر خان ، میر یعقوب ۳۶۳
 شمل ، اینی میری ۲۰۷
 شورش ، میر غلام حسین ۶۹۶
 شوکت جنگ ، نواب خادم حسین
 ۶۳۹

طرب ، رحیم الدین ۷۰۶
طلحہ بن عبداللہ ۵۵۵
طہاس ، مرزا ۶۰۴

ظ

ظفر علی بن نواب ارشاد خان ۶۶ ،
۸۲ ، ۳۳۷ ، ۳۶۷ ، ۳۶۸
ظہور حسن بٹالوی ۲۱۷ ، ۲۲۱ ،
۶۹۷
ظہور الدین احمد ۲۲۰
ظہیر الدین ملک = ملک ،
ظہیر الدین

ع

عابد رضا بیدار = بیدار ، عابد رضا
عابدی ، امیر حسن ۱۹۴
عارف حکمت ، شیخ الاسلام ۱۷۴
عارف ردولوی ۲۴۰
عارف قندھاری = قندھاری ،
محمد عارف
عاشق حسین خان ، نواب ۴۶۹
ہاشوری ، میر ۴۵۵
عاقبت محمود ، نواب ۴۶۵
عالم ثانی = شاہ عالم ثانی
عالمگیر ثانی ، بادشاہ ۳۷ ، ۴۹ ،
۷۳ ، ۷۷ ، ۶۲۷ ، ۶۵۸
عائشہ صدیقہ ، ام المومنین ۲۶۵ ،
۵۱۱ ، ۵۱۲ ، ۵۵۳ ، ۵۵۴
عبادت بریلوی ۷۰۶

صداقت ، محمد ماہ گنجاہی ۲۷۴ ،
۶۸۸

صدر ، مظفر = مظفر صدر

صدیقی (خلیفہ موسیٰ خان دہ پیدی)
۲۵۷

صدیقی = منظور الحق صدیقی

صفر جنگ ۵۷ ، ۴ ، ۸۱ ، ۲۵۵
صفر احمد معصومی ۲۸۶ ، ۶۸۸
صنی القدر ۲۱۸ ، ۵۹۹ ، ۶۰۰
صمصام الدولہ شاہ نواز خان ۶۵۶ ،
۷۰۶ ، ۶۵۷

ض

ضابطہ خان ۴۴ ، ۵۳ ، ۶۳ ، ۷۲ ،
۷۴ ، ۱۱۸ ، ۲۰۰ ، ۴۵۴ ،
۴۵۵
ضیاء اللہ زبیری ۱۶۲ ، ۴۱۵ ،
۵۷۱
ضیاء الدین حسین ۴۴۵
ضیاء النبی مجددی ۵۹۹ ، ۶۳۵
ضیاء محمد مظفر حسین ۶۹۶
ضیاء ، محمد یعقوب ۲۵۴ ، ۲۵۴ ،
۷۰۶

ط

طالب علی ، میر = عبدالغفار ،
مولوی
طاہری = احمد طاہری عراق
طباطبائی ، غلام حسین ۱۸۹ ، ۶۹۷

عبدالله خان ۸۷
 عبادی ، قطب الدین ۲۷۹
 عباس ، حضرت ۵۵۳ ، ۵۵۵
 عبدالاحد (مالک مطبع مجتہائی)
 ۱۸۳ ، ۱۸۵
 عبدالاحد ، برخوردار ۶۹
 عبدالاحد ، مخدوم سرہندی ۲۳۷ ،
 ۲۳۸ ، ۲۲۹
 عبدالله = غلام علی دہلوی (مؤلف
 مقامات مظہری)
 عبدالله کبیر ۳۳۳
 عبدالله ثانی ۳۳۳
 عبدالله ۳۳۳
 عبدالله ، ملا ۳۷۲
 عبدالله ، مولوی ۶۱۵
 عبدالله (والد مولوی کرم اللہ محدث)
 ۶۳۶
 عبدالله ، مفتی ، سید ۶۰۸
 عبدالله (جانشین مولانا خالد کردی)
 ۶۱۸
 عبدالله پروی (جانشین مولانا خالد
 کردی) ۶۳۸
 عبدالله انصاری = انصاری پروی ،
 خواجہ عبدالله
 عبدالله بخاری ، حاجی ۱۷۵
 عبدالله بن حاجی عبدالرحمن دہلوی
 ۲۷۳
 عبدالله بن عبدالرحمن ثانی ۳۳۳
 عبدالله بن رواحہ ۶۱۸
 عبدالله بن سالم محدث ۳۷۵

عبدالله ٹونکی ۵۳۶
 عبدالله جان فاروقی ۷۰۲
 عبدالله خان = عضدالدواہ
 عبدالله خان ، نواب ۶۳۶
 عبدالله خان ۶۹۲
 عبدالله خان بن علی محمد خان روہیلہ
 ۱۹۹
 عبدالله خویشکی قصوری = عبدی ،
 عبدالله خویشکی
 عبدالله السراج ۶۰۸
 عبدالله ، سید ۲۳۸
 عبدالله ، سید ، ڈاکٹر ۶۹۳
 عبدالله محض ۲۳۸ ، ۲۳۰
 عبدالله مغربی ۶۲۱
 عبدالاول جونپوری ۷۰۶
 عبدالباقی ، میر ۲۵۳ ، ۲۷۲ ،
 ۳۸۵ ، ۳۰۷ ، ۳۳۷ - ۳۳۸ ،
 ۳۳۹ ، ۶۸۸
 عبدالحفیظ ، شاہ ۲۵۲ ، ۲۵۸ ،
 ۳۶۷ ، ۳۱۶
 عبدالحلیم ۶۳۰
 عبدالحمید (بن شاہ احمد سعید)
 ۱۶۷
 عبدالحمید سواتی = سواتی ،
 عبدالحمید
 عبدالحق ، مولوی (بابائے اردو)
 ۱۵۳ ، ۲۱۵ ، ۶۹۲ ، ۶۹۸ ،
 ۷۰۶
 عبدالحق (خلیفہ حضرت مظہر)
 ۳۰۸ ، ۳۱۹ ، ۳۵۱

عبدالله ٹونکی ۵۳۶
 عبدالله جان فاروقی ۷۰۲
 عبدالله خان = عضدالدواہ
 عبدالله خان ، نواب ۶۳۶
 عبدالله خان ۶۹۲
 عبدالله خان بن علی محمد خان روہیلہ
 ۱۹۹
 عبدالله خویشکی قصوری = عبدی ،
 عبدالله خویشکی
 عبدالله السراج ۶۰۸
 عبدالله ، سید ۲۳۸
 عبدالله ، سید ، ڈاکٹر ۶۹۳
 عبدالله محض ۲۳۸ ، ۲۳۰
 عبدالله مغربی ۶۲۱
 عبدالاول جونپوری ۷۰۶
 عبدالباقی ، میر ۲۵۳ ، ۲۷۲ ،
 ۳۸۵ ، ۳۰۷ ، ۳۳۷ - ۳۳۸ ،
 ۳۳۹ ، ۶۸۸
 عبدالحفیظ ، شاہ ۲۵۲ ، ۲۵۸ ،
 ۳۶۷ ، ۳۱۶
 عبدالحلیم ۶۳۰
 عبدالحمید (بن شاہ احمد سعید)
 ۱۶۷
 عبدالحمید سواتی = سواتی ،
 عبدالحمید
 عبدالحق ، مولوی (بابائے اردو)
 ۱۵۳ ، ۲۱۵ ، ۶۹۲ ، ۶۹۸ ،
 ۷۰۶
 عبدالحق (خلیفہ حضرت مظہر)
 ۳۰۸ ، ۳۱۹ ، ۳۵۱

عبدالرحمن قادری ، ۲۹۰ ، ۲۹۲ ،

۲۹۳

عبدالرحمن الكبير ، ۳۳۳

عبدالرحمن بن عوف ، ۵۵۵

عبدالرحمن شاه جهان پوری ، ۶۱۸ ،

۶۵۰

عبدالرحمن مجددی جالندھری

۶۱۳ ، ۶۳۵

عبدالرحیم (از اجداد مولوی محمد کلیم

بنگالی) ، ۳۶۵

عبدالرحیم حیدر آبادی ، ۶۳۲

عبدالرحیم صنی پوری ، ۶۶۰

عبدالرحیم ، شاه ، ۲۷۳

عبدالرحیم ماہی گیر ، ۳۰

عبدالرزاق ، سید ، ۲۳۷

عبدالرزاق (خلیفہ حضرت مظہر)

۵۶ ، ۳۷۶ ، ۳۲۹ ، ۳۷۱ -

۳۷۲

عبدالرزاق قریشی = قریشی ،

عبدالرزاق

عبدالرزاق ، کچھوچھوی ، ۶۹۳

عبدالرسول ، قاری ، ۳۰۳ ، ۳۰۸ ،

۳۳۶ ، ۳۷۵

عبدالرسول بن میاں محمد شفیع ، ۳۶۶

عبدالرشید (بن شیخ احمد سعید

مجددی) ، ۱۶۷

عبدالرشید میالکوٹی ، ۲۲۱

عبدالرشید نعانی ، ۵۳۸

عبدالسبحان ، اسیر ، ۲۵۹ ، ۲۷۰ ،

۶۵۵ ، ۲۷۱

عبدالحق محدث دہلوی ، ۸۶ ، ۱۷۲ ،

۱۷۳ ، ۱۷۴ ، ۲۳۳ ، ۲۳۱ ،

۲۵۳ ، ۲۵۹ ، ۳۰۲ ، ۳۱۳ ،

۳۳۶ ، ۳۳۵ ، ۳۳۶ ، ۳۶۰ ،

۳۶۱ ، ۳۷۳ ، ۴۰۰ ، ۴۳۳ ،

۴۰۰ ، ۴۳۱ ، ۴۳۲ ، ۴۴۳ ،

۵۳۱ ، ۵۳۸ ، ۵۴۳ ، ۶۹۷ ،

۷۰۲

عبدالحکیم ، مولوی ، ۳۲۶

عبدالاجی حسنی ، ۲۰۸ ، ۲۱۰ ،

۲۱۳ ، ۲۱۷ ، ۲۵۷ ، ۲۸۶ ،

۳۳۶ ، ۳۳۸ ، ۳۵۳ ، ۳۵۹ ،

۶۹۰ ، ۷۰۶

عبدالخالق ، حاجی ، ۹۸

عبدالخالق شوقی ، ۳۷۵

عبدالخالق غجدوانی = غجدوانی ،

خواجہ عبدالخالق

عبدالرب لکھنوی ، مفتی ، ۳۶۲

عبدالرحمن دہلوی ، ۱۷۵ ، ۲۷۳ ،

۲۷۷ ، ۳۷۵

عبدالرحمن (خلیفہ حضرت مظہر)

۳۹۷

عبدالرحمن (طابع مقامات مظہری)

۱۸۳ ، ۵۶۸ ، ۵۶۹ ، ۶۲۵

عبدالرحمن ثانی ، ۳۳۳

عبدالرحمن بن سیف الرحمن ، ۶۳۵

عبدالرحمن فرخ آبادی ، ۶۳۹

عبدالرحمن سلہٹی ، ۳۶۳ ، ۶۹۷

عبدالرحمن ، صوفی ، ۲۵۲ ، ۳۱۰ ،

۳۲۵

عبدالفتاح نبیرہ مولانا خالد کردی

۶۴۸

عبدالقادر = غلام علی دہلوی ، شاہ

عبدالقادر دہلوی ، شاہ ۶۰۲ ، ۶۴۶

عبدالقادر رام پوری ۶۳۵ ، ۷۰۷

عبدالقادر جیلانی ، غوث اعظم ۱۷۱ ،

۲۳۷ ، ۲۳۸ ، ۲۳۰ ، ۲۵۱

۳۰۰ ، ۳۳۳ ، ۳۳۷ ، ۳۵۰

۳۵۳ ، ۳۵۴ ، ۳۹۱ ، ۳۹۸

۴۱۹ ، ۴۲۰ ، ۴۳۸ ، ۴۸۵

۴۸۶ ، ۵۲۱ ، ۵۲۲ ، ۵۷۱

۵۷۲ ، ۵۷۳ ، ۵۸۸ ، ۵۸۹

۵۹۰ ، ۶۱۶ ، ۶۳۷

عبدالقدوس گنگوہی ۲۲۸ ، ۲۳۰

۳۹۸ ، ۴۲۳ ، ۶۲۹ ، ۶۴۶

عبدالکریم (از اجداد مولوی محمد کلیم

بنگالی) ۴۶۵

عبدالکریم ترکستانی ۶۱۲

عبدالکریم دہلوی ۲۷۳

عبدالکریم مولوی ۴۲۶

عبداللطیف ، شاہ ۱۶۱ ، ۱۷۵

۲۱۸ ، ۵۷۰ ، ۶۲۶

عبدالمجید خان = عبدالدولہ (اولاد)

عبدالغنی (بن شاہ ابو سعید مجددی)

۱۶۶ ، ۶۱۱ ، ۶۳۰ ، ۶۴۱

عبدالواحد ممبئی ۲۳۷ ، ۲۳۸

عبدالودود ، قاضی ۶۹۳ ، ۶۹۴

عبدالوہاب ، سید ۲۳۷

عبدالوہاب ، شیخ ۶۱۶

عبدالوہاب ، پیر ۶۴۲

عبدالستار صدیقی ۵۶۸

عبدالستار ، قاضی ۱۵۵ ، ۲۹۵

۷۰۶

عبدالسلام ہسوی ۶۵۰

عبدالسمیع ، شیخ ۴۳۳

عبدالعدل زبیری ۱۶۲ ، ۳۰۷

۳۱۵ ، ۵۷۱

عبدالعزیز بگے والد ۵۳۶

عبدالعزیز خان ۴۷۳

عبدالعزیز ، خواجہ ۴۳۴

عبدالعزیز محدث دہلوی ۲۳ ، ۴۲

۵۸ ، ۱۱۳ ، ۱۱۷ ، ۱۱۸

۱۲۷ ، ۱۵۸ ، ۱۶۲ ، ۱۶۵

۱۶۸ ، ۱۷۳ ، ۱۹۳ ، ۲۰۶

۲۷۳ ، ۵۵۱ ، ۶۰۰ ، ۶۰۲

۶۱۰ ، ۶۱۵ ، ۶۲۷ ، ۶۳۶

۶۳۶ ، ۶۳۷ ، ۶۹۷ ، ۷۰۷

عبدالعزیز الکبیر ۴۳۴

عبدالعلی بن میر محمد معین ۸۶

عبدالغفار ، مولوی ۶۱۸

عبدالغفور خورجوئی ۵۶۷ ، ۶۱۳

۶۱۳ ، ۶۴۳

عبدالغفور ، قاری ۴۰۴

عبدالغنی قندھاری ۲۵۷ ، ۶۸۹

عبدالغنی مجددی مہاجر مکی ۱۴۰

۱۶۶ ، ۱۷۰ ، ۱۸۳ ، ۱۸۴

۲۱۶ ، ۲۲۱ ، ۵۶۷ ، ۵۶۸

۵۶۹ ، ۵۷۸ ، ۵۸۰ ، ۵۸۳

۶۰۹ ، ۶۱۱ ، ۶۲۳ ، ۶۳۱

سرهندی (سرهندی) ۳۹
 عطار ، خواجہ فریدالدین ۱۷۱
 عطاء اللہ حنیف بہوجپانی ۱۶ ،
 ۶۹۲
 عطاء حسین ۶۹۳
 عظیم اللہ ، میان ۶۰۳
 عقیل ، سید ۲۳۷
 علاء الدولہ = سمنانی ، شیخ
 علاء الدولہ رکن الدین
 علاء الدین ، ملا ۶۱۲
 علم الہدی = ثناء اللہ ہانی ہتی ،
 قاضی
 علی اصغر ، (عرف میر مکھو) ۳۶۹ ،
 ۳۵۵ ، ۳۱۲ ، ۳۷۱
 علی اکبر نقشبندی ۶۹۷
 علی بن موسیٰ رضا ۳۳۰
 علی بن حسین ۲۳۰
 علی پسر ، خواجہ ۶۲۷
 علی خان ، سید ۸۶
 علی ، خواجہ ۳۴۳
 علی رضا ، امام ۲۳۷ ، ۲۳۸
 علی رضا خان ۳۹۳ ، ۳۳۶
 علی ، شاہ ۳۷۰
 علی شیخانی ، سید ۳۶
 علی عباس حسینی ۷۰۱
 علی عزیزان رامپنی ۲۳۶
 علی قاری ، ملا ۲۷۹ ، ۵۳۷ ،
 ۵۳۳
 علی کٹیری ۲۸۳ ، ۲۸۶

عبدالہادی ، پیر ۸۵ ، ۳۳۳
 عبدی ، عبداللہ خویشکی قصوری
 ۳۵۹
 عبید اللہ خان ، خواجہ ۸۷ ، ۲۰۰
 عثمان ، امیر المومنین ۳۹ ، ۳۳۳ ،
 ۵۵۵ ، ۵۵۲ ، ۵۰۷
 عثمان پارونی ۲۳۸
 عجیبہ خانم (زوجہ) قاضی ثناء اللہ
 ہانی ہتی) ۳۳۷
 عراقی = احمد طاہری عراقی
 عراقی ، نغیرالدین ۲۶۳ ، ۵۲۸
 عرشی ، امتیاز علی خان ۱۹۵ ،
 ۱۵۶ ، ۲۰۰ ، ۳۵۰ ، ۳۵۳
 ۳۵۵ ، ۶۲۸ ، ۶۳۶ ، ۶۳۳
 ۶۵۶ ، ۶۹۸ ، ۶۹۹ ، ۷۰۳
 عرفان بن عمران رام پوری ۶۳۰
 عرفان حبیب ۹۵ ، ۲۰۲
 عروۃ الوثقی = محمد معصوم سرہندی
 عزالدین بن عبدالسلام ، شیخ الاسلام
 ۵۳۱
 عزت اللہ مجددی سرہندی ۳۹ ، ۵۰
 عزت ، عبدالولی ۱۱۱
 عزیز بن خواجہ محمد زبیر سرہندی
 ۲۹۱
 عزیز الحق ۳۵۱
 عزیز خان روہیلہ ۶۰
 عزیز القدر ۲۱۸ ، ۵۹۹
 عشقی (مولف تذکرہ شعراء) ۶۹۷
 عبید الدولہ عبداللہ خان (لاظم

۳۲۸ ، ۳۲۶ ، ۳۸۲ ، ۵۵۵

۶۰۸ ، ۵۸۱

عمر ، مفتی ، شیخ ۶۰۸

عنايت قادری قصوری ، شاہ ۶۰۸

۲۰۵

عنايت النبي مجددی ۶۲۵

عندليب ، خواجہ محمد لکھنوی ۶۱۶

۵۷۱ ، ۲۹۳

عنصری ۵۸۳ ، ۶۳۲

عیسیٰ علیہ السلام ۳۷۱ ، ۵۲۳

عیسیٰ خان دہ بیدی ۲۵۷ ، ۳۳۳

عین الدین عظیم آبادی ۳۹۳

عین القضاة ہمدانی ۶۵۹

غ

غازی الدین ۹۷

غازی الدین = فیروز جنگ

غالب ، مرزا ۱۳۲

غجدوانی ، خواجہ عبدالخالق ۲۳۶

۶۹۷

غریب اللہ (سقہ) ۵۹۵

غریب یعنی = نظام غریب یعنی

غزالی ، امام محمد ۳۹۵ ، ۵۳۹

۶۹۱

غلام حسن ، شیخ ۱۳۳ ، ۳۹۸

۳۳۳ ، ۳۰۲

غلام حسین تھالپری ۳۲۳

۳۲۵ ، ۳۳۹ ، ۳۳۲ ، ۵۶۷

غلام دستگیر قصوری ۱۷۰ ، ۵۳۶

علی کاشفی ، فخرالدین ۲۳۳ ، ۲۳۴

علی محمد خان روہیلہ (ناظم سرہند)

۲۵۶ ، ۱۹۹ ، ۸۳ ، ۵۷ ، ۵۰

علی مراد آبادی ۲۱۳

علی مرتضیٰ ، امیرالمومنین ۱۹۱

۲۳۷ ، ۲۳۸ ، ۲۳۹ ، ۲۵۹

۲۷۰ ، ۳۳۳ ، ۳۳۵ ، ۳۵۹

۲۹۱ ، ۳۳۷ ، ۳۷۳ ، ۵۰۶

۵۱۱ ، ۵۳۳ ، ۵۵۰ ، ۵۵۳

۵۵۶ ، ۵۷۰ ، ۵۷۱

علی ، میر سید ۵۸

علی لواز شکار پوری ، میر ۵۳۶

۶۹۱

علی وردی خان ۲۳

علی = غلام علی دہلوی ، شاہ

علیم اللہ گنگوہی ، میر ۳۹۷

۳۳۹ ، ۳۳۱

عاد خلیج ، خواجہ ۳۶۱

عاد الملک نظام ۳۷ ، ۳۰ ، ۵۷

۷۳ - ۸۰ ، ۸۱ ، ۸۲ ، ۹۹

۱۲۰ ، ۲۰۶ ، ۲۰۸ ، ۲۱۰

۲۵۶ ، ۳۱۶ ، ۳۷۳ ، ۳۳۲

۷۰۲ ، ۳۵۳

عمدة الامراء فرزند خان = مجدالدولہ

عمدة الملک اسیر خان انجام ۳۰

عمران ۶۳۰

عمر ، خواجہ ۳۳۳

عمر فاروق ، امیرالمومنین ۳۲۳

غلام قطب الدین عرفہ ملک کالج
= ملک کالج

غلام کاکے = مراد اللہ

غلام محمد انکی ۶۱۲

غلام محمد ، امیر ، ۲۷۰

غلام محمد پشاور سرہندی ۴۹

غلام محمد خان ۱۷۵

غلام محمد راول پوری ۱۱۱

غلام محمد معصوم ثانی سرہندی ۲۶ ،

۴۹

غلام محمد ، ملک ، ۴۶۱

غلام محمد موحد ۲۶۸

غلام محی الدین قصوری ، خواجہ

۱۶۹ - ۱۷۰ ، ۱۷۶ ، ۲۰۰ ،

۲۰۸ ، ۲۱۸ ، ۲۱۹ ، ۵۳۵ ،

۶۳۰ ، ۶۸۹

غلام محی الدین (خلیفہ حضرت مظہر)

۳۶۸ ، ۳۱۹ - ۳۲۰ ، ۳۶۰

غلام محی الدین بگہ والد ۵۳۶

غلام مرتضیٰ بیربلوی ۱۷۰ ،

۱۷۵ ، ۵۳۶

غلام مرتضیٰ (مرید حضرت مظہر)

۷۳

غلام مصطفیٰ خان ، ڈاکٹر ۵۹ ،

۶۰ ، ۱۳۶ ، ۱۳۷ ، ۱۸۵ ،

۱۸۹ ، ۱۹۳ ، ۱۹۴ ، ۱۹۵ ،

۱۹۸ ، ۲۱۴ ، ۲۵۳ ، ۲۵۴ ،

۳۸۷ ، ۳۲۸ ، ۳۳۲ ، ۳۳۵ ،

۳۵۳ ، ۳۵۴ ، ۳۶۶ ، ۳۶۵ ،

۳۶۹ ، ۳۷۰ ، ۵۵۸ ، ۶۵۴ ،

۶۶۴ ، ۶۶۳ ، ۶۹۴ ، ۶۹۷ ،

۷۰۷

غلام رسول چووی ۵۳۶

غلام رسول کانپوری ۴۴۵ ، ۴۶۳ ،

غلام سادات چشتی ۱۶۲ ، ۵۷۱ ،

غلام سرور لاہوری ۲۵۸ ، ۴۳۹ ،

۴۴۱ ، ۶۳۵ ، ۴۹۷ ، ۷۰۷ ،

غلام عسکری خان ۷۷ ، ۷۸ ،

۷۹ ، ۸۲ ، ۸۳ ، ۸۶ ، ۹۷ ،

۹۹ ، ۳۶۹ ، ۳۷۱ ، ۳۷۳ ،

۴۴۲ ، ۴۴۳ ، ۴۵۳

غلام علی دہلوی (مولف مقامات

مظہری) ۸۹ ، ۱۱۷ ، ۱۳۰ ،

۱۳۵ ، ۱۴۰ ، ۱۴۳ ، ۱۵۷ ،

۱۵۸ ، ۱۵۹ ، ۱۶۰ ، ۱۶۱ -

۱۸۳ ، ۱۸۶ ، ۱۹۱ ، ۱۹۳ ،

۱۹۴ ، ۲۰۰ ، ۲۰۱ ، ۲۰۳ ،

۲ ، ۲۰۷ ، ۲۰۸ ، ۲۰۹ ،

۲۲۰ ، ۲۲۷ ، ۲۳۵ ، ۲۳۵ ،

۲۵۱ ، ۲۵۸ ، ۲۶۷ ، ۲۷۳ ،

۲۸۵ ، ۲۸۹ ، ۲۹۵ ، ۳۰۱ ،

۳۳۰ ، ۳۳۶ ، ۳۳۸ ، ۳۵۴ ،

۳۵۶ ، ۳۵۷ ، ۳۵۸ ، ۳۶۰ ،

۳۶۸ ، ۳۷۰ ، ۳۸۶ ، ۴۱۸ ،

۴۲۲ ، ۴۶۶ ، ۵۲۵ ، ۵۲۸ ،

۵۳۰ ، ۵۳۵ ، ۵۶۳ ، ۵۶۹ -

۶۵۰ ، ۶۸۸ ، ۶۹۵ ، ۶۹۷

غلام قادر ، مرزا ۱۶

غلام قادر بٹالوی ۴۲۵ ، ۴۶۶ -

۴۶۷

غلام قادر بن غلام عسکری خان

۳۶۹

۷۵ ، ۱۱۵ ، ۱۱۹ ، ۱۲۱ ،
 ۱۲۸ ، ۱۶۲ ، ۲۰۸ ، ۵۷۱ ،
 ۶۱۵ ، ۶۳۶ ،
 فخری ، نور الدین حسین ۱۹۵ ،
 ۷۰۲
 فدوی خان ۱۰۲
 فراق ، کنور پریم کشور ۷۳ ،
 ۶۹۸
 فرخ حسین ۱۷۵
 فرخ حسین ، حکیم ۶۰۳
 فرخ سیر (بادشاہ) ۲۶ ، ۵۳ ، ۹۳ ،
 ۲۶۸ ، ۲۸۶ ، ۶۵۸
 فرشته ۶۵۶
 فرہادی ، روان ۵۲۸
 فرید بخاری ، شیخ ۳۸
 فرید بکری ۶۹۸
 فریدمان یوحنا ۱۳۲ ، ۲۱۰ ،
 ۲۱۱ ، ۵۳۱
 فریدی ، محمد عالم ۲۵۳ ، ۷۰۷
 فریدی ، نسیم احمد سروپوی ۳۶۰ ،
 ۷۰۷ ، ۷۰۷
 فرینکن ، ڈیلو ۲۸ ، ۳۸ ، ۷۲ ،
 ۸۹ ، ۱۸۶ ، ۱۸۸ ، ۱۹۳ ،
 ۱۹۳ ، ۲۰۰ ،
 فضل اللہ پانی پتی ۳۹۳
 فضل اللہ مجددی قندھاری ۶۹۸
 فضل امام خیر آبادی ۵۹۵
 ۶۱۰ ، ۶۳۳ ، ۶۳۰
 فضل الدین ، ملک ۱۸۳ ، ۶۲۵

غلام مصطفیٰ خان (خلیفہ) حضرت
 مظہر) ۳۶۸ ، ۳۷۱ ، ۳۷۷ ،
 غلام نبی للہی ۱۷۰ ، ۲۲۰ ،
 ۵۳۵ ، ۶۹۸
 غلام نقشبند ۳۵۶
 غلام یحییٰ بہاری ۱۲۷ ، ۱۵۱ ،
 ۲۰۹ ، ۲۱۳ ، ۳۱۶ - ۳۱۹ ،
 ۳۵۶ - ۳۵۹ ، ۳۶۰ ، ۵۳۳ ،
 ۵۶۰ ، ۶۸۸ ، ۶۹۶
 غنی ، میر ، مفتی ۶۰۸
 غوث الاعظم = عبدالقادر جیلانی ،
 شیخ
 غوث الثقلین = عبدالقادر جیلانی ،
 شیخ
 غوث علی قلندر پانی پتی ۳۵۹

ف

فاروق القادری ۷۰۲
 فاروق = اقبال احمد فاروق
 فاروق بنت شاہ ابوالخیر مجددی
 ۳۳۸
 فاضل الدین پٹالوی ۱۶۱ ، ۳۶۶ ،
 ۶۲۱
 فاطمہ زہراء سیدہ ۵۱۲ ، ۵۵۳ ،
 ۵۵۶ ، ۵۸۹ ، ۶۳۳
 فتح خان ۸۳ ، ۸۷ [ر-ک ابوالفتح]
 فتح الدولہ ، نواب ۶۳۲
 فتح علی ، حاجی ۳۶۲
 فخر دہلوی ، شاہ فخر الدین ۳۱ ،

القاسم الخزان الله = محمد عابد منامی،

شیخ

قاسم علی خان ، لواب ۷۱ ، ۸۳ ،

۸۳ ، ۸۸ ، ۱۳۷ ، ۱۳۳

قاسم ، قدرت الله ۲۰۵ ، ۶۹۸

قاضی خان ۵۳۶

قانع ، میر علی شبر ٹھٹوی ۶۹۸

قائم چاند پوری ۶۹۸

قدرت الله خان ، حکیم ۵۷۵

قدیر احمد ۲۰۷ ، ۷۰۷

قریشی ، عبدالرزاق ۱۳۶ ، ۱۳۱ ،

۱۳۲ ، ۱۳۵ ، ۱۳۹ ، ۱۵۲ ،

۱۵۵ ، ۱۸۵ ، ۱۸۹ ، ۱۹۱ ،

۱۹۲ ، ۱۹۳ ، ۱۹۴ ، ۱۹۵ ،

۱۹۶ ، ۲۲۳ ، ۲۵۷ ، ۲۷۱ ،

۲۷۲ ، ۲۷۳ ، ۲۷۵ ، ۲۷۷ ،

۲۷۸ ، ۳۸۶ ، ۳۸۷ ، ۳۳۳ ،

۳۳۶ ، ۳۳۷ ، ۵۳۰ ، ۷۰۷

قزانی ، محمد مراد مکی ۳۶۱ ، ۵۳۵ ،

۶۲۶ ، ۶۳۸ ، ۶۹۱

قزونی ، محمد بن عبدالوہاب ۳۳۵

قشیری ، امام ۵۲۹ ، ۶۹۱ ،

۶۹۸

قطب الدین ۳۵۳

قطب الدین عبادی = عبادی ،

قطب الدین

قطب الدین = محمد اشرف حسین

قطب الدین خان ۱۳۲

قطب الدین ، خواجہ ۱۷۱ ، ۳۴۱

قطب الدین (خلیفہ حضرت مظهر)

۳۱۵ ، ۳۵۶

فضل الرحمن = عبدالمنفی

فضل رحمن گنج مراد آبادی

۱۳۳

فضل علی ، مولوی ۶۳۲

فضل علی خان رام پوری ۹۲

فضلی ، فضل قادر ۱۷

فضیل ، شاہ ۲۳۷

فضیل عیاض ۲۳۸

فقیر ، اخوند ۳۲۸

فقیر الله علوی شکار پوری ، شاہ

۳۵ ، ۱۱۳ ، ۱۸۸ ، ۲۰۷ ،

۲۳۵ ، ۵۲۹ ، ۵۳۲ ، ۵۳۵ ،

۵۳۳ ، ۵۶۰ ، ۶۹۱

فقیر محمد گولابی ۱۷۵

فوجا سنگھ ۱۹۰

فیروز چنگ ، غازی الدین ۷۳ ،

۷۵ ، ۷۶ ، ۱۳۷ ، ۲۳۷ ،

۲۵۵ ، ۲۹۳ ، ۳۰۱ ، ۳۱۶

فیروز خان میواتی (حاکم سرہند)

۲۵۷ ، ۲۵۶

فیض الله خان ۵۹ ، ۱۹۹ ، ۳۸۹ ،

۳۳۱ ، ۳۵۳ ، ۴۷۱ ، ۶۳۶ ،

۶۳۲

ل

قادری = محمد ایوب قادری

قاسم الصاری ۶۵۹

قاسم ، شیخ ۶۳ ، ۱۹۳ ، ۱۹۵ ،

قاسم بن محمد بن ابوبکر ۲۳۶

کامور خان ۶۹۸
 کبیر الاولیاء = جلال الدین پانی پتی
 کتانی ، عبدالحی الفاسی ۶۹۱
 کچالہ ، عمر رضا ۲۵۴ ، ۳۶۳ ، ۶۹۱
 کرامت اللہ (مرید مولوی نعیم اللہ
 بہرائچی) ۳۲۱ ، ۳۶۳ ، ۵۹۱
 ۵۹۵ ، ۵۹۸ ، ۶۳۳
 کرپال سنگھ (ورخ) ۱۹۱
 گرم اللہ محلث ۶۱۵ ، ۶۳۶ -
 ۶۴۷
 گرم خان بن موسیٰ خان دہ پدی
 ۲۵۸
 کرمانی = اوحد الدین کرمانی
 کریم الدین ۳۳۳ ، ۷۰۷
 گسل سنگھ ۱۰۳
 کشمی ، محمد ہاشم = محمد ہاشم کشمی
 کشن داس ۱۱۱
 کشن چندر ۲۸۹ ، ۲۹۱
 کلابادی ، ابو بکر محمد ۳۵۵
 ۵۲۸ ، ۶۹۱
 کلائیو ، لارڈ ۳۸
 کمال کیتھلی ، شاہ ۲۳۷
 کمال الدین ۳۳۳
 کمال الدین ، امیر ۳۷۳ ، ۳۷۵
 کمال الدین جوانمرد ، امیر ۲۷۰ ،
 ۲۷۱
 کمال الدین حسین ، شاہ ۱۱۱
 کمال دہلوی ، شاہ ۱۱۱
 کمال الدین کشمیری ، شیخ ۷۶

قطب الدین بختیار کاکلی ، خواجہ
 ۲۳۸ ، ۲۷۹ ، ۳۰۰ ، ۳۳۳
 ۵۸۸ ، ۶۲۰ ، ۶۳۳
 قلندر بخش (خلیفہ حضرت مظہر)
 ۳۲ ، ۳۰۳ ، ۳۳۳ ، ۳۳۵
 ۳۶۳
 قمرالدین اورنگ آبادی ۱۲۷
 ۲۰۹ ، ۳۵۸ ، ۳۵۹ ، ۶۹۹
 قمرالدین پشاوری ۱۷۵ ، ۶۵۰
 قمرالدین ، میان ۶۲۳
 قمرالدین ، وزیر ۸۲
 قمر ، نصرت اللہ خان خویشگی ۷۰۷
 قمیص قادری ، شاہ ۵۲
 قندھاری ، محمد عارف ۵۲۶ ، ۶۵۳
 ۶۵۶ ، ۶۵۷ ، ۶۹۹
 قندھاری ، نور محمد = نور محمد
 قندھاری ، حاجی
 ک
 کاشانی ، مخدوم اعظم = مخدوم اعظم
 کاشانی ، عبد الرزاق ۵۲۸ ،
 ۶۹۰
 کاشانی ، عزالدین محمود ۶۹۸
 کاشفی ، فخر الدین علی ۶۹۸
 کاشی راج ۱۸۵
 کاکوی ، عطاء الرحمن ۱۲۵
 ۲۱۳ ، ۶۹۵ ، ۷۰۳ ، ۷۰۷
 کامران (والی پرات) ۶۱۹

کنیش ، رام چندر ۶۵
 گوہند سنگھ (سکھ گرو) ۳۸ ،
 ۱۹۰
 گوپاموی ، قدرت اللہ ۳۸۴ ،
 ۶۹۹
 گھسیٹا (مرید قاضی ثناء اللہ
 پانی پتی) ۳۹۳
 گیسودرانز ، سید محمد بھدہ نواز
 ۵۳۸ ، ۵۹۸ ، ۶۹۹
 کیلانی = مناظر احسن کیلانی

ل

لاری ، عبدالغفور ، ملا ۲۳۵ ،
 ۶۹۹
 لطف ، شاہ ۳۳۱
 لطف ، مرزا علی ۷۰۸
 لعل گنور (امتیاز محل) ۲۶ ، ۹۵
 لئیق احمد خان الصاری ۳۳۸

م

مادر قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۳۵
 مادھو سنگھ ۳۰ ، ۷۲ ، ۹۳
 مالک ، امام ۵۳۷
 مبتلا ، مردان علی خان ۶۹۹
 مبین خان ، میر ۵۶ ، ۹۳ ، ۷۵
 ۳۹۰ ، ۳۱۰ ، ۳۱۱ ، ۳۱۲
 ۳۵۳
 منٹی ، میر (والد مرید احمد خان)
 ۶۴۴

کمال الدین = محمد احسان ابوالفیض
 کلیم اللہ بنگالی = محمد کلیم بنگالی
 کلمہ اللہ بن خواجہ سیف الدین
 سرہندی ۶۴۵
 کلیم اللہ جہان آبادی ۱۱۳ ، ۱۱۵ ،
 ۱۱۶ ، ۲۶۸ ، ۲۶۹ ، ۵۳۸
 ۶۹۱
 کلیم الدین احمد ۶۹۶
 گورین ، ہنری ۵۶۰
 کین ، ایچ - جی ۷۰۸
 کیول رام ۷۰

ک

کارسان دتاسی ۱۳۹ ، ۲۷۱
 کپتا ، ہری رام ۱۸۵
 کدای رحمن ثانی ۲۳۷
 گرامی ، مرزا ۱۱۱
 گردیزی ، فتح علی ۲۷۶ ، ۶۹۸
 گل حسن ۷۰۸
 گل محمد خزلوی ۱۷۵ ، ۶۲۱
 گلشن ، شاہ ۲۸۳ ، ۲۸۳ ، ۲۸۵ ،
 ۳۵۱ ، ۲۸۷
 گنج بخش = ہجویری ، علی بن عثمان
 گنج شکر ، بابا فرید الدین ۱۷۱ ،
 ۲۳۸ ، ۳۹۸ ، ۴۰۳
 گنڈا سنگھ ۳۸ ، ۳۷ ، ۱۸۵ ،
 ۱۸۸ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۲
 ۲۰۲ ، ۲۰۲
 گنگا رام (بنگالی شاعر) ۵۵

۵۵۱ ، ۵۵۰ ، ۵۴۶ ، ۵۴۵
 ۵۶۱ ، ۵۵۹ ، ۵۵۶ ، ۵۵۲
 ۵۸۳ ، ۵۸۱ ، ۵۷۸ ، ۵۶۳
 ۶۰۲ ، ۵۹۹ ، ۵۸۹ ، ۵۸۸
 ۶۱۷ ، ۶۱۴ ، ۶۱۳ ، ۶۰۶
 ۶۳۸ ، ۶۳۶ ، ۶۳۵ ، ۶۲۹
 ۶۴۰ ، ۶۳۳ ، ۶۳۵ ، ۶۹۹
 مجنوں خان قاقشال ۲۷۱ ، ۶۵۳ -
 ۶۵۵ ، ۶۵۴
 مجنوں نازک شاہی ۱۱۱
 مجیب ، ایم ۱۴۱ ، ۴۱۰
 محب اللہ خان بن دولدے خان
 ۵۹
 محب اللہ آبادی ۵۶ ، ۶۹۹
 محبوب الہی ۶۹۴
 محبوب خان ۴۷۴
 محبوب علی ، حافظ ۶۹
 محبوبی ۴۶۲
 محبی ، محمد بن فضل اللہ ۶۹۱
 محتسب الامۃ = سیف الدین سرہندی
 محتشم خان ، میر ابراہیم ۴۶۳
 محسن ترمذی ، شیخ ۵۴۵ ، ۵۶۸
 ۶۹۱
 محفوظ اللہ (از اولاد قاضی ثناء اللہ
 پانی پتی) ۱۴۵
 محفوظ ، شیخ ۴۳۳
 محمد ابراہیم ، حافظ ۲۱۹
 محمد ابو البرکات ۶۴۵
 محمد ابو حنیف ۴۵

مشکاف ۱۶۳ ، ۲۱۸
 مجد الدولہ ، عبدالاحد خان ۲۸
 ۳۹ ، ۵۰ ، ۶۷ ، ۶۸
 ۷۰ - ۷۳ ، ۸۰ ، ۸۳ ، ۸۹
 ۱۲۰ ، ۱۹۶ ، ۴۴۲
 مجدالدین اسماعیل ۴۴۴
 مجدد الف ثانی ، شیخ احمد سرہندی
 ۳۶ ، ۴۶ ، ۴۹ ، ۵۰ ، ۱۰۶
 ۱۱۳ ، ۱۲۳ ، ۱۲۵ ، ۱۲۹
 ۱۳۲ ، ۱۳۳ ، ۱۳۳ ، ۱۶۵
 ۱۶۸ ، ۱۷۱ ، ۱۷۳ ، ۱۷۵
 ۲۰۷ ، ۲۱۰ ، ۲۱۱ ، ۲۱۸
 ۲۲۱ ، ۲۲۰ ، ۲۳۱ ، ۲۳۳
 ۲۳۴ ، ۲۳۶ ، ۲۳۷ ، ۲۳۸
 ۲۴۱ ، ۲۴۴ ، ۲۴۵ ، ۲۴۶
 ۲۴۷ ، ۲۵۵ ، ۲۶۲ ، ۲۸۴
 ۲۹۸ ، ۳۰۵ ، ۳۰۷ ، ۳۱۴
 ۳۱۸ ، ۳۲۳ ، ۳۲۴ ، ۳۲۹
 ۳۳۵ ، ۳۳۲ ، ۳۳۵ ، ۳۳۶
 ۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۵۹ ، ۳۶۰
 ۳۶۱ ، ۳۶۲ ، ۳۶۵ ، ۳۶۸
 ۳۷۷ ، ۳۸۲ ، ۳۹۱ ، ۳۹۸
 ۴۰۶ ، ۴۰۸ ، ۴۱۵ ، ۴۲۱
 ۴۲۲ ، ۴۲۴ ، ۴۲۴ ، ۴۴۲
 ۴۵۰ ، ۴۵۱ ، ۴۷۵ ، ۴۸۲
 ۴۸۳ ، ۴۸۴ ، ۴۸۵ ، ۴۸۶
 ۴۸۷ ، ۵۰۱ ، ۵۰۲ ، ۵۲۲
 ۵۲۸ ، ۵۲۹ ، ۵۳۰ ، ۵۳۱
 ۵۳۲ ، ۵۳۳ ، ۵۳۴ ، ۵۳۷
 ۵۳۸ ، ۵۴۱ ، ۵۴۳ ، ۵۴۴

محمد احسان احمدی ، صاحبزادہ ۵۶ ،
 ۳۱۲ ، ۹۷ ، ۹۱ ، ۶۹
 ۳۵۶ ، ۳۶۹ ، ۳۶۷ ، ۳۷۳
 ۳۰۰ - ۳۰۲ ، ۳۲۱ ، ۳۳۲
 محمد احسان ابوالفیض (مولف
 روضۃ القیومیہ) ۱۹۱ ، ۲۵۵
 ۲۸۶ ، ۷۰۸
 محمد ادیس سلہٹی ۶۳
 محمد ارشد رام پوری ۶۳۵ ، ۶۴۶
 محمد اسحاق ۵۶
 محمد اسحاق دہلوی ، شاہ ۵۶
 محمد اسحاق = مکرم خان
 محمد اسرائیل قاضی مرشد آباد ۶۵
 محمد اسلم پسروری ۷۰۸
 محمد اسماعیل ، خواجہ ۲۱۹
 محمد اشرف حسین قطب الدین ۶۳
 محمد اشرف دہلوی ، خواجہ ۱۱۱
 محمد اشرف سرہندی ، خواجہ ۴۹
 محمد اشرف علی نقوی ۶۲۵ ، ۷۰۸
 محمد اصغر ، میان ۶۰۴ ، ۶۱۳
 ۶۲۲
 محمد اعظم دیدہ مری کشمیری
 ۳۶ ، ۶۹۹
 محمد اعظم (خلیفہ شیخ محمد افضل)
 ۲۴۶ ، ۲۵۵ ، ۲۸۸ ، ۲۹۱
 ۳۰۴ ، ۳۰۷
 محمد افضل الہ آبادی ۳۰۸
 محمد افضل سیالکوٹی شیخ ۲۲۸
 ۲۳۳ ، ۲۳۶ ، ۲۵۳ ، ۲۵۵
 ۲۵۶ ، ۲۸۷ ، ۲۹۲ ، ۳۰۳

۳۰۵ ، ۳۰۷ ، ۳۰۸ ، ۳۰۴
 ۳۳۵ ، ۳۳۶ ، ۳۷۵ ، ۵۲۶
 محمد اقبال مجددی ۱۹ ، ۲۲۲
 ۳۷۰ ، ۵۶۸ ، ۶۳۳ ، ۶۵۱
 ۶۸۸ ، ۶۸۹ ، ۶۹۲ ، ۶۹۳
 ۶۹۸ ، ۷۰۰ ، ۷۰۱ ، ۷۰۷
 ۷۰۸
 محمد اقبال ، ملک ۵۲۸ ، ۶۵۹
 ۷۰۰
 محمد اکبر (مرید شاہ رحمت اللہ)
 ۳۱۰
 محمد اکبر شاہ ثانی (بادشاہ) ۱۶۳ ،
 ۱۷۵
 محمد اکبر الدین صدیقی ۶۳۳ ،
 ۶۹۶
 محمد اکرم ہراسوی ۶۹۹
 محمد اکرام ، شیخ ۷۰۸
 محمد اکرم خان حیدر آبادی ۱۷۵
 محمد امان ، میرزا ۲۷۰ ، ۲۷۱
 ۶۵۵
 محمد امیر ۲۷۰
 محمد امیر خان ۶۰۳
 محمد امین ، شیخ ۳۳۱
 محمد امین بدخشی ۵۳۱ ، ۶۸۸
 محمد انور ، میان ۳۵۲
 محمد ایوب قادری ۱۷ ، ۲۰۷
 ۳۳۰ ، ۳۶۹ ، ۵۵۱ ، ۶۵۶
 ۶۸۸ ، ۷۰۵ ، ۷۰۶ ، ۷۰۸
 محمد بابا مہاسی ۲۴۶
 محمد باقر ، امام ۲۳۷ ، ۲۳۸

محمد حسن بن محمد احسان ۳۶۹ ،

۳۳۲

محمد حسن مودود چشتی ۱۷۵

محمد حسن (وکیل انگریز) ۱۷۵

محمد حسین بٹالوی ۵۳۸ ، ۷۰۸

محمد حسین بخاری ۶۳۲

محمد حسین (خلیفہ حضرت مظہر)

۳۲۳

محمد حسین ، کاتب ۹۹

محمد حسین انکی ۳۶۳

محمد حسین مراد آبادی ۳۰۸ ، ۷۰۰

محمد حنیف ندوی ۵۶۰

محمد حیات سندھی ۵۰۴ ، ۵۳۷

۷۰۸ ، ۶۹۱

محمد خان ۳۳۱

محمد خان (پیشوا زادہ دولت علی خان)

۸۳ ، ۶۰

محمد خلیل السرحصینی (سوان)

احوال العارفین ۶۳۳ ، ۷۰۹

محمد دانش (مرید شیخ مراد اللہ) ۳۹۹

محمد درویش (مرید شیخ مراد اللہ)

۳۹۹ ، ۳۰۰

محمد درویش عظیم آبادی = رحیم اللہ

بیگ ، مرزا

محمد درویش رحیم بیگ مرزا ۳۲۴

محمد رضا جلالی لائی = نائی ،

محمد رضا جلالی

محمد رفیع ، شیخ ۳۵۲ ، ۳۳۹

محمد روشن خان ، حاجی ۱۳۰

محمد روشن پٹانھی ۳۶۲

محمد باقر قندوائی ساداموی ۳۵۶

محمد باقر مفتی ، لاہوری ۵۲۹ ،

۵۲۳ ، ۵۵۷ ، ۵۶۱ ، ۵۶۲

۷۰۰

محمد بدری بصری ۲۵۳

محمد بیگ بہالپوری ثم مکی ۲۲۳ ،

۳۶۱ ، ۳۸۳ ، ۶۹۱

محمد پارما بخاری ، خواجہ ۱۷۱ ،

۲۲۳ ، ۳۳۶ ، ۳۳۷ ، ۵۵۲

۵۶۱ ، ۵۶۲ ، ۶۵۹ ، ۷۰۰

محمد جان ، شیخ الحرم ۶۰۸ ،

۶۲۰ - ۶۲۱

محمد جان ، مولوی ۶۱۳

محمد جعفر شہید بن خواجہ محمد اشرف

سرہندی ۳۹

محمد جمشید ۶۵۳

محمد جمیل (خلیفہ حضرت مظہر)

۳۵۷ ، ۳۲۰ ، ۳۳۹ - ۳۵۰

۳۶۲

محمد حسن ، خلیفہ ، سید ۱۹۶ ،

۷۰۸

محمد حسن جان مجددی ۵۳۶ ، ۶۳۵ ،

۶۸۸ ، ۷۰۰

محمد حسن عرب (خلیفہ حضرت مظہر)

۳۱۳

محمد حسن (مرید شیخ محمد عابد سناسی)

۲۵۲

محمد حسن ، مولوی ۶۳۲

محمد حسن خائزادہ ۶۳ ، ۷۷

محمد حسن خان ۳۳ ، ۱۳۶

محمد زاہد ، مرزا ۲۷۳

محمد زاہد ، مولانا ۲۲۶ ، ۲۲۹

محمد زبیر سرہندی ۱۶۲ ، ۲۸۷

۲۸۸ ، ۲۹۰ ، ۲۹۱ ، ۲۹۵

۳۱۵ ، ۳۲۸ ، ۵۷۱ ، ۵۸۹

۶۰۰ ، ۶۳۳

محمد زکی ، شیخ ۳۵۰

محمد زمان زبیری ۳۶۶

محمد سالم ، شاہ ۳۰۸

محمد سعید لاہوری ، حاجی ۳۶ ، ۲۰۵

محمد سعید سرہندی ، خواجہ ۱۳۳

۲۳۷ ، ۲۳۸ ، ۲۳۳ ، ۲۵۵

۳۶۱ ، ۳۶۲ ، ۳۵۰ ، ۵۲۶

۶۳۶

محمد سعید ، مولوی ۶۳۲

محمد شاہ (خلیفہ حضرت مظہر) ۳۱۰

محمد شاہ بادشاہ ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸

۳۳ ، ۹۳ ، ۱۱۳ ، ۱۱۸

۳۱۵ ، ۳۲۱ ، ۳۵۵ ، ۳۶۵

۳۶۶ ، ۶۵۸

محمد شرف مجددی ۶۳۳

محمد شریف ، اشرف الاتقیاء ۲۵۳

محمد شریف زفندی ۲۳۸

محمد شریف رام پوری ۶۱۱

محمد شفیع ، شاہ (خلیفہ حضرت مظہر)

۳۲۳ ، ۳۶۵

محمد شفیع ، میر ۲۵۶

محمد شیر خان ۶۲۳ ، ۶۵۰

محمد صالح (از اجداد مولوی محمد کلیم

بنگالی) ۳۶۵

محمد صالح گنجابی ۲۵۶ ، ۶۸۸

محمد صدیق ابن خواجہ محمد معصوم

سرہندی ۲۳۶ ، ۲۵۵ ، ۲۸۳

۲۸۶ ، ۳۵۰ ، ۵۵۷

محمد ظفر الدین ۷۰۹

محمد عابد سناسی ، شیخ ۲۰۵ ، ۲۲۸

۲۳۷ ، ۲۳۸ ، ۲۳۸ ، ۲۴۸ - ۲۵۲

۲۵۶ ، ۲۵۷ ، ۲۵۸ ، ۲۹۵

۲۹۸ - ۳۰۲ ، ۳۰۵ ، ۳۱۰

۳۱۱ ، ۳۱۱ ، ۳۵۳ ، ۳۷۳

۳۹۳ ، ۳۹۴ ، ۳۹۸ ، ۷۱۹

۳۱۰ ، ۳۱۶ ، ۳۲۵ ، ۳۳۳

۳۹۷ ، ۳۷۵ ، ۵۲۶ ، ۵۶۷

۶۱۶ ، ۶۳۷

محمد ہار سندی ، شیخ ۵۶۷ ، ۶۰۸

۶۳۹

محمد عادل کاکڑی ۶۹۵

محمد عارف ربوکروی ۲۳۶

محمد عارف ، شیخ ۲۳۸

محمد عالم صدیقی علوی ۵۳۶ ، ۷۰۰

محمد عالم مختار حق ۱۷

محمد عبدالجلیل سامرودی ۵۳۷

۶۹۱

محمد عبدالرحمان (مالک مطبع مصطفائی)

۱۳۰ ، ۲۱۲

محمد عبدالقدیر ۱۳۰

محمد عبدالقوی ۶۳۲

محمد عثمان ، میان ۳۶

محمد عثمان پشاوری ۶۳۲

محمد عثمان دامانی ، خواجہ ۱۶۷ ،
 ۱۶۸ ، ۲۱۶ ، ۲۱۸ ، ۶۹۷
 محمد عزالدین مغربی ۵۵۹
 محمد عظیم ، مولانا ۶۲۲
 محمد علی بیگ ، مرزا ۷۵
 محمد عمر بن شاہ احمد سعید مجددی
 ۱۶۷
 محمد عمر چمکنی پشاوری ، میان ۳۶
 محمد عمر ، خواجہ ۳۳۱
 محمد عمر ڈاکٹر ، ۱۳۲ ، ۱۸۶ ،
 ۱۸۷ ، ۱۹۲ ، ۲۰۳ ، ۲۰۵ ،
 ۲۱۰ ، ۲۹۱ ، ۷۰۹
 محمد عیسیٰ سرہندی ۲۱۸ ، ۵۹۹
 محمد غوث لاہوری ، شیخ ۷۰۰
 محمد غوث (مرید شیخ مراد اللہ)
 ۳۹۹
 محمد فاخر ، حاجی ۳۰۶
 محمد فاخر دہلوی = زائر ، محمد فاخر
 دہلوی
 محمد فاروق ، ملا ۹۸
 محمد فرخ مجددی سرہندی ۳۳۸ ،
 ۲۶۱ ، ۳۸۲ ، ۵۳۰ ، ۵۳۵ ،
 ۶۳۶
 محمد فضل اللہ = فیض اللہ (مرید شیخ
 سعد اللہ حیدرآبادی)
 محمد فضل اللہ برہان پوری ۵۳۳
 محمد قاسم ، میان ۷۳ ، ۳۳۷ ،
 ۳۶۸ ، ۳۸۳
 محمد قائم کشمیری ۳۱۳ ، ۳۱۴
 محمد قطب الدین (مؤلف احوال العارفین)
 ۷۰۹ ، ۶۳۳

محمد کام بخش ۱۷۸
 محمد کلیم پنکالی ۸۳ ، ۸۴ ، ۳۲۱ -
 ۳۲۲ ، ۳۶۳ - ۳۶۵
 محمد ماہ بہرائچی ، میر ۱۸۲
 محمد محبوب جنیدی = جنیدی ،
 محمد محبوب
 محمد محبوب عالم ۵۲۶
 محمد محسن ، حافظ ۲۳۶ ، ۲۳۱ ،
 ۳۳۳ ، ۳۳۷ ، ۳۶۱ ، ۳۶۷ ،
 ۳۰۰ ، ۳۳۰ - ۳۳۱
 محمد مراد قزانی = قزانی ، محمد مراد
 محمد مراد ٹنگ کشمیری ۱۲۶ ، ۲۰۹ ،
 ۵۳۳ ، ۷۰۲
 محمد مراد ، میان ۱۳۶ ، ۳۹۹ -
 ۳۹۷ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹
 محمد مرشد مجددی رام پوری ۶۰۰ ،
 ۶۳۶
 محمد مسعود پشاوری ۲۰۷
 محمد مصباح الغنی ۶۳۱
 محمد معصوم بن حضرت مجدد ۳۹
 ۱۳۳ ، ۲۱۸ ، ۲۳۶ ، ۲۳۱ ،
 ۲۳۳ ، ۲۳۶ ، ۲۵۲ ، ۲۵۵ ،
 ۳۳۷ ، ۳۵۲ ، ۳۶۲ ، ۳۶۳ ،
 ۳۲۸ ، ۳۲۹ ، ۵۲۶ ، ۵۵۷ ،
 ۵۶۱ ، ۵۶۲ ، ۵۹۹ ، ۶۱۱ ،
 ۶۳۵ ، ۷۰۰
 محمد معصوم رام پوری ۲۱۹ ، ۷۰۹
 محمد معظم عباسی ۷۰۹
 محمد معین خان ، میر ۸۶ ، ۳۱۱
 محمد معین ٹھٹھوی ۳۶۶

محمد بن علی الباقر ۲۴۰
 محمد بن عبداللہ خالدی ۲۱۹ ، ۶۴۷ ،
 ۶۹۱
 محمد بن فضل اللہ برہان پوری ۵۵۹ ،
 ۶۸۸
 محمد بن محمود = جلال الدین پانی پتی
 محمد ، سید (مرتب گلشن گفتار) ۶۸۵
 محمد بن احمد حسن ، سید ۶۲۷
 محمد ، سید (مرید قاضی ثناء اللہ)
 ۳۹۳
 محمد ، شیخ ۲۴۰
 محمد ، حافظ (خلیفہ حضرت مظہر)
 ۳۱۳ ، ۳۱۵
 محمد ، خواجہ ۳۳۳
 محمد ، ملا بن محمد صالح ۳۶۵
 محمد خان ، میان ۳۳۳ ، ۳۳۳
 محمد ، عبداللہ ، حافظ ۲۱۳
 محمد محمود ۳۶۳
 محمد ، میر سید ۸۸
 محمد میرن جان = اجملی ،
 محمد میرن جان
 محمد نقشبند ثانی = مروج الشریعت
 محمد موسیٰ امرتسری ، حکیم ۱۷
 محمدی ، میان ۳۳۲
 محمدی ، میان برادر غلام عسکری
 خان ۸۶
 محمود انجیر فغنوی ۲۳۶
 محمود ، خواجہ ۳۳۳
 محمود شیخانی ، سید ۳۶
 محمود شیرانی ، حافظ ۳۶۷ ، ۶۹۸ ،
 ۷۰۶

محمد مظہر مجددی بن شاہ احمد سعید
 مجددی ۱۶۷ ، ۱۷۷ ، ۲۱۹ ،
 ۲۲۲ ، ۲۵۳ ، ۶۴۱ ، ۶۴۲ ،
 ۷۰۰ ، ۶۹۲
 محمد مکرم ۳۵۳
 محمد منور ، امام مسجد ، اکبر آبادی
 ۶۲۲
 محمد منور (مرید شاہ غلام علی دہلوی)
 ۶۵۰
 محمد منیر (خلیفہ حضرت مظہر)
 ۳۰۳ ، ۳۳۳ ، ۳۵۲
 محمد میر ۲۵۱ ، ۲۵۲ ، ۳۶۷
 محمد میر خان ، نواب ۵۷۳ ، ۶۲۷ ،
 ۶۳۷
 محمد ناصر الدین الباقی ۳۶۹
 محمد نظام الدین قادری ۷۰۰
 محمد نعیم = مسکین شاہ
 محمد نواز ، مولوی ۶۴۲
 محمد واصل ٹھٹھوی (خلیفہ حضرت
 مظہر) ۳۲۳ ، ۳۶۶
 محمد ہاشم جان مجددی ۵۳۵
 محمد ہاشم کشمی ۵۳۶ ، ۷۰۰
 محمد یار ، حاجی ۳۰۶
 محمد یار خان ۶۳۷
 محمد یحییٰ بن حضرت مجدد الف ثانی
 ۳۶۰ ، ۳۸۲ ، ۵۰۱ ، ۵۳۳ ،
 ۵۳۵ ، ۵۳۶ ، ۶۱۳ ، ۶۴۳
 محمد یعقوب مجددی ۵۶۸
 محمد یونس ، مولوی ۶۵
 محمد بن حنفیہ ۲۵۹ ، ۲۷۰ ، ۳۷۳
 محمد بن داؤد ۲۴۰

مسلمان ، میر ۸۳ ، ۹۰ ، ۳۸۹ ، ۳۹۰
 مشتاق ، عبدالله خان ۳۳۲ ، ۳۳۳
 مشرقی ، نورالحق ۳۳۳ ، ۳۵۱
 مشفق خواجہ ۱۷ ، ۶۸۸ ، ۷۰۹
 مشیر الحق ۱۳۲
 مصحفی ، غلام ہمدانی ۱۷۰ ، ۱۷۱
 ۳۳۳ ، ۷۰۱
 مصفا ، مظاہر ۲۳۵
 مظاہر حلیم = عبدالغنی مجددی
 مظفر حسین ، حکیم ۲۰۳ ، ۶۹۵
 مظفر خان صویدار بنگالہ ۶۵۳
 مظفر صدر ۳۳۶
 مظفر عالم ۶۹۸
 مظفر قادری ۲۶۸
 مظفر ، مرزا ۲۵۱ ، ۳۱۰
 مظہر جان جانان شہید - ○ -
 معاویہ ، امیر ۵۰۶ ، ۵۱۱ ، ۵۳۹
 ۵۵۰
 معروف کرخی ، خواجہ ۲۳۷ ، ۳۳۹
 معزالدین ، شاہ ۳۶۷ ، ۳۳۳
 ۳۵۱
 معصوم خان کابلی ۶۵۵
 معین الدین افضل گڑھی ۷۰۷
 معین الدین ، جی ۱۷۱ ، ۶۸۸
 معین الدین چشتی اجمیری ، خواجہ
 ۱۷۱ ، ۲۳۸
 معین الدین ندوی ۵۳۹ ، ۷۰۹
 معین الدین ندوی ، حاجی ۶۹۹

محمود ، عبدالعظیم ۳۵۵
 محمود نقشبندی ۷۰۰
 محضہ ، بن مسعود ۵۵۳
 مخدوم اعظم کاسانی ، احمد بنت
 جلال الدین ۲۵۷
 مخدوم اعظمی = موسیٰ خان دہ پیدی
 مخرمی = ابو سعید مخرمی
 مدار ، بدیع الدین ۳۶۲
 مراد اللہ انصاری سنہلی ۳۳۰
 مراد اللہ فاروقی تھانیسری ۳۳۵ ،
 ۳۶۳
 مراد اللہ عرف غلام کاکي ۳۵۹ -
 ۷۰۹ ، ۳۰۰
 مراد بیگ ، مرزا ۶۲۲
 مراد ی ، محمد خلیل ۶۹۲
 مرتضیٰ علی خان ۱۸۸
 مردم محل (زوجہ حضرت مظہر)
 ۷۲ ، ۷۸ ، ۱۹۹ ، ۳۷۵ ،
 ۳۳۷ ، ۳۸۲ ، ۳۸۶ ،
 مرزا ، ابراہیم بیگ ۶۲۵ ، ۶۳۵
 مرزا جانی = جانی ، مرزا جانی
 مرلی دھر ۸۸
 مروج الشریعت ، محمد عبداللہ
 سرہندی ، خواجہ ۱۳۳ ، ۷۰۰
 مسافر اورنگ آبادی ، بابا ۷۰۰
 مست ، ذوالفقار علی ۷۰۱
 مسعود حسن رضوی = ادیب ،
 مسعود حسن رضوی
 مسعود ، سالار غازی ۳۶۱
 مسکین شاہ ، مولوی محمد نعیم ۳۶۳

میر الدولہ (شاہ عالم ثانی کا سفیر)

۳۸

میر ، شیخ ۳۶۳

مودود چشتی ۲۳۸

موسوی علیہ السلام ۳۳۶ ، ۳۹۱ ،

۳۳۵ ، ۵۱۳ ، ۵۲۳ ، ۶۲۹

موسوی بن عبداللہ ۲۴۰

موسوی الجون ۲۳۸ ، ۲۴۰

موسوی جنگی دوست ۲۳۸

موسوی خان دہ لیدی ۱۴۶ ،

۲۵۱ ، ۲۵۷ ، ۲۵۸ ، ۳۰۵ ،

۳۱۳ ، ۳۱۳ ، ۳۵۶ ، ۶۸۹

موسوی کاظم ، امام ۲۳۸ ، ۲۴۰

موسوی مورث ۲۳۸

مولوی روم ۲۶۰ ، ۵۷۹

مولوی معنوی = محمد فرخ بھٹی

سرہندی

سہدی ، امام ۵۱۱ ، ۵۲۲

سہر پرور (زوجہ بہادر شاہ) ۲۷

میر تقی میر ۱۳۷ ، ۱۴۰ ، ۱۸۵ ،

۲۱۱ ، ۲۱۲ ، ۷۰۱

میر ، شیخ ۳۶۳

میواتی ، فیروز خان = فیروز خان

میواتی

ن

نابلسی ، عبدالغنی ۵۳۸

ناتوان ، مولوی جان محمد ۳۸۶

معین الملک ۷۴

معین الملک تہور جنگ = محمد میر

خان ، نواب

مفرت مکان = افضل الدولہ

مغلانی بیگم زوجہ ، معین الملک

۷۴

مغیث ۲۶۵ ، ۲۷۸

مقصود دہ لیدی ، مرزا ۲۵۷

مکرم خان ، نواب ۲۶۳ ، ۳۵۲ ،

۳۵۳ ، ۳۶۳

مکھو = علی اصغر عرف میر مکھو

'ملا شاہ بدخشی ۱۲۶

ملکا پوری ، عبدالجبار ۱۹۷ ،

۷۰۹

ملک ، ظہیر الدین ۲۰۱ ، ۲۰۳ ،

۳۲۱ ، ۳۷۵

ملک کالی ، غلام قطب الدین ۳۶۱

مشاد عنو دینوری ۲۳۸

مناظر احسن گیلانی ۱۸۶ ، ۱۹۲ ،

۲۰۳ ، ۲۰۵ ، ۲۷۳ ، ۷۰۹

مناوی ، علامہ ۲۷۸

منبع الحسنات = نجیب الدولہ

منزلوی = قزاقی ، محمد مراد

منزوی ، احمد ۲۲۱

منعوب خان (ارادت مند حضرت

مظہر) ۸۷

منظور الحق صدیقی ۲۱۵ ، ۷۰۹

منو ، مرزا ۱۰۳

منور خان (حاکم مالوہ) ۱۷۵

نجم الدین گبری ۱۷۱
نجیب کنڑی ، مید ۳۶
نجیب خان = نجیب الدولہ

نجیب الدولہ ۳۱ ، ۳۶ ، ۳۸
۳۳ ، ۵۲ ، ۵۳ ، ۵۷
۶۰ ، ۹۳ ، ۹۴ ، ۹۶
۱۱۸ ، ۱۲۰ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳
۱۹۳ ، ۳۵۶ ، ۳۶۳
۳۳۶ ، ۳۵۳ ، ۳۵۵ ، ۳۶۷
۳۷۱

نذیر حسین ، مولوی ۳۶۳

نذیر نیازی = نیازی ، نذیر

نساخ ، عبدالغفور خان ۶۳۳
۷۰۹

نسیم ، اخوند ملا ۳۳ ، ۶۸
۶۹ ، ۱۳۷ ، ۱۶۰ ، ۲۱۳
۳۶۸ ، ۳۷۶ ، ۳۸۷ ، ۳۲۹
۳۳۰ ، ۳۳۲ ، ۳۳۷ ، ۳۳۹
۳۵۳ ، ۳۵۵ ، ۳۶۳ ، ۳۷۰
۳۷۱

نسیم ، قاری ۵۹۹

نصرت اللہ خان ، نواب ۶۰۰ ، ۶۳۶

نصرت جنگ = قاسم علی خان

نصیب اختر ۱۹۶ ، ۷۰۳

نصیر خان ، بیر بلوچ ۳۵

نصیر الملک امتیاز الدولہ =

قاسم علی خان

نظام = عہد الملک

نادر شاہ (بادشاہ ایران) ۲۴ ، ۲۷

۳۱ - ۳۴ ، ۴۰ ، ۴۲ ، ۵۳

۸۸ ، ۹۳ ، ۹۴ ، ۹۵ ، ۹۶

۹۷ ، ۱۰۱ ، ۱۰۲ ، ۲۰۲

۲۰۳ ، ۳۶۳

ناصر خان (ناظم کابل) ۳۰

ناصر ، سعادت خان ۱۸۸ ، ۷۰۹

ناصر الدین = عزت اللہ مجددی

سرخندی

ناصرالدین ابی القاسم سرخندی

۵۳۹

ناصرالدین قادری دہلوی ۱۶۱

۱۶۲ ، ۲۱۷ ، ۵۷۰ ، ۶۲۶

ناصر علی جالندھری ۳۵

نادر خان ، حکیم ۵۹۳

نانو ، شاہ ، مجذوب ۱۶۲ ، ۵۷۱

نالوتوی ، محمد حسن ۵۳۹

نہانی ، یوسف بن اسماعیل ۶۹۲

نالیانی ، محمد رضا جلالی ۲۱۰ ، ۶۹۳

۶۹۵

نہا سلطان ، سوہدروی ، شاہ ۲۷۳

نثار احمد فاروقی ۶۹۶

نہجار ، عبدالحکیم ۶۸۹

نجف خان ۳۳ ، ۶۷ ، ۶۸ ، ۷۰

۷۱ ، ۷۲ ، ۷۳ ، ۸۸ - ۸۹

۱۱۸ ، ۱۱۹ ، ۱۲۰ ، ۲۰۷

۳۷۸ ، ۳۸۳

نجم الغنی رام پوری ۵۲۹ ، ۵۳۰

۷۰۹

نظام غریب یعنی ۶۹۳

نظام الدین اولیاء ، خواجہ ۱۷۱ ،

۳۵۴ ، ۵۸۸ ، ۵۸۹ ، ۵۹۰

۶۱۵ ، ۶۳۳

نظام الدین اورنگ آبادی ۱۱۵

نظام الدین احمد بخشی ۷۰۱

نظام الدین سیالوی ۷۰۱

نظام الدین خان خالان =

انتظام الدولہ

نظام الدین ، نواب ۱۶۳ ، ۵۹۳

۶۰۲ ، ۶۲۷ ، ۶۳۴ ، ۶۴۷ -

۶۳۸

نظام الملک آصف جاہ اول ۲۳

۲۶ ، ۲۷ ، ۳۱

نظامی = امد نظامی

نظامی ، خلیق احمد ۲۱ ، ۳۹

۵۵ ، ۱۱۳ ، ۱۸۵ ، ۱۸۶

۱۸۷ ، ۱۸۸ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳

۱۹۴ ، ۱۹۷ ، ۲۰۱ ، ۲۱۸

۲۳۰ ، ۳۵۹ ، ۳۳۱ ، ۳۳۲

۳۳۴ ، ۵۳۸ ، ۵۳۹ ، ۷۰۲

۷۱۰

ظہیر لدھیانوی ۱۶

نعمت اللہ ، مولوی ۳۳ ، ۱۳۶

نعم اللہ بہ ڈانگی (مولف

بشارات مظہریہ) ۳۵ ، ۱۳۳

۱۳۴ ، ۱۳۵ ، ۱۵۸ ، ۱۵۹

۱۸۰ ، ۱۸۱ ، ۱۸۳ ، ۱۹۳

۲۰۳ ، ۲۰۶ ، ۲۱۰ ، ۲۱۱

۲۱۷ ، ۲۱۸ ، ۲۲۳ ، ۲۲۷

۲۵۲ ، ۲۵۳ ، ۲۵۴ ، ۲۵۷

۲۵۸ ، ۲۶۰ ، ۲۶۲ ، ۲۶۳

۲۷۶ ، ۲۷۷ ، ۳۰۸ ، ۳۸۱

۳۸۳ ، ۳۸۶ ، ۳۲۰ ، ۳۲۱ -

۳۳۲ ، ۳۳۴ ، ۳۳۵ ، ۳۳۶

۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۴۰

۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۴۰

۳۴۹ ، ۳۵۰ ، ۳۵۵ ، ۳۵۶

۳۵۷ ، ۳۵۹ ، ۳۶۰ ، ۳۶۱ -

۳۶۳ ، ۳۶۵ ، ۳۶۷ ، ۳۶۸

۳۷۱ ، ۳۷۳ ، ۶۱۳ ، ۶۵۵

۶۵۷ ، ۶۸۹ ، ۷۰۲ ، ۷۰۶

نعیم اللہ میر (خلیفہ حضرت مظہر)

۳۳۶ ، ۳۰۳

نقش علی ، میر ۶۲۳

نگوسیر ۶۸۵

نمود و نمود ۱۰۵ ، ۲۰۳

نوح علیہ السلام ۲۹۶

نور احمد امرتسری ۲۸۵ ، ۵۶۰

۵۶۱ ، ۵۶۲ ، ۶۲۵ ، ۶۳۸

۶۹۲ ، ۶۹۹ ، ۷۰۰

نور احمد لاہوری ۵۴۶

نور الحسن حسینی نصیر آبادی

۳۳۵

نور الحق = محمدی ، میان

نور الحق مشرق = مشرق

نور الحق

نورالدین اسفرائی = اسفرائی ،
نورالدین

نور الدین چکوڑوی ۱۷۰

نور اللہ ، شیخ ۳۳۱ ، ۳۳۲ ،
۳۳۳

نور اللہ اعظم پوری ۵۳۹

نور اللہ شاہ ۶۵

نوشہ گنج بخش قادری ۲۷۳

نور محمد بدایونی ، شیخ ۲۲۸

۲۳۶ ، ۲۳۱ - ۲۳۳ ، ۲۵۴

۲۸۰ - ۲۸۹ ، ۲۸۷ ، ۳۰۵

۳۳۰ ، ۳۳۳ ، ۳۳۷ ، ۳۳۹

۳۵۳ ، ۳۶۳ ، ۳۶۷ ، ۳۷۵

۵۴۶

نور محمد ، قاضی ۳۵ ، ۵۱ ، ۱۹۰

۱۹۱ ، ۱۸۵ ، ۷۰۲

نور محمد قندھاری ، اخوند ۳۲۸

۳۳۰ ، ۳۶۹ ، ۳۷۲

نور محمد ، ملا ۳۶۹ ، ۶۲۲

نور محمد بن نعیم اللہ بہرائھی ۳۶۳

نور الہدیٰ بنت قمر الدین

اورنگ آبادی ۱۲۷ ، ۳۵۹

نوری ، ابوالحسن ۵۷۸

نووی ، امام ۵۰۳ ، ۵۳۷ ، ۵۳۹

نیاز محمد بدخشان ۶۳۲

نیازی ، لذیر ۱۹۰

و

واٹ ، منٹگری ۵۴۰

وارث الدین ، شاہ ۱۱۱

وارد تہرانی ، محمد شفیع ۲۷ ، ۳۳

۵۳ ، ۶۵ ، ۹۳ ، ۹۶ ، ۱۸۶

۱۸۷ ، ۱۹۲ ، ۲۰۱ ، ۲۰۲

۲۰۳ ، ۷۰۲

والدہ مولوی بشارت اللہ ۱۷۵

والدہ قاضی ثناء اللہ ، پانی پتی ۳۳

وحدت سرہندی ، عبدالاحد ، شاہ گل

۳۹ ، ۱۳۳ ، ۱۵۴ ، ۲۳۷

۲۳۸ ، ۲۳۳ ، ۲۳۸ ، ۲۵۴

۲۵۵ ، ۲۸۳ ، ۲۹۰ ، ۳۱۱

۳۳۸ ، ۳۵۱ ، ۳۵۳ ، ۳۶۴

۳۵۰ ، ۳۵۱ ، ۵۲۲ ، ۵۲۶

۵۶۲ ، ۶۸۹ ، ۷۰۲

وحید اختر ۲۰۷ ، ۷۱۰

وحید قریشی ۶۸۸ ، ۶۹۴

وحید ، واحد علی ۷۱۰

وزیر خان (حاکم سرہند) ۲۵۶

وزیر الدولہ ، نواب ۶۰۹

۶۳۹ - ۶۴۰

وکیل احمد سکندر پوری ۷۳۱

۷۳۰ ، ۷۰۲

وکیلی ، عزیز الدین فونلزنی ۱۸۸

۱۹۱ ، ۷۰۲

ولی اللہ ، شاہ ، محدث دہلوی ۲۲

۲۸ ، ۲۹ ، ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۴

۳۳ ، ۳۵ ، ۳۸ ، ۳۹ ، ۴۰

ہدایت اللہ ۴۴۳	۴۳ ، ۵۲ ، ۵۳ ، ۵۵ ، ۵۷
ہدایت حسین ۶۹۴	۵۸ ، ۵۹ ، ۶۰ ، ۶۱ ، ۶۳
ہر ہرشاد بن کھول رام ۷۰	۷۱ ، ۷۵ ، ۹۶ ، ۹۹ ، ۱۰۰
۴۴۳	۱۰۶ ، ۱۰۷ ، ۱۰۸ ، ۱۰۹
ہرمان لنڈٹ ۳۳۶	۱۱۰ ، ۱۱۲ ، ۱۱۳ ، ۱۱۷
ہائی ، جلال الدین ۵۳۹	۱۱۹ ، ۱۲۰ ، ۱۲۱ ، ۱۲۲
۶۹۸	۱۲۷ ، ۱۳۱ ، ۱۳۶ ، ۲۰۰
ہایوں بادشاہ (۲۷۱) ، ۳۷۳ ، ۶۵۳	۲۰۴ ، ۲۰۹ ، ۲۳۵ ، ۲۵۳
۶۵۳	۲۵۵ ، ۲۷۳ ، ۲۸۵ ، ۳۰۵
ہمت خان (از اولاد ابوالفتح)	۳۰۸ ، ۳۵۵ ، ۳۰۵ ، ۳۲۷
۵۱۶	۳۲۶ ، ۳۲۹ ، ۳۵۸ ، ۳۶۲
ہمدانی = عین القضاة ہمدانی	۳۶۵ ، ۳۶۶ ، ۵۳۳ ، ۵۳۹
ہمشیر زادة حضرت مظہر ۸۱	۵۶۰ ، ۵۶۱ ، ۵۷۳ ، ۵۹۹
ہملٹن ۱۸۱	۶۰۶ ، ۶۲۷ ، ۶۳۶ ، ۷۰۲
ہندی ، بھگوان داس ۷۰۳	
ہیشتنگز ، وارن ۲۸	ولی اللہ سنبھلی ۱۷۵
ی	ولی اللہ قرخ آبادی ۷۱ ، ۱۹۳
یاسین ، حتی ۶۰۸	ولید ، خواجہ ۴۳۴
یاقوت حموی ۶۴۲ ، ۶۹۲	ونسنگ ۱۶ ، ۲۳۳ ، ۶۹۲
یالتھاپا ، محمد شرف الدین ۵۳۹	وینسی ٹاٹ ۳۹
۶۸۹ ، ۶۹۰	وینشور ودیا پتی (پنلت) ۵۵
یحییٰ زاہد ۲۳۸	•
یعقوب بکر ، سید ۵۳۳ ، ۵۳۸	ہادی احمد ، مولوی ۱۷۵
۶۸۹	ہاشم جالبسری ۲۶۹
	ہبیرہ بصری ۲۳۸
	ہجویری ، علی بن عثمان گنج بخش
	لاہوری ۵۲۹

پک رنگ ۱۵۵
 یوسف ہمدانی ۲۳۶
 یوسفی ، غلام حسین ۲۷۹
 یونس ، خواجہ ۳۷۱

یعقوب چرخى ۲۳۶
 یعقوب ، خواجہ ۳۳۳
 یقین ، انعام اللہ خان ۱۵۵
 یکتا ، احمد علی ۷۰۳

اقوام ، قبائل ، جماعتیں ، فرقے اور سلاسل

اقوام و قبائل

۵۸ ، ۶۰ ، ۶۷ ، ۶۸ ، ۸۸ ،
۹۳ ، ۱۰۹ ، ۱۳۱

خ

خاکشال = الومس قانشال

و

روہیلہ ۳۶ ، ۵۳ ، ۵۴ ، ۵۵ -
۷۰ ، ۷۲ ، ۷۹ ، ۸۲ ، ۸۹ ،
۹۱ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ، ۱۲۰ ،
۱۲۱ ، ۱۳۷ ، ۱۹۳ ، ۲۰۸ ،
۳۶۳ ، ۳۴۲ ، ۳۵۳ ، ۳۷۲

س

سرہندی ۱۹۱

سکو ۲۲ ، ۲۳ ، ۲۴ ، ۲۶ ،
۳۱ - ۵۲ ، ۵۸ ، ۶۰ ، ۶۶

الف

افغان ۸۵ ، ۳۲۵ ، ۵۷۹ ،
الومس قانشال ۲۷۱ ، ۳۷۳ ،
۶۵۳ ، ۶۵۶

ب

برگی = مرہٹے
بنی امیہ ۵۵۳ ، ۵۹۶ ،
بنو ہاشم ۵۹۶

ت

تاجیک ۶۳۲

ج

جاٹ ۲۲ ، ۲۳ ، ۳۲ ، ۳۷

قریش ۵۱۰

م

۲۶ ، ۲۳ ، ۲۳ ، ۲۲
 ۳۳ ، ۳۱ ، ۳۹ ، ۳۶ ، ۳۲
 ۶۵ ، ۶۰ ، ۵۸ ، ۵۵ - ۵۲
 ۹۰ ، ۸۹ ، ۷۹ ، ۷۳ ، ۷۰
 ۱۱۸ ، ۹۷ ، ۹۳ ، ۹۲ ، ۹۱
 ۲۰۰ ، ۱۹۲ ، ۱۳۳ ، ۱۳۲
 ۳۳۱ ، ۳۳۵ ، ۳۰۶ ، ۳۱۸
 ۶۳۸ ، ۶۳۷ ، ۳۵۵ ، ۳۵۴
 مسلمان ۱۰۳
 مقل ۲۲ ، ۸۵ ، ۲۷۷

ہندو ۳۷ ، ۸۸ ، ۱۰۳ ، ۱۲۵
 ۵۰۰ ، ۲۱۰ ، ۱۳۲ ، ۱۲۸
 ۶۳۹ ، ۵۳۱

جماعتیں

ت

تورانی جماعت ۳۱ ، ۶۷ ، ۸۵
 ۱۲۱ ، ۱۱۸

۶۸ ، ۶۹ ، ۷۷ ، ۸۶ ، ۹۰
 ۹۱ ، ۱۷۲ ، ۱۸۹ ، ۱۹۱
 ۳۰۸ ، ۳۳۱ ، ۳۳۳ ، ۳۳۴
 ۳۳۵ ، ۳۵۰ ، ۳۶۳ ، ۳۷۱
 ۶۳۵ ، ۶۴۶ ، ۶۴۹

سوری ۳۷۳

ع

علوی سادات ۲۵۹ ، ۲۷۰
 ۶۵۳ ، ۳۶۲

ج

فرانسیسی ۲۹
 فرانکی ۲۹ ، ۳۸ ، ۳۹ ، ۱۶۶
 ۹۰۳ ، ۹۴۹

ک

قاتشال = الوص قاتشال

الف

اہرنی جماعت ۶۷ ، ۸۵ ، ۱۱۸

ب

بارہ ، سادات ۲۶ ، ۱۱۸

فرقے

س	الف
سنی (اہل سنت) ۸۸ ، ۱۱۸	اشعریہ ۱۶۸
۱۲۱ ، ۱۲۳ ، ۱۵۴ ، ۲۵۹	ج
۳۳۸ ، ۴۴۰ ، ۵۰۶ ، ۵۰۹	جہمیہ ۵۴۰
۵۵۰	ح
حنفی	حنفی ۴۴۰ ، ۴۶۲ ، ۵۰۶ ، ۶۴۵
شافعی ۱۶۸ ، ۵۰۶ ، ۶۱۹	ر
شیعہ ۵۸ ، ۸۵ ، ۸۸ ، ۱۱۸	رافضی = شیعہ
۱۲۲ ، ۱۲۳ ، ۱۵۴ ، ۳۵۵	
۵۹۳ ، ۵۰۹	

سلاسل

س	الف
سلسلۃ الذہب ۲۳۷ ، ۲۳۹	احمدیہ = مجددیہ
سہروردیہ ۱۶۸ ، ۲۳۲ ، ۲۴۴	ج
۳۰۰ ، ۳۷۵ ، ۵۸۳ ، ۵۸۶	چشتیہ ۱۲۵ ، ۱۶۱ ، ۲۲۸
ش	۲۳۲ ، ۲۳۸ ، ۲۵۹ ، ۳۰۰
شطاریہ ۱۶۱ ، ۲۰۵ ، ۳۲۲	۳۰۱ ، ۳۰۹ ، ۳۰۴ ، ۳۴۴
۵۷۰	۳۷۵ ، ۳۹۵ ، ۵۳۹ ، ۵۷۰
ن	۵۷۹ ، ۵۸۶ ، ۶۲۹
فاضلہ ۱۶۱	

۵۷۱ ، ۵۸۶ ، ۵۷۸ ، ۵۷۲

۶۲۳

مداریه ۳۵۲ ، ۳۶۲

مظہریہ ۱۵۶ ، ۱۶۹

۵

نقشبندیہ ۱۵ ، ۴۷ ، ۴۸ ، ۱۵۶

۱۷۷ ، ۱۶۸ ، ۱۶۹ ، ۱۷۰

۲۰۷ ، ۲۲۸ ، ۲۳۰ ، ۲۳۱

۲۳۲ ، ۲۳۳ ، ۲۳۴ ، ۲۳۹

۲۴۰ ، ۲۴۶ ، ۲۵۴ ، ۲۹۶

۳۰۰ ، ۳۰۹ ، ۳۱۲ ، ۳۲۳

۳۳۴ ، ۳۵۰ ، ۳۵۳ ، ۳۶۲

۳۶۶ ، ۳۸۰ ، ۳۸۶ ، ۴۷۵

۴۷۴ ، ۵۵۷ ، ۵۸۱ ، ۵۸۶

۶۱۸

نوشانیہ ۲۷۳ ، ۲۸۷

۳

قادریہ ۱۶۱ ، ۱۶۸ ، ۲۲۸

۲۳۲ ، ۲۳۷ ، ۲۶۰ ، ۲۷۳

۳۰۰ ، ۳۰۹ ، ۳۵۰ ، ۳۵۳

۴۲۰ ، ۴۲۲ ، ۴۴۰ ، ۴۷۵

۵۷۲

۴

جدیدیہ ۲۲۷ ، ۲۳۱ ، ۲۳۹

۲۵۳ ، ۲۹۰ ، ۳۳۱ ، ۳۳۲

۳۳۳ ، ۳۵۳ ، ۳۹۱ ، ۳۹۷

۴۹۸ ، ۴۰۰ ، ۴۰۴ ، ۴۰۴

۴۰۵ ، ۴۰۷ ، ۴۱۳ ، ۴۱۶

۴۱۷ ، ۴۱۹ ، ۴۲۲ ، ۴۲۳

۴۲۷ ، ۴۲۹ ، ۴۳۳ ، ۴۳۸

۴۵۸ ، ۴۶۲ ، ۵۱۹ - ۵۱۹

اماکن

افغانستان ۳۵ ، ۳۹ ، ۵۱ ، ۵۵ ،

۱۶۵ ، ۲۵۷ ، ۳۵۱ ، ۳۸۹ ،

اکبر آباد = آگرہ

اکرا (متصل نگرہ) ۳۵۶

الہ آباد ۳۰ ، ۸۸ ، ۳۷۳ ،

۳۳۹

امرتسر ۷۷ ، ۱۸۵ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱ ،

۱۹۶ ، ۲۸۵ ، ۵۲۹ ، ۵۶۱ ،

۶۳۸

امروہہ ۵۶ ، ۹۱ ، ۱۶۳ ،

انبالہ ، ۱۵۷

اوجھانی ۶۳۶

اوج (ریاست دیر) ۶۰ ، ۱۳۷ ،

۳۸۷ ، ۳۳۲ ، ۳۳۵ ، ۳۵۵ ،

۳۶۳ ، ۳۷۰ ، ۶۸۸

اودھ ۲۳ ، ۶۵

اورنگ آباد ۳۲

اوکسفورڈ ۳۶۷ ، ۵۳۰

ایران ۸۸ ، ۱۶۸ ، ۲۰۲ ، ۳۳۶ ،

۶۵۴

آ

آزاد پور ۲۵۷

آسٹریلیا ۲۱۰

آگرہ ۵۳ ، ۵۴ ، ۱۳۰ ، ۲۰۲ ،

۲۷۲ ، ۳۸۵ ، ۳۳۸

آلوہ ۵۷ ، ۵۹ ، ۶۶ ، ۳۱۱ ،

۳۵۳

الک

الک ۳۲ ، ۳۶۳ ، ۶۱۲

اجیر ۵۸ ، ۷۷۹ ، ۳۵۶

اجیری دروازہ ۲۵۶

اچڑی (موضع) ۶۳۲

احمد آباد ۲۳۶ ، ۲۷۱ ، ۲۷۲ ،

۲۷۳ ، ۳۶۰

استانبول ۷۶ ، ۲۱۳ ، ۳۶۵ ،

۶۲۱ ، ۶۳۸

اصفہان ۸۸

اعظم گلہ ۱۳۱ ، ۲۱۳ ، ۲۲۲ ،

۳۵۹ ، ۳۶۰

ہار ۳۷ ، ۳۹ ، ۴۵۶ ، ۶۵۵ ،
۶۵۷
پٹانچ ۱۶۴ ، ۴۶۲ ، ۴۶۳ ،
۶۴۶
بھوپال ۲۰۷ ، ۶۱۲ ، ۶۱۳ ،
۶۴۵
پیر علی ۶۱۳ [نیز دیکھیے یلملم]
بیروت ۲۲۴ ، ۵۳۸ ، ۶۵۹ ،
۶۸۸

پ

پاک پٹن ۷۴

پاکستان ۳۱ ، ۴۶ ، ۵۵ ، ۱۰۰ ،
۱۱۴ ، ۱۳۷ ، ۱۳۸ ، ۱۵۳ ،
۱۵۶ ، ۱۶۵ ، ۱۶۶ ، ۲۱۸ ،
۳۰۲ ، ۳۴۰ ، ۶۴۵
پاک و ہند = پاکستان و ہندوستان
پانی پت ۲۳ ، ۲۴ ، ۳۳ ، ۳۴ ،
۵۷ ، ۶۴ ، ۶۵ ، ۶۶ ، ۶۷ ،
۹۱ ، ۹۳ ، ۱۰۳ ، ۱۰۴ ،
۳۵۴ ، ۳۵۵ ، ۳۲۶ ، ۳۳۷ ،
۳۳۸ ، ۳۳۸ ، ۳۶۲
پٹنہ ۱۱۹ ، ۱۹۰ ، ۲۱۴ ، ۲۱۵ ،
۲۵۷ ، ۳۵۶ ، ۳۵۸
پشاور ۳۰ ، ۳۹ ، ۱۶۴ ، ۳۷۱ ،
۳۷۲ ، ۶۱۲ ، ۶۲۳ ، ۶۴۲ ،
۶۸۸
پٹی (علاقہ پنجاب) ۶۴۲

پنجاب ۲۳ ، ۲۹ ، ۳۵ ، ۴۶ ،
۵۱ ، ۷۳ ، ۱۲۱ ، ۱۶۱ ،
۱۹۵ ، ۱۶۹ ، ۲۰۵ ، ۲۰۸

پ

بازہ (قریب) ۴۵۶
بانکی پور ۵۴۴
بٹالہ ۱۶۱ ، ۱۶۲ ، ۱۶۳ ، ۴۲۵ ،
۴۶۶ ، ۵۷۰ ، ۵۷۱ ، ۶۲۶
بجنور ۳۳۶
بخارا ۱۰۰ ، ۲۳۶ ، ۳۱۷ ، ۵۹۰ ،
۶۴۲ ، ۶۲۶
ہدایوں ۶ ، ۶۲۶
براری گھاٹ ۱۹۴
بردوان ۴۶۷
برہان پور ۵۳۳
بریلی ۵ ، ۵۹ ، ۸۵ ، ۱۶۴ ،
۱۷۶ ، ۳۶۲
بسولی ۶ ، ۸۵ ، ۱۹۴
بغداد ۱۰۰ ، ۱۳۶ ، ۱۶۵ ،
۱۶۹ ، ۳۲۵ ، ۶۲۱ ، ۶۴۷
بکر ۶۵۳
بکر ۵۵
بلغار ۶۱۲ ، ۶۴۲
بلند شہر ۶۴۳
بلوچستان ۵۵
بمبئی ۱۳۱ ، ۲۰۲ ، ۳۳۰ ،
۳۳۱ ، ۳۰۵ ، ۶۳۰ ، ۶۸۹
بندھیل گھنڈ ۱۶۳ ، ۵۷۴
بنگال ۲۳ ، ۳۸ ، ۵۵ ، ۷۱ ،
۸۸ ، ۱۶۴ ، ۳۹۹ ، ۴۶۴ ،
۴۶۵ ، ۴۶۷ ، ۶۵۳ ، ۶۵۵
بنگالہ = بنگال

تھالیس ۶۶ ، ۴۴۴ ، ۴۴۵

۴۶۲

ٹ

ٹنڈو سائیں داد ۵۴۵ ، ۵۴۶

۶۸۸

ٹونک ۱۶۳ ، ۱۶۵ ، ۵۴۷

۵۹۸ ، ۶۰۹ ، ۶۲۹ ، ۶۴۹

۶۴۰

ٹھٹھہ ۴۵۲ ، ۴۶۶

ج

جامع مسجد دہلی ۳۳ ، ۱۵۶

۵۷۶

جامع مسجد ازہر ۱۶۸

جامع مسجد بھٹی ۵۴۷

جالندھر ۶۴۵

جائس ۱۶۴

جمنا (دریا) ۴۲ ، ۷۸

جموں ۴۲

جودھ پور ۵۴

جون پور ۴۶۰

جہلم (دریا) ۴۲

جہلم ۲۲۰ ، ۶۸۷

جے پور ۴۰ ، ۵۴ ، ۷۲ ، ۹۳

جے نگر ۴۶۱

جیل پورہ ۵۷۰

جیندہ ۶۸

۴۱۵ ، ۴۳۵ ، ۴۶۶ ، ۵۷۰

۶۰۰ ، ۶۱۱ ، ۶۱۴ ، ۶۲۶

۶۳۶ ، ۶۴۲ ، ۶۴۵ ، ۶۸۷

پونہ ۱۶۴

پورب ۴۱۴ ، ۴۲۶ ، ۴۳۱

۴۶۷ ، ۴۷۲

پہلی بھیت ۴۶۸ ، ۴۷۲

ت

تاشقند ۱۶۴ ، ۵۳۶ ، ۵۵۲

۶۲۶

تبریز ۱۰۰ ، ۶۶۰

تخت ہزارہ ۵۰۰ ، ۶۳۶

ترکستان ۱۶۵ ، ۲۷۱ ، ۴۷۴

۶۱۴ ، ۶۱۹ ، ۶۵۲ ، ۶۵۶

ترکان دروازہ ۴۴۴

ترکی ۱۶۹ ، ۱۷۵ ، ۲۱۸

۴۶۵ ، ۵۴۸ ، ۶۲۸ ، ۶۴۴

۶۴۷

تکیہ شاہ محمد عاقل ۴۶۲

تکیہ شاہ پیر لکھنوی (بتل پیر محمد

لکھنوی) ۴۵۷ ، ۴۶۰

تہران ۱۸۶ ، ۲۰۱ ، ۲۰۲

۲۱۰ ، ۲۲۰ ، ۲۳۳ ، ۲۳۵

۲۳۶ ، ۲۴۷ ، ۵۴۷ ، ۵۴۹

۵۵۹ ، ۵۶۰ ، ۵۷۵

تھانہ (قصبہ) ۴۶۷

۵۵۹ ، ۵۶۰ ، ۶۱۲ ، ۶۴۲ ،
۶۸۹ ، ۶۹۰

خ

خاتقاہ احمدیہ سعیدیہ ۲۳ ، ۱۶۷ ،
۳۳۳ ، ۳۵۰ ، ۳۵۷ ، ۳۵۸ ،
خاتقاہ قندھار = خاتقاہ احمدیہ سعیدیہ
خاتقاہ لہ شریف ۲۲

خاتقاہ مظہری ۱۳۳ ، ۱۳۵ ،
۱۵۶ ، ۱۶۲ ، ۱۶۷ ، ۱۷۷ ،
۳۶۳

خاتقاہ نور محل اوج دیر (ملا
نسیم) ۶۰ ، ۱۳۷ ، ۳۵۵ ،
۶۸۸

خالیوال ۲۲۳

خراساں ۱۶۷ ، ۲۱۸ ، ۶۱۹

خوارزم ۱۰۰

خورجہ (بلدہ) ۶۱۳ ، ۶۴۴

خیبرپور ۶۴۵

د

دارا لگر ۵۷

دکن ۲۳ ، ۹۴ ، ۲۰۳ ، ۲۰۶

۲۱۳ ، ۲۱۵ ، ۲۷۱ ، ۳۲۱

۳۶۰ ، ۵۲۹ ، ۶۱۲

دمشق ۱۰۰ ، ۳۶۹ ، ۵۲۸

دوآبہ (علاقہ) ۲۴ ، ۳۵

دہ لید ۲۵۷

دہلی ۲۳ ، ۳۰ ، ۳۴ ، ۳۴

ج

چالہ پور ۱۹۴

چاندنی چوک = سوق سلطانی

چتلی قبر ۱۵۷

چنیل (دریا) ۳۵۴

چندی گڑھ ۱۸۱

چین ۶۵

ح

حاجی پور ۶۵۷

حبش (حبشہ) ۱۶۵

حجاز ۱۶۵ ، ۱۶۸ ، ۶۱۷ ،
۶۱۹

حرمین الشریفین ۲۳۵ ، ۲۵۰

۲۵۳ ، ۳۰۴ ، ۳۲۵ ، ۳۶۱

۵۶۷ ، ۵۹۰ ، ۶۰۸ ، ۶۰۹

۶۱۲ ، ۶۱۳ ، ۶۱۵ ، ۶۲۰

۶۲۲ ، ۶۲۳

نیز دیکھیے مدینہ منورہ - مکہ
مکہ

حصار ۱۶۴ ، ۶۲۶

حویلی بی بی صاحبہ (مردم محل

زوجہ حضرت مظہر) ۱۵۷

حویلی شاہ ولی اللہ ۱۱۹

حیدر آباد (سندھ) ۱۳۷ ، ۳۷۰

۵۳۸ ، ۵۵۸ ، ۶۵۴ ، ۶۵۷

حیدرآباد (دکن) ۱۶۴ ، ۲۲۱

دیوان خاص شاہ جہاں ۹۷	۲۵ ، ۳۳ ، ۵۲ ، ۵۶ ، ۵۷
دیوبند ۳۳۶	۵۸ ، ۶۰ ، ۶۱ ، ۷۲ ، ۷۳
۳	۸۳ ، ۸۸ ، ۹۰ ، ۹۱ ، ۹۲
	۹۳ ، ۹۴ ، ۹۵ ، ۹۶ ، ۹۷
	۱۰۰ ، ۱۰۱ ، ۱۰۳ ، ۱۰۶
ڈھاگہ ۱۶۴ ، ۳۶۵ ، ۵۳۶	۱۱۴ ، ۱۱۸ ، ۱۲۱ ، ۱۳۵
ڈیرہ اسماعیل خان ۱۵۳ ، ۱۶۶	۱۴۸ ، ۱۴۲ ، ۱۴۴ ، ۱۴۸
۲۱۸ ، ۲۲۰ ، ۲۲۴ ، ۳۳۳	۱۵۶ ، ۱۵۷ ، ۱۵۸ ، ۱۶۲
۳۵۸ ، ۶۸۸	۱۶۳ ، ۱۶۶ ، ۱۶۷ ، ۱۶۸
۴	۱۶۹ ، ۱۷۱ ، ۱۷۶ ، ۱۸۶
	۱۸۷ ، ۱۹۰ ، ۱۹۳ ، ۲۰۰
	۲۰۶ ، ۲۰۷ ، ۲۰۹ ، ۲۱۰
رام پور ۱۶۴ ، ۱۶۶ ، ۱۹۵	۲۱۱ ، ۲۱۵ ، ۲۱۷ ، ۲۱۸
۱۹۹ ، ۲۱۹ ، ۳۲۵ ، ۳۳۱	۲۱۹ ، ۲۲۲ ، ۲۳۰ ، ۲۳۸
۳۷۱ ، ۳۷۲ ، ۳۷۳ ، ۵۳۵	۲۴۳ ، ۲۵۵ ، ۲۵۶ ، ۲۷۳
۵۹۹ ، ۶۰۳ ، ۶۱۱ ، ۶۲۸	۲۸۵ ، ۲۸۵ ، ۲۵۶ ، ۳۳۳
۶۳۵ ، ۶۳۶ ، ۶۳۷ ، ۶۴۰	۳۴۶ ، ۳۴۸ ، ۳۴۶ ، ۳۴۸
۶۴۴ ، ۶۵۶ ، ۶۹۲	۳۴۹ ، ۳۵۲ ، ۳۵۳ ، ۳۵۵
راولپنڈی ۲۲۱ ، ۳۸۳ ، ۵۲۸	۳۵۸ ، ۳۶۱ ، ۳۶۳ ، ۳۶۶
۶۵۹	۳۷۰ ، ۳۷۹ ، ۳۸۰ ، ۵۳۹
رباط مظہری ۱۷۵	۵۵۸ ، ۵۶۸ ، ۵۷۰ ، ۵۷۱
روضہ حضرت عثمان ۱۶۶	۵۸۶ ، ۵۹۰ ، ۵۹۳ ، ۶۰۲
روم ۱۰۰ ، ۱۶۳ ، ۱۶۵ ، ۶۱۷	۶۱۰ ، ۶۱۵ ، ۶۱۸ ، ۶۲۱
۶۱۹ ، ۶۲۱	۶۲۳ ، ۶۲۵ ، ۶۲۶ ، ۶۳۷
روس ۵۵	۶۳۸ ، ۶۴۳ ، ۶۴۳ ، ۶۴۶
روپتاس ۱۸۹	۶۴۷ ، ۶۴۹
رہنگ ۲۱۵	دیور (صوبہ سرحد) ۲۹ ، ۶۰
روہیل کھنڈ ۳۵۳	۱۳۷ ، ۳۸۷ ، ۳۴۲ ، ۳۴۵
رے ۲۰۰	۳۷۰

سندیلا ۴۵۹
سورت ۶۰۴ ، ۵۴۷
سوق سلطانی (چالڈنی چوک) ۳۳ ،

۱۰۱

سوئی پتہ ۵۷ ، ۶۷ ، ۶۸ ، ۴۲۲
سپارن پور ۴۲ ، ۵۳ ، ۵۴ ، ۹۳ ، ۴۵۲ ،

۴۵۳

سپرنڈ = سپرنڈ

سپسوان ۶۰ ، ۴۵۳

سیتلا (منڈر) ۱۳۲

ش

شاہ جہان پور ۵۶ ، ۴۶۲

شام ۵۰۶ ، ۶۱۹

شاہدرہ (لواح دہلی) ۱۱۸ ، ۶۲۵

شرقی پور ۲۱۹ ، ۲۲۱

شہالی ہندوستان ۴

شہرزور ۱۶۸

شیدی پورہ ۶۲۶

ط

طائف ۴۷۴

ع

عراق ۱۰۰ ، ۶۱۷ ، ۶۱۹

عرب ۱۹۸ ، ۱۵۶ ، ۲۱۸ ، ۳۱۷ ،

۶۳۹

ز

زبید (بلدہ) ۶۱۸

س

ساہن پال ۲۷۳ ، ۶۸۷

سامرود ۵۴۷

سبز ۶۱۲ ، ۶۱۹

ستلج (دریا) ۴۸

سرحد (صوبہ) ۴۷۰

سروج ۱۷۵ ، ۵۷۷

سپرنڈ ۳۳ ، ۷۶ ، ۴۲ ، ۴۶ - ۵۲

۶۸ ، ۶۹ ، ۸۶ ، ۹۰ ، ۹۵

۱۶۳ ، ۱۸۹ ، ۱۹۱ ، ۲۳۸

۲۵۶ ، ۳۰۵ ، ۳۴۲ ، ۳۶۳

۴۰۸ ، ۴۴۱ ، ۴۴۳ ، ۴۵۰

۴۷۶ ، ۵۲۶ ، ۵۴۵ ، ۶۱۱

۶۳۵

سکھر ۳۰۲ ، ۳۳۶ ، ۳۸۳

سلیالیہ ۱۶۸

سمرقند ۱۰۰ ، ۱۶۳ ، ۲۵۷

۲۲۶ ، ۲۵۸

سنام ۲۵۶

سنہل ۵۶ ، ۵۹ ، ۶۰ ، ۶۳ ، ۹۰

۹۱ ، ۹۲ ، ۹۷ ، ۱۶۳ ، ۱۹۳

۲۵۶ ، ۳۴۰ ، ۳۴۷ ، ۳۴۸

۳۵۳ ، ۳۶۷ ، ۳۶۹ ، ۶۰۳

سنڈھ ۱۴۷ ، ۲۰۷ ، ۳۵۲ ، ۵۴۵

۵۴۶ ، ۶۳۵ ، ۶۸۸

قندھار ۳۹ ، ۱۶۳ ، ۲۵۷ ، ۶۱۱ ،
۶۳۲ ، ۶۸۹
تہقند ۶۱۹

ک

کابل ۳۰ ، ۲۸ ، ۱۶۳ ، ۱۹۱ ،
۲۳۳ ، ۵۲۸ ، ۵۳۵ ، ۵۶۱ ،
۵۹۰ ، ۶۲۶ ، ۶۳۲ ،
کالا باغ ۲۷۶
کالی ۷۳
کالنجر ۶۵۳
کاما ۷۹

کانپور ۱۳۰ ، ۱۸۲ ، ۲۱۰ ، ۲۱۱ ،
۲۷۳ ، ۲۸۶ ، ۲۷۳ ، ۲۷۳ ،
کانگڑا ۳۶ ، ۱۹۰
کتب خانہ آصفیہ ۲۱۳ ، ۲۲۱
کتب خانہ انڈیا آفس ۳۵۲ ، ۳۶۱ ،
۶۸۸ ، ۶۸۹

کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور
۶۸۸ ، ۵۳۱

کتب خانہ بالکی پور ۳۵۸ ، ۵۳۳
کتب خانہ برٹش میوزیم ۱۸۱ ،
۳۳۳ ، ۳۳۶ ، ۳۶۶ ، ۳۶۶ ، ۵۶۲ ،
۶۸۹

کتب خانہ مکتبہ رشیدیہ ۲۲۱
کتب خانہ رضا رام پور ۶۳۵ ،
۶۳۳

کتب خانہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ
۱۵۷ ، ۶۸۷

عظیم آباد ۶۶ ، ۳۶۸ ، ۳۹۳ ،
علی گلہ ۱۳۳ ، ۱۸۵ ، ۲۰۱ ،
۲۰۷ ، ۲۱۰ ، ۲۱۱ ، ۲۱۵ ،
۳۲۱ ، ۳۷۵ ، ۶۳۲ ،
عید گاہ پنجابیاں ۶۲۶
عید گاہ محمد شاہی ۵۷۰

غ

غزنی ۱۶۳ ، ۶۱۱ ، ۶۲۶ ،
غوث گلہ ۹۷

ف

فرخ آباد ۷۰ ، ۷۹ ، ۹۷ ، ۳۳۲ ،
۳۵۳ ، ۳۵۳ ، ۳۵۵ ، ۶۱۸ ،
۶۳۹
فیروز پور ۵۳۵

ق

قاہرہ ۳۵۵ ، ۵۲۸ ، ۵۳۳ ، ۶۳۸ ،
۶۸۹

قدم حضرت رسالت پناہ (دہلی) ۱۱۱
قزان ۲۱۹

قسطنطنیہ ۲۲۰ ، ۶۳۸

قصور ۱۶۹ ، ۱۷۰

قلعہ تھالیسر ۳۲ ، ۳۳۳

قلعہ دہلی ۶۰۳

قلعہ علی گلہ ۷۱

قلعہ فیروزی ۳۳۸

قلعہ گوالیار ۳۶۰

- کوچہ امام ۱۵۶
 کوچہ خان دوران ۲۷۲
 کوچہ شیخ محمد احسان مجددی ۹۱
 ۳۰۲
 کول (علی گڑھ) ۱۳۳ ، ۱۳۷
 ۳۶۳
 کوہ کاشغر ۵۵
 کوئٹہ ۵۳۵
 کھوڑہ (اگھوڑہ) ۶۴۵
 کیلیانوالہ (قصبہ پنجاب) ۹۹

ک

- کجرات ۵۴ ، ۱۸۹ ، ۵۳۷ ، ۶۸۷
 ۶۸۸
 گردوارہ تھم ۴۵
 گنگا (دریا) ۵۲
 گنگوہ ۴۳۹
 گوالبیار ۳۶۰ ، ۶۳۸
 گوجرانوالہ ۲۱۰ ، ۲۸۵ ، ۵۶۰
 گوردکھپور ۱۶۳ ، ۶۵۳
 گولکنڈہ ۶۳۲
 گھاٹ سہسوان ۶۰
 گھوڑا گھاٹ ۶۵۳

ل

- لاہور ۱۵ ، ۲۳ ، ۲۴ ، ۲۵ ، ۳۳
 ۳۵ ، ۳۸ ، ۱۳۳ ، ۱۶۳
 ۱۷۱ ، ۱۷۴ ، ۱۷۵ ، ۱۸۵

- گنپ خانہ خالقاہ مولانا غلام نبی
 للہی ۶۸۷
 گنپ خانہ دانش گاہ پنجاب ۲۵۸
 گنپ خانہ مرکزی دانش گاہ تہران
 ۶۳۸ ، ۲۲۰
 گنپ خانہ عارف حکمت ۱۷۳
 ۶۳۸ ، ۲۵۷
 گنپ خانہ سندھ یونیورسٹی ۵۳۸
 گنپ خانہ کراچی یونیورسٹی
 ۶۸۸ ، ۳۳۰
 گنپ خانہ مولانا محمد ہاشم جان
 مجددی ۶۸۸
 گنپ خانہ مدرسہ جدیدہ ۵۳۷
 گنپ خانہ حضرت حاجی محمد افضل
 سیالکوٹی ۴۴۵
 گنپ خانہ خالصہ کالج امرتسر ۴۷
 گنپ خانہ مولوی شمس الدین ۱۵
 ۶۸۸ ، ۶۸۷
 کراچی ۱۹۱ ، ۱۹۶ ، ۲۷۸
 ۶۸۸ ، ۶۳۳ ، ۵۵۱
 کراٹھ ۵۶
 کراتار پور ۴۵
 کردستان ۱۶۸ ، ۶۱۷
 کرنال ۳۳ ، ۴۲ ، ۶۵ ، ۶۸
 ۹۳ ، ۸۳
 کرونول ۶۴۲
 گسل پورہ (بازار) ۱۰۳
 کشمیر ۵۵ ، ۱۶۳ ، ۲۶۹ ، ۶۱۱
 کعبہ مکرمہ ۳۲۶
 کلکتہ ۲۰۱ ، ۳۳۰ ، ۶۵۷

ہندوستان ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۷ ، ۳۸
 ۳۹ ، ۴۶ ، ۴۹ ، ۵۴ ، ۵۵
 ۶۱ ، ۸۸ ، ۱۰۰ ، ۱۰۵
 ۱۰۸ ، ۱۰۹ ، ۱۱۸ ، ۱۲۶
 ۱۲۸ ، ۱۲۹ ، ۱۳۰ ، ۱۴۳
 ۱۴۴ ، ۱۴۵ ، ۱۴۲ ، ۱۴۸
 ۱۵۶ ، ۱۵۷ ، ۱۶۳ ، ۱۶۴
 ۱۶۵ ، ۱۶۶ ، ۱۶۷ ، ۱۸۱
 ۱۸۶ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳ ، ۲۰۲
 ۲۱۶ ، ۲۱۸ ، ۲۵۶ ، ۲۵۸
 ۳۱۵ ، ۳۴۸ ، ۳۴۹ ، ۳۶۱
 ۴۶۲ ، ۴۶۵ ، ۴۷۴ ، ۴۹۷
 ۴۹۹ ، ۵۰۳ ، ۵۴۱ ، ۵۹۴
 ۶۱۱ ، ۶۱۴ ، ۶۱۵ ، ۶۱۹
 ۶۲۰ ، ۶۲۷ ، ۶۲۸ ، ۶۳۶
 ۶۴۴ ، ۶۴۹ ، ۶۵۳

ی

یلملم ۶۱۴ ، ۶۴۵
 یمن ۶۱۸

۴۵۰ ، ۴۵۸ ، ۶۸۷ ، ۶۸۸
 میرٹھ ۴۳ ، ۷۳
 میرن پور ۵۷

ن

لارنول ۹۳ ، ۶۵۴
 نجد ۵۵۳
 کربدا (دریا) ۵۳
 نگر کوٹ ۴۶ ، ۱۹۰
 نور محل (اوج ، دیر) ۶۰ ، ۳۸۷
 ۴۵۴ ، ۶۸۸

و

وسطی ایشیا ۱۵۶

ہ

ہالسی ۶۷
 ہرات ۴۶۵ ، ۶۱۹
 ہزارہ ۵۳۸
 ہلمند (دریا) ۵۵

کتاب

اثبات المولد و القيام ۱۶۷ ،

۶۹۴

اثبات النبوة ۵۳۰ ، ۶۹۹

اجوبہ مسائل فی الحديث والتصوف

(رسالہ) ۱۵۳

احسن العقائد ۴۶۴

احقاق (رسالہ) ۴۳۴ ، ۴۳۶

احوال العارفين ۶۴۲ ، ۶۴۴ ،

۷۰۹

احوال بزرگان ۱۷۱ ، ۳۶۲ ،

۶۸۸

احوال نادر شاه ۹۶ ، ۲۰۲

احوال و افکار حضرت مظهر ۱۳۸ ،

۱۵۰ ، ۲۱۶ ، ۶۵۰

احوال و آثار و افکار علاء الدولہ

سمنانی ۳۳۶

احوال و آثار عبداللہ خویشکی

قصوری ۳۶۰ ، ۳۶۱ ، ۳۶۲ ،

۴۴۱ ، ۵۲۹ ، ۵۳۱ ، ۷۰۸

احیاء علوم الدین ۵۳۹ ، ۶۹۰ ،

۶۹۱

اخبار الاخيار ۳۶۰ ، ۳۶۲ ،

۵۳۸ ، ۶۹۷

آ

آب حیات ۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۲۷۶ ،

۷۰۳

آب حیات کا تنقیدی مطالعہ ۲۱۱ ،

۷۰۳

آثار الصنادید ۲۱۸ ، ۷۰۳

آج کل (رسالہ) ۲۱۲

آداب المریدین ۵۳۹ ، ۵۷۴ ،

۶۲۸

آئین اکبری ۵۲۶ ، ۶۵۶ ،

۶۹۳ ، ۶۵۷

آئینہ اودہ ۴۶۳ ، ۶۴۶ ، ۷۰۳

آئینہ حقائق نما شرح جام جہان نما

۵۵۹

الف

ابن ماجہ = سنن ابن ماجہ

ابو داؤد = سنن ابو داؤد

الہشد ۱۳۱

انحاف النبلا ۵۴۷

انحاف النبیہ ۶۹۲

اکبر لامہ ۵۲۶ ، ۶۵۷ ، ۶۹۳
 اکمل التاريخ ۲۵۳ ، ۲۵۴ ، ۷۰۶
 الطاف القدس ۲۸۵ ، ۵۹۱ ، ۷۰۲
 الامداد في علو الاسناد ۲۵۴
 امير اللغات ۲۰۲
 انجاح الحاجہ ۵۶۸
 انساب الانجاب ۵۴۵ ، ۶۳۵ ، ۷۰۰
 الانصاف ۵۴۹ ، ۷۱۰
 انقاس الاکابر ۳۰۸ ، ۴۶۴ ، ۷۰۲
 انقاس العارفين ۲۵۴ ، ۷۰۲
 انوار احمدیہ ۷۰۲
 انوار السیادت في آثار السعادت
 ۶۵۸ ، ۲۷۰
 انوار الضائر ۴۶۳
 انوار العارفين ۳۰۸ ، ۷۰۰
 انوار مجد ۵۶۰ ، ۶۹۴
 انوار محی الدین ۷۰۶
 انیس الطالبین ۲۳۴
 اوراق مصور ۲۰۳ ، ۷۱۰
 اورینٹل کالج میگزین ۶۸۸
 ایضاح الدلائل ۵۳۸
 ایضاح الطریقت ۱۷۰ ، ۲۱۷ ، ۲۳۲ ، ۲۳۵ ، ۲۸۵ ، ۵۲۸ ، ۶۹۷ ، ۶۲۶
 ایضاح المکنون في الذیل علی
 کشف الظنون ۶۸۹
 الايقاف علی سبب الاختلاف ۵۷۴ ، ۷۰۸

اختر شهنشاهی ۶۲۵ ، ۷۰۸
 اربعہ انہار ۱۶۷ ، ۲۳۴ ، ۲۸۵ ، ۶۹۳
 اردو ادب میں بھوپال کا حصہ
 ۶۳۵
 اردو شاعری میں ایہام گوئی ۲۱۵ ، ۷۰۶
 اردو شاعری میں قنوطیت ۱۵۵ ، ۷۰۶ ، ۲۱۵
 اردو شاعری کا سیاسی و سماجی
 پس منظر ۷۰۵
 اردو نثر کے ارتقا میں علم کا
 حصہ ۴۴۰ ، ۶۸۸
 ارشاد الطالبین ۴۳۶ ، ۵۲۸ ، ۶۹۴ ، ۵۶۰
 ارشاد المسترشدين ۱۷۶ ، ۲۱۷ ، ۲۲۱ ، ۶۲۶ ، ۶۹۷
 ارکان الاسلام ۶۴۴
 ازالۃ الخفاء ۱۲۲ ، ۵۵۱
 اسلامی علوم و فنون ہندوستان
 میں ۷۰۶
 اشعة اللغات ۳۰۲ ، ۵۲۷ ، ۵۴۴ ، ۵۴۸ ، ۵۵۵
 اصطلاحات الصوفیہ ۵۲۸ ، ۵۴۰ ، ۶۹۰
 اصول اسحاق (رسالہ) ۵۳۹
 الاعادة المصبحة ۵۴۴
 اعتقادیہ (رسالہ) ۶۳۸
 الاعجاز (رسالہ) ۲۷۳
 اقتباس الالوار ۶۹۹

بھگود گیتا ۹۹۵
بوستان سعدی ۲۳۵
بیاض انتخابی = خریطہ جواہر
بیاض خواجہ دوست محمد قندھاری

۱۷۳

بیاض سرزا بیدل ۵۶۲ ، ۶۸۹

بید ۵۳۰

بید = بید

پ

پشت نامہ ہسوسہ ۶۵۰ ، ۷۱۰

پنجاب میں اردو ۳۶۷ ، ۷۰۶

ت

تاریخ الادب العربی ۵۳۳ ، ۶۸۹

تاریخ ادبیات ہندوستان ۲۷۱

تاریخ اسلام ۵۳۹ ، ۵۵۳ ، ۷۰۹

تاریخ اکبری ۵۲۶ ، ۶۵۶

۶۵۷ ، ۶۹۹

تاریخ ہمالہ ۶۷ ، ۱۶۳ ، ۷۰۸

تاریخ الخلفاء ۵۵۱ ، ۶۹۰

تاریخ دعوت و عزیمت ۷۰۳

تاریخ شہادت فرخ میر ۱۸۷

تاریخ شیراز ہند جولہور ۳۶۰

۷۰۳

تاریخ عالمگیر ثانی ۹۳ ، ۲۰۱

۷۰۱

تاریخ عباسی ۲۷۰ ، ۶۸۷

تاریخ فرشتہ ۶۵۶

ب

بہر زخار ۳۵۹

بخاری = صحیح بخاری

برہان (رسالہ) ۱۸۶ ، ۱۸۷ ، ۱۸۷

۱۹۲ ، ۱۹۳ ، ۲۰۳ ، ۲۰۵

۲۱۰ ، ۲۹۲ ، ۷۰۹

بوستان بے خزاں ۹۲

بشارات مظہریہ ۱۳۵ ، ۱۵۲

۱۵۴ ، ۱۶۰ ، ۱۸۰ ، ۱۸۲

۱۸۳ ، ۱۹۴ ، ۱۹۴ ، ۱۹۷

۲۱۰ ، ۲۱۴ ، ۲۱۵ ، ۲۱۶

۲۲۲ ، ۲۵۳ ، ۲۵۵ ، ۲۵۷

۲۵۸ ، ۲۷۱ ، ۲۷۲ ، ۲۷۶

۲۷۷ ، ۲۸۶ ، ۳۲۱ ، ۳۳۲

۳۳۳ ، ۳۳۴ ، ۳۳۵ ، ۳۳۶

۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۴۰

۳۴۱ ، ۳۴۲ ، ۳۴۳ ، ۳۴۴

۳۴۵ ، ۳۴۸ ، ۳۴۹ ، ۳۵۰

۳۵۱ ، ۳۵۲ ، ۳۵۳ ، ۳۵۴

۳۵۵ ، ۳۵۶ ، ۳۵۷ ، ۳۵۹

۳۶۰ ، ۳۶۳ ، ۳۶۴ ، ۳۶۵

۳۶۶ ، ۳۶۷ ، ۳۶۸ ، ۳۶۹

۳۷۱ ، ۳۷۲ ، ۳۷۳ ، ۳۷۷

۶۸۹

بشارہ لاہل الاشارہ ۵۳۶ ، ۶۹۱

بیعت الاسرار ۲۳۰ ، ۶۹۲

بیعت السنہ ۲۱۹ ، ۶۳۷ ، ۶۳۸

۶۹۱

- تذکرہ ریاض العارفین ۳۸۴
 تذکرہ ریختہ گویاں ۲۷۶ ، ۶۹۸
 تذکرہ السلاطین چغتای ۶۹۸
 تذکرہ السلوک ۵۲۹ ، ۵۴۰
 ۷۰۹
 تذکرہ شاہ فضل رحمان
 گنج مراد آبادی ۲۱۳ ، ۷۰۳
 تذکرہ شاہ ولی اللہ ۲۷۴
 تذکرہ شعراء (ابن طوفان) ۶۹۳
 تذکرہ الشعراء (اشرف علی) ۲۷۷
 تذکرہ شوق = طبقات الشعراء
 تذکرہ عشقی ۶۹۷
 تذکرہ علیای ہند ۲۰۷ ، ۲۵۴
 ۳۰۸ ، ۴۵۶ ، ۵۴۷ ، ۶۲۴
 ۶۳۹ ، ۶۴۱ ، ۶۴۶ ، ۶۹۵
 ۷۰۵
 تذکرہ غمگین ۶۲۸ ، ۶۳۸
 تذکرہ غوثیہ ۳۵۹ ، ۷۰۸
 تذکرہ کاملان رام پور ۶۳۵
 ۶۳۶ ، ۶۴۵ ، ۷۰۶
 تذکرہ مردم دیدہ ۲۱۰ ، ۶۹۴
 تذکرہ مسرت افزا ۲۷۶ ، ۳۸۶
 ۶۹۴
 تذکرہ ہایوں و اکبر ۶۵۷
 ۶۹۴
 تذکرہ ہندی ۴۳۳ ، ۷۰۱
 تراجم علماء المشائخ الاحرارین
 ۲۵۷

- تاریخ مشائخ چشت ۱۸۵ ، ۱۸۹
 ۲۰۳ ، ۲۰۴ ، ۲۰۵ ، ۲۰۶
 ۲۰۸ ، ۲۳۰ ، ۲۷۹ ، ۵۳۸
 ۷۱۰
 تاریخ نادر شاہی (نادر نامہ) ۳۳
 ۱۸۶ ، ۱۸۷ ، ۱۹۲ ، ۲۰۱
 ۲۰۲ ، ۲۰۳ ، ۷۰۲
 تاریخ ہندوستان ۷۰۵
 تاریخی مقالات ۲۰۷ ، ۷۱۰
 تبرز المکنونات فی تخریج احادیث
 المکتوبات ۵۶۸
 تبصرۃ الاصطلاحات الصوفیہ ۶۹۳
 تجلیات ربانی ۴۳۴ ، ۷۰۷
 تحفہ اثناء عشریہ ۱۱۷ ، ۱۱۸
 ۱۲۲ ، ۵۵۱ ، ۶۹۷
 تحفۃ الالام فی العمل ۵۴۷ ، ۶۹۱
 تحفۃ تیموریہ ۵۶۸
 تحفۃ رسولیہ ۱۷۰
 تحفۃ زواریہ = مکتوبات شاہ
 احمد سعید
 تحفۃ الشعراء ۲۰۵
 تحفۃ الکرام ۳۵۲ ، ۶۹۸
 تحفۃ مرسلہ ۵۵۹ ، ۶۸۸
 تحقیق حق العین ۱۶۷
 تحقیق مالہند ۶۹۰
 تحقیقات (تحفۃ السالکین) ۲۳۴
 ۵۶۱ ، ۵۶۲ ، ۷۰۰
 تذکرہ حسینی ۲۸۵
 تذکرہ خوش معرکہ زیبا ۱۸۸
 ۷۰۹

توسیل المرید الی المراد ۱۷۲
تہلیلہ (رسالہ) ۵۳۰ ، ۶۹۹
تیمور شاہ درانی (تاریخ) ۱۸۸ ،
۱۹۱ ، ۷۰۲

ث

الثقافة الاسلاميه في الهند . ۲۱ ،
۳۵۹ ، ۶۹۰ ، ۷۰۶
ثواب المناقب ۲۷۳ ، ۶۸۸

ج

جام جہاں نما ۵۵۹
جامع الصغير ۲۷۸
جامع الفتوى ۵۰۶
جامع الفتاوى ۵۳۹
جامع کرامات الاولیاء ۶۹۲
جامع المقامات ۲۵۷
جامع اللغات ۶۲۹
جزیل المواہب ۵۰۳ ، ۵۳۹
جلالین (تفسیر) ۵۳۷
جمل النور فی نہی النساء ۲۰۶
جنگ آزادی ۱۸۵۷-۱۸۵۸ ، ۲۱۸
جنگ ہانی پت (مقالہ) ۱۹۳ ، ۷۰۴
جنگ نامہ آصف الدولہ ۷۰۹
جنگ نامہ درانی ۳۵ ، ۵۱ ، ۱۸۵
۱۹۰ ، ۱۹۱ ، ۷۰۱ ، ۷۰۲
جواہر الاصول ۵۳۷
جواہر معنی ۲۱۲

لزين العبارة في تحسين الاشارة ۵۳۳
تسويہ (رسالہ) ۵۶۰ ، ۶۹۹
التصفيه في احوال المتصوفه =
صوفي نامہ
تعارف مخطوطات كتب خانہ
دارالعلوم دیوبند ۶۳۷ ، ۷۰۹
التعرف لمذہب اہل التصوف ۳۵۵ ،
۵۲۸ ، ۶۹۱
تفسیر تبارک الذی (رسالہ) ۶۳۳ ،
تفسیر رؤف ۶۳۳
تفسیر عزیزى ۱۱۷ ، ۶۱۵ ، ۶۳۶
تفسیر القرآن ۶۲۸
تفسیر مدارک ۵۳۷
تفسیر مرادیدہ ۳۰۰ ، ۳۳۹ -
۳۳۰ ، ۷۰۹
تفسیر مظہری ۳۹۰ ، ۳۳۳ ،
۳۳۶ ، ۶۹۰
تفضیح الغافلین ۱۹۹ ، ۶۹۲
تقیہات النہیہ ۱۰۷ ، ۱۸۶ ،
۲۰۳ ، ۲۰۵ ، ۲۰۶
تکملہ رشحات عین الحیات ۲۳۹ ،
۶۳۸ ، ۶۹۱
تکملہ نفعات الالہی ۲۳۳ ، ۶۹۹
تلبیس ابلیس ۵۳۸
تلک عشرہ کاملہ ۶۹۱
تہجد الفواہد ۵۶۰
تمییز الطیب من الغیث ۲۷۹
تنبیہات الخمسہ ۱۳۵ ، ۱۵۱ ،
۱۵۲

حلیۃ الاولیاء ۲۰۵ ، ۲۵۸

۷۰۷ ، ۲۹۷

حرمت سچلہ تعظیمی ۲۰۶ ، ۷۰۳

حسنات الحرمین ۲۰۳ ، ۲۰۶

۷۰۰ ، ۵۵۷ ، ۲۰۹

حضرات للقدس ۱۷۱ ، ۲۳۳

۲۳۹ ، ۵۳۳ ، ۵۳۵

۶۹۳

حضرت شاہ ولی اللہ (مقالہ) ۷۰۹

حضرت مجدد۔ ایک تحقیقی جائزہ

۷۰۷ ، ۳۳۲

حضرت مجدد کے دفاع میں لکھی

جانے والی کتابیں (مقالہ)

۲۶۱ ، ۲۷۱

حضرت مجدد اور ان کے بانیوں

۷۰۵ ، ۲۱۰

حلیۃ الاولیاء ۳۳۱

حیات اصیب جاہ اول ۳۲۱ ، ۷۰۹

حیات ابام احمد بن حنبل ۵۵۰

۷۰۳

حیات جاوید ۶۴۳ ، ۷۰۳

حیات حافظ رحمت خان ۱۹۱

۷۰۳ ، ۱۹۹ ، ۱۹۳

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۲۰۳ ، ۲۵۹ ، ۳۳۱ ، ۳۳۲

۷۱۰ ، ۳۵۶

خ

خاتمہ (ترجمہ آداب المریدین)

۶۹۹ ، ۵۳۹

جوہر علویہ ۱۸۳ ، ۲۲۳ ، ۲۱۷

۲۳۳ ، ۲۵۴ ، ۲۵۵ ، ۵۶۸

۵۶۹ ، ۶۱۳ ، ۶۲۵ ، ۶۲۶

۶۲۷ ، ۶۲۸ ، ۶۳۰ ، ۶۳۲

۶۳۳ ، ۶۳۴ ، ۶۳۶ ، ۶۳۷

۶۳۸ ، ۶۳۹ ، ۶۴۰

۷۰۵

جہم بن صفوان (مقالہ) ۵۳۰

ح

چار باغ پنجاب ۱۸۹

چہل حدیث ۵۳۰

چہل مجلس سمنانی ۳۳۹

چہل مکاتیب حضرت مجدد ۲۵۸

ح

حادثہ نادر شاہی (روایہ) ۲۷

۲۰ ، ۲۳ ، ۱۰۱ ، ۱۸۳

۱۸۷ ، ۲۰۳ ، ۲۰۲ ، ۶۹۳

حاشیہ جامع الصغیر ۲۸۷

حاشیہ علی شرح المسلم ۳۵۶

حاشیہ ملا جلال ۳۶۵

حاشیہ میر زلزلہ ۳۶۶

حدائق الحنفیہ ۲۵۳ ، ۶۳۶

۷۰۳

حدیث نادر شاہی ۱۸۶ ، ۱۸۷

۲۰۲ ، ۲۰۳ ، ۶۳۷

حلیۃ الاحمدیہ ۶۳۶

دستور العلماء ۵۳۰ ، ۵۳۳ ، ۵۵۰ ،
 ۵۵۶ ، ۵۵۹ ، ۶۶۲ ، ۶۸۳ ،
 ۶۸۹
 دستور الفصاحت ۱۹۷ ، ۳۵۵ ،
 ۷۰۳
 دفاعیات ۶۵۹ ، ۶۶۵ ،
 دمع الباطل ۱۲۷ ، ۲۱۰ ، ۳۵۸ ،
 ۵۳۳ ، ۵۶۰ ، ۶۹۶ ،
 دوام العیش فی الآئمة من قریش
 ۵۵۲
 دواوین خواجہ میر درد ۱۱۶
 دوندے خان نامہ ۱۹۳
 دہلی اور اس کے اطراف ۲۵۷ ،
 ۳۳۸ ، ۷۰۶ ،
 دیوان ابن یمن ۶۳۱
 دیوان تاپاں ۷۰۴
 دیوان حافظ ۲۸۵ ، ۲۹۷ ، ۳۳۱ ،
 ۶۳۰ ، ۶۳۲ ،
 دیوان خالد کردی روسی ۱۶۹ ،
 ۶۳۷ ، ۶۳۸ ،
 دیوان درد (اردو) ۷۰۵
 دیوان رافت مجددی ۶۱۳ ، ۶۳۳ ،
 دیوان سعدی شیرازی ۲۳۵
 دیوان مظہر جان جاناں ۱۳۹ ،
 ۱۳۰ - ۱۳۱ ، ۱۳۵ ، ۱۵۱ ،
 ۲۱۲ ، ۲۶۳ ، ۲۷۵ ، ۲۷۷ ،
 ۲۷۸ ، ۳۵۹ ، ۳۸۰ ، ۳۸۵ ،
 ۷۰۱

خازن الشعراء ۶۸۸
 خدا کی نعمت = تفسیر مرادیم
 خرقہ ہزار میخی (رسالہ) ۵۲۸ ،
 ۶۹۵
 خریطہ جواہر ۱۳۹ ، ۱۴۰ ،
 ۱۴۲ ، ۲۷۳ ،
 خزائن عامرہ ۶۹۲
 خزینۃ الاصفیاء ۲۵۳ ، ۲۵۵ ،
 ۲۵۶ ، ۳۳۹ ، ۳۴۱ ، ۳۵۳ ،
 ۳۳۵ ، ۶۹۷ ،
 خلاصۃ الاثر ۶۹۱
 خمخانہ جاوید ۳۳۳
 خواجہ باقی باللہ (صاحبزادگان و
 خلفاء) ۳۶۰ ، ۷۰۷ ،
 خواجہ میر درد (ذکر و فکر)
 ۷۰۷ ، ۲۰۷

د

دارمی = سنن دارمی
 دائرۃ معارف اسلامیہ ۵۳۹
 دراسات للیبیب ۵۳۸
 درالمعارف ۱۶۳ ، ۱۷۳ ، ۱۷۶ -
 ۱۷۷ ، ۲۱۷ ، ۲۱۸ ، ۲۱۹ ،
 ۲۲۱ ، ۲۲۶ ، ۲۲۷ ،
 ۲۲۹ ، ۲۳۰ ، ۲۳۳ ، ۲۳۷ ،
 ۶۹۵
 دردِ دل (رسالہ) ۲۰۷
 درۃ التوفیق ۳۰۸
 دریائے لطافت ۱۰۶

ذ

رساله در حالات شیخ محمد عابد سناسی
۵۶۲ ، ۲۵۸

رساله در رفع سیاه از شیخ محمد یحیی
بن حضرت مجدد ۵۲۹

رساله در جواب شبهات بر کلام
حضرت مجدد ۴۳۳

رساله در رسم الخط قرآن ۴۳۳

رساله در بیان لطائف خمسہ و
اصول آنها ۵۶۲

رساله در مسئلہ سباع ۶۹۳

رساله در کسب سلوک و بیان
معرفت ۷۰۰

رساله در طریقہ شاہ نقشبند ۱۷۲

رساله در ذکر مقامات و واردات
حضرت مجدد ۱۷۱

رساله در طریقہ خواجگان = سررشتہ
طریقہ خواجگان

رساله در نفی رفع سیاہ ۶۸۸

رساله در رد اعتراضات شیخ عبدالحق
۳۶۰ ، ۱۷۳

رساله رد معترضین حضرت مجدد
۴۸۲

رساله رد مخالفین حضرت مجدد ۱۷۳

رساله رفع سیاہ از خواجہ محمد سعید
سرہندی ۵۴۵

رساله رفع سیاہ از خواجہ محمد یحیی
سرہندی ۵۰۱ ، ۵۴۵

رساله قشیریہ ۵۲۹ ، ۵۳۹ ، ۵۷۴ ،
۶۹۸ ، ۶۹۱

ذخیرۃ الخوائین ۶۵۷ ، ۶۹۸

ذکر بالجہر (رسالہ) ۵۳۸

ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین
۲۱۹ ، ۵۶۸ ، ۶۳۰ ، ۷۰۹

الذکر الشریف فی اثبات المولد
الحنیف ۱۶۷

ذیل رشحات عین الحیات = تکلمہ
رشحات

ر

رد روافض ۵۳۰ ، ۵۵۱ ، ۶۹۹

رد المحتار علی الدر المختار ۵۴۸

رسالہ اذکار ۱۷۲

رسالہ اعتراضات شیخ عبدالحق
۳۴۶

رسالہ تصوف (از مولانا خالد کردی)
۶۳۸

رسالہ تہلیلہ = تہلیلہ (رسالہ)

رسالہ پنج روزی (در اصول فقہ)
۴۳۳

رسالہ خود نوشت حالات مولوی
نعیم اللہ بہرائچی ۴۶۱ - ۴۶۳

۶۸۹

رسالہ در احوال اولاد حضرت مجدد
۶۸۷ ، ۴۵۰

رقعات کرامت سعادت شمس الدین
حبیب اللہ مرزا جان جالان مظہر

۱۳۳ ، ۱۳۷ ، ۳۶۳ ، ۷۰۱

رمز العشق ۳۶۷

رود گوثر ۷۰۸

روز روشن ۶۹۶

روز ناچہ ۱۸۵۷ء از عبداللطیف

۲۱۸

روز ناچہ در گاہ قلی خان = مرقع دہلی

روضۃ الطالبین ۵۴۹

روضۃ العلماء ۵۰۳ ، ۵۰۴ ، ۵۴۸

روضۃ اقیومیہ ۱۹۱ ، ۲۵۵ ،

۲۸۶ ، ۲۹۱ ، ۳۶۱ ، ۳۶۲

۳۳۲ ، ۳۵۰ ، ۵۳۳ ، ۷۰۸

ریاض السلاطین ۸۳ ، ۱۹۹ ،

۶۵۶ ، ۶۹۶

ریاض العارفین = تذکرہ

ریاض العارفین

ریاض الفصحا ۷۰۱

ریاض الوفاق ۷۰۱

ز

زبدۃ المقامات ۱۷۱ ، ۲۳۳ ، ۲۳۰ ،

۵۳۵ ، ۵۳۷ ، ۷۰۰

س

سبعۃ المرجان فی آثار ہندوستان

۵۳۷ ، ۶۸۹

رسالہ مطری چند از احوال شاہ

نقشبند ۱۷۲

رسالہ سماع ۳۶۲ ، ۵۳۹

رسالہ شاہ غلام علی = کلمات مظہریہ

رسالہ شریفہ در بیان حالات و مقامات

حضرت مظہر = مقامات مظہری

رسالہ شکوی الغریب = دفاعیات

رسالہ شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری

= صلح الفریقین

رسالہ طریق بیعت و اذکار ۱۷۳

رسالہ لطائف ۵۶۲

رسالہ مرزا محمد بیگ = عطیۃ الوہاب

رسالہ نفی رفع سیاہ از خواجہ

محمد حسن جان مجددی ۵۴۵

رسالہ وحدت الوجود ۳۳۵

رسائل ابن عابدین ۲۲۰ ، ۶۸۹ ،

۶۹۰

رسائل ارنہد درد ۱۱۶ ، ۲۰۷ ،

۶۹۵

رسائل حضرت مجدد الف ثانی ۵۲۹

رسائل رد شبہات بر حضرت مجدد

۳۳۷

رسائل سبعمہ سیارہ ۱۷۲ ، ۱۷۳ ،

۱۷۳ ، ۲۱۷ ، ۲۲۰ ، ۳۶۰ ،

۵۳۰ ، ۶۹۷

رشحات عنبریہ ۲۱۹ ، ۶۳۷ ،

۶۴۱ ، ۶۹۲

رشحات مین العیات ۲۳۳ ، ۲۳۳ ،

۲۳۹ ، ۵۲۷ ، ۶۹۸

السباع (رسالہ) ۵۳۹
 السباع و الرقص (رسالہ) ۵۳۸
 صمدیہ ۲۵۷ ، ۲۵۸ ، ۲۹۳
 سنن ابن ماجہ ۲۳۳ ، ۲۹۱
 ۳۰۲ ، ۳۳۳ ، ۳۳۷ ، ۳۶۳
 ۳۸۵ ، ۵۳۷ ، ۵۶۸ ، ۶۳۳
 سنن ابو داؤد ۲۳۳ ، ۲۹۱
 سنن ترمذی ۲۳۳ ، ۲۵۸ ، ۳۰۲
 ۳۳۳ ، ۳۳۵ ، ۳۳۷ ، ۵۳۱
 ۵۳۷ ، ۵۷۸
 سنن دارمی ۲۶۵ ، ۲۹۱ ، ۵۳۷
 سنن نسائی ۳۶۳
 سیادت علویہ ۲۷۰ ، ۲۸۷
 سیرت سید احمد شہید ۱۸۵
 ۲۰۳ ، ۲۲۹ ، ۷۰۳
 سیرت عائشہ ۵۵۲ ، ۵۵۳ ، ۷۰۵
 سیرت غوث الاعظم ۵۳۱ ، ۷۰۳
 سیر الاقطاب ۲۹۷ ، ۳۳۳ ، ۶۹۳
 سیر المتاخرین ۱۸۹ ، ۱۹۲ ، ۲۹۷
 سیر المرشدین ۶۳۵
 سیف الاجرار ۳۶۳ - ۳۶۵ ، ۲۹۷
 السیف المسلول ۳۳۶ ، ۵۳۹
 ۵۵۱ ، ۵۵۲ ، ۷۰۳

ش

شام غریبان ۳۸۵ ، ۲۹۶
 شاہ عالم ثانی کے عہد کا دہلی دربار
 ۱۸۶ ، ۱۹۶ ، ۷۰۳

سخن شعراء ۶۳۳ ، ۶۳۵ ، ۷۰۹
 سر اکبر ۱۳۰ ، ۲۱۰ ، ۲۹۵
 سر دلبران ۶۶۰ ، ۶۶۱ ، ۶۸۳
 ۷۰۵
 سر رشتہ طریقہ خواجگان (رسالہ)
 ۲۳۳ ، ۵۶۱ ، ۶۹۳
 سرگزشت نجیب الدولہ ۱۹۲
 سرو آزاد ۱۳۷ ، ۱۵۱ ، ۲۱۳
 ۲۷۵ ، ۲۸۵ ، ۶۹۲
 سعید البیان ۱۶۷
 سفرنامہ حجاز ۷۰۵
 سفرنامہ روم و مصر و شام ۲۲۰
 ۷۰۵ ، ۶۳۸
 سفرنامہ نخلص ۱۹۸
 سفینۃ الاولیاء ۲۱۵
 سفینہ خوش گو ۱۵۱ ، ۲۱۳
 ۳۱۵ ، ۲۸۵ ، ۶۵۶ ، ۶۵۷
 ۶۹۵
 سفینہ ہندی ۲۰۵ ، ۷۰۳
 سکینۃ الاولیاء ۶۹۵
 صل الحسام الہندی ۱۶۹ ، ۶۹۰
 سلاطین دہلی کے منہجی رجحالات
 ۲۰۳
 سلسلۃ الاولیاء ۲۵۶ ، ۲۸۸
 سلسلہ طریقہ طقش بندہ (رسالہ) ۶۳۸
 ملک الدرر ۶۹۲
 ملوک راقیہ نقشبندیہ ۱۷۳
 ملوک طریقہ (رسالہ) ۱۳۵ ، ۱۵۱
 ۲۱۳ ، ۱۵۳

صحیح مسلم ۲۰۲ ، ۵۳۷ ، ۶۰۰
 صدیق اکبر ۵۵۴ ، ۵۵۵ ، ۷۰۵
 صفاء المرآت ۴۶۷
 صلح الفریقین فی منع تکفیر موحدین
 ۱۲۶ ، ۲۰۹ ، ۵۳۳
 صوفی نامہ ۲۷۸ ، ۲۷۹

ض

ضمیمہ مقامات مظہری ۲۱۶ ،
 ۲۱۷ ، ۲۱۸ ، ۲۲۱ ، ۵۶۵ -
 ۶۵۰

ط

طبقات اکبری ۶۵۴ ، ۶۵۷ ،
 ۷۰۱
 طبقات الشعراء ۴۳۲ ، ۴۳۳ ،
 ۶۹۶
 طبقات الشعراء ہند ۷۰۷
 طبقات الصوفیہ (سلمی) ۴۴۱ ،
 ۵۳۵ ، ۵۳۹ ، ۶۹۰
 طبقات الصوفیہ (بروی) ۵۳۵ ،
 ۶۹۴

ع

عبرت (رسالہ) ۱۹۳ ، ۷۰۴
 عطیۃ الوباب ۳۶۱ ، ۳۸۳ ، ۵۲۹ ،
 ۶۹۱

شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات
 ۵۲ ، ۵۵ ، ۱۳۶ ، ۱۸۵ ،
 ۱۸۶ ، ۱۸۷ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳ ،
 ۱۹۴ ، ۱۹۷ ، ۲۰۱ ، ۲۰۲ ،
 ۷۰۲ ، ۷۰۶

شجرات منظوم ۶۴۸
 شجرہ آصفیہ ۲۵۵
 شرائف غوثیہ ۴۶۷
 شرح ترمذی (راج احمد مجددی)

۵۳۵ ، ۵۳۶ ، ۶۳۵
 شرح جام جہاں نما ۵۵۹
 شرح رسالہ قشیریہ ۵۲۹ ، ۶۹۸
 شرح سفر السعادت ۵۴۴ ، ۶۹۷
 شرح مسلم (از باب اللہ) ۴۶۰

شرح الصدور ۴۲۳ ، ۴۶۵ ، ۶۹۰
 شرح فتوح الغیب ۵۳۱
 شرح فصوص الحکم ۴۳۵ ، ۵۵۹ ،
 ۶۹۰

شرح مراتب ستہ ۵۵۸
 شرح منازل السائرین ۶۶۰ ، ۶۶۱
 شریف التواریخ ۲۰۳ ، ۲۷۲ ، ۴۳۵ ،
 ۶۸۷

شفاء السائل ۵۶۸
 شفاء العلیل ۵۶۱ ، ۷۱۰

ص

صحنے با اہل دل ۶۴۵
 صراح ۳۱۴
 صحیح بخاری ۱۶۲ ، ۲۳۳ ، ۲۵۵ ،
 ۳۰۲ ، ۵۳۷ ، ۵۵۴ ، ۵۸۳

فصوص الحکم ۲۳۳ ، ۳۳۵ ، ۵۳۵
فضائل صحابہ ۵۵۱
الفضل الموعود ۵۳۸ ، ۷۰۳
النوائد الضابطہ ۱۶۷
قوائد عثمانیہ ۶۹۷
الفوز الکبیر ۲۰۵
فہرست کتب خانہ مدرسہ مجدیہ ۵۳۷

فہرست مخطوطات آصفیہ ۲۲۱
فہرست مخطوطات بانکی پور ۳۵۸
فہرست مخطوطات اردو (رضا لائبریری) ۶۳۳
فہرست مخطوطات عربی (رضا لائبریری) ۶۳۶
فہرست نسخہ ہای خطی دالشگاہ تہران ۲۲۰ ، ۶۹۵
فہرس الخزائنہ التیموریہ ۲۳۵
فہرس الفہارس ۶۹۱
فیصلہ شاہ صاحب دہلوی ۷۰۷

ق

قاضی مبارک (شرح مسلم) ۶۰۰
قدسیہ (رسالہ) ۲۳۳ ، ۲۳۹
۲۳۰ ، ۳۳۷ ، ۵۲۷ ، ۵۲۸
۶۵۹ ، ۶۶۱ ، ۶۶۳ ، ۷۰۰
قرآن کریم ۳۵ ، ۱۱۷ ، ۱۳۱
۲۵۳ ، ۲۹۰ ، ۲۹۱ ، ۲۹۲
۳۲۱ ، ۳۳۶ ، ۳۳۷ ، ۳۵۷

عقد ثریا ۲۷۰ ، ۷۰۱

عقول عشرہ ۶۵۳

عقیدۃ الطالبین ۷۰۰

علم الکتاب ۱۱۶

علم و عمل ۲۵۶ ، ۶۳۵ ، ۶۳۶

۶۳۷ ، ۶۴۰ ، ۶۴۱ ، ۷۰۷

عماد السعادت ۵۳ ، ۱۹۳

عمدۃ المقامات ۵۳۵ ، ۶۹۸

عمدۃ منتخبہ ۲۱۵ ، ۶۹۶

عوارف المعارف ۵۳۹ ، ۵۷۳

۶۹۰

عہد ہنگوی ۱۹۳ ، ۶۳۹ ، ۷۱۰

ف

فتح الباری شرح صحیح البخاری

۲۳۳ ، ۲۸۵ ، ۲۹۱ ، ۵۵۶

فتح القدیر ۳۸۳ ، ۵۳۷

فتوحات غیبیہ ۲۰۷

فخر الطالبین ۷۰۲

فرحت الناظرین ۷۰۸

الفرقان (رسالہ) ۱۸۶ ، ۱۹۲

۲۰۴ ، ۲۰۵

فرہنگ فارسی شینگاس ۶۵۹

فرہنگ لغات و اصطلاحات عرفانی

۵۳۵ ، ۶۵۹ ، ۶۶۱ ، ۶۸۳

۶۹۶

فرہنگ معارف اسلامی ۵۵۶

فصل الخطاب ۲۳۳ ، ۳۳۶

۷۰۰ ، ۵۵۲

کشاف الاصطلاحات الفنون ۶۹۰
 کشاف ترجمہ الصافی ۵۳۹
 کشف الاستار ۶۹۱
 کشف الظنون ۵۳۹ ، ۶۹۰
 کشف الفطا ۳۹۲ ، ۳۸۳ ، ۵۲۹
 کشف المحجوب ۵۲۹ ، ۵۳۹
 کلمات الحق ۱۲۷ ، ۱۳۷ ، ۱۵۱
 ۱۵۲ ، ۳۱۸ ، ۳۵۷ - ۳۵۸
 ۵۳۳ ، ۵۶۰ ، ۶۸۸ ، ۶۹۶
 کلمات الشعراء ۲۸۵
 کلمات طبیات ۱۳۳ ، ۱۳۶ ، ۱۳۷
 ۱۳۸ ، ۱۵۰ ، ۱۵۲ ، ۱۸۵
 ۱۸۸ ، ۱۹۱ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳
 ۱۹۷ ، ۱۹۸ ، ۲۰۲ ، ۲۰۳
 ۲۰۶ ، ۲۰۷ ، ۲۰۸ ، ۲۰۹
 ۲۱۲ ، ۲۱۳ ، ۲۱۴ ، ۲۱۵
 ۲۷۰ ، ۲۷۲ ، ۲۷۳ ، ۳۰۸
 ۳۲۱ ، ۳۸۳ ، ۳۳۳ ، ۳۳۵
 ۳۳۶ ، ۳۶۶ ، ۵۲۸ ، ۵۲۹
 ۵۳۱ ، ۵۳۳ ، ۵۳۵ ، ۵۴۱
 ۵۴۲ ، ۵۵۲ ، ۵۵۷ ، ۵۵۸
 ۵۵۹ ، ۷۰۱
 کلمات منظومہ ۱۷۷ - ۱۷۸
 ۶۱۰ ، ۶۳۱
 کنز الہدایات ۵۲۹ ، ۵۳۳ ، ۵۵۷
 ۵۶۱ ، ۵۶۲ ، ۶۲۵ ، ۷۰۰
 کیمیای سعادت ۵۳۹
 ک

کشن بے خار ۱۳۲ ، ۲۷۶ ، ۲۹۶

۳۶۰ ، ۳۷۹ ، ۳۸۵ ، ۳۹۰
 ۳۹۳ ، ۴۰۰ ، ۴۰۳ ، ۴۱۶
 ۴۱۹ ، ۴۲۳ ، ۴۳۲ ، ۴۳۶
 ۴۴۶ ، ۴۴۷ ، ۴۵۵ ، ۴۵۶
 ۴۵۹ ، ۴۶۲ ، ۴۷۵ ، ۴۹۶
 ۵۲۷ ، ۵۳۳ ، ۵۳۶ ، ۵۴۲
 ۵۴۳ ، ۵۵۱ ، ۵۵۶ ، ۵۵۷
 ۵۵۸ ، ۵۷۶ ، ۵۷۱ ، ۵۷۳
 ۵۷۸ ، ۵۸۶ ، ۵۹۹ ، ۶۱۰
 ۶۲۰ ، ۶۲۹ ، ۶۳۱ ، ۶۳۲
 ۶۳۳
 قرۃ العینین ۱۲۲
 قرۃ العینین فی اثبات رفع یدین
 ۳۰۸
 قرع الاسماع باختلاف ...
 ۵۳۸ ، ۶۹۷
 قطب الارشاد ۲۰۷ ، ۲۳۳
 ۵۳۵ ، ۶۹۱
 قول الجلی ۱۸۷ ، ۲۰۳ ، ۵۳۵
 القول الجمیل ۲۳۳ ، ۲۵۵
 القول السنی ۵۶۸
 القول القوی ۵۳۵ - ۵۳۷ ، ۶۹۷

ک

کاروان ایمان و عزیمت ۶۳۰
 کاشف الاسرار ۳۳۶
 کتاب العرائس ۵۳۳ ، ۶۹۰
 کتاب المعجزة ۵۰۳ ، ۵۳۸
 کتاب الہند ۵۳۰ ، ۵۳۱ ، ۵۳۳
 ۷۰۳

م

آثار الابرار ۱۸۵ ، ۶۵۰
 آثار الاجداد ۲۱۶ ، ۷۰۹
 آثار الامراء ۱۹۸ ، ۲۵۵ ، ۲۵۶
 ۳۲۱ ، ۳۶۲ ، ۳۷۳ ، ۶۵۴
 ۶۵۶ ، ۶۵۷ ، ۷۰۶
 آثار الكرام ۵۵۷ ، ۶۹۲
 ماخذ الاقوي ۳۹ ، ۳۴۳
 مال الكمال ۲۵۳ ، ۲۷۳ ، ۳۸۵
 ۳۳۷ - ۳۴۹ ، ۶۸۸
 مادھو جی سندھیا ۷۰۸
 مالا بدمنہ ۳۳۶
 مبداء و معاد ۳۳۶ ، ۵۳۰ ، ۶۹۹
 مثنوی مولوی زوم ۲۶۰ ، ۵۸۳
 مجالس العشاق ۵۳۹
 مجلہ تحقیق ۷۰۱
 مجمع البحرين ۱۲۶
 مجمع الصناع ۹۹
 مجموعہ تحقیقات علمیہ ۲۱۵
 مجموعہ قریشی = نگالیب میرزا مظہر
 مجنوعہ مصنفات شیخ اشراق ۵۶۰
 مجموعہ نغمہ ۲۰۵ ، ۶۹۸
 محبوب الزمن ۱۹۷ ، ۷۰۹
 مخزن برکت ۳۵۶ ، ۷۰۴
 مخزن حقیقت ۷۰۶
 مدارج النبوة ۳۳۶
 مرات و واردات ۱۸۹
 مراتب عتہ ۵۵۷ ، ۵۵۹ ، ۶۸۷
 مرآة الغفوریہ ۲۷۳ ، ۶۸۷

گلشن بخت ۶۹۹
 گلشن گفتار ۶۹۵

گلشن وحدت ۲۵۳ ، ۷۰۲
 گلشن ہمیشہ بہار ۷۰۷
 گلشن ہند ۱۳۹ ، ۷۰۸
 گنج راز (مثنوی) ۲۷۳

ل

لسان العرب ۲۰۲ ، ۶۶۰ ، ۶۶۲
 لطائف اشرفی ۵۲۸ ، ۶۹۳
 لطائف (رمالہ) ۶۸۹
 لطائف خمسہ = مقامات مظہری
 لطائف المدینہ ۲۵۳
 لمحات من نفعات القدس ۵۳۶ ، ۷۰۰
 لواح جامی ۳۳۵
 لواح خانقاہ مظہریہ ۶۰ ، ۶۵
 ۱۳۶ ، ۱۳۷ ، ۱۸۵ ، ۱۸۹
 ۱۹۲ ، ۱۹۳ ، ۱۹۴ ، ۱۹۵ ، ۱۹۸
 ۲۰۵ ، ۲۱۳ ، ۲۵۸ ، ۳۸۷
 ۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۴۰
 ۳۴۱ ، ۳۴۲ ، ۳۴۳ ، ۳۴۴
 ۳۴۵ ، ۳۴۶ ، ۳۴۷ ، ۳۵۳
 ۳۵۴ ، ۳۵۵ ، ۳۶۵ ، ۳۶۶
 ۳۶۸ ، ۳۶۹ ، ۳۷۰ ، ۳۷۲
 ۳۷۳ ، ۵۵۷ ، ۶۹۷ ، ۷۰۱
 لواہ الہدیٰ فی اللیل و الدجی

۳۵۶

مسئلہ حربی و دارالحرب (رسالہ)

۲۰۵

مشکوٰۃ ۲۵۵ ، ۳۶۹ ، ۵۳۳

۶۳۳ ، ۵۵۵

مصباح الہدایہ ۵۲۹ ، ۵۳۹

۶۹۷

مصطلحات علوم و فنون عربیہ

۵۳۰ ، ۵۳۳ ، ۶۵۹ ، ۶۶۱ -

۶۸۳

المظاہر شرح مظہر النور ۱۲۷

۳۵۹

مظہر العجائب = مکاتیب شریفہ

مظہر النور ۱۲۷ ، ۲۰۹ ، ۳۵۹

۵۳۳

معارج الولايت ۲۹۷ ، ۳۵۹

معارف (رسالہ) ۱۹۳ ، ۱۹۷

۲۱۱ ، ۲۱۷ ، ۲۲۲ ، ۲۷۲

۲۷۳

معارف لدنیہ ۳۳۶ ، ۵۳۰ ، ۶۹۹

معاصر (رسالہ) ۵۶۰ ، ۷۰۳

المعجم البلدان ۶۳۲ ، ۶۳۵

۶۹۲

المعجم المطبوعات العربیہ ۵۳۹

۶۹۰

المعجم المفہرس ۲۳۳ ، ۲۸۵

۲۹۱ ، ۳۰۳ ، ۳۳۷ ، ۳۶۳

۳۳۵ ، ۵۳۷ ، ۶۹۲

معجم المؤلفین ۲۵۳ ، ۳۶۲

۵۳۷ ، ۵۳۹ ، ۶۹۱

معمولات مظہریہ ۱۳۹ ، ۱۴۳

مراسلات احمد شاہ درانی ۷۷

۱۸۸

مردم دیدہ = تذکرہ مردم دیدہ

مرزا محمد رفیع سودا ۲۱۰ ، ۲۱۱

۷۰۳

مرزا مظہر ان کا عہد اور شاعری

۱۳۱

مرزا مظہر جان جاناں ، حیات اور

کارنامے ۲۱۲ ، ۲۷۵

مرزا مظہر کے خطوط ۱۲۰

۱۳۷ - ۱۳۸ ، ۱۹۳ ، ۱۹۷

۲۰۰ ، ۲۱۲ ، ۲۱۳ ، ۲۷۶

۳۷۳ ، ۳۸۳ ، ۳۳۳ ، ۳۳۳

۳۳۵ ، ۳۳۷ ، ۳۵۲ ، ۳۵۳

۳۵۵ ، ۳۶۷ ، ۳۶۸ ، ۷۰۳

مرشد و سرید ۳۳۶

العراقات ۵۳۶

مرقع دہلی ۱۰۲ ، ۱۰۳ ، ۱۰۸

۱۱۱ ، ۱۳۵ ، ۱۸۷ ، ۲۰۳

۲۰۵ ، ۲۵۶ ، ۶۹۵

مزارات اولیائے دہلی ۲۱۷ ، ۲۵۳

۲۵۶ ، ۲۵۷ ، ۶۲۶ ، ۷۰۷

مسالک السالکین ۶۳۶

مسرت افزا (تذکرہ) = تذکرہ

مسرت افزا

مسلم = صحیح مسلم

مسند امام احمد بن حنبل ۲۳۳

۲۹۱ ، ۳۰۲ ، ۳۲۳ ، ۳۳۷

۳۶۳ ، ۳۸۵ ، ۳۳۵ ، ۵۵۳

۵۵۶ ، ۵۵۵

۲۰۶ ، ۲۰۸ ، ۲۰۹ ، ۲۱۰
 ۲۱۱ ، ۲۱۳ ، ۲۱۵ ، ۲۱۶
 ۲۲۱ ، ۲۲۲ ، ۲۲۳ ، ۲۲۴
 ۲۲۹ ، ۲۳۰ ، ۲۵۲ ، ۲۵۳
 ۲۵۶ ، ۲۷۱ ، ۲۷۸ ، ۲۷۹
 ۲۸۶ ، ۲۹۱ ، ۲۹۲ ، ۲۹۳
 ۳۶۴ ، ۳۸۵ ، ۳۲۹ ، ۳۵۱
 ۳۵۵ ، ۳۵۹ ، ۳۶۲ ، ۳۶۶
 ۵۲۸ ، ۵۲۹ ، ۵۲۱ ، ۵۲۳
 ۵۳۱ ، ۵۳۸ ، ۵۵۲ ، ۵۵۹
 ۵۶۸ ، ۶۲۵ ، ۶۳۰ ، ۶۳۲
 ۶۳۳ ، ۶۳۶ ، ۶۳۶ ، ۶۳۷
 ۶۳۸ ، ۶۵۳ ، ۶۵۵ ، ۶۵۶
 ۶۵۷

مقامات مظہریہ = مقامات مظہری

۲۲۳

مقامات معصومیہ = ۲۵۵ ، ۲۸۶

۳۶۴ ، ۶۸۸

مکالمہ شریفہ = ۱۷۵ ، ۲۱۷

۲۱۹ ، ۲۲۱ ، ۲۶۰ ، ۵۷۶

۶۱۴ ، ۶۲۸ ، ۶۳۴ ، ۶۴۷

۶۹۷

مکالمہ میرزا مظہر = ۲۲ ، ۵۸

۵۰ ، ۹۷ ، ۱۳۰ ، ۲۴

۱۲۵ ، ۱۴۸ ، ۱۴۹ ، ۱۳۳

۱۳۵ ، ۱۳۶ ، ۱۳۷ ، ۱۵۷

۱۵۹ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳ ، ۱۹۵

۲۴۱ ، ۲۴۳ ، ۲۵۷ ، ۲۵۸

۳۸۷ ، ۳۲۳ ، ۳۷۵ ، ۳۷۶

۱۵۲ ، ۱۵۳ ، ۱۸۰ ، ۱۸۱
 ۱۸۲ ، ۱۸۳ ، ۱۸۳ ، ۲۰۳
 ۲۰۶ ، ۲۱۰ ، ۲۱۱ ، ۲۱۴
 ۲۲۲ ، ۲۲۳ ، ۲۳۹ ، ۲۵۳
 ۲۵۸ ، ۲۷۰ ، ۲۷۱ ، ۲۷۳
 ۲۷۵ ، ۳۸۳ ، ۳۸۷ ، ۳۳۰
 ۳۳۵ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۵۳
 ۳۵۶ ، ۳۶۴ ، ۵۵۷ ، ۶۵۷
 ۷۰۲

الحفاظہ بین الانساف والکعبہ

۵۳۱ ، ۶۸۸

مفید الحقی = ۵۳۹ ، ۷۰۶

مقالات شبلی = ۷۰۵

مقالات الشعراء = ۵۳۷ ، ۶۹۸

مقالات طریقت = ۲۱۷

مقامات خیر = ۲۱۵ ، ۲۱۶ ، ۲۱۸

۲۱۹ ، ۲۲۲ ، ۳۳۸ ، ۵۶۸

۶۳۵ ، ۶۳۹ ، ۶۳۰ ، ۶۳۱

۶۳۲ ، ۷۰۵

مقامات طیبین = ۲۲۰ ، ۶۸۷

مقامات شاہ غلام علی = جواہر علویہ

مقامات عثمانیہ = ۲۱۹

مقامات مظہری = ۱۵ ، ۱۶ ، ۶۹

۱۰۳ ، ۱۲۲ ، ۵۵۵ ، ۱۴۳

۱۴۶ ، ۱۳۷ ، ۱۴۱ ، ۱۴۳

۱۳۳ ، ۱۳۸ ، ۱۳۴ ، ۱۵۳

۱۶۰ ، ۱۶۱ ، ۱۶۶ ، ۱۷۸

۱۸۳ ، ۱۸۹ ، ۱۹۱ ، ۱۹۲

۱۹۶ ، ۲۰۰ ، ۲۰۱ ، ۲۰۳

' ۵۳۶ ' ۵۳۵ ' ۵۳۴ ' ۵۳۱
 ' ۵۵۹ ' ۵۵۷ ' ۵۵۲ ' ۵۵۰
 ' ۵۷۴ ' ۵۶۲ ' ۵۶۱ ' ۵۶۰
 ۶۹۹ ' ۶۶۱ ' ۶۶۰
 مکتوبات مجدد الف ثانی (عربی
 ترجمہ) ۳۶۱ ' ۵۲۹ ' ۶۲۶
 ۶۹۱
 مکتوبات معصومیہ ۳۹۳ ' ۵۲۹
 ۷۰۰ ' ۵۶۲ ' ۵۶۱ ' ۵۵۷
 ملحق خلاصۃ السیر ۳۶۱ ' ۶۹۱
 ملفوظات نقشبندیہ ۷۰۰
 ملفوظات چہل روزہ = ملفوظات
 شریفہ
 ملفوظات شاہ غلام علی = در المعارف
 ملفوظات شریفہ ۱۷۰ ' ۱۷۶
 ' ۲۱۹ ' ۲۱۸ ' ۲۰۸ ' ۲۰۰
 ' ۵۶۳ ' ۳۶۰ ' ۲۵۸ ' ۲۲۰
 ' ۶۳۷ ' ۶۳۰ ' ۶۲۹ ' ۶۲۶
 ۶۹۸ ' ۶۳۸
 ملفوظات عزیزیدہ ۱۱۷ ' ۱۹۳
 ۷۰۷ ' ۲۰۶
 ملفوظات حضرت مظهر ۱۲۲
 ۲۱۵ ' ۱۵۳ ' ۱۵۳ ' ۱۳۹
 ملفوظات نقشبندیہ (مجموعہ) ۵۵۸
 منازل السائرین ۵۲۸ ' ۶۹۳
 مناظرہ طریقت ۶۳۲
 مناہج السیر ۵۵۷
 مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ
 ' ۳۶۱ ' ۲۵۳ ' ۲۲۲ ' ۲۱۹

' ۳۳۲ ' ۳۳۱ ' ۳۳۸ ' ۳۳۷
 ' ۳۶۳ ' ۳۵۷ ' ۳۵۲ ' ۳۳۳
 ۷۰۱ ' ۵۳۰ ' ۳۶۸
 مکاشفات غیبیہ ۵۲۶ ' ۶۹۹
 مکتوب مدنی ۲۰۹ ' ۳۵۸ ' ۵۶۰
 مکتوبات (مجموعہ مکتوبات خواجگان
 سرہند) ۱۳۳
 مکتوبات اشرفیہ ۶۹۳
 مکتوبات امام ربانی کی دینی و
 معاشرتی اہمیت ۶۵۷ ' ۷۰۵
 مکتوبات حاجی دوست محمد قندھاری
 ۶۹۵ ' ۲۱۹
 مکتوبات خواجہ باقی باللہ ۶۲۷
 مکتوبات سیفیہ ۲۵۳ ' ۶۹۶
 مکتوبات شاہ احمد سعید مجددی
 (تحفہ زوارید) ۱۶۷ ' ۶۹۳
 مکتوبات شاہ عبدالغنی ۵۶۸
 مکتوبات شاہ فقیر اللہ حلوی
 شکار پوری ۱۱۶ ' ۱۸۸
 ' ۵۳۳ ' ۵۳۳ ' ۵۲۸ ' ۲۰۷
 ۵۶۱ ' ۵۶۰
 مکتوبات علامہ اقبال ۱۹۰
 ۷۰۸
 مکتوبات مجدد الف ثانی امام ربانی
 ' ۲۱۲ ' ۲۱۰ ' ۱۹۰ ' ۱۲۹
 ' ۳۳۵ ' ۲۹۸ ' ۲۵۸ ' ۲۳۳
 ' ۳۸۳ ' ۳۲۱ ' ۳۵۹ ' ۳۳۲
 ' ۵۲۹ ' ۵۲۸ ' ۵۲۷ ' ۳۸۵
 ' ۵۳۸ ' ۵۳۷ ' ۵۳۵ ' ۵۳۱

ن

نادر نامہ = تاریخ نادر شاہی

نتائج الافکار ۲۸۳ ، ۶۹۹

نزهة الخواطر ۱۴۴ ، ۲۱۳ ،

۲۱۷ ، ۲۵۵ ، ۲۵۶ ، ۲۸۶ ،

۳۰۸ ، ۳۳۶ ، ۳۳۹ ، ۳۴۵ ،

۳۳۷ ، ۳۵۳ ، ۳۵۶ ، ۳۵۷ ،

۳۵۹ ، ۳۶۰ ، ۳۶۵ ، ۳۷۷ ،

۶۲۷ ، ۶۳۵ ، ۶۳۶ ، ۶۳۹ ،

۶۴۰ ، ۶۴۱ ، ۶۴۵ ، ۶۴۶ ،

۶۵۰ ، ۶۹۰

نسائی = سنن نسائی

نسب الخرق ۵۲۸

نصائح (رسالہ) ۱۵۳

نصاب الاحتساب ۵۶۸

نغمہ عشاق ۵۳۹

نقائس السامحات = تکلمہ رشحات

نقاس الفنون فی عرائس العیون

۳۶۰ ، ۶۶۵ ، ۶۶۶

نقحات = نقحات الانس

نقحات الانس ۴۰۵ ، ۴۴۷ ،

۵۷۳ ، ۶۲۸ ، ۶۹۳

نقحۃ الیمن ۳۴۶

نقد النصوص ۵۵۸

نقشبندیہ (رسالہ) ۱۷۲

نکات الشعراء ۱۴۰ ، ۲۱۱ ، ۲۱۲ ،

۷۰۱

نوادیر المعارف ۲۵۷ ، ۶۸۹

نور اسلام (رسالہ) ۲۲۱

۵۶۸ ، ۶۳۵ ، ۶۳۶ ، ۶۳۷ ،

۶۳۹ ، ۶۴۰ ، ۶۴۱ ، ۶۴۲ ،

۶۴۳ ، ۶۴۴ ، ۷۰۰

المنائب الاحمدیہ و المقامات

السعیدیہ (عربی) ۲۱۹ ، ۶۹۲

منائب رزاقیہ ۷۰۱

منائب فخریہ ۷۰۵ ، ۲۰۶ ، ۲۰۸ ،

۲۱۰ ، ۷۰۲

منتخب التواریخ ۶۵۷ ، ۶۹۳

منتخب اللباب ۲۵۶ ، ۶۹۵

منتخب اللطائف ۶۹۴

منہی الارب ۶۶۰

المورد الہنی فی اسالید الشیخ

عبدالغنی ۵۶۸

موضوعات ۲۷۹

موطا امام مالک ۳۳۶ ، ۳۶۳

مہا بہارت ۲۱۰

میر درد (تصوف و شاعری) ۲۰۷ ،

۷۱۰

میرزا مظہر اور ان کا اردو کلام

۲۱۱ ، ۲۱۲ ، ۲۱۳ ، ۲۱۴ ،

۲۱۵ ، ۲۷۱ ، ۲۷۵ ، ۲۷۷ ،

۲۷۸ ، ۳۸۶ ، ۶۵۶ ، ۶۵۷ ،

۷۰۷

میر کا سیاسی و سماجی ماحول

(مقالہ) ۱۸۷ ، ۱۹۲ ، ۳۰۳ ،

۷۰۹

المیزان ۵۳۹

- ۲۸۵ ، ۲۰۲ ، ۶۳۸ ، ۶۳۹ ،
۶۹۲
ہدایت الطالبین (عربی و ترکی تراجم)
۶۰۳
ہدایہ ۳۸۳
ہدیہ احمدیہ ۲۸۶ ، ۵۳۵ ، ۳۵۰ ،
۳۵۱ ، ۶۳۵ ، ۶۹۳
ہدیہ مجددیہ ۵۳۰ ، ۷۰۲
ہدیہ العارفین ۲۱۳ ، ۵۳۹ ،
۶۸۹
ہشت شرائط خواجگان لشبندیہ
۲۳۳ ، ۷۰۳
ہمیشہ بہار (تذکرہ شعراء) ۶۹۳
ہندو تہذیب اور مسلمان (مقالہ)
۱۸۷ ، ۲۰۳ ، ۲۱۰ ، ۲۵۵ ،
۷۰۹
ہندوستان کے سلاطین ، علماء اور
مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر
۷۰۶
ہندوستانی یونیورسٹیوں میں تطبیق
کی رفتار ۲۱۲
ی
الیانہ الجنی ۵۳۵ ، ۵۳۷ ، ۵۶۸ ،
۶۳۹ ، ۶۹۱

- نور الظہور ۲۰۹ ، ۶۹۹
نور الظہور ۲۰۹
نہایت الکمال ۳۶۷
و
واقعات دارالحکومت دہلی ۶۳۱
وحدت السجود (رسالہ) ۱۲۷ ،
۱۵۳ ، ۵۳۰ ، ۵۳۲ ، ۵۵۸ ،
۷۰۳ ، ۵۵۹
وزڈم آف پرشیا ۵۲۸ ، ۶۹۵
وسیلہ جلیلہ ۳۳۱
وسیلۃ القبول الی اللہ و الرسول
۶۹۳ ، ۲۵۳
وصال احمدی ۵۷۲
وصایا خواجہ عبدالغالی غجدوانی
۲۳۳ ، ۶۹۷
وصایا الوزير علی طریقتہ النذیر و
البشیر ۶۳۹
وقائع عالم شاہی ۱۹۳ ، ۱۹۵ ،
۱۹۶ ، ۱۹۷ ، ۲۰۰ ، ۶۹۸
وہب زبیر ۶۳۷
و
ہدایت الطالبین ۱۶۶ ، ۲۳۳ ،

مطابع و ناشرین

مطبع نقشبندی ۲۲۰
مطبع نولکشور ۵۲۹ ، ۵۳۹

ناشرین

ادارہ ثقافت اسلامیہ ۵۶۰
ادبی پبلشرز (پمبی) ۱۳۱
ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۶۵۶
اللہ والے کی قومی دکان (لاہور)
۹۸۳
اوگسٹورڈ یونیورسٹی (طابع و ناشر)
۱۹۰
برہل (ای - جے)
پنجابی یونیورسٹی پٹنالا ۱۹۰
دارالمصنفین ۱۳۱ ، ۲۱۳ ، ۵۳۹
دارالمعرفت ۲۳۳
دارالمورخین (لاہور) ۱۷
دائرة المعارف عثمانیہ ۶۸۹
سعید اینڈ کمپنی ۲۸۷
سندھ یونیورسٹی ۱۳۷
سہیل اکیڈمی ۲۲۰
علوی بک ڈپو ۲۱۳

مطابع

مطبع ابوالعلائیہ ۵۶۰
مطبع احمدی ۱۸۳ ، ۱۸۳ ، ۲۰۶
۲۵۵ ، ۵۴۱ ، ۵۶۸ ، ۶۲۳
۶۲۵
مطبع امجدی ۴۰۸
مطبع اسماعیل ۴۴۰
مطبع برکتی ۴۴۰
مطبع عزیززی ۱۷۵
مطبع فتح الاخبار (گول) ۱۳۳
۴۶۳ ، ۱۳۷
مطبع کریمی ۲۸۵
مطبع مجتہائی ۱۳۳ ، ۱۸۳ ، ۱۹۷
۵۴۱ ، ۲۰۹ ، ۲۰۸
محبوب المطابع ۱۷۶
مطبع العلوم (مرید آباد) ۱۳۳
مطبع ہمدی (لاہور) ۱۸۳ ، ۵۳۵
مطبع مصطفائی ۱۳۰ ، ۱۷۸ ، ۳۸۵
مطبع مفید عام ۱۳۰
مطبع نادری ۱۷۶
مطبع نظامی ۱۸۳ ، ۶۳۳

مکتبه مطبوعہ ۵۴۸	مرکز تحقیقات فارسی ایران و
مکتبه قادریہ ۵۴۶	پاکستان ۲۲۱
مکتبه العتیٰ ۶۸۹	مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۲۱۵
نقوۃ المصنفین ۴۳۴	مکتبه ایشیق ۱۷۹
لصیرۃ العلوم ۲۱۰	مکتبه برہان ۱۴۸

صحت نامہ

صحیح	غلط	صفحہ/سطر
اولوالعزم	اولوالعزم	۹/۲۱
شاہ زمان	شاہ امان	۲۶/۲۳
سیادت علویہ	سعادت علویہ	۷/۲۷۰
ہدیۃ العارفين	ہدایۃ العارفين	۱۱/۵۳۹
رضا شعبانی	رضا شیبانی	۱/۶۹۶
تذکرہ شورش	تذکرہ شوق	۲۰/۶۹۶

استدراک

صفحہ ۱۸۳/سطر ۵ - ہم نے لکھا ہے کہ ”(معمولات مظہریہ) کا اردو ترجمہ اب تک نہیں چھپا“ - جو غلط ہے بلکہ اس کتاب کا ترجمہ مخزن حقیقت کے نام سے رحیم الدین احمد طرب نے کیا جو دہلی سے ۱۸۹۷/۱۳۱۵ء میں طبع ہوا تھا - (ر - ک ماخذ مجلس و حواشی نمبر ۲۶۰)

مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

بفضل خالق و جهان از ترصیف شریف تالیف عینف خلاصہ خاندان مصطفوی



بہتمام محمد پیران محمد عبدالرحمن دست گرفتہ و تعلیم یافتہ خدمت اسخ مظہر محمد مصطفیٰ خان مخور

مطبع و خریطہ جواہر ، طبع اول ، مطبع مصطفائی ، کانپور ،

۱۰۰ ۵۱۲۷۱ ص ۱۰۰

سیدنا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب
 صحیح ہے اور اس میں کوئی شک
 نہیں ہے۔

عکس مکتوب حضرت مرزا مظہر جان جانا

۳۔ خود نوشت مکتوب حضرت مظہر بنام اخوند ملا نسیم (از لواغ) ،

ص ۱۳۶

صورت الفضل معا
بفتویٰ شریعت غرافیل

تاریخ سبز۔ ہم دین کے جیل و جوارحوں سا رک سے علی وکیل شاہ غلام علی بہ ربار حاضر شدہ قطعہ زمین کو کھدائے
کنوب پر در سلامت پر دو جو علی ملک کو بی بی صاحبہ جو ساری ان حضرت مرزا جانجان سے علی سے علی سے علی سے
ازہرین ربا کر وہ ایم و بی بی منورہ پر دو جو علی ملک کو مرہو خود برای مقبرہ وقف کردہ اند و وقف نامہ کراٹان و غیر
قاضی موجود است مقبرہ را کفتمہ و نوشتہ بی بی صاحبہ مرہوم پر دو جو علی ایش از شکستہ مبلغ خود ہا سائتہ ام
و غلام علی شاہ دالان و جبرہ مبلغ خود ہا تیار کردہ چہ تیرہ چار و یواری نیز ساختہ اند و در انجا قبور بسیار واقع شدہ
بارسیان آفاق و برادر ایش ان تغلیب نما تصرفات نہ و عمدہ سابق داد و بیداد مانو برسان حکم شنیدہ و تعامل نہ
درین حلا کہ ملک ان عمل و انصاف صاحب عالی بہ تائب آباد شدہ و اہل حق بحق پیرسند امید است کہ این قضیہ
موافق شرح فیصل فرمائند و ہر کارہ بنام محمد آفاق مشین فرمائند کہ این قضیہ تقاضی رجوع کردہ انصاف حاصل کند علی
درخواست زبانی ہر کارہ حکم خود بنام قاضی القضاة تقاضی حضرت اسفان صادر شد کہ موافق شریعت غرافیل
تعمق کر دیکر جائگہ حق باشد ثابت نمودہ بحضور اطلاع ہند ما بردہ تقاضی القضاة حکم ارسائیدہ بخانہ علی
طلب نمود کہ پیش قاضی القضاة حاضر شدہ ہر ابطل مقدمہ کند میان اصنام احمد برادر زادہ محمد آفاق مذکورہ کراٹان
عطا احمد تیز و ہر کارہ ظاہر نمود کہ از ہر دو جو علی وقف مذکورہ کہ در انجا مقبرہ ہستہ ہر کارہ کاری نیست ہر طور کہ جائگہ

وقف نامہ اول متعلقہ خالقاہ حضرت مظہر ، مملوکہ ہر و فیسر منظور العہد

صدیقی ، ص ۱۵۸ ، ۱۵۹ ، ۱۶۰ ، ۱۶۱ ، ۱۶۲ ، ۱۶۳ ، ۱۶۴ ، ۱۶۵ ، ۱۶۶ ، ۱۶۷ ، ۱۶۸ ، ۱۶۹ ، ۱۷۰ ، ۱۷۱ ، ۱۷۲ ، ۱۷۳ ، ۱۷۴ ، ۱۷۵ ، ۱۷۶ ، ۱۷۷ ، ۱۷۸ ، ۱۷۹ ، ۱۸۰ ، ۱۸۱ ، ۱۸۲ ، ۱۸۳ ، ۱۸۴ ، ۱۸۵ ، ۱۸۶ ، ۱۸۷ ، ۱۸۸ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳ ، ۱۹۴ ، ۱۹۵ ، ۱۹۶ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸ ، ۱۹۹ ، ۲۰۰ ، ۲۰۱ ، ۲۰۲ ، ۲۰۳ ، ۲۰۴ ، ۲۰۵ ، ۲۰۶ ، ۲۰۷ ، ۲۰۸ ، ۲۰۹ ، ۲۱۰ ، ۲۱۱ ، ۲۱۲ ، ۲۱۳ ، ۲۱۴ ، ۲۱۵ ، ۲۱۶ ، ۲۱۷ ، ۲۱۸ ، ۲۱۹ ، ۲۲۰ ، ۲۲۱ ، ۲۲۲ ، ۲۲۳ ، ۲۲۴ ، ۲۲۵ ، ۲۲۶ ، ۲۲۷ ، ۲۲۸ ، ۲۲۹ ، ۲۳۰ ، ۲۳۱ ، ۲۳۲ ، ۲۳۳ ، ۲۳۴ ، ۲۳۵ ، ۲۳۶ ، ۲۳۷ ، ۲۳۸ ، ۲۳۹ ، ۲۴۰ ، ۲۴۱ ، ۲۴۲ ، ۲۴۳ ، ۲۴۴ ، ۲۴۵ ، ۲۴۶ ، ۲۴۷ ، ۲۴۸ ، ۲۴۹ ، ۲۵۰ ، ۲۵۱ ، ۲۵۲ ، ۲۵۳ ، ۲۵۴ ، ۲۵۵ ، ۲۵۶ ، ۲۵۷ ، ۲۵۸ ، ۲۵۹ ، ۲۶۰ ، ۲۶۱ ، ۲۶۲ ، ۲۶۳ ، ۲۶۴ ، ۲۶۵ ، ۲۶۶ ، ۲۶۷ ، ۲۶۸ ، ۲۶۹ ، ۲۷۰ ، ۲۷۱ ، ۲۷۲ ، ۲۷۳ ، ۲۷۴ ، ۲۷۵ ، ۲۷۶ ، ۲۷۷ ، ۲۷۸ ، ۲۷۹ ، ۲۸۰ ، ۲۸۱ ، ۲۸۲ ، ۲۸۳ ، ۲۸۴ ، ۲۸۵ ، ۲۸۶ ، ۲۸۷ ، ۲۸۸ ، ۲۸۹ ، ۲۹۰ ، ۲۹۱ ، ۲۹۲ ، ۲۹۳ ، ۲۹۴ ، ۲۹۵ ، ۲۹۶ ، ۲۹۷ ، ۲۹۸ ، ۲۹۹ ، ۳۰۰ ، ۳۰۱ ، ۳۰۲ ، ۳۰۳ ، ۳۰۴ ، ۳۰۵ ، ۳۰۶ ، ۳۰۷ ، ۳۰۸ ، ۳۰۹ ، ۳۱۰ ، ۳۱۱ ، ۳۱۲ ، ۳۱۳ ، ۳۱۴ ، ۳۱۵ ، ۳۱۶ ، ۳۱۷ ، ۳۱۸ ، ۳۱۹ ، ۳۲۰ ، ۳۲۱ ، ۳۲۲ ، ۳۲۳ ، ۳۲۴ ، ۳۲۵ ، ۳۲۶ ، ۳۲۷ ، ۳۲۸ ، ۳۲۹ ، ۳۳۰ ، ۳۳۱ ، ۳۳۲ ، ۳۳۳ ، ۳۳۴ ، ۳۳۵ ، ۳۳۶ ، ۳۳۷ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۴۰ ، ۳۴۱ ، ۳۴۲ ، ۳۴۳ ، ۳۴۴ ، ۳۴۵ ، ۳۴۶ ، ۳۴۷ ، ۳۴۸ ، ۳۴۹ ، ۳۵۰ ، ۳۵۱ ، ۳۵۲ ، ۳۵۳ ، ۳۵۴ ، ۳۵۵ ، ۳۵۶ ، ۳۵۷ ، ۳۵۸ ، ۳۵۹ ، ۳۶۰ ، ۳۶۱ ، ۳۶۲ ، ۳۶۳ ، ۳۶۴ ، ۳۶۵ ، ۳۶۶ ، ۳۶۷ ، ۳۶۸ ، ۳۶۹ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ ، ۳۷۲ ، ۳۷۳ ، ۳۷۴ ، ۳۷۵ ، ۳۷۶ ، ۳۷۷ ، ۳۷۸ ، ۳۷۹ ، ۳۸۰ ، ۳۸۱ ، ۳۸۲ ، ۳۸۳ ، ۳۸۴ ، ۳۸۵ ، ۳۸۶ ، ۳۸۷ ، ۳۸۸ ، ۳۸۹ ، ۳۹۰ ، ۳۹۱ ، ۳۹۲ ، ۳۹۳ ، ۳۹۴ ، ۳۹۵ ، ۳۹۶ ، ۳۹۷ ، ۳۹۸ ، ۳۹۹ ، ۴۰۰ ، ۴۰۱ ، ۴۰۲ ، ۴۰۳ ، ۴۰۴ ، ۴۰۵ ، ۴۰۶ ، ۴۰۷ ، ۴۰۸ ، ۴۰۹ ، ۴۱۰ ، ۴۱۱ ، ۴۱۲ ، ۴۱۳ ، ۴۱۴ ، ۴۱۵ ، ۴۱۶ ، ۴۱۷ ، ۴۱۸ ، ۴۱۹ ، ۴۲۰ ، ۴۲۱ ، ۴۲۲ ، ۴۲۳ ، ۴۲۴ ، ۴۲۵ ، ۴۲۶ ، ۴۲۷ ، ۴۲۸ ، ۴۲۹ ، ۴۳۰ ، ۴۳۱ ، ۴۳۲ ، ۴۳۳ ، ۴۳۴ ، ۴۳۵ ، ۴۳۶ ، ۴۳۷ ، ۴۳۸ ، ۴۳۹ ، ۴۴۰ ، ۴۴۱ ، ۴۴۲ ، ۴۴۳ ، ۴۴۴ ، ۴۴۵ ، ۴۴۶ ، ۴۴۷ ، ۴۴۸ ، ۴۴۹ ، ۴۵۰ ، ۴۵۱ ، ۴۵۲ ، ۴۵۳ ، ۴۵۴ ، ۴۵۵ ، ۴۵۶ ، ۴۵۷ ، ۴۵۸ ، ۴۵۹ ، ۴۶۰ ، ۴۶۱ ، ۴۶۲ ، ۴۶۳ ، ۴۶۴ ، ۴۶۵ ، ۴۶۶ ، ۴۶۷ ، ۴۶۸ ، ۴۶۹ ، ۴۷۰ ، ۴۷۱ ، ۴۷۲ ، ۴۷۳ ، ۴۷۴ ، ۴۷۵ ، ۴۷۶ ، ۴۷۷ ، ۴۷۸ ، ۴۷۹ ، ۴۸۰ ، ۴۸۱ ، ۴۸۲ ، ۴۸۳ ، ۴۸۴ ، ۴۸۵ ، ۴۸۶ ، ۴۸۷ ، ۴۸۸ ، ۴۸۹ ، ۴۹۰ ، ۴۹۱ ، ۴۹۲ ، ۴۹۳ ، ۴۹۴ ، ۴۹۵ ، ۴۹۶ ، ۴۹۷ ، ۴۹۸ ، ۴۹۹ ، ۵۰۰ ، ۵۰۱ ، ۵۰۲ ، ۵۰۳ ، ۵۰۴ ، ۵۰۵ ، ۵۰۶ ، ۵۰۷ ، ۵۰۸ ، ۵۰۹ ، ۵۱۰ ، ۵۱۱ ، ۵۱۲ ، ۵۱۳ ، ۵۱۴ ، ۵۱۵ ، ۵۱۶ ، ۵۱۷ ، ۵۱۸ ، ۵۱۹ ، ۵۲۰ ، ۵۲۱ ، ۵۲۲ ، ۵۲۳ ، ۵۲۴ ، ۵۲۵ ، ۵۲۶ ، ۵۲۷ ، ۵۲۸ ، ۵۲۹ ، ۵۳۰ ، ۵۳۱ ، ۵۳۲ ، ۵۳۳ ، ۵۳۴ ، ۵۳۵ ، ۵۳۶ ، ۵۳۷ ، ۵۳۸ ، ۵۳۹ ، ۵۴۰ ، ۵۴۱ ، ۵۴۲ ، ۵۴۳ ، ۵۴۴ ، ۵۴۵ ، ۵۴۶ ، ۵۴۷ ، ۵۴۸ ، ۵۴۹ ، ۵۵۰ ، ۵۵۱ ، ۵۵۲ ، ۵۵۳ ، ۵۵۴ ، ۵۵۵ ، ۵۵۶ ، ۵۵۷ ، ۵۵۸ ، ۵۵۹ ، ۵۶۰ ، ۵۶۱ ، ۵۶۲ ، ۵۶۳ ، ۵۶۴ ، ۵۶۵ ، ۵۶۶ ، ۵۶۷ ، ۵۶۸ ، ۵۶۹ ، ۵۷۰ ، ۵۷۱ ، ۵۷۲ ، ۵۷۳ ، ۵۷۴ ، ۵۷۵ ، ۵۷۶ ، ۵۷۷ ، ۵۷۸ ، ۵۷۹ ، ۵۸۰ ، ۵۸۱ ، ۵۸۲ ، ۵۸۳ ، ۵۸۴ ، ۵۸۵ ، ۵۸۶ ، ۵۸۷ ، ۵۸۸ ، ۵۸۹ ، ۵۹۰ ، ۵۹۱ ، ۵۹۲ ، ۵۹۳ ، ۵۹۴ ، ۵۹۵ ، ۵۹۶ ، ۵۹۷ ، ۵۹۸ ، ۵۹۹ ، ۶۰۰ ، ۶۰۱ ، ۶۰۲ ، ۶۰۳ ، ۶۰۴ ، ۶۰۵ ، ۶۰۶ ، ۶۰۷ ، ۶۰۸ ، ۶۰۹ ، ۶۱۰ ، ۶۱۱ ، ۶۱۲ ، ۶۱۳ ، ۶۱۴ ، ۶۱۵ ، ۶۱۶ ، ۶۱۷ ، ۶۱۸ ، ۶۱۹ ، ۶۲۰ ، ۶۲۱ ، ۶۲۲ ، ۶۲۳ ، ۶۲۴ ، ۶۲۵ ، ۶۲۶ ، ۶۲۷ ، ۶۲۸ ، ۶۲۹ ، ۶۳۰ ، ۶۳۱ ، ۶۳۲ ، ۶۳۳ ، ۶۳۴ ، ۶۳۵ ، ۶۳۶ ، ۶۳۷ ، ۶۳۸ ، ۶۳۹ ، ۶۴۰ ، ۶۴۱ ، ۶۴۲ ، ۶۴۳ ، ۶۴۴ ، ۶۴۵ ، ۶۴۶ ، ۶۴۷ ، ۶۴۸ ، ۶۴۹ ، ۶۵۰ ، ۶۵۱ ، ۶۵۲ ، ۶۵۳ ، ۶۵۴ ، ۶۵۵ ، ۶۵۶ ، ۶۵۷ ، ۶۵۸ ، ۶۵۹ ، ۶۶۰ ، ۶۶۱ ، ۶۶۲ ، ۶۶۳ ، ۶۶۴ ، ۶۶۵ ، ۶۶۶ ، ۶۶۷ ، ۶۶۸ ، ۶۶۹ ، ۶۷۰ ، ۶۷۱ ، ۶۷۲ ، ۶۷۳ ، ۶۷۴ ، ۶۷۵ ، ۶۷۶ ، ۶۷۷ ، ۶۷۸ ، ۶۷۹ ، ۶۸۰ ، ۶۸۱ ، ۶۸۲ ، ۶۸۳ ، ۶۸۴ ، ۶۸۵ ، ۶۸۶ ، ۶۸۷ ، ۶۸۸ ، ۶۸۹ ، ۶۹۰ ، ۶۹۱ ، ۶۹۲ ، ۶۹۳ ، ۶۹۴ ، ۶۹۵ ، ۶۹۶ ، ۶۹۷ ، ۶۹۸ ، ۶۹۹ ، ۷۰۰ ، ۷۰۱ ، ۷۰۲ ، ۷۰۳ ، ۷۰۴ ، ۷۰۵ ، ۷۰۶ ، ۷۰۷ ، ۷۰۸ ، ۷۰۹ ، ۷۱۰ ، ۷۱۱ ، ۷۱۲ ، ۷۱۳ ، ۷۱۴ ، ۷۱۵ ، ۷۱۶ ، ۷۱۷ ، ۷۱۸ ، ۷۱۹ ، ۷۲۰ ، ۷۲۱ ، ۷۲۲ ، ۷۲۳ ، ۷۲۴ ، ۷۲۵ ، ۷۲۶ ، ۷۲۷ ، ۷۲۸ ، ۷۲۹ ، ۷۳۰ ، ۷۳۱ ، ۷۳۲ ، ۷۳۳ ، ۷۳۴ ، ۷۳۵ ، ۷۳۶ ، ۷۳۷ ، ۷۳۸ ، ۷۳۹ ، ۷۴۰ ، ۷۴۱ ، ۷۴۲ ، ۷۴۳ ، ۷۴۴ ، ۷۴۵ ، ۷۴۶ ، ۷۴۷ ، ۷۴۸ ، ۷۴۹ ، ۷۵۰ ، ۷۵۱ ، ۷۵۲ ، ۷۵۳ ، ۷۵۴ ، ۷۵۵ ، ۷۵۶ ، ۷۵۷ ، ۷۵۸ ، ۷۵۹ ، ۷۶۰ ، ۷۶۱ ، ۷۶۲ ، ۷۶۳ ، ۷۶۴ ، ۷۶۵ ، ۷۶۶ ، ۷۶۷ ، ۷۶۸ ، ۷۶۹ ، ۷۷۰ ، ۷۷۱ ، ۷۷۲ ، ۷۷۳ ، ۷۷۴ ، ۷۷۵ ، ۷۷۶ ، ۷۷۷ ، ۷۷۸ ، ۷۷۹ ، ۷۸۰ ، ۷۸۱ ، ۷۸۲ ، ۷۸۳ ، ۷۸۴ ، ۷۸۵ ، ۷۸۶ ، ۷۸۷ ، ۷۸۸ ، ۷۸۹ ، ۷۹۰ ، ۷۹۱ ، ۷۹۲ ، ۷۹۳ ، ۷۹۴ ، ۷۹۵ ، ۷۹۶ ، ۷۹۷ ، ۷۹۸ ، ۷۹۹ ، ۸۰۰ ، ۸۰۱ ، ۸۰۲ ، ۸۰۳ ، ۸۰۴ ، ۸۰۵ ، ۸۰۶ ، ۸۰۷ ، ۸۰۸ ، ۸۰۹ ، ۸۱۰ ، ۸۱۱ ، ۸۱۲ ، ۸۱۳ ، ۸۱۴ ، ۸۱۵ ، ۸۱۶ ، ۸۱۷ ، ۸۱۸ ، ۸۱۹ ، ۸۲۰ ، ۸۲۱ ، ۸۲۲ ، ۸۲۳ ، ۸۲۴ ، ۸۲۵ ، ۸۲۶ ، ۸۲۷ ، ۸۲۸ ، ۸۲۹ ، ۸۳۰ ، ۸۳۱ ، ۸۳۲ ، ۸۳۳ ، ۸۳۴ ، ۸۳۵ ، ۸۳۶ ، ۸۳۷ ، ۸۳۸ ، ۸۳۹ ، ۸۴۰ ، ۸۴۱ ، ۸۴۲ ، ۸۴۳ ، ۸۴۴ ، ۸۴۵ ، ۸۴۶ ، ۸۴۷ ، ۸۴۸ ، ۸۴۹ ، ۸۵۰ ، ۸۵۱ ، ۸۵۲ ، ۸۵۳ ، ۸۵۴ ، ۸۵۵ ، ۸۵۶ ، ۸۵۷ ، ۸۵۸ ، ۸۵۹ ، ۸۶۰ ، ۸۶۱ ، ۸۶۲ ، ۸۶۳ ، ۸۶۴ ، ۸۶۵ ، ۸۶۶ ، ۸۶۷ ، ۸۶۸ ، ۸۶۹ ، ۸۷۰ ، ۸۷۱ ، ۸۷۲ ، ۸۷۳ ، ۸۷۴ ، ۸۷۵ ، ۸۷۶ ، ۸۷۷ ، ۸۷۸ ، ۸۷۹ ، ۸۸۰ ، ۸۸۱ ، ۸۸۲ ، ۸۸۳ ، ۸۸۴ ، ۸۸۵ ، ۸۸۶ ، ۸۸۷ ، ۸۸۸ ، ۸۸۹ ، ۸۹۰ ، ۸۹۱ ، ۸۹۲ ، ۸۹۳ ، ۸۹۴ ، ۸۹۵ ، ۸۹۶ ، ۸۹۷ ، ۸۹۸ ، ۸۹۹ ، ۹۰۰ ، ۹۰۱ ، ۹۰۲ ، ۹۰۳ ، ۹۰۴ ، ۹۰۵ ، ۹۰۶ ، ۹۰۷ ، ۹۰۸ ، ۹۰۹ ، ۹۱۰ ، ۹۱۱ ، ۹۱۲ ، ۹۱۳ ، ۹۱۴ ، ۹۱۵ ، ۹۱۶ ، ۹۱۷ ، ۹۱۸ ، ۹۱۹ ، ۹۲۰ ، ۹۲۱ ، ۹۲۲ ، ۹۲۳ ، ۹۲۴ ، ۹۲۵ ، ۹۲۶ ، ۹۲۷ ، ۹۲۸ ، ۹۲۹ ، ۹۳۰ ، ۹۳۱ ، ۹۳۲ ، ۹۳۳ ، ۹۳۴ ، ۹۳۵ ، ۹۳۶ ، ۹۳۷ ، ۹۳۸ ، ۹۳۹ ، ۹۴۰ ، ۹۴۱ ، ۹۴۲ ، ۹۴۳ ، ۹۴۴ ، ۹۴۵ ، ۹۴۶ ، ۹۴۷ ، ۹۴۸ ، ۹۴۹ ، ۹۵۰ ، ۹۵۱ ، ۹۵۲ ، ۹۵۳ ، ۹۵۴ ، ۹۵۵ ، ۹۵۶ ، ۹۵۷ ، ۹۵۸ ، ۹۵۹ ، ۹۶۰ ، ۹۶۱ ، ۹۶۲ ، ۹۶۳ ، ۹۶۴ ، ۹۶۵ ، ۹۶۶ ، ۹۶۷ ، ۹۶۸ ، ۹۶۹ ، ۹۷۰ ، ۹۷۱ ، ۹۷۲ ، ۹۷۳ ، ۹۷۴ ، ۹۷۵ ، ۹۷۶ ، ۹۷۷ ، ۹۷۸ ، ۹۷۹ ، ۹۸۰ ، ۹۸۱ ، ۹۸۲ ، ۹۸۳ ، ۹۸۴ ، ۹۸۵ ، ۹۸۶ ، ۹۸۷ ، ۹۸۸ ، ۹۸۹ ، ۹۹۰ ، ۹۹۱ ، ۹۹۲ ، ۹۹۳ ، ۹۹۴ ، ۹۹۵ ، ۹۹۶ ، ۹۹۷ ، ۹۹۸ ، ۹۹۹ ، ۱۰۰۰

از نوشتہ بگیرد و تو ز یاد عرف محمد بخش را که قیم خازن محمد آفاق مذکور است از جانب خود همراه به کاره بدار انصاف
و او بدست کاریم خان منصفی حکم قضا قطع لادعوی و ابرار نامہ زیب سیدہ آورده و حسام احمد مذکور خبر خود است
والہ ہکارہ ما برہ نمودہ بمضمون کہ انوار صبح شری کہ در مجرای کسم و لب حسام احمد بن عطا احمد اصالتہ از خود و
از قبل پدر خود سی بی عطا احمد بن والد خود و محمد آفاق بن حسن اسفغان عمومی خود برین وجہ کہ ماترا
بعد وقف ماسد و منزل علی بیار د کاہ حضرتہ قدوہ الوصلین ہزار جانان شہیدہ قدس سرہ دعوی سیدہ نمودہ بودم
اینکہ مکانات مذکورہ بجا صاحبہ ماترا مان سیدہ کردہ اند و سیدہ نامہ خود نوشتہ دادہ اند چنانکہ تا بعد از وفات
در قیمعات بی بی صاحبہ مورثہ ماترا ماترا نشان دعوی سیدہ ششم در بنو لاد یافت شدہ کہ بعد وقف سیدہ
و سیدہ نمیشود کہ الوقف لایوہب دعوی مذکور فسخ و باطل شدہ و در شرح شریف مسموع نشدہ لہذا از جویہای مطورہ مذکورہ
و دست بردار شیم و اصالتہ خود ہمہ کاترا از قبل موکلان کردہ ان خود نوشتہ سیدہ ہم کہ اگر بعد تحریر این وقتہ دعوی سیدہ
و باکہ لم کافہ بر آورده علم کنیم در وقتہ مذکورہ مذکورہ نامہ نانی الحال از بابت جویہای مذکورہ بر بیان تا اعلام مذکورہ
اوشان بوجہ من الوجوہ کہ سبب من السباب یعنی دعوی خصوصیتی منافی نماندہ و اگر اصحابا کادہ سیدہ مذکورہ
براید باطلت بنا بر این بچندکہ لطیفی ابرار و فارغ عمل نوشتہ دادہ اند تحریر تاج تہجد ہمہ حرب العجب سیدہ ہجرتہ
و ہر دو جوی حق حال کردہ و ادبنا چنانہ اعلام علی کہ بموجب حکم شرع شریف از حضور و جوی مذکورہ مانع نہ شود

را حینامہ خصوصیتہ از ایندہ تحریر فی التاریخ ہفتم ربیع الثانی ۱۲۱۹

THE PIRZADA M. HANIF LIBRARY 1610.

وقف نامہ اول مسلسل

تاریخ پندرہویں مئی ۱۹۱۳ء کو لکھی گئی ہے۔ اس کا عنوان ہے "وقف نامہ دوم متعلقہ خانقاہ مظہری" ص ۱۵۸

اس وقف نامہ میں خانقاہ مظہری کے اہل خانہ کو دیا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس وقف نامہ کی بنیاد خانقاہ مظہری کے اہل خانہ نے رکھی ہے۔ اس وقف نامہ میں خانقاہ مظہری کے اہل خانہ کو دیا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس وقف نامہ کی بنیاد خانقاہ مظہری کے اہل خانہ نے رکھی ہے۔

اس وقف نامہ میں خانقاہ مظہری کے اہل خانہ کو دیا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس وقف نامہ کی بنیاد خانقاہ مظہری کے اہل خانہ نے رکھی ہے۔ اس وقف نامہ میں خانقاہ مظہری کے اہل خانہ کو دیا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس وقف نامہ کی بنیاد خانقاہ مظہری کے اہل خانہ نے رکھی ہے۔

و لصفوف و غیره مدون یافته از نظر مبارک حضرت ابن ان
 گذشتند و بسیار بسند درند خاتم در ضمن مکاتیب حضرت
 ابن ان حالات اسارت بآن گذشت خارج از دایره
 اوصاف است و فقر کاتب ملتوی از مکاتیب حضرت
 مولانا که از نظر آنحضرت گذشتند به نیت تبرک و کار
 درین صحیفه درج میکنند بسم الله الرحمن الرحیم محمد و ما مقرب عظام
 للملک فی نفسه لیس له من علة الیس پس ممکن را نالیتی با علة
 او که فی نفسه او را الیس وجود ثابت بند و واجب الوجود
 متحقق مانند هر چیز با بر و حمل توان کرد که برای حمل بجای وجود
 موضوع شرط است و در حال عدم سلبش از نفس از صحیح است
 و زبده توان گفت پس ممکن با علة او از ذات او است
 قال الله تعالی نحن اذرب الیه من جبل الورد لیسر کلام در آنست
 که ممکن جانیه در وجود محتاج است بواجب در مقام محتاج بواجب
 است باین بعضی متکلمان در میان ممکن واجب نسبت کوزه و کلال
 فصدیه گفته اند که در مقام محتاج نیست و درین قول برخلاف
 عقلا استغناء عالم از صنایع لازم می آید و نفس قطعی دال بر لزوم
 احتیاج است حیث قال یا ایها الناس انم العمار الی الله والله
 هو الغنی الحمید لهذا فاعلان این قول برای تقصی ازین قباحت
 افعال قائل شده تا دوام احتیاج ثابت شود و در واقع برای آنست
 دوام احتیاج احتیاج این همه تکلفات مثبت استی که ممکن با

کتب خود
 از کتب
 حضرت
 صاحب
 نجف
 فخر
 علم
 زنده
 در
 تمام
 فقرات
 کرده
 از
 در
 این
 است
 در
 تمام
 فقرات
 کرده
 از
 در
 این
 است

یا جود

۵- عکس تحریر حضرت شاه غلام علی مولف مقامات مظهری (حاشیه

بشارت مظهری قلمی) ، ص ۱۸۱

الآن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون

این رساله
شریفه در بیان
حالات و مقامات حضرت
شش الدین جمیع اللہ جناب مرزا
جان جانان مظہر شہید قدس سرہ از تصانیف
حضرت غوث الاسلام و المسلمین الباہوی الی اللہ حضرت مرزا
شہاب اسلام علی الملقب بشاہ عبداللہ اللہ جودی
طریقہ العلوی نسباً والدہ بوسے
مکنات و فنائت ارحمت اللہ
علیہ

۱۲۹۰ھ

در مطبع احمدی باہتمام ظفر علی صاحب



۸- حضرت مظہر کے خلیفہ اخوند ملا نسیم کی دو مہربیں (مخزولہ
نور محل ، اوچ ، دیر) ، ص ۷۰

marfat.com

Marfat.com

ہاں لکھا کہ میں نے
اصغر احوال میں لکھا ہے
عبد الباقی خلیفہ حضرت مظہر
وہاں لکھا ہے کہ
میں نے لکھا ہے کہ

مقطعاتی بقسب انما متصل است بآنچه که آیت خستام بالقبول است نه در هر دو
 که مست دوم شجره جاد و اول است انفا و اقفا و تا بر کاتب روح و
 روح افزونی رکبات ^{دفعه} در بیان کرد دو ذکر اگر
 احوال قویا می کند و الف فی رضاه در هر سه جمله مکتوب است بریل مسطورا
 بالا جمال درین احوال اگر کسی از رکبات طالع آرد احوال تمام نماید
 دیگر فصل احوال در این تفکرات العین بریل علی الکتابه و محفنه
 بریل علی الکتابه فی فصل درین الکمال و الا جمال مخلوع الملائ
 و الله اعلم بحفنه الکمال اللهم المکل الطالبین الکمال بعضان انوار مبره
 الشرفه و مقالاتی منه الکمال و شرح لنا او استبرال الممال تمت
 رساله مال الکمال من نصیف عاصی سر مرعا عبد الباقی ساریح ۲۹
 المبارک فی شهر جمادی الاوله علیه رود و از خط امیر الکمال

قاری من کفر و عیا : ذکر خطا و سیر دنیا
 : ان خطای و سیر صحیح :
 : ارکرم و اعلم بالصواب :

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل

العلم نوراً

والتعلم عبادة

والعالمين شرفاً

والعلماء أئمة

الدين والحق

والعلماء هم

أركان الدنيا

والعلماء هم

أركان الإسلام

والعلماء هم

أركان المجتمع

والعلماء هم

أركان الحضارة

والعلماء هم

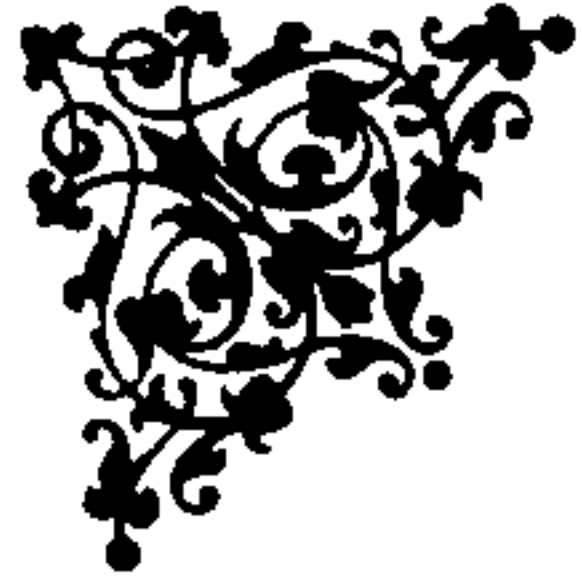
أركان التقدم

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي جعل العلم نوراً والتعلم عبادة والعالمين شرفاً والعلماء أئمة الدين والحق والعلماء هم أركان الدنيا والعلماء هم أركان الإسلام والعلماء هم أركان المجتمع والعلماء هم أركان الحضارة والعلماء هم أركان التقدم

نکس مکتوب از قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی صفحہ اول

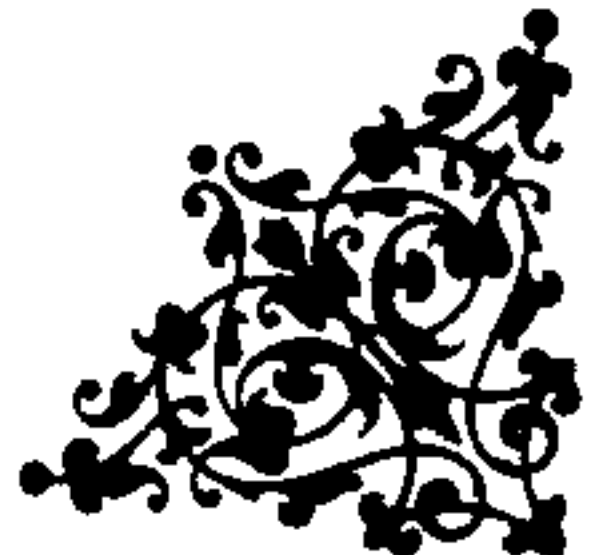


۱۲۔ گنبد مزارات چبوترہ حضرت مظهر، تعمیر، ۱۳۱۰ء، ص ۱۵۸



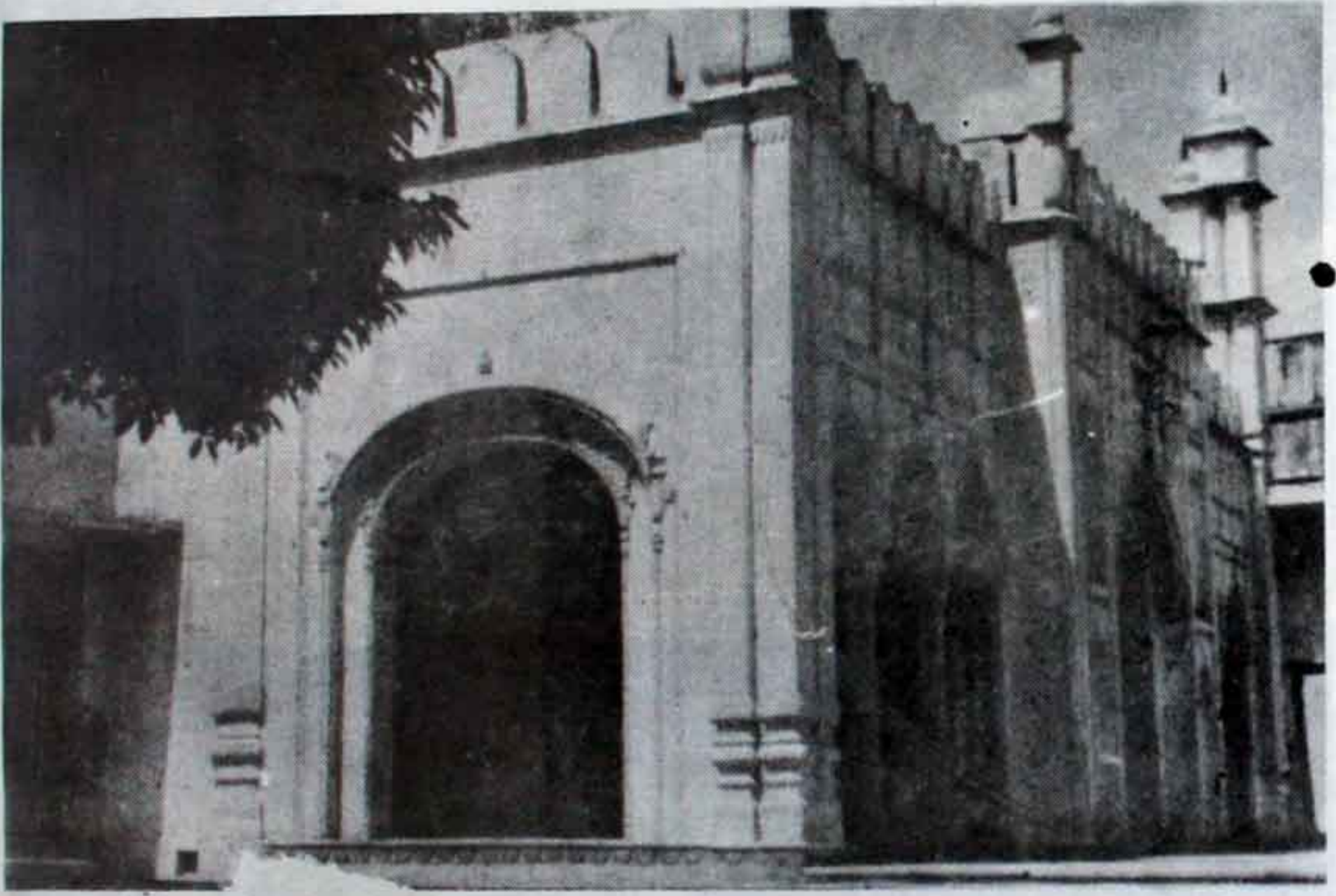
۱۳- مزارات مرشد و مرید یعنی حضرت مظهر و مولف مقامات مظہری ،

ص ۱۵۸

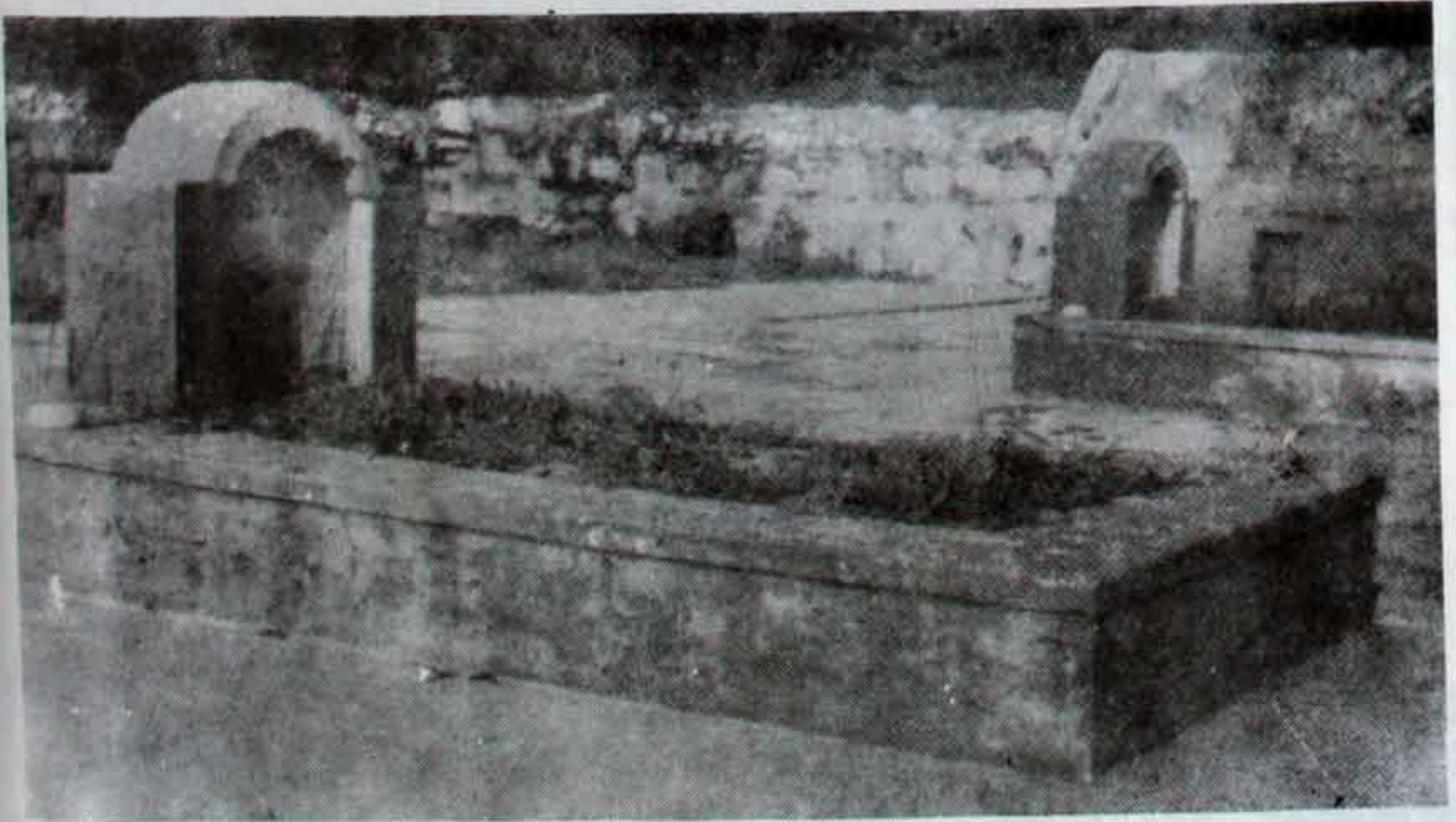


marfat.com

Marfat.com



۱۴- حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی مسجد ، ص ۱۶۴



۱۵- (بائیں جانب) مزار حضرت سید نور محمد بدایونی مرشد حضرت مظہر ،

ص ۲۴۴